کرامات

وکمالاتِ اولیاء

جلد اول

مجموعۂ ارشادات

حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ

عناوین

عناوین

عنوان	صفحہ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴾

صدق الله العظيم

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ عزوجل کا شکر واحسان ہے کہ ازہر اکیڈمی کی طرف سے جمال محمدی ﷺ کی دو جلدیں طبع ہو گئیں اور اسے بنظرِ استحسان دیکھا گیا۔

بالخصوص حضرت پیر صاحب مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم کی دعائیں ملی اور مظاہر علوم، سہارنپور اور ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے بعض اکابرین نے پسندیدگی کے اظہار کے ساتھ شکوہ بھی کیا کہ اس کو منظرِ عام پر لانے میں تاخیر کیوں کی گئی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اس لئے اب ہم ''کرامات وکمالاتِ اولیاء'' کی یہ جلد پیش کر رہے ہیں۔ یہ بھی سابق موضوع ہی کا تسلسل ہے کہ قرآن و حدیث بلکہ سابقہ کتب میں بھی باعثِ تخلیقِ کائنات سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ ایک خاص انوکھے تعلق کا ہم سے مطالبہ ہے کہ عبادات میں تو صرف خالق اور معبود ہی کے لئے قلب کو اس کے ماوراء سے خالی کر لیا جائے اور اس ذاتِ وحدہ لاشریک ہی کی طرف ہم قلب اور روح کے ساتھ متوجہ رہیں۔ اور عبادت سے فراغ پر زندگی کا ہر لمحہ اس کے حبیب ﷺ کی نقل میں گزرے۔ آپ ﷺ کے مانند چلنا سیکھیں، کھانا، پینا، سونا، پہننا، اوڑھنا، جینا، مرنا، ہر چیز میں آپ ﷺ کی نقالی ہو۔ غرض، عبادات میں تو صرف معبود ہی کا مراقبہ، اور اس کے علاوہ عمر کا ہر حصہ اس کے حبیب ﷺ کے مراقبہ میں گزرے۔

اس مطالبہ کو صحابۂ کرام، تابعین اور ہر زمانہ میں اسلافِ کرام نے کس طرح پورا کرنے کی کوشش کی اور کمزور طبائع کیسے اپنی تخیلاتی دنیا سے نکل پائیں، اس کے لئے مشائخِ کرام نے جو نسخے آزما کر ہم تک پہنچائے اس کی تفصیل ان شاء اللہ اس جلد میں اور آنے والی جلدوں میں آپ پائیں گے۔

اور یہ بھی کہ جمالِ جہاں آرا جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان کی ٹکٹکی بندھی ہے اور وہ اسی کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ اس سعی، دوڑ، کدو کاوش میں ان سے انتہا درجہ کے کمالات ظاہر ہوئے اور ان کمالات کے نتیجہ میں غافل قلوب کو ان کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ان سے کرامات کا صدور ہوا۔ اس لئے کتاب کے ہر صفحہ پر تقریباً آپ کو ان اللہ والوں کی کرامات اور کمالات ملتے رہیں گے۔

اللہ عزوجل ہمیں صدرو بدرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کا حق صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ادارہ ازہرا کیڈمی
54-68 Little Ilford Lane
London E12 5QA, UK

۹ جمادی الثانیۃ ۱۴۳۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیکھئے، یہی بیس رکعت ہم نے آج اکٹھی پڑھی اور پوری دنیا میں ملینوں مسلمانوں نے پڑھی ہوگی۔ لیکن اس بیس رکعت سے پہلے دن بھر میں اور بھی تو بہت سی سنتیں تھیں، اشراق، چاشت، اوابین، لیکن کتنوں نے پڑھی ہوں گی؟

یہ تراویح تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک پڑھی اور تیسرے دن کے بعد صحابہ کرام جمع ہوئے اور صحابہ کرام نے سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلا دیں۔ کوئی زور سے ذرا کھانس رہا ہے کہ اطلاع ہو جائے کہ ہم حاضر ہو گئے، کوئی ذرا اونچی آواز سے آپس میں باتیں کرنے لگے یہ بتانے کے لئے کہ ہم حاضر ہیں، تشریف لے آئیے۔ بعضوں نے تو اتنی ہمت کی کہ کنکریاں ذرا سی دروازہ پر اٹھا کر ماری تا کہ اطلاع ہو جائے کہ ہم انتظار میں ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب کچھ دیکھ اور سن رہا تھا، مگر مجھے ڈر ہوا کہ یہ کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے، اس لئے میں نہیں آیا۔ یہ تراویح تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دن پڑھی۔

طویل اوّابین کی سنیت

تراویح کے سوا جو اور میں نے سنت نمازیں گنوائیں، تراویح سے پہلے عشاء کی نماز کی قبلیہ اور بعد یہ سنتیں اور اس سے پہلے مغرب کے بعد جو اوابین پڑھی جاتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پابندی سے اس نماز کو پڑھتے تھے۔ اور اتنی لمبی پڑھتے تھے کہ **حَتّٰی یَنُفَضَّ أَھُلُ الْمَسُجِدِ** کہ سارے صحابہ کرام چلے جاتے۔

نفل کی دو رکعت میں پورا قرآن

حضرت امام ربانی مولانا قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ بانئ دار العلوم عشاء کی نماز کے بعد لمبی

نفلوں کی نیت باندھ لیتے ۔ مصلی اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر جاتے رہتے ، کوئی دو چار رکعت تک ، کوئی آٹھ دس رکعت تک اپنی نماز پڑھ کر دیکھتا کہ حضرت تو ابھی مشغول ہیں ، پھر سب مصلی چلے جاتے ۔ ایک دن حضرت کے خدام میں سے کسی نے سوچا کہ اتنے طویل عرصہ سے حضرت بہت لمبی نماز عشاء کے بعد پڑھتے ہیں ، کتنی دیر تک پڑھتے ہیں ؟ یہ ہم نے کبھی دیکھا نہیں ۔ وہ نماز سے فارغ ہو کر ایک طرف چھپ گئے تاکہ دیکھیں کہ حضرت کتنی دیر تک اور نماز میں مشغول رہتے ہیں ، اور کتنی تلاوت فرماتے ہیں ، انہیں یہ دیکھنا تھا ۔

ان کا بیان ہے کہ حضرت لمبی نفلوں میں رہے اور تھوڑی دیر کے بعد جب حضرت نے سلام پھیرا ، اچھی طرح غور سے چاروں طرف مسجد میں دیکھا کہ کوئی ہے تو نہیں ۔ دیکھا کہ سب چلے گئے ، حضرت اپنی جگہ سے اٹھے اور مسجد کے کواڑ اندر سے لگا دئے ۔ دروازہ اندر سے بند ۔ اور اس کے بعد پھر حضرت نے دوبارہ اپنی نفلیں شروع کی اور قدرے جہر کے ساتھ کہ کوئی سن سکے ۔

ان کا بیان ہے کہ حضرت ایک پارہ ، دو پارے ، تین پارے پڑھتے چلے گئے ۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ حضرت پڑھتے چلے جا رہے ہیں ، حضرت نے صرف پہلی رکعت میں پندرہ پارے ختم کئے ، اور سورۂ کہف ختم کی ، اور اس کے بعد پھر حضرت کھڑے ہو گئے ، اور اسی طرح پارے چل رہے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ میں آہستہ سے اٹھا اور آہستہ سے کواڑ کھولا اور گھر جا کر سو گیا ۔ میں نے سوچا کہ یہ حضرت کا دائمی معمول ، ہمیشہ کا معمول ہے کہ دو رکعت میں حضرت قرآن پاک ختم کرتے ہیں ، جب سب لوگ چلے جاتے ہیں اس کے بعد اپنا معمول پورا فرماتے ہیں ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اوابین بڑی لمبی پڑھا کرتے تھے ، لیکن ہم میں سے کس کس نے پڑھی اوابین ، اور وہ بھی اتنی لمبی اوابین ؟ کیوں کہ جتنے انفرادی اعمال ہیں ان کا کرنا مشکل ہوتا ہے ۔ وہ ہی اوابین اگر تراویح کی طرح سے حکم ہوتا کہ تم اکٹھے پڑھا کرو ، تو اوابین کا پڑھنا بھی آسان ہو جاتا ۔

مسلمانوں کے اتحاد کی برکت

تجمع کی، اور سب مسلمانوں کے کسی ایک کام کی طرف توجہ کی برکت یہ ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ کام آسان ہوجاتا ہے۔ اب ہم میں سے کتنے بیمار بھی ہیں، لیکن انہیں بھی اتنا کوئی خاص احساس نہیں ہوا اتنی لمبی نماز تراویح پڑھنے کا، حالانکہ پورے سال کے بعد آج پہلے دن پڑھی بیس رکعت۔ پورے سال میں بیس رکعت اس طرح مسلسل نفل پڑھنے کا کبھی کسی کو اتفاق نہیں ہوا ہوگا۔ یہ آپس میں مسلمان متحد ہوکر، چونکہ سب پڑھتے ہیں، اس لئے یہ تراویح پڑھنا آسان ہوجاتا ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں کا معمول

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں جب دارِ جدید میں اعتکاف شروع ہوا، حضرت نے فرمایا کہ بھئی تراویح کون پڑھائے گا؟ وہاں مدرسہ قدیم میں، حضرت کی مسجد میں امام میں ہوتا تھا۔ حضرت کے یہاں جو خدام تھے، ان میں سے بعضے میری طرف اشارہ کرنے لگے کہ مولوی یوسف پڑھائے گا۔ حضرت نے فرمایا تین پارے پڑھ سکے گا؟ میں نے کہا، جی نہیں! کیوں کہ ایک دن میں تین پارے، دس دن میں قرآن، اور پھر حضرت کی مسجد میں سنانا۔

حضرت نے پھر فرمایا کہ تو کتنے پڑھالے گا؟ ہمارا تو جی چاہتا تھا کہ ایک ایک عشرہ میں ایک قرآن ختم ہو۔ کیوں کہ مہمان دور دور سے ایک ایک عشرہ کے لئے آتے تھے۔ کچھ لوگ آتے تھے تین دن کے لئے، کچھ ایک ہفتہ کے لئے، اور بہت سے حضرات ایک ایک عشرہ کے لئے آتے تھے۔ اور پھر وہ اپنے یہاں جاکر اخیری عشرہ کا اعتکاف بھی کرتے تھے۔ اس لئے حضرت نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ دس دن میں قرآن ختم ہو۔ اس کے بعد پھر حضرت نے فرمایا کہ اچھا، پھر دو پارے سنادینا۔

حضرت کے یہاں تین تین پارے بھی ہوئے ہیں، پانچ پانچ پارے بھی بعض دفعہ ہوئے

ہیں، لیکن مجمع کے لئے وہ سننا آسان ہوتا تھا۔ ہزاروں کا مجمع، تو سب کی توجہ اور ہمت ایک چیز کی طرف، سارے مسلمانوں کی، تو اس کی وجہ سے اس کا کرنا آسان۔

نماز با جماعت کی حکمت

اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے پانچ نمازوں میں جو جماعت رکھی وہ اسی لئے، کہ تجمع کی برکت سے اور ایک کام کی طرف، ایک وقت میں، سب کی ہمت کی برکت سے، اس کا کرنا آسان ہوجائے۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا بھر میں جتنے کام ہوتے ہیں، کسی ایک کام کی طرف سب کی توجہ ہوگئی، کتنا مشکل ترین کام ہو، ملینوں کی لاگت کا ہو، اور کتنا مشکل ہو، لیکن وہ کرنا آسان ہوجاتا ہے کہ سب نے اتفاق کرلیا کہ اس کو کرنا ہے۔ لیکن جس میں آپ دیکھتے ہیں کہ ذرا سا انتشار، یا جس میں کوئی تفرقہ بازی ہوگئی، تو وہ کام نہیں ہوسکتا۔ چاہے بہت آسان کام ہو۔

روزے بھی ایک ہی وقت میں

اللہ تبارک وتعالی نے اسی لئے روزوں میں بھی ایک وقت رکھا۔ یہ حکم نہیں دیا کہ جس کو جس وقت فرصت ہو، اس وقت تیس دن کے روزے پورے سال میں رکھ لیا کرو۔ نہیں، اس کا مہینہ متعین کردیا کہ ایک ہی وقت میں، اسی مہینہ میں، ساری دنیا کے مسلمان روزے رکھیں۔ یہ آپس میں ہم نے مل کر نماز پڑھی اس کی برکت سے بیس رکعت پڑھنا ہمارے لئے آسان ہوا۔

ابھی ساری دنیا میں سب روزے رکھیں گے، تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی رکھیں گے، ان کے لئے بھی وہ روزہ آسان ہوجائے گا۔ حالانکہ ابھی یہ گرمیوں کے روزے ہیں اور گرمیوں میں حرمین میں کتنی سخت ترین گرمی ہوتی ہے۔ ہمارے طلبہ کوئی تیس چالیس ہمارے ساتھ تھے۔ ایک دفعہ میں نے وہاں مدینہ شریف میں ان سے کہا کہ اچھا! آج ہر ایک گن کر زمزم پیئے کہ کتنے گلاس مغرب کی نماز کے بعد سے لے کر مسجد سے نکلنے تک پیئے، کہ افطاری کی اور مسجد سے نکلنے

میں آدھ پون گھنٹہ ہوا۔

کوئی کہہ رہا تھا کہ میں نے تیرہ گلاس پیئے، کوئی کہتا میں نے پندرہ گلاس پیئے۔ اتنی شدید ترین گرمی، مگر وہ روزہ آسان، ان سب کے لئے آسان، چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے بھی آسان، کیوں کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی توجہ اسی روزہ کی طرف ہے۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالی مسلمانوں میں جمعیت نصیب فرمائے، اتفاق نصیب فرمائے، سب کو ایک پلیٹفارم پر جمع فرمائے اور سب کے دلوں کو جوڑ دے۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل عرض کیا تھا کہ یہ تراویح اکٹھے ہم سب نے پڑھی پہلے دن، تو تجمع اور اجتماعیت کی برکت سے بیس رکعت ہم پڑھ سکے۔ اسی طرح یہ روزے دنیا بھر میں اکٹھے سب نے رکھے، تو یہ روزے رکھنا آسان۔ یہ جمعیت اور تجمع کی برکت ہے۔

اور اللہ کا شکر ہے کہ اس مرتبہ کافی اتفاق رہا اور اکٹھے سب نے روزے آج شروع کئے ہیں۔ اللہ کرے کہ عید بھی اسی طرح ہو۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو، پھر بھی اختلاف کی تو گنجائش ہے۔ لیکن خلاف اور جھگڑے کی گنجائش نہیں۔

اور یہ جھگڑے کیسے شروع ہوتے ہیں اور یہ کرنے والے کیسے کر سکتے ہیں، یہ ہماری سمجھ میں تو آج تک نہیں آیا۔

ہم نے تو پچیس سال سے دار العلوم میں چاند اور اوقاتِ نماز کے ٹائم ٹیبل، ان چیزوں کے فتووں پر پابندی لگا دی ہے۔ کوئی پوچھے تو بھی فتوی نہ دیا جائے۔ یہ لکھ دیں کہ پہلے سے چھپے ہوئے فتاویٰ کتابوں میں موجود ہیں، خود ہی دیکھ لیں۔ اور یہ اس لئے تا کہ یہ جھگڑا اور زیادہ نہ پھیلے۔

مقدس عبادت کا جھگڑے سے کیا تعلق؟

لیکن پھر بھی ہر سال آپ دیکھتے ہیں کہ رمضان کے شروع ہونے پر اختلاف، جھگڑے، لڑائی، عید پر جھگڑے۔ کیسی مقدس عبادت اور اس کا جھگڑے سے کیا تعلق؟ لیکن جو لوگ اس کا سبب بنتے ہیں، ان کی جہالت کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ وہ کرنے والے جاہل یہ نہیں سمجھتے، کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نوراللہ مرقدہ کی قیمتی نصیحت

اسی لئے حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نوراللہ مرقدہ نے آج سے تیس برس پہلے، اس وقت بھی یہ لمبے روزے، اور چاند کے اور ٹائم ٹیبل کے یہ جھگڑے چل رہے تھے، برمنگھم کے ایک ہال میں بیان میں فرمایا کہ اس ملک میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ بہت چھوٹا سا ملک، چھوٹی سی آبادی، دوسروں کے بیچ میں تم ہو۔ یورپ کے قلب میں ہو۔ یہاں تو تمہارے لئے قطعاً اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر کسی سے لڑائی اور جھگڑے اور اختلاف کے بغیر نہ رہا جاتا ہو، تو ہم اس کے لئے ٹکٹ کا بھی انتظام کردیں گے انشاء اللہ، اور ہمارے یہاں ہم دعوت دیتے ہیں کہ ہندوستان بہت بڑا ملک ہے۔ وہاں اس کی گنجائش ہے، وہاں آجایئے۔

کتنی ان کو تکلیف تھی۔ ان کے ٹیپ موجود ہیں۔ چھپے ہوئے بھی ہیں یہ الفاظ۔ اور یہ جیسا میں نے کہا، کہ اس میں اختلاف کی تو گنجائش ہے، کہ اختلاف تو ہوسکتا ہے، مگر خلاف اور جھگڑے کی کوئی گنجائش نہیں۔

چھٹی پر جانے والے طلبہ کو ہدایت

اسی لئے ہمارے طلبہ گذشتہ ہفتہ جب چھٹی پر جانے لگے، تو میں نے ان سے کہا کہ آپ لوگ یہاں سے الگ الگ شہروں اور ملکوں میں جائیں گے۔ وہاں کسی جگہ یہ نہ کہنا، کہ آج یہ چاند نہیں ہوا، اور تراویح کیوں پڑھتے ہو؟ روزہ کیوں رکھتے ہو؟ جس دن، جہاں آپ ہیں، وہاں والے رمضان شروع کریں، آپ بھی شروع کردیں۔ وہ تراویح پڑھتے ہیں، آپ بھی پڑھنے لگیں۔ وہ اگر عید کرتے ہیں، تو آپ بھی عید کرلیں۔ ترمذی کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ اس دن جس دن سب روزہ رکھیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا فیصلہ

اور آج سے کوئی پچیس برس پہلے، حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ مفتیٔ اعظم ہندوستان جب یہاں تشریف لائے تھے، علماء نے مجھ سے کہا کہ یہاں جھگڑا چل رہا ہے ٹائم ٹیبل کا۔ اس وقت بھی گرمی میں روزے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ سحری ختم ہوتی ہے ڈیڑھ بجے۔ کوئی کہتا ہے ڈھائی بجے۔ کوئی کہتا ہے ساڑھے تین بجے۔ کوئی چار سو، پانچ سو علماء اکٹھے ہوئے تھے، صرف علماء، ہاورڈ اسٹریٹ مسجد، بریڈفورڈ میں۔

سارے فتاویٰ سن کر حضرت نے فیصلہ لکھوایا مفتی مقبول صاحب سے کہ لکھو کہ احتیاط اس میں ہے کہ ڈیڑھ بجے روزہ شروع کیا جائے۔ لیکن جو ڈھائی بجے شروع کرتے ہیں، جو ساڑھے تین بجے شروع کرتے ہیں، ان کا روزہ بھی درست۔ اور ڈیڑھ بجے کے بعد جو فجر کی نماز پڑھتے ہیں، ان کی نماز بھی درست۔ یہ نہ ان کے روزے کو غلط کہیں اور نہ وہ ان کی نماز کو غلط کہیں۔ تینوں کا روزہ اور نماز درست۔ آگے دلیل لکھوائی۔ فرمایا کہ اس وجہ سے کہ ہم لوگ تو مقلد ہیں۔ اور مقلد کا کام فتوے پر عمل کرنا ہے۔ اور یہ تینوں، ڈیڑھ اور ڈھائی اور ساڑھے تین، تین ٹائم ٹیبل والوں کے پاس تینوں طرح کے فتاویٰ ہیں۔ وہ اپنے فتوے پر عمل کر رہے ہیں کسی کو پوچھ کر کے۔ ان میں سے کسی کو غلط نہ کہا جائے۔ کتنی پیاری بات، کتنا پیارا فتویٰ۔

سب کو عید مبارک

اسی لئے میں نے گذشتہ سال عید کے موقع پر زکریا مسجد میں کہا تھا کہ آج جو عید کر رہے ہیں ان کو بھی عید مبارک۔ کل کریں گے ان کو بھی عید مبارک۔ پرسوں کریں گے ان کو بھی عید مبارک اور سب صحیح۔ اسلام تو اتنا وسیع ترین مذہب ہے۔ تقلید کسے کہتے ہیں، اس کے معنیٰ کو سمجھتے نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ٹائم ٹیبل غلط ہے، یہ روزہ غلط ہے، یہ چاند غلط ہے۔

انتشار سے بچانے کا اہتمام

ہم نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں ۱۳۶۳ھ میں سب سے پہلے رمضان گذارا تھا۔ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے دفتر کی مسجد میں پورے مہینہ کا اعتکاف فرمایا تھا۔ انتیس روزے ہوئے اور رات کو ایک بجے کے قریب دیہاتیوں کا ایک وفد آیا۔ سب لوگ اپنی اپنی عبادت میں مصروف تھے رات کو۔ اور یہ بہت سارے لوگ بڑے بڑے پگھڑ باندھے ہوئے آئے۔ بھئی کیا ہوا؟ تو کہنے لگے کہ چاند کی خبر لے کر آئے ہیں۔ شہادت لے کر آئے ہیں۔ حضرت کو اطلاع کی معتکف میں، حضرت نے فرمایا کہ مفتی محمود صاحب کے پاس بھیجو۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی سہارنپور میں معتکف تھے۔ مگر دوسری حکیموں والی مسجد میں، جہاں مولانا عاقل صاحب اور مولانا سلمان صاحب کا مکان ہے اس کے قریب، جہاں حضرت ہمیشہ نمازِ جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ اس میں مفتی محمود صاحب معتکف تھے۔ اس وفد کو وہاں بھیجا شہادت والوں کو۔ حضرت مفتی محمود صاحب نے ان سے تحقیق کی، چاند کیسے دیکھا؟ کس نے دیکھا؟ کہاں پر دیکھا؟ کیا وقت تھا؟ سب تحقیق کے بعد حضرت کو اطمینان ہو گیا، حضرت نے فرمایا کہ بھئی چلو! اٹھاؤ ہمارا سامان۔ حضرت اعتکاف میں تھے۔ اعتکاف سے مفتی صاحب باہر آ گئے۔ کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ بھئی چلو، فیصلہ لکھو کہ میں فیصلہ کرتا ہوں کہ چاند ہو گیا، اور کل عید ہے۔

وہاں سے خدام نے آ کر حضرت کو اطلاع دی کہ مفتی محمود صاحب نے ان سے شہادت لی اور مفتی صاحب تو اپنے معتکف سے گھر میں، کمرہ میں چلے گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا! تو اس کے بعد پھر حضرت بھی کچے گھر آ گئے۔ مگر وہاں شہر کے کچھ حضرات نے کہا کہ ہمارے پاس تو کوئی آیا نہیں۔ انہوں نے اس فیصلہ کو نہیں مانا۔ وہ اڑ گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ نہیں، ہم تو کل عید کا اعلان نہیں کریں گے۔

اب ایک ہی شہر سہارنپور میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا دولت کدہ، حضرت کی مسجد، اور مظاہر علوم کا دفتر دنیا کی بڑی مرکزی جگہ، اور وہاں سے گویا ایک فیصلہ ہوا۔ اور شہر والے جو وہاں کے قاضی وغیرہ تھے پرانے زمانہ سے چلے آرہے تھے۔ انہوں نے جب یہ فیصلہ کیا کہ کل کو روزہ ہے، حضرت نے فرمایا مہمانوں سے، کہ حکیم جی کی مسجد میں جہاں مفتی محمود صاحب کا اعتکاف تھا، وہاں اشراق کے وقت عید کی نماز ہوگی۔ مہمان عید کی نماز پڑھ کر جاسکتے ہیں۔ اور میں ان کے ساتھ عید کی نماز آج نہیں پڑھوں گا، آئندہ کل کو عید کی نماز پڑھوں گا، جہاں مظاہر علوم کے مدرسہ کی مسجد ہے، وہاں دوسرے دن، اگلے دن حضرت نے عید کی نماز پڑھی۔ کوئی جھگڑا نہیں۔ عید کی نماز تو آج بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ دوسرے دن بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہم لوگ عید کے دن مولوی اسمٰعیل بدات صاحب کے ساتھ تھانہ بھون اور جلال آباد گئے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کی خدمت میں

ہم یہاں پر اول وقت میں عید کی نماز پڑھ کر سہارنپور سے چلے۔ کوئی دس، ساڑھے دس کے قریب حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت کو اطلاع کی گئی کہ کوئی طلبہ آئے ہیں، حضرت نے بلایا۔ پوچھا کہاں سے آئے؟ کون ہو؟

ہم نے بتایا کہ ہم راندیر جامعہ حسینیہ میں پڑھتے ہیں۔ اور اعتکاف کے لئے حضرت شیخ کے یہاں آئے تھے۔ حضرت کی خیریت پوچھی کہ حضرت شیخ خیریت سے ہیں؟ اعتکاف میں ہیں۔ ہم نے کہا کہ کل چاند ہوگیا اور عید ہوگئی۔

اب جلال آباد اور سہارنپور کتنا نزدیک، مگر اس کو ضروری نہیں سمجھا گیا کہ وہاں آدمی بھیجا جائے۔ ان کو مجبور کیا جائے۔ ان سے کہا جائے کہ تم بھی اپنے روزے توڑ دو، عید کرلو۔ جس کو اطلاع پہنچے گی، کرلیں گے۔ جب ہم نے عرض کیا کہ وہاں رات اطلاع آئی تھی، اور مفتی محمود

صاحب نے فیصلہ کیا اور عید ہوگئی، حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا! یہاں تو ابھی سب کا روزہ ہے، اور ابھی تو گیارہ بج چکے ہیں۔ اب چاند کی تحقیق اور اس کی اطلاع، اس میں انتشار کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

گھر میں حضرت نے اطلاع دی کہ بھئی یہ روزے سے نہیں ہیں، عید پڑھ کر آئے ہیں، ان کے لئے ناشتہ تیار کرو۔ تو اندر پردہ میں حضرت نے ہمارے لئے ناشتہ تیار کروایا اور ناشتہ سے فارغ ہوئے، پھر کھانے کے لئے فرمایا کہ اتنے بجے کھانے کے لئے آپ حضرات آجائیں، لیکن یہاں کسی کے سامنے اس کا اظہار نہ کریں کہ وہاں عید ہوگئی۔ اس لئے کہ یہاں انتشار ہوگا لوگوں میں۔

دیکھئے ان حضرات کے نزدیک اتنا زیادہ ضروری ہے جھگڑے اور انتشار سے بچنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچی سمجھ نصیب فرمائے اور امت مسلمہ کو تفرقہ اور انتشار سے بچائے۔ آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ٹائم ٹیبل پر، چاند پر جھگڑے یہ اچھی چیز نہیں ہے، کیوں کہ یہ نہ صرف اتحاد، اتفاق کے خلاف ہے بلکہ ایک مسئلہ کے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ حضرت مفتی محمود صاحب کا فیصلہ بتایا تھا کہ تین ٹائم ٹیبل، ڈیڑھ بجے والا، ڈھائی بجے والا، ساڑھے تین بجے والا، حضرت نے فرمایا کہ تینوں درست ہیں، اور اپنی رائے بتائی کہ احتیاط کے لئے ڈیڑھ بجے سے شروع کریں، لیکن دوسرے کو بھی غلط نہ کہیں، تیسرے کو بھی غلط نہ کہیں۔

اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا عمل بتایا کہ چاند تسلیم کرلیا مفتی محمود صاحب نے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اعتکاف ختم کردیا، اور اُس کے باوجود صبح پھر حضرت نے عید کی نماز نہیں پڑھی، بلکہ ایک دن کے بعد شہر والوں کے ساتھ پڑھی۔

اُدھر حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے جب ہم نے عرض کیا کہ وہاں سہارنپور ہم عید پڑھ کر آئے ہیں، اُن کا روزہ تھا، اُنہوں نے کیا فرمایا کہ کسی سے کہنا نہیں یہاں، خواہ مخواہ انتشار ہوگا، بارہ بج چکے ہیں۔

یہ مزاج شریعت کے بارے میں ہونا چاہئے، اور یہ میں نے عرض کیا کہ جس پر ہم عمل کررہے ہیں، اُس کے مقابلہ میں دوسرے کے ٹائم ٹیبل، دوسرے کے چاند کو، دوسرے کے مسئلہ کو غلط کہنا یہ بہت دور جھگڑے تک لے جائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں ایک شکایت آئی حضرت کے ایک خلیفہ کے بارے میں، جن کو حضرت نے خلافت دی تھی۔ بہت بڑے جید عالم، اپنے علاقہ میں ساری عمر اُنہوں نے پڑھایا، اُن کے متعلق ایک مفتی صاحب نے شکایت بھیجی کہ اِنہوں نے میرے ایک فتوے سے اختلاف کیا کہ اِنہوں نے ایک فتویٰ دیا تھا، ایک فتویٰ میں نے دیا تھا، دونوں میں

اختلاف تھا حکم کے بارے میں۔ یہاں تک تو سب کچھ درست تھا، وہ اختلاف کر سکتے تھے۔ لیکن جب میرا فتویٰ اُن کو دیا گیا، اُنہوں نے اُس کو پڑھا، اور پڑھ کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ ردّی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے یا اس طرح کے کلمات کہہ دیئے۔ بس اِتنا جملہ سنتے ہی حضرت نے فرمایا کاغذ قلم لو۔ فوراً اہم سے استفتاء لکھوایا۔

مفتی صاحب، بعد سلام مسنون! اگر کوئی شخص کسی معتمد مفتی کے فتوے کے بارے میں یہ کلمات کہے، اُس کا کیا حکم ہے؟

دارالافتاء سے جواب آیا کہ جو کسی معتمد مفتی کے فتوے کے متعلق یہ کلمات کہے تو یہ شخص فاسق ہے، اِس آدمی کو اپنے فسق سے توبہ کرنی چاہئے۔ حضرت نے فرمایا لاؤ! بھئی، دوسرا کاغذ لو!

مکرم محترم، بعد سلام مسنون! میں نے آپ کو حسنِ ظن کی بنا پر بیعت کی اجازت دی تھی اُس کو میں منسوخ کرتا ہوں، اور اُس کی وجہ اِس فتوے میں مذکور ہے جس کو آپ پڑھ لیجئے۔ حضرت نے جو مفتی صاحب کا فتویٰ تھا کہ یہ کلمات کہنے والا شخص فاسق ہے، اُس کو اپنے فسق سے توبہ کرنی چاہئے، اس کو بھی ساتھ بھیج دیا۔

اِس لئے کبھی کسی فتوے کے بارے میں، کسی مسئلہ کے بارے میں جو کسی معتمد عالم یا مفتی کی زبانی آپ سنیں یا اُن کی تحریر پڑھیں تو ہرگز زبان اُس کے خلاف نہ کھولیں۔

دوسرے ائمہ کے فتاوی کا احترام

ہم روز دیکھتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، ہم آمین آہستہ کہتے ہیں، ہمارے برابر والا کوئی زور سے کہتا ہے، اُس کو گوارا کر لیتے ہیں، حرم شریف جاتے ہیں ہم وہاں پر مثلِ اول پر عصر پڑھ لیتے ہیں، ہمارے یہاں گھر پر تو کبھی ایسا نہیں کرتے، کہ عصر کی نماز حنفی مذہب کے مطابق وقت ہونے سے پہلے حرمین میں پڑھی جاتی ہے۔ اگر یہاں کوئی ٹائم ٹیبل ایسا چھاپے گا، ایک دن بھی اگر ہمارے یہاں نماز مثلِ اول پر پڑھائی جائے گی، تو لوگ کہیں گے بھئی! نماز نہیں ہوئی کہ ابھی

وقت شروع نہیں ہوا، ابھی تو ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے، لیکن وہاں حرمین میں ہم پڑھ لیتے ہیں۔

جس طرح وہاں ہم اُن کے فتوے کا احترام کرتے ہیں، دوسرے ائمہ کے فتوے پر چلنے والوں کے عمل کا احترام کرتے ہیں، تو یہی ہمارا عمل ہمیشہ کے لئے ہونا چاہئے، اِس لئے کہ ہم مقلد ہیں، اور مقلد کا کام تو بس سیدھے سیدھے تقلید کرتے رہنا ہے۔

ہمارا تو ایمان بھی تقلیدی ہے

ایمان کے بارے میں لوگ کہا کرتے ہیں بلکہ طعنہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ ہمارا تو تقلیدی ایمان ہے۔ ایک دفعہ میں نے کہا کہ یہ طعنہ کے طور پر نہیں، حقیقت یہی ہے کہ ہمارا ایمان تقلیدی ہے، ہم تو صحابۂ کرام کے ایمان کے مقلد ہیں، کیونکہ قرآن کہتا ہے ﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ کہ اے صحابہ! جیسا ایمان تم لائے ہو اگر یہ دوسرے لوگ ایسا ایمان لائیں گے، تب یہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ ہم تو ایمان میں بھی مقلد ہیں، وہ بھی ہمارا تحقیقی نہیں بلکہ تقلیدی ہے۔ ہم تو ایمان میں بھی، اصول میں بھی، فروع میں بھی، فروعی، جزئی احکام، ہر چیز میں مقلد ہیں۔ اور یہی مزاج ہونا چاہئے، اِس لئے کہ قرآن کہتا ہے ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

آج کل یہ بڑا فتنہ ہے غیر مقلدیت کا، اور یہ تو جہالت کا فتنہ ہے کہ ایک حدیث کی کتاب بھی نہیں پڑھی، بلکہ صرف اُس کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں پڑھ لیا، اور رائے زنی شروع کردی۔ حالانکہ قرآن نے عام لوگوں کے لئے کہا ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾، دوسروں سے پوچھ کر عمل کیا کرو۔

تقلیدِ شخصی کی دلیل

اور تقلیدِ شخصی کا مزاج صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ کے بعد والوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنایا، فرمایا کہ "أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ" کہ

میرے صحابہ سارے کے سارے ستاروں کے مانند ہیں، اُن میں سے کسی ایک کی بھی تقلید کرلوگے، تب تم ہدایت یافتہ ہوگے۔ یہ تقلیدِ شخصی، کہ صحابی، کوئی بھی صحابی ہو، تمام صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا کہ جس کی بھی تم تقلید کرلوگے، اُس کا اقتداء کروگے تو ﴿ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾ ہدایت یافتہ ہوگے۔

شیخین کی تقلید

ہاں! بعض مواقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب بنانے کے لئے کہ میرے بعد کن کو تم امام بناؤ گے؟ ساری امت کو کن کے پیچھے چلنا پڑے گا؟ اِس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر بھی اشارے فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا صحابۂ کرام سے ”لَا أَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ“ کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں اب کتنا زندہ رہوں گا، فرمایا کہ ”فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ وَأَشَارَ اِلٰی أَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میں اب کتنا زندہ رہوں گا، اِس لئے میرے بعد تم اِن دونوں کی طرف، شیخین کی طرف، ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا کہ تم اِن کی اقتداء کرنا، یہ بھی تقلید شخصی ہے، صحابۂ کرام کن کی اقتداء کریں گے؟ فرمایا کہ اِن کی۔

حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اِسی لئے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قاتلانہ حملہ کے بعد، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ آدمیوں کی شوریٰ بنائی تھی، کہ مسلمان ان چھ میں سے جس کو چاہیں آپس میں خلیفہ بناویں۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اِن دونوں سے بات کی۔ اور اُس کے بعد دونوں سے الگ الگ طور پر یہ عہد لیا کہ میں اگر عثمان کو خلیفہ بنادوں تم مان لوگے؟ تو اُنہوں نے کہا ہاں! حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق حضرت عثمان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اگر میں حضرت علی سے خلافت کی بیعت کرلوں تو تمہیں قبول ہے؟ اُنہوں نے فرمایاہاں قبول ہے!

اُس کے بعد پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب بیعت کی ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے ،اس وقت اُنہوں نے یہی کلمات دہرائے ،کہ " أُبَـايِعُکَ عَلٰـی کِتَـابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَسِيْرَةِ الشَّيْخَيْنِ"، فرمایا کہ میں تمہیں خلیفہ مانتا ہوں،ہم تم سے بیعت کرتے ہیں کہ تم کتاب اللہ پر چلو گے،سنت رسول اللہ پر چلو گے اور ابوبکر اور عمر کی سیرت پر چلو گے۔اُنہوں نے جس طرح کام کیا ہے،جس طرح شریعت بتائی ہے،احکام بتائے ہیں،فتوے بتائے ہیں،اُس کے مطابق تم عمل کرو گے تو تم ہمارے خلیفہ۔یہ تقلید شخصی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاج بنایا۔خلفائے اربعہ کے زمانہ میں یہی مزاج بنایا گیا۔

تدوین شریعت

اِسی لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وصال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام میں سے بڑے بڑے علماء کو اکٹھا کیا، اور فرمایا کہ ہم شریعت کی تدوین کرنا چاہتے ہیں، اصول متعین کرنا چاہتے ہیں۔ مدینہ منورہ سے دور جو لوگ ہیں، یہاں اپنے فیصلے لے کرنہیں آسکتے ،اپنے مسائل لے کرنہیں آسکتے۔اُن کے فیصلے کے خاطر ہم کچھ اصول متعین کرتے ہیں۔وہاں جو اصول متعین کیئے اُس میں یہی کلمات ہیں جو عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استعمال کیئے تھے، جو وہاں سے لئے گئے تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ جماعت بنائی ،مقنّنہ، اصول بنانے والی ،احکام مرتب کرنے والی ،اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ پھر آپ نے ان سے فرمایا بِکِتَابِ اللّٰهِ ،اللہ کی کتاب سے، وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، وَسِيْـرَةِ أَبِیْ بَکْرٍ ،کہ جو مسئلہ تمہیں درپیش ہوتو سب سے پہلے

قرآن میں تلاش کرو، اُس میں نہ ملے تو حدیث میں ڈھونڈو، کوئی حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث صریح تمہیں نہ پہنچی ہو تو پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ ڈھونڈو کہ اُنہوں نے ایسے مسئلہ میں کیا فیصلہ کیا تھا، اُن کے فتوے اور فیصلے پر عمل کرو۔

اللہ تعالیٰ امت کو اِنتشار سے بچائے۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذشتہ کل یہ عرض کیا تھا قرآن کہتا ہے ﴿ فَـاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾ کہ جیسا ایمان یہ صحابہ لائے ہیں ایسا ایمان تم لاؤ گے، تب تم ہدایت یافتہ کہلاؤ گے۔ ہدایت کو موقوف قرار دیا گیا اُن کے، صحابہ جیسے ایمان پر، پھر ایک ایک صحابی کو ہمارے لئے قدوہ اور امام بنایا گیا، امت سے کہا گیا کہ " بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ" یہاں بھی ہدایت ان پر موقوف۔ کسی ایک صحابی کو لے لو، اُس کو مقتداء اور قدوہ بنالو اور اُس کے پیچھے چلو، یہ تقلیدِ شخصی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ مستقبل کی طرف اشارہ کے لئے فرمایا کہ "لَا أَدْرِیْ مَا بَقَـائِیْ فِیْكُمْ" مجھے معلوم نہیں کہ میں تم میں کتنا زندہ رہوں گا، تو تم اِن دو میں سے کسی ایک کی اقتداء کرلو "وَأَشَارَ اِلیٰ أَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ" اِسی لئے بتایا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو عہد لیا تھا، بیعت کی تھی تو اُس میں بھی آپ نے فرمایا، کہ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں "بِـكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَسِيْرَةِ الشَّيْخَيْنِ".

یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پوری شریعت آپ نے مدون کرلی، گذشتہ کل یہ بتایا تھا کہ پوری ایک جماعت بنائی، اُس میں اصول بنائے گئے، اور آئندہ آسانی کے لئے کہ صحابہ کرام کو کوئی چیز، کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اُنہیں کوئی دِقت نہ ہو۔ پھر بھی خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب کبھی کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو اچھی طرح آپ تحقیق فرماتے تھے۔

حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ایک مرتبہ شام کا سفر ہوا۔ وہاں طاعونِ عمواس پھیلا ہوا تھا، اُس میں ہزاروں صحابہ لقمۂ اجل

ہوگئے ،تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس سے فارغ ہوکر جب واپس آنے لگے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوت دی کہ شام کا سارا علاقہ آپ دیکھ لیں، کوئی ضرورت ہوتو مشورہ دیں کہ ہم کس طرح کام کررہے ہیں اُس کوبھی دیکھ لیں، اُس کی اصلاح بھی ہوجائے۔ بقیہ حضرات نے مخالفت کی کہ یہاں تو طاعون پھیلا ہوا ہے، وہاں جانا مناسب نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا، بھئی کیا رائے ہے؟ اب دو رائیں ہوگئیں، کچھ کہتے ہیں کہ جانا چاہئے، کچھ کہتے ہیں کہ نہیں جانا چاہئے۔ پھر آپ نے اُن کو واپس بھیج دیا۔

صرف مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اکٹھا کیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ رہے۔ پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے مسئلہ کے بارے میں کسی نے کچھ سنا ہو کہ جہاں کہیں طاعون پھیلا ہوا ہو، جانا چاہئے یا نہیں جانا چاہئے؟ اُن لوگوں کے پاس بھی کوئی حدیث نہیں تھی ،آپ نے اُن کو بھی بھیج دیا۔

پھر انصار کو اکٹھا کیا۔ اُن سے بھی مسئلہ حل نہیں ہوا، دیکھئے ایک مسئلہ کے لئے ،صرف یہ کہ مسلمان کو طاعون زدہ علاقہ میں جانا چاہئے یا نہیں جانا چاہئے، اُس کے لئے کتنی کاوش ہورہی ہے؟ اور فیصلہ کے بارے میں پریشان ہیں۔

اِتنے میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے وہ پہنچے، پوچھا کیا بات ہے؟ کہا گیا کہ یہ مسئلہ درپیش ہے، اُنہوں نے حدیث سنائی "سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ" کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی جگہ میں وبا پھیلی ہوتو وہاں جانا نہیں چاہئے ،اور اگر تم وہاں موجود ہو اور پھیل گئی ہو تو پھر وہاں سے نکلنا نہیں چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا، الحمدللہ! اتنے بڑے مخمصہ میں ہم لوگ تھے۔ آپ نے اس سے نجات دلادی، اور فوراً اسواری پر سوار ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے بہت قریبی ساتھیوں میں، دوستوں کی طرح، تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اصل داعی اور میزبان تھے، وہ چاہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ دن ہمارے ساتھ رہیں، یہ پورا علاقہ دیکھیں، تو اُنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ أَفِرَارًا مِّنَ الْمَوْتِ؟ کہ موت سے بھی کبھی بھاگا جاسکتا ہے؟ کوئی موت سے بھاگ کر زندہ رہا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے یہ فرمایا کہ کاش کہ میں آپ کے علاوہ کسی اور کی زبان سے یہ کلمہ سنتا۔ آپ تو اِتنے بڑے جلیل القدر صحابی، اِتنے عظیم انسان، اِتنے بڑے جرنیل، اِتنے بڑے عالم، آپ کی زبان سے یہ کلمہ؟ اُس کے بعد فرمایا ''نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ''.

ایک ایک مسئلہ میں اِتنی کاوش ہوتی تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں۔

اور اُس کے بعد تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس کو اِتنا مرتب کر دیا اور نوجوان صحابہ کرام کو اِتنا بڑھایا، اِتنا بڑھایا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے، کہ امت اِن سب کے علم پر متفق ہوگئی، اور آئندہ کے لئے کوئی خطرہ نہیں رہا، اِسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیث میں فرمایا ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ''.

یہ سیرتِ ابی بکر، سیرتِ شیخین پھر سیرتِ خلفاء، یہ ایک دستور بن گیا۔

پھر آگے ائمہ کا دور آیا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جب اِس دنیا سے رخصت ہو گئے تو کوئی کسی تابعی کے پیچھے، کوئی کس کے پیچھے،

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرنا کہ وہ سارے کے سارے مذاہب ختم ہو گئے، کسی زمانہ میں لیث بن سعد کا مذہب رائج تھا، اُن کے ماننے والے تھے، اسحاق ابن راہویہ کے ماننے والے تھے، داؤد ظاہری کے ماننے والے تھے، لیکن وہ سب مذاہب ختم ہو گئے۔

ائمہ اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع

۲۰۰ھ کے ختم سے پہلے صرف چار ائمہ پر اُمت نے اجماع کرلیا۔ اُمت کا اجماع ہے کہ اُس کے بعد سے لے کر آج تک اب اِن چار کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں ہے۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ اِس پر اجماع ہے۔ شرح جامع الصغیر میں علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ اِس پر اجماع ہے کہ **لا یجوز التقلید لغیر الأئمة الأربعة**۔ یہ چار ائمہ، اِن کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں، اِس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کو منتخب فرمایا اور یہ چاروں ائمہ تھے بھی بڑے عظیم انسان۔

ہارون رشید کی سلطنت کی وسعت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ باوجود عظمت شان کے جب ہارون رشید اُن سے یہ عرض کرتے ہیں کہ آپ کی اجازت ہوتو آپ کی موطأ ہم کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیتے ہیں اور ایک اعلان کردیتے ہیں ساری دنیا کے لئے۔

کیوں کہ ہارون رشید کی حکومت، کیسی کیسی عظیم سلطنتیں اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت کو عطا فرمائی تھیں، ہارون رشید اپنے تخت پر بیٹھے ہیں، بادل جارہا ہے، دیکھ کر مسکرائے اور بادل کو خطاب کر رہے ہیں، بادل سے کہہ رہے ہیں جہاں تیرا جی چاہے وہاں جا کر تو برس! تیری بارش کے نتیجہ میں جو سبزہ پیدا ہوگا، جو غلہ پیدا ہوگا، فَسَيَأْتِيْنِىْ خِرَاجُكِ تَحْتَ قَدَمَيَّ ، کہ تیرے برسنے کے نتیجہ میں جو غلہ پیدا ہوگا وہ خراج میرے قدموں میں یہاں آئے گا، یہاں پہنچے گا۔ کتنا بڑا کلمہ! کتنی زبردست سلطنت ہوگی مشرق سے لے کر مغرب تک! بادل کو چیلنج کر رہے ہیں۔

موطأ کے متعلق درخواست اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

ہارون رشید نے کہا کہ آپ کی اجازت ہوتو ہم موطأ کو کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیتے ہیں اور

پوری دنیا میں ہم اعلان کر دیتے ہیں کہ اِس موطا کے سوا کسی مفتی کے فتوے کی تقلید نہ کی جائے۔ صرف موطأ آپ کے لئے دستور ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں! کہ جو اُن مسلمانوں تک پہنچا ہے صحیح طریقہ سے، وہ بھی صحیح ہے۔

حضرت مفتی محمود صاحب کا فتویٰ سنایا تھا کہ ڈیڑھ بجے کا ٹائم ٹیبل وہ بھی صحیح، ڈھائی بجے والا بھی صحیح، ساڑھے تین والا بھی صحیح، کوئی دوسرے کو غلط نہ کہے۔

اور غلط کہنے کا اگر انداز غلط ہو گیا، وہ واقعہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے خلافت چھین لی تھی کہ یہ فتویٰ تو ردّی کے ٹوکرے میں پھینکنے کے قابل ہے، اِس طرح کے جملہ پر خلافت منسوخ کردی تھی۔ اِسی لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں، نہیں! ہرگز نہیں! جو اُن تک صحیح طریقہ سے پہنچا ہے وہ بھی صحیح ہے، اُن کو اُسی پر رکھا جائے۔

لیکن پھر خلیفہ منصور نے بھی ایک دفعہ جسارت کی، اُنہوں نے بھی درخواست کی امام مالک سے کہ بارہا آپ سے یہ عرض کیا گیا کہ آپ اجازت دیں کہ ہم بلادِ اسلامیہ میں ہر جگہ یہ اعلان کروا دیتے ہیں کہ مملکت اسلامیہ کا دستور صرف یہ موطأ۔

اُن کو بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا اور کتنے پیارے کلمات، فرمایا کہ اِخْتِلَافُ الْاُمَّةِ رَحْمَةٌ، کہ اِس امت کا جو اختلاف ہے وہ تو سراپا رحمت ہے، اِس عام رحمت کو میں کیوں محدود کردوں اپنی ایک موطأ میں، اور اپنے مسلک میں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں امت مرحومہ بنائے، اللہ تبارک وتعالیٰ اِس امت پر مزید رحمتیں نازل فرمائے، درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ کل یہ عرض کیا تھا کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اُس زمانہ کے سلاطین، ہارون رشید، خلیفہ منصور جیسے بڑے بڑے بادشاہ یہ کہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہماری خواہش ہے کہ مالکی مذہب پوری دنیا میں رائج ہو جائے اور ہم یہ آرڈر کر دیں اور حکم دے دیں کہ ہر جگہ اسی موطأ کا فتویٰ چلے گا اور اِسی کے مطابق عمل کیا جائے۔

لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُن تک جو طریقہ پہنچا ہے صحیح حدیثوں کے ذریعہ، اور صحیح حدیثیں پہنچی ہیں جس پر وہ عمل کر رہے ہیں، وہ بھی درست ہے۔

کتنا زیادہ احترام اُن کے دل میں دوسروں کے فتاویٰ کا، اُن کے مذاہب کا۔ یعنی یہ تو گویا ایک طرح سے مسلم تھا کہ عوام کے لئے تقلید شخصی ضروری ہے، کسی نہ کسی کو صحابہ کرام میں سے منتخب کرلیں اور اُن کے فتوے کے مطابق چلتے رہیں، مگر جیسا میں نے عرض کیا کہ سن ۲۰۰ ھ ہجری ابھی ختم نہیں ہوئی کہ تمام مذاہب ختم ہو گئے، بس یہ صرف چار رہ گئے۔ اور اُن میں بھی اُس وقت کے سلاطین نے چاہا کہ امام مالک کا مذہب پوری دنیا میں پھیل جائے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں! اُنہوں نے ادب کو ملحوظِ خاطر رکھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ادب پر مجھے یاد آیا کہ ہمارے یہاں دوسرے کے مذہب اور دوسرے کے فتوے کے احترام کے بارے میں ایک قصہ درس میں ہمیشہ سنایا جاتا ہے، کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جب پہنچے اور آپ نے اُس قبرستان کے برابر کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھی تو شوافع کے یہاں قنوت پڑھا جاتا ہے، امام جہری قنوت پڑھتا ہے، جیسے

حرمین میں آپ جاتے ہیں اور وہاں وتر میں قنوت وتر کی نماز میں جہراً پڑھا جاتا ہے، فجر کی نماز میں شوافع کے یہاں جہراً قنوت سنت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی، امام تھے اور فجر کی نماز میں آپ نے قنوت نہیں پڑھا، نماز کے بعد مقتدیوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کچھ سہو سے رہ گیا؟ بھول گئے؟ کیا بات پیش آئی؟ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی طرف۔ اُن کی قبر کی طرف جو اشارہ فرمایا، اب اِس سے بہت سارے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

صلوٰۃ وسلام

یہ ابھی قریب میں ہم عمرہ کے لئے گئے تو بڑی خوشی ہوئی کہ وہاں مواجہہ شریفہ پر سلام کے لئے حاضری دیتے ہیں، نہ کوئی دھکا دینے والا، نہ کوئی پیچھے کرنے والا، پیچھے ہٹو، آگے جاؤ۔ بس صرف جالی مبارک کے پاس کھڑے رہ کر اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اور سب زائرین اپنے اپنے سلام میں مشغول ہیں۔

ورنہ اِس سے پہلے ہر سفر میں تو پریشانی ہوتی تھی دیکھ کر، کہ ہر دومنٹ کے بعد کوئی آ کر سب کو پیچھے دھکیل رہا ہے، کوئی سلام پڑھ رہا ہے کتاب میں دیکھ کر، اُس سے کتاب چھین رہا ہے، کوئی زیادہ دیر سلام کے لئے کھڑا رہ گیا تو اُس کو کہتے ہیں کب تک کھڑے رہو گے؟ جاؤ!

اور بارہا وہاں اِن کانوں سے یہ سنا کہ وہ جو سلام پڑھنے والے سلام پڑھ رہے ہیں، تو مراقب چلاّ کر ان کو کہتے ہیں جاؤ! جاؤ! هٰـؤُلآءِ مَيِّتُـوْنَ، تم نے نہیں پڑھا قرآن مجید میں کہ ﴿اِنَّکَ مَيِّتٌ﴾ کہ آپ کو بھی مرنا ہے، هٰؤُلآءِ الْأَمْوَاتُ!

اِتنی گستاخی اور اُس گستاخی کی اِس قدر جرأت ہوتی تھی، مگر ابھی اللہ کے فضل وکرم سے حکومت تک صحیح شکایت پہنچی ہوں گی، اُسی کے نتیجہ میں شاید یہ تبدیلی وہاں نظر آئی کہ آپ کھڑے پڑھ رہے ہیں، جتنی دیر چاہیں آپ پڑھیں۔

سہارنپور میں مناظرہ

یہ جو مذہب ہے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں، نہ کوئی قبر، نہ کوئی اُس کا نشان، نہ قبر والے کو کچھ پتہ چلتا ہے، نہ قبر والے سنتے ہیں، سماعِ موتٰی کا ایک مستقل مسئلہ ہے۔ مظاہر علوم سہارنپور میں جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے بعد مناظرہ سکھایا جاتا تھا، دو فریق بنائے جاتے تھے، ایک فریق ایک مذہب یا فرقہ کی وکالت کرتا تھا اور دوسرا فریق دوسری جماعت کی طرف سے ہوتا، ایک مقلدین کی طرف سے، ایک غیر مقلدین کی طرف سے، اِس طرح ہر ہفتہ ایک موضوع ہوتا تھا، اُس میں یہ سماعِ موتٰی کا بھی موضوع ہوتا تھا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب امامِ اعظم کے مزار پر تشریف لے گئے، اور آپ نے جب نماز پڑھائی تو آپ نے قنوت نہیں پڑھا، اور جب پوچھا گیا کہ کیوں نہیں پڑھا؟ اس پر قبر کی طرف اشارہ کیا۔

تو آگے مسئلہ پیدا ہوا کہ کیوں؟ قبر والے کی طرف جو اشارہ فرمایا تو اِس کے معنیٰ کیا؟ اکثر حضرات نے یہ لکھا کہ ادب کے خاطر، کہ ادب مانع ہوا۔

یعنی آپ یہ فرما رہے تھے کہ صاحبِ قبر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھنے کا ہے، اُن کے یہاں قنوت وتر میں پڑھتے ہیں پورا سال، اور جب کبھی امت پر کوئی مصیبت آئے تو ایسی مصیبت کے موقع پر قنوت نازلہ پڑھا جاتا ہے جہری نمازوں میں، جس میں فجر بھی شامل ہے۔ نازلہ کے علاوہ فجر میں قنوت نہیں پڑھا جاتا، یعنی امام ابوحنیفہ کے ادب کے خاطر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قنوت نہیں پڑھا۔

بہت سے شراح نے اِس واقعہ کو نقل کر کے اِس جگہ یہی لکھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ادب ملحوظ رکھا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تو گویا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ عقیدہ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر میں سنیں گے کہ میں اِن کے سامنے اِن کے مذہب کے خلاف فجر کی نماز

میں قنوت پڑھ رہا ہوں، یہ کچھ اچھا نہیں لگتا، اِس لئے اُنہوں نے قنوت نہیں پڑھا۔

قنوت نہ پڑھنے پر علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

علامہ عبدالوہاب شعرانی نے بھی یہ قول نقل کیا کہ یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ ادب کے خاطر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قنوت نہیں پڑھا، حالانکہ علامہ شعرانی خود شافعی ہیں، مگر امام ابوحنیفہ کی عظمت اور احترام اُن کے دل میں کس قدر ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ تھا کہ فجر میں قنوت پڑھنا ہے۔اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب کیوں تھا؟ روایات کی روشنی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کو سنت سمجھتے تھے۔

اب یہ سوال کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور کے خاطر سنت تو ترک نہیں کی جاسکتی؟ ایک چیز جو روایاتِ صحیحہ کے ذریعہ اُن کے یہاں سنت ہے اور ساری عمر جس سنت پر وہ عمل پیرا رہے، کسی ایک شخص کی وجہ سے انہوں نے سنت کو کیسے چھوڑ دیا؟

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی طرف اشارہ کیا، اِس کے معنیٰ یہ کہ اِن کا تصرف کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت اِس قدر اعلیٰ اور اونچے درجہ کی ہے کہ اُن کے تصرف سے میرا عمل تبدیل ہوگیا۔

کہ میں آج تک اِسے سنت سمجھ رہا تھا اور اب میں اِسے سنتِ مؤکدہ نہیں سمجھتا۔ایک ادب کا درجہ، استحباب کا درجہ کہ کرو تو بھی ٹھیک، نہ کرو تو بھی ٹھیک۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دوسرے مذاہب کا، دوسرے فتاویٰ کا ادب اور احترام نصیب فرمائے۔آپس میں مل جل کر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ چل رہا تھا کہ سلاطینِ وقت اور اپنے زمانہ کے خلفاء اور بادشاہ اُن کی کتاب موطأ اور اُن کے مذہب کی ترویج کے لئے درخواست کررہے ہیں اور وہ اِس سے انکار فرماتے ہیں کہ جو دوسرے مذاہب ہیں اُن کا احترام بڑا ضروری ہے۔

ہارون رشید اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

سلاطین اکثر و بیشتر جو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہوئے وہ اکثر تو بہت احترام اور عظمت کے ساتھ پیش آئے، خاص طور پر ہارون رشید، جن کا ذکر کیا تھا، اُنہوں نے تو ایک مرتبہ درخواست کی کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ آپ سے حدیث پڑھ کر حدیث کی اجازت لوں، تو کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ محل میں تشریف لائیں؟ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جو قاصد آیا تھا اُس سے فرمایا کہ جا کر کہہ دینا کہ **اَلْعِلْمُ یُؤْتٰی وَلَا یَأْتِی** علم خود نہیں آتا علم کے پاس تو جایا جاتا ہے۔ اگر تمہیں یہ علم حدیث حاصل کرنا ہے تو وہاں محل میں آکر آپ کو پڑھایا جائے یہ تو اِس علم کی توہین ہوگی۔ یہ علم تو زبردست دولت ہے، یہ عظمت اور تعظیم چاہتا ہے، اِس لئے **اَلْعِلْمُ یُؤْتٰی** اِس کے پاس آپ کو خود آنا چاہئے، اِس کے پاس تو جایا جاتا ہے۔

چنانچہ ہارون رشید آپ کے درس میں پہنچے، جیسے بتایا تھا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک سارا کرۂ ارض اُن کے زیرِ نگیں، اُن کی خلافت کے ماتحت، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اِسی طرح اُن کا اکرام بھی فرمایا، جب پہنچے درس میں تو اپنی مسند پر ساتھ بٹھایا۔

اُس کے بعد اُنہوں نے کہا کہ حضرت میں تو آپ سے حدیث پڑھنے کے لئے آیا ہوں، آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، پھر تو وہاں بیٹھنا پڑے گا جہاں سب طلبہ بیٹھے ہیں۔ اِس کا قاعدہ یہی ہے اور اِس علم کی عظمت یہی ہے۔

چنانچہ ہارون رشید آپ کی مسند سے اُٹھ کر سامنے طلبہ کے ساتھ بیٹھ گئے، پھر آپ نے اُن سے فرمایا کہ اب پڑھئے اور قرأت کیجئے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں اجازتِ حدیث کا طریقہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں علماء کرام حدیث کی اجازت کے لئے آتے تھے، مگر وہ طریقہ سے ناواقف، وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہماری درخواست پر شاید دستخط کر کے حضرت کوئی سند ہمیں دے دیں گے۔ حضرت فرماتے کہ کتاب لائیے۔ اخیر میں تو اربعین حضرت نے چھپوائی تھی، چالیس حدیث کی کتابوں کی پہلی حدیث اس میں ہے۔ تو وہ اُنہیں دی جاتی، تو بعضے بیچارے پڑھ بھی نہیں پاتے تھے۔ حضرت اُس کے بعد دعائیہ کلمات فرما دیتے تھے، اللہ تعالیٰ آپ سے دین کی خدمت لے، اور حدیث کی اجازت کے الفاظ نہیں ہوتے تھے۔

سند اور ایک حدیث پڑھوائی جاتی تھی کہ مبلغِ علم بھی تھوڑا معلوم ہو جائے کہ اِن میں اِس کی اہلیت ہے یا نہیں؟ یہ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جو واقعی تدریس کے اہل ہوتے تھے، پڑھ پاتے تھے، اُنہیں باقاعدہ اجازتِ حدیث کے کلمات حضرت ارشاد فرماتے تھے۔ مگر جو نہ پڑھ پاتے ان کے ساتھ بھی اکرام میں پھر بھی کوئی کمی نہیں، بلکہ دعا دے کر رخصت فرماتے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اُن سے یہی فرمایا کہ آپ پڑھئے، اگرچہ وہ ہارون رشید تو خود بہت بڑے ادیب، بڑے علمی انسان تھے، وہاں یہ وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ سند اور حدیث پڑھ پائیں گے یا نہیں؟

یہ ایک قاعدہ کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ آپ پڑھئے، اُنہوں نے درخواست کی کہ حضرت سند میں اعلیٰ درجہ یہ ہے حدیث کی روایت میں کہ شاگرد استاذ سے سنے۔ یہ سب سے اونچا درجہ ہے کہ صحابہ کرام نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے وہ احادیث سنیں، طریقہ یہ ہے کہ استاذ خود پڑھے اور طلبہ سنیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے تو میں عرصہ تک پڑھا کرتا تھا، اب بعض عوارض کی بنا پر یہ سلسلہ چھوٹ گیا ہے، اِس لئے اور کوئی پڑھ دے گا، پھر اپنے دوسرے شاگرد کو حکم فرمایا اور اُنہوں نے پڑھنا شروع کیا۔

ان سب کی کیا وجہ کہ یہ جو بڑے بڑے سلاطین کے دلوں میں عظمت، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب آناً فاناً پوری دنیا میں اُن کی زندگی میں پھیل گیا، اُندلس تک اور اسپین تک پہنچ گیا، یحیٰ اُندلسی جو موطأ کے راوی ہیں، یہ اسپین کے، اُندلس کے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا رابطۂ قلب

ہم لوگ ایک بہت قریبی خزانہ سے بہت غافل ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے ہمارا رابطۂ قلب پیدا ہو جائے، یہ سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑا خزانہ ہے اور سب سے آسان ترین خزانہ ہے۔ یہ آ گیا، وہ آ گیا، اُس کے پیچھے ہم پڑ جاتے ہیں، اِس سے پانی پڑھوالیا، اُس سے دَم کروالیا، اِس سے دعا کروالی، ہر مسلمان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا نہایت آسان ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ربطِ قلبی انسان پیدا کر لے۔

اِسی رابطہ کی برکت سے یہ جتنے بڑے بڑے لوگ دنیا میں ہوئے اسلامی تاریخ میں اُن سب کی آپ تحقیق کریں گے تو ضرور کوئی نہ کوئی ایسی کرامت، کرشمہ، ایسا کوئی واقعہ، اُن کی کوئی خصوصیت ملے گی کہ جس سے آپ کو پتہ چلے گا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اِنہوں نے سب کچھ پایا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک مبارک خواب

چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اُن کے ایک شاگرد فرماتے ہیں کہ آپ مسندِ درس پر بیٹھے ہوئے تھے کسی نے آ کر پرچہ دیا۔ آپ نے پڑھا، جب وہ پڑھ رہے تھے تو میں دیکھ رہا تھا کہ طبیعت میں، چہرہ پر تغیر نمودار ہو رہا ہے۔ کوئی خاص واقعہ اور کوئی خاص بات ہے۔

آپ نے وہ پرچہ پڑھا اور اُسے رکھ دیا۔ جب فارغ ہو کر چلنے لگے تو خادم فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت نے وہ پرچہ عنایت فرمایا کہ اِسے پڑھو۔

کہتے ہیں میں نے اُس میں پڑھا تو لکھنے والے نے ایک خواب لکھا تھا کہ میں نے خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، اور بہت بڑا مجمع تھا، اور سب کے سب لوگ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگ رہے تھے، سب کی طرف سے درخواست تھی کہ ہمیں کچھ عطا کیا جائے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے منبر کے نیچے خزانہ ہے اور میں نے اُس خزانہ کی جگہ امام مالک کو بتا دی ہے، اور وہ اِسے نکالیں گے اور وہ اِسے تقسیم کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجمع کو یہ ارشاد فرمایا تو سارا مجمع کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے، خواب میں وہ دیکھ رہے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے چل پڑا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی جو ارشاد فرمایا کہ میرے منبر کے نیچے خزانہ ہے اور میں نے اُس کی جگہ امام مالک کو بتا دی ہے اور وہ تقسیم کریں گے، تو بعضوں نے کہا لائیے، ہمیں تقسیم کیجئے۔ دوسرے حضرات کہنے لگے کہ جب انہیں حکم ہوا ہے، وہ ضرور تقسیم کریں گے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اُن کی زندگی میں مالکی مذہب پھیل گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ربطِ قلبی نصیب فرمائے۔

یہ جو خزانہ ہے اس کو ہم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ ابھی توبہ کر لیں، اب تک کی غفلت اور لاپرواہی اور اِدھر سے عالی جناب سے بے توجہی پر صحیح معنیٰ میں ندامت ہو جائے تو ابھی دروازے کھل جائیں، کیوں کہ اُس میں دیر نہیں لگتی۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ شیخ عبدالوہاب شعرانی، کل بھی اور پرسوں بھی اُن کا ذکر کیا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ میں تو ایک

علمی انسان تھا۔ کہتے ہیں کہ مجھے چاروں مذاہب کے تمام فتاویٰ کا علم تھا۔ اور صرف فتاویٰ نہیں، بلکہ اُن چاروں مذاہب کے تمام اَدِلّہ کا مجھے علم تھا۔ اور جب میں کسی مذہب کو بیان کرتا اور اُس پر تقریر کرتا اور اُن کے دلائل بیان کرتا تو اگر وہ مسئلہ حنبلی مذہب کا ہوتا اور اُس کے دلائل میں بیان کرر ہا ہوتا، تو سننے والا یقین سے کہتا کہ یہ شخص حنبلی مذہب کا عالم ہے اور حنبلی مفتی ہے۔ اگر وہ مسئلہ حنفی مسلک کا ہوتا اور میں اُس کے دلائل بیان کرتا، تو ہر کوئی سننے والا یہی کہتا کہ یہ تو بہت بڑے حنفی علامہ ہیں۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کو روحانی عروج کیسے ملا؟

کہتے ہیں کہ یہ جو روحانیت ہے یہ مجھے کہاں سے حاصل ہوئی؟ کہ میں ایک مرتبہ فلاں مسجد میں نماز کے لئے گیا، تو وہاں اُس وقت امام تھے شیخ امین الدین عمری۔ اُن کے پیچھے میں نے مغرب کی نماز پڑھی، اور جیسے ہی میں نے سلام پھیرا تو میرے دل کی دنیا بدل گئی۔ سات سمندر پار کوئی چڑیا جو چہچہا رہی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح پڑھ رہی ہے اس کی آواز میں سنتا ہوں اور سمجھتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ جس مسجد میں اُن کے ساتھ میں نے نماز پڑھی اُس مسجد کے درودیوار چھتیں اور اُس کا بوریا اور بستر اور بچھونا، جانماز اور مصلی، ہر چیز سے میں تسبیح کی آواز سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا۔

کہتے ہیں کہ اُس وقت سے میرا حال یہ ہوگیا کہ تمام جمادات کی زبان، اُن کی تسبیحات، نباتات، درخت اور گھاس، پودے، اِن کی زبان، اِن کی تسبیح، تمام حیوانات، جانور، چرند، پرند، ہر ایک کی تسبیح، حتی کہ یہ کہتے ہیں سمندروں میں جو مچھلیاں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں، اُنہوں نے الفاظ لکھے ہیں، کہ میں نے اُن کی تسبیح اِس طرح سنی، اُن کی اِس طرح سنی۔ دیکھئے! ایک نماز کسی اللہ والے کے پیچھے پڑھ لی اور اُن کے دل کی دنیا بدل گئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دلوں کی تاریکی کو دور فرمائے۔ اُسے اپنے نور سے منور فرمائے۔

اپنی معرفت نصیب فرمائے۔اپنے دو جہان کے سردار نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ امین الدین عمری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ عبدالوہاب شعرانی کا حال میں بتا رہا تھا کہ وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ مغرب کی نماز شیخ امین الدین عمری کے پیچھے پڑھی اور میرے دل کے تمام حجاب دور ہو گئے، اور دل کی آنکھیں روشن ہو گئیں، کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نباتات، جمادات، حیوانات، بری، بحری، تمام جاندار کی تسبیحات میں سنتا تھا۔

اور فرماتے ہیں کہ میرا عجیب وغریب حال ہو گیا کہ کسی شخص کی صرف آواز آئے تو اُس کی آواز سے میں اُس شخص کی نیت کو پہچان لیتا تھا کہ یہ مخلص ہے کہ منافق ہے؟ نیک نیتی سے آیا ہے کہ بری نیت سے آیا ہے؟

اور فرماتے ہیں کہ اگر خلط ملط کر کے میرے سامنے عربی عبارت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اُس میں انسانی کلام ملا کر اُس کو رکھ دیا جاتا تو میں انگلی رکھ کر بتا تا پڑھے بغیر کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اور یہ انسانی کلام ہے، کوئی تحریر میرے سامنے کر دی جاتی تو اُس کو پڑھے بغیر میں بتا سکتا تھا کہ یہ اِس میں حق لکھا ہوا ہے کہ ناحق لکھا ہوا ہے۔

فرماتے ہیں کہ اُس وقت میرا عجیب حال ہو گیا تھا کہ میں صرف تین ساعت میں پوری دنیا کا چکر لگا لیتا تھا۔ صرف میں کہنا شروع کرتا اللہ، اللہ، اللہ، تین دفعہ کہا اور اُس کے بعد میں صرف تین ساعت میں، مقامات لکھے ہیں کہ پہلے مصر سے یہاں، پھر وہاں کوہِ طور پر، پھر بیت المقدس، پھر صخرہ، پھر فلاں، حرمین، مکہ مدینہ، مشرق سے مغرب تک تمام کرۂ ارض کہ صرف تین ساعت میں اُس کی سیر ہو جاتی تھی۔

کوئی بیوقوف یہ کہے گا کہ اُنہوں نے کہا کہ مجھے کشف کائنات ہونے لگا اور آپ نے مان لیا؟ ہم نے کہا اِس میں اِستبعاد کیا ہے شرعی طور پر؟ ایک اتنا بڑا انسان، جن کی پچاسوں تالیفات کہ ایسی تالیف آج کل کوئی کر نہیں سکتا، اور ویسے ہی مخلوق اُن کے پیچھے دوڑتی تھی، اُنہیں کیا ضرورت پیش آئی تھی اپنے متعلق کہانی گھڑنے کی؟ اور اِس میں کوئی اِستبعاد نہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم پر پورا دن بڑا شاق گذرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم دیکھ رہے ہیں کہ صبح کو تشریف لائے اور بالکل ساکت، صامت، چپ، کسی سے کوئی گفتگو نہیں۔ ہم نے انتظار کیا تھوڑی دیر بعد تک، ایک ساعت، دو ساعت، اشراق کا وقت ہوگیا، چاشت کا وقت ہوگیا، دوپہر ہوگئی، ظہر میں تشریف لائے، آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھ کر صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم پریشان ہوگئے۔ ہم میں سے ہر شخص پریشان، کیا بات پیش آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے کسی طرح کا کوئی کلام نہیں فرمارہے ہیں؟

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ظہر ہوگئی، عصر ہوگئی، مغرب ہوگئی، شام ہوگئی، جب پورا دن اِس طرح گذر گیا تب اُنہوں نے شیخین کو واسطہ بنانا چاہا کہ آپ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم تو کریں کیا بات پیش آگئی؟ ہم سے کوئی غلطی ہوگئی؟ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس بات سے رنجیدہ ہیں؟ کسی سے خفا ہیں؟ غصہ میں ہیں؟ کیا بات پیش آئی؟

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے قیامت تک کے واقعات بیان کئے گئے، قیامت تک کے پیش آنے والے واقعات بیان کئے گئے، قیامت اور قیامت کے بعد کے سارے مناظر۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مجمع میں تشریف لاکر وہ سارے واقعات بیان

فرمائے۔

اب اندازہ لگائیے کہ ہزاروں سال کی تاریخ، آنے والے ہزاروں سال کی تاریخ کو دیکھنا، سمجھنا، پڑھ لینا، یادرکھنا، تو اُس میں کتنا وقت صرف ہوا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابہ کرام کے درمیان میں تشریف رکھتے تھے، کہیں تشریف نہیں لے گئے۔ اِتنے لمبے واقعات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمائے، اور وہ سارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یادرہے، تو اُس میں کتنا لمبا عرصہ، کتنے دن، کتنے مہینے خرچ ہونے چاہئیں، مگر چند ساعتوں میں ملاحظہ فرمالئے حالانکہ صحابہ کرام کے درمیان ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ازواجِ مطہرات کے پاس ہی تھے اور اُسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتنے لمبے واقعات دیکھے۔ اولیاءِ کرام کی کرامات انبیاء کرام کے معجزات کی صداقت کی دلیل ہوتے ہیں۔ علامہ شعرانی کا مذکورہ حال اسی قبیل سے ہے۔

ناخن کے برابر ڈِسک

مجھے یاد آیا کہ آج سے کوئی تیس پینتیس برس پہلے ایک دفعہ گفتگو ہوئی تو محمد اچھا بولٹن میں ہوا کرتے تھے، پڑھے لکھے آدمی تھے، انگریزی داں، مجھے وہ سنانے لگے کہ آج اس اخبار میں یہ لکھا ہے، اُس زمانہ میں تو صرف یہ ریڈیو اور ٹیلی ویزن ہوتا تھا، یہ کمپیوٹر اور یہ ساری چیزیں ابھی اِتنی عام نہیں تھیں۔ وہ کہنے لگے کہ سائنس کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ناخن کے برابر ایک ڈِسک ایجاد کریں گے، جس کو کوئی دیکھنا شروع کرے گا تو اُس کا سائز صرف ناخن کے برابر اور اِتنی سی ڈِسک میں معلومات اِتنی ہوں گی کہ اُس کو رات دن مسلسل کوئی دیکھتا رہے تو اسے پینتیس سال درکار ہوں گے، پینتیس سال میں آپ پوری ڈِسک دیکھ پائیں گے۔ اُس وقت تو حیرت اور اِستعجاب ہوتا تھا کہ یہ کیسے ہوگا؟ لیکن اب جیسے جیسے یہ ڈِسک کا سلسلہ ترقی کررہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہیں! ضرور ایسا ہوگا۔

وقت ربڑ کی طرح ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح بہت تھوڑے عرصہ میں تھوڑے وقت میں ہزاروں سال کے واقعات، قیامت اور قیامت کے بعد تک کے سارے واقعات دیکھ لئے اور صحابہ کرام کے سامنے بیان کردیئے، یہ جو وقت ہے بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے حق میں ربڑ کی طرح سے ہے، کہ ''ربڑ'' اِس کو آپ زور سے کھینچیں، آپ اس کو جتنا کھینچیں گے اُتنا لمبا ہوگا، اور جب آپ ربڑ کو چھوڑ دیں گے، تو جتنا نارمل سائز کا ہوتا ہے اُتنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ''وقت'' اُن کے لئے، جتنا وہ بزرگ کھینچ لیں اُتنا لمبا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اِسی لئے ہم جتنی دیر میں ایک پارہ پڑھ نہیں پاتے، اُن کا ایک قرآن شریف ختم ہو جاتا ہے۔

وقت میں برکت

یہ شیخ عبدالوہاب کا ایک اور واقعہ پیش آیا کہ ایک بزرگ تھے ناصرالدین لقانی، اُن سے اِن کی شکایت کی گئی کہ علامہ عبدالوہاب اجنبی مستورات سے بے حجاب ملتے ہیں اور پردہ نہیں کرتے۔ اس پر شیخ ناصرالدین اِن سے اِس قدر ناراض ہوئے کہ اِن سے بولنا چھوڑ دیا۔

جب علامہ عبدالوہاب شعرانی کو اِس کا پتہ چلا کہ ناراضگی کی وجہ یہ غلط شکایت ہے، تو آپ نے اُس کے اِزالہ کی کوشش نہیں کی کہ کیا شکایت ہے اور کیوں ہے؟ آپ اُن کی خدمت میں خود حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت مجھے کتاب مدوّنہ کی ضرورت ہے، یہ سن کر غصہ کے لہجہ میں شیخ ناصرالدین فرمانے لگے کہ اچھا! اب توبہ کی توفیق ہوئی ہوگی، اور رجوع الی اللہ کرنا چاہتے ہوں گے۔ اِنہوں نے عرض کیا کہ حضرت! میرے لئے دعا فرمائیں، شاید ایسا ہی ہو، مجھے تو کتاب چاہئے۔

وہ کتاب مدوّنہ اِتنی ضخیم کتاب کہ ایک دو آدمی اُس کو اٹھا بھی نہیں سکتے، اُس زمانہ میں الگ الگ اجزاء لکھے جاتے تھے، الگ الگ کاغذات پر موٹے موٹے ضخیم اجزاء، تو مزدور کے ذریعہ،

خدام کے ذریعہ وہ کتاب بھجوائی گئی، جو لے جانے والے خادم تھے، جب کتاب لے کر پہنچے علامہ عبدالوہاب شعرانی کے پاس، اُنہوں نے اُن سے کہا کہ آپ آج کی رات ایسا کر سکتے ہیں کہ میرے پاس قیام کریں؟ اُنہوں نے کہا کوئی مانع نہیں ہے، ایک رات آپ کے یہاں قیام کرلیں گے۔

اُنہوں نے علامہ عبدالوہاب کے ساتھ ہی عشاء کی نماز پڑھی، اور اُس کے بعد وہ اپنے معمولات میں مشغول ہوگئے، تو ایک ہی حجرہ میں دونوں اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں، یہ اپنی عبادت میں مصروف ہیں اور وہ خادم سوچتے ہیں کہ ابھی یہ اپنے معمولات سے فارغ ہوں اور آرام کریں تو میں بھی آرام کروں، مگر دیکھتے ہیں کہ پوری رات اپنی عبادت میں مصروف۔ جب فجر کی اذان میں پندرہ بیس منٹ رہ گئے، تب علامہ عبدالوہاب نے فرمایا کہ میں ذرا دوسرے حجرہ میں جہاں کتاب رکھی ہے وہاں میں جا کر آتا ہوں، تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اِتنے میں فجر کی اذان ہوگئی، اور نماز کے لئے دونوں چلے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو علامہ عبدالوہاب نے اُن سے فرمایا کہ اچھا بھئی وہ کتاب اٹھا کر لے جاؤ، شیخ ناصرالدین کو واپس کردو۔ وہ کتاب لے گئے، جیسے ہی اِن کو آتے ہوئے دیکھا کہ وہ کتاب تو ابھی شام کو گئی تھی، واپس آرہی ہے؟ اس پر اُنہیں اور غصہ آیا کہ اِتنی مشقت اٹھوا کر کے یہ کتاب وہاں تک لانے اور لے جانے کی ضرورت کیا پیش آئی تھی جب اُس کو پڑھنا نہیں تھا؟

اُس کے بعد ان کو خیال آیا کہ کتاب کو دیکھیں کہ کتاب اچھی حالت میں اور ٹھیک ٹھاک حالت میں ہے یا نہیں؟ اُس کو جب کھولنا شروع کیا تو دیکھتے ہیں کہ ہر صفحہ پر ایک دو سطر کے بعد اُنہوں نے کچھ لکھا ہوا ہے، نشانات لگے ہوئے ہیں، ہزاروں صفحات کی ساری کتاب مکمل پڑھ کر اُس کی اِصلاح کر کے اُنہوں نے اخیر میں لکھا کہ یہ کتاب کافی طویل ہے میں نے اِس کا اختصار اِن نشانات کے ذریعہ کردیا ہے۔

جب وہ اپنے خادم سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہوا؟ یہ از قبیلِ محالات ہے، ناممکن ہے۔ ہو نہیں

سکتا کہ کوئی اِس کتاب کا کوئی دسواں حصہ بھی ایک رات میں اِس طرح پڑھ لے اور اِنہوں نے ساری کتاب کس طرح پڑھ لی؟

اُنہوں نے کہا وہ تو ساری رات میرے سامنے ہی تھے اور ساری رات میرے سامنے اپنی عبادت میں مصروف رہے، جس کمرہ میں یہ کتاب رکھی ہوئی تھی اُس میں تو پندرہ بیس منٹ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

جب یہ کلمات شیخ ناصرالدین نے سنے تو اُنہیں تنبہ ہوا کہ اوہو! یہ تو جو میں نے اُن کے متعلق کسی غلط شکایت پر بدگمانی کی تھی، اُس پر اِنہوں نے یہ کرامت دکھائی ہے، فوراً ننگے سر، ننگے پیر بھاگے ہوئے اُن کے دولت کدہ پر گئے، علامہ عبدالوہاب شعرانی کے یہاں اور اُن سے جا کر معافی مانگی کہ مجھے معاف کردیجئے کہ اِس طرح غلط شکایت پر میں نے توجہ کی اور میں نے آپ سے بدگمانی کی اور یہ آپ کی کرامت کہ آپ نے منٹوں میں ساری کتاب اِس طرح دیکھ لی؟

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اوقات میں بھی برکت عطا فرمائے اور ہمیں قرآن پاک کی تلاوت اور اپنی عبادت میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا جناتوں سے کلام

علامہ شعرانی مغرب کی نماز پڑھتے ہیں شیخ امین الدین عمری کے پیچھے اور اُن کے دل کے تمام حجاب دور ہو جاتے ہیں، اور بتایا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی تمام مخلوق کی تسبیح میں سنتا تھا، اُسی کے ذیل میں وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح وہ چرند، پرند، مچھلیوں کی اور سب کی تسبیح نقل کرتے ہیں کہ یہ اِس طرح تسبیح پڑھتے تھے، وہ اِس طرح تسبیح پڑھتے تھے، اللہ نے اُن سب کی زبان کے سمجھنے کی قوت اُن کو عطا فرمائی، اِسی طرح جناتوں سے بھی ملاقات ہونے لگی، جنات آنے لگے۔ یہ اُن کی زبان سمجھتے ہیں، وہ اپنے مسائل اِن سے پوچھتے ہیں، اپنی ضرورتیں اِن کو بتاتے ہیں، مستقل اُن کو ایک کتاب اُن جناتوں کے لئے تصنیف کرنی پڑی، اُس کا نام رکھا "کَشْفُ القِنَاعِ وَالرَّانِ عَنْ وَجْهِ أَسْئِلَةِ الْجَانِّ" اُس میں، اُس کتاب میں اُنہوں نے جناتوں کے پچھتر (۷۵) سوالات کا ذکر کیا ہے، کہ اُنہوں نے پچھتر (۷۵) چیزیں اُن سے پوچھیں، اور ہر ایک کا اِنہوں نے تفصیلی جواب لکھا، اور وہ پوری ایک کتاب کئی اجزاء میں اِنہوں نے اُن کو لکھ کر دی۔ صرف ایک نماز اللہ والے کے پیچھے پڑھنے سے اِن کا کام بن گیا۔

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کی مجمع البحار

حضرت علامہ محمد طاہر پٹنی، صاحب مجمع البحار، پالنپور کے بہت اونچے بزرگوں میں سے، اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث، اُن کی یہ کتاب مجمع البحار ہے۔ کوئی مسلم کی شرح لکھتا ہے، کوئی بخاری کی، کوئی نسائی کی، صحاح میں سے کسی ایک کتاب کی، یا حدیث کی ایک کتاب کی شرح لکھتا ہے، یہ اِن کی جو کتاب ہے مجمع البحار، اِس کے متعلق لکھا گیا ہے کہ اس کو صحاح ستہ کی شرح کہا

جائے تو بعید نہیں۔ اگرچہ یہ لغت کی کتاب ہے، مگر اُسی میں ساری صحاح ستہ اِنہوں نے گویا حل کردی ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور کعبہ شریف

یہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے اور اِن کے یہاں بھی مغرب کی نماز کا لوگوں کو بڑا اہتمام تھا کہ مغرب کی نماز میں اُن کی مسجد میں صفِ اول میں نماز پڑھنے کے لئے روزانہ ہزاروں انسانوں کا ہجوم ہوجاتا تھا کہ ہم اُن کے یہاں اُن کی مسجد میں پہلی صف میں کھڑے ہوجائیں، کیوں؟ کہتے ہیں کہ جو اُن کی امامت میں، اُن کے پیچھے مغرب کی نماز میں پہلی صف میں کھڑا ہوتا تو جب وہ نیت کرتے کہ میں اللہ کے لئے تین رکعت فرض مغرب کی نماز پڑھتا ہوں میرا منہ کعبہ کی طرف، وہ اپنے دل میں نیت کرکے یہ کہتے ہوں گے، تو اُس وقت پوری صفِ اول کعبہ شریف اپنے سامنے ملاحظہ کرتی تھی، کعبہ اُن کے سامنے متجلی ہوجاتا تھا، یہ اُن کی کرامت بہت مشہور تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال مَنْ أَفْضَلُ النَّاسِ؟

اِسی لئے ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنہیں زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنہوں نے پوچھا کہ **مَنْ أَفْضَلُ النَّاسِ**؟ اِس وقت روئے زمین پر جتنے انسان ہیں اُن میں سب سے افضل کون ہیں؟

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح کا سوال

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سوال کیا کہ **یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ اِلَیْکَ**؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ۔ پوچھا کہ مردوں میں؟ فرمایا ابوبکر۔

پوچھا ثُـمَّ مَـنُ؟ اُس کے بعد کون؟ فرمایا کہ اُس کے بعد عمر۔ پوچھا اُس کے بعد کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ پوچھتے گئے۔

پھر صحابہ کرام سے جو روایات ہمارے یہاں مذکور ہیں، وہ ذخیرہ بڑا عجیب وغریب علوم کا اور لطائف کا اور ظرائف کا اور حقائق کا حامل ہے۔ اُس میں ہر چیز اُنہوں نے کھول کھول کر بیان فرما دی۔ ہم سے اگر کوئی چیز پوچھی جائے گی، مثلاً آپ کا دارالعلوم، تو کچھ اُس کی اچھائیاں بیان کریں گے، لیکن اُنہوں نے کسی جگہ ایسا نہیں کیا، کسی کے متعلق ہو، اپنے متعلق ہو، جو حقیقت ہے وہ صاف صاف بیان کر دی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں پوچھتا گیا ثُـمَّ مَنُ؟ ثُمَّ مَنُ؟ کہتے ہیں پھر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں تو سوچ رہا تھا کہ ہمارا نام کہیں شروع میں آجائے گا، تو پتہ نہیں کہاں میرا نام ہوگا؟ اِس لئے پھر میں نے پوچھنا بند کر دیا۔

اللہ اکبر! یہ دل کی بات، تو اُن کے دل میں کیا تھا؟ اور اُس کے مطابق جواب نہیں ملا، وہ بھی اُمت کے سامنے اُنہوں نے صاف صاف بیان کر دیا۔ تمام احادیث کا ذخیرہ اِسی طرح ہے، بالکل حقائق پر مشتمل ہے۔ ذرہ بھر ان میں کوئی توریہ نہیں۔ ہیر پھیر، ردوبدل نہیں کیا، صحابہ کرام نے من وعن امت کو پہنچا دیا۔

حضرت میاں غیاث بھروچی رحمۃ اللہ علیہ

یہ علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ یَـارَسُوُلَ اللّٰهِ! مَـنُ أَفُـضَـلُ الـنَّـاسِ؟ اُس زمانہ میں بھروچ کے میاں غیاث، بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے، بزرگوں میں سے تھے، اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے متعلق فرمایا کہ میـاں غیـاث أَفُـضَلُ النَّاسِ، پوری روئے زمین پر تمام انسانوں میں سب سے افضل اِس وقت وہ ہیں، پوچھا کہ ثُمَّ مَنُ؟ فرمایا کہ شَـيُـخُـكُمُ یعنی تمہارے شیخ

علی متقی، صاحب کنز العمال۔ پوچھا کہ ثُمَّ مَنْ؟ تو پھر خود اُن کے لئے فرمایا کہ أَنْتَ۔ علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرمایا کہ تم تیسرے نمبر پر۔

اِسی لئے اُن کے پیچھے جو مغرب کی نماز میں نیت کر لیتے، کھڑے ہو جاتے، اُنہیں نیت کرتے وقت کعبہ شریف متجلی اپنے سامنے نظر آتا، اس طرح کہ جیسے مکہ میں کعبہ شریف دیکھ کر نماز پڑھ رہے ہیں، اِسی طرح علامہ عبدالوہاب شعرانی کا ایک نماز پڑھنے سے کام بن گیا، تو میں جناتوں کے متعلق بتا رہا تھا کہ اُنہوں نے لکھا کہ جناتوں کی آمدورفت ہونے لگی، تو اُن کے سوالات پر میں نے ایک کتاب لکھی جس میں اُن کے پچھتر (۷۵) سوال اور اُن کے جواب میں نے تفصیل سے لکھے۔

فلاسفہ کا جنات کے وجود سے انکار

یہ فلاسفہ عام طور پر اُن کی اکثریت اِس کو نہیں مانتی، کہ جنات جن کو ہم نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ چھو سکتے ہیں، حواس خمسہ سے محسوس نہیں کر سکتے، پھر ایسی چیزوں کو ماننے کی کیا ضرورت؟ کہتے ہیں ہم اُن کو نہیں مانتے، لیکن جو قدیم فلاسفہ ہیں اور قدیم حکماء سب نے اُن کو تسلیم کیا ہے۔ اور مذاہب تو سب کے سب اُن کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، حتی کہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہ وہ کس طرح مریضوں سے جنات نکالا کرتے تھے، اُن کے واقعات اُن کے یہاں بائبل اور انجیل میں بھی مذکور ہیں، تو جنات ایک حقیقت ہیں۔

پھر اِس میں خود ہمارے یہاں ایک قول یہ ہے کہ جس طرح انسانوں کا سلسلہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چلا تو اسی طرح جنات کا سلسلہ ابلیس سے چلا، مگر دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نہیں! یہ خود ابلیس جناتوں میں سے تھا ﴿كَانَ مِنَ الْجِنِّ﴾ اور جناتوں کا سلسلہ ''جانّ'' سے چلا ہے ﴿وَالْجَانَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ﴾ ﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ

نَارٍ﴾ جنات اُس وقت بھی تھے۔

جنات آسمانوں پر

ابتداء میں ابلیس وہاں ملأ اعلیٰ میں، اوپر ساتوں آسمانوں میں، جنت میں، ہر جگہ جاسکتا تھا، ملائکہ کی طرح سے یہ تمام جن بھی جاسکتے تھے، اِن کا آسمانوں پر جانا تو بہت دیر تک رہا حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا اُس کے بعد جہاں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوسرے آسمان پر ہیں، وہاں جانا اُن کا موقوف ہوگیا۔ تو پہلے آسمان پر پھر بھی وہ جاسکتے تھے۔ اور جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک کا نزول شروع ہوا، اُس کے بعد اُن کا آسمانوں کے دروازوں تک جانا بھی موقوف ہوگیا، قرآن پاک کے نزول کی حفاظت کے خاطر۔ ورنہ اِس سے پہلے جس طرح ابلیس حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جنت تک پہنچ گیا، اِس طرح یہ تمام جنات بھی وہاں تک جاسکتے تھے۔ پھر دوسرے آسمان سے نیچے تک جانے کی اجازت تھی مگر جب ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ﴾ پہلی وحی نازل ہوئی تو اُس کے ساتھ ہی اُن کا آسمانوں کے دروازوں کے پاس جانا اور وہاں تک اوپر پہنچنا اُن کے لئے موقوف کردیا گیا۔

یہ جناتوں کی تو حقیقت ہے، اور تمام مذاہب جو سماویہ ہیں وہ اِس کو تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ یہ کہ جس طرح اِنسانوں میں اچھے بھی ہوتے ہیں، برے بھی ہوتے ہیں، اِس طرح اُن کے یہاں بھی ہے، اور جس طرح ہمارے یہاں علماء ہوتے ہیں، مشائخ ہوتے ہیں اور تعلیم اور تدریس کا سلسلہ ہے، اسی طرح اِن کے یہاں بھی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے، اِس میں اختلاف ہے کہ یہ قصہ ہے کس کا؟ یہ قصہ تو ذکر کیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مسند

الجن میں، کہ جناتوں سے جو روایات اُن کو ملی، لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ قصہ اُن کا نہیں بلکہ شاہ اہل اللہ کا ہے، کسی نے کہا اُن کے والد صاحب شاہ عبدالرحیم صاحب کا ہے، لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے۔

کہ وہ رات کو بیٹھے مطالعہ میں مصروف ہیں، کتاب دیکھ رہے ہیں، اُنہوں نے کوئی کتاب اٹھائی تو دیکھا کہ اُس کے نیچے سانپ ہے، وہاں سے کوئی چیز اٹھائی اور اُس کو مارا، مر گیا، اِتنے میں وہ کیا دیکھتے ہیں کہ کسی نے اُن کو اٹھالیا اور اٹھانے والے اُن کو نظر نہیں آرہے ہیں، اور اٹھا کر گھر سے باہر لائے اور لے کر شہر سے باہر نکل گئے، یہ بھی پریشان کہ یہ کیا قصہ ہوا؟

یہاں تک کہ یہ کہتے ہیں کہ دہلی سے بالکل باہر جنگل میں لے آئے، اور وہاں جنگل میں لے جا کر ایک جگہ سے اُنہوں نے پتھر ہٹایا۔ اور پتھر ہٹا کر کے اندر تہہ خانہ کی طرح راستہ تھا، نیچے لے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ نیچے تو پوری دنیا آباد، اور زبردست ایک شاہی محل کی طرح سے ہے، جس طرح دنیا میں انسانوں میں کوئی بڑا سرکاری آدمی ہو، رئیس آدمی ہو تو اُس کے یہاں جس طرح پہرے اور تمام انتظامات ہوتے ہیں اِس طرح کے سارے انتظامات تھے، زمین کے نیچے ہیں۔

کہتے ہیں وہ پھر مجھے ایک دربار میں لے گئے، وہاں تخت پر معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے بادشاہ سلامت بیٹھے ہوئے ہیں اور سارے درباری اطراف میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجلس لگی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر میں اُنہوں نے اپنی زبان میں کوئی درخواست پیش کی بادشاہ کو اور اُس کے بعد پھر وہ بادشاہ سلامت شاہ ولی اللہ صاحب سے مخاطب ہوتے ہیں اور اُن سے پوچھتے ہیں **هَلْ أَنْتَ قَتَلْتَ أَخَاهُ؟** کہ کیا تم نے اِن کے بھائی کو قتل کیا؟

اِنہوں نے کہا کہ نہیں! میں نے تو کسی کو قتل نہیں کیا۔ پھر اُنہوں نے سوال کیا کہ تم نے کسی سانپ کو مارا؟ اِنہوں نے کہا ہاں! میں کتاب دیکھ رہا تھا، میرے سامنے سانپ تھا تو میں نے اُس کو مارا کہ کہیں مجھے تکلیف نہ دے۔ اب آپس میں اُن کی گفتگو ہونے لگی۔ حضرت شاہ ولی اللہ

صاحب سن رہے ہیں کہ وہ اپنی زبان میں بھی کچھ بات کرتے ہیں کچھ عربی بھی بولتے ہیں۔

عمر رسیدہ جن صحابی

اِتنے میں ایک کافی عمر رسیدہ جو اُن میں معلوم ہو رہے تھے تو اُنہوں نے پڑھنا شروع کیا کہ " **سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ تَزَیّا بِزِیِّ غَیْرِہٖ فَقُتِلَ فَدَمُہٗ ھَدَرٌ** " کہ جو اپنی موجودہ شکل کے علاوہ میں اور دوسری کوئی شکل اختیار کرے اور اُس میں اُسے قتل کیا جائے، تو اُس کا خون معاف ہے، اور اُس کا نہ قصاص ہے، نہ دیت ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے اوپر ایک سہم اور خوف سوار تھا کہ مجھے گھر سے اٹھا کر جنگل میں لے آئے، اور میں کہاں پہنچ گیا؟ بعد میں تو مجھے احساس ہو گیا کہ یہ جناتوں کا ماحول لگتا ہے، تو مجھے جو خوف تھا تو وہ سب ختم ہو گیا جب میں نے اُن کی زبانی یہ سنا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ "**سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ**"، میں نے اُن سے پوچھا کہ **ھَلْ أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** ؟ کہ کیا آپ نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یہ فرماتے ہوئے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ **نَعَمْ** ! ہاں! " **أَنَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** " کہ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی کہ جو جن اپنی شکل بدل دے اور اپنی شکل چھوڑ کر کے سانپ بن جائے بچھو بن جائے، کوئی جانور، کتا، بلی، اور اُس شکل میں اُسے کوئی مار دے، تو اِس کا کوئی قصاص نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا وہ سارا خوف خوشی میں بدل گیا کہ میں تو آج تابعی بن گیا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کی زیارت کر لی کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی میرے سامنے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث بیان کر رہے ہیں۔

یہ جناتوں کا بھی وجود ہے، اور اُن کے لئے علامہ عبدالوہاب شعرانی نے کتاب بھی لکھی

ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں یہ مبارک دن اچھی طرح گذارنے کی توفیق دے، اور وقت کے ضائع ہونے سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جناتوں کی تعلیم

یہ تذکرہ چل رہا تھا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی سے اللہ تعالیٰ نے جناتوں میں بھی تدریس اور تعلیم کا کام لیا، اور اُن کے لئے مستقل اُنہوں نے کئی اجزاء پر مشتمل کتاب لکھی ''کَشْفُ القِنَاعِ وَالرَّانِ عَنْ وَجْهِ أَسْئِلَةِ الْجَانّ''۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں جناتوں کا سلسلہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں بھی یہ سلسلہ تھا، حتیٰ کہ ایک دفعہ جو حضرت کی تصنیف گاہ جو کتب خانہ تھا اس کے کھولنے کے لئے چابی بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کو دی گئی۔ ہمیشہ کا معمول تھا کہ وہ جا کر کھول دیتے، صفائی وغیرہ کرتے، کھڑکیاں کھول دیتے کہ ذرا گرمی کم ہو جائے، تین جگہ قفل کھولنا پڑتا تھا۔ جب وہ آخری دروازہ پر صحن کے دروازہ پر پہنچے، قفل باہر سے تو کھول لیا مگر اندر سے بند۔ اندر تو کوئی جا بھی نہیں سکتا۔ اِتنی اونچی وہ عمارت کہ کسی کے لئے جانا بھی مشکل، اندر سے کس نے بند کیا؟

وہ بہت حیران، بہت دھکے دیئے، پھر نیچے آئے، حضرت سے عرض کیا کہ فلاں دروازہ نہیں کھلتا۔ ابے! اندر سے تو کوئی بند نہیں کر سکتا۔ کیسے بند ہے اندر سے؟ جاؤ بھائی حافظ صدیق، دیکھو! تو جا کر اُنہوں نے بھی کوشش کی، نہیں کھلا۔ پھر جب واپس آئے تو کہہ رہے ہیں کہ نہیں کھل رہا ہے۔ حضرت مسکرائے، اور حضرت اِستنجاء وضو سے فارغ ہو کر جب خود اوپر تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے، دروازہ بند تھا، تو حضرت کے ہاتھ میں چھڑی تھی، اُس سے دروازہ ٹھوکا، ابے کھول! میرے لونڈوں کو کیوں پریشان کرے؟ اس پر کھٹاک سے دروازہ کھل گیا۔ بغیر دھکا

دیئے خود ہی کھل گیا۔
یہ سلسلہ تو ہے، لیکن آج کل پیسہ کمانے والوں نے اُمت مسلمہ کی عقلوں سے کھیل کر اپنا مطلب پورا کرنے والوں نے جس طرح اِس کو ہر مرض کی اصل قرار دے رکھا ہے ایسا نہیں ہے، یہ تو صرف دھوکہ بازی ہے۔
وہ تو اللہ کی مخلوق ہے، آپ ہندوستان جاتے ہیں، گرم ملکوں میں جاتے ہیں، کہتے ہیں وہاں سانپ بچھو بہت ہوتے ہیں، سعودیہ عرب آپ چلے جائیں تو ہندوستان سے بھی زیادہ وہاں ہیں، لیکن آپ لوگ گئے تو آپ لوگوں نے کہیں سانپ بچھو کو دیکھا؟ کوئی سانپ اِدھر اُدھر، کوئی بچھو، کہیں نہیں دیکھا، حالانکہ بہت ہیں، بے پناہ۔ مدینہ منورہ والوں سے پوچھیں گے تو بتائیں گے، تو اِسی طرح وہ اللہ کی مخلوق ہے اور اپنے اپنے مقام پر رہتے ہیں۔

عاملوں کا حال

مگر جو پیسہ کمانے والے ہیں، اگر کوئی ان کے پاس پہنچ جائے ان کا حال یہ ہے کہ کسی کو سر درد ہوگا تو کہتے ہیں یہ تو کوئی جادو یا جن کا اثر ہے۔ کسی کو کمر میں درد ہوا تو یہ بھی اثر ہے۔ ان کو ہر جگہ یہی جادو اور جنات ہی کا اثر نظر آتا ہے۔ یہ ایک طبقہ ہے جو مسلمانوں کی عقلوں سے کھیل کر اُن کو دشمن سے بھی زیادہ پریشان کرتا ہے کہ ساری عمر کے لئے اُن بے چاروں کا امن چین ختم ہو جاتا ہے، ہرگز اُس کو بیلیو (believe) نہیں کرنا چاہیئے۔
لیکن جناتوں کا وجود ہے، اپنی جگہ جہاں جہاں اُن کے ٹھکانے ہیں، وہاں وہ رہتے ہیں، تو جنات کے لئے علامہ شعرانی نے یہ کتاب لکھی ''كَشْفُ الْقِنَاعِ وَالرَّانِ عَنْ وَجْهِ أَسْئِلَةِ الْجَانّ'' اور ابھی نہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدا کیئے جانے سے پہلے سے جن دنیا میں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت رافع ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود بیان کیا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کہیں سفر میں جارہا تھا، تھک کر چور ہو گیا۔ میں نے ایک جگہ پڑاؤ کیا کہ میں تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤں، اونٹنی کو باندھ دیا اور میں لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی تھکا ہوا تھا آنکھ لگ گئی۔ میں جب اُس وادی میں پہنچا تو اونٹ کو باندھ کر لیٹنے سے پہلے میں نے دعا پڑھی، جو اُس زمانہ میں اُن کے یہاں زمانۂ جاہلیت میں پڑھی جاتی تھی۔

قبولیت کی ساعتیں

ہم لوگ تو مقبول مستجاب متبرک دعاؤں کو بھول جاتے ہیں، اب یہ جو مہینہ چل رہا ہے اِس کی گھڑیاں کتنی مبارک؟ اُس کی ساعتیں، ایک ایک ساعت اس کی کتنی قابل قدر؟ جیسے عین افطار کے وقت یہ دعا پڑھے "یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِیْ" مغفرت کی دعا قبول ہوتی ہے، مابین الاذانین، یعنی اذان اور تکبیر کے درمیان، خاص جب امام کے ساتھ آپ صف میں کھڑے ہوں۔ کہتے ہیں کہ مجاہدین کی صف میں کھڑے ہونے والے کی اور نماز کی صف میں کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہنے سے پہلے کا جو وقت ہوتا ہے اُس وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔

ہمیشہ پورا سال اخیر ثلث لیل میں آخری تہائی رات جب رہتی ہے، تو اللہ کی طرف سے منادی کا اعلان ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے، تمہیں جو مانگنا ہو تم مانگ سکتے ہو، لیکن اُس وقت بھی نہیں مانگتے۔

ابھی تو رمضان میں اِس کا موقع بھی میسر ہے کہ ہم سحری کے لئے اُٹھتے ہیں، اُس وقت مانگ سکتے ہیں، لیکن نہ سحری کے وقت اِس طرف توجہ ہوتی ہے، توجہ ہوتی بھی ہے تو بس ایک سرسری، برائے نام، دل سے وہ دعا نہیں نکلتی، افطاری کا عین وقت ہو رہا ہے اور اپنی باتوں میں اور خوش گپیوں میں مشغول ہیں اور اُس میں یہ کہتے ہیں لاؤ بھئی کھجور، رکھا منھ میں، ہوگئی دعا، تو یہ سب

مبارک اوقات، مبارک ساعتیں ہم ضائع کر رہے ہیں۔

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کہتے ہیں جن کی قسمت ہی پھوٹی ہو، اُن کو کوئی چیز فائدہ نہیں دے سکتی۔ اگر اُن کو رہبرِ کامل بھی مل جائے، سچا راستہ بتلانے والا، اخیر تک پہنچانے والا، مگر وہ نہیں پہنچ پائیں گے۔

کہتے ہیں کہ سکندر نے درخواست کی خضر علیہ السلام سے کہ آپ جو زندگی، طویل زندگی پائے ہوئے ہیں اِس کا کیا راز؟ تو وہ لے گئے سکندر کو، بتایا کہ یہ چشمہ، یہاں سے میں نے آبِ حیات پیا تھا۔ اللہ نے جن پینے والے کے لئے طویل حیات اور طویل زندگی مقدر فرما رکھی ہے اس کو یہ آبِ حیات پینے کا موقع مل گیا۔ سکندر کے لئے طویل حیات مقدر نہ ہوگی تو کہتے ہیں خضر علیہ السلام سکندر کو اس چشمہ کے پاس لے گئے پھر بھی وہاں سے وہ تشنہ واپس آیا، نہیں پی سکا۔

یہی حال ہمارا ہے، کہ ہم اِتنے سارے مواقع، اِتنی ساری گھڑیاں گذر رہی ہیں، مگر پھر بھی ہم پیاسے ہیں، اور جنہوں نے اِس کی قدر کی، اب یہ افطاری کے وقت، وقت بھی کتنا مبارک؟ یہاں تو اللہ نے بہت آسانی فرما رکھی ہے زمزم بھی ملتا ہے، مگر وہ بھی اِسی طرح پی جائیں گے، نہ زمزم کی عظمت کا خیال، نہ اُس وقت دعا کا خیال، زمزم کی دعا "**أَللّٰهُمِّ اِنِّیْ أَسْئَلُکَ عِلْماً نَّافِعاً وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً امِّنْ کُلِّ دَآءٍ**" اگر دعا نکلے گی تو وہ بھی ایک روٹین کے مطابق، دل کی توجہ نہیں ہوگی جو اللہ کی رحمت کو کھینچ کر لائے۔

محدث ابن خزیمہ کی دعا

ابن خزیمۃ، محدثین میں بہت بڑا نام اِن کا، محدثین لکھتے ہیں کہ اِن کے عجائبات ہوتے تھے، علوم کے خزانے۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ حضرت! ہم نے بہت سے محدثین کو دیکھا، لیکن جو چیز آپ کے یہاں ہم دیکھ رہے ہیں وہ کچھ عجیب سی ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ بس

میں حج کے لئے گیا، زمزم کے کنویں پر حاضری ہوئی اور میں نے جب زمزم پیا تو اللہ سے ایک چیز مانگی تھی، علوم مانگے تھے، کہتے ہیں جب سے میں نے پیا ہے اُس وقت سے اللہ نے میرے سینہ کو علوم کے لئے کھول دیا۔

زمزم پیتے وقت کوئی علم کا پیاسا ہے تو وہ علم مانگتا ہے، کوئی خاص علم حدیث کا پیاسا ہے تو وہ علمِ حدیث مانگتا ہے، جس کو جس کی پیاس ہوگی اُس طرف اس کا ذہن جائے گا۔

دارالعلوم کے قافلہ کا عمرہ

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ میں جب پہلی مرتبہ حاضر ہوا زمزم کے کنویں پر پہنچا، زمزم کے کنویں پر ابھی تو کافی بھیڑ ہوتی ہے۔

پہلے جب دارالعلوم کا قافلہ عمرہ کو جاتا تھا، قافلہ کی شکل میں ہم لوگ ہر سال جاتے تھے یہاں سے، کوئی چالیس، پچاس، ساٹھ نفر ہوتے تھے، تو جیسے اِس وقت گرمی ہے اِسی طرح کی شدید گرمی ہوتی تھی وہاں، ہم لوگ اُس کے لئے ترکیبیں سوچتے تھے کہ رات بڑی مختصر ہے، تراویح کے بعد عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تنعیم جائیں اور پھر وہاں سے احرام باندھ کر آئیں پھر عمرہ سے فارغ ہوں، اس کے بعد پھر رات میں کچھ پڑھنے کا وقت نہیں ملتا تھا، پوری رات اِسی میں صرف ہو جاتی تھی، عمرہ سے فارغ ہوتے ہوئے سحری کا وقت ہو جاتا تھا۔

رات کو کچھ نفلیں پڑھ سکیں یا طواف ہو سکے، حرم میں رات کا وقت گذار سکیں، اُس کے لئے ہم نے یہ ترکیب کی کہ عصر کی نماز پڑھ کر عمرہ کے احرام کے لئے چلے جاتے تھے قرن المنازل میقات پر، یا جعرانہ یا تنعیم پر، اور وہاں سے احرام باندھ کر نیت کر کے آجاتے تھے، گرمی اِتنی شدید تھی کہ اِتنی مسافت پر جانے اور آنے کی وجہ سے برا حال ہو جاتا تھا۔

جیسا میں نے اُس دن عرض کیا تھا کہ ایک دن میں نے پوچھا مدینہ منورہ میں ساتھیوں سے کہ آج گن کر بتایئے کہ کتنے گلاس پیتے ہیں؟ مغرب کے بعد حرم سے نکلنے سے پہلے پہلے کسی

نے بارہ اور کسی نے چودہ، کسی نے پندرہ گلاس زمزم کے چڑھا دئے تھے، اِتنی شدید گرمی۔ ہم لوگ وہاں سے آ کر طواف سعی سے فارغ ہو کر جب تھک جاتے تھے تو نیچے زمزم کے کنویں پر چلے جاتے تھے، وہاں بڑی ٹھنڈک ہوتی تھی، تو پانی اپنے اوپر ڈالا، سارا احرام بھگو دیا اور وہاں لیٹ جاتے تھے، جتنی ابھی ہے اتنی زیادہ اُس وقت بھیڑ نہیں ہوتی تھی۔

زمزم پیتے وقت علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب زمزم کے کنویں پر حاضر ہوا اور میں نے زمزم پیا تو اللہ سے دعا کی کہ اے خدا! مجھے علم حدیث میں ذہبی کا مرتبہ عطا فرما، ابن خزیمۃ نے علوم مانگے تھے، اِنہوں نے خاص علم مانگا، علم حدیث، کہ مجھے علم حدیث میں ذہبی کا مرتبہ عطا فرما کہ جس مرتبہ پر وہ پہنچے ہیں علم حدیث میں اُس مرتبہ تک تو مجھے پہنچا دے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اللہ نے میری یہ دعا قبول کی اور میں جب بیس سال کے بعد دوسری مرتبہ حاضر ہوا تو پھر میں نے اللہ سے دعا کی کہ اِلٰہی! میں نے اُس وقت علم حدیث میں ذہبی کا مرتبہ مانگا تھا، میں وہاں تک تو پہنچ چکا ہوں، میں اِس سے اور اوپر پہنچنا چاہتا ہوں، تو اللہ نے یہ دعا بھی قبول کی۔ دیکھئے! آج تک جہاں کہیں علم حدیث میں، کسی حدیث کی کسی کاوش میں نام آئے گا، تو حافظ ابن حجر۔ اُنہوں نے وہاں زمزم پیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مانگا، ان کو مل گیا۔

حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

میں وہ قصہ پورا کر دوں کہ حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اُس وادی میں پہنچا تو میں نے اونٹنی کو باندھا، اور لیٹتے وقت انہیں ڈر خوف محسوس ہوتا تھا، وہی دنیا میں جاہلیت کے زمانہ کے لوگ رہا کرتے تھے، وہ ڈرتے تھے کہ اِس وادی میں جنات ہوں گے، شیاطین ہوں گے، وہ ستائیں گے۔ اور تھا بھی ایسا ہی، اسلام کی نورانیت سے پہلے اِن چیزوں کا اثر بھی زیادہ تھا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کی، لیکن دعا کس سے؟ اللہ کا نام تو لیتے تھے مگر ساتھ جس کو شریک مانتے تھے اُس کا نام بھی آجاتا تھا، دعا تو کرتے ہیں، **أَللّٰھُمَّ** سے شروع کرتے ہیں، کہ **أَللّٰھُمِّ** اے اللہ! آگے کہتے کیا ہیں؟ ''**اِنِّیْ أَعُوْذُ بِسَیِّدِ ھٰذَا الْوَادِیْ مِنَ الْجِنِّ**'' اے اللہ! میں اِس وادی کے جناتوں کے سردار کی پناہ چاہتا ہوں، کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں اور حفاظت میں لے لے کہ مجھے کوئی نہ ستائے۔

یہ کہہ کر میں سوگیا۔ تو میں کیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری اونٹنی کی طرف ایک نوجوان چھرا لے کر اُس کو ذبح کرنے کے لئے بڑھ رہا ہے، اور جب وہ میری اونٹنی تک پہنچ گیا تو فوراً میری آنکھ کھلی اور نہایت پریشانی کی حالت میں، میں ڈرتا ہوا اُٹھا۔ دیکھا تو اونٹنی ٹھیک ٹھاک ہے بالکل۔ تھکا ہوا تھا، پھر آنکھ لگ گئی، پھر سوگیا۔ پھر سویا تو پھر یہی خواب کہ پھر وہی نوجوان اُسی طرح چھرا لے کر اونٹنی کی طرف بڑھ رہا ہے اور بالکل اونٹنی کے حلق کے پاس اُس نے چھری رکھ دی، اور پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اب کے جب آنکھ کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اونٹنی کا حال خراب، نہایت پریشان، بے چین۔ کہتے ہیں کہ میں خود بھی پریشانی میں مبتلا ہوگیا۔

پھر دوبارہ تھکاوٹ میں پھر آنکھ لگی تیسری مرتبہ، پھر وہی خواب شروع ہوگیا۔ دیکھا کہ وہی نوجوان چھرا لے کر اونٹنی کی طرف بڑھا تو اِتنے میں ایک بڑے میاں نمودار ہوئے، اور وہ اُس نوجوان کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ ارے بھئی! اِس اونٹنی کو رہنے دو اِس کو مت مارو اور یہ خرگوش ہیں تین اِن تین میں سے کوئی ایک خرگوش تم لے لو۔ اور نوجوان نے وہ خرگوش دیکھے اُن میں سے ایک خرگوش کو اُٹھایا اور چل دیا، وہ نوجوان چلا گیا۔

حضرت رافع فرماتے ہیں کہ پھر وہ بڑے میاں مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ دیکھو! تم کسی وادی میں، تنہا ریگستان میں، تنہائی میں سفر کرو تو یہ جو تم نے دعا پڑھی ''**أَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِسَیِّدِ ھٰذَا الْوَادِیْ مِنَ الْجِنِّ**'' ایسا مت کہا کرو، بلکہ اِس کی جگہ یوں کہو ''**أَللّٰھُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ أَعُوْذُمِنْ شَرِّ ھٰذَا الْوَادِیْ**'' کہ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار! میں اِس وادی کے شر سے

تیری پناہ مانگتا ہوں۔تو کہتے ہیں میں نے اُن سے پوچھا کہ اَللّٰھُمَّ تو میں جانتا ہوں،لیکن یہ رَبَّ مُحَمَّدٍ یہ محمد کون ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں جو نبی اور رسول کی حیثیت سے مبعوث ہوئے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور یہاں اُنہیں نبوت ملی اور آج کل وہاں جو کھجوروں والی جگہ ہے یثرب، وہاں یثرب میں رہتے ہیں۔

حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میری آنکھ کھلی میں نے فوراً سفر شروع کیا مدینہ منورہ کی طرف۔اور جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، ابھی میں بیٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قصہ خود بیان فرمایا کہ اچھا تم فلاں وادی میں ٹھہرے تھے،اور تمہیں وہاں سے کسی نے میرے پاس یہاں آنے کے لئے ہدایت کی اور یہاں کا راستہ بتایا، اللہ تمہارے لئے مبارک کرے، وہ کہتے ہیں میں نے اس پر اسلام قبول کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اِن مبارک ساعتوں کی قدر عطا فرمائے، افطاری کے وقت، زمزم پیتے وقت، تہجد کے وقت، یہ سب مبارک ساعتیں ہیں، اِس میں دل سے مشغول رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل عرض کیا تھا کہ یہ مبارک ساعتیں جارہی ہیں، ایک عشرہ، عشرۂ رحمت تو ختم ہوگیا، قریب الختم، اور اِس طرح پورا رمضان گذر جائے گا، اور کہیں خدانخواستہ ہم اُن محروم القسمت لوگوں میں نہ ہو جائیں کہ جن کے متعلق حدیث میں ہے کہ رمضان کا مہینہ آ کر گذر جائے، پھر بھی اُس کی مغفرت نہ ہو۔ اللہ ہمیں اِس سے بچائے۔

دل سے دعا

اِس لئے عرض کیا تھا کہ اِن اوقات کی حفاظت ہمارے لئے بڑی ضروری ہے۔ اور اِسی پر بتایا تھا کہ جو مبارک ساعتیں ہیں، دعا کی گھڑیاں ہیں، اُس وقت خاص طور پر ہمیں اِس کا اہتمام رہے کہ دل اللہ کی طرف متوجہ ہو، رسمی طور پر نہیں بلکہ حقیقی طور پر، اور اُسی پر کہا تھا کہ افطار کا وقت، کتنی مبارک گھڑی؟ اور اُس وقت میں ہم لوگ زمزم بھی پیتے ہیں، اور زمزم ایسی متبرک چیز ہے کہ اُس کے پینے کے ساتھ دعا قبول ہوتی ہے، اُس کے واقعات بیان کئے تھے۔

ہم دعا صرف "اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ عِلۡماً نَافِعاً وَّرِزۡقاً وَّاسِعاً وَّشِفَاءً مِّنۡ کُلِّ دَاءٍ" پڑھ لیں مگر دل کہیں اور ہو تو یہ دعا نہیں ہوئی، دل مالک کی طرف لگا ہوا ہو، چاہے ظاہری اعضاء ہمارے کسی اور کام میں مشغول ہوں، تو یہ حقیقی مانگنا ہے اور حقیقی دعا ہے۔

دعا کا عجیب انداز

حضرت فضیل بڑے مشہور اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ اُن کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں ایک جگہ کھڑے ہو کر اپنی چھڑی کے ذریعہ نشان بنایا کرتے، نشان بناتے بچوں کی طرح سے لکیر کھینچتے اور یہ کلمہ کہتے اِلٰھِیۡ ! ھٰذَا الۡمَکَان، اِلٰھِیۡ ھٰذَا الۡمَکَان ۔ تو لوگ سوچتے

کہ پتہ نہیں کیا کر رہے ہیں؟ دل میں کوئی شعر پڑھ رہے ہوں گے، کوئی واقعہ اور قصہ اِن کو یاد آ رہا ہوگا۔ دیکھنے والوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟

لیکن جب حج کے دن آئے اور احرام سب نے باندھا اِنہوں نے بھی باندھا، سب گئے منیٰ، یہ بھی گئے، وہاں سے عرفات میں سب پہنچے، یہ بھی حاضر ہوئے، احرام کی حالت میں عرفات کے میدان میں اِن کا انتقال ہوا۔ اور وہاں سے اٹھا کر کے جب مکہ لائے گئے اور اُن کو دفن کیا جارہا تھا اور اُن کے خدام پیچھے رہ گئے تھے، وہ بعد میں پہنچے تو اُنہوں نے دیکھا کہ بالکل وہی جگہ جہاں کھڑے ہو کر وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ **اِلٰهِیْ ! هٰذَا الْمَكَان، اِلٰهِیْ هٰذَا الْمَكَان**، تب پتہ چلا کہ اوہو! یہ تو اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے وہ جگہ مانگ رہے تھے۔

دعا کے لئے نہ اُس طرح بیٹھنے کی ضرورت، نہ کوئی ہیئت بنانے کی ضرورت۔ ایسی چیزیں چھپانے کے لئے ہمارے صوفیاء کرام نے ہم پر بہت احسان کیا ہے، کہ ایسے ایسے طریقے ایجاد کئے کہ دنیا والے سمجھیں کہ یہ دنیا میں لگا ہوا ہے، حالانکہ دل اپنے مولیٰ کے ساتھ لگا ہوا ہو۔

اہل جنت کی تسبیح

کیوں کہ صوفیاء نے جنت والوں کے حالات میں پڑھا کہ "**یُلْهَمُوْنَ التَّسْبِیْحَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ**" کہ جنت میں بھی عبادت جاری رہے گی، وہاں بھی اللہ کا ذکر اور تسبیح جاری رہے گی، کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی طرح سے کوئی مشقت اُٹھانی نہیں پڑے گی جس طرح ٹیپ چلتی ہے تو اِس طرح ہمارا جو سانس چلتا ہے تو اُس کے ساتھ خود بخود تسبیح جاری رہے گی جنتیوں کی۔

دنیا ہی کو جنت بنالیا

صوفیاء کرام نے سوچا کہ ہم دنیا ہی کو جنت بنالیں۔ جو وہاں سانس کے ساتھ تسبیح جاری ہونی ہے اور اللہ کا ذکر کرنا ہے، تو اُس کو دنیا میں جاری کرتے ہیں۔ وہ جو سانس یہ اندر گیا اِس میں وہ

کہتے ہیں ’ اللّٰہ‘ باہر نکلا، سانس کی دو حالتیں ہیں، ایک اندر جاتا ہے ایک باہر، تو اندر جاتا ہے اُس میں ’اللّٰہ ‘ باہر نکلتا ہے اُس میں ’ ھُوَ ‘ کا تصور ہو، جو اندر جارہا ہے اُس میں ’لَا اِلٰہَ‘ باہر نکلتا ہے اُس میں ’اِلَّا ھُوَ‘ کا تصور ہو، اندر جاتا ہے اُس میں ’صَلَّی اللّٰہُ ‘ باہر نکلتا ہے اُس میں ’ عَلَیْکَ ‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے۔

کتنے طریقے اُنہوں نے ایجاد کئے کہ دنیا کو پتہ نہ چلے کہ کس کام میں مشغول ہیں اور حضرت فضیل کی طرح سے کہ وہ لکیر بنا رہے ہیں۔ لوگوں نے سوچا کہ کھیل رہے ہیں۔ جب جنازہ لایا گیا اور وہاں دفن کئے گئے، تب پتہ چلا کہ اوہو! وہ لکیر نہیں بنا رہے تھے، بلکہ اپنے مولیٰ سے لو لگائے ہوئے دعاؤں میں مشغول تھے۔

زمزم پیتے وقت دعا کی قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے، مگر ہمارا حال میں نے عرض کیا تھا کہ زمزم کا گلاس ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کتنی متبرک وہ گھڑی ہوتی ہے کہ اُس وقت ہماری دعا قبول ہوگی، لیکن ہم اُس سے بھی غافل ہیں۔ ہمیں اس وقت اللہ پاک کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اس متبرک گھڑی میں دعاؤں میں مشغول ہونا چاہئے۔

زمزم کی فضیلت

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حج کے لئے پہنچے تو چاہِ زمزم، زمزم کے کنویں پر حاضر ہوئے اور ڈول کھینچا اور اپنے ہاتھ میں لیا اور پڑھنا شروع کیا ” **حدثنا ابن ابی الموالی قال حدثنا محمد بن المنکدر عن جابر عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: مَآءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَہ** “ کہ اِس سند سے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ زمزم جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے وہ مقصد اللہ پورا کریں گے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حرم شریف میں تھا حج کے دنوں میں، قدماء میں سے، اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں، تو وہ فرماتے ہیں کہ پورا حرم انسانوں سے بھرا ہوا ہے اور مجھے پیشاب کی

حاجت ہوئی۔اب میں نے سوچا کہ کسی طرح گذر جائے گی، مگر تقاضا بڑھتا چلا گیا، تقاضا اِتنا زیادہ بڑھ گیا کہ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں میرا مثانہ پھٹ جائے گا اگر میں باہر نہ نکلا۔اور ہزاروں کے مجمع کو پھلانگ کر کے میں جاؤں تو کہاں جاؤں استنجاء کے لئے؟ اب اِتنی بھی مہلت اور اِتنا وقت بھی نہیں تھا کہ میں چل سکوں اور وہاں تک پہنچ سکوں جہاں میں اپنی حاجت پوری کروں۔

اُس وقت یہ حدیث یاد آئی ”مَآءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَه“، کہتے ہیں میں گیا سامنے زمزم کی طرف اور میں نے پیٹ بھر زمزم پی لیا۔ کہتے ہیں اس کے بعد پورے دن کے لئے مجھے استنجاء کے حاجت کی ضرورت نہیں رہی، سارا دن حرم میں گزارا، غرض جس چیز کے لئے پیا جائے ”مَآءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَه“

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث پڑھی سند کے ساتھ اور اُس کے بعد پھر سب کے سامنے بآوازِ بلند زور سے کہا” وَهَا أَنَا أَشْرَبُ مِنْ عَطَشِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ“ دیکھو! یہ میں پی رہا ہوں اِس وقت قیامت کی پیاس بجھانے کے لئے کہ میدان محشر میں ساری مخلوق پیاسی ہوگی، اُس وقت مجھے پیاس نہ لگے، اے اللہ! میں یہ زمزم اِس نیت سے پیتا ہوں کہ میں اُس دن جس دن ساری مخلوق پیاسی ہوگی میں سیراب رہوں۔کوئی کس چیز کا پیاسا ہوتا ہے، اُس دن عرض کیا تھا کہ کسی نے علم مانگ لیا، کسی نے علم حدیث مانگ لیا، کسی نے اونچا مرتبہ مانگ لیا، اِنہوں نے آخرت کی پیاس بجھانے کے لئے زمزم پی لیا۔

علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی دعا

ہمارے یہاں تجوید کے بہت بڑے امام ہیں علامہ جزری، اُن کی کتابیں تجوید میں اب تک داخلِ درس ہیں۔ اِن کے والد کے یہاں اولاد نہیں ہوتی تھی، اِن کے والد کے نکاح کو چالیس برس گذر گئے اولاد نہیں ہوئی، تو حج کے ارادہ سے مکہ مکرمہ پہنچے اور زمزم کے کنویں پر زمزم پیتے

ہوئے اُنہوں نے اللہ سے دعا کی کہ الٰہی ! مجھے نیک صالح اولاد عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور یہ امام جزری چالیس برس کے بعد عطا فرمایا۔ زمزم پیتے وقت جو دعا کی تھی، اولاد مانگی تھی اللہ سے، اللہ نے وہ قبول فرمائی اور یہ علامہ جزری مل گئے، صدیوں سے جن کا نام ہے، اِن کی تالیفات قیامت تک پڑھائی جاتی رہیں گی۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تین دعائیں

خطیب بغدادی بہت بڑے محدث ہیں، بہت بڑے مؤرخ۔ اُنہوں نے جب زمزم پیا تو اُس وقت تین دعائیں کیں، ایک دعا کی کہ اِلٰہی ! یہ میری کتاب تاریخ بغداد جو میں نے یہاں لکھی ہے اور اب حجاز سے بغداد لے جانا چاہتا ہوں، اور وہ کتاب کئی سواریوں پر لادی ہوئی، اور وہاں یہ خطرہ ہوتا تھا کہ کہیں راستہ میں بارش آگئی تو ساری کتابیں ختم۔ اِس زمانہ کی طرح نہ پلاسٹک تھا، نہ حفاظت کے اور طریقے تھے، یا اور کوئی حادثہ ہوگیا، یا کوئی سواری، کوئی اونٹ مر گیا تو اُس کو اٹھا کر کون لے جائے گا؟

اُنہوں نے اللہ پاک سے دعا کی کہ اِلٰہی ! یہ کتاب میں نے یہاں مکمل کر لی ہے، اب میں اِس کو یہاں سے لے کر بغداد جا رہا ہوں اور بغداد والے اس تاریخ کے مشتاق ہوں گے۔ اِس لئے میں اُن کو بغداد کی تاریخ پہنچانا چاہتا ہوں اور میں اُن کو سنانا چاہتا ہوں۔ یا اللہ ! میری یہ کتاب خیریت سے وہاں پہنچ جائے اور میں اہل بغداد کو بھی یہ کتاب سناؤں۔

دوسری تمنا یہ کی کہ یا اللہ ! میں بغداد میں مرنا چاہتا ہوں۔

تیسری دعا کی کہ، بغداد میں کیوں مرنا چاہتے ہیں؟ کہ یا اللہ ! مجھے بشر حافی کا پڑوس نصیب فرما کہ جب میری قبر بنے تو حضرت بشر حافی کے پڑوس میں بنے۔

وَاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْن

حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کو گرمی کی وجہ سے اُن کا خادم پنکھا جھل رہا ہے، تو یہ ہاتھ کے پنکھے وہاں نہیں ہوتے، وہ چھت میں بہت بڑا ایک کپڑ الحاف کی طرح سے لٹکا ہوا ہوتا تھا، تو ایک آدمی ادھر سے اُس کو کھینچتا ہے، تو وہ پورا لحاف اِس طرح چلتا ہے کہ ایک طرف سے دوسری طرف جاتا ہے اور اس کی ہوا سے بڑا مجمع فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

حضرت نانوتوی کو جو پنکھا جھل رہے تھے تو پنکھا جھلتے ہوئے اُنہوں نے پوچھا کہ حضرت! کسی اللہ والے کے پڑوس میں دفن ہونے سے فائدہ ہوسکتا ہے؟ جب کہ جگہ جگہ قرآن اور حدیث میں یہ کہا گیا کہ ہرایک کے لئے اُس کے عمل ہیں 'لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی' ہرایک اپنے عمل کا ذمہ دار ہے، تو کسی کے پڑوس میں دفن ہونے سے کیا فائدہ ہوگا؟

حضرت نے سائل سے پوچھا کہ تم پنکھا کس کو جھل رہے ہو؟ کس کے لئے تم پنکھا جھل رہے ہو؟ خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے لئے۔ فرمایا کہ یہ دوسروں کو ہوا پہنچ رہی ہے؟ فوراً کہنے لگے ہاں، اب بات سمجھ میں آ گئی۔

اس طرح قبرستان میں اللہ کا کوئی نیک بندہ، اللہ کا کوئی ولی دفن ہے، اور اللہ کی رحمت اللہ کے ولی پر نازل ہوتی ہے، تو اطراف کی قبروں والے سب اُس سے فیض یاب ہوتے ہیں، اِس لئے اُنہوں نے دعا کی کہ یا اللہ! میں بشر حافی کا پڑوس چاہتا ہوں۔ تین دعائیں مانگیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کی تینوں دعائیں قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مبارک ساعتوں کی قدر نصیب فرمائے، مبارک چیزوں کی قدر نصیب فرمائے۔

زمزم کی فضیلت سے متعلق سینکڑوں واقعات ہیں، جو آپ دعا کریں گے وہ ساری دعائیں بھی آپ کی قبول ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن اوقات کی قدر نصیب فرمائے، اپنا قرب نصیب فرمائے، اپنی معرفت نصیب فرمائے، زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کی توفیق دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مضمون پہلے دن یہ شروع کیا تھا کہ ٹائم ٹیبل اور چاند جیسے دینی مسائل آپس کے جھگڑے کی وجہ نہیں بننا چاہئے، اِس کی ہمارے یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے، اِس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اختلاف مذہب کے باوجود، کہ چاروں مذاہب الگ الگ ہیں مگر سب ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔

حرمین میں نمازِ عصر

ہم لوگ جاتے ہیں حرمین، دیکھئے کہ ہمارے یہاں تو ابھی ظہر کا وقت ہوتا ہے اور وہاں ہم مثلِ اول پر مغرب سے ساڑھے تین گھنٹے پہلے عصر کی نماز پڑھ لیتے ہیں، گھر پر کبھی نہیں پڑھتے۔ یہ اُن کے مذہب کے احترام کی بنا پر ہے، اور یہ عملی طور پر ہم ثابت کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ چاروں مذاہب درست اور صحیح ہیں، اور اِسی لئے ہم اپنے وقت سے پہلے اُن کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اور بتایا تھا کہ اِن چار مذاہب کے سوا کسی پانچویں کی گنجائش نہیں ہے۔ اور علامہ عبدالوہاب شعرانی کا حوالہ دیا تھا کہ اُنہوں نے لکھا کہ ۲۰۰ھ کے ختم پر چاروں مذاہب پر اجماع ہو چکا تھا اور یہ چار مذاہب اخیر تک رہیں گے۔ پھر اُن کے حالات میں بتایا تھا کہ شیخ امین الدین عمری کے پیچھے اُنہوں نے مغرب کی نماز پڑھی اور اُن کے دل کی آنکھیں روشن ہو گئیں، اور آپ نباتات، جمادات، حیوانات، چرند پرند کی تسبیح سننے لگے، جناتوں کے ساتھ ربط ہونے لگا، اُن کو فتاویٰ دینے لگے، اُن کو تعلیم دینے لگے۔

ائمہ اربعہ کے قبے

اِسی میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنت دیکھی، اور جنت میں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ

وسلم کا سب سے بڑا قبہ دیکھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبہ کے برابر میں اِن چاروں ائمہ کے قبے دیکھے، بالکل ساتھ۔ اُنہوں نے جو دیکھا اُسی کے مطابق نقشے بنائے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبہ کے پہلو میں سب سے پہلے قبہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا، اُس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا، اُس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا، پھر امام احمد ابن حنبل کا ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اور تصویری شکل میں نقشہ بنا کر بتایا کہ یہ میں نے دیکھا ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی توضیح اور تشریح کے لئے یہی چار مذاہب چلیں گے، کسی پانچویں کی گنجائش نہیں۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اور تقلید

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پہلے آپ کو سنائے، کتنے بڑے عالم۔ خود علامہ عبدالوہاب شعرانی نے اپنے متعلق کتابیں گنوائی ہیں کہ یہ کتاب میں نے باقاعدہ اساتذہ کے سامنے دس دفعہ پڑھی، یا بیس دفعہ پڑھی، اور یہ کتاب اپنے طور پر اتنی مرتبہ مطالعہ کی۔

چنانچہ جلالین کے متعلق لکھا ہے کہ میں نے اس کا تیس دفعہ بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ اور اس کے علاوہ کتنی ساری تفسیر کی کتابیں انہوں نے گنوائیں۔ اور خود انہوں نے تقریباً ایک سو سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں، ایک کتاب دس جزء کی جناتوں کے لئے لکھی۔

اور خود وہ فرماتے ہیں کہ چاروں مذاہب کی کتابیں میں نے پڑھی ہیں، اور خود چاروں مذاہب کے بڑے بڑے علماء سے پڑھیں۔ یہ نہیں کہ ایک کتاب خرید لی اور خود مطالعہ کر لیا۔

بلکہ ہر مذہب کی کتاب خود اسی مذہب کے عالم سے پڑھی، جس طرح حنفی مذہب کی کتابیں پڑھنے کے لئے حنفی مدرسہ میں طلبہ کو داخل کرایا جاتا ہے، شافعی مذہب کے لئے اُن کے مدارس میں۔ اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ میں نے فلاں فلاں کتاب فلاں حنفی عالم سے پڑھی، فلاں مالکی مذہب کی کتاب فلاں مالکی عالم سے پڑھی۔

اور اُس کے بعد وہ فرماتے ہیں، اُس دن بھی اُن کا مقولہ نقل کیا تھا کہ جب میں اِن مذاہب کو بیان کرتا اور ہر مذہب کے دلائل بیان کرتا تو جس مذہب کا میں وکیل بن کر اُس کے دلائل بیان کرتا تو سننے والا یقینی طور پر یہ سمجھتا کہ یہ شخص حنفی ہے، حالانکہ وہ اپنے متعلق صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ میں شافعی ہوں، لیکن اُن کا مطالعہ اِس قدر وسیع۔ لیکن اُنہوں نے کبھی یہ وہم اور خیال نہیں کیا کہ مجھے خود بھی مجتہد بننا چاہئے، یا مجھے کسی کی تقلید اور پیروی نہیں کرنی چاہئے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے بزرگوں میں سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عام طور پر ہر مذہب کے اپنے اپنے فقہاء ہوتے ہیں جو اُن کے اپنے مذہب کے مطابق فتویٰ دے سکتے ہیں اور اُنہیں اِس میں دَرک حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے امامِ ربانی حضرت گنگوہی قدس سرہٗ چاروں مذاہب کے فقیہ تھے۔ جتنا اُنہیں عبور تھا حنفی مذہب پر، اُتنا ہی عبور اُنہیں بقیہ تینوں مذاہب پر بھی تھا اُن کے دلائل سمیت، لیکن اُس کے باوجود وہ جو اپنا نام لکھتے ہیں تو **رشید احمد الگنگوھی وطناً والحنفی مذھباً**، صاف، تصریح کے ساتھ، کہ میں مقلد ہوں، حنفی ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی، حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال ہے حالانکہ چلتا پھرتا کتب خانہ تھے، لیکن اُن سب نے یہی سمجھا کہ ہمارے لئے تقلید واجب اور ضروری ہے۔ اِسی لئے بہت پہلے، صدیوں پہلے جو بڑے بڑے علماء ، علامہ شعرانی سے بھی پہلے جو بڑے بڑے علماء ہوئے انہوں نے تقلید اختیار کی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ کون؟

خود اِن ائمہ کے شاگردوں میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو شاگرد تھے جو اُن کی مسند پر بیٹھنے کے اہل قرار دیئے گئے تھے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اُن کی مسند پر

کون بیٹھے گا؟ ہمارے دارالعلوم والوں نے سوچا نہیں، مگر ٹائمس والوں نے سوچنا شروع کردیا کہ یہ کب مرے گا اور اِس کی جگہ کون بیٹھے گا؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں لوگ سوچتے تھے، اُن کی نگاہ میں دو نام ہوتے تھے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے منصب پر، آپ کی مسند پر بیٹھ کر کون درس دے گا؟ اُن کے شاگردوں میں بویطی، اُن کے مشہور ایک شاگرد کو شمار کیا جاتا تھا، اِن کا نام لیا جاتا تھا، اور دوسرے ایک شاگرد تھے ابن عبدالحکم۔ اِن دو کے متعلق انگلیاں اُٹھتی تھیں کہ یہ آپ کے خلیفہ ہوں گے اور آپ کی مسند پر بیٹھیں گے اور درس دیں گے۔ لیکن آپ کی وفات سے پہلے خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس جھگڑے کو ختم کردیا اور علالت کے آخری ایام میں، بیماری کے آخری ایام میں اپنی جگہ بویطی کو بٹھا دیا، اور وہ درس دینے لگے اور آپ کی وفات کے بعد بھی وہ درس دیتے رہے۔

ابن عبدالحکم پہلے مالکی تھے پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی

اتنے بڑے امام کی جگہ پر درس دینے کے قابل جن کو سمجھا گیا ابن عبدالحکم، اُن کے متعلق لکھا ہے کہ یہ خود پہلے مالکی تھے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ معظّمہ سے مصر تشریف لائے تو اُنہوں نے جب دیکھا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو تو اُنہوں نے پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی۔

ایک مذہب کو چھوڑا جا سکتا ہے، مگر اُس کو چھوڑ کر کے عدمِ تقلید کی کوئی گنجائش نہیں، چاروں اماموں میں سے کسی ایک کو اُنہوں نے پھر اپنایا۔ چنانچہ ابن عبدالحکم کا پہلے مالکی مذہب تھا، پھر شافعی مذہب اختیار کیا۔ اِسی طرح بعض اِس کے برعکس بھی ہیں۔

تبدیلئ مذہب کی مثالیں

مثلاً علامہ عبدالعزیز خزاعی، یہ شوافع کے بڑے علماء میں سے سمجھے جاتے ہیں۔ اُنہوں نے دلائل کی روشنی میں شافعی مذہب ترک کر کے پھر مالکی مذہب اختیار کیا۔ خود ہمارے یہاں حنفی

مذہب کے بہت بڑے امام سمجھے جاتے ہیں صاحب معانی الآثار علامہ طحاوی۔ امام طحاوی یہ پہلے خود شافعی تھے، اور اُس کے بعد جیسے جیسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اور اُنہوں نے دلائل کی کتابیں مطالعہ کی، اُس کی روشنی میں اُنہوں نے پھر اپنا شافعی مسلک ترک کر کے حنفی مذہب اختیار کیا، وہ اپنے آپ کو صراحت کے ساتھ حنفی لکھتے ہیں۔

اب یہ اِتنے بڑے امام کہ اِتنی صدیوں سے اُن کی کتاب درس میں حنفی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، اُنہوں نے یہ نہیں سوچا کہ میں خود امام ہوں، اور میرے لئے کسی کی تقلید ضروری نہیں، بلکہ پہلے وہ شافعی مسلک رکھتے تھے اور بعد میں اُنہوں نے حنفی مذہب اختیار کیا۔

یہ تمام ائمہ جنہوں نے مذہب تبدیل کیا تو یہ عملی طور پر دلیل ہے بہت بڑی ہمارے لئے کہ تبدیلِ مذہب کی تو گنجائش ہے، مگر یہ بھی صرف اُن کے لئے، ہم جیسوں کے لئے نہیں، ایسے علماء کے لئے جو چاروں مذاہب کا علم رکھتے ہوں اور اتنا علم رکھتے ہوں کہ وہ موازنہ کر سکیں اور پھر جس مذہب کے دلائل پر ان کو زیادہ اطمینان ہو اس کو اختیار کریں اور اس کے مطابق عقیدہ رکھیں، اُنہوں نے اپنے عمل کے ذریعہ یہ اُمت کو سبق دیا کہ کسی نہ کسی امام کا اِن چاروں میں سے انتخاب ضروری ہے۔

ابوسعید بردعی بغداد میں

حنفی فقہاء میں سے ایک بہت بڑے فقیہ ہیں ابوسعید بردعی۔ یہ سفر کرتے ہوئے بغداد پہنچے، ان کی منزل تو کہیں اور تھی حجاز کی طرف، یا شام کی طرف سفر کا ارادہ ہوگا، مگر راستہ میں گزرتے ہوئے بغداد پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ داؤد ظاہری کا درس ہو رہا ہے، درس میں بیٹھ گئے، حلقہ لگا ہوا تھا، یہ بھی حلقہ میں بیٹھ گئے، درس سننے لگے۔ اِتنے میں ایک حنفی عالم تھے انہوں نے داؤد ظاہری سے کوئی اشکال کیا اور داؤد ظاہری جو خود ظاہری مسلک رکھتے تھے، ترک تقلید کے قائل تھے، غیر مقلد تھے، اُنہوں نے اُن حنفی عالم کو دلائل کے ذریعہ چپ کر دیا اور وہ بیچارے

جواب نہیں دے سکے۔

ابوسعید بردعی فرماتے ہیں کہ مجھے بڑا رنج اور افسوس ہوا۔ میں آگے بڑھا اور میں نے اُس حنفی عالم کی جگہ بیٹھ کر اُن کی طرف سے داؤد ظاہری کو ایک سوال کیا کہ اچھا! آپ کا امّ ولد کے بارے میں کیا خیال ہے؟ مسئلہ یہی چل رہا تھا، امّ ولد کی بیع کا۔ خیر یہ بھی ایک لمبی بحث ہے۔ حنفی عالم جو اشکال کر رہے تھے، ان کو تو داؤد ظاہری نے چپ کر دیا، لیکن جب میں نے سوالات کی بوچھاڑ کی تو اب وہ داؤد ظاہری چپ۔ میرے سوالات کا جواب نہیں دے سکے۔ پھر میں نے وہاں کے حالات کا جائزہ لیا، اور میں نے سوچا کہ حجازِ مقدس اور حرمین جانا بھی بہت بڑی عبادت ہے، وہاں مجھے ضرور جانا چاہئے، ارضِ مقدسہ اور شام کا سفر بھی ضرور کرنا چاہئے، بہت بڑی عبادت ہے، لیکن اُس سے بڑی عبادت اِس فتنہ کا استیصال ہے، ساری عمر کے لئے وہاں ٹھہر گئے۔

یہاں تک کہ لکھا ہے کہ جب اُنہوں نے وہاں قیام کرلیا اور درس دینا شروع کیا تو داؤد ظاہری اور غیر مقلدوں کا مذہب ختم ہونے لگا۔ آہستہ آہستہ اُنہیں اپنے نیچے سے زمین سرکتی ہوئی معلوم ہونے لگی، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دفعہ ابوسعید بردعی سوئے ہوئے تھے، تو کیا خواب دیکھتے ہیں؟ کہ خواب میں کوئی کہنے والا اِن کو کہتا ہے ﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾ جو جھاگ ہوتا ہے وہ خشک ہو کر اُڑ جاتا ہے اور جو انسانوں کے لئے نفع مند ہے اسے ہی زمین میں ٹھہراؤ ملتا ہے۔

صدر ضیاء الحق کے حادثہ کا خواب

صدر ضیاء الحق کا حادثہ ہوا تھا ہوائی جہاز کا، وہ دینی ذہن رکھنے والا انسان تھا، اس لئے افسوس ہوا کہ اچھا آدمی تھا، دینی ذہن تھا اُس کا، کیا ہوا ہوگا؟ کس نے مارا ہوگا؟ یا کوئی واقعی ایکسڈنٹ یا حادثہ ہے؟ یا کوئی سازش؟ اس دوران میں نے خواب دیکھا جس طرح میں آپ کے سامنے اِس وقت بول رہا ہوں اِس طرح کسی نے کھڑے ہو کر جیسے تقریر کرتے ہیں اُس انداز میں پڑھنا

شروع کیا﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ o وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ o وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴾ وہاں شاہد بھی کوئی ہوگا، اور مشہود کیپٹن تھا۔ اور آگے ﴿ قُتِلَ أَصْحٰبُ الْأُخْدُوْدِ ﴾ کہ جو جہاز میں شہید ہوئے ہیں اُنہیں وہ مرتبہ ملا جو اصحاب اخدود کے شہداء کو دیا گیا، جن کا اس سورت میں تذکرہ ہے کہ جن کو زندہ آگ میں جلایا گیا تھا، صرف اِس بنا پر ﴿ اِلَّا أَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴾ کہ وہ ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اِس کی سزا کے طور پر اُنہیں زندہ جلایا گیا، یہ جو مرتبہ اُن اصحابِ اخدود کے شہداء کو دیا گیا وہ اِس جہاز کے شہداء کو دیا گیا، پھر آگے کیا ہوگا؟ اُس کا ذکر بعد والی آیتوں میں ہے۔

حادثہ میں قرآن مجید سالم رہا

اور اخیر میں ارشاد فرمایا﴿ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ o فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴾ کہتے ہیں کہ جہاز میں جتنے انسان تھے سب جل کر خاک ہوگئے۔ اُن کی شکلیں نہیں پہچانی جاتی تھیں، اُن کی سب چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں بچی۔ ایک چیز اگر بچی ہے تو کہتے ہیں جنرل ضیاء کی جیب میں ہمیشہ قرآن شریف رہتا تھا، وہ قرآن شریف صحیح سالم رہ گیا، تو اخیر میں اِس کی طرف اشارہ اِس سورت میں اُس کہنے والے نے کیا۔﴿ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ o فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴾

ابوسعید بردعی کا خواب

اِسی طرح ابوسعید بردعی کو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا کہ ﴿ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً o وَأَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْأَرْضِ ﴾ بس یہ آیت کسی نے سنائی اور یہ سوچنے لگے کہ اِس آیت کے کیا معنی ہوں گے؟ اور اِس سے مراد کیا ہوسکتا ہے؟

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی اپنا خواب بتاتے ہیں کہ یہ خواب دیکھا تو کہنا پڑتا ہے کہ ذرا سوچ کر جواب دیں گے۔ اور اگر کوئی خواب اپنے متعلق ہوتا ہے تو ایک یا دو یا تین دن میں اکثر ستّر اسّی فیصد معلوم ہوجاتا ہے کہ خواب سے اِس واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا اور اُٹھنے کے بعد میں ابھی سوچ رہا تھا کہ اِتنے میں کسی نے دروازہ بجایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو کسی نے کہا کہ داؤد ظاہری کا انتقال ہوگیا۔ اِس آیت میں یہ کہا ﴿ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ﴾ کہ جو جھاگ ہے وہ تو خشک ہوکر اُڑ جاتا ہے، چلا جاتا ہے، نہیں رہتا، ﴿ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ﴾ کہ جس سے لوگوں کو دینی نفع ہے، آخرت کا نفع ہے، جن کا وجود انسانوں کے لئے نافع ہے، وہ باقی رہ جاتے ہیں۔ اِن کے متعلق بشارت تھی کہ وہ جن کی وجہ سے فتنہ پھیلا ہوا ہے غیر مقلدیت کا بغداد میں، داؤد ظاہری، اِن کے جانے کا وقت آ گیا ہے۔ وہ چلے جائیں گے اور وہاں تو ظاہریت اُس وقت سے ختم ہوچکی تھی اور اب تک وہاں الحمدللہ حنفیت رائج ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دین پر باقی رکھے، ہمارے ائمہ کے عقیدہ پر ہمیں باقی رکھے، اِن کے عقیدہ پر ہمیں زندگی نصیب فرمائے، اِسی عقیدہ پر ہمیں موت دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ عبدالوہاب شعرانی کو جو روحانی دولت ملی تو اُس روحانی دولت کے نتیجہ میں وہ فرماتے ہیں کہ میں تین ساعت میں پوری دنیا کا طواف کرلیتا، سارے ملک شہر گنوائے۔ اور جمادات، نباتات، تمام حیوانات کی تسبیح میں سنتا اور سمجھتا۔ اُس دن میں نے یہ اشکال بھی بتادیا تھا کہ کچھ لوگ سوچیں گے کہ اُنہوں نے کہہ دیا اور تم نے مان لیا، یہ کیسے ہوگا؟

مختصر وقت میں ختم قرآن

اِسی طرح کا اشکال حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا گیا کہ بہت کم وقت میں اِن مشائخ کے متعلق آتا ہے کہ وہ دن رات میں چھ چھ قرآن شریف پڑھتے تھے۔ اور یہ ایشیاء میں ہیں اور وہاں حرمین جاکر، مکہ اور مدینہ، بیت المقدس پہنچ گئے، اور واپس آگئے۔ وہاں کا حال بھی بتاتے ہیں، تو یہ کیسے؟ حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے لئے ایک شکل تو یہ تھی کہ اِس کا جواب حضرت اپنی تقریر کے ذریعہ بھی دے سکتے تھے۔

مجھے چار چیزوں میں شرح صدر حاصل ہے

کہ حضرت حاجی صاحب ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے چار امور میں شرح صدر حاصل ہے، حالانکہ وہ چاروں امور بڑے سخت ترین ہیں، مشکل ترین ہیں، مسئلۂ قدر، مسئلۂ تقدیر کہ اُس میں لوگ اُلجھ کر رہ جاتے ہیں، **اَلْاِکْسِیْرُ فِیْ اِثْبَاتِ التَّقْدِیْر** رسالہ بھی حضرت نے چھپوایا تھا حضرت عطاء سکندری کا، اور خود حضرت نے بھی اِس پر ایک تحریر بہت مفصل لکھوائی تھی۔ ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے مسئلۂ تقدیر پر ایک تصنیف فرمائی ہے۔ یہ مسئلہ قدر مشکل ترین مسائل میں سے سمجھا جاتا ہے کہ جس کا سمجھنا اور سمجھانا مشکل ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے اِس

مسئلہ میں شرح صدر حاصل ہے۔

دوسرا ایک صوفیاء کی اصطلاح میں وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود۔ ایک دفعہ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی یوسف! تم کس چیز کے قائل ہو، وحدۃ الوجود کے یا وحدۃ الشہود کے؟ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں مجھے شرحِ صدر حاصل ہے۔ وہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے، جو ابن عربی کا مسلک ہے۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

اور تیسرا مسئلہ مشاجرات صحابہ۔ ابتدائی تاریخ سے لے کر آج تک سینکڑوں گمراہ ہوئے اِس مسئلہ کی وجہ سے کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پارٹ لیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخیاں شروع کردی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخیاں شروع کردی۔ کسی نے خلافت وملوکیت لکھ ماری۔

ایک کلمہ اِس جماعت صحابہ کے کسی فرد کے متعلق زبان سے نکل جانا اپنی عاقبت خراب کرنے کے لئے کافی ہے۔ تو کہاں اِتنی جرأت کہ پوری کتاب کی کتاب لکھ ماری، کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، اور کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، کتنے سارے صحابہ کرام گستاخانہ قلم کا نشانہ بنے۔ اور کسی نے اِس طرف کا پارٹ لیا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور اپنے کو ان کا حامی اور ناصر بتایا، اُس نے پھر اہلِ بیت کی شان میں گستاخیاں شروع کردیں، اُس نے بھی اپنی عاقبت خراب کی۔

حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اِس مسئلہ میں بھی شرح صدر حاصل ہے اور کیسے؟ یہ اُس دن بتایا تھا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ مجھے اِس مسئلہ میں کبھی تأمل نہیں ہوا، ادنیٰ سا بھی تأمل نہیں، بلکہ یہ اختلاف ہونا ہی چاہئے تھا۔ جنگِ جمل میں، جنگِ صفین

میں جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین لڑائی ہوئی۔ یہ نہ ہوتے تو عملی طور پر جو قرآن کا دعویٰ ہے ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾، یہ دعویٰ غلط ہو جاتا۔ انسانیت کل قیامت میں خدا کے دربار میں یہ کہہ سکتی تھی کہ شریعت تو ہمیں دی گئی مگر ناقص، عملی طور پر تو اُس کی تکمیل نہیں کی گئی۔

جن چیزوں کی تکمیل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ سلم کی ذات عالی سے خود ہو سکتی تھی وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرائی گئی، حالانکہ وہ چیزیں بھی سمجھ میں نہیں آتیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر کی نماز کے وقت کئی سو صحابہ کے لشکر کے ساتھ سوتے رہ جانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر کس طرح قضا ہو گئی؟

اب کتنے ہزاروں اولیاء اللہ ہیں کہ جن کے متعلق ہے کہ وہ ساری رات کبھی سوئے نہیں، ساری عمر میں کبھی کوئی تہجد قضا نہیں ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر کی نماز قضا ہو گئی، کیا تہجد کا ذکر؟ یہ تکمیلِ شریعت کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا گیا تکوینی طور پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے سامنے عملی نمونہ پیش فرمائیں کہ اگر کسی کی نماز اِس طرح قضا ہو تو اُسے کیا کرنا چاہئے؟ آگے جو چیزیں نبی کی شان کے خلاف تھیں تو اُس کے لئے صحابہ کرام کو استعمال کیا گیا، تکوینی طور پر خدائی قدرت نے اُن کو استعمال کیا، ورنہ جس طرح میں نے بتایا کہ ہزارہا اللہ کے نیک بندے کہ جن کی کبھی تہجد فوت نہیں ہوئی۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جیسے ہمارے مظاہر علوم کے ناظم صاحب حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ الحمدللہ! میں نے کبھی کوئی گناہ دانستہ نہیں کیا۔ کتنی بڑی بات ہے، خدام کی بصیرت کے لئے ایک عملی نمونہ پیش کر گئے۔ واقعی ہم اُن کی زندگی فرشتوں والی زندگی دیکھتے تھے۔

حضرت شیخ کے متعلق ایک خواب

حضرت مولانا منور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ خواب دیکھا، ہمارے سامنے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے بیان کیا کہ فرشتہ کے پاس ایک رجسٹر، ایک کتاب تھی، حضرت مولانا منور حسین صاحب نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو فرشتہ کہتا ہے کہ یہ (حضرت شیخ کی طرف اشارہ کرکے) یہ اِن کا نامۂ اعمال ہے، تو مولانا منور حسین صاحب کہنے لگے ذرا میں دیکھ سکتا ہوں؟ وہ فرشتہ کہنے لگا اِس میں کوئی ایک گناہ لکھا ہوا نہیں ہے۔ اِس کو کیا دیکھو گے؟

صحابہ کا حال کیا ہوگا؟

جب اللہ کے نیک بندوں کا یہ حال کہ اُن سے گناہ سرزد نہیں ہوئے یا ہوئے تو معاف کرالئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت، تو اُن سے گناہ، اور گناہوں میں بھی کبائر کا ارتکاب، چوری، زنا، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کیمیا اثر نظر کی برکت سے اُن میں وہ قوت پیدا ہو جاتی تھی کہ وہ کر ہی نہیں سکتے، ملکوتیت بھر دی جاتی تھی۔

اِسی لئے صحابہ کے متعلق ہے "اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ" سارے کے سارے عادل، اُن کے متعلق، کسی کے متعلق ایک کلمہ کی گنجائش نہیں ہے کسی بھی جگہ۔ تو اُن سے زنا بھی ہوا، سرقہ یعنی چوری بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قضیہ پیش ہوا، اور ہاتھ کاٹا گیا۔ جب کسی نے کوئی کلمہ کہہ دیا اُن کی شان کے خلاف کہ اوہو! اِتنی سی چیز کی خاطر ایسی اِتنی بڑی سزا بھگتنی پڑی اُن کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چپ رہو! اِن کی توبہ ایسی ہے کہ سارے اہل مدینہ کو کافی ہو جائے۔

تکوینی طور پر چوک کرائی گئی

کیونکہ یہ تو ایک تکوینی طور پر اُن سے چوک کرائی گئی، جیسے اِس دنیا کو بسانے کے لئے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے چوک ہوئی، اِسی طرح ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں زنا کے اقرار کی پاداش میں سنگسار کیا گیا، اِتنا بڑا جرم صحابی کیسے کرسکتا ہے؟ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ یہاں پہنچ کر شعر پڑھتے تھے ۔

تو مشقِ ناز کن، خونِ دو عالم میری گردن پر

یہ صحابہ کرام کی جماعت کہتی تھی کہ یا رسول اللہ! اے خدا! اپنی شریعت کی آپ ہم سے تکمیل کروالیں، چاہے ہمارے اعضاء کٹیں، چاہے ہمیں سنگسار ہونا پڑے، یہ تکوینی طور پر اُنہیں استعمال کیا گیا۔ اور ایک ایک قصہ ہوا، اور الحمدللہ! شریعت مکمل ہوگئی، لیکن ابھی بھی ایک باب تشنہ رہ گیا تھا، ناقص رہ گیا تھا۔

جنگِ جمل ، جنگِ صفین

وہ یہ تھا کہ اگر اسلامی حکومت ہو، خلافت ہو، اور اُس میں اِنتشار ہو، بغاوت ہو، دو پارٹیاں ہوجائیں خلیفہ کے خلاف، اُن کے ساتھ ایک جماعت، اُن کے خلاف ایک جماعت، تو اُس میں کیا حکم ہے؟ اُس میں جو لڑیں گے، مریں گے، وہ شہید ہوں گے یا فی النار کہلائیں گے؟ جو اُن میں سے غالب آجائے اور مقابل فوج کے جو آدمی پکڑے جائیں وہ غلام باندی کہلائیں گے یا آزاد رہیں گے؟

اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں یہ صورت پیدا ہوجاتی اور جو بھی اُٹھ کر ایک کلمہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہتا وہ فوراً مرتد اور کافر بن جاتا، تو یہ باب جو شریعت کا ناقص تھا یہ مکمل کرایا گیا جنگِ جمل اور جنگِ صفین کے ذریعہ۔

وہاں صحابہ کرام کے عمل نے بتایا کہ یہ مسلمانوں کی آپس کی لڑائی ہے، اِس میں جو حضرت

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں وہ بھی حق کے متلاشی تھے،لیکن حق کو وہ چوک گئے، یہ مجتہدِ مخطی ہیں۔ اُن سے اجتہاد میں خطا واقع ہوئی، چوک واقع ہوئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجتہدِ مصیب ہیں، اُنہوں نے حق کو پالیا۔ اِس لئے دونوں اپنی جگہ صحیح ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ مجتہد مصیب ہیں، اُن کو دو اجر آخرت میں ملیں گے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اِس جنگ کی وجہ سے، لڑائی کی وجہ سے سزا کے بدلہ میں اِن کو اجر ملے گا۔ اور اجر دو نہیں ملیں گے اِس لئے کہ وہ مجتہدِ مخطی ہیں، اُن سے اِس میں خطا واقع ہوئی، اُن کو ایک اجر ملے گا۔

اِسی طرح جب جنگ ہو رہی تھی، آدمی پکڑے جا رہے تھے، اُس وقت اُنہوں نے اعلان کیا کہ عام جنگوں کی طرح اِن کا مال مالِ غنیمت نہیں کہلائے گا، جو پکڑے جائیں گے وہ غلام اور باندی شمار نہیں ہوں گے آزاد ہوں گے۔ اُن کو آزاد چھوڑ دینا واجب اور ضروری۔ یہ ساری شریعت کی تکمیل اِن جنگوں کے ذریعہ ہوئی۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اِس میں کبھی ادنیٰ سا تأمل بھی نہیں ہوا، مشاجرات صحابہ کے بارے میں، مجھے بالکل اِس میں شرح صدر ہے۔

اِسی طرح حضرت نے فرمایا کہ چوتھا مسئلہ ہے روح، روح کے مسئلہ میں بھی مجھے ہمیشہ بالکل شرح صدر رہا۔ روح، مشاجرات صحابہ، وحدۃ الوجود اور مسئلۂ تقدیر، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اِن چاروں مسائل میں ہمیشہ شرح صدر رہا۔ اِس طرح تقریر کر کے بھی حضرت حاجی صاحب سمجھا سکتے تھے اِس مسئلہ کو کہ یہ مشائخ چھ چھ ختم کیسے کر لیتے ہوں گے اور عصر ہند اور مغرب مکہ میں اور عشاء مدینہ میں کیسے پڑھ لیتے ہیں؟ مگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبانی اور تقریر کے بجائے عملی طور پر ہی اِس مسئلہ کو حل کر دکھایا۔ اب ان شاء اللہ کل اِس کے متعلق بتائیں گے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک سوال اور اس کا جواب

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے خادم نے سوال کیا تھا کہ بزرگوں کے واقعات میں یہ ملتا ہے کہ ابھی ہندوستان میں ہیں، اور عصر کی نماز ہندوستان میں پڑھی، پھر مغرب میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے، عشاء مدینہ شریف میں پڑھی۔ میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت نے زبانی تقریر کے بجائے سکوت فرمایا اور اُسے عملی جواب دیا۔

روح کے متعلق سوال

اگر حضرت اُس پر تقریر فرماتے تو جس طرح کل میں نے کچھ عرض کیا، اس طرح ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ﴾ کی تفسیر فرماتے۔

ہر مفسر نے اپنی بساط کے مطابق جیسا ان کا ذوق ہے اس کے حل کی کوشش کی ہے۔ کسی نے فلاسفہ کے طرز پر، کسی نے روحانی طرز پر اِس آیت کو حل کرنے کی کوشش کی۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال کیے گئے تھے۔

ایک مخصوص شخص کے متعلق، ایک سوال کہ وہ کون؟ کدھر کا رہنے والا؟

اور ایک مخصوص جماعت کے متعلق

اور ایک سوال ہر انسان کے متعلق۔

مخصوص شخص کہ ﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ﴾ کہ وہ بادشاہ کون کہ جس نے ساری دنیا چھان ماری اور ساری دنیا پر غلبہ حاصل کیا، اور ساری دنیا کا سفر کیا۔

اور مخصوص جماعت کہ وہ کچھ لوگ تھے جو گم ہو گئے، پھر صدیوں کے بعد پھر وہ مل گئے، تو وہ جماعت کون ہے؟ یہ اصحابِ کہف کے متعلق سوال تھا۔

اور تیسرا ہر انسان کے متعلق کہ ﴿ وَيَسْـئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ﴾ کہ انسان یہ کس چیز کا نام ہے؟ کیوں؟ کہ ایک شخص ہے جس سے ہر انسان پیار کرتا تھا، ابھی یہاں سب نے دیکھا، لیکن جب اُس کی روح پرواز کر گئی، مر گیا، اُسی کو لے جا کر کے منوں مٹی کے نیچے دبا دیتے ہیں۔ اگر انسان یہی ہے تو اِس کو کیوں سب نے لے جا کر کے ویرانہ میں پھینک دیا؟ اور اگر یہ انسان نہیں تو پھر انسان کون ہے؟ کیا چیز ہے؟ انسان کس کو کہیں گے؟ اُس روح کو کہ جس کے نکل جانے پر یہ مردہ لاشہ بن گیا، پھینکنے کے قابل، کیڑوں کی خوراک، اِسے انسان کہیں گے؟ اِنہوں نے روح کے متعلق سوال کیا۔

صوفیاء کا چلہ

اور یہ بڑی سمجھنے کی چیز ہے اور بڑی دلچسپ داستان ہے اِس انسان کی کہ صوفیاء نے جو چلہ کشی شروع کی تھی، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے ﴿ وَوَاعَدْنَا مُوْسٰى ثَلَاثِيْنَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام کا چلہ، اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور صوفیاء کے یہاں چلے ہوا کرتے تھے خلوت اور تنہائی کے اور عبادت کے۔

مدینہ منورہ میں قیام کا ارادہ

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی صوفیاء میں سے ہیں، حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بیٹھ کر رویا کرتے تھے۔

اِس تبلیغی کام سے پہلے، جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو اُنہوں نے یہ ارادہ کیا کہ یہیں رہ جاتے ہیں، وہاں ہندوستان واپس نہیں جاتے؟

کیوں؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِتنا قرب حاصل ہو گیا تھا، نسبتِ حضوری حاصل ہو گئی

تھی کہ حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدام میں سے تھے، نظام الدین میں ساری زندگی گذاری، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے اونچے خلفاء میں سے تھے۔

حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

عربوں میں سب سے زیادہ کام جو کیا ہے حضرت مولانا سعید خان صاحب کی طرح سے، وہ اُنہوں نے کیا ہے، مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں رہ کر کے، اِس لئے کہ اُن کی زبان بڑی سلیس تھی، کیا اردو، کیا عربی۔

ایک دفعہ وہاں مسجدِ نور میں مفتی شاہد جو کراچی میں ہیں، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء میں سے ہیں، وہ سوڈان ہو کر مدینہ طیبہ جماعت میں آئے ہوئے تھے، انہوں نے مسجدِ نور میں عربی میں تقریر کی، بڑی سلیس عربی میں اور بڑی روانی کے ساتھ۔ اِجلاس ختم ہونے کے بعد، بیان ختم ہونے کے بعد ہم لوگ چائے پی رہے تھے، حضرت مولانا سعید خان صاحب فرمانے لگے کہ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مفتی شاہد بھی اِتنی اچھی عربی میں تقریر کر لیتے ہیں اور اِتنا اچھا بیان کرتے ہیں، میرے نزدیک تو ایک تیسرا نام ہو گیا، کہ ہماری جماعت میں سب سے اچھی عربی میں تقریر کرنے والے تو حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور اُن کے بعد اگر تھے تو حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی، پھر اُن کے واقعات سنائے کہ کس طرح اُنہوں نے حجاز کے ایک ایک دیہات میں جا کر، ایک ایک بستی میں جا کر کس طرح تبلیغ کا کام کیا تھا اور پورے عرب میں، کہنے لگے کہ اب یہ تیسرے نمبر پر ہیں میرے نزدیک مفتی شاہد۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت حضوری حاصل تھی

یہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مولانا عبید اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اُنہیں نسبتِ حضوری حاصل تھی۔ ایک دفعہ ہم پیر دبا رہے تھے، کسی نے سوال کیا تو حضرت نے

فرمایا کہ کہنے کی تو بات ہے نہیں لیکن اور کوئی تو ہے نہیں اِدھر؟ پہلے اُنہوں نے دیکھا اِدھر اُدھر کہ خصوصی خدام کے سوا اور کوئی نہیں، پھر فرمایا کہ جب دل کو طلب ہوتی ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آنکھیں بند کیں اور مراقبہ کیا اور زیارت ہو جاتی ہے۔

یہ مرتبہ چونکہ وہاں حاصل تھا تو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ اب یہاں مدینہ منورہ چھوڑ کر جائیں گے تو یہ دولت کہیں یہیں نہ رہ جائے۔ اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں! تم ہندوستان جاؤ، اور وہاں جا کر تم سے کام لینا ہے۔

حضرت نے مشورہ کیا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے، مجھے تو جانا ہے، لیکن میں وہاں جا کر کس طرح کام کروں گا؟ میری زبان، حضرت کی زبان میں لکنت کی طرح ایک قسم کی رکاوٹ تھی، روانی کے ساتھ بول نہیں سکتے تھے۔ حضرت مولانا سید احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تھوڑے ہی کہا گیا ہے کہ تم جا کر کام کرو۔ بلکہ وہاں تم سے کام لینا ہے، لینے والا کام لے گا، وہ کام لیں گے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس طرح حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کام لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

یہی حال حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا تھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میں جب مدینہ پاک میں تھا تو میں نے ارادہ کیا کہ اب واپس نہیں جانا ہے، یہیں رہنا ہے، اور کیوں؟ کہ دیکھا کہ وہاں کے قیام میں چند مہینہ میں اوجز جیسی کتاب کی جو لیتھو پر باریک خط سے چھپی ہوئی چھ جلدیں ہیں، اُن میں سے پہلی جلد چند مہینہ میں مکمل ہوگئی، تو میں نے سوچا کہ یہاں کے کام میں اِتنی برکت ہے، اس لئے مجھے واپس نہیں جانا ہے۔ اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ ارشاد فرمایا **اِذْهَبْ اِلَى الْهِنْدِ، اِذَا جَآءَ وَقْتُكَ نَطْلُبُكَ** کہ تم ہندوستان چلے جاؤ، جب وقت آئے گا، تو ہم تمہیں بلا لیں گے۔

بیماری میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا اطمینان

جب یہاں برطانیہ کے دوسرے سفر میں پیچھے والے اُسی کمرہ میں حضرت کا قیام تھا، بیمار ہوگئے اور ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ جب ہسپتال سے حضرت کمرہ میں واپس تشریف لائے اور حضرت کو تفصیل بتائی گئی کہ اب تو الحمدللہ! طبیعت ٹھیک ہے۔ تین دن پہلے تو ہسپتال پہنچ کر سب مایوس ہوگئے تھے، جب دیکھا کہ مسلسل غنودگی ہے، شاید ہوش میں حضرت دوبارہ آئیں نہ آئیں۔ پھر ہم سب نے سوچنا شروع کردیا تھا کہ اب کیا ہوگا؟ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ چارٹرڈ ہوائی جہاز، چھوٹے والے جہاز کی ایک کمپنی کے ساتھ بات کرلی گئی تھی، اُس زمانہ میں چند ہزار پاؤنڈ کرایہ اُنہوں نے بتایا تھا، اگر حضرت کا خدانخواستہ یہاں انتقال ہوجائے تو جہاز بک کرالیا گیا تھا۔ حضرت یہ سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے کیوں! تجھے وہ یاد نہیں ہے؟ میرے ساتھ تو وعدہ ہے کہ وہ وقت جب آئے گا تو **اِذَا جَآءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ**.

اِسی لئے جب حضرت کے انتقال سے چودہ برس پہلے حضرت ہندوستان سے عمرہ کا سفر فرمارہے تھے، اُس وقت حضرت نے مفتی محمود صاحب اور مولانا منور حسین صاحب، بڑے حضرات اور خدام کو بٹھا کر پوچھا کہ بھئی بتاؤ! کیا کریں؟ مجھے سفر کرنا چاہیئے یا نہیں؟ یہاں تو اب میں آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے بخاری کا درس بھی نہیں دے سکتا، تو کیا رائے ہے؟ میں مدینہ پاک چلا جاؤں؟ لیکن اگر میں جاؤں تو پھر واپس آؤں کیوں؟ یہ بار بار ہر سفر میں حضرت کا یہ سوال ہوتا تھا کہ اگر میں جاؤں تو واپس آؤں کیوں؟ اور واپس آنا ہے تو پھر جاؤں کیوں؟ تو حضرت کو بھی یہی کہا گیا تھا کہ **اِذَا جَآءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ**۔

چنانچہ جب یہاں دارالعلوم بری میں اِس قدر بیمار ہوگئے، یہاں سے حجاز تشریف لے گئے، حضرت نے وہاں حج فرمایا اور حج کے بعد پھر ہندوستان کا سفر کیا، ہندوستان میں یہاں سے بھی زیادہ بیمار ہوگئے، اور حضرت کی معذوری، بیماری اور مسلسل کمزوری کو دیکھ کر حضرت مولانا علی

میاں صاحب، حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب وغیرہ خدام سے کہنے لگے کہ حضرت کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، حضرت کی تمنا تھی ساری عمر مدینہ پاک میں موت اللہ دے، مدینہ پاک میں مرنے کی، آپ لوگوں کو کسی طرح بھی انتظام کرکے واپس لے جانا چاہئے، مگر حضرت سے جب بھی کہا جاتا تو حضرت مسکرا کر فرماتے کہ اِس کا فکر نہ کرو، اِس کا تو مجھ سے وعدہ ہے۔ کتنا اطمینان! چنانچہ پورا جو نظام تھا اُسی کے مطابق حضرت ہندوستان میں رہے، طویل عرصہ رہے، اور پھر جب واپس مدینہ منورہ پہنچے، اُس کے چھ ماہ کے بعد حضرت کا مدینہ پاک میں وصال ہوا۔

یہ جو حضرات ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِن پر مخصوص نظر رہتی ہے، اور اِن سے جس طرح کا کام لینا ہوتا ہے اِس کا وہاں سے انتظام ہوتا ہے۔

میں روح کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا اور حضرت نے یہ کتابی جواب دینے کے بجائے اِس کا عملی جواب دیا۔ کہ عصر کے بعد مکہ مکرمہ چند قدم ٹہلنے کے لئے نکلے تھے کہ مغرب میں مسجد نبوی مدینہ پاک پہنچے، نماز کے بعد چند قدم میں واپس مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

عالَمِ اَمر، عالَمِ خلق

دو عالَم اللہ نے بنائے ہیں، ایک اوپر کا عالَم اُسے عالَمِ اَمر کہا جاتا ہے، اور ایک یہ نیچے والا عالَم، جسے عالَمِ خلق کہا جاتا ہے۔

روح کو عالَمِ امر کی چیز قرار دیا گیا۔ اب یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں جب حمل ٹھہرتا ہے، ایک دن گذرا، دو دن گذرے، تین دن، جیسے ہی پورے چالیس دن گذرتے ہیں، چالیسویں دن جان پڑ جاتی ہے۔

ایک چلہ کے بعد روح

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ سلم سے پہلے کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا ڈاکٹر، فلسفی، بڑے سے بڑا

حکیم اور طبیب یہ اِس کا وقت نہیں بتا سکتا تھا کہ اندر زندگی کب پڑتی ہے؟ مگر قربان ہو جائیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ جب علوق ہوتا ہے اور حمل ٹھہرتا ہے تو جب یہ پہلا چلہ پورا ہوتا ہے، چالیس دن ختم ہوتے ہی فوراً فرشتہ روح لے کر آتا ہے اور اُس نطفہ کے پانی میں روح ملا دی جاتی ہے، یہ سب سے پہلا چلہ۔

صوفیاء نے یہاں سے چلہ لیا کہ یہ جو ہمارا جسم مرکب ہے دو چیزوں سے ایک جسم اور ایک روح، اُس میں جو جان پڑی ہے، روح پڑی ہے وہ پورے چالیس دن گذرنے کے بعد۔ اُس کے بعد جب سات چلے مکمل ہوتے ہیں ماں کے پیٹ میں، اُس کے بعد کسی وقت بھی یہ مکمل انسانی شکل میں انسان باہر آتا ہے۔

لکھا ہے کہ جو ہماری روح ہے اِس کا اصل مستقر تو وہاں عالم ارواح میں ہے، لیلۃ البراءۃ میں یا لیلۃ القدر میں فرشتہ کو جو فہرست دی جاتی ہے، اُس میں سارے سال میں جتنے لوگ مرنے والے ہیں اُن کی روزی، اُن کے تمام اعمال، ہر چیز کی مکمل فہرست دے دی جاتی ہے۔ اور اُس سال میں جتنے انسان دنیا میں آنے والے ہیں، اُن کی فہرست بھی دے دی جاتی ہے، کہ اِتنے انسان اِس سال میں پیدا ہونے والے ہیں۔

ایک ٹھکانہ ہمارا اوپر عالمِ امر تھا اور عالمِ روح، اور اُس کے بعد دوسرا ٹھکانہ ماں کا پیٹ ہے، جو ایک مخصوص مدت، سات چلے تک یا نو مہینے تک اُس کو اس دنیا اور عالمِ روح کے درمیان برزخ کے طور پر بنایا گیا۔ پھر جب اِس دنیا میں انسان آتا ہے، یہاں ایک مدت، جس کی جتنی زندگی اللہ نے لکھی ہے، اُس کے بعد پھر اِس دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور برزخ، قبر کی زندگی ہے۔

عالمِ امر میں اصل روح

جب اِس دنیا میں انسان نہیں آیا تھا تو صرف روح کی شکل میں تنہا روح تھی۔ اور ماں کے پیٹ میں جب اُس کو اُس کے جسم کے ساتھ ملا دیا گیا تو اُس وقت دو جسم کے درمیان بچہ کی روح ہوتی ہے، اپنا جسم اور ماں کا جسم۔ اُس کے بعد جب یہ دنیا میں آمد ہوتی ہے اور بچہ پیدا ہوتا ہے تو مکمل طور پر اُسے تنہا الگ جسم دے دیا جاتا ہے، پھر جب اِس دنیا میں وہ مخصوص مدت گذار کر کے دوبارہ قبر میں جاتا ہے تو اب وہاں جو روح اور جسم ہے دونوں کا تعلق تھوڑا سا مختلف ہو جاتا ہے۔ اِس عالم میں آنے سے پہلے عالمِ امر میں اور عالمِ روح میں صرف اُسی ایک روح کا نام تھا آدم، ابراہیم، اسماعیل، جو نام اِسے دنیا میں ملنا تھا۔

دنیا میں جسم اصل اور روح نظروں سے اوجھل

اور جب پیدائش ہوتی ہے تو اُس وقت وہی نام جو وہاں طے ہو چکا ہے وہ اِس کو دیا جاتا ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ جب عالمِ امر میں تھا، عالمِ روح میں، تو صرف اس روح کا وہ نام تھا، اور اِس دنیا میں آنے کے بعد روح دماغوں سے، آنکھوں سے اوجھل، اُس کو کوئی جانتا ہی نہیں، صرف اِسی جسم کو وہ نام دے دیا جاتا ہے۔

برزخ میں روح اصل

جب تیسرا مرحلہ اور تیسری منزل آتی ہے، قبر کی زندگی، تو وہاں اصل روح رہ جاتی ہے، اگر چہ جسم سے بھی ایک قسم کا تعلق اُس کا باقی رہتا ہے۔

اِسی لئے کہتے ہیں کہ جو قبر میں نعمتیں انسان پاتا ہے، اُن نعمتوں سے مزے صرف روح اٹھاتی ہے یا جسم بھی؟ یا اگر وہاں کسی کو نعوذ باللہ سزا ملتی ہے اور عذاب ملتا ہے، تو صرف روح کو یا جسم اور روح دونوں کو؟ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہاں قبر میں روح اور جسم دونوں کا تعلق ہوتا ہے، چاہے وہ

جسم جل کر خاک ہو کر مٹی ہو کر کچھ بھی بن گیا ہو، لیکن روح کا اُس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق رہتا ہے۔ وہاں روح اصل اور جسم تابع، اور دنیا میں جسم اصل اور روح کو کوئی جانتا بھی نہیں، صرف جسم کو ہر کوئی جانتا اور سمجھتا ہے، یہاں تک کہ عقل کے جواندھے ہیں، اُنہوں نے تو انکار کر دیا کہ یہی جسم سب کچھ ہے، روح وغیرہ ہم نہیں جانتے۔

قبر سے اُٹھنے کے بعد جسم اور روح

لیکن جب قبر کے بعد جو دوبارہ اُٹھیں گے تو اُس کے بعد پھر یہ جسم اور یہ روح یہ ہمیشہ کے لئے ابدی زندگی پائیں گے، چاہے وہ جنت میں جائیں گے تو بھی یہ جسم اور یہ روح دونوں جنت میں، جہنم جائیں گے تو بھی یہ جسم اور روح دونوں سزا پائیں گے۔ اور یہ ہمیشہ کے لئے، اور اِن کا تعلق دونوں کا جس طرح دنیا میں یہ تنہا جسم کو خطاب کیا جاتا تھا اِس نام سے وہاں ایسا نہیں ہوگا۔

روح کا جسم سے تعلق ایک وقت میں ہے، ایک وقت میں نہیں ہے۔ عالمِ روح میں جسم مکمل طور پر قطعی طور پر نہیں تھا، صرف روح تھی، اور دنیا میں آنے کے بعد روح نظر نہیں آتی، صرف جسم ہے۔ قبر میں جانے کے بعد وہ جسم الگ ہو جاتا ہے، روح کہیں اور ہوتی ہے یا تو علیین میں، جیسا کہ مؤمنین کی ارواح کے لئے فرمایا گیا، یا پھر سجین میں پھینک دی جاتی ہے۔

جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ اِس جسم کو اصل نہیں سمجھتے، روح کو اصل سمجھتے ہیں، تو اُس پر وہ ایک خاص قسم کی محنت کرتے ہیں، اور محنت کس درجہ کی؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ مجاہدہ کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گئے تھے کہ کئی کئی مہینے، سارا سال وہ روزہ رکھتے تھے، اور روزہ میں اُن کی خوراک ہوتی تھی افطار کے وقت صرف ایک کھجور یا صرف ایک بادام۔ اب ہم لوگ ایک بادام اور ایک کھجور کھا کر زندہ رہ سکتے ہیں؟ وہ اپنی روح کو اصل سمجھ کر اُس پر اِتنی محنت کرتے ہیں کہ اُنہیں جسم کی کوئی پرواہ نہیں

ہوتی تھی، جسم کے تقاضے بھی نہیں ہوتے اُن کے لئے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو ہم نے سالہا سال رمضان میں دیکھا کہ حضرت کھانا پینا موقوف کردیتے تھے۔ ہم اصرار کرتے، جو سب سے مرغوب ترین چیز انسان کی وہ ہوتی ہے جس کیا اُسے عادت ہوتی ہے، جیسے چائے۔ تو حضرت کی بھی عادت تھی صبح وشام کی چائے کی، اور افطاری میں اوابین سے فارغ ہونے کے بعد چائے۔ جب چائے پیش کی جاتی تھی، چائے کے ساتھ سموسے ہوتے، جو کچے گھر سے آتے۔ حضرت قطعاً اُس میں سے کوئی چیز چکھتے بھی نہیں تھے۔ اور یہ مرغوب ترین چیز چائے جس کی عادت ہے، وہ میں حضرت کو پلاتا تھا، حضرت آدھی پیالی پی کر فرماتے اب تو نمٹ لے۔ میں عرض کرتا حضرت! تھوڑی سی اور، تو فرماتے ابے! پی لے! اور زیادہ اصرار کیا تو ڈانٹ کر فرماتے تجھے نہ پینا ہو تو اور کسی کو دے۔

اب جو پورے دن میں روزے کے بعد صرف ایک زمزم کا گھونٹ لیا اور حضرت کے دانت نہیں تھے تو نرم کی ہوئی کھجور ایک چھوٹا چمچ منہ میں رکھ کر اوپر سے زمزم پی لیتے تھے، اُس کے بعد کوئی کھانے کی چیز رات کو بھی نہیں ہوتی تھی۔ سحری کے وقت چائے کے ساتھ پھر انڈا اُبال کر لایا جاتا کہ حضرت! ذرا سا ایک انڈا، تو اُس میں سے کوئی آدھا انڈا مشکل سے کھایا، کبھی نہیں کھایا، پھر چائے پی لیتے۔ تو پورا مہینہ اِس طرح حضرت کا گذرتا تھا۔ اور اِس کے باوجود حضرت پورا ایک قرآن پاک کا ختم روزانہ، بلکہ ایک قرآن سے زیادہ پڑھتے، پھر تمام معمولات کی ادائیگی، پھر سارے مجمع کے ساتھ مشغول رہنا۔

یہ حضرات اِس روح پر اِس قدر محنت کرتے تھے کہ یہ جسم دوسرے درجہ میں ہو جاتا کہ جب اُس کو قبر میں جا کر جسم سے الگ ہونا ہے، تو دنیا ہی میں روح کو اصل اور جسم کو دوسرے نمبر پر رکھتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی روح کے تقاضے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اِس روح کو اصل سمجھنے کی صلاحیت دے، اور ایسے اعمال کرنے کی توفیق دے کہ جو روح کو زندہ کرنے والے اعمال ہیں۔ ہماری روح تو مردہ ہو رہی ہے، پتہ ہی نہیں ہے کہ وہ کدھر ہے؟ اور ہم نے اِسی جسم کو اصل سمجھ رکھا ہے، اور سارے جو تقاضے جسم کے ہوتے ہیں ہم اُسے پورا کرتے رہتے ہیں۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری روح کو مجلیٰ، مزکیٰ، مصفیٰ اور نورانی بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت کے خادم نے یہ سوال کیا کہ حضرت! یہ بزرگ چند ساعت میں دور کی مسافت طے کر لیتے ہیں، تھوڑے سے وقت میں جتنی ہم تلاوت نہیں کر سکتے، وہ تلاوت کر لیتے ہیں۔

حضرت مولانا عبد المنان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں حضرت مولانا عبد المنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیعت کے لیئے پہنچے۔ گئے تو تھے ادھر رائے پور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بیعت کے لئے۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ تو بڑے علامہ ہو، میرے یہاں تو یہ گاؤدی، گاؤں والے لوگ بیعت ہوتے ہیں۔ کہنے لگے کہ نہیں! مجھے تو حضرت! آپ ہی سے بیعت ہونا ہے۔ کہا نہیں! نہیں! پھر حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھی بات ہے، یہاں رہ سکتے ہو۔ اور آگے ہم تعلیم دے سکتے ہیں، لیکن بیعت وہاں سہارنپور جا کر حضرت شیخ الحدیث صاحب سے ہو کر آؤ۔

چنانچہ حضرت مولانا عبد المنان صاحب سہارنپور آئے، حضرت صبح فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے اذکار میں مشغول ہوتے اور مراقبہ فرماتے، جب حضرت سورج نکلنے کے بعد، دس پندرہ منٹ کے بعد آواز دیتے کہ چلو بھئی اٹھاؤ! تو جب حضرت شیخ محسوس فرماتے کہ کوئی حرکت نہیں، کوئی جواب نہیں۔ پھر زور سے فرماتے اٹھاؤ بھئی، اٹھاؤ! پھر بھی کوئی حرکت نہیں۔ پھر چونکہ حضرت خود اٹھ نہیں سکتے تھے، اس لئے پیچھے مڑ کر حضرت دیکھ کر زور سے آواز دیتے۔ دیکھتے کہ

ہم خدام یہیں ہیں، مگر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر اونگھ رہے ہیں۔ حضرت زور سے آواز دیتے ہمیں، ابے میرے یارو! تم تو ملأ اعلیٰ میں بہت اونچے پہنچ چکے تھے، نیچے اترنے میں بہت دیر لگی۔ پھر حضرت کو لے کر ہم مسجد سے نکلتے اشراق کے بعد۔

مولانا عبدالمنان صاحب فرماتے ہیں کہ اشراق سے فارغ ہو کر حضرت مسجد سے نکل رہے تھے اور میں مسجد کے دروازہ پر پہنچا۔ اور میں نے مصافحہ کے بعد حضرت رائے پوری کا سلام پہنچایا کہ حضرت نے سلام فرمایا ہے اور مجھے بھیجا ہے حضرت سے بیعت کے لئے۔ فرمایا، بہت اچھا آجاؤ! چائے سے فارغ ہو کر اوپر کتب خانہ میں اپنے ساتھ لے گئے۔ اس دن واقعہ سنایا تھا جنات نے جس کمرے کو اندر سے بند کر لیا تھا، اپنے ساتھ لے گئے وہاں۔ اور وہاں بیٹھ کر حضرت نے بیعت فرمایا، اور بیعت کے بعد پھر حضرت نے معمولات بتائے۔

یہ واقعی بہت بڑے علامہ تھے۔ مقامات کے حافظ تھے، سبع معلقات کے حافظ تھے، یہ جتنی فلسفہ کی کتابیں ہیں، ان کے حافظ تھے، سب ازبر۔ کہیں سے آپ ان کو حافظ کی طرح سے چھیڑ دیں تو وہ پڑھنا شروع کرتے تھے۔ زبردست حافظہ تھا اور اخیر عمر تک یہ حال تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب بیعت کے بعد حضرت نے اذکار بتائے تو میں نے عرض کیا کہ نہیں! مجھ سے تو نہیں ہو سکتے یہ اذکار۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں، نہیں! کیا مشکل ہے؟ اٹھاؤ تمہارے پیچھے جو تسبیح ہے۔

سہارنپور میں ختم کا اہتمام

لوگ تو آج کل ہر چیز کو بدعت کا نام آسانی سے دے دیتے ہیں کہ تسبیح رکھنا بھی بدعت بتاتے ہیں۔ ایصالِ ثواب کے لئے ختم قرآن ہو یا کہیں دعا کے لئے کہا گیا اس کو بھی بدعت، بخاری شریف کا ختم بھی بدعت۔ حالانکہ کسی حادثہ کی اطلاع آتی، تو سہارنپور میں ہم نے پڑھا ہے، کہیں مصیبت کی اطلاع آتی تو ہم نے ختم پڑھے ہیں۔ وہاں خود مظاہر علوم میں سب مفتیان کرام اور

شیخ الحدیث اور ناظم صاحب اور سب شریک ہوتے تھے۔ کتنے خطوط میں تذکرہ کہ ایسا ہوا تو ہمارے یہاں ختمات کا اہتمام کیا گیا اور بخاری شریف کے ختم کا اہتمام کیا گیا۔

پانچ منٹ میں ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالمنان صاحب سے فرمایا اٹھاؤ وہ تسبیح اور فرمایا کہ دیکھو، میں کہتا ہوں لا الہ الا اللہ، دیکھو گھڑی میں کیا بجا ہے؟ انہوں نے دیکھا کہ دس کم تھے آٹھ بجنے میں۔فرمایا اچھا! پڑھنا شروع کرو۔ میں کہتا ہوں لا الہ الا اللہ، میرے پیچھے تم پڑھو۔ حضرت پڑھتے لا الہ الا اللہ، وہ کہتے، جس طرح بچے کو پڑھاتے ہیں، پوری تسبیح ایک ہزار کی ختم کی اور فرمایا دیکھو گھڑی۔ مولانا عبدالمنان فرماتے ہیں کہ میں نے جب گھڑی دیکھی تو ابھی آٹھ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔یعنی پانچ منٹ میں ایک ہزار دفعہ لا الہ الا اللہ میں نے اور حضرت شیخ نے پڑھ لیا، دو ہزار دفعہ لا الہ الا اللہ چند منٹ میں پڑھ لیا۔ اور یہ لا الہ الا اللہ ایک کے بعد ایک آرام سے کہہ رہے تھے، مولانا عبدالمنان کہتے ہیں حضرت کی سب سے پہلی کرامت میں نے یہ دیکھی تھی۔

بشریت اور ملکوتیت

تھوڑے وقت میں بہت سارے معمولات کا ادا ہو جانا، بہت ساری تلاوت کر لینا، بہت دور کی مسافت طے کر لینا، چند قدم میں کہیں سے کہیں پہنچ جانا، تو یہ اشکال کیا، سوال کیا، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے خادم نے کہ حضرت یہ کیسے ہوتا ہے؟ ان بزرگوں کے احوال صرف دو ہوتے ہیں۔ بس، صرف دو، جس کو شیخ سعدی نے بیان کیا:

گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کہتے ہیں کہ میرا حال تو ایسا ہے، بزرگ فرماتے ہیں کہ ہمارا حال تو ایسا ہے کہ کبھی تو ہم ملکوت اعلیٰ کی سیر پر ہوتے ہیں، کہاں سے کہاں پہنچ گئے، اور کبھی اپنے پیر کی پشت کے اوپر کوئی چیز

رینگ رہی ہے اس کا بھی پتہ نہیں کہ یہ میرے پیر پر ہے۔ کبھی اتنے نزدیک سے بھی نہیں دیکھ سکتے اور کبھی تو وہاں اتنے اوپر تک پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہی حال حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ اسی لئے حضرت کے ایک خادم تھے، ان کا بیان ہے کہ حج کے لئے جب میں نے جانے کا ارادہ کیا، میں نے سوچا کہ میں کوئی خاص چیز بہت اہتمام سے ہدیہ کی حضرت کے لئے لے کر جاؤں۔ کتنا اہتمام؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی زندگی میں جب کوئی مدینہ شریف جانے والا ہوتا، ہم سوچتے تھے کہ حضرت کے لئے یہ بھیجیں، وہ بھیجیں، کوئی چیز آتی تھی تو رکھ چھوڑتے کہ کوئی مدینہ شریف جائے گا تو حضرت کے لئے یہ چیز بھیجیں گے، کوئی چیز پسند آئی تو لے کر رکھی، یہ اہتمام رہتا تھا۔ حضرت کا جب انتقال ہوگیا تو اس کے بعد، مدتوں بعد تین چار دفعہ ایسا ہوا، کہ کوئی چیز آئی تو سوچا کہ چلو، حضرت کے لئے یہ چیز بھیجیں گے۔ پھر معاً ایک دوسیکنڈ کے بعد خیال آیا کہ انّاللّٰہ! حضرت کہاں اس عالم میں ہیں، وہ تو کہاں جنت میں پہنچ چکے۔

ان کو بھی یہ خیال ہوا کہ میں حج کے لئے جارہا ہوں تو کوئی خاص چیز حضرت کے لئے میں لے کر جاؤں، اب کیا لے کر جاؤں؟ پھر انہوں نے عجیب چیز سوچی۔ انہوں نے کہا کہ میں حضرت کے لئے ایک کملی یا کمری بنواتا ہوں، اردو میں دو نام ہیں، ایک ہے کملی، کالی کملی، شال کے لئے۔ اور دوسرا ہے کمری، کمری نام اس لئے کہ کمر تک پہنی جاتی ہے، جیسا کہ ہمارا ویسٹ ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شفقت ہی شفقت

ہم سہارنپور جب پہنچے تو گجراتی علماء کا حال یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے کرتے ان کے، اور خاص طرح کے بنے ہوئے تنگ۔ حضرت کی خدمت میں جب رہنا شروع کیا، جمعہ کو حضرت کو

ہم نے غسل کرایا، اوراس کے بعد حضرت کو کپڑے پہنا رہے تھے، حضرت کو جب کرتا پہنایا گیا اور حضرت چار پائی پر تھے، کرتا پہن کر جب چلنا ہوتا تھا تب حضرت فرماتے تھے کہ لاؤ بھئی! جوتی کدھر؟ مگراس دن حضرت کو جب کمری پہنائی، اب حضرت نے فرمایا کہ حافظ جی! ذرا مجھے کھڑا کر۔ سب خدام سوچ میں ہیں کہ کیا بات ہے؟ دونوں طرف سے حضرت کو پکڑ کر کھڑا کیا، پھر فرمایا یوسف! ذرا میرے برابر میں آجاؤ، بالکل ساتھ۔ حافظ جی، دیکھو سامنے سے کہ اس کا کرتا لمبا ہے کہ میری کمری لمبی ہے؟ حافظ جی حافظ صدیق کہنے لگے کہ حضرت، آپ کی کمری لمبی ہے۔ بس! یہ تعلیم ہوگئی۔

کتنا پیار؟ اللہ اکبر! اللہ اکبر! یعنی سوائے محبت اور پیار کے کوئی چیز تھی ہی نہیں وہاں۔ یہ ایسے مت بیٹھو، بیٹھنے کی تمیز نہیں ہے، یہ کیوں پہنا؟ یہ ٹوپی کیوں ٹیڑھی ہے؟ فلاں ہے، یہ مزاج نہیں تھا۔ کتنے پیار سے تعلیم۔ فرمایا حافظ جی دیکھو! اس کا کرتا لمبا ہے کہ میری کمری لمبی ہے؟ حافظ جی کہتے ہیں کہ آپ کی کمری لمبی ہے۔ اس کا اثر ہوا کہ شام نہیں ہوئی کہ پیسے تو تھے نہیں کہ خرید کر سلوا سکیں، پھر میں درزی کے پاس گیا اور دو سفید کرتے تھے تو ایک کو جیب کے پاس سے کاٹ کر دوسرے کرتے میں نیچے سے جوڑ دیا تب جا کر وہ کرتا نصف ساق تک پہنچ سکا۔ پھر حضرت نے دو تین جوڑے بنوا کر بھی دیئے۔ ایک ہوتی ہے کمری جو اندر پہنی جاتی ہے، حضرت وہ کمری آستین والی بنواتے تھے، اور دوسری کملی ہوتی ہے وہ شال ہوتی ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم نے سوچا کہ میں حضرت کے لئے کوئی خاص ہدیہ لے کر جاؤں، اور سوچی اس کے لئے کملی، شال، اور کیسی شال؟

محبت تجھے آدابِ محبت خود سکھا دے گی

وہ دیہات کے رہنے والے تھے، سارے محلّہ میں، گاؤں میں، اطراف کے گاؤں میں، ہر جگہ جا کر انہوں نے یہ کہہ دیا کہ تمہارے یہاں جب بھیڑ یا بکری بچہ دے تو مجھے اطلاع کرنا۔ میں آکر اس کا اون، اس کے بال کاٹ لوں گا۔ انہوں نے یہ سلسلہ شروع کیا اور جہاں کہیں کسی

کے یہاں بکری یا بھیڑ کا بچہ ہوتا، حجام کو ساتھ لے کر جاتے اور اس کا اون، جو بال اس کے جلد پر ہوتے تھے اس کو کاٹ کر لے آتے۔ اور اس کو اکٹھا کیا، اور اس سے کملی بنائی، بالکل سوفٹ، نرم جو دنیا میں کسی بادشاہ نے بھی استعمال نہیں کی ہوگی، یعنی کتنی نزاکت انہوں نے سوچی۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں لے کر سفر پر نکل گیا، اس زمانہ میں سفر تو ایک ہی راستہ سے ہوتا تھا، بحری جہاز کے ذریعہ۔ اور بحری جہاز بھی جو بادبان لگاتے تھے، اس کا مدار ہوتا تھا ہوا پر، موافق ہوا آگئی تو جلدی پہنچتے تھے، ناموافق ہوا آئی تو پتہ نہیں جدہ کے بجائے ادھر مشرق بعید کی طرف پہنچ گئے۔ اور اکثر و بیشتر حوادث کا بھی شکار ہو جاتے تھے۔ اسی لئے بس آخری ملاقات کر کے جاتے تھے کہ پتہ نہیں، زندہ واپس آئیں گے کہ نہیں؟

ڈوبتے جہاز میں مکاشفہ

وہ فرماتے ہیں کہ ہم جہاز پر سوار ہوئے اور جب آدھا راستہ طے ہوا تو طوفانی ہوا شروع ہوئی، زبردست ہوا، اور اس طوفانی ہوا کے نتیجہ میں سب کو یقین ہوگیا کہ اب تو پانی جہاز کے اندر آرہا ہے موجوں کے ذریعہ، اب تو چند ساعت کے ہم مہمان ہیں، کسی وقت بھی ہمارا جہاز ڈوب جائے گا، اسی پریشانی کے عالم میں کہتے ہیں مجھ پر غنودگی طاری ہوئی، اور ایسے حال میں نیند تو کیا کہہ سکتے ہیں، مکاشفہ جس کو کہا جاتا ہے وہ یہی ہوتا ہے، وہ ہوتی ہے بیداری مگر اللہ تبارک وتعالی دکھاتے ہیں۔

اس حالت میں وہ کہتے ہیں میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب تشریف لائے اور تسلی دی، گھبرانے کی کوئی بات نہیں، تھوڑی دیر میں طوفان ختم ہو جائے گا اور تم خیریت سے جدہ پہنچ جاؤ گے، اور لاؤ! میری کملی کدھر ہے؟ پھر ایک دم وہ ہوش میں آئے اور دیکھتے ہیں کہ میں تو سمندر میں ہوں، کہاں حاجی صاحب؟ کیسی بات؟

کہتے ہیں واقعی جس طرح حضرت نے خبر دی تھی چند گھنٹوں کے بعد وہ طوفان ختم ہوگیا، اور

جب وہ مکہ معظّمہ پہنچے اور حضرت کو وہ کملی پیش کی، اور واقعہ بھی سنایا کہ اس طرح ہمارے جہاز کے ساتھ واقعہ پیش آیا، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ارے بھئی! ہمیں تو کچھ خبر نہیں ہے! یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی کسی کی تسلی کے لئے صورت مثالیہ کے ذریعہ بھی اس کی تسلی فرما دیتے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے تو کچھ پتہ نہیں، اس وقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بشریت غالب ہوگی۔

میں نے کہا کہ دو حالتیں ہوتی ہیں بزرگوں پر، یا تو کبھی بشریت کا غلبہ ہوتا ہے کہ سوچتے ہیں میں تو انسان ہوں، اور انسان تو سراپا ضعف اور کمزوری کا مجموعہ ہے، مجھ سے کیا ہو سکتا ہے؟ بشریت کا جب غلبہ ہوتا ہے تو اس طرح کے جواب ہوتے ہیں۔

ملکوتیت کا غلبہ

اور جب ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے اس وقت جواب کا انداز مختلف ہوتا ہے جب خادم نے پوچھا کہ حضرت، یہ بزرگ تھوڑی دیر میں چند قدم میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں، اس وقت ملکوتیت کا غلبہ ہوگا، حضرت نے اس کا عملی جواب دیا۔ حضرت نے زبان سے کچھ نہیں فرمایا، چلتے رہے گویا سنا ہی نہیں، اور خادم فرماتے ہیں کہ روزانہ جتنی دور عصر کی نماز کے بعد سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اور آگے چلنے لگے، میں نے سوچا کہ شاید آج چند قدم اور ٹہلنے کا ارادہ ہو گا، دور جانے کا ارادہ ہوگا۔

کہتے ہیں چند قدم آگے چلے اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ یہ تو مکہ نہیں، یہ تو مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ سامنے میں دیکھ رہا ہوں کہ مدینہ منورہ، وہاں مغرب کی نماز سے پہلے ہم پہنچے، مغرب کی نماز پڑھی، مغرب کی نماز کے بعد تو حضرت کے جو معمولات تھے اوابین وغیرہ اس سے فارغ ہو کر آرام سے حضرت باہر نکلے، اور وہاں سے مسجد نبوی سے باہر نکل کر چند قدم ابھی ہم چلے، تو پھر میں دیکھتا ہوں واپس مکہ مکرمہ پہنچ گئے، تو اس وقت:

گھے بر طارمِ اعلی نشینم

اس وقت جب خادم نے یہ سوال کیا ملکوتیت کا غلبہ ہوگا، فرشتوں کی صفات، اور اوپر والے عالم کی طرف دھیان زیادہ ہوگا، اس لئے فوراً کرامت ظاہر ہوئی، اوران کو عملی طور پر حضرت نے بتایا کہ یہ بزرگ چند قدم میں کہاں سے کہاں کس طرح پہنچ جاتے ہیں، تو اس طرح پہنچتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو مسئلہ پہلے دن بتایا تھا کہ چاند اور نمازوں کے ٹائم ٹیبل، اس پر جو مساجد میں جھگڑے ہوتے ہیں یہ بہت غلط ہے۔ اور جو گذشتہ کل بتایا وہ سب گویا کہ ایک طرح اسی کے دلائل تھے، شریعت نے ہماری اس طرح رہنمائی کی کہ اس طرح کے اجتماعی کاموں میں درگذر سے کام لینا چاہیے۔

اجتماعی کاموں میں درگزر

مثال دی تھی کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ینبوع میں نماز پڑھی۔ واقعی نماز میں بہت بڑا اشکال پیش آیا تھا، جب ہی تو پوچھا کہ ارے مولوی سعید خان! نماز ہوئی یا نہیں ہوئی؟ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بھئی! میری تو ہوگئی۔ حالانکہ فتوے والوں کی نظر سے، قراء کی نظر سے اس قرأت کو غور سے دیکھا جاتا تو واقعی اشکال تھا۔ مگر وہاں ایک اجنبی جگہ، حکومت کا وہاں انتظام، اور وہاں ایک مسئلہ پیدا کرنا کہ بھئی! تمہارے امام کی قرأت صحیح نہیں ہے، کتنی غلط بات ہے، حضرت نے فرمایا بھئی! میری تو نماز ہوگئی۔

عید کی نماز

اسی طرح عید کی مثال دی تھی کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ عید کی نماز میں ایسی غلطی ہو جائے کہ جس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہو تو اور نمازوں میں سجدۂ سہو لازم آیا اور نہیں کیا تو نماز نہیں ہوگی، پھر دہرانی پڑے گی۔ لیکن حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں عید کی نماز پڑھائی اور وہاں اسی طرح کی غلطی ہوئی کہ اور نمازوں میں تو اس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے، لیکن حضرت مفتی محمود صاحب نے سجدۂ سہو نہیں کیا کہ عید کی نماز میں تو مجمع ہوتا ہے،

بھیڑ ہوتی ہے، سب مسائل سے واقف بھی نہیں ہوتے، تو ان کو اختلاف اور جھگڑے سے بچانے کے لئے اس کو درگذر کر دیا گیا، یہ سجدۂ سہو بھی معاف ہے۔

حج

پھر حج کی مثال دی تھی کہ صاحب ہدایہ نے مسئلہ لکھا ہے کہ اگر وقوف عرفہ کے دن وہاں ایک گروپ آکر کہے، لاکھوں مسلمان وہاں جمع ہیں اور وقوف ہو گیا اور وہ آکر کہیں کہ یہ وقوف غلط ہوا، تو فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کی گواہی نہ سنی جائے، اب حج سے بڑا فرض اور کونسا ہو سکتا ہے جو عمر میں ایک ہی دفعہ فرض، تو یہ سب تعلیم ہے کہ اجتماعی مسائل میں بہت زیادہ درگذر کی گنجائش ہے کہ جس سے امت میں انتشار پیدا نہ ہو، اختلاف پیدا نہ ہو۔

نماز میں فارسی اشعار

ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ مکرمہ میں تھے تو وہاں ایک مہمان ہندوستان سے آئے، مولانا تجمل حسین بہاری، بڑے خوش آواز اور بڑا اچھا پڑھنے والے، تو یہ بیعت تو تھے حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے، مگر ہمارے سب بزرگوں کا طریق ایک ہی ہے، تو حضرت مولانا فضل رحمٰن سے وہ بیعت تھے، مگر وہاں مکہ مکرمہ میں برابر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے، اور وہ خوش آواز تھے، حضرت کبھی ان سے مثنوی سنتے، کبھی اشعار سنتے، وہ مولانا تجمل حسین خود اپنا تعارف کرایا کرتے تھے کہ میں تو حضرت حاجی صاحب کا قوال ہوں۔

وہاں رمضان مبارک میں ان کا قیام تھا، اس زمانہ میں یہ چاروں مصلے الگ الگ ہوا کرتے تھے، میزابِ رحمت کے بالکل سامنے حنفیوں کا مصلیٰ ہوتا تھا، اس کے دائیں طرف شوافع کا مصلیٰ ہوتا تھا، پھر ادھر مالکیہ کا، اور حنابلہ کا مختصر سا، جو شوافع کے یہاں فجر میں قنوت پڑھا جاتا ہے تو مولانا تجمل حسین کو وہ قنوت بڑا پسند آتا تھا، تو ان کے یہاں نماز پڑھنے کے لئے چلے جاتے تھے۔

ایک دن ان پر نماز میں وجد طاری ہوا تو ادھر تو وہ ان کا امام پڑھ رہا ہے **اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْ مَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيْ مَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِيْ مَنْ تَوَلَّيْتَ**، اور ادھر جوش میں انہوں نے شروع کر دیا:

بادشاہا جرم مارا در گذار

ما گنہ گاریم و تو آمرزگار

پند نامہ شروع کر دی، رو رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں، کہ اے خدا! ہمارے گناہ بخش دے۔ اے خدا! تیری صفت ہے عفو، غفور، غفار، کریم۔ یہ سب اس کے متقاضی ہیں کہ ہم گناہ کریں، تب تو معاف کرے ان گناہوں کو، اس لئے گناہ تو ہم سے ہوتے ہی رہیں گے، تو ان کو معاف کرتا رہ۔

کہتے ہیں کہ نماز کے بعد تھوڑا شور ہوا کہ بھئی! یہ کیا؟ عربوں میں تو کم، مگر جوار دوداں تھے ان میں زیادہ کہ یہ تو فارسی کے اشعار پڑھ رہے تھے۔ تو کسی نے آ کر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شکایت کی۔

اپنے گریبان میں دیکھیں

یہ ایک مزاج ہے کہ اپنے گریبان میں نہیں دیکھیں گے، اپنے گھر میں نہیں دیکھیں گے، اپنے یہاں گھر میں تو ہر چیز چلا لیں گے، بیٹا ڈاڑھی منڈا ہے، دن میں ہزار دفعہ اس صورت کو دیکھیں گے، تکلیف محسوس نہیں ہوگی، وہ نماز نہیں پڑھتا، تکلیف محسوس نہیں ہوگی، بیٹی کا حال ٹھیک نہیں ہے، بے پردہ ہے، بے نمازی ہے، اس سے تکلیف نہیں ہوگی، مگر نماز میں، مسجد میں ذرا سا کوئی مستحب بھی ادھر سے ادھر ہو جائے، تو یہ کیوں ہوا؟

اب اپنا کام چھوڑ کر ان پر نگاہ کہ انہوں نے فارسی میں یہ دعا پڑھ لی، سب کی نماز تو امام کے پیچھے پڑھ رہے تھے، ہوگئی، اب یہ جانے ان کا اللہ، تمہیں کیا ہے اس سے کہ یہ فارسی میں، عربی

میں دعا کریں؟ حضرت حاجی صاحب سے شکایت کردی کسی نے۔

لکھا ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شا کی کی شکایت سنتے رہے اور مسکراتے رہے، کیوں؟

اس لئے کہ جہاں تک نماز کا تعلق ہے، تو ہمارے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عربی زبان کو چھوڑ کر جس زبان کو وہ سمجھتا ہے، اس میں اگر اس کا ترجمہ پڑھتا ہے، تب بھی اس کی نماز ہوگئی، کیوں؟ زبردست دلیل! حضرت فرماتے ہیں کہ جو مقصود ہے باری تعالی سے مناجات، جس زبان کے الفاظ کو پورے طور پر وہ نہیں سمجھتا اس کے بجائے اپنی زبان میں حق تعالی شانہ سے مناجات کرے گا تو اسے لطف زیادہ آئے گا، خشوع زیادہ ہوگا، دل زیادہ لگے گا، عبادت سے مطلوب تو یہی ہے۔

اسی لئے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وغیرہ دعائیں مانگنا تو چاہیے عربی میں، لیکن اگر کوئی شخص عربی کے بجائے کسی اور زبان میں بھی ان دعاؤں کو مانگے تو اس کی نماز ہوجائے گی۔ اگر چہ اس نے اچھا کام نہیں کیا، لیکن اپنی زبان میں دعا مانگنے کے باوجود اس کی نماز ہوجاتی ہے۔

یہ عید کی مثال دی کہ عید کی نماز میں مفتی محمود صاحب نے سجدۂ سہو نہیں کیا تھا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے فرض پڑھ لئے اور وہ نہیں دہرائے۔

پہلے دن حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نوراللہ مرقدہ کا قصہ سنایا تھا کہ میں اور مولانا اسمٰعیل بدات صاحب سہارنپور عید کی نماز پڑھ کے پہنچے، تو وہاں جب حضرت کو بتایا کہ ہم سہارنپور عید کی نماز پڑھ کر آئے ہیں، وہاں تو سب کا روزہ، حضرت نے فرمایا کہ بس، یہاں کسی کو نہ بتائیں کہ وہاں عید ہوچکی ہے، اس لئے کہ اب یہاں سوائے انتشار کے کچھ نہیں ہوگا، اس لئے کہ ابھی تو بارہ بج چکے ہیں۔

بزرگوں کے یہاں روزے بھی ہو جاتے ہیں، رمضان بھی ہو جاتا ہے، عید بھی ہو جاتی ہے، فرض بھی ہو جاتے ہیں، نمازیں بھی ہو جاتی ہیں۔

چور اور مالدار اور زانیہ پر صدقہ

اور حدیث میں بھی ہے تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَارِقٍ، عَلٰى زَانِيَةٍ، عَلٰى غَنِيٍّ. زکوۃ بھی ادا ہو جاتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے قصہ کہ ایک شخص اپنی زکوۃ لے کر نکلا، اور اس نے کوشش کی کہ چپ چاپ سے دینا زیادہ کارِثواب ہے، اس نے سوچا کہ رات کے اندھیرے میں جس کو میں دوں گا اس کو میں نہیں پہچانوں گا اور وہ مجھے نہیں پہچانے گا، اس نے اندھیرے میں جا کر کسی کو رقم دے دی۔ تو صبح کو شور ہو گیا کہ کوئی شخص رات کو چوری کے لئے نکلا تھا اس نے کہا کہ میں تو نکلا تھا چوری کے لئے، چپ چاپ سے مجھے کوئی رقم دے گیا۔ شور ہو گیا لوگوں میں کہ آج تو چور کو کوئی صدقہ دے گیا۔ جب اس زکوۃ دینے والے کو، صدقہ دینے والے کو بھی پتہ چلا، اس نے کہا کہ یہ کام تو غلط ہو گیا، اپنے دل میں یہ سوچا کہ یہ کام تو غلط ہو گیا۔

دوسری رات پھر لے کر نکلا، کہ چلو کل مرد کو دے دیا اور وہ چوری کرتے ہیں، عورتوں کے متعلق تو اس زمانہ میں نہیں سنا جاتا ہوگا کہ عورتیں بھی چوری کے لئے نکلتی ہیں، اس نے چپکے سے کسی عورت کے ہاتھ میں تھما دیا، صبح شور ہوا کہ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ آج رات تو فلاں جو رنڈی ہے وہ کہتی ہے مجھے کوئی صدقہ دے گیا، پیسے دے گیا چپ چاپ سے۔ یہ آدمی سوچتا ہے کہ باری تعالی! میں نے تو خیر اور نیکی کا ارادہ کیا تھا، کل بھی اور آج بھی، یہ کیا ہو گیا؟ پھر تیسری رات وہ پھر لے کر نکلا اور چپکے سے پھر دے دیا، صبح شور ہوا کہ آج فلاں مالدار آدمی رات کو جا رہا تھا اس کو کسی نے پیسے دے دیئے۔

یہ صدقہ دینے والا پریشان، وہ دعا کرتا ہے یا اللہ! کیا ماجرا ہے؟ تین دفعہ میں نے تو کوشش کی

اپنے طور پر۔ اللہ کی طرف سے جواب آیا کہ تمہارا صدقہ تو پہلی رات کو بھی قبول تھا، دوسری رات کو بھی، تیسری رات کو بھی قبول تھا، یہ ہم نے اس طرح کا انتظام اس لئے کیا تھا تا کہ اس چور کو عبرت ہو، کہ جب اللہ تبارک وتعالی اس طرح پہنچا سکتے ہیں، تمہیں چوری کیوں کرنی چاہئے؟ اس بری عادت کو چھوڑنا چاہئے۔ زانیہ کے ہاتھ میں تمہارے ہاتھوں سے پہنچایا کہ تم اس برے دھندھے سے کیوں کمائی کرتی ہو؟ اللہ تبارک وتعالی تو یہ حلال طریقہ سے تمہیں پہنچاتے ہیں، وہی رزاق ہے۔ اور تیسری رات مالدار کو پہنچایا، اس کو بھی عبرت دلانے کے لئے کہ میرے پاس مال ہے، میں لے کر بیٹھا ہوا ہوں، اللہ نے اتنا سارا مال دیا ہے، دیکھو! ایسے بھی صاحب مال ہیں، وہ چپ چاپ کسی کو پتہ نہ چلے اس طرح رات کو صدقہ دیا کرتے ہیں۔ اسے عبرت دلانے کے لئے ہم نے ایسا کیا، تو یہ زکوۃ بھی ادا ہو جاتی ہے، حج بھی ہو جاتا ہے، حالانکہ مسئلہ کے اعتبار سے جو مستحق صدقہ ہے اس کے ہاتھ میں نہیں پہنچا تھا، مالدار کے ہاتھ میں پہنچا تھا۔

اسی طرح کا صاحب ہدایہ نے مسئلہ لکھا ہے کہ وقوفِ عرفہ غلط ہوا، پورا گروپ گواہی دے رہا ہے کہ ہم نے جو چاند دیکھا اس کے اعتبار سے یہ حج غلط ہے، کہتے ہیں ان کی گواہی مت سنو، چھوڑ وان کو۔ نماز ہو جاتی ہے، زکوۃ بھی ادا ہو جاتی ہے، حج بھی ہو جاتا ہے، یہ سب تعلیمات ہماری شریعت میں اسی لئے ہیں کہ امت کو جھگڑے سے بچایا جائے، اوران میں اتحاد، اتفاق، محبت قائم رہے، اس کی کوشش ہونی چاہئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

مضمون یہ چل رہا تھا کہ حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی کو اللہ تعالیٰ نے یہ روحانی قوت عطا فرمائی کہ چند لمحات میں پوری دنیا کی سیر کر لیتے ہیں، اور اُس کی تائید میں روحانی قوت والوں کے واقعات میں حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا کہ اُن کے مسترشد کشتی میں ہیں، کشتی ڈوب رہی ہے، اور وہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے حضرت نے پہنچ کر تسلی دی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، طوفان چلا جائے گا، چنانچہ تھوڑی دیر میں ختم ہو گیا۔

کرامات الاولیاء حق

اُمت میں بہت کثرت سے واقعات اِس طرح کے ملتے ہیں، یہ واقعات کیوں؟ تا کہ ہمارا ایمان معراج کے سلسلہ میں ڈانواڈول نہ ہو، کہ جب یہ بزرگ، اللہ تعالیٰ اِن کو چند لمحات میں، چند سیکنڈ میں، یہاں سے وہاں تک جانے کی قوت دیتے ہیں، تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام اولیاء، انبیاء اور رسل کے سردار ہیں، بزرگوں کو جو کچھ ملا وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل، اِسی لئے بہت کثرت سے اِس طرح کے واقعات اُمت میں ہوتے رہے ہیں اور قیامت تک کے لئے آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

عقائد کی کتابوں میں باقاعدہ ایک عہد لیا جاتا ہے، اس میں کئی چیزیں ذکر کی جاتی ہیں جیسے عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ، کہ قبر کا عذاب حق ہے، فلاں حق ہے، فلاں حق ہے، اُس میں یہ بھی ہے کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ، ان کرامات کے حق ہونے کا عقیدہ رکھنا یہ بھی بڑا ضروری ہے۔ اگر اِس میں کوئی شخص اپنی عقل چلاتے ہوئے کہے کہ یہ کیسے ہوا؟ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو وہ معجزات کا بھی انکار کر دے گا، اور انکار کرنے والوں نے ایسا کیا بھی ہے۔

سر سید احمد خان کا امت پر احسان

سر سید احمد خان، کتنا بڑا انسان؟ بہت بڑا اُمت پر اِس کا احسان ہے کہ جب ہندوستان میں اسلامی حکومت ختم ہوگئی تو علماء نے اپنی اپنی جگہ اِس نقصان کی تلافی کے سلسلہ میں، اُمت کو بچانے کے لئے ،ملت کو بچانے کے لئے جو راستے ہو سکتے تھے وہ اُنہوں نے سوچے، تو اُنہوں نے بھی اپنے طور پر ایک راستہ سوچا کہ اُمت مسلمہ کو تعلیم دینی چاہیئے ، اور واقعی اُن کا بہت بڑا احسان ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی بنیاد رکھی۔

ستر (۷۰) کے قریب عقائد کا انکار

لیکن چونکہ وہ عالم نہیں تھے تو اُنہیں اپنی حدود میں رہنا چاہیئے تھا، ڈاکٹر ہے وہ اپنی حد میں اپنا کام کرے، اِنجینئر اپنا کام کرے، جو اُس کی فِیلڈ کا ہے، اُس سے باہر نکل کر جو بھی سوچنا شروع کرے گا تو وہ اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچائے گا، دوسروں کو بھی نقصان پہنچائے گا۔

اب کوئی مولانا صاحب ہیں ابھی ڈاکٹر نے کوئی بیماری تجویز کی، دوا تجویز کی تو اُس میں کوئی نقص نکالے اور اپنی عقل چلائے ، عقل لڑائے ، تو یہ غلط ہے۔ تو یہی حال سر سید احمد خان کا بھی ہوا، کہ اِنہوں نے دینی موضوعات پر لکھنا شروع کیا اور وہ بھی نہایت حساس موضوعات پر۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ اُنہوں نے عقائد کے باب کی ستر کے قریب، سیونٹی (۷۰) کے قریب چیزوں کا انکار کر دیا، جن میں ملائکہ کا وجود، جناتوں کا وجود، یہ جتنے عقل پرست ہیں اُن سب کا یہی انجام ہوا، تو اُسی میں بہت سے معجزات کا انکار، معراج جسمانی کا انکار، کہ بھئی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں آرام فرما رہے ہیں اور یہ جسم اِتنا ثقیل، بھاری، وزنی اور یہ اپنے آپ کیسے پہنچ جائے گا بیت المقدس آناً فاناً؟ اور بیت المقدس سے بھی آگے کی باتیں کرتے ہو کہ دروازے کھل گئے آسمانوں کے، اور پہلا آسمان، دوسرا اور ساتوں آسمان اور عرش معلیٰ تک، کوئی چیز پھینک کر دیکھو، نیچے آجائے گی، تو جسم کیسے اوپر چلا جائے گا؟

یہ عقل لڑاتے ہوئے جنہوں نے بھی یہ حرکت کی، تو دین کو بھی پھر اُنہوں نے مذاق بنایا، اِسی لئے یہ جو کرامات ہیں اِن کا صدور اِسی لئے ہوتا ہے تا کہ انسان معجزات کا انکار نہ کرے، اُس پر اُس کا عقیدہ درست رہے اور قائم رہے۔

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی کی طرح سے حضرت حاجی صاحب کو بھی یہ قدرت حاصل تھی، اور واقعہ آپ کو بتایا تھا۔

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

ہمارے نانا جان رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی رشتہ داروں میں حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ، رشتہ میں ہمارے نانا کے ماموں لگتے تھے۔ اُن کے ایک مرید اپنے تجارتی سفر پر گئے، جس طرح اِس وقت تجارت ہوتی ہے اُس زمانہ میں بھی ہوتی تھی، مگر دوسرے ملکوں سے سامان ایک ہی راستہ سے آسکتا تھا، جہاز کے ذریعہ، تو بحری جہازوں کے ذریعہ آمدورفت، نقل وحرکت اور تجارت ہوتی تھی۔

وہ کہیں دوسرے ملک کے سفر پر تھے اور وہاں سے آتے ہوئے جہاز طوفان میں پھنس گیا، اور طوفان بھی بڑا زبردست، اُنہیں یقین ہوگیا کہ اب تو سامان اور ہم سب ڈوب جائیں گے، اُنہوں نے اپنے دل میں دعا بھی کی اور نذر مانی، منت مانی کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے صحیح سالم کنارہ تک پہنچا دیں تو میں اِس جہاز کا جو تجارتی سامان ہے اِس کا آدھا حصہ ہمارے پیر ومرشد حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کروں گا۔

اللہ کا کرنا کہ تھوڑی دیر میں طوفان ختم ہوگیا، جہاز بچ گیا اور یہ وہاں سے کنارہ پر صحیح سالم پہنچے، تو اُس کے کچھ عرصہ کے بعد ترکیسر حاضر ہوئے۔

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی ویسے خاندانی روایات کے مطابق بہت ساری کرامات ہیں، لیکن یہ جو میں ذکر کررہا ہوں یہ اُن کرامات میں سے ہے جس کو امام اہل السنۃ حضرت مولانا

عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

مولانا عبدالشکور صاحب پوری دنیا میں اہل السنۃ کے امام اور پیشوا سمجھے جاتے تھے، آپ نے شیعوں کے خلاف بڑی زبردست کتابیں لکھی ہیں، بڑا کام کیا، کسی زمانہ میں یوپی میں شیعہ حکمرانوں کا، نوابوں کا، اُمراء کا، بادشاہوں کا غلبہ تھا، اور اُس کے اثرات لمبے زمانہ تک رہے۔ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب نے اس سلسلہ میں بہت کام کیا، اتنے بڑے آدمی حضرت موسی جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور اُنہوں نے اپنے پیر ومرشد کے حالات میں ایک کتاب لکھی ''کرامات موسویہ''۔

اُس میں یہ واقعہ اُنہوں نے لکھا ہے کہ وہ جب صحیح سالم جہاز پہنچ گیا تو کچھ عرصہ کے بعد ترکیسر پہنچے، اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور حضرت سے واقعہ عرض کیا کہ ہمارا جہاز اِس طرح طوفان میں پھنس گیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے جہاز کو بچالیا۔

اور پھر اُنہوں نے کوئی ہدیہ پیش کیا تو حضرت مسکرائے، اور حضرت نے فرمایا کہ بھئی! دیکھو! وہ نائی، حجام، حضرت کی حجامت بنانے والا، اُس کا نام لے کر فرمایا کہ ذرا اُس کو بلا کر لاؤ۔ وہ بلایا گیا، تو اُن سے حضرت نے پوچھا کہ بھئی! آپ کو یاد ہے کہ فلاں دن فلاں وقت میں ایک دفعہ جس طرح معمول کے مطابق تم میری حجامت بناتے ہو، تو یہاں اس جگہ بیٹھ کر حجامت بنارہے تھے تو کچھ خلاف معمول کوئی چیز ہوئی تھی؟ نائی نے کہا کہ ہاں!

آدمی جب حجامت بنانے کے لئے بیٹھتا ہے تو درمیان میں سارا کام موقوف رہتا ہے، جب تک سارا سر مونڈ نہ لے۔

ہماری طرح سے نہیں کہ ایک دفعہ ہم عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ گئے۔ جب عمرہ سے فارغ ہوئے، اُس زمانہ میں جس طرح ابھی دکانیں ہیں بڑی صاف ستھری اور لائن میں کوئی پچیس پچاس دکانیں، اور ان کے علاوہ بھی جگہ جگہ نائی کی دکانیں ہوتی ہیں، اِتنا اچھا انتظام اُس وقت نہیں ہوتا تھا، سڑک پر نائی بیٹھے ہوتے تھے اور بلاتے تھے کہ بھئی، ادھر آؤ!

اُس وقت یہ جو کاؤنسل کی طرف سے، بلدیہ کی طرف سے جو نگراں سپروائزر صفائی کی دیکھ بال کے لئے متعین ہوتے تھے وہ اُن کو روکتے تھے کہ تمہاری جو جگہ متعین ہے وہیں پر بیٹھ کر حجامت بنایا کرو، یہاں راستہ پر مت بناؤ۔ ایک مرتبہ نائی ایک گلی کے کنارہ پر، موڑ پر بیٹھ کر میری حجامت بنا رہا تھا، آدھا سر اُس نے بنایا اور صفائی والا سپروائزر آ گیا، تو نائی بھاگا، اُس کے پیچھے پیچھے ہم بھی بھاگ رہے ہیں۔ اِس طرح کا واقعہ یاد رہ جاتا ہے، ورنہ دس دفعہ آدمی نے بال بنائے ہوں، اس کے سارے واقعات تو یاد نہیں رہتے۔

اِس طرح حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کا جو نائی تھا، حجام تھا، اُس سے جب حضرت نے پوچھا کہ بھئی! ابھی چند ہفتہ پہلے حجامت بناتے ہوئے کوئی خلافِ معمول چیز تم نے دیکھی تھی؟ اس نے کہا ہاں! بالکل مجھے یاد ہے۔ مجھے تو ہمت نہیں ہوئی پوچھنے کی۔

آپ جس طرح ہمیشہ حجامت بنواتے ہیں، اُسی طرح اُس دن میں حجامت بنا رہا تھا اور بیچ میں حضرت اُٹھ کر چلے گئے، آدھی بنی ہوئی ہے، اور یہ بھی کہا کہ جب واپس آئے تو یہ دیکھا کہ آپ بہت تھکے ہوئے اور پسینہ میں بالکل شرابور۔ ایک دو جگہ ہم نے دیکھا کہ کوئی ذرا سا خون کا کوئی نشان بھی ہے، کچھ چھل گیا ہے۔ حضرت نے اُن سے پوچھا، اچھا یاد کر کے بتاؤ کتنے ہفتہ پہلے، کونسے دن ایسا ہوا تھا، وہ بتائیے۔

حضرت نے پھر جہاز والے تاجر جو حضرت کے خادم تھے اُن کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ وہی دن اور وہی وقت تھا تمہارے جہاز کے ڈوبنے کا، اُنہوں نے کہا بالکل یہی وقت تھا۔

حضرت نے فرمایا کہ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، دیکھو! مجھے تمہارا ہدیہ بھی نہیں چاہئے اور وہ آدھا مال وہ بھی نہیں چاہئے، اُس کی بھی ضرورت نہیں تھی، لیکن تمہیں اپنی نیت بدلنی نہیں چاہئے تھی، تم نے اگر یہ منت مانی تھی، نذر مانی تھی اللہ کے لئے، تو وہ اگر لاتے پیش کرنے کے لئے، میں اُس کو بھی قبول نہ کرتا، وہ بھی واپس کر دیتا جس طرح میں اِس کو واپس کر رہا ہوں کہ تمہارا جہاز جو بچا ہے، وہاں پہنچ کر ہم نے اُس کو کاندھا دیا ہے، تب جا کر بچا ہے۔ یہ اِس طرح کے واقعات

خرقِ عادت جو پیش آتے ہیں وہ اِس کے لئے تا کہ انبیاء کے معجزات پر یقین رہے۔ یہ ایک لمبا موضوع ہے۔

بعث بعد الموت سے انکار

کفارِ مکہ کہتے تھے کہ ہم یہ زندگی گذارتے ہیں اور مرجاتے ہیں اور یہ قبروں سے دوبارہ زندہ ہونا یہ سب غلط ہے، ڈھکوسلے ہیں، ﴿نَمُوْتُ وَ نَحیٰی وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْن﴾ دوبارہ زندہ ہونے اور اٹھائے جانے کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے اِس کی حقیقت کوئی نہیں۔

بعث بعد الموت کا عقیدہ

اِس وقت آج کل یہ جتنے فتنے ہورہے ہیں اور عملی طور پر ایک شخص دوسرے کا مال غصب کرلیتا ہے، یہ اوقاف کے مال ہضم کئے جاتے ہیں، اور اُنہیں کبھی کوئی خیال نہیں آتا یہ اِسی عقیدہ کی کمزوری کی وجہ سے ہورہا ہے کہ اُن کا عقیدہ آہستہ، آہستہ، آہستہ کمزور ہوجاتا ہے۔ اُن کا یہ عقیدہ رہتا نہیں کہ مجھے مرنا بھی ہے، مرنے کے بعد خدا کے حضور حساب بھی دینا ہے، قبر میں جانا ہے، قبر میں فرشتے آئیں گے، قبر کے بعد پھر اُٹھنا ہے، اور خدا کے حضور حاضری دے کر ایک ایک ساعت کا مجھے حساب دینا ہے۔

مرنے کے بعد روح اور جسم

اِس کا تعلق اِسی سے ہے کہ روح اور جسم یہ الگ بھی ہوسکتے ہیں اور اِس سے الگ ہوکر روح باقی بھی رہ سکتی ہے، زندہ بھی رہ سکتی ہے، اِن کرامات کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح اِن بزرگوں کو میں نے طاقت اور قوت دی، یہی حال ہر انسان کا ہے کہ وہ بھی اپنے روح پر محنت کریں تو اُس کو بھی اِتنی قدرت حاصل ہوسکتی ہے، اور مرنے کے ساتھ تو ہر ایک کا جسم الگ ہوجائے گا روح الگ ہوجائے گی۔

جسم اپنی جگہ اور روح کہاں سے کہاں؟

یہی حال اِن بزرگوں کا، حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ اِن کا جسم ترکیسر میں لوگ دیکھ رہے ہیں، لیکن روح اِن کی کہاں پہنچی ہوئی ہے؟ جس طرح کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے فرمایا کہ میں تین ساعت میں پوری دنیا کا چکر کاٹ لیتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرامات کی حکمت

حضرات اولیاء اللہ کی جتنی کرامات ہیں، یہ صرف اِس لئے نہیں کہ ہم اِن سے عقیدت رکھیں، بزرگ جانیں، بلکہ جو صحیح سند کے ساتھ سچے واقعات اُن کے منقول ہیں اُس میں وہی حکمت ہے جو میں نے کل عرض کی تھی کہ اگر اِس پر ہمارا عقیدہ رہے گا، پھر معجزات کو ہم سچ مانیں گے۔ اِس میں اگر ہمارا عقیدہ تھوڑا سا متزلزل ہوا تو پھر سر سید احمد خان کی طرح سے معجزات کا بھی انکار ہوگا، معراج جسمانی کا بھی انکار ہوگا، اور اصحاب کہف اِتنے سو سال تک کیسے سوئے رہے؟ اور پھر کیسے اُٹھ کر کے دنیا میں آ گئے؟

آج کل دنیا میں اسلام کے خلاف ایک مہم چلائی جا رہی ہے اور اسلامی عقائد کو کمزور کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اگر ہم ان کرامات کا تذکرہ نہیں کریں گے اور ان کے حق ہونے کے عقیدہ کو بیان نہیں کریں گے اور ان سچے واقعات کا تذکرہ نہیں کریں گے تو وہ دشمن اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اِس لئے ضروری ہے کہ صاف ستھرا جو ہمارا ایمان، اسلام ہے اِس کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔

اور جیسا میں نے بتایا تھا کہ یہ کرامات جو اُن سے ظاہر ہوئیں، اِس میں بہت بڑی حکمت ہے کہ ایک جگہ سے شیخ عبدالوہاب کیسے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں، تو اُس میں بہت بڑا مسئلہ حل ہو جاتا ہے، روح اور جسم کیسے الگ ہو سکتے ہیں؟ اور روح اور جسم الگ ہونے کے باوجود کیسے اُن میں ربط رہ سکتا ہے۔ اور جیسے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت بتائی تھی کہ وہ کہاں ترکیسر میں ہیں اور کہاں سینکڑوں ہزاروں میل دور سمندر میں پہنچ کر اپنے مرید کے جہاز کو بچالیا۔

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور کرامت

اُسی ''کرامات موسویہ'' میں اُن کا ایک اور قصہ بھی لکھا ہے، کہ اُن کا ایک باغ تھا آم کا، کچھ نوجوان سوچ رہے تھے کہ یہ آم پکنے کے قریب ہیں، آج جب حضرت مسجد میں اپنے وظائف میں مشغول ہوں گے، تو باغ میں جا کر آم کھائیں گے۔ اور اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو متعین کیا کہ تم یہاں دیکھو کہ جب حضرت مسجد میں پہنچ کر مشغول ہو جائیں تو ہمیں اطلاع کر دینا اور ان نوجوانوں کو معلوم تھا کہ جب حضرت مسجد میں جاتے ہیں تو کئی کئی گھنٹے وہ اپنے معمولات میں مشغول رہتے ہیں، اتنی دیر میں ہم اپنے کام سے فارغ ہو جائیں گے۔

چنانچہ اپنے ایک ساتھی کو اس کام پر متعین کیا، تھوڑی دیر میں اُس ساتھی نے جا کر بتایا کہ حضرت مسجد میں عبادت میں مشغول ہیں، اور دوسرے ساتھی حضرت کے باغ کی طرف گئے اور اپنے ساتھی کو تاکید کر کے گئے کہ جب حضرت یہاں سے اپنے باغ کی طرف چلنا شروع کریں تو فوراً ہمیں بتا دینا تاکہ ہم وہاں سے بھاگ جائیں۔ چنانچہ یہ ساتھی باغ کی طرف چلے۔

لیکن جب یہ لوگ باغ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت وہاں مشغول ہیں، وہاں بیٹھے ہوئے ہیں، تو وہ لوگ واپس آ کر اپنے ساتھی سے ناراض ہوتے ہیں کہ بے وقوف! تو نے ہمیں بتایا بھی نہیں؟ وہ تو وہاں اپنے باغ میں بھی پہنچ گئے۔ اس ساتھی نے کہا نہیں حضرت تو مسجد میں بیٹھے ہیں اور اپنے معمولات میں مشغول ہیں۔

معراج جسمانی

یہ کرامات ہیں۔ یہ صرف اُن کی بزرگی جتانے کے لئے نہیں ہیں، جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ اِن سے معجزات پر یقین پختہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی جن کرامات کا تذکرہ کیا اس سے معراج جسمانی کا سمجھنا اور اس پر یقین کرنا آسان ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے اوپر ساتوں آسمانوں میں پہنچ جانا، ان کرامات سے یہ مسائل حل

ہو جاتے ہیں۔ اور ان پر ہمارا عقیدہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اگر ان چیزوں میں ہمارا عقیدہ تھوڑا سا بھی کمزور ہوا، تو پھر اصحاب کہف کا واقعہ اور ان کے متعلق ہمارا عقیدہ، اس پر بھی اشکال ہوگا کہ وہ اِتنے برسوں کے بعد اپنے غار سے کس طرح بیدار ہو کر آ گئے؟ اگر ہمارا عقیدہ مضبوط ہوگا، تو قرآنی واقعات میں بھی شک وشبہ نہ ہوگا۔

حضرت عزیر علیہ السلام

حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ قرآن نے ذکر کیا کہ وہ سفر پر جارہے ہیں اور راستہ میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرے، جس پر وہ سوار تھے وہ دراز گوش تھا۔ اسلام نے ادب سکھایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دراز گوش پر سواری فرمائی ہے۔، اُس کا ترجمہ ٹھیٹھ عامی زبان میں گدھا، یہ ترجمہ نہیں کرنا چاہیے، اِس لئے کہ جس جانور کو اللہ نے انبیاء کرام کی سواری کے لئے منتخب فرمایا اُس کے لئے ایسا لفظ جو عامی زبان میں تحقیر کے لئے استعمال ہوتا ہے وہ استعمال نہیں ہونا چاہیے۔ اِس لئے علماء نے اُس کے لئے مستقل لفظ وضع کیا کہ وہ جانور کہ جس کے کان لمبے ہوتے ہیں، دراز گوش، لمبے کان والا جانور۔

حضرت عزیر علیہ السلام دراز گوش پر سے اترتے ہیں، اور اُس پر کھانا بھی اُن کا رکھا ہوا ہے، لیٹے، آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو تھوڑا سا اُنہیں تعجب ہوا کہ میں سویا تھا، تو یہاں تو سبزہ تھا، کوئی درخت یہاں تھا، کچھ تغیر معلوم ہوتا ہے۔ اِدھر دیکھتے ہیں، تھوڑا سا اِدھر توجہ، سوچا کہ میں نے ٹھیک سے سوتے وقت دیکھا نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوچھا گیا کہ عزیر تم کتنا سوئے؟ جواب دیا کہ میں پورا ایک دن یا ﴿ بَعۡضَ يَوۡمٍ ﴾ ایک دن سے بھی کم۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم تو پورے سو سال سوئے رہے، اور دیکھو! تمہاری سواری کدھر ہے؟ دیکھا کہ سواری تو نہیں ہے، اور وہاں اور کچھ پڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری سواری بھی سو سال میں مر چکی، سڑ چکی، ہواؤں نے اُس کے جسم کو ذرات بنا کر اُڑا دیا، لیکن ہم

اپنی قدرت دکھاتے ہیں، دیکھئے! آپ کی سواری زندہ ہورہی ہے، ہڈیاں کھڑی ہورہی ہیں، گوشت بن رہا ہے، آناًفاناً پھر وہ دراز گوش زندہ ہوکر تیار، سواری کے لئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عزیر! تمہارا کھانا بھی اِس پر تھا، وہ سواری تو تمہاری گل سڑگئی، مرمرا کرکے، گرد وغبار میں تبدیل ہوگئی، مگر تمہارا جو توشہ دان تھا وہ کھانا بالکل اِسی طرح ہے، دیکھو! ﴿لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾، سو سال گذرنے کے باوجود اُس میں کوئی بدبو بھی پیدا نہیں ہوئی، وہ سڑا بھی نہیں۔ دیکھا تو واقعی کھانا اُسی طرح سالم تھا، اب حضرت عزیر علیہ السلام کو اطمینان ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا معجزہ ظاہر کیا گیا کہ میں سوسال تک سویا رہا۔

یہ سارا مکالمہ پہلے اِس لئے ہوا تا کہ اب جب یہاں سے چلیں تو اِنہیں کوئی استعجاب نہ ہو، پریشان نہ ہوں، گھبرا نہ جائیں کہ میں کدھر آگیا ہوں، تو اب یہاں سے چلے اپنی بستی کی طرف، تو اللہ کا کرنا کہ اُس میں ہر طرح سے تغیر آچکا تھا، لیکن اُن کا جو مکان تھا وہ بالکل اُسی جگہ اور اُسی طرح تھا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی خاطر اُن کی والدہ صاحبہ کو بھی طویل عمر دی۔

جب وہ اپنے گھر پہنچے تو دروازہ بجایا، اندر سے پوچھا کہ کون؟ اِنہوں نے جواب دیا کہ عزیر، تو پوچھا کونسا عزیر؟ اِنہوں نے اپنی ولدیت بتائی، کہ فلاں کا بیٹا عزیر، جس کے باپ فلاں، ماں فلاں، اندر سے بڑھیا نے ڈانٹا، کہا کہ تم ہمیں پریشان کرتے ہو؟ اور روتے ہوئے اُس نے کہا کہ ہمارا عزیر تو ایک زمانہ ہوگیا گم ہوگیا، وہ کہیں مرمرا گیا ہوگا۔ تم ہمیں ستانے کے لئے آئے ہو؟ تو ماں نے آہ وبکاء شروع کی۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے کہا کہ نہیں آپ دروازہ کھولیں، میں آپ کا بیٹا عزیر ہوں۔ بڑھیا نے دروازہ کھولا تو اُنہوں نے کہا کہ مجھے تو ٹھیک سے نظر نہیں آتا، اڑوس پڑوس سے سب کو اور رشتہ داروں کو بلا کر لائی، کہ بھئی، یہ کوئی نوجوان آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں عزیر ہوں، سب جمع ہوگئے۔

اب اُن میں سے بہت سے ایسے ہوں گے کہ جنہوں نے عزیر علیہ السلام کو دیکھا بھی نہیں تھا

جب یہ گم ہوئے تھے، وہ کیسے پہچانتے؟ اُن کی ماں کہنے لگی کہ میرے عزیر کے جسم پر فلاں جگہ فلاں فلاں نشان تھے۔ اگر وہ نشانات ملتے ہیں تو سچ مچ میرا بیٹا ہی عزیر ہے۔ جب اُن کے جسم کو اُنہوں نے ٹٹولا، دیکھا تو واقعی اُس جگہ پر وہ نشان موجود تھے، اُنہوں نے کہا ہاں! واقعی نشان تو ہیں۔

لیکن بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ایک قدم پر ستاتے تھے، وہ کیسے آسانی سے مان لیتے؟ اُنہوں نے کہا کہ نہیں! ہمارا جو عزیر تھا وہ تو توریت کا بھی حافظ تھا، توریت جو ہماری کتاب ہے اُس کا حافظ تھا، اور مکمل توریت بنی اسرائیل سے گم ہوگئی تھی، توریت کے حفاظ کو کہیں سے کسی کو کچھ یاد ہے، کسی کو چند پارے یاد ہیں، کسی کو اِدھر سے یاد، کسی کو اُدھر سے یاد، مکمل توریت کا حافظ کوئی نہیں تھا۔ جب حضرت عزیر سے کہا گیا کہ اگر تم سچ مچ عزیر ہو تو اچھا توریت سناؤ۔ اُنہوں نے توریت سنانی شروع کی، تب جا کر اُنہیں یقین آیا کہ نہیں! واقعی یہ حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔

یہ حضرت عزیر علیہ السلام کے جسم کا سلامت رہنا اِتنے عرصہ تک، اور اُس کے بعد اِن کا نیند سے بیدار ہونا، تو یہ تمام معجزات حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے، اِن کی تصدیق ہوتی ہے ان حضرات اولیاء کرام کی کرامات کے ذریعہ۔ اگر ہم اپنی عقل کو سامنے رکھ کر کے اِن کا انکار کرتے رہیں گے سر سید احمد خان کی طرح سے، تو فہرست پھر بہت لمبی ہوتی چلی جائے گی جس طرح اُنہوں نے پھر آگے یہ کہا کہ یہ جنت اور جہنم یہ بھی سب ڈھکوسلے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، ہمیں صحیح ایمان پر باقی رکھے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں رکھے، اِسی پر ہمیں زندہ رکھے اِسی پر ہمیں موت دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے امام صاحب کو ایک جگہ متشابہ لگا ﴿ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴾ کی جگہ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾، تو وہ تو اُنہوں نے ٹھیک کرلیا۔

کاندھلہ کے ایک بزرگ کا معمول

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے اعزہ میں سے کاندھلہ میں ایک بزرگ تھے۔ ہر وقت قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، خود بھی مشغول رہتے تھے اور اُن کی کوشش رہتی تھی کہ دوسرے کو اُس میں ساجھی اور شریک بنائیں، کوئی نظر آیا راستہ چلتا تو اُس کو بلاتے، اِدھر آؤ، بھئی! تم پڑھنا جانو؟ وہ کہے ہاں جانوں! حافظ ہو؟ نہیں! تو فرماتے، وضو کرلو یہ قرآن شریف لے لو! میرا پارہ سنو۔ پڑھتے رہتے اور سناتے رہتے اور اپنا اصول بتاتے سننے والے کو، کہ دیکھ بھئی! اگر مجھے کہیں غلطی لگے تب تو مجھے بتانا، لیکن اگر کہیں متشابہ لگ جائے، کہ ایک جیسی آیت ہے تو یہاں سے وہاں دوسری آیت پر پہنچ گیا، تو اگر متشابہ لگ جائے تو بتانے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں؟ آگے دلیل دیتے تھے، فرماتے تھے کہ قرآن تو سارا گڑ ہی گڑ ہے جہاں چاہے، منہ مارلو، تو اگر متشابہ لگے گا اور کہیں سے بھی پڑھے گا، تو وہ قرآن ہی تو پڑھے گا۔

ایک حافظ صاحب کو ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ ﴾ میں مشابہت لگی۔ بائیسویں پارے کی ایک آیت پڑھ رہے تھے، مشابہت لگنے کی وجہ سے اکیسویں پارے کی آیت پڑھنے لگے، کسی نے لقمہ دیا تو انہوں نے متشابہ ٹھیک کرلیا۔ قرآن میں ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ مگر اس کو انہوں نے ''وَنِسَآءِ

الْـمُـؤْمِنَـات‘‘ پڑھا، کہتے ہیں حافظ کو عالم ہونا ہی نہیں چاہئے، کیونکہ جو عالم ہوگا تو اُس کا ذہن کہیں کسی قاعدہ کی طرف جائے گا، تو اِنہوں نے سوچا کہ نساء، آگے النساء کی صفت ’’مؤمنات‘‘ آنی چاہئے، توانہوں نے ’’وَالـنِّسَـآءِ الْـمُـؤْمِـنَـات‘‘ پڑھا، مگرانہوں نے یہ نہیں سوچا کہ یہ اضافت ہے یاصفت ہے؟ صفت سمجھ کر ’’وَالنِّسَآءِ الْمُؤْمِنَات‘‘ پڑھا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے اپنا قصہ لکھا ہے کہ مظاہر علوم کی مسجد کلثومیہ میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تراویح ہورہی تھی، اورسورۂ طلاق پڑھی جارہی تھی، تو امام نے پڑھنا شروع کیا ﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ ﴾ توحضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے پیچھے سے لقمہ دیا ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ ﴾، توحضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تراویح کے بعد پوچھا کہ ارے مولوی زکریا! تم نیند میں تھے؟ اونگھ آرہی تھی؟

حضرت نے صحیح صحیح جواب دیا۔ حضرت نے عرض کیا کہ حضرت! نہیں! میں بالکل اونگھ نہیں رہا تھا، لیکن میں نے سوچا کہ ﴿ اِذَا طَلَّقْتُمْ ﴾ توجمع ہے، جب تم لوگ عورتوں کوطلاق دے دو، تو اگر﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ ﴾ ہے تو آگے ’’اِذَا طَلَّقْتَ النِّسَآءَ‘‘ ہوتا، کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ طلاق دے دو ’’طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ‘‘ جب تم لوگ طلاق دے دو ہے، اِس لئے میں نے سوچا کہ شروع میں ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ہوگا، تو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ارے! قرآن میں بھی قیاس؟

عقل اور نقل

یہ جو ہمارا مسئلہ چل رہا تھا کہ قیاس اور عقل اِس کی کوئی گنجائش نہیں، اِس لئے کہ عقل اور قیاس کے پیدا کرنے والے نے اِس قرآن کو نازل کیا ہے۔ جس نے عقل کو پیدا کیا اُسی نے یہ شریعت نازل فرمائی ہے، اگرچہ اِس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں کہ مغرب کی تین رکعت کیوں؟ اور عشاء کی چار رکعت کیوں؟ اور فجر کی دو رکعت کیوں؟ اور قیام کیوں؟ رکوع کیوں؟ اور اُس کے بعد

سجدہ کیوں؟ اُلٹا کیوں نہیں؟ کہ پہلے سجدہ، پھر رکوع، پھر قیام کیوں نہیں؟

یہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حجۃ اللہ البالغہ زبردست کتاب ہے اِس موضوع پر، مصالح عقلیہ پر۔ اُس میں سیاستِ مدن اور سیاست شرعیہ پر حضرت نے طویل بحث فرمائی ہے۔

اِسی طرح حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے المصالح العقلیۃ فی الأ حکام النقلیۃ تصنیف فرمائی ہے کہ یہ جو ہمارا دین سارا نقل ہوکر آیا ہے کہ جیسا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے اللہ میاں سے لیا اور ہمیں پہنچایا، اور وہاں سے نقل ہوتے ہوتے ہم تک پہنچا، آج ڈیڑھ ہزار سال ہوگئے، اسی طرح آگے نقل ہوتا رہے گا انشاءاللہ، یہ جو نقل ہوتے چلے آنے والے احکام ہیں اُس میں عقلی مصلحت کیا ہے؟ عقل کا تقاضہ کیا ہے؟ اِس موضوع پر حضرت تھانوی نے ایک کتاب لکھی ہے المصالح العقلیۃ فی الأ حکام النقلیۃ۔

جب عقل کو معیار ٹھہرایا جائے تو۔۔۔

اور جب کبھی انسان اپنی عقل دوڑاتا ہے اور اس کے پیچھے چلتا ہے، تو ہر چیز اُسے پھر ٹیڑھی نظر آتی ہے۔ جس طرح سرسید احمد خان کہ وہ کتنا بڑا عقلمند انسان کہ اُس نے ساری ایشیاء کی ملت کی بیماری کو سوچا اور سوچ کر تعلیمی لائن پر لگایا، لیکن خود انہوں نے اپنی عقل دوڑا کر اِتنی بڑی غلطی کی، جس طرح فہرست گنوائی تھی، کہ سرسید احمد خان نے جن چیزوں کا انکار کیا حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اُس کا ایک نقشہ اور چارٹ بنایا کہ سرسید نے اِس چیز کا انکار کیا، اِس کا انکار کیا، اِس کا انکار کیا، مگر جیسے جیسے سائنس ترقی کر رہا ہے اسلامی عقائد کی تائید ہو رہی ہے۔

نامۂ اعمال گردن میں

کسی وقت مذاق اڑایا جاتا تھا ﴿ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ﴾ کہ ہر انسان کا نامۂ اعمال جو کراماً کاتبین اور محافظ فرشتے ہر وقت لکھتے رہتے ہیں، اُس کا ہر قدم لکھا جاتا ہے، ہر نظر لکھی جاتی

ہے کدھر دیکھا، کدھر چلا، کیا سنا، آگے زبان سے کیا کہا، ہاتھ اور پیر سے کیا کیا، ہر چیز لکھی جاتی ہے، مذاق اُڑانے والے اُس زمانہ میں مذاق اُڑاتے تھے کہ اچھا! آپ لوگوں کے نزدیک یہ سارے صحائف جو لکھے جاتے ہیں، اِتنے سارے اعمال نامے، وہ اِکٹھے کئے جائیں گے، اور انسان کی عمر پچاس سال کی ہو، سو سال کی ہو، اگر دس برس کے بھی نامۂ اعمال اُس کے اِکٹھے کئے جائیں اور اُس کی گردن میں لٹکائے جائیں ﴿ اَلْزَمْنَاهُ طَآئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ﴾ ہاں تو یوں کہو کہ اس میں اُس کو دفن کر دیں گے، یہ کیوں کہا کہ اُس کو گردن میں لٹکائیں گے؟

میں نے اُس دن سائنس کے متعلق سنایا تھا آج سے تیس برس پہلے محمد بھائی اچھا نے ایک اخبار سے مجھے سنایا تھا کہ مولوی صاحب! یہ لکھا ہے کہ آج کی سائنس ترقی کر رہی ہے اور وہ ایک ناخن کے برابر ایک ڈِسک بنائے گی، ایک انچ سے بھی کم اور اُس ڈِسک کو کمپیوٹر پر رکھ کر دیکھنا کوئی شروع کریں، رات دن دیکھتے رہیں، تو پینتیس سال میں جا کر وہ ڈِسک ختم ہوگی۔

اب اُن معترضین کو کہہ سکتے ہیں کہ ڈسک آج سے تیس برس پہلے کی ایجاد ہے، جس میں ۳۵ برس تک دیکھے جانے والے احوال محفوظ کئے جا سکتے ہیں، اب تو اور بھی ترقی ہوگئی ہوگی اُس سے بھی آگے ہوں گے۔ اسی طرح انسان کی پوری زندگی کا نامۂ اعمال۔ اگر کسی کی عمر سو برس کی ہوئی تو اُس کا نامۂ اعمال ایک تعویذ کی طرح ہوگیا، ناخن کے برابر ڈسک میں فوٹو آواز سمیت پوری زندگی کی ایک ایک حرکت محفوظ، تعویذ کو گلے میں لٹکاتے ہیں، اسی طرح یہ نامۂ اعمال تعویذ کی طرح گلے میں لٹکا دیا جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے؟

قرآن نے جو کچھ کہا وہ برحق ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالی قیامت سے پہلے پہلے سائنس کو اور دوسرے علوم کو یہاں تک پہنچائیں گے کہ انسان قرآن مجید کی کسی چیز کا انکار نہ کر سکے اور انسانوں کے اوپر حجت قائم ہو جائے۔

نظر حق ہے

کسی وقت اطباء، ڈاکٹر مذاق اڑاتے تھے کہ یہ نظر کیسے لگتی ہے؟ اب یہ جراثیم طرح طرح سے سفر کرتے ہیں، یہ جراثیم کس طرح پہنچتے ہیں؟ اب دنیا مانتی ہے، پہلے اِس کو نہیں مانتے تھے، مذاق اُڑاتے تھے، کہ بھئی! نظر کیسے لگی؟ کوئی کسی کو دیکھے اور بیمار کردے؟ حسد کی نگاہ سے کسی کو دیکھا، اور دیکھنے سے اُس آدمی پر اثر پڑا، وہ بیمار ہوگیا۔ اُس کی دولت کو دیکھا، اُس کی کار کو دیکھا ایکسیڈنٹ ہوگیا، تو یہ کیسے؟

اب یہ جو آنکھوں ہی کا علاج کرتے ہیں کسی کے نمبر زیادہ ہیں جا کر لیزر ٹریٹ مینٹ کے لئے کھڑے ہوجائیں، ذرا سا اُس نے لیزر کے سامنے آپ کو کیا، وہی لیزر جو سامنے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر ہے آنکھ پر اثر کرتا ہے وہی لیزر ریڈار میں بھی ہے، میلوں دور جہاز چلتا ہے اُس کو کاٹا جاسکتا ہے، گرایا جاسکتا ہے۔

کسی زمانہ میں بچپن میں پڑھا تھا برمیوڈا کی کھاڑی، برمیوڈا، کہا جاتا ہے کہ وہاں سے جو جہاز گذرتے ہیں تو وہ وہاں گم ہوجاتے ہیں، کسی نے کہا کہ وہاں جادو ہے، کسی نے کہا کہ جن ہے، اُس وقت کسی نے لکھا تھا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہاں کوئی فوجی نظام ہو، کہ جس کی وجہ سے وہاں لوگوں کو علانیہ یہ منع نہ کرنا چاہتے ہوں کہ وہاں سے مت گذرو، اِس لئے یہ سارے وہمی اسباب لوگوں نے خود ایجاد کر لئے، وہاں فوجی نظام کی وجہ سے ریڈار ہوں گے کہ جو اِس کو گرا دیتے ہیں، ان کے اندر مقناطیسی کشش ہوگی جو اِتنے بڑے جہاز کو جس میں پانچ سو آدمی سوار ہیں، ہزاروں ٹن کا وہ جہاز ہے مقناطیس اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

معراج جسمانی جس کا یہ انکار کرتے ہیں میں نے کہا اس سے یہ مسئلہ حل ہوگیا، اِتنے وزنی جہاز کو اِس طرح کھینچا جاسکتا ہے۔ کہیں اوپر نیچے کیا جاسکتا ہے، تو جو مقناطیس کا پیدا کرنے والا خالق ہے، مالک ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انسانی جسم کو مقناطیسی کشش کی طرح فرش

سے عرش پر لے جایا گیا، اگر یہ اللہ کی قدرت کو نہیں مانتے تو اب مقناطیس تک تو آ گئے، اُس کو تو مانتے ہیں، تو یہ جتنی ترقیات ہوں گی اُس سے اسلام کی حقانیت ثابت ہوگی کہ اسلام سچا ہے۔

دہلی کے ایک بزرگ

آج حضرت مولانا ایوب صاحب بلیک برن سے تشریف لائے ہیں، اِن کو ابھی دیکھ کر اِن کا قصہ یاد آیا۔ کوئی پچیس برس سے بھی زیادہ ہو گئے ہوں گے، یہ وہاں مسجد میں بیان فرما رہے تھے۔، اِنہوں نے وہاں بیان میں ایک قصہ ذکر کیا دہلی کے ایک بزرگ کا۔

جس طرح ہم بہت دور علاقہ گجرات سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں ڈیڑھ ہزار میل کا سفر کر کے پہنچے، حضرت نے پوچھا کہ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ تو اُس زمانہ میں بھی دہلی بزرگوں کی خانقاہ میں دور دور سے لوگ جایا کرتے تھے۔

دہلی کے ایک بزرگ کی خانقاہ میں ایک نوجوان آیا۔ پوچھا کہاں سے آئے؟ بہت دور علاقہ بتایا۔ وہ حضرت کے پاس رہے اور کئی سال گذر گئے۔ ایک دن حضرت نے فرمایا کہ اِدھر آؤ۔ جیب میں سے کچھ رقم نکالی، اُن کو دی، اور فرمایا کہ دہلی میں فلاں بازار میں جاؤ، ایک بازار کا نام لیا جس میں فاحشہ عورتیں اپنے دھندھے کیا کرتی تھیں، تو فرمایا کہ اُس بازار میں جاؤ، اور وہاں جب جاؤ گے تو جہاں سے بازار میں تم داخل ہو گے تو وہاں سے اِتنے نمبر کی عمارت ہوگی، اُس عمارت میں دائیں طرف ایک دروازہ ہوگا، وہاں جا کر کھڑے ہو جانا، وہاں عورتوں کے پاس جو لوگ جاتے ہیں، جو اُن کی فیس متعین ہے ایک رات گذارنے کے لئے، تو وہ دینی ہوتی ہے، یہ اُس کی رقم ہے۔

اب وہ بھی حیران، یا اللہ! میں تو اِتنے ہزاروں میل دور سے اللہ کا نام سیکھنے کے لئے آیا تھا اور اِتنے برس حضرت کے یہاں رہا اور اللہ اور اُس کے رسول کی باتیں سنیں، اور اب مجھے کہاں بھیجا جا رہا ہے؟ لیکن چونکہ اب اِتنے برس کا تجربہ کہ کہیں کوئی چھوٹا سا بھی غلط کام ہم نے نہ حضرت

سے دیکھا، نہ ہم سے کروایا گیا، تو اِتنا بڑا گناہ اور اِتنی گندی جگہ مجھے بھیج رہے ہیں، تو آخر کوئی بات تو ہوگی، مجھے جانا تو چاہئے۔ آخر وہاں جانے کے بعد وہ گناہ کرنا نہ کرنا، وہ تو اپنے اختیار کی چیز ہے۔ اُنہوں نے وہ پیسے حضرت سے لئے اور پہنچ گئے۔

جب وہاں پہنچے تو دروازہ پر ایک صاحب موجود تھے، اُنہوں نے کہا لاؤ اِتنے پیسے۔ پیسے لئے اور کمرہ بتا دیا کہ فلاں نمبر کے کمرہ میں جاؤ۔ یہ اندر کمرہ میں گئے، جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ کوئی خاتون پہلے سے موجود ہے۔ وہاں پہنچ کر کے اِنہوں نے اپنی نماز کی نیت باندھ لی، نماز شروع کردی، نماز پڑھتے رہے، پڑھتے رہے، جب کافی دیر نماز پڑھتے گذر گئی تو اِنہوں نے سوچا کہ آؤ! ذرا یہ جو خاتون ہے اِن کو بھی کچھ سمجھائیں، تبلیغ کریں، اللہ اور اُس کے رسول کی باتیں کر کے اُسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ اُنہوں نے اُس سے بات چیت شروع کی کہ بہن! یہ غلط کام ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ حلال طریقہ سے بھی انسان کو روزی دیتے ہیں، اور یہ اِتنا گندہ طریقہ جو تم نے اختیار کیا؟

وہ خاتون رو پڑی۔ اُس خاتون نے تو کچھ اور سوچا تھا کہ میری عزت اور عصمت تو تار تار ہوگی۔ یہاں میرے پاس تنہائی میں اِس آدمی کو بھیج دیا گیا، جو کوئی وحشی درندہ ہوگا، یہ تو کوئی فرشتہ نکلا۔ اُس کو بھی بڑا تعجب ہوا۔ اپنے گمان اور تصور کے بالکل برخلاف، اِن کی تقریر سن کر اُس کو ہمت ہوئی، اُس نے کہا کہ میں کوئی ایسی بدکار عورت نہیں ہوں۔ پھر اُس نے اپنی کہانی بتائی۔

یہ نوجوان جب اپنے گھر سے چلے تھے تو اِن کا نکاح ہوا تھا، اور اِنہوں نے سوچا تھا کہ میں اپنے سفر سے جلدی واپس لوٹ جاؤں گا۔ مگر یہاں آ کر پھنس گئے بزرگ کے پاس کہ اب جانے کو جی نہیں چاہا، اب جائیں گے، تب جائیں گے، ایک سال، دو سال گزر گئے، مگر واپس جانا نہ ہوا۔

آج سے پندرہ بیس برس پہلے کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اِغواء بھی کوئی چیز ہوتی ہے کہ انسان کو اُٹھا لیا جاتا ہے، پیسے مانگے جاتے ہیں، خواتین ہوں، اُن کی عزت پر حملے کئے جاتے

ہیں، کوئی تصور بھی نہیں تھا بچپن میں، بچے عورتیں ہر طرف جہاں کہیں چاہا، رات کو، دن کو سفر کرتے تھے، کھلے دروازہ سوتے تھے۔ اب تو بالکل زمانہ بدل گیا، عورتوں، بچوں کو اغواء کرلیا جاتا ہے، اُس علاقہ میں بھی اس قسم کے واقعات ہوئے ہوں گے کہ وہاں سے اِس خاتون کو اور انسانوں کے ساتھ اُٹھالیا گیا، اور یہاں دہلی لاکر اِن بدمعاش لوگوں کے حوالہ کردیا کہ تم ان سے اپنی کمائی کرو۔ اب وہ خاتون تو اِسی نوجوان کی بیوی نکلی۔

اس قصہ کو نقل کر کے کسی نے شعر کہا، مولانا ایوب صاحب نے اپنے بیان میں وہ شعر سنایا، اُس شعر پر بعض عقل پرستوں نے اشکال کیا۔ شعر یہ تھا:

بہ مے سجادہ رنگین کن
گرت پیر مغاں گوید

اگر تمہارے پیرِ مغاں یہ کہیں کہ جس مصلے پر تم نماز پڑھتے ہو، اللہ کے سامنے روتے ہو، ماتھا ٹیکتے ہو، آج ذرا ایک دو گلاس شراب کے اِس کے اوپر بھی انڈیل دو اور شراب سے اپنے مصلے کو بھی رنگین کرو، مزہ آئے گا، مولانا ایوب صاحب سے کچھ مصلّی کہنے لگے کہ یہ کیسے بزرگ؟ اور کیسی باتیں؟ مگر اس قصہ میں تو مرشد کے حکم پر وہ مرید چلے گئے، تو اُن کو بیوی مل گئی۔

یہ جو بزرگوں کی کرامات ہیں اِن کو عقل پرست گھڑے ہوئے قصے سمجھتے ہیں۔ آپ کی جیب میں موبائل فون ہے۔ آپ یہاں سے لندن چلے جائیں، کونسی گلی میں کس جگہ ہیں، جس کمپنی کے پاس یہ فون کا نظام ہے اُن کے پاس موبائل فون کا ریڈار تو اُن کو اس کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ شخص فلاں جگہ ہے۔ اس کو تو مانیں گے۔

آج کل کے سائنس دان جن کے مبلغِ علم کا علوم نبوت سے کوئی موازنہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس علم نبوت سے اپنے خاص بندوں کو جو علم عطا فرمایا ہے، اور اس علم کی برکت سے کوئی بزرگ کوئی بات فرماتے ہیں تو اس کو من گھڑت قصے کہتے ہیں۔

یہ دہلی والے بزرگ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو جو علم عطا فرمایا اس علم کے ذریعہ اُنہوں نے

کیسے دیکھا کہ یہ نوجوان میرے پاس ہے اِس مرید کی نہ کوئی کہانی آپ بیتی تاریخ اُن سے پوچھی کہ بھئی! تم کیسے آئے، کب آئے، اور تم نے کب شادی کی تھی، اور بیوی کو کس حال میں چھوڑا تھا۔ اور اُدھر جس جگہ اُن کا خاندان ہے وہاں کیا آفت اور مصیبت آئی، اور کیسے اُن کو غلام باندی بنا کر وہاں سے اُٹھایا گیا، اور کیسے اِن کی بیوی کو دہلی لایا گیا، اور کونسی گلی میں، کونسے مکان میں، کونسے کمرہ میں وہ موجود ہے، یہ سب موبائل فون کمپنی کی طرح سے حضرت کو سب پتہ ہے۔

آج سائنسی ترقی کا زمانہ ہے، موبائل فون ایجاد ہوئے، اس موبائل سے بزرگوں کی ایسی کرامات کی تصدیق ہوتی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے ان کو یہاں تک پہنچایا اور بھی آگے اللہ تبارک وتعالی پہنچائیں گے۔ جس سے ان تمام واقعات کی مزید تصدیق ہوگی کہ یہ سب واقعات اور کرامات سچے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بزرگوں کے طریق پر رکھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عرض کیا جا رہا تھا کہ قرآن اور حدیث اور اُس کی تفسیر میں عقل کا کوئی دخل نہیں۔ قرآن کی وہی تفسیر جو نقل کے ذریعہ ہو وہی معتبر ہے۔ اور جو نقل کے مقابلہ میں اپنی عقل سے ہو وہ مستر داور مردود ہے۔ اِسی لئے قرآن نے پہلا ہی کلمہ ﴿ الٓمٓ ﴾ سے اِس مسئلہ کو حل کر دیا کہ یہاں پہنچ کر سب مفسرین، مترجمین، ترجمہ کرنے والے اِن کو کہنا پڑتا ہے کہ اِس کا معنیٰ ہمیں معلوم نہیں۔ ﴿ الٓمٓ ﴾ پھر بھی یہ قرآن ہے اُس کو اِسی طرح پڑھا جائے گا، اللہ اِس کے معنیٰ جانتے ہیں، جنہوں نے اِس راز کو پایا اور عقل لڑانے کی کوشش نہیں کی اور صرف نقل کو مدنظر رکھا تو وہ کامیاب ہوئے، وہ راہِ مستقیم پر، راہِ ہدایت پر رہے۔ اور جنہوں نے ذرا سی بھی اپنی عقل لڑانے کی کوشش کی تو وہ نہ صرف یہ کہ اِدھر سے اُدھر ہو گئے بلکہ حق سے بہت دور چلے گئے۔

حضرت حواء علیہا السلام کی پیدائش اور عقل

نکاح کے خطبہ میں آیت پڑھی جاتی ہے ﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴾ ﴿ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴾ کہ اللہ نے اِن ہی آدم سے اُن کی بیوی حواء کو پیدا کیا ﴿ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴾ نفس واحدہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور اِن ہی سے اِن کی بیوی ہماری اماں حضرت حواء کو پیدا کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کی تفسیر فرما دی، شرح فرما دی کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تنہا اکیلے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں، سوئے تو اکیلے تھے، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ پہلو میں اور کوئی، تو دیکھا کہ حضرت حواء۔ پھر بتایا گیا کہ آپ کی جو بائیں پسلی ہے اِس پسلی سے ہم نے اِن کو آپ کے اُنس کے لئے پیدا کیا۔

اب یہاں پہنچ کر اِسی حدیث کے ذریعہ مفسرین جو اپنی عقل پر نہیں چلتے، نقل سے کام لیتے ہیں، اِس حدیث کو تخلیق آدم وحواء کے ذیل میں نقل کرتے ہیں کہ کیسے حضرت آدم سے حواء کو پیدا کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فہمائش کی اور اُن کو سمجھایا کہ تمہیں اگر تمہاری اہلیہ کے ساتھ مزاج میں موافقت نہیں ہوتی تو اِسی طرح تم گذارہ کرو، اور اِس کی کوشش بھی مت کرو کہ تم اُس کا مزاج جیسا تم چاہتے ہو اِس طرح سیدھا کر پاؤ گے۔ اور ارشاد فرمایا کہ "فَاِنْ ذَهَبْتَ" اگر تم اِس کو سیدھا کرنے جاؤ گے، تو "كَسَرْتَهَا" تو تم توڑ تو دو گے، نکاح ٹوٹ جائے گا، لیکن اُس کا مزاج سیدھا نہیں ہوگا۔ وہ ٹیڑھا ہی رہے گا، کیوں؟ کہ ٹیڑھی پسلی سے اِن کی پیدائش ہوئی ہے۔ اِس لئے جو ٹیڑھا پن ان کی طبیعت میں کبھی کبھی ظاہر ہوتا ہے، اور تمہیں محسوس ہوتا ہے، تو یہ اُن کی فطرت کا نتیجہ ہے۔

یہ تو ان مفسرین کا حال ہے جو اپنی عقل پر نہیں چلے۔ اس کے بالمقابل جو لوگ اپنی عقل پر چلتے ہیں ان کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی وہ کہتے ہیں تمام انسان جو دنیا میں پیدا ہوتے ہیں وہ ماں کے پیٹ سے آتے ہیں، تو یہ پسلی سے کیسے نکلیں؟ تو اُنہوں نے اپنی عقل کو یہاں تک لڑایا کہ اِس حدیث کے پیچھے پڑ گئے کہ نہیں! نہیں! یہ کوئی حدیث نہیں۔ ہم نے کہا کوئی حدیث نہیں تو آیت کا کیا کرو گے؟ اُس کو بھی قرآن سے نکال دو گے؟ ﴿مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ قرآن کہتا ہے کہ اُن ہی سے، آدم سے ہم نے حواء کو بھی پیدا کیا۔

غزوۂ بدر میں فتح کیسے ہوئی؟

اِسی طرح جنگِ بدر میں مٹھی بھر مسلمان، تھوڑے سے، صرف تین سو تیرہ، اور وہ کوئی منظّم فوج بھی نہیں تھی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ سلم کو اطلاع ملی کہ کفارِ مکہ کا تجارتی قافلہ شام سے آرہا ہے کہ قریش مکہ میں تمام مہاجرین کا مال اور اسباب لے کر بیٹھے ہوئے ہیں، اُنہوں نے اِن کی

جائدادوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے بڑے مالداروں میں سے تھے۔ جب وہ ہجرت کی نیت سے نکلنے لگے، تو کفار مکہ نے روکا اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ شخص، یہ ہم سے تجارت کر کے اپنا مال بڑھاتا رہا اور اب ہمارے سامنے اپنا سارا مال اسباب اور دولت لے کر یہاں سے جا رہا ہے۔، یہ نہیں جا سکتا، اِس کو روکو۔ سب نے روک لیا، حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے کہا کہ یہ سارا مال، اسباب، دولت، سب تم لے لو بس میری جان چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے ہیں مدینہ طیبہ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایسا ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صہیب! تمہاری یہ تجارت بڑی نافع، نفع مند ثابت ہوئی۔ مال تو آنے جانے والی چیز ہے۔

کفارِ مکہ نے مہاجرین کی ساری جائدادیں، مال اسباب سب کچھ لوٹ لیا تھا۔ سب پر قابض تھے۔ اِن کفار کا قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ سلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی پیشگی اطلاع و تیاری کے گھر سے نکلے کہ قافلہ کے سردار ابوسفیان سے بات کریں اور اس سے پوچھیں کہ کیوں تم نے ہماری سب چیزیں وہاں روک رکھی ہیں؟ جیسے جیسے اطلاع ملتی گئی صحابہ کرام پیچھے ہو لئے۔ اُدھر ابوسفیان کو پتہ چل گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مدینہ طیبہ سے نکلے ہیں ہمارے قافلہ کا پیچھا کرنے کے لئے، وہ دوسرے راستہ سے بھاگ گیا۔

اب راستہ میں مسلمانوں میں مشورہ ہوا کہ کیا کریں؟ رائے ہوئی کہ چلو یہاں بدر میں میلہ لگتا ہے تو وہاں چلے جاتے ہیں۔ کچھ جانور خریدیں گے، کچھ چیزیں خریدیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وہاں پہنچ گئے۔ جب وہاں گئے تو دیکھا کہ قریش کا ایک ہزار کا لشکر وہاں موجود ہے، اتفاقی طور پر سامنا ہو گیا۔ اور اُسی میں پھر جنگ ہوئی، جس کو جنگ بدر کہا جاتا ہے۔ آج کل رمضان المبارک چل رہا ہے، اسی ماہِ مبارک میں اور انہی تاریخوں میں یہ جنگ بدر ہوئی۔

یہ جنگِ بدر جس میں عددی اعتبار سے، تعداد کے اعتبار سے مسلمان تین سو کے قریب، اور

کفار ایک ہزار کے قریب تھے، وہ باقاعدہ منظّم فوج لے کر لڑنے کے ارادہ سے مکہ سے نکلے، سواریاں اور ہتھیار اور سب کچھ لے کر تیاری کے ساتھ آئے تھے اور مسلمان اِدھر مدینہ سے نہتے نکلے تھے، کسی کے پاس ڈنڈے بھی نہیں، خالی ہاتھ، اِسی لئے حفیظ جالندھری کہتے ہیں

تھے جن کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں
بدلنے کو آئے تھے یہ دنیا بھر کی تقدیریں

جن کے پاس کوئی چیز تھی نہیں، دو گھوڑے، صرف آٹھ تلواریں پوری فوج کے پاس، یہ اہل توحید کیسے جیت سکتے تھے اُن کفار کے مقابلہ میں؟ اللہ کی طرف سے نصرت ہوئی، ملائکہ اُترے، آنکھوں سے فرشتوں کو صحابہ کرام نے دیکھا ﴿ **اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً منه** ﴾ اور ﴿ **نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ** ﴾ قرآن کہتا ہے کہ جس طرح آدمی اونگھتا ہے، صحابہ کرام کو اسی طرح اونگھ سی آ گئی اور اُسی میں وہ دیکھ رہے ہیں کہ کفار کے لشکر کو کسی نے کاٹ کر رکھ دیا۔

اس سلسلہ میں جو قرآنی آیات ہیں کہ اللہ کی طرف سے فرشتے اُترے اور اِتنے ہزار اُترے اور پھر سینکڑوں کی تعداد میں اِن آیات کی تفسیر میں احادیث ہیں اور پھر یہ کہ صحابہ کرام نے اپنی آنکھوں سے اُن فرشتوں کو دیکھا، آوازیں سنیں، فرشتہ پکار کر کہہ رہا ہے، **أَقْبِلْ هَيْزُوْمَ** ، ہیزوم، اُن کی سواری کا نام ہے، فرشتہ اپنے گھوڑے کو پکار کر کہہ رہا ہے آگے بڑھ۔

اہلِ عقل کی نظر میں غزوۂ بدر

اِن سب سے صرفِ نظر کر کے عقل کے گھوڑے دوڑانے والے کیا لکھتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ جیسے جنگِ عظیم میں فلاں موقع پر بارش ہوئی تھی، اُس بارش کی وجہ سے لڑائی کا پانسا پلٹ گیا تھا۔ اسی طرح یہاں بدر والی رات میں بارش ہوئی، لڑائی کا پانسا مسلمانوں کے حق میں ہو گیا۔ آگے اُن کے الفاظ ہیں، کہ اگر بارش نہ ہوئی ہوتی تو کیا پھر بھی مسلمانوں کو فتح ہوتی؟

نعوذ باللہ! یعنی صرف بیچاری بارش سے وہ تھوڑے ریت پر چلنے کے قابل ہو گئے کہ پہلے خشک

ریت میں پیر دھنس رہے تھے اور اب دشمن جس طرف تھا تو وہاں اُن کے پیر دھنسنے لگے، تو جنگِ بدر میں ہزاروں کرامات، سینکڑوں معجزات ظاہر ہوئے اُن سب کو صرف بارش کے کھاتہ میں ڈال کر مسئلہ حل کر دیا کہ بارش ہوئی، اُس سے مسلمانوں کو فتح ہوئی، بارش نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ ایسا ہی کچھ مولانا آزاد نے لکھا ہے۔

معجزات سے انکار

ایک اور سیرت نگار نے لکھا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگوں میں جو فتوحات ہوئیں، یہ فتوحات اِس لئے ہوئی تھیں کہ آپ کے پاس قابل جرنیل تھے، ابوعبیدہ، عمر بن الخطاب، عمرو بن العاص جیسے، آگے وہ سوال قائم کرتے ہیں کہ اگر یہ جرنیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوتے پھر بھی اِن جنگوں کے یہی نتیجے نکلتے؟ یعنی نعوذ باللہ! اگر یہ ابوعبیدہ نہ ہوتے، عمرو بن العاص نہ ہوتے، عمر بن خطاب نہ ہوتے تو پھر نعوذ باللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِن جنگوں میں کامیابی نہ ہوتی۔ ایسا ہی کچھ مودودی صاحب نے لکھا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے باہر ایک وادی ہے، جس کا نام ہے وادئ ضجنان، وہاں سے گذر رہے ہیں، غلام سواری پر ساتھ ہے۔ خادم، غلام کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اُس وادی میں پہنچے تو آپ زار و قطار رو رہے ہیں، جھوم رہے ہیں اور رو رہے ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ تو اُس خادم نے پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے؟ اب تک تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھے اور یہاں پہنچ کر آپ پر یہ حال طاری ہو گیا؟ اِس قدر گریہ طاری ہے اور مسلسل رو رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خادم سے فرمایا کہ اصل میں یہاں پہنچ کر مجھے میرا بچپن یاد آ گیا۔ بچپن میں میرا باپ خطاب مجھے اونٹ چرانے کے لئے بھیجتا تھا، تو اِس علاقہ میں میں

اونٹ چرانے کے لئے آتا تھا۔ میں بچہ تھا، جہاں دیکھا کہ درخت ہے، درخت کے سایہ میں پڑ جاتا، اور میں تو سو جاتا، اور اونٹ کہیں دور نکل جاتے، منتشر ہو جاتے، پھر اُن کو تلاش کرنا، اِکٹھا کرنا ایک کارے دارد۔ میرا باپ خطاب میری حاضری لینے کے لئے اِس جنگل میں پہنچتا اور دیکھتا کہ اونٹ اِدھر اُدھر بھاگ گئے ہیں اور میں پڑا سو رہا ہوں، میں تو سویا ہوتا اور میری آنکھ کھلتی باپ کی مار پر، اور میرا باپ مارتا جاتا اور کہتا تھا کہ ارے عمر! تو دنیا میں کیا کر کے کھائے گا، تجھے اونٹ چرانے بھی نہیں آتے؟

آج سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نے یہاں تک پہنچایا کہ آدھی دنیا اسلام کے زیرِ نگیں ہے اور آدھی دنیا کو میں چرا رہا ہوں۔ جس عمر کو اونٹ چرانے نہیں آتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نے یہاں تک پہنچایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی

وہ عمر تو خود یہ کہتے ہیں کہ میرے اندر تو کچھ بھی نہیں تھا، سب کچھ ملا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے۔ اور وہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ جو کچھ فتوحات ہوئیں وہ عمر کی وجہ سے، ابو عبیدہ کی وجہ سے، عمرو بن العاص کی وجہ سے۔، یہ صرف عقل لڑانے کی وجہ سے ہے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ یہ جرنیل تھے، اِنہوں نے اچھے کارنامے کئے، تو اِن ہی کے کھاتہ میں سب کچھ ڈال دیا۔ معجزات ایک طرف رہ گئے۔

قرآن پاک کی آیت ہے کہ ﴿كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ بنی اسرائیل اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئے اور اُن کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔ انسان سے اُن کو بندر بنا دیا گیا۔ آیت کریمہ کا ترجمہ سے بالکل ظاہر ہے کہ اُنہیں ذلیل بندر بنا دیا گیا۔ یہاں ایک لفظ تفسیر میں بڑھا دیا گیا کہ بندر جیسے ذلیل اُن کو بنا دیا گیا، لفظ ''جیسے'' بڑھا دیا اور اب مطلب یہ ہو گیا کہ جس طرح بندر کی کوئی ویلیو نہیں ہوتی، اسی طرح ان کو ذلیل بنا دیا گیا، ان کی کوئی ویلیو نہیں رہی۔ یہ لفظ ''جیسے

''بڑھانے کی کیوں ضرورت پیش آئی ؟

اُنہوں نے اپنی عقل سے سوچا کہ اِس وقت چلتا پھرتا، دو ہاتھ، دو پیر والا اچھا بھلا انسان ہے اور دوسری ساعت میں آناً فاناً وہ کیسے بندر بن جائے گا؟ اِس مسئلہ میں، جو اشکال کا اُن کے دل میں چور ہے اُس اشکال کو حل کرنے کے لئے کہ اُنہوں نے اِس کو اللہ کی قدرت سے بعید سمجھا کہ نہیں! نہیں! انسان بندر نہیں بن سکتا۔ اُنہوں نے قرآن میں تحریف کردی، اُس کے ترجمہ میں لفظ جیسے بڑھا کر کے، کہ بندر جیسے ذلیل بن جاؤ۔

اِس لئے قرآن پاک میں اور احادیث میں اور شریعت میں کہیں کوئی گنجائش نہیں کہ عقل کو لڑایا جاسکے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ حل کردیا۔ حضرت نے ایک موقع پر فرمایا کہ عقل کا کوئی دخل ہوتا تو عورت پر حیض کے ایام کے بارے میں حکم ہے کہ روزے تو اُسے قضا کرنے پڑتے ہیں لیکن نمازوں کی قضا نہیں، نمازیں معاف ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عقل کا دخل ہوتا تو عورتوں پر نماز کی قضا ہوتی روزوں کے بجائے۔ اور فرمایا کہ عقل کو دخل ہوتا تو میت کی میراث میں سے مرد کو ڈبل حصہ ملتا ہے، عورت کو اُس سے آدھا ملتا ہے۔ اس کے بدلہ عورت کو ڈبل دیا جاتا اور مرد کو اُس سے آدھا دیا جاتا، کیوں کہ عورت فطری طور پر کمزور ہے، اس کو زیادہ ضرورت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عقل پرستی سے بچائے۔ قرآن پر، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے دین پر جیسا وہ لائے ہیں، اُسی طرح ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اِسی عقیدہ پر ہمیں زندہ رکھے، اِسی پر ہمیں موت دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ عبد الوہاب شعرانی اور بزرگوں کے حالات بتائے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن قدسی صفات انسانوں کو وہ روحانی قوت عطا فرمائی ہوتی ہے کہ جس سے دور دراز علاقوں میں جہاں کہیں کسی کو نصرت اور مدد کی ضرورت ہو، تو وہاں تک اُن کی رسائی ہوتی ہے۔

میدانِ جنگ کا انکشاف

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن منبر پر ہیں اور خطبہ کے دوران جو مضمون بیان فرمارہے تھے، اُس سے ہٹ کر مجمع نے سنا کہ کچھ اور کلمات ارشاد فرمارہے ہیں، یَاسَارِیَۃُ! اَلْجَبَلَ اَلْجَبَلَ!

نماز کے بعد خدام نے پوچھا کہ حضرت! یہ بیچ میں آپ کیا فرمارہے تھے؟ مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل دوری پر جو فوج گئی ہوئی تھی ایران میں، اُس کے سپہ سالار حضرت ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ تھے، اُن کے متعلق فرمایا کہ یہاں ممبر پر سے میں اُس میدان جنگ کو دیکھ رہا تھا، میں نے دیکھا کہ حضرت ساریہ ایک طرف اپنی جنگ میں مصروف ہیں اور دشمن پہاڑ کی طرف سے حملہ کرنے کی تیاری کررہا ہے۔ یَا سَارِیَۃُ اَلْجَبَل! میں نے اُن کو خطاب کیا تھا اور اُن سے کہا تھا کہ اے ساریہ! ذرا پہاڑ کے پیچھے کا خیال رکھو۔ یہاں سے وہاں تک دیکھ لینا، پھر اِن کی آواز وہاں تک پہنچ جانا، کتنی ساری اِس میں کرامتیں ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید کی ڈوبتی کشتی کو بچالیا، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بچالیا۔

حضرت جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ومرشد حضرت جھنجھانوی قدس

سرہٗ، ان کا جو میں نے پہلے دن قصہ سنایا تھا۔

اور جب میں ہدایہ پڑھ رہا تھا، حضرت شیخ قدس سرہٗ کے یہاں سہارنپور میں رمضان گزارا اور عید کی نماز پڑھ کر جب جلال آباد پہنچے، حضرت مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں، وہاں سب کا روزہ، حضرت نے فرمایا کہ اچھا! اب تو بارہ بج چکے ہیں، یہاں کسی کو بتانا نہیں کہ وہاں عید ہوگئی، اِس لئے کہ اِنتشار ہوگا۔

جلال آباد میں رات ٹھہر کر دوسرے دن صبح مولانا اسماعیل بدات صاحب کے ساتھ جھنجھانہ گئے۔ اب یہ بھی حضرت جھنجھانوی قدس سرہٗ کی بہت بڑی کرامت کہ نہ ہم نے وہ علاقہ کبھی دیکھا، نہ کبھی وہاں گئے، ہمیں پتہ نہیں تھا کہ بس کہاں سے جاتی ہے، اُس کے اوقات کیا ہیں۔ وہاں پر تو دن بھر میں ایک آدھ بس یا صبح شام دو بسیں چلتی ہوں گی۔ جب ہم پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ بس تو نہیں ملے گی، ہم نے لوگوں سے راستہ پوچھا تو کیا راستہ ہے؟ وہ گاؤوی لوگ۔ انہوں نے کہا دھورے کو اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہم نے سوچا کہ وہ سامنے ہی ہے۔ ہمیں جس طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا اس طرف ہم کھیتوں میں چلتے رہے، کھیتوں میں پگڈنڈی کے راستے ہوتے ہیں۔ اب دیکھئے! اجنبی جگہ، راستہ صحیح معلوم نہیں۔ یہ حضرت کی کرامت تھی کہ ہم لوگ وہاں جھنجھانہ بالکل صحیح جگہ پر پہنچ گئے۔

حضرت جھنجھانوی کے مزار پر پہنچے تو آج تک مجھے یاد ہے کہ وہاں ایک مسجد ہے اور مسجد کے ساتھ کمرہ ہے، اُس میں حضرت کا مزار ہے۔ ایسی زبردست وہاں خوشبو تھی، وہ تو دیہاتی علاقہ، وہاں شہری ماحول بھی نہیں کہ روز کوئی گلاب لے جا کر چھڑکتا ہو۔ صفائی بھی ٹھیک سے نہیں تھی، گرد و غبار جگہ جگہ۔ لیکن وہاں ایسی زبردست خوشبو پھیلی ہوئی تھی کہ ہم حیران ہوئے کہ کوئی چیز بظاہر نظر نہیں آرہی تھی، نہ خوشبو کا وہاں انتظام تھا۔

حضرت جھنجھانوی کے مزار پر

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے خود بھی وہاں پورے ایک

چلہ کا اعتکاف برابر کی مسجد میں کیا تھا۔ اور حضرت کے خلفاء میں جن کو حضرت سوا لاکھ کا اسمِ ذات بتایا کرتے تھے، تو اُن کو ہدایت ہوتی تھی کہ وہاں جا کر ایک چلہ کا اعتکاف کریں۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں اِس طرح کے مجاہدات بڑے زبردست ملتے ہیں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ جہری

مدینہ طیبہ میں مسجدِ اجابہ کا علاقہ جب ہم نے دیکھا تھا ۱۹۶۹ء میں، مسجدِ اجابہ آبادی سے دور کھیتوں کے اندر تھی، اور اُس کے اطراف میں کچھ بھی نہیں تھا۔ لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ جو درس کا وقت متعین ہوتا تھا اُس کو چھوڑ کر باقی سارا وقت وہاں بیٹھ کر ذکرِ جہری رات یا دن میں کیا کرتے تھے۔ اور دیکھنے والے ترس کھاتے تھے کہ اِتنا لمبا گھنٹوں کیسے ذکر کر سکتے ہیں؟

لوٹا سمندر سے نکال کر دیا

حضرت جھنجھانوی قدس سرہٗ کے یہاں کا میں قصہ بتا رہا تھا کہ وہاں حضرت نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے، شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی۔ اور وہاں ایک پنجابی مجذوب تھے، پنجابی بولتے تھے۔ وہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کے مریدوں کو کہا کرتے تھے کہ تمہارا پیر بہت بڑا بزرگ ہے، بس یہ ایک کلمہ تعریف کا اُن کو کہا کرتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی بحری جہاز پر حج پر گئے، وہاں حج کے سفر میں تھے، ابھی اُن کو گئے ہوئے چند روز ہوئے کہ ایک دن وہ مجذوب حضرت کے مریدوں کو کیا کہتے ہیں کہ دیکھو! آج تمہارے پیر کا لوٹا گر گیا تھا سمندر میں ہم نے اُن کو دیا ہے، لوگوں نے سوچا کہ اِن کی باتیں ویسی ہی ہوتی ہیں۔ پتہ نہیں ویسے ہی بڑ ہے یا سچ مچ اُس کی کوئی حقیقت بھی ہوگی، اُنہوں نے کوئی اُس کو اہمیت نہیں دی۔

جب حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی وہاں سے واپس آئے حج سے فارغ ہو کر، ایک

دفعہ مجلس میں کسی کو یاد آیا اور اُنہوں نے تذکرہ کیا کہ آپ کے جانے کے اِتنے دنوں کے بعد یہاں یہ پنجابی مجذوب جو ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ تمہارے پیر کا لوٹا سمندر میں گر گیا تھا، ہم نے آج اُن کو لوٹا دیا۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی فرمانے لگے کہ واقعی اِنہوں نے ایسا کہا؟ تو خدام نے کہا فلاں فلاں بھی موجود تھے، اور سچ مچ اُنہوں نے کہا۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ میں وضو کے لئے پانی لینے کے لئے گیا۔ میں نے لوٹا ڈالا تو میرے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ گیا، اب میں پریشان، افسوس کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کہ لوٹا چلا گیا اب کیا کریں گے؟ وضو کیسے کریں گے؟ اِتنے میں میں نے دیکھا کہ اندر سے ایک ہاتھ نمودار ہوا، اور اُنہوں نے وہ لوٹا مجھے پکڑوا دیا۔

محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

ابن عربی بہت بڑے بزرگ ہیں۔ امام الصوفیہ، صوفیہ کے امام مانے جاتے ہیں۔ ابن عربی سمندر کا سفر کر رہے تھے، طغیانی شروع ہوئی، طوفان شروع ہوا، کشتی ڈانواں ڈول ہونے لگی، سب حیران پریشان کہ اِس مصیبت سے کیسے نجات ملے گی، اب تو موت یقینی معلوم ہوتی ہے۔ ابن عربی اُسی کشتی میں سوار تھے، جس طرح اُس دن میں نے عرض کیا تھا کہ کبھی تو اِن پر ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے، ملأ اعلیٰ سے اتصال اور تعلق کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی بشریت غالب ہوتی ہے، جب بشریت غالب ہوتی ہے، آپ کہیں گے حضرت! اِس کام کے لئے آپ دعا کر دیجئے، وہ کہیں گے نہیں! نہیں! میں کیا؟ میں تو گنہگار انسان ہوں۔ یہ ایسے حالات میں ہوتا ہے کہ جب بشریت کا غلبہ ہو۔

اور جہاں ذرا جوش میں ہوتے ہیں تو ان کی حالت دوسری ہوتی ہے، یہ بناوٹی بزرگ نہیں جو ویسے ہی ہانکتے رہیں۔ اس کے متعلق حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثوں میں اس کو بیان فرمایا یہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک اللہ والے ان کی حالت یہ

ہوتی ہے کہ "لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰہِ لَأَبَرَّہٗ" کہ اگر وہ دعوے کے ساتھ قسم کھا کر کوئی چیز کہہ دیں، تو اللہ تعالیٰ اُسے ضرور پوری کریں گے۔ اللہ میاں ان کی زبان کو سچا کریں گے۔ اور دوسری قسم کے لوگ جو بناوٹ کرنے جائیں گے "وَمَنْ يَّتَأَلَّ عَلَى اللّٰہِ يُكَذِّبْہٗ" کہ جو اِس طرح بناوٹ کے لئے جھوٹی ہانکتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ ضرور اُنہیں جھٹلائیں گے۔ جو اُن کی زبان سے نکلے گا اُس کے خلاف ہی ہوگا۔

یہاں ابن عربی پر جب وہ سمندری طوفان چل رہا تھا تو ملکوتیت کا غلبہ ہوا، جلال میں آئے اور اپنا پیر کشتی سے باہر نکال کر پانی پر مارتے ہوئے فرماتے ہیں اُسْكُنْ اَيُّهَا الْبَحْرُ، فَاِنَّ عَلَيْكَ لَبَحْرًا مِّنَ الْعِلْمِ، اے سمندر! تجھے پتہ نہیں کہ تیرے اوپر کون سوار ہے؟ تیرے اوپر بحرِ علم سوار ہے۔ علم کا ایک سمندر سوار ہے، تو مستی پر ہے؟ طغیانی پر ہے؟ شرارت کرتا ہے؟ کہتے ہیں جیسے ہی اُنہوں نے یہ کلمات کہے اور لات ماری سمندر کو تو سمندر ساکن، بالکل خاموشی ہوگئی، پانی ٹھہر گیا، جیسے جھیل کا پانی ہو۔

مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کو تنبیہ فرمائی کہ یہ کلمات جو اُن کی زبان سے نکلے، تو اُس پر تنبیہ کے لئے اُسی وقت ایک مچھلی نمودار ہوئی۔

مجھے یہ ابن عربی کا قصہ اِس پر یاد آیا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی نے فرمایا کہ ہاں! ہم نے دیکھا تو تھا کہ کوئی ہاتھ نمودار ہوا جس نے ہمیں لوٹا پکڑوا دیا، آج پتہ چلا کہ یہ تو تمہارے پنجابی مجذوب، اِن کا ہاتھ تھا۔

ابن عربی نے جیسے ہی یہ کلمات کہے اور سمندر ساکن ہوگیا۔ مگر اللہ کی طرف سے ایک مچھلی نے سر نکالا، نمودار ہوئی، اور وہ پوچھتی ہے اے بحرِ علم! اے علم کے سمندر! ایک مسئلہ آپ بتائیں گے؟ اُنہوں نے کہا بتائیے کیا مسئلہ ہے؟ وہ پوچھتی ہے کہ اگر کسی خاتون کا شوہر انتقال کر جائے تو اُس کی عدت بھی معلوم، اور جسے طلاق ہو جائے اُس کی عدت بھی معلوم، لیکن اگر کسی خاتون کا شوہر تو ہے مگر اُس کی صورت مسخ ہوگئی ہے، انسان تھا، کسی گناہ کے نتیجہ میں سور کی شکل ہوگئی، کتے

کی شکل ہوگئی، بلی کی شکل ہوگئی، تو اب اِس خاتون کا شوہر پہلے تو انسان تھا، اب جانور بن گیا، اب وہ کونسی عدت گذارے؟ اپنے شوہر کو مرا ہوا سمجھے یا طلاق کے ذریعہ علیحدگی ہوتی ہے طلاق والی عدت؟ کونسی عدت؟ کونسی گزارے؟

اب بحرِعلم ساکن۔ اُدھر تو سمندر کو ساکن کر دیا تھا اور اب ایک مسئلہ پر چپ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِن کے اِس کلمہ پر تنبیہ فرمائی کہ آپ نے جو اپنی زبان سے اپنے آپ کو کہا کہ میں بحرِ علم ہوں، حالانکہ ایک مسئلہ تو آپ بتا نہیں سکے؟

روحانی قوت کیسے حاصل ہو؟

یہ جو بزرگوں کے واقعات ہیں کہ اُن کو اِس قدر روحانی قوت عطا ہوتی ہے، مجاہدات کے نتیجہ میں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت کے مطابق عمل کے نتیجہ میں، جس سے وہ دوسروں کو بھی بچا سکتے ہیں، تو ہمیں یہ مبارک ایام ہیں کم از کم اِتنی محنت ضرور کرنی چاہئے کہ جس سے ہم اپنے آپ کو بچا سکیں۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہمارا نفس جس طرح چاہے ہمارے ساتھ کھیلتا ہے۔ وہ جس طرح چاہے حکم کرتا ہے ہم اُس کے مطابق کرتے ہیں۔ وہ اُنگلی پکڑ کر ہمیں چلاتا ہے ہم اس کے ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ جہاں لے جاتا ہے وہاں جاتے ہیں۔ جو وہ کہتا ہے وہ کرتے ہیں۔ شیطان جس طرح ہمارے ساتھ کھیلتا ہے، ہمیں مذاق بناتا ہے اُس طرح ہم اُس کا کھلونا بنے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں ہم لوگ روز بڑے عجائبات دیکھتے تھے۔ پالنپور کے حضرت کے ایک مرید آتے تھے، اُن کی عمر ستر سال کے قریب رہی ہوگی، اور اچھے صحتمند تھے۔ تو پالنپور سے خطوط میں وہ لکھا کرتے تھے کہ حضرت! مجھے شیطان نظر آتا ہے، مجھے کیا کرنا چاہئے؟ پھر وہ جب سہارنپور پہنچے، تب ہم نے اُن کو دیکھا کہ اچھا! یہ اِن کے خطوط ہوتے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ مجھے حضرت سے ملنا ہے، تو حضرت کے پاس ہم لوگ لے گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ

جب تم اُس کو دیکھو تو اتباعِ سنت کے مطابق **لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم** کہا کرو۔ اُنہوں نے صاف کہا کہ میں تو اُس کو وہ گالی گلوچ کے کلمات کہتا ہوں، مجھے غصہ آجاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا نہیں، نہیں! اُس کی وجہ سے اپنی زبان کو خراب نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اِس طرح کے کلمات بکو۔ تو اُنہیں ابلیس اور شیطان نظر آتا تھا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا مدینہ طیبہ میں جب وصال ہوا، اُس سے تین دن پہلے کونہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا مارو اس کو۔ ہم نے پوچھا کس کو؟ حضرت نے فرمایا دیکھ رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا حضرت کیا چیز؟ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ وہ ابلیس کھڑا ہوا ہے۔ ہر مرنے والے کا جب مرض الموت شروع ہوتا ہے تو ابلیس اپنا آخری حربہ استعمال کرنے کے لئے آجاتا ہے پہنچ جاتا ہے اور اس وقت مرنے والے کا ایمان چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ اپنی حفاظت میں ہم سب کو رکھے۔ آمین۔

اِسی لئے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **اَکْثَرُ مَا یُنْزَعُ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ** ، کہ بہت سے لوگوں نے ساری عمر اپنے ایمان کے حفاظت کی کوشش کی اور اس دولت کو سنبھال کر رکھا، بچا کر رکھا، مگر جب مرض الموت میں کمزوری کی حالت میں ابلیس کا حملہ ہوتا ہے تو اُس میں انسان اپنا ایمان کھو بیٹھتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری اِس دولت کی حفاظت فرمائے، اِس کو مضبوط کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ یہ مبارک ایام ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اِن مبارک ایام کو وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آپ حضرات کے لئے افطار، سحری، سب کا انتظام ہے، پھر بھی اگر اِس سے کسی کا گذارہ نہ ہوتا ہوتو باہر کھانے پینے کے ہوٹل اور دکانیں لگی ہوئی ہیں، وہاں سے منگوا کر کھا سکتے ہو، سونے کے لئے کوئی پابندی نہیں، نمازوں کے اوقات کے علاوہ جتنا تم چاہو، سو سکتے ہو، کوئی تمہیں پریشان نہیں کرے گا،۔حضرت فرماتے تھے کہ میرے یہاں ایک چیز کی پابندی ہے کہ کسی سے بات نہ کرنا۔

حضرت کے یہاں اس پر پابندی ہوتی تھی کہ ہم پورے سال میں صرف دس دن نکالتے ہیں، نو دن یا دس دن ملتے ہیں، وہ بھی عام دنوں کی طرح پورے سال کی طرح ضائع ہو جائیں، کتنا بڑا خسارہ۔ اِس لئے اِس کی کوشش کریں کہ وقت وصول ہو، اور جیسے حضرت نے فرمایا کہ کسی سے بات نہ کریں، اِس کا التزام کریں گے تو ان شاء اللہ آپ مصروف رہ سکیں گے۔اور مجمع ہے، ساتھی ہیں، اِس کی کوشش کریں کہ آپ سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔

وہاں حضرت کے ساتھ ہم لوگ ساؤتھ افریقہ میں اعتکاف میں تھے، جس سال حضرت وہاں کے اعتکاف کے بعد ۱۹۸۲ء میں یہاں تشریف لائے تھے، حضرت کی مجلس میں کتاب پڑھنے والے مولانا معین الدین صاحب مرادآبادی تھے، سہارنپور میں بھی اور وہاں ساؤتھ افریقہ میں بھی۔اُن کا جسم بھاری تھا، وہ سوتے تھے تو خراٹے کی آواز ہوتی تھی۔ پہلے ہی دن فجر کی نماز کے بعد سب لیٹ گئے، ہم نے بعض بزرگوں کو دیکھا کہ اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ہم نے اشارہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ وہاں کئی ہزار کا مجمع تھا، کوئی دو تین منزلہ اوپر نیچے مسجد میں معتکفین تھے۔اُنہوں نے اشارہ کیا مولانا کی طرف، ہم سمجھ گئے کہ ان کے خراٹوں سے تکلیف میں ہیں، پھر ہم نے اُن کے لئے نیچے تہہ خانہ میں ایک کمرہ تھا چھوٹا سا، اُس میں اُن کے لئے بندوبست

کیا۔

اِسی طرح اگر کسی کو یہ مرض ہو، تو یہ جو زینہ ہے، یہ دروازہ کھول کر آپ اوپر جا سکتے ہیں، آپ کا اعتکاف بھی خراب نہیں ہوگا، سیڑھی سے اوپر جا کر مسجد کے بالائی حصہ میں سو جائیں تا کہ دوسرے کو تکلیف نہ ہو، نہ گفتگو سے، نہ تلاوت سے کسی کو شکایت ہو۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرے بلند آواز سے کسی کی قرأت سنی، جو قرآن پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ہٹایا اور اُن کو منع فرمایا کہ دوسروں کو تکلیف ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جیسے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ نے بیچ سمندر میں ڈوبتی کشتی بچالی، حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا تھا، کل سنایا تھا، پنجابی مجذوب نے بیچ سمندر پہنچ کر کے لوٹا اُٹھا کر دے دیا، یہ سب روحانی قوتیں ہوتی ہیں، جدھر بھی متوجہ ہوجائے، جن کی طرف ہوجائے، اُن کا کام بن جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ متوجہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، صرف اُس مجمع اور ماحول سے کام بن جاتا ہے، جیسے بتایا تھا حضرت علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے جو صفِ اول میں مغرب میں کھڑے ہوجاتے تھے، اُنہیں نیت کرتے ہوئے کعبہ سامنے نظر آتا تھا۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی کا قصہ سنایا تھا کہ انہوں نے شیخ امین الدین کے پیچھے مغرب پڑھی، ساری زندگی کے لئے دل پر سے پردے اُٹھ گئے۔ کیا کیا نظر آتا تھا، بتایا تھا کہ جنت دوزخ دیکھتے تھے، وہاں ائمہ اربعہ کے قبے دیکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں چاروں ائمہ کے قبے دیکھے۔

یہ روحانی دولت سے مالامال ہوتے ہیں، اِنہیں کے وجود سے دنیا قیامتوں سے بچی رہتی ہے، فتنوں سے بچی رہتی ہے۔ افراد پر، اشخاص پر، قوموں پر جو عذاب آتے ہیں اُن کی برکت سے وہ محفوظ رہتے ہیں، عام لوگوں میں سے جن کا کسی طرح کا اُن سے کوئی تعلق ہوتا ہے وہ بچ جاتے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا نام علومِ ظاہریہ میں بہت بڑا نام ہے، معقولات کے سب سے بڑے امام، فلسفہ کے سب سے بڑے امام، لیکن یہ اور اس جیسے علوم شاید دنیا میں فائدہ دے سکتے ہوں مگر اُس دوسرے عالم کے لئے کام آنے والی چیز نہیں ہے۔ اِسی لئے ہم کہتے ہیں کہ بے شک پڑھنا ضرور چاہیئے، علم بڑی اچھی ہے، انجینئر بنیں، ڈاکٹر بنیں، کالج بھی جائیں، یونیورسٹی

بھی جائیں، تعلیم حاصل کریں، یہ سب آپ کی اِس دنیا کے لئے ہے، اور اِس دنیا میں رہتے ہوئے آپ کے ذمہ جو فرائض عائد ہوتے ہیں، رزق حلال اپنے لئے، اپنے بچوں کے لئے، اُس کے لئے یہ چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ لیکن وہ عالمِ آخرت، اُس کی تیاری کی بھی اِس عالم سے زیادہ ضرورت ہے۔

بیان القرآن اور تفسیر کبیر کا طرز ایک جیسا

کہتے ہیں کہ یہ جو حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی تفسیر ہے، اُس کا زیادہ تر مأخذ بیان القرآن کا امام رازی کی تفسیرِ کبیر ہے۔ جو چیزیں اُس میں عربی میں ہیں اُن کو حضرت نے آسان کرنے کی کوشش کی، پھر بھی عوام بیان القرآن نہیں سمجھ سکتے، اِس لئے کہ اُس کا انداز ہی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح فلسفیانہ ہے۔ منطقی انداز میں بات پیش کی جاتی ہے، دعویٰ اور دلیل، موضوع اور محمول۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ اُن کا آخری وقت ہے، جیسا کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے ہمیں فرمایا تھا کہ مارو اُس کو! تو ہم نے پوچھا کون؟ فرمایا دیکھو! کونہ میں۔ ہم نے کہا کونہ میں کون ہے؟ انتقال سے تین دن پہلے، تو مسکراتے ہوئے، ہنستے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابلیس کھڑا ہے۔ اب کتنا اونچا مقام تھا حضرت کا کہ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اور شیطان کو جو قدرت دی ہے، پہنچ تو جاتا ہے ہر ایک کے پاس، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک تک اُس کو رسائی دی ہے، مگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اُس کو پہچان رہے ہیں۔ دھمکا رہے ہیں کہ مارو اُس کو! پھر ہنس رہے ہیں، ہنستے ہوئے ہمیں فرمایا دیکھو! کون کھڑا ہے؟ ہم نے کہا کون ہے؟ فرمایا ابلیس، شیطان کھڑا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور ابلیس

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے، ابلیس نے آکر ایمان چھیننا چاہا اور کہا کہ یہ تو ویسی

ہی وہمی چیزیں ہیں، خدا کے وجود کو تم مانتے ہو؟ تمہارے جیسا اِتنا بڑا عقلمند انسان؟ ابلیس نے ایک دلیل قائم کی کہ خدا نہیں ہے، اُس کا جواب دیا امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ دوسری دلیل دی، اُس کا جواب دیا، تیسری دلیل، اُس کا جواب دیا، چوتھی دلیل، اُس کا جواب دیا، وہ ابلیس دلائل پر دلائل دیتا جا رہا ہے اور اِدھر وقت آخری ہو رہا ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ ننانوے دلائل پیش کئے ابلیس نے کہ خدا کا تصور محض وہمی ہے، اور ﴿ نَمُوْتُ وَنَحْيٰى وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴾، نہ کوئی خدا چلانے والا، نہ زندگی موت دینے والا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت نجم الدین کبریٰ ہیں جو اپنے مقام پر سینکڑوں میل کی دوری پر تھے، وہاں اُن پر اپنے مرید کا حال منکشف ہوتا ہے کہ اُن کا آخری وقت ہے، سکرات کا عالم ہے اور ابلیس اُن سے ایمان چھیننے کی کوشش کر رہا ہے، حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کو جو خدام وضو کرا رہے ہیں، پانی ڈال رہے ہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور ملک الموت

حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حالات جو میں نے آخری ایام کے واقعات لکھے تھے، جس میں یہ شیطان کا واقعہ بھی لکھا، اُس میں لکھا کہ ملک الموت کی حضرت شیخ کو زیارت ہوئی بیداری میں دو دفعہ، اور دو دفعہ خواب میں۔ حضرت شیخ نے جو ہمیں سنایا، اور بھی دیکھا ہوگا، اللہ جانے۔ ان چار دفعہ کی ملک الموت کی زیارت میں سے ایک واقعہ کا مجھے علم نہیں تھا، حضرت کے دو خادم مولانا احمد لولات صاحب اور کینڈا میں ہیں مولانا مظہر صاحب، اُنہوں نے کہا ہماری موجودگی میں بھی ایک قصہ ہوا وہ آپ نے نہیں لکھا؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم تھا۔

اُنہوں نے کہا کہ ظہر کی نماز کے بعد حضرت لیٹ گئے، اور ہم لوگ بھی حضرت کی چارپائی کے پاس لیٹ گئے، حضرت کے لٹانے کے بعد چند منٹ میں ہم کیا سن رہے ہیں کہ حضرت دوسری طرف کروٹ لئے ہوئے ہیں، دیوار کی طرف منہ ہے، ہم دیکھ نہیں پا رہے، لیکن آواز سن

رہے ہیں، حضرت کسی سے کوئی بات کر رہے ہیں، ہم ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے، سوچنے لگے کہ کیا ہوا؟ حضرت کچھ پڑھ رہے ہیں؟ صرف آواز آرہی ہے، جس طرح بات کی جاتی ہے، کوئی سوال جواب جیسا انداز گفتگو وہ سن رہے ہیں۔ اِنہیں بڑا تعجب ہوا کہ زندگی میں اِتنے سالوں میں کبھی ایسا ہوا نہیں، اور یہ ہم کیا آواز سن رہے ہیں؟

جب حضرت عصر کی نماز کے لئے اُٹھے اور استنجاء کے بعد یہ حضرات وضو کرا رہے تھے، ہر ایک دوسرے کو کہنی مارتا ہے کہ پوچھو، حضرت کے یہاں خدام کی بھی اور ہر وقت ساتھ رہنے والوں کی بھی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ ہر وقت جو چاہیں پوچھ لیں۔ ہمت کر کے مولوی احمد نے پوچھا حضرت! لیٹنے کے بعد حضرت کچھ پڑھ رہے تھے؟ کسی سے بات کر رہے تھے؟ حضرت نے جو پانی لیا تھا تو وہ اُن کو اِس طرح منہ پر مارا، ابے! تو نے سن لیا تھا؟ اب کچھ اُن کی ہمت بڑھی، کہا ہاں! میں نے بھی سنا اور مولوی مظہر نے بھی سنا حضرت کسی سے بات کر رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ ملک الموت تشریف لائے تھے، اُن کے ساتھ میں بات کر رہا تھا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کو خدام وضو کرا رہے ہیں اور حضرت نجم الدین کبریٰ پر جب اپنے مرید کا حال، امام رازی کا، منکشف ہوا کہ شیطان اخیری وقت میں اُن کو ورغلانے کی کوشش کر رہا ہے، ایمان چھیننے کی کوشش کر رہا ہے، ننانوے دلائل دے چکا ہے خدا کے نہ ہونے پر، اور اُن کے آخری سانس باقی رہ گئے ہیں، حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں سے اِسی طرح پانی پھینکا، پانی پھینک کر فرمایا کہ یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں۔

بس جیسے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد کے یہ کلمات سنے۔ وہاں تک سینکڑوں میل دور، **یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ** کی طرح سے آواز بھی پہنچ گئی، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو تب ہوش آیا کہ اوہو! یہ کیا میں اِس کے ساتھ مناظرہ کرنے لگ گیا؟ اُنہوں نے ابلیس سے کہا کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن بزرگوں کو جو روحانی قوت دی ہوتی ہے

اِس کی برکت سے کہاں کہاں دور والوں کو سنبھال لیتے ہیں۔

حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

خواب میں بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو! تم اپنا بھیس بدلو اور زُنّار پہن لو، اور اپنی ہیئت، شکل و صورت بدل کر کے دیرِ سمعان جاؤ۔ اور جو جگہ وہاں دیرِ سمعان میں بتائی کہ فلاں جگہ، کسی وقت موقع ہوا تو بتائیں گے کہ حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی اِسی طرح کا قصہ ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ہدایت فرمائی کہ دیرِ سمعان جاؤ، اور نصرانی وضع قطع اختیار کر کے جاؤ، ساری عمر اِسلامی لباس میں اِس ہیئت میں جو انسان رہا ہو اُس کے لئے یہ بہروپیہ کی طرح سے اپنی ہیئت کو بدلنا مشکل ہوتا ہے، سوچتے رہے کیا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری شب پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے کہا کہ اِس طرح نصرانی لباس پہن کر کے دیرِ سمعان جاؤ، تو تم گئے نہیں ابھی؟ نکلے نہیں یہاں سے؟ اور پریشان ہوئے کہ یا اللہ! تیسری شب پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، چنانچہ یہ چل پڑے، کہیں جا کر اپنا حلیہ سب بدل لیا اور دیرِ سمعان پہنچے۔

جیسے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہاں شیراز اور وہاں سے سومنات کے مندر میں پہنچے، پورا واقعہ لکھا ہے اُنہوں نے بوستاں میں کہ میں کس طرح وہاں پہنچا، اور میں کس طرح بت کی پرستش کے لئے جب کھڑے ہوتے تھے اُن کے ساتھ اُن کا لباس پہن کر کس طرح میں کھڑا ہو جاتا تھا، بوستاں میں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ محض شاعرانہ تمثیل ہے، حقیقی واقعہ نہیں۔ علامہ شبلی نے حضرت سعدی کے حالات میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔

غرض بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ دیرِ سمعان پہنچے، خاص جو اُن کی عبادت گاہ مشہور تھی، اور اُن کے مذہبی بڑے بڑے لوگ وہاں عبادت میں مصروف رہتے تھے، وہاں پہنچ گئے۔ جو اُن کا مذہبی

طور پر بڑا آدمی تھا، وہ اپنے معمول کے مطابق بیان کے لئے اسٹیج پر پہنچ گیا، لیکن اُن کے سامنے جا کر بالکل صائم وساکت، چپ چاپ کھڑا ہے، تو تھوڑی دیر تو مجمع منتظر رہا، پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے کیا ہو گیا؟ پھر کسی نے ہمت کر کے پوچھا کیا ہے سَرْ! کوئی تکلیف ہو گئی؟ اِتنی دیر گذر گئی آپ اسٹیج پر آئے ہیں، کچھ بول نہیں رہے ہیں۔ اسی طرح کا حضرت سہارنپوری کا بھی ایک قصہ ہے۔

سادھو کی توجہ کا اثر

کہ آریوں کے ساتھ مناظرہ ہو رہا تھا، آریہ سماج نے مسلم اُمت کو چیلنج کیا تھا مناظرہ کے لئے، جس میں ہماری طرف سے علماء پہنچے، جن میں حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ بھی تھے۔ مناظرہ ہو رہا ہے، اور ہماری طرف سے جو مناظر اسٹیج پر آتے ہیں وہ بچوں کی طرح سے جس طرح کوئی بھول جاتا ہے، کوئی ڈر جاتا ہے اِس طرح بڑے بڑے مناظر قسم کے لوگ بول نہیں پا رہے ہیں۔

کسی نے حضرت سہارنپوری کو اِسٹیج پر رقعہ لکھا کہ حضرت اِسٹیج کے سامنے آرام کرسی پر ایک سادھو ہے، انڈیا میں آرام کرسی، کپڑے اور لکڑی کی بنی ہوئی کرسی ہوتی ہے، لکھا کہ آرام کرسی پر اسٹیج کے سامنے جو ایک نوجوان سادھو آنکھیں بند کر کے بیٹھا ہوا ہے وہ اِسٹیج پر مقرر کے قلب پر توجہ ڈال رہا ہے اور اُس کا یہ اثر ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کتنی دیر سے یہ کتنے سارے مناظر آئے اور کوئی بول ہی نہیں پایا بچوں کی طرح سے، وہ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کی اور اُتر گئے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

لکھا ہے تذکرۃ الخلیل میں کہ حضرت سہارنپوری نے وہ رقعہ پڑھا اور فوراً آنکھیں بند کر لیں، گردن جھکائی، ایک دو منٹ سے زیادہ نہیں گذرے ہوں گے کہ آرام کرسی پر آنکھیں بند کر کے جو سادھو بیٹھا ہوا تھا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا، جس طرح کوئی پیچھا کر رہا ہو اور بھاگ رہا ہو،

وہاں سے اُٹھ کر بھاگا اور اُس کے اُٹھنے کے ساتھ ہی مقررین کی جو زبان بند تھی وہ ختم ہوگئی۔

لاکھوں نصرانیوں کا قبولِ اسلام

یہ دیر سمعان کا سب سے بڑا پادری اِسٹیج پر چپ چاپ کھڑا ہوا ہے، اُس سے بولا نہیں جارہا، جب اُس سے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے؟ تو اُس نے کہا کہ تم میں ایک رجلِ محمدی آگیا ہے۔ بچپن میں کوئی فارم وغیرہ ہوتے تھے تو اُس میں مسلم لکھا ہوا نہیں ہوتا تھا کہ تمہارا مذہب کونسا ہے؟ جو مسلمانوں کے لئے خانہ ہوتا تھا اُس میں مومیڈن لکھا ہوتا تھا، کیونکہ اِن کے یہاں جو تعلیم دی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ مسلمین تو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے ماننے والوں کو، ملت ابراہیمی کے ماننے والوں کو کہا جاتا ہے، یہ ہم کیوں تسلیم کریں؟ اِس لئے اِن کو اِن کے پیغمبر جن کو ہم نہیں مانتے اُن کی طرف منسوب کرو، مومیڈن لکھو۔

دیر سمعان کے پادری نے کہا کہ فِیکُمْ رَجُلٌ مُّحَمَّدِیٌّ، تم میں ایک مومیڈن آگیا ہے۔ اب وہ تو نہیں پہچان سکتے اِتنے سارے مجمع میں، سب ایک ہی لباس میں ہیں، تو اِتنے میں پھر وہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہوکر پوچھتا ہے کہ اَنتَ رَجُلٌ مُحَمَّدِیٌّ ؟ اُنہوں نے کہا جی ہاں! پھر اُس نے سوالات شروع کیئے، ایک کتاب ہے اُس کا نام ہے البحر الفائق۔ کہیں آپ نے تھوڑا سا حصہ بچوں کے سوالات میں دیکھا ہوگا کہ وہ کونسا ایک ہے جس کا دوسرا نہیں؟ کونسے دو ہیں جس کا تیسرا نہیں؟ کونسے تین ہیں جس کا چوتھا نہیں؟ ایک بڑی لمبی کتاب ہے وہ، تو یہ سارے سوالات پورے مجمع میں اُس نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کیئے، اور وہ تمام سوالات کا جواب دیتے چلے گئے۔ تو وہاں پر جو اُن کا پورے ملک کا مکھن جمع تھا، مذہبی طور پر بڑے بڑے لوگ جو اُس دینی مرکز میں رہتے تھے، جب وہ مسلمان ہوئے تو لاکھوں کی تعداد میں عیسائی مسلمان ہوگئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ توجہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آج کا جو فتن کا دور ہے اِس پُرفتن

دور میں بھی اِس طرح کے معجزات ظاہر فرمائے کہ جس سے یہ فتنے ختم ہوں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کل بتایا تھا کہ اللہ کی طرف سے ان بزرگ کو دیر سمعان جانے کا حکم ہوا۔ تین دن مسلسل حکم ہوتا رہا اور وہ تشریف لے گئے اور اللہ نے ان کے ذریعہ خلقِ خدا کو ہدایت دی۔

یہ عجیب تقسیم ہے اللہ کی طرف سے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دنیا کے کونہ کونہ میں اسلام پھیلایا۔ ان کے بعد ان کے طرز پر کہ پورا علاقہ مسلمان ہو جائے، قومیں کی قومیں مسلمان ہو جائیں، صحابہ کرام کے بعد، یہ کام وہ علماء جن کا تعلق شریعت کے علومِ ظاہرہ سے ہے، ان سے نہیں لیا گیا۔

دین و اسلام کا تحفظ

ان علماء کرام سے جو کام لیا گیا، وہ یہ کہ انہوں نے درس دیئے، کتابیں تصنیف کیں، ان کے ذریعہ اس دین اور اسلام کے تحفظ کا کام لیا گیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک جو دین اور شریعت، قرآن وحدیث اور تمام علوم محفوظ ہمارے ہاتھوں میں ہیں، وہ ان علماء کی برکت سے ہیں۔ قرآن، قرآنی الفاظ اور اس کے معانی اور اس کی تشریح، تأویل اور تفسیر ان تمام چیزوں کے تحفظ کا کام علماءِ ظاہر سے لیا گیا۔ لیکن یہ کہ ہدایت ایک دم آناً فاناً پھیل جائے، یہ کام صوفیاء سے لیا گیا۔

صوفیاء سے اسلام کی اشاعت

اور اسلام جس طرح صحابہ کرام کے دور میں پھیلتا تھا کہ پوری کی پوری قوم اسلام میں داخل ہوتی تھی، اگر آپ تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ کام صرف صوفیاء سے لیا گیا۔ ایک ایک کو حکم ہوا۔ جس طرح بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو تین دن تک حکم ہوتا رہا کہ تم دیر سمعان جاؤ اور وہاں ان کے

جانے کی برکت سے پورا علاقہ مسلمان ہو گیا۔

ہمارے یہاں ملکِ کشمیر سارا کا سارا صرف ایک بزرگ اور ایک اللہ والے کے کھاتہ میں ہے۔ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اس علاقہ میں تشریف لائے اور ان کی برکت سے پورا ملک کشمیر، ابھی تو چھوٹا ہے، اس وقت کافی وسیع رقبہ تھا، سارا مسلمان ہو گیا تھا۔

حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو کہاں سے، سجستان سے بھیجا گیا، یہ جوان کے صفات میں ان کی نسبت بیان کی جاتی ہے، چشتی، اجمیری، سنجری، تو لکھا ہے کہ سنجری میں نقطے غلط ہو گئے۔ یہ سجز ہے۔ تو جوزاء کا نقطہ ہے اس کو نون بنا دیا گیا۔ پہلے کسی جگہ ممتحن امتحان کے لئے مکتب میں گئے، اور منتظمین سے کہا کہ مدرس آپ تبدیل کر دیں۔ یہ اردو کا قاعدہ نہیں پڑھا سکتے کہ دیکھو یہ لفظ ہے ''آبخورہ''، آب خورہ جو مٹی کا برتن ہوتا ہے اس میں پانی پیا جاتا ہے، تو اس کو وہ پڑھا کرتے تھے آنجورہ، آن جورہ، نون جیم کے ساتھ۔ انہوں نے نقطے تو اتنے ہی باقی رکھے جتنے تھے مگر ان نقطوں کو انہوں نے ذرا آگے پیچھے کر دیا۔ یہی حال سنجر اور سجز کا ہے۔ تو یہ سجستان کے سجز کے ہیں۔ ڈاکٹر نظامی صاحب یہاں تشریف لائے تھے، ان کے ساتھ اس لفظ پر گفتگو ہوئی تھی، انہوں نے حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ پر اور سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں پر ایک بہت ضخیم، ایک بہت موٹی کتاب لکھی ہے، تاریخ مشائخ چشت۔

حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ہندوستان میں ورود

حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ ہندوستان جاؤ، تو جا کر اجمیر کے جنگل میں پڑ گئے۔ لمبا قصہ ہے، جو جے پال کے ساتھ پیش آیا تھا، بادشاہ نے دیکھا کہ ان سے تو کرامات صادر ہوتی ہیں، تو جیسے فرعون نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات دیکھے، عصا کا معجزہ، ید بیضاء یعنی روشن ہاتھ کا معجزہ، تو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے مقابلہ میں وہ جادوگر لے آیا۔

اسی طرح یہاں بھی حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آپ کے پاس لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں، حالانکہ آپ ایک نو وارد اجنبی انسان ہیں، جنگل میں بیٹھے ہوئے ہیں، مگر اس کے باوجود لوگ آپ سے مانوس ہو رہے ہیں، اور جنگل میں اتنی دور چل کر آ رہے ہیں، تو آپ کے مقابلہ میں جادوگر کو لایا گیا۔ اور تمام انسانوں کے روبرو بادشاہ کے کہنے کے مطابق ساحر سے کہا گیا کہ دیکھو یہ نو وارد اپنی کرامات دکھاتا ہے، تم بھی اپنا کوئی کرشمہ دکھاؤ۔ ان کے لئے تو یہی لفظ ''کرشمہ'' استعمال کریں گے۔ اس سے کہا کوئی کرشمہ دکھاؤ، وہ جس تخت پر بیٹھا ہوا تھا تو وہ تخت اوپر اٹھنا شروع ہوا، اور ہوا میں معلق ہو گیا۔ اور سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ اوپر جا رہا ہے، اور اوپر جا رہا ہے، اور اوپر جا رہا ہے۔

حضرت اجمیری کے جو خدام تھے وہ سارے کے سارے نومسلم، تو وہ حیران ہو گئے کہ دیکھو! معلوم نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسکرائے، تو اتنے میں مجمع نے کیا دیکھا کہ حضرت جو کھڑاؤں پہنتے تھے، یہاں والوں کے لئے تو ہر چیز کی تشریح کرنی پڑتی ہے، ہم نے حضرت شیخ قدس سرہ کے خطوط میرے اور جو بھائی صاحب کے نام تھے محبت نامے چھپوائے، تو خطوط آ رہے ہیں کہ بہت مزہ آ رہا ہے، لیکن اس کی وضاحت کہ یہ قصہ کیا تھا اور وہ قصہ کیا تھا۔ فون آ رہے ہیں، خطوط آ رہے ہیں۔ یہ کیا چیز تھی؟ تو وہ کھڑاؤں، لکڑی کا ہوتا ہے جس طرح سلیپر پہنتے ہیں آپ ربڑ کے، تو اسی طرح وہ لکڑی کے ہوتے ہیں اور جس میں پیر ڈالا جاتا ہے وہ کپڑے سے بنا ہوا ہوتا ہے، اور کبھی انگوٹھے اور اس کے بعد والی انگلی کے درمیان صرف لکڑی ہوتی ہے۔ مسجدوں میں صدیوں تک اس کا رواج رہا، اب وہاں بھی ختم ہو گیا ہوگا۔

سب سے بڑی کرامت

ہمارے اکابر میں سے ایک بزرگ کے یہاں خادم نے عرض کیا کہ حضرت، دل بہت سخت ہو گیا اور فلاں بزرگ کے متعلق سنا کہ جو ان کی مجلس میں پہنچ جاتے تھے ان کے دل جاری ہو جاتے

تھے۔ بیعت ہوئے اور دل فوراً اللہ اللہ کرنے لگ جاتا تھا۔حضرت نے فرمایا کہ تم پہلے جتنا قرآن پڑھتے تھے،اس کے مقابلہ میں اب کتنا پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ پہلے میں ایک پارہ پڑھتا تھا،اب ایک منزل پڑھتا ہوں۔

انہوں نے یہ کہا کہ یہ تو صحابہ کرام کی سنت ہے۔جمیع صحابہ کرام کا معمول تھا۔جو معذور ہوتے تھے ان کو چھوڑ کر سب صحابہ کرام ایک منزل کی روز تلاوت فرماتے تھے۔سات آٹھ پارے کی ایک منزل،ایک ہفتہ میں قرآن شریف کا ختم ہوتا ہے۔اسی سے سات منزلیں قرآن کی بنی ہوئی ہیں۔ پھر دریافت فرمایا کہ نمازیں کونسی پڑھتے ہو؟ کہا کہ سب نمازیں پڑھتا ہوں اور اس کے علاوہ اذکار کے متعلق پوچھا تو کہا کہ سب اذکار جو آپ نے تعلیم فرمائے ہیں اللہ پاک کے فضل سے ان پر عمل ہے۔ یہ سب گنوا کر حضرت نے بتایا کہ دیکھو یہ عین سنت کا اتباع تمہیں حاصل ہوا۔ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گزرنے لگی، یہ سب سے بڑی کرامت، سب سے بڑا حال،اور حال چاہتے ہیں اس میں کیا رکھا ہے؟ یہ فرما کر حضرت تشریف لے گئے۔

جب حضرت نے وضو کے لئے جاتے ہوئے مسجد سے نکلتے ہوئے کھڑاؤں پہنی، اس کی آواز ہوتی ہے ٹخ ٹخ۔تو جیسے کسی مجلس میں کوئی قوال گانے لگے، اور عمدہ آواز سے کوئی نعت پڑھنے لگے تو لوگوں پر حال طاری ہوتا ہے،صرف اس کھڑاؤں کی آواز سے ان کا دل اللہ اللہ اللہ کرنے لگا،ان کا دل جاری ہو گیا۔

حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ وہ جادوگر ہوا میں معلق ہے،اوپر جا رہا ہے،اور اوپر جا رہا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں،ان کا راجہ اور ان کی ساری رعیت خوش ہے کہ دیکھو، یہ کتنا بڑا کرشمہ انہوں نے دکھا دیا۔حضرت اجمیری کی جیسی کھڑاؤں پر نگاہ پڑی، اس دن بتایا تھا کہ حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ امین الدین عمری کے پیچھے نماز مغرب کی پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالی نے میرا دل اتنا روشن کر دیا کہ تمام حیوانات کی تسبیح میں سنتا تھا، سمجھتا تھا، پرندے ہوا میں اڑتے ہوئے کیا تسبیح پڑھتے ہیں، وہ

میں سنتا ہوں، سمجھتا ہوں، اور جمادات کی بھی تسبیح سنتا ہوں اور سمجھتا ہوں۔ پتھر، دیوار، یہ سوکھی لکڑیاں، ہر چیز تسبیح کرتی ہے۔تو جیسے ہی کھڑاؤں پر حضرت کی نگاہ پڑی تو کھڑاؤں بھی حضرت کے منشا کو سمجھتی ہے تو فوراً جس طرح اس جادوگر کا تخت اڑا تھا، کھڑاؤں نے چلنا شروع کیا۔فضا میں جہاں اوپر وہ تھا، اس کے سر کے اوپر جاکر ٹخ ٹخ، مار پڑ رہی ہے اس کے سر پر، جوتیاں پڑ رہی ہے، کرشمہ دکھانے کی سزا مل رہی ہے۔

جادوگر سمجھدار تھا، فوراً نیچے آیا، پیر پکڑ لئے حضرت کے اور کہا میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اس کو دیکھ کر ساری قوم مسلمان ہوگئی۔لکھا ہے کہ حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے تقریباً ساڑھے تین ملین غیر مسلم مسلمان ہوئے۔

عمومی انداز میں صحابہ کرام کے بعد جو اسلام پھیلا ہے وہ صوفیاء کے ذریعہ پھیلا ہے۔ جیسے آپ کے سامنے عرض کیا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ دیر سمعان تشریف لے گئے اور ان کی کرامت تھی کہ ان کے تشریف لے جانے پر دیر سمعان کا پادری اور لاکھوں نصرانی مسلمان ہوگئے۔

لفظ دیر کی تحقیق

دِیر سمعان عربی میں لکھا جاتا ہے، مگر اس کا صحیح تلفظ دَیر ہے۔ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ، سہارنپور حضرت شیخ قدس سرہ سے انہوں نے سب کچھ پڑھا، شروع سے لے کر مشکوۃ تک پڑھا، پھر والد صاحب کے حکم پر حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دورہ حدیث پڑھا، پھر واپس آکر دوسری مرتبہ پھر مظاہر العلوم میں دورہ پڑھا اور حضرت شیخ سے صحیح بخاری پڑھی اور پھر حضرت سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ اتنے سارے اکابر ہیں، اس وقت حضرت شیخ نوجوان تھے، فرمایا ہمارے بزرگوں میں سے کسی سے بیعت ہوجاؤ۔ تو عرض کیا کہ نہیں، مجھے تو حضرت سے بیعت ہونا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں، تم اس

نیت سے جاؤ، رائپور بھی جاؤ، تھانہ بھون بھی جاؤ، مفتی صاحب نے دیو بند میں پڑھا تھا وہاں دیو بند بھی بھیجا۔ وہ جب واپس آئے، پوچھا حضرت نے کہ اب کیا حال ہے، انھوں نے شعر سنایا کہ ؎

دیر وحرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو ، اپنی نظر کو کیا کروں

دیر وحرم، جس طرح ہمارے یہاں حرم پاک کا تصور ہے کہ معزز جگہ، عبادت کی جگہ، جہاں اللہ کے سامنے ماتھا ٹیکنے والے، عبادت گذار ہر وقت جمع رہتے ہوں، یہ حرم ہے، حرم کے مقابل دَیْر ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جاؤ، اعلان کرو، اَلصَّلٰوۃ، اَلصَّلٰوۃ، اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ۔

ایک دفعہ وہاں مدینہ طیبہ میں گھر میں تھا، حرم سے کچھ فاصلہ پر مکان تھا، وہاں کی محلّہ کی مسجد میں مائک پر اعلان ہو رہا ہے، اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ، اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ ، میں نے سوچا، پتہ نہیں کیوں اعلان ہو رہا ہے؟ جب آدھ پون گھنٹے کے بعد حرم سے مائک پر نماز استسقاء کی آواز آنے لگی تو پتہ چلا کہ صلوۃ الاستسقاء، بارش کی دعا کے لئے سب لوگوں کو جمع کیا جا رہا تھا، اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ۔

کسی مقصد کے لئے جمع کرنا ہوتا تھا تو یہ اعلان کیا جاتا تھا۔ جب صحابہ کرام مسجد میں جمع ہو گئے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو جو اس وقت یہاں جمع کیا ہے، مَا جَمَعْتُکُمْ لِرَغْبَۃٍ وَّلَا لِرَھْبَۃٍ، کوئی آخرت کی، اور جنت کی، جنت کی نعمتوں کا شوق دلانے کی باتیں کرنے کے لئے نہیں، اور جہنم اور وہاں کے عذاب، اس سے ڈرانے کے لئے نہیں، قیامت اور اس کی ہولناکیوں سے ڈرانے کے لئے

نہیں، بلکہ میں نے تمہیں ایک اور چیز کے لئے جمع کیا ہے۔

اوراس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ حَدَّثَنِیُ، یہ صحابہ کرام تک پہنچنے کے لئے جس طرح ہم سند بیان کرتے ہیں اوراس کے لئے محدثین ''حَدَّثَنِی'' یا ''حَدَّثَنَا'' لفظ استعمال کرتے ہیں، یہ وہ لفظ ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استعمال فرمایا ہے۔ اور یہی الفاظ صحابہ کرام نے استعمال فرمائے، محدثین نے یہ لفظ حَدَّثَنِیُ اور حَدَّثَنَا وہاں سے لیا۔ چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں حَدَّثَنِیُ تَمِیُمٌ الدَّارِیُّ کہ مجھے تمیم داری نے یہ قصہ بیان کیا۔

تمیم داری رضی اللہ تعالی عنہ

یہ تمیم داری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تعارف کرایا کہ یہ پہلے نصرانی تھے، اوراس کے بعد اللہ تعالی نے انہیں اسلام کی توفیق دی۔ تو اسلام لانے سے پہلے کا ان کا واقعہ ہے۔

مسجد نبوی میں روشنی

تمیم داری رضی اللہ تعالی عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محبت تھی۔ یہ تاجروں میں سے تھے۔ شام سے سامان لاکر یہاں بیچا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اسلام لانے کے بعد جب وہ شام سے واپس آئے اور پھر اسی دن شام کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی مسجدِ نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجدِ نبوی میں قمقمے روشن ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ روشنی کیسی؟ عرض کیا گیا تمیم داری شام سے جھومر لائے تھے جس میں مختلف قمقمے روشن کئے جاسکتے ہیں، صحابہ کرام سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ روشنی کیسی؟ یہ انتظام کس کا ہے؟ عرض کیا گیا کہ تمیم داری شام گئے تھے، وہاں سے لائے اورانہوں نے روشنی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بہت دعائیں دیں اورارشاد فرمایا کہ اگر میرے کوئی بیٹی ہوتی تو میں ان کے نکاح میں دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر خوش ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمیم داری پہلے نصرانی تھے اوراسلام لائے ہیں۔ اور یہ اپنا

قصہ سناتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سفر میں تھا اور قبیلہ لخم اور جذام کے ساٹھ کے قریب افراد میرے ساتھ تھے۔ ہم لوگ سمندر میں سفر کر رہے تھے۔ اچانک طوفان آیا اور ہماری کشتی طوفان کی نذر ہو گئی۔ اور ایک تخت پر، لکڑی پر، ایک مہینہ تک رہے، ہمیں وہ موجیں تھپیڑے دیتی رہیں اِدھر سے اُدھر، وہاں سے یہاں، سمندر میں ایک مہینہ ہم نے گذارا، اتفاق سے پھر ایک جزیرہ پر ہم پہنچے۔ وہاں مشکل سے، کنارہ سے ہمیں لوگوں نے دیکھا تو وہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں لائے اور اس میں سوار ہو کر جب ہم کنارہ پر اترے ہیں، وہاں ہم نے ایک عجیب شکل دیکھی، نہ اس کو جانور کہہ سکتے ہیں، نہ انسان معلوم ہو رہا تھا، اس کا سامنے والا حصہ کونسا ہے، پیچھے والا حصہ کونسا ہے، کچھ صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس کا سارا جسم بالوں سے بھرا تھا، ہم نے بڑی ہمت کر کے اس سے پوچھا کہ تو کون؟ عجیب شکل ہے۔ اس نے کہا **أَنَــا الْجَسَّـاسَةُ** ۔ کہ میرا کام تو جاسوسی کرنا ہے، تجسس کرنا ہے۔ اُس نے کہا یہ سامنے والے دیر میں چلے جاؤ: **اِذْهَبُــوْا اِلٰــى هٰذَاالدَّيْرِ** ۔ یہ دیر کی وجہ سے میں سنا رہا تھا کہ ؎

دیر وحرم میں روشنی شمس وقمر سے ہو تو کیا

تم اس عبادت خانے اور اس جگہ پر جاؤ جو سامنے نظر آ رہی ہے، تو وہاں ایک شخص ہے۔ وہ تمہارا مشتاق بھی ہے اور تمہیں وہ کچھ بتا پائے گا۔

حضرت تمیم الداری اور دجال

حضرت تمیم داری فرماتے ہیں کہ اس کی شکل دیکھ کر اور اس کی باتیں سن کر ہمیں اور زیادہ تعجب ہوا۔ ہم نے سوچا کہ یہ کوئی بھوت تو نہیں ہے **اِنَّهَا لَشَيْطَانَةٌ**۔ ایک دم جلدی سے وہاں سے نکلے اور جدھر اس نے اشارہ کیا تھا، دَیر، اس عمارت میں ہم گئے۔

جب ہم اس دَیر میں داخل ہوئے، ہمیں پہلے سے زیادہ ڈر محسوس ہوا۔ ہم نے ایک آدمی دیکھا کہ زندگی میں کبھی سوچا نہیں تھا اتنے بڑے جسم کا مالک، ایک انسان زنجیروں میں جکڑا ہوا

ہے۔اس کے ہاتھ دونوں گردن کے ساتھ باندھے ہوئے ہیں، دونوں پیرا کھٹے کر کے پیٹ کے ساتھ لپیٹے ہوئے زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہیں۔

ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کون؟ تو کہنے لگا کہ تم کون ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم تو فلاں جگہ سے نکلے تھے اور ہماری کشتی سمندر میں ٹوٹ گئی، ڈوب گئی، اور ہم اتفاق سے اس جزیرہ میں یہاں پہنچ گئے۔تو کہا اچھا! تم عرب سے آئے ہو۔اچھا یہ بتاؤ کہ نخل بیسان کا کیا حال ہے؟ **هَلْ تُثْمِرُ**؟ بیسان کا جو باغ ہے، اس میں پھلدار درخت ابھی موجود ہیں؟ پھل لگتا ہے؟ وہ پھل دیتا ہے؟ ہم نے کہا کہ ہاں، ابھی تو وہاں باغات ہیں اور نخل بیسان میں کافی پھلدار درخت ہیں۔اس نے کہا بحیرہ طبریہ کا کیا حال ہے؟ اس کا پانی؟ فرمایا کہ اس میں بھی خوب پانی ہے۔پھر اس نے ایک چشمہ کے متعلق پوچھا کہ عین زغر، کہا کہ **يَتَدَفَّقُ** کہ جوش کے ساتھ اس کا ابھی پانی نکلتا ہے۔

پھر اس نے کہا کہ عنقریب یہ باغ بھی خشک ہو جائے گا، یہ جھیل بھی خشک ہو جائے گی، اس کا پانی بھی ختم ہو جائے گا۔ہمیں بڑا تعجب ہوا، ہم نے پوچھا کہ تو کون؟ وہ کہتا ہے کہ یہ تم عرب سے آئے ہو تو نبی آخر الزمان ظاہر ہو گئے؟ جواب میں انہوں نے کہا کہ ہاں! وہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہاں انہوں نے انسانوں کو اللہ کی طرف بلایا، دعوت دی۔وہاں والوں نے پریشان کیا، اس لئے اب ہجرت کر کے وہ مدینہ منورہ آئے ہیں۔تب اس نے کہا کہ میں دجال ہوں اور اب نبی آخر الزمان آ گئے، ان کی تشریف آوری کے بعد اب میری باری ہے نکلنے کی۔اور میں نکلوں گا، چالیس دن پوری دنیا میں چکر لگاؤں گا اور صرف دو جگہیں میرے قدم سے محفوظ رہ سکیں گی، ایک مکہ اور ایک مدینہ۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا کہ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میں تم لوگوں کو دجال کے متعلق ہمیشہ بتایا کرتا تھا، یہ تمیم داری اس کو دیکھ کر آئے ہیں۔

دَیر کی مناسبت سے مجھے وہ حدیث کا لفظ یاد آیا، دیر سمعان میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تبارک وتعالی نے لاکھوں انسانوں کی ہدایت کا کام لیا۔اللہ تبارک وتعالی اس

وقت بھی روحانیت کو عام فرمائے، دنیا میں ہدایت کو عام فرمائے، ہدایت کے پیاسے انسانوں کو ہدایت نصیب فرمائے، ایمان نصیب فرمائے، دنیا میں امن وامان قائم فرمائے۔آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ سنایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا واقعہ صحابہ کرام کو سنایا، کہ کشتی کے سفر میں اُن کے ساتھی ڈوب کر ہلاک ہو گئے، اور تنہا ایک مہینہ تک یہ لکڑی کے تختہ پر سمندر کے بیچ رہے، اور جہاں کنارہ پر یہ پہنچے، وہاں دجال کو دیکھا۔

واقعات اور حوادث

یہ جتنے واقعات پیش آتے ہیں، کسی ایک فرد کا ایکسیڈنٹ ہوتا ہے، جہاز کا حادثہ ہوتا ہے، کشتی کا حادثہ ہوتا ہے، کسی ایک گھر میں واقعہ ہوتا ہے، قوموں کے واقعات ہوتے ہیں، یہ اپنے آپ کچھ بھی نہیں ہوتا، ایک پتہ بھی اپنے آپ نہیں گرتا، یہ ساری دنیا کے واقعات مرتب ہیں، اب اُن کی کشتی ڈوبی، اور اُسی کے نتیجہ میں اللہ نے اُنہیں جزیرہ تک پہنچایا جہاں دجال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی زبانی صحابہ کرام کو واقعہ سنایا کہ دیکھو! یہ دیکھ کر آئے، جو میں تمہیں پہلے سنایا کرتا تھا کہ دجال نکلنے والا ہے۔

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ کشتی ڈوبنے کا واقعہ ایک اور بزرگ کا بھی ہے جن کا نام قاضی ابوبکر حنبلی ہے، ان کو مسند الدنیا کہا جاتا ہے۔ ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ آپ مسند الہند ہیں، اُس وقت کا ہندوستان بہت بڑا تھا کہ جس میں افغانستان سے لے کر اِدھر چین تک کے تمام ملک اُس میں شامل تھے۔ اِتنے بڑے علاقہ کے متعلق حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ پورے ہند میں کوئی حدیث کی سند ایسی نہیں ہوگی کہ جس میں شاہ ولی اللہ صاحب کا نام نہ آتا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ پورے

علاقہ میں جو علم حدیث پھیلا وہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی برکت سے پھیلا ہے۔

مسند الدنیا قاضی ابوبکر حنبلی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابوبکر حنبلی کتنے بڑے انسان ہوں گے جن کو علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسند الدنیا'' کہا ہے۔ انسان جس قدر بڑا ہوتا ہے اس کو اسی طرح آزمایا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ آزمائش انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر آتی ہے **أَشَدُّ بَلاءً ا اْلاَنْبِيَآءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَل.**

قاضی ابوبکر حنبلی کی آزمائش

اِسی طریق پر یہ بھی آزمائے گئے، رومیوں کے ہتھے چڑھ گئے، اُنہوں نے قید کیا، اور کس قدر مظالم سہے ہوں گے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے سزائیں دی جاتی تھی اور اصرار کیا جاتا تھا کہ تم یوں کہو، **اَلْمَسِيُحُ اِبْنُ اللّٰهُ**، کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں، مگر یہ کہتے **لااله الا اللّٰه عيسىٰ رسول اللّٰه** ۔ پھر وہ مارتے، پھر یہ کہتے کہ یوں کہو **اَلْمَسِيُحُ اِبْنُ اللّٰهُ** ، یہ کہتے نہیں! **لااله الاالـلّٰه عيسىٰ كلمة اللّٰهُ، لااله الاالـلّٰه عيسىٰ روحُ اللّٰهُ**۔ اللہ کی شان کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہیں، کسی طرح وہاں کی مصیبتوں سے چھوٹے اور نجات ملی۔

ایک اور آزمائش

لکھتے ہیں کہ میں حج کے لئے گیا، تو وہاں نہ کوئی جان، نہ پہچان، بھوکا پیاسا، ایسے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ امتحان میں ڈالتے ہیں۔ کہتے ہیں راستہ پر چل رہا تھا، اِتنے میں میں نے دیکھا کہ کوئی تھیلی پڑی ہوئی ہے، میں نے اُٹھایا، اور دیکھا کہ اُس میں بڑا قیمتی ہار معلوم ہو رہا تھا، میں نے سوچا کہ بیچارہ کوئی چھوڑ کر غلطی سے چلا گیا ہے، میں کچھ دور گیا، اِتنے میں کوئی چلاتا ہوا پکار رہا تھا بھئی! میری ایک تھیلی گر گئی اِس راستہ پر، کسی کو ملی ہو، میں نے اُسے بلایا اور اُس سے

نشانیاں پوچھی، کہ تھیلی کیسی ہے؟ اُس میں کیا ہے؟

جب تمام نشانیاں اُس نے صحیح بتائیں تو میں نے وہ تھیلی اُس کے حوالہ کی، اُس نے کہا کہ لو! یہ سو دینار، بڑا قیمتی ہار تم نے واپس کیا، اُنھوں نے کہا نہیں! میں نہیں لوں گا۔ اُنھوں نے کہا کہ نہیں! میں تو اعلان کرر ہا تھا کہ جو دے گا اُسے سو دینار میری طرف سے ہدیہ ہو گا۔ اُنھوں نے کہا نہیں! نہیں! لقطہ کا حکم یہ ہے، پڑی ہوئی چیز کا کہ اُس کو بلا معاوضہ واپس کرنا واجب اور ضروری ہے۔ اُنھوں نے کہا میں نہیں لے سکتا۔ اُس نے اور بھی اصرار کیا، اُنھوں نے کہا بھئی! یہ لقطہ ہے اور وہ بھی حرم کا لقطہ ہے، میں نہیں لے سکتا۔ کہتے ہیں مجھے وہاں سے بھاگنا پڑا اُن کے اصرار کی وجہ سے۔ بھوکا پیاسا انسان، اور مسئلہ میں تاویل کرنے کے بجائے اِنھوں نے بھوک اور پیاس اور تکلیف کو برداشت کیا، مگر وہاں سے بھاگ نکلے۔

فرماتے ہیں کہ جب حج سے میں فارغ ہو کر واپس جا رہا تھا، کشتی پر سوار ہوئے، اب تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح سے ان کی کشتی بھی ڈوب گئی۔ کہتے ہیں سارے حجاج سب ڈوب گئے۔ کہتے ہیں میں لکڑی کے تختہ پر بڑی تکالیف کے بعد کسی جگہ کنارہ پر پہنچا۔ اتفاق سے وہاں مسلمان آباد تھے، معلوم ہوا کہ وہاں مسجد بھی ہے۔ میں وہاں پہنچا، اور اُنھوں نے مجھے وہاں کی امامت دی، کہ تم عالم معلوم ہوتے ہو، قاری ہو، نماز پڑھاؤ، بچوں کو قرآن پڑھاؤ، تو پڑھاتا رہا، تعارف ہو گیا۔ اُنھوں نے نکاح کے لئے اصرار کیا کہ اِسی مسجد کے پرانے امام صاحب تھے، جو مرمرا گئے، اُن کی بیٹی سے تمہارا نکاح کر دیتے ہیں، نکاح ہو گیا۔ نکاح ہوا تو شب زفاف میں دیکھتے ہیں کہ بیوی کے گلے میں وہی ہار مکہ والا۔

اب دیکھئے! اب یہ کون اُس کو کہہ سکتا ہے، ہزار تاویلیں کر کے بھی کہ یہ اتفاق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اِس مسند الدنیا قاضی ابو بکر کو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تم نے ایک مسئلہ بتا کر کے وہاں لقطہ کا معاوضہ ہدیہ کے نام سے بھی قبول نہیں کیا تھا، سو دینار اُس زمانہ کے، خالص سونے کے سو سکّے۔ اب اس کی برکت سے ہم کس طرح ڈوبی کشتی سے نکال کر آپ کو نہ صرف بچا لیتے ہیں،

بلکہ شبِ زفاف میں دلہن کے گلہ میں وہی ہار تمہیں واپس کرتے ہیں۔

تقدیر کو ٹال نہیں سکتے

یہ دنیا جس طرح ہم سمجھتے ہیں ایسی نہیں، اپنے آپ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کئی سال پہلے یہاں سے زامبیا گئے، جہاز دو تین جگہ ٹھہرا ہوگا، وہاں ملاوی پہنچتے پہنچتے چوبیس گھنٹے سے زیادہ ہوگئے، وہاں سے جب جارہے تھے کار میں زامبیا بورڈر کروس کرکے، بورڈر کروس کرنی تھی وہیں پر عین بورڈر کے نزدیک جب پہنچے، دو تین دن کے تھکے ہوئے، جہاز کا سفر، اور راستہ میں کئی کئی گھنٹے کا وقفہ، تھک کر چور، کار میں بار بار اِن کو اونگھ آرہی تھی، ایک دفعہ آنکھ کھلی اور ڈرائیور سے کہتے ہیں کہ بھئی! تم گاڑی آہستہ چلاؤ، میں نے ابھی ابھی یہ خواب دیکھا ہے کہ ہماری کار کا ایکسیڈنٹ ہوا۔

یہ جتنے ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں، ہزار کسی کو آپ روکیں، ہزار منع کریں، اُس کی ہزار تدبیریں کریں، لیکن جس طرح لکھا ہے اُسی طرح ہوکر رہے گا، اُس کے خلاف ہو نہیں سکتا۔ وہ ڈرائیور یوسف کو کہتے ہیں کہ بھئی! تم گاڑی آہستہ چلاؤ، ابھی میں نے خواب میں دیکھا کہ ہماری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا، مگر وہ دس منٹ کے بعد ایکسیڈنٹ ہوگیا، زبردست، مکمل چکنا چور ساری گاڑی۔

حضرت شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، وہ حرمین کے سفر پر حج کے لئے تشریف لے گئے، اُس زمانہ میں رمضان سے پہلے جہاز چلا کرتے تھے بحری جہاز، ہندوستان سے جدہ کے لئے۔

جب حضرت سفر پر جارہے تھے، تو اُس سے پہلے خصوصی احباب جب ملنے کے لئے آتے، حضرت ایک شعر پڑھا کرتے تھے ؂

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی

جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالوگے تم تربت پر میری
خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

سُننے والے سمجھتے نہیں تھے، اگر سمجھتے تھے تو اتنا کہ موت سے متعلق کوئی شعر حضرت پڑھ رہے ہیں۔ مگر بار بار حضرت نے پڑھا، مگر پھر بھی کوئی اِس کی تعبیر، اِس کا مطلب، اِس کی تفسیر نہیں سمجھ پایا کہ حضرت کیا کہنا چاہتے ہیں؟

بمبئی سے جہاز چلا، جب ایک دو دن کی مسافت جدہ کے کنارہ سے پہلے باقی رہ گئی، وہیں حضرت بیمار ہوئے، حضرت کا انتقال ہوگیا اور اطلاع دی گئی، اُس زمانہ میں یہ ٹیلی فون وغیرہ اِتنا سہل اور آسان نہیں تھا، وائرلیس کے ذریعہ کپتان نے جدہ اطلاع دی، بمبئی اطلاع دی، حضرت کے متوسلین نے کوشش کر کے سعودی حکومت سے اِس کی اجازت لے لی کہ حضرت کی میت کو، حضرت کے صندوق کو وہاں جدہ اُتارنے کی اجازت دی جائے، مگر کیا ہوا؟

کہتے ہیں آج تک کوئی نہیں سمجھ سکا، اِدھر بمبئی سے یہ لوگ مطمئن ہوچکے کہ اجازت مل چکی، اُدھر سعودیہ والے مطمئن، وہاں کے حکام، وہاں جو ہندوستانی ایمبسی کا عملہ ہے وہ سارا ساحل پر کنارہ پر استقبال کے لئے، صندوق کو وصول کرنے کے لئے منتظر، مگر جو حکومت کے آدمی کا رابطہ ہوتا ہے، کپتان کے ساتھ وہ کسی طرح ہو ہی نہیں سکا۔ چونکہ وہ جو حضرت کو بتایا گیا تھا کہ حضرت کی قبر کہاں بننے والی ہے؟

تقدیر کا نوشتہ حضرت پڑھ چکے تھے اُس کو پورا ہونا تھا کہ ؎

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی

آگے کہاں جان جائے گی؟ ؎

پھول کیا ڈالوگے تم تربت پر میری

خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

کہ جہاں مٹی بھی نہیں ڈال سکو گے، کبھی کسی کا جی چاہا کہ قبر کی زیارت کرلے اور پھول چڑھا دے اور فاتحہ پڑھ لے، کہتے ہیں اِس کا موقع بھی نہیں ہوگا، حضرت کے صندوق کو سمندر میں دفن کرنا پڑا۔

یہ پہلے سے حضرت کو معلوم ہو جانے کے باوجود بھی کہ اِس سفر ہی میں میرا انتقال ہونے والا ہے، مگر اُس کو نہ حضرت روک سکتے ہیں نہ اور کوئی۔ یقیناً اِس کی تمنا اور خواہش بھی کی ہوگی کہ میں وہاں بقیع میں جاکر دفن ہوؤں، مجھے جنّۃ المَعْلاۃ نصیب ہو۔

واقعات سب کے سب مرتب ہیں

یہ جتنے واقعات دنیا میں ہوتے ہیں یہ سارے کے سارے ایک ترتیب کے ساتھ مرتب ہیں۔ قدرتِ الٰہی، حکمتِ الٰہی جس طرح کام کرتی ہے اِسی طرح حوادث اور واقعات ہوتے چلے جاتے ہیں، اور اِسی ذیل میں یہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ، مسند الدنیا قاضی ابو بکر کی کشتی ڈوبنے کا واقعہ، حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سمندر میں دفن ہونے کا قصہ ہے۔

یہ بات اِس پر چلی تھی کہ حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، تو اُن کو صرف ایک اللہ والے کے پیچھے نماز پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے کس طرح اُن کے دل کو روشن کردیا کہ وہ جمادات کی تسبیح سنتے ہیں، چرند پرند کی تسبیح سنتے ہیں، مچھلیوں کی تسبیح سنتے ہیں، اُنہوں نے لکھا ہے کہ مشرق کے آخری کنارے پر جو آواز ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں میں اُس کو سن پاتا ہوں، سن سکتا ہوں۔

حضرت مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ، یہ تو اُس وقت بھی شاید حضرت نے نہیں بتایا تھا کہ کون امام تھے، فرماتے ہیں کہ میں دفتر کی مسجد میں سہارنپور میں

نماز میں جماعت میں ایسے وقت میں پہنچا کہ نماز شروع ہو چکی تھی، فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی، تو نیت کرنے سے پہلے میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھا، میں دیکھ رہا ہوں کہ میں آخری ہوں صف میں، مجھ سے پہلے کون ہے؟ سامنے کون ہے؟ اور نیت باندھ کر نماز میں شریک ہوا اور میرے برابر میں کسی اور مصلی نے آکر جیسی ہی نیت باندھی تو میں پریشان ہو گیا کہ یہ جس نے نیت باندھی یہ تو کوئی انسان نہیں ہے، کتے کی شکل ہے، فرماتے ہیں کہ میرے دل کا یہ حال ہو گیا کہ انسان کون کون؟ اور جن کی صورتیں مسخ ہو چکی ہیں کوئی کتے کی شکل میں، کوئی بلی کی شکل میں، کوئی سور کی شکل میں میں دیکھ رہا ہوں۔

دہلی کے ایک بزرگ کا کشف

دہلی کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ تنہائی میں رہتے تھے، خلوت سے نکلتے ہی نہیں تھے باہر، جیسے بتایا تھا ہمارے والد رحمۃ اللہ علیہ سولہ برس گھر میں سے نکلے ہی نہیں، نہ جمعہ کے لئے، نہ عید کے لئے، نہ نماز کے لئے، نہ جنازہ کے لئے، صرف ایک ہم زلف کے جنازہ کے لئے نکلے تھے۔

وہ لوگ اصرار کرتے دہلی والے بزرگ کو کہ حضرت، آپ حجرہ سے کیوں نہیں نکلتے؟ حضرت اپنا کوئی عذر بتا دیتے۔ ایک ہمیشہ کے حاضر باش خادم نے جب زیادہ اصرار کر کے ایک دن پوچھا، حضرت نے فرمایا کہ یہ دروازہ کھولو! کھولا، تو دہلی کا بازار، کہا کہ یہ کیا ہے؟ کیا ہے؟ سب یہ دکان دار ہیں، وہاں اُس کے یہاں یہ گاہک کھڑے ہوئے ہیں، یہ رکشہ والا جا رہا ہے، یہ ٹانگے والا جا رہا ہے، فرمایا اچھا!

حضرت نے پھر اپنی ٹوپی اُن کے سر پر رکھ دی، کہو اب کیا ہے؟ اب وہ تو رونے لگا، اُس سے بولا نہیں جا رہا ہے، وہ کہتا ہے کہ جس بازار کو میں انسانوں سے بھرا ہوا دیکھ رہا تھا تو وہاں انسان تو کوئی کوئی نظر آ رہا ہے، باقی سب کے سب جانور نظر آ رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اِس ہیئت

میں تم اِس بازار میں جاسکتے ہو؟ چل سکتے ہو؟ حضرت نے ٹوپی اُتار کر پھر اپنے سر پر اوڑھ لی۔
یہ حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی کا ایک نماز سے کام بن گیا۔

اللہ تعالی ہمارے دلوں کے پردے اٹھادے

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ اُس کے بعد میں بہت پریشان ہوا، اور میں رو رو کر اللہ سے دعا کرتا تھا کہ یا اللہ! میں دوسروں کے عیوب دیکھنا نہیں چاہتا۔ یہ جو مجھ پر کیفیت ہے کہ کون کون انسان ہیں اور کن کن کی صورتیں مسخ ہو چکی ہیں، میں اِس کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ یا اللہ! میری اِس کیفیت کو تو ختم کردے، کہتے ہیں کچھ روز کے بعد یہ کیفیت ختم ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عیوب دیکھنے کی اور اُن کو دور کرنے اور ٹھیک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا قصہ بتایا تھا کہ جیسے علامہ شعرانی نے شیخ امین الدین کے پیچھے نماز پڑھی مغرب کی، اِسی طرح وہاں سہارنپور میں دفتر کی مسجد میں ہمارے بزرگوں میں سے کسی کے پیچھے نماز میں ہیں اور نیت باندھی اور برابر میں بعد میں جو شریک نماز ہوئے، نماز ہی میں اُدھر توجہ جاتی ہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ تو انسان نہیں، کتے کی شکل ہے۔

اعمال کے اعتبار سے جس عمل کا غلبہ ہوتا ہے انسانی شکلیں بدل دی جاتی ہیں، ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے، ملأ اعلیٰ کے مناسبِ حال عمل ہوتا ہے اور فرشتوں جیسا حال بننے لگتا ہے۔ اِسی لئے اہلِ تصوف اور مشائخ کے یہاں جب حال بیان کیا جاتا ہے کہ میں خواب میں جانور دیکھ رہا ہوں، کتے، بلی، بندر، اُس کی تعبیر یہی دیتے ہیں کہ یہ اِن صفات سے لڑائی ہو رہی ہے تمہاری، تم اس کے نکالنے کی کوشش کرتے ہو۔

اُس نفس سے لڑا جائے، اور اُس کے نکالنے کی کوشش کی جائے، تو یہ اوصاف کم ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اُس کو ویسے ہی چھوڑ دیا جائے جس طرح آج کل کی مادی دنیا ہے تو عقیدہ بھی بدل سکتا ہے کہ ایسا کب ہوگا؟ نہیں ہوگا! اگر یہ جملہ نکل گیا پھر تو ﴿اَلْیَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾، اِس سے ایمان اُٹھ جائے گا، اِس پر ایمان نہیں رہے گا اُس شخص کا۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب مردہ دفن کیا جاتا ہے تو اُس کے عمل اچھی صورتوں میں آ کر عذاب سے حفاظت کرتے ہیں جس طرح مشائخ کے واقعات سنائے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ جیسے بڑے بڑے مشائخ، تو اُن کے انتقال کے وقت بھی وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو! ابلیس کھڑا ہوا ہے، آ گیا، تو اُن کے پاس ابلیس بھی پہنچ جاتا ہے۔ یہ تو ایک رُوٹین ہے اللہ تبارک

وتعالیٰ کی طرف سے ہر شخص کی آزمائش اور امتحان کے لئے، یہی حال قبر کا بھی ہے۔ وہاں بھی اچھا اور برا سب کے پاس وہ عذاب بھی اُس کو دکھایا جاتا ہے، مردہ دیکھتا ہے کہ وہ آرہا ہے۔

اعمال کے ذریعہ حفاظت

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وہ عذاب مردہ کے پاس آنا چاہتا ہے، اور مردہ صالح اور دیندار ہوتا ہے، پیر کی طرف سے آتا ہے، تو نماز حائل ہو جاتی ہے، نماز اُس کو روک دیتی ہے، عذاب کو آنے نہیں دیتی، اور کہتی ہے کہ اِن ہی پیروں پر کھڑے ہو کر یہ نماز پڑھتا تھا۔ نماز تو ایک عمل ہے ہم نے ابھی نماز پڑھی ہے، اِس عمل کی کوئی شکل وصورت ہمیں نظر نہیں آتی، مگر اُس کی شکل بنے گی، اُس کو صورت دی جائے گی۔ یہی حال مفتی صاحب کے برابر نماز پڑھنے والے کا ہے، کہ وہ انسان ہے مگر کتے کی صورت، ابلیس خنزیر کی صورت۔

وہ نماز عذاب کو روکے گی کہ یہ ان پیروں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتا تھا، پیر کی طرف سے آنے والے عذاب کو نماز روکے گی۔ ایک ایک چیز میں حکمت کہ اب نماز کے لئے فرمایا یہاں کہ پیر کی طرف سے آئے تو نماز روکے گی، اس لئے کہ سب سے زیادہ نماز میں قیام میں پیر استعمال ہوتے ہیں، رکوع میں پیر، سجدہ میں کتنی طرح اس کو موڑنا پڑتا ہے، قعدہ میں سب سے زیادہ پیر استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے انسان معذور ہو جاتا ہے تو استعمال نہیں کر سکتا کرسی پر نماز پڑھتا ہے۔ اس لئے پیر جس نے سب سے زیادہ مشقت اٹھائی نماز کے لئے، تو ادھر سے نماز روکتی ہے عذاب کو۔

اور جب سر کی طرف سے عذاب آنا چاہتا ہے تو روزہ روکتا ہے۔ اللہ اکبر! قربان جایئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ یہ علوم اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور بالکل عین عقل کے مطابق، لیکن وہ عقل ہونی چاہیئے کہ جو اس کو پالے۔ اب یہاں سر کی طرف سے آئے تو روزہ روکتا ہے، اس لئے کہ سب سے بڑا عمل روزہ میں کس کا ہے؟ دماغ کا اور سر کا۔ اس لئے کہ ایک

شخص بیمار پڑا ہوا ہے، معذور ہے، بستر میں ہے۔ گھر والے اس کو منع کرتے ہیں کہ روزہ نہ رکھنے کی تمہیں اجازت ہے۔ وہ اصرار کر کے روزہ رکھتے ہیں، ہاتھ پیر سب سے معذور مگر عقل موجود ہے، اب وہ دل میں نیت کرتا ہے تو کس کو استعمال کرتا ہے؟ سر کو، دماغ کو، اور اُسی کے ذریعہ اُس کی یہ عبادت مسلسل ہے پورا دن کہ میں روزہ سے ہوں، میں کھاؤں گا نہیں، پیؤں گا نہیں، روزہ ہے، روزہ ہے، پورا دن۔ یہ دماغ اِس کو یاد رکھتا ہے، اِسی لئے جب قبر میں یہ عذاب سر کی طرف سے آتا ہے تو سر کی طرف سے آنے والے عذاب کو روزہ روکتا ہے۔

عمومی مسخ سے تحفظ

جس طرح وہاں یہ عمل صورت اور شکل اختیار کریں گے، اِسی طرح دنیا میں بھی جس صفت کا طبیعت پر غلبہ ہوگا انسان کی وہی شکل بن جائے گی۔ یہ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر احسان کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! میری اُمت میں عمومی طور پر کہ جس طرح پچھلی اُمتوں میں صورتیں مسخ کر دی گئیں، ابھی انسان تھے اور سب کے سب بندر بنا دیئے گئے، جانور بنا دیئے گئے، اِس سے تحفظ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی، اس لئے اس کا عمومی عذاب ٹل گیا، مگر کہیں کہیں کسی فرد کو یہ سزا دی جاتی ہے۔

شام کے ایک محدث

شام کے ایک بزرگ کا قصہ مشکوٰۃ کی شرح میں بھی لکھا ہے کہ وہ محدث ہیں، حدیث پڑھا رہے ہیں، مگر کہتے ہیں جس طرح عورتیں پردہ کے پیچھے سے گفتگو کرتی ہیں، وہ ساری عمر کبھی کسی سے ملتے نہیں تھے۔ لوگوں کو بڑا تعجب کہ ایک عرصہ تک تو یہ عام انسانوں کی طرح چلتے پھرتے تھے، اور ابھی یہ کیا حال ہو گیا کہ جو کوئی بات چیت کرنی ہو تو قاعدہ اُن کا یہ ہے کہ پردہ کے پیچھے سے، عورتوں کی طرح سے، تو کسی کو اُنہوں نے راز نہیں بتایا۔

ایک خادم بڑے عرصہ تک، طویل عرصہ تک اُن کے پاس رہے۔ اُن سے ایک دفعہ اُس

محدث اور بزرگ سے رہا نہیں گیا، اُنہوں نے روتے ہوئے خود پوچھا کہ سب لوگ تعجب کرتے ہیں، تمہیں بھی تعجب ہوتا ہوگا کہ اِتنے عرصہ سے تم میرے پاس ہو اور تم نے مجھے نہیں دیکھا اور میں تمہیں دیکھ نہیں پایا، اِس کی کیا وجہ؟

اُنہوں نے کہا کہ کوئی وجہ ہوگی۔ اُنہوں نے پردہ ہٹا کر بلایا کہ اِدھر آؤ۔ وہ دیکھتے ہیں تو سارا جسم انسان کا اور صورت، چہرہ، سر، آنکھ، ناک، کان گدھے کی شکل میں۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے جب حدیث میں یہ پڑھا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع سے سر اُٹھا لے، سجدہ سے سر اُٹھا لے تو اُس پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وعید ہے کہ اِس عمل کی سزا کے طور پر کہیں بعید نہیں ہے کہ اُس کی صورت مسخ کر کے حمار اور گدھے کی شکل بنا دی جائے۔

کہتے ہیں میں اِس حدیث کو سوچتا تھا اور میرا دل اِس کو قبول نہیں کرتا تھا کہ اِتنا سا عمل کہ یہ شخص اللہ کی بندگی کا عقیدہ رکھتا ہے، نماز بھی پڑھ رہا ہے، نمازی ہے، صرف اِتنی غلطی اُس نے کی کہ امام سے پہلے اپنا سر اُٹھا لیا، جان بوجھ کر یا غلطی سے ہو جائے تو اِتنی بڑی سزا؟ کہتے ہیں ایک دفعہ میری بدقسمتی غالب آنے والی ہوگی تو میں نے آزمانے کے طور پر جان بوجھ کر امام سے پہلے سر اُٹھا لیا۔ کہتے ہیں وہ دن اور آج کی گھڑی میری صورت مسخ کر دی گئی، اُس وقت سے میں اپنے آپ کو چھپائے ہوئے ہوں۔

یہ جس طرح عمل کے ذریعہ وہاں قبر میں نماز اور روزہ کی شکل بنے گی، آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دائیں سے، بائیں سے وہ عذاب آئے گا تو ہاتھ سے زکوۃ دی جاتی ہے، ہاتھ کے ذریعہ خیرات صدقہ دی جاتی ہے، تو وہ صدقہ اور زکوۃ کی ادائیگی اور خیرات اُس عذاب کو روکیں گے، کہ میرے ذریعہ دنیا میں صدقہ اور خیرات یہ کرتا تھا۔

دوستو! یہ عمل سے جس طرح یہ صورتیں انسان کی اپنی بنتی ہیں، یہ تمام چیزیں کل حق تعالیٰ شانہ کے یہاں ہمارے حق میں بھی گواہ ہو سکتی ہیں، ہمارے خلاف بھی گواہ ہو سکتی ہیں۔ ہم احادیث میں پڑھتے ہیں کہ جس زمین کے ٹکڑے پر ہم سجدہ کرتے ہیں وہ زمین کا ٹکڑا گواہی دے گا۔ گناہ

کیا ہوتو ہمارے خلاف گواہی دے گا۔سجدہ کیا ہوگا، نیک عمل کیا ہوگا تو ہمارے حق میں، گناہ کیا ہوگا تو ہمارے خلاف گواہی دے گا۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ اسی کو انسانوں کو جتانے کے لئے کبھی کبھی دنیا میں ایسے واقعات ظاہر فرماتے ہیں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ذریعہ کہ وہ معجزات کے ذریعہ انسانوں کو دکھاتے ہیں کہ اِس کو بعید مت سمجھو کہ یہ زمین بھی بول سکتی ہے، پتھر بھی بول سکتا ہے۔

پتھر کنکر کی تسبیح

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو بتایا کرتے تھے، مکہ مکرمہ میں گذر رہے ہیں، اشارہ فرما کر کہ یہ پتھر جب بھی میں اِس کے پاس سے گذرتا تھا مکہ مکرمہ میں تو مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکر ہیں، پتھر۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو! یہ تسبیح پڑھ رہے ہیں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرماتے ہیں کہ دیکھو! وہ ہاتھ میں لیتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی کہ دیکھو! تم بھی سنو، تسبیح پڑھ رہے ہیں۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پاس کیا تو وہ تسبیح سن رہے ہیں۔تو یہ پتھر بھی بولتے ہیں، تو یہ کیوں؟ تاکہ اِس پر ہمارا ایمان رہے کہ ہر چیز ہمارے حق میں ہمارے لئے گواہ بن سکتی ہے یا ہمارے خلاف گواہ بن سکتی ہے، بلکہ یہ دَرو دیوار بھی بولتے، تسبیح پڑھتے ہیں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آخری سفر میں حضرت مولانا اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ جو ہمارے یہاں تشریف لائے، بیان فرمایا، بیان سے پہلے میں نے دوچار باتیں طلبہ سے عرض کیں حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے متعلق، تو جب دعا سے فارغ ہوکر حضرت مولانا چلنے لگے، تو چند قدم چل کر مسجد ہی میں

ٹھہر گئے اور آپ نے حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کا ایک واقعہ سنایا۔

حضرت فرمانے لگے کہ مجھے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک بڑے پرانے تعلق والے اہل علم میں سے، جن کا بہت پرانا حضرت شیخ الاسلام سے تعلق تھا، تو اُن کا نام لیا کہ وہ بیمار ہو گئے، صاحب فراش ہو گئے۔ اور بڑے علماء میں سے تھے، اب آخری ایام ہیں، اُن کے جانے کے دن قریب ہیں، تو اُن کے بیٹے نے والد صاحب کو (حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو) خط لکھا کہ حضرت! والد صاحب کی طبیعت خراب ہے، آپ کو معلوم ہی ہے۔ مگر ایک ہفتہ سے ہم عجیب حال دیکھ رہے ہیں اور بہت پریشان ہو کر میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اب اِن کے جانے کے دن بالکل قریب ہیں، دن گنے جارہے ہیں کہ پتہ نہیں، کتنی زندگی باقی ہے؟ تو ہر وقت مشغول باحق رہنا چاہیے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد میں ہر وقت مشغول رہیں۔

کہتے ہیں معاملہ اُس سے بالکل اُلٹ ہو گیا ہے۔ رات دن جب کبھی جا کر پاس بیٹھو تو فلاں مکان خریدنا ہے، فلاں مکان کا کرایہ آیا یا نہیں آیا، فلاں جگہ ہم نے کچھ اِنویسٹ کیا تھا، تو اُس کی آمدنی، کہتے ہیں ہر وقت دنیا کی باتیں، اِس کے سوا کوئی بات نہیں کرتے۔

جیسے ہی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خط ملا، تو اُن سے بڑا پرانا تعلق تھا حضرت کو، تو حضرت سبق سے جیسے ہی فارغ ہوئے، ٹرین کا وقت تھا تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی! فلاں جگہ جانا ہے، تو پیچھے پیچھے اور اساتذہ بھی ہو لئے، کوئی بیمار ہے تو اُن کی، فلاں مولانا بیمار ہیں، اُن کی عیادت کے لئے حضرت جارہے ہیں، تو وہ بھی ساتھ ہو لئے۔ جب وہاں اُن کے گھر پہنچے، تو سب نے دیکھا کہ پوری دارالعلوم کے اساتذہ کی جماعت حضرت کے ساتھ پہنچ گئی۔

حضرت مولانا اسعد صاحب فرماتے ہیں کہ پہنچ کر حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ وہاں جس کمرہ میں وہ مولانا بیمار تھے وہاں جا کر تشریف فرما ہوئے۔ سب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں، حضرت نے کوئی کلمہ نہیں فرمایا، نہ کوئی نصیحت فرمائی، نہ کوئی ترکِ دنیا اور دنیا سے بے رغبتی کی، نہ زہد کی باتیں کی، بالکل چپ۔

حضرت نے آنکھیں بند کیں، گردن جھکائی، تو جتنے حاضرین تھے کہتے ہیں درو دیوار سے، زمین سے، چھت سے، عمارت سے، ستون سے، ہر چیز سے تسبیح کی آواز سب ہی سن رہے ہیں، خود وہ مولانا جو بیمار تھے وہ بھی۔ حضرت جب اُٹھنے لگے، تو کہنے لگے کہ نہیں حضرت! آپ تشریف رکھیں۔ تو یہ عجیب کرامت اُنہوں نے دیکھی، تو حضرت نے اُس کے بعد کھانا کھایا اور واپس آگئے۔ تو اُن مولانا صاحب کے صاحب زادے کا بیان ہے کہ وہ گھڑی اور اُن کے انتقال تک کہتے ہیں کبھی زبان سے کوئی کلمہ سوائے ذکر کے نہیں نکلا۔

ہمیں تو یہ چیزیں سب مردہ نظر آتی ہیں، یہ چھت اور یہ زمین، مگر یہ چیزیں کل قیامت میں ہم سب کے لئے اللہ کرے ہمارے سجدوں کی گواہ بنیں، ہمارے لئے نجات کا باعث بنیں۔

پتھر اور پیغمبر

اللہ کے ایک پیغمبر کا حال ایک روایت میں لکھا ہے کہ وہ گذر رہے ہیں، ایک پتھر پر نگاہ پڑی، وہ پتھر کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے، اُنہوں نے دیکھا کہ پتھر زاروقطار رو رہا ہے، بے تحاشا رو رہا ہے۔ اب اللہ کے نبی ٹھہر گئے، جیسے علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ مجھے ہر چیز کی زبان، تمام جانوروں کی، چرند، پرند کی، پتھر، دیوار، سب کی میں آواز، تسبیح سنتا تھا، سمجھتا تھا۔

اللہ کے نبی، پتھر پر کیا گذر رہی ہے اُس کا حال دیکھ رہے ہیں، سن رہے ہیں، اُس سے گفتگو کررہے ہیں، پوچھ رہے ہیں پتھر کو کہ بھئی! تو کیوں روتا ہے؟ وہ پتھر کہتا ہے کہ جہنم کے خوف سے۔ تو اللہ کے نبی یہ فرمانے لگے کہ یہ تو جو مکلّف ہیں، جن کو شریعت نے مکلّف بنایا ہے، انسانوں اور جن کو، اُن کے لئے یہ تکلیف ہے، تم تو جمادات میں سے ہو۔

وہ پتھر کہتا ہے کہ ہاں! یہ تو ٹھیک ہے، مگر یہ بھی تو فرمایا ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ کہ جہنم کی آگ کو جب جلانا شروع کیا جائے گا، فائر لائٹر کے طور پر پتھر استعمال کئے جائیں گے، چاہے دوسروں کو جلانے کے لئے ہو مگر ہمیں بھی تو جلنا پڑے گا۔

اللہ کے نبی نے دعا کی کہ یا اللہ! اُس میں جو ایندھن کے طور پر اور فائر لائٹر کے طور پر جو پتھر استعمال ہوں، اُن پتھروں میں سے اِس کو مستثنیٰ کر دیا جائے، اِس کی یہ دعا ہے قبول کر لی جائے۔ اِن کی سفارش اللہ کے نبی کی قبول کی گئی، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوش خبری آئی، اللہ کے نبی نے اُس پتھر کو خوش خبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تمہیں اُس میں نہیں ڈالا جائے گا، یہ فرما کر تشریف لے گئے۔

جب واپس دوبارہ کسی وقت وہاں سے گذر ہوا تو دیکھتے ہیں کہ پھر وہ رو رہا ہے تو اُس سے پوچھا کہ ارے بھئی! تمہاری دعا تو قبول ہوگئی؟ اب کیوں روتے ہو؟ پتھر نے کہا کہ وہ رونا پہلے خوف اور ڈر کی وجہ سے تھا، اب میرا مسرت اور خوشی سے رونا ہے۔

خوشی کا رونا

دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی خوش خبری کسی کو دی جاتی ہے تو وہ اِتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ لوگ مر جاتے ہیں، خوشی کو برداشت نہیں کر پاتے۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے مولانا جنید کے یہاں ہمارے گھر میں کتنے برسوں کے بعد جب پہلی بیٹی، نواسی ہمارے گھر میں آئی، مجھے بتایا کہ بیٹی ہوئی، اس پر آنکھوں سے میرے آنسو جاری ہو گئے۔ میں ضبط کر رہا ہوں، رونا روکنا چاہتا ہوں، گر یہ رکتا نہیں ہے، خود میں سوچتا ہوں کہ یا اللہ! یہ تو خوشی کا موقع ہے، مگر ایسے خوشی کے موقع پر انسان کو رونا آتا ہے، وہ پتھر بھی خوشی کے مارے کہ اللہ نے مجھے جہنم کی آگ سے اور جہنم میں جانے سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اِس سے حفاظت فرمائے۔ واقعی جہنم ایسی چیز ہے کہ شجر اور حجر، چرند، پرند، جمادات، ہر چیز اُس سے پناہ مانگتی ہے، یہ پتھر روتا بھی ہے، ہنستا بھی ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

رونے اور ہنسنے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد آیا، کہ یہ دونوں جس طرح آپس میں رشتہ دار ہیں، اِس طرح دونوں پیغمبر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ

علیہ السلام، جیسے بزرگوں کے یہاں احوال اُن کے مختلف، کہ کوئی جلالی، کوئی جمالی، کسی کے یہاں مزاح، کسی کے یہاں رونا دھونا۔

تھانہ بھون کی مسجد میں تین بزرگ

آپ نے پہلے سنا بھی ہوگا مجھ سے کہ تھانہ بھون کی ایک ہی مسجد میں تین بزرگ تھے۔ حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ، وہ مسجد کے دروازہ پر چار پائی پر ہوتے، کوئی آدمی آتا اسے پوچھتے کہ کیا بات ہے؟ دیکھو! اگر تمہیں مرید ہونا ہے تو کونہ میں حضرت حاجی صاحب کی طرف اشارہ کرتے کہ وہ بزرگ بیٹھے ہیں، پیر صاحب۔ اُن سے جا کر بیعت ہو جاؤ۔ اور اگر تمہیں کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو دوسرے کونہ کی طرف مولانا محمد صاحب تھانوی کی طرف اشارہ فرماتے کہ وہ مولانا صاحب بیٹھے ہیں، اُن سے پوچھو۔ اور اگر حقہ پینا ہو تو یاروں کے پاس بیٹھ جاؤ، حالانکہ وہ بھی بہت بڑے اونچے بزرگوں میں سے ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر ہر وقت بکاء کا غلبہ رہتا، روتے رہتے تھے، ہر وقت روتے رہتے تھے، یَحیٰی اَلْبَکَّاءُ. اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جب کوئی آتا تو مسکراتے، پیار سے، محبت سے اُس سے باتیں کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ یحییٰ! تم ہر وقت کیوں روتے رہتے ہو؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم ہر وقت کیوں ہنستے رہتے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا، تو فرشتہ نے کہا میں فیصلہ کروں؟ اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ فیصلہ یہ ہے کہ یحییٰ تم روؤو، بالکل، بے شک، خوب روؤ لیکن تنہائی میں۔ جب تمہارے پاس کوئی آئے، جب تم کسی مجلس میں ہو تو اس سے مسکراتے ہوئے ملو، تو خلوت تمہاری رونے کے لئے اور جلوت مسکرانے اور ہنسنے کے لئے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ دیکھو! ہر وقت ہنسنا اور مسکراتے رہنا یہ بھی اچھا نہیں ہے۔ جلوت میں تو اِسی طرح آپ رہیں،

لیکن خلوت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح رہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں رونا نصیب کرے، بہت بڑی دولت ہے رونا بھی۔ اور یہ مبارک راتیں ہیں اِس میں ہم کچھ کما لیں گے، تو ہماری آخرت درست ہو جائے گی۔ اور وہ بہت کٹھن مسئلہ ہے، آخرت کا۔ ہم بالکل اِس سے غافل ہیں۔ یہ دنیا کا پردہ ہمارے سامنے ایسا زبردست ہے کہ ہماری نگاہ وہاں تک پہنچتی ہی نہیں ہے کہ مرنا بھی ہے، حالانکہ موت کے بارے میں تو کوئی ملحد، بڑے سے بڑا ملحد بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں اِتنا جیوں گا، کسی کی موت کب آئے گی کوئی بھروسہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے حال میں اچھے وقت میں موت نصیب فرمائے، خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شامی محدث کا قصہ سنایا تھا کہ یہ حدیث جس میں نماز میں ایک غفلت پر کتنی بڑی سزا کہ صورت مسخ کردی جائے گی، اس کو آزمایا، سزا مل گئی۔

یہ ان جانوروں کے متعلق یہ کیوں آیا کہ ان کی شکل تمہیں دے دی جائے گی۔ محاورہ میں بھی کسی کو برا کہنا ہو، تو کتا کہہ دیتے ہیں، کسی کو گدھا کہہ دیتے ہیں، حالانکہ یہ جانور تو بڑے مبارک جانور ہیں۔ یہ حمار، یہ گدھا تو کتنا آگے چلا گیا گالی بننے میں، حالانکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ہمیشہ یہ سواری رہی اور اس کے لئے پھر مستقل علماء نے دراز گوش کا لفظ وضع کیا کہ یہ تو گالی کی جگہ استعمال ہوتا ہے، اس کے بجائے دوسرا لفظ بولنا چاہئے۔

حمار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی سواری ہے

کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی سواری ہے۔ رضاعت کے لئے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے اپنے قبیلہ میں لے کر آئیں، اور ساری عمر مختلف مواقع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بننے کا اُسے شرف حاصل رہا۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے استعمال میں حمار

یہ اکثر انبیاء کرام کی سواری رہی، حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے یہاں تو اتنا استعمال کہ ضرب المثل بن گئی کہاوت بن گئی کہ:

خر عیسی گر بمکہ رود، چوں باز آید، ہنوز خر باشد

کہ کوئی شخص عمرہ کے لئے گیا، حج کے لئے گیا، حرمین، پاک جگہ اسے اللہ نے نصیب فرمائی،

مگر جیسا گیا تھا ویسا ہی واپس آیا، کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، وہاں سے کچھ لے کر نہیں آیا۔ ایسے موقع پر یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے گدھے کی طرح کہ مکہ جا کر آیا، تو بھی وہی گدھا ہی رہا۔

خچر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری

اسی طرح میں نے کہا کہ خچر ہے، اس کی مثال دی جاتی ہے جو گدھے اور گھوڑے کا مشکّل ہے، دونوں سے مکس کر کے بناتے ہیں، پھر اس کو گدھے اور گھوڑے کی طرح سے استعمال کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری سواری ہے۔

اللہ اکبر! کتنا پیارا جانور کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر تشریف لے گئے، تو خیبر کی فتح کے بعد وہاں سے جو مال غنیمت حاصل ہوا تو بہت بڑی قیمتی چیز جو وہاں سے ملی، اس کا قیمتی اشیاء میں شمار ہے جو چیز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہو جائے وہ قیمتی، مگر تاریخی اعتبار سے یہ خچروں کی ایک نسل تھی۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ جو نسل کی حفاظت کرتے ہیں، تو وہ اس کی قدر جانتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کے ساتھ سفر حضر میں رفاقت خوب رہی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں حضرت مفتی صاحب کو برسوں دیکھا، پھر اس کے بعد جب یہاں کئی دفعہ حضرت تشریف لائے، سب سے پہلے سفر میں کہ جب آپریشن ہوا تھا، رات دن طویل عرصہ ساتھ رہا۔ اور حضرت مفتی محمود صاحب تو ایک انسائیکلوپیڈیا تھے، ان کا حافظہ بہت قوی تھا۔

حضرت مفتی صاحب نے ایک قصہ سنایا، جب اسی طرح کی بات چلی تو فرمایا کہ فلاں جگہ ایک عمدہ نسل کے گھوڑے ان کے یہاں تھے، تو وہ نسل ختم ہو رہی تھی، تو اس نسل میں ایک گھوڑی اور ایک گھوڑا رہ گئے، اور اسی گھوڑی سے یہ بچہ پیدا ہوا تھا۔ اب اس کو بہت ساری دوائیں کھلائی گئیں کہ یہ کسی طرح جفتی کر لے اور آگے نسل باقی رہے، مگر جب اس کو اس کام کے لئے تیار کیا

جاتا، ساری دوائیں قوت کی کھلانے کے باوجود وہ ماں کی طرف دیکھ کر سمجھتا کہ یہ تو میری ماں ہے۔ اللہ اکبر! ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ گھوڑے، یہ جانور ہیں، مگر یہ انسانوں سے زیادہ عقلمند ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

کتنے معجزات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اہل مکہ کی تو عقل ماری گئی تھی یا ان کی تقدیر پھوٹی تھی، ورنہ کتنے جانوروں کے قصے، گوہ کے قصے شہادت دینے کے، سانپ جیسا جانور حاضر ہوتا ہے وہ آ کر کہتا ہے **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ**، اونٹوں کے قصے، اونٹنیوں کے قصے ہیں۔

اس دن بتایا تھا کہ ان سب چیزوں کو آپ بے عقل نہ سمجھیں۔ آپ جو نیکی کرتے ہیں، سجدے کرتے ہیں، قرأت پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، تو سب چیزیں گواہی دے گی، ادھر ادھر دیکھ کر انسان جو گناہ کرتا ہے تو یہ نہ سمجھے چاروں طرف دیکھ کر کہ میں تنہائی میں ہوں، اللہ تو دیکھ ہی رہا ہے، مگر سب شاہد بھی، گواہ بھی دیکھ رہے ہیں، زمین گواہی دے گی ﴿**یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا**﴾ زمین گواہی دے گی۔

حضرت مدنی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا کل قصہ سنایا تھا کہ ساری مجلس سن رہی ہے کہ در و دیوار اور مکان اور اس کی چھتیں اور کھڑکیاں اور دروازے، سب سے ذکر کی آواز شرکاءِ مجلس نے سنی، تو بے جان نہیں ہیں یہ چیزیں۔ یہ عقلمند ترین مخلوق ہیں۔

اس گھوڑے کو انہوں نے بہت کوشش کی، جب کامیاب نہیں ہوئے تو کچھ دن انہوں نے دونوں کو علیحدہ رکھا، دور رکھ کر کے بہت دنوں کے بعد جب لائے، تو اس گھوڑی کے اوپر انہوں نے کوئی کپڑا ڈال دیا، پردہ کر دیا، اور پھر عرصہ تک دوائیں کھلائی گئی تھی اور وہ ایک مدت دور رکھنے کی وجہ سے وہ اپنے آپ پر صبر نہ کر سکا اور اس نے جفتی کر لی، مگر ان دیہاتیوں کی عقل ماری گئی تھی، ان کو پتہ نہیں تھا، سمجھ نہیں سکے کہ یہ کتنا حساس ترین جانور ہے یہ گھوڑا۔ جفتی کے بعد پردہ

ہٹا دیا اور گھوڑے کی نظر ماں پر پڑی، فوراً مر گیا۔

ہمارے ایک دوست تھے، ان کے گھوڑے پر کافی سواری کیا کرتا تھا، تو ایک دفعہ یہاں سے جانا ہوا، میں نے پوچھا وہ گھوڑا؟ کہنے لگے میں نے اس کو تین دفعہ بیچا، مجھے ضرورت تھی، مالی طور پر میں مشکل میں تھا، جس کے یہاں میں بیچتا اور وہ خریدار لے جاتا کہیں دور دراز اپنے یہاں، کہتے ہیں کہ ایک دن، دو دن، تین دن، کھانا پانی سب بند۔ کہتے ہیں کہ میری جدائی اور فراق میں وہ کھانا پینا بند کر دیا کرتا تو ایک جگہ سے واپس آیا، دوسری جگہ بیچا، وہاں سے واپس آیا، تیسری جگہ کے بعد میں نے اسے نہیں بیچا، میرے یہاں وہ مرا۔

غنیمت کی قیمتی چیز یعفور

یہ جانور جن کے نام گالی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، ان کو جیسا سمجھا جاتا ہے، ان چیزوں کو بے زبان، بے سمجھ، بے عقل، ایسا نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ یعفور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو خیبر سے مال غنیمت حاصل ہوا اور وہاں سے جو چیزیں ملیں ان میں بہت قیمتی چیز جو ملی وہ یہ سواری تھی۔

کہ یہ جو یہود خیبر میں آباد تھے وہ بنی اسرائیل کی نسل سے تھے، اور یہاں آباد ہوئے تھے اپنی کتاب میں پیشینگوئی پڑھ کر کے کہ نبی آخر الزماں کا یہ مہجر ہے، ہجرت کر کے یہاں تشریف لائیں گے۔ لیکن جب دیکھا کہ یہ نبی تو بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں، تو اس تعصب کی وجہ سے تمام علامات اور نشانیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں پانے اور دیکھنے اور محقق ہو جانے کے باوجود اسلام نہیں لائے۔

ان کے یہاں چونکہ بنی اسرائیل میں تسلسل کے ساتھ خاندانوں میں تمام چیزیں روایۃً اور کتاباً، سب چلی آرہی تھیں تو اس میں یہ بھی تھا کہ یہ خچر اس نسل سے ہے کہ جس پر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سوار ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اللہ کی شان کہ وہ خیبر فتح ہوا، اور جو جانور آئے اور

تقسیم میں اتفاق سے وہ یعفور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے طور پر آیا تو پہلے دن سے مانوس، جس طرح کہ برسوں سے مشتاق ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں خیبر کی فتح سے لے کر وصال تک وہ یعفور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ جب کبھی کسی صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلب فرماتے اور کسی کو بلانے کے لئے کوئی صحابی نہ ہوتا، کوئی خادم نہ ہوتا، تو یعفور سے فرما دیتے نام لے کر کہ فلاں صحابی کے یہاں جاؤ اور ان کو بلا کر لاؤ۔ وہ سیدھا اسی صحابی کے مکان پر جا کر اپنے سر سے دروازہ پر نوک کرتا، سمجھ جاتے گھر والے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آیا ہے۔ دارالعلوم میں ہمارے گھر پر ایک مرغی ایسی تھی کہ اس کو کوئی ضرورت ہوتی تو چونچ سے دروازہ پر نوک کرتی۔

یعفور کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا غم

اور آگے سنئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جاتا ہے، تو صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ یعفور نے، خچر نے کھانا چھوڑ دیا، پینا چھوڑ دیا، تین چار روز تک وہ زندہ رہا، پھر اس نے جان دیدی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان جانوروں جیسی محبت تو نصیب فرمائے۔ ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، مگر کتنے دور، کتنے دور، جس طرح اس یعفور نے پہچانا ہم نے نہیں پہچانا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

سگِ اصحاب کہف

ان جانوروں پر میں عرض کر رہا تھا کہ یہ جتنے جانور ہیں بڑے مبارک جانور ہیں، اب یہ کلب، کتا کلام پاک میں جگہ جگہ اس کا ذکر آیا ﴿**وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ**﴾ اصحابِ کہف کا کتا کہ جس کا ذکر اللہ کی کتاب میں ہے، اللہ کے کلام میں ازل سے اس کا نام موجود ہے۔

کلبِ مُعلَّم کا شکار

حتیٰ کہ ہماری شریعت اسلامیہ میں جو کلبِ معلم ہو، جس نے معلم ہونے کا، سدھایا ہوا ہونے کا سرٹیفکٹ حاصل کیا ہو، تو اس کا پکڑا ہوا شکار آپ کے لئے حلال۔ آپ نے چھوڑا کتے کو شکار کے لئے اور اس نے پکڑا اور وہ شکار مر گیا اور آپ اس کو ذبح نہیں کر سکے، تو بھی آپ کے لئے حلال۔ اس کا پکڑنا اور زخمی ہو کر مرنا، اس کو ذبح کے قائم مقام قرار دیا گیا۔

لکھا ہے کہ اس میں تین شرطیں ہیں، ایک شرط یہ ہے کہ جو اس کے کلبِ معلم ہونے سے تعلق رکھتی ہے، کہ سدھایا ہوا ہے یا نہیں؟ اس کا سرٹیفکٹ کب ملے گا؟ کہ جب کسی شکار پر اس کو چھوڑا جائے تو اس کے پیچھے وہ بھاگے، لیکن آپ نے اگر چھوڑا، اس کے بعد آپ کا ارادہ بدل گیا کہ نہیں! واپس آ جاؤ، تو پھر جب آپ اس کو واپس بلائیں راستہ میں سے تو واپس آ جائے۔ ایک یہ کہ جب وہ پکڑے تو خود نہ کھائے، اور یہ کہ جب آپ نے چھوڑا ہو اس وقت آپ نے بسم اللہ پڑھی ہو، تو ان شرطوں کے ساتھ اس کا شکار آپ کھا سکتے ہیں، مر گیا ہو تو بھی، اگرچہ صاحبِ ہدایہ نے زخمی ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ اب کتنا مبارک جانور، ہم تو کتے کا لفظ نفرت کے لئے بولتے ہیں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک دعا

حالانکہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنے لئے یہ دعا کی تھی کہ

ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
پھروں تو ساتھ سگانِ تیرے حرم کے پھروں
مروں تو کھائیں مجھ کو مدینہ کے مور و مار

کہ مدینہ منورہ کے کتوں کے ساتھ کتا بن کر میں پھروں وہاں، اور مر جاؤں تو وہاں کی چیونٹیاں اور سانپ مجھے کھائیں۔

صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے صوفی اقبال صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ہم لوگ دسترخوان سمیٹ رہے تھے، صوفی صاحب فرمانے لگے کہ میں بلیوں کے لئے ان چیزوں کو ذرا الگ الگ کر کے رکھتا ہوں تاکہ مدینہ منورہ کی بلیوں کو یہ دسترخوان کی چیزیں کھانے میں تکلیف نہ ہو۔ باقاعدہ بڑی ترتیب سے ان کے لئے رکھتے، پھر وہ جوش میں آ گئے اور کہنے لگے کہ دیکھو!

صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

ایک میری وصیت ہے کہ اگر میں مر جاؤں تو مجھے دفن کرنے کی ضرورت نہیں، مجھے دفن مت کرنا۔ میں تو مر گیا ہوں گا اس لئے مجھے تو کوئی چوٹ نہیں لگے گی، میرے انتقال کے بعد کوئی اچھا قصاب ہو تو اس کو بلا کر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرا لینا، مگر وہ ایسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کہ مدینہ منورہ کے جانوروں کو کھانے میں تکلیف نہ ہو، باریک باریک قیمہ کی طرح اس کو کر دیا جائے تاکہ جانور آرام سے کھا سکیں۔

یہ ہے ان حضرات کی کیفیت۔ لیکن یہ کیفیت اس وقت حاصل ہوگی کہ ان چیزوں کی طرف ہر وقت دماغ چلتے رہنا چاہئے، جیسے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کا دماغ چلتا ہے کہ اے اللہ! مجھے مدینہ منورہ کے کتوں میں شامل کر دے اور مروں تو مدینہ منورہ کے مور و مار مجھے کھائیں۔ صوفی اقبال صاحب تمنا کرتے ہیں کہ میرے گوشت پوست کو مدینہ منورہ کے جانور کھائیں۔

یہ دراصل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان حضرات کو جو قلبی تعلق ہے یہ اس کی برکت ہے اور اس کا اثر ہے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بہت دور چلے گئے۔ اللہ ہم کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت و تعلق عطا فرمائے۔

یہ جانور تو بڑے مبارک جانور ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ انسانی شکل دی ہے، انہیں وہ حیوانی شکل دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جب چاہے تو وہ شکل کسی وقت بھی بدل سکتا ہے، افراد کی

بدل دے، قوموں کی بدل دے، وہ اس پر قادر ہے۔

آستین میں کتے کا پلہ

ایک بزرگ تھے، تو وہ مسجد کے دروازہ پر بیٹھے رہتے، مجذوب تھے۔آنے جانے والے حضرات ان سے کہتے کہ بابا! آپ اذان سنتے ہو، نماز نہیں پڑھتے؟ تو اس زمانہ میں بزرگ حضرات کی آستینیں ہم سے ذرا چوڑی ہوتی تھیں۔اب وہ ذرا سا آستین اس طرح ہلاتے تو وہ دیکھنے والا دیکھتا کہ کتے کا پلہ جیب میں ہے، دیکھ کر وہ آدمی بھاگ جاتا۔ یہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نوراللہ مرقدہ نے بشیر بھائی کے یہاں، مانچیسٹر میں سنایا تھا۔ کہتے ہیں آستین کو ویسے ہلاتے، بتاتے، تو دیکھنے والا دیکھتا کہ او ہو! کتے کا پلہ، کتے کا بچہ ان کی آستین میں ہے، وہ نفرت کرتا ہوا بیچارہ بھاگ جاتا کہ یہ تو عجیب انسان ہے، کتا رکھتا ہے وہ بھی اپنے بدن کے ساتھ، آستین میں رکھتا ہے۔اسی طرح ایک دفعہ مولانا احمد علی نے لیسٹر والوں کو ایک لنگی والے مجذوب کا قصہ سنایا تھا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا کتوں سے خطاب

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی وہیل چیر میں سہارنپور میں دارالطلبہ قدیم سے حضرت کے کچے گھر لے کر آتا، تو کبھی حضرت کو استنجاء کا تقاضا ہوتا تو حضرت فرماتے کہ بھئی! ذرا جلدی چلو، استنجاء کے لئے جانا ہے، تو بہت تیزی کے ساتھ جس طرح بچے بھاگتے ہیں اس سے بھی تیز وہیل چیر کو بھگاتا ہوا میں لاتا، تو تیز بھاگنے کی وجہ سے راستہ میں کتے پیچھے پڑ جاتے۔ کتے پیچھے بھونک رہے ہیں اور پیچھے دوڑ رہے ہیں، تو حضرت ان کو خطاب کر کے یہ فرماتے، ارے میرے بھائی! تو کیوں مجھے بھونکے؟ میں تو تیرا بھائی یہاں کافی ہوں۔

یہ کتا نہیں یہ میرا نفس ہے

یہ بزرگ آستین میں وہ پلہ لئے ہوئے رہتے۔ان کے ایک خدمت گذار نے ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت! آپ کیوں اس کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں؟ فوراً انہوں نے آستین کھولی، پوچھا پلہ کدھر ہے؟ تو خادم نے کہا کہ ابھی تو تھا کدھر گیا؟ مجذوب بہت زور سے ہنس پڑے۔خادم نے کہا نہیں، بتاؤ کیا قصہ ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ کتا نہیں ہے، یہ میرا نفس ہے۔اس کو میں سزا دینے کے لئے، اپنے سے الگ رکھتا ہوں۔ ہمارے نفس تو ہمارے اپنے اندر سرایت کئے ہوئے ہیں کہ جب خون کے ساتھ وہ نفس دوڑتا ہے اور غصہ دلاتا ہے تو بیوی کو بھی طلاق اور اس کو بھی مار دو، اس کو بھی گولی مار دو، اور برتن بھی توڑ دو، اور چیخنا اور چلانا، اور نفس جس طرف لے جاتا ہے ہم اس طرف بھاگتے ہیں۔

بستر پر پڑے ہوئے ہیں، الارم بج رہا ہے اور سمجھتے بھی ہیں کہ اٹھنا ہے، مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں! ابھی اور، عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ ابھی بہت دیر ہے، حالانکہ دو تین منٹ باقی ہوتی ہے، مگر وہ دو تین منٹ بھی بہت لمبی معلوم ہوتی ہے، دو تین منٹ کے بعد اٹھوں گا۔اللہ!

یہ ساری نفس کی پیروی ہم کر رہے ہیں، تو اسی نفس کو انہوں نے اپنے سے الگ کر کے وہ شکل دی ہوئی تھی کتے کے پلہ کی، اس کو اپنے تابع کیا ہوا تھا۔

بچہ کے ساتھ قرین بھی پیدا ہوتا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آدم زاد کے بچہ پیدا ہوتا ہے، تو ساتھ ہی اس کا قرین بھی، ابلیس کا بچہ بھی پیدا ہوتا ہے، جو ہر وقت اس پر مسلط رہتا ہے۔اس کا نام حدیث پاک میں قرین بتایا گیا، اس کے ساتھ پیدا ہونے والا۔مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فَأَمَّا قَرِيْنِي فَأَسْلَمَ، مگر جو میرا قرین، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کے لئے بھی اللہ نے قرین

پیدا فرمائے ہیں، مگر اللہ کی طرف سے ان کی عصمت ہوتی ہے، ان کا تحفظ ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ أَمَّا قَرِيْنِیْ فَأَسْلَمَ کہ اس نے اسلام قبول کرلیا۔

اللہ کرے ہمارے نفس بھی ہمارے تابع ہو جائیں۔ ہم جس طرح ان کے تابعدار اور غلام بنے ہوئے ہیں، اس نفس کی چاہت کے مطابق جس طرح وہ ہمیں لے جاتا ہے اس طرح چلتے ہیں۔ اس کے بجائے اللہ تعالی ہمارے نفس کو نفس مطمئنہ بنائے، جو ہمیں سیدھا جنت کے راستہ پر رکھے، جنت تک پہنچائے۔

یہ جتنے جانور ہیں، ان جانوروں کو اللہ تبارک وتعالی نے ایک شکل دی ہے، اور ہمیں ایک شکل دی ہے۔ اور ان کو مکلّف نہیں بنایا، ہمیں مکلّف بنایا ہے۔

تم بہتر یا یہ کتا؟

ایک بزرگ دشمنوں کی قید میں تھے، مکالمہ ہو رہا تھا۔ ان بزرگ کی تحقیر کے لئے وہ ظالم پوچھتا ہے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تم اچھے ہو یا یہ کتا اچھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں ابھی نہیں بتا سکتا کہ یہ اچھا ہے یا میں اچھا۔ پوچھا کیا مطلب ابھی نہیں؟ کب بتاؤ گے؟ انہوں نے کہا کہ اگر میں ایمان پر اور توحید پر مرا، تب تو میں اس سے اچھا۔ اور اگر میں نے یہ دولت اپنے ہاتھ سے کھو دی مرنے سے پہلے پہلے تو مجھ سے یہ اچھا، اس لئے کہ مجھے تو حساب دینا ہوگا اور سیدھا مجھے جہنم میں ڈالا جائے گا اس توحید کو کھونے کی وجہ سے، اور اس کتے کے متعلق حکم ہوگا کُوْنُوْا تُرَاباً. اللہ تعالی ان جانوروں کا آپس کا حساب لے کر کے ان کو فرما دیں گے کہ تم مٹی بن جاؤ، وہ مٹی بن جائیں گے، ان کے لئے نہ عذاب ہے، نہ جہنم۔

یہ آج بڑی مبارک رات ہے۔ اس میں خاص طور پر دعا کریں کہ اللہ تعالی ہماری اصلاح فرمائے اور ہمارے اپنے بگاڑ کی وجہ سے ہم اپنے لئے خود مصیبت ہیں، اپنے بگاڑ کی وجہ سے

ہماری دنیا بھی خراب، ہمیں دنیا میں کتنی مصیبتوں سے گذرنا پڑتا ہے، اپنے مزاج کی خرابی کی وجہ سے، پھر اپنی مزاجی خرابی کی وجہ سے ہمارے گھر والوں کو تکلیف، ہمارے ساتھ والوں کو تکلیف، دوستوں کو تکلیف، جس معاشرہ میں رہتے ہیں سب کو تکلیف ہے۔ مگر ہزاروں گناہ ہم سے ہر وقت صادر ہوتے رہتے ہیں۔ ہماری ان گناہوں کی نحوستوں کی وجہ سے سارا عالم اس سے متأثر ہوتا ہے۔ یہ دنیا میں جتنے انقلاب آتے ہیں، جتنی سزائیں ملتی ہیں، جتنے زلزلے آتے ہیں، جتنے قحط ہوتے ہیں، سب اللہ تبارک وتعالی کے یہاں ایک پیمانۂ عدل اور میزان ہے وہ اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے، جتنی اس میں کمی ہوتی ہے تو اس کمی کو پورا کیا جاتا ہے، وبائیں بھیج کر کے، بلائیں، آفات بھیج کر کے، تو ہماری طبیعت مزاج کی خرابی اور نفس پروری کی وجہ سے ہم اپنے لئے بھی مصیبت اور سارے جہاں کے لئے مصیبت۔

اپنے لئے اللہ تعالی سے ہدایت کی دعا مانگیں کہ یا اللہ! ہمیں نیک راہ پر چلا، آج کتنی مبارک رات ہے کہ اس میں کتنے اچھے فیصلے ہم اپنے لئے کرواسکتے ہیں، اپنی اولاد کے لئے کرواسکتے ہیں۔ اللہ تعالی ہماری نسلوں کی اس ملک میں حفاظت فرمائے، ساری دنیا میں آج کل جو فتنے ہیں، ان فتنوں سے انسانیت کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ بتایا تھا کہ بزرگوں سے پوچھا گیا کہ تم بہتر یا یہ کتا؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ ابھی تو نہیں بتا سکتے۔ میں اگر ایمان کے ساتھ اِس دنیا سے رخصت ہوگیا تو میں اِس سے بہتر، ورنہ میں اگر جہنم رسید ہوا تو یہ کتا مجھ سے افضل، اِس لئے کہ یہ جہنم سے بچ جائے گا۔

یہ کتا مجھ سے افضل ہے

ایک اور بزرگ سے یہی سوال کیا گیا، اُنہوں نے اِس سے بھی اونچا جواب دیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اِس وقت تو یقیناً یہ کتا مجھ سے افضل ہے، اِس لئے کہ اِس کا انجام اُسے معلوم ہے۔ جس طرح ہمیں سب کچھ بتا دیا گیا تو ﴿ اُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ﴾ ان سب کو پتہ ہے۔ اِسی لئے ہم تو نہیں دیکھتے، ورنہ قبر والوں کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے، جو عذاب آتے ہیں، جو رحمتیں اُترتی ہیں، ان سب نباتات، جمادات کو اِس کا احساس ہوتا ہے۔ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اِس وقت تو یہ کتا یقیناً مجھ سے افضل ہے، اِس لئے کہ اِس کو معلوم ہے کہ اِس کو جہنم میں نہیں جانا، اور مجھے اپنا انجام معلوم نہیں۔

ایک بزرگ جارہے تھے، ان کے دو خادم آپس میں اشارہ کر کے کسی کافر کی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ دیکھو! اُس کا لباس، اُس کی زُنّار۔ وہ بزرگ اُن کو ڈانٹنے لگے، کیا تمہارا ایمان تمہاری اپنی قدرت میں ہے؟ اپنے بس میں ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے تو اِس دولت کو چھین لے اور وہ جو محروم ہے اُس کو عطا فرما دے؟ تم نے نہیں پڑھا کہ ہزاروں لاکھوں کفار مسلمان ہوئے، تو اُنہیں تنبہ ہوا کہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔

میں نے شروع میں کہا تھا کہ کسی کو گالی کے طور پر کتا کہنا، گدھا کہنا، بیل کہنا، یہ بہت دور لے

جاتا ہے۔ یہ گالی ہمارے اندر تقلیدی طور پر ہے، اس پر میں نے کہا تھا کہ اس کو گالی کے طور پر بولا جاتا ہے، حالانکہ کتا تو بہت اچھی چیز ہے، بہت اچھا کہ اس کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا۔ اوراب جو چیزیں جنت میں جانے والی ہیں اُن میں سے ﴿ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ﴾ ایک قول کے مطابق یہ بھی اُن کے ساتھ جنت میں جائے گا۔

یہ الگ چیز ہے کہ شریعت نے اِس کو گھر میں رکھنے سے منع فرمایا، ورنہ میں نے کتے کے منافع میں بتایا تھا کہ اگر وہ کسی جانور کا شکار کرے گا، اس کو پکڑے گا، اور اُس کے پکڑنے کی وجہ سے جانور مر گیا، شکار مر گیا، تو وہ ذبح ہو گیا، جب کہ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کو شکار کے پیچھے چھوڑا ہو۔ اب کتنا مبارک جانور کہ ایک مسلمان جو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتا ہے، یہی کام اُس کے دانتوں نے آپ کے لئے کرلیا۔ یہ کتے کے اندر منفعت ہے۔ اسی طرح حراست کے لئے اُس کو رکھ سکتے ہیں، جانوروں کی حفاظت کے لئے اس کو رکھ سکتے ہیں، یہ بھی اس کی منفعت ہے۔

بلی اور کتے میں فرق

پالنے کے سلسلہ میں بلی میں اور کتے میں کیا فرق؟ کہ اِس کا گوشت بھی نہیں کھایا جاتا، حرام، اُس کا بھی نہیں کھایا جاتا، وہ بھی حرام۔ یہ بھی درندہ وہ بھی درندہ۔ بلی بھی کہیں اُس کو بند کردے، ستائے، تو گلے سے پکڑ لیتی ہے، مگر کتے کے واقعات اِس سے زیادہ درندگی کے ہوتے ہیں، آئے دن اخبارات میں آتے رہتے ہیں۔

اِس کی درندگی کی وجہ سے اوراس کے لعاب کی وجہ سے اس کو گھر میں رکھنے اور پالنے کی ممانعت ہے، اس کے اندر یہ دو نقص ہیں، اس کے لعاب کا تذکرہ خود قرآن میں ہے ﴿ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ﴾ کہ تم اِس پر بوجھ نہیں لاد سکتے، اگر بوجھ لادو تو ہانپنے لگے یعنی وہ اِس قابل نہیں کہ بوجھ اُٹھائے، جس طرح اونٹ پر لادتے ہیں، بھینسے پر لادتے ہیں، خچر پر، گدھے پر لادتے ہیں، اور اگر تم اس کو ویسے ہی چھوڑ دو تب بھی ہانپتا رہتا ہے۔ دوسری

خرابی یہ ہے کہ وہ ہانپتا رہتا ہے، تو ہانپنے کی وجہ سے ہر وقت اُس کا لعاب گرتا رہے گا۔ چونکہ اُس کا لعاب ناپاک ہے اور شریعت نے مسلمانوں کو اپنے گھروں کو اور چیزوں کا پاک رکھنے کا حکم دیا، لہٰذا اس کے لعاب سے بچانے کے لئے حکم ہوا کہ اُس کو باہر رکھو، جانوروں کی حفاظت کے لئے رکھ سکتے ہو، باغ میں گھر سے باہر رکھ سکتے ہو۔

منافع للناس سے غلط استدلال

کبھی کبھی اردو اخبارات میں جو مضامین آتے ہیں، بڑے دلچسپ ہوتے ہیں، شراب کے متعلق اشتہارات ہوتے ہیں۔ شراب کے متعلق ہے ﴿ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ لکھتے ہیں اِس میں فائدہ تو ہے؟ لیکن بیچارے اُنہیں نہیں معلوم کہ ہم تو منسوخ آیت سے استدلال کر رہے ہیں، شراب کی پہلے اجازت تھی، پھر اُس کے بعد جو ممانعت شروع ہوئی اِسی آیت سے ہوئی کہ تم دیکھتے ہو کہ اِس میں کچھ فائدے ہیں مگر نقصان بھی ہے۔ اب یہیں سے بہت سوں نے چھوڑ دیا کہ جب اِس میں نقصان ہے تو نہیں پینا چاہئے۔

دوسرے نمبر پر آیت اُتری ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى ﴾ کہ وقت بدل جائے گا پینے کا تو چھوٹنا آسان ہوگا، شریعت نے کہا کہ پانچ وقت جو نماز کے ہیں اُس وقت مت پیو، ایسے وقت میں شراب پینا کہ جس سے نماز کے وقت تک نشہ رہے اِس کی اجازت نہیں۔ پھر تیسرے مرحلہ میں دس طرح سے شراب کی ممانعت بیان کر دی، اخیر میں ﴿ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ﴾ کہ یہ تو گندی چیز ہے۔

اُنہوں نے منافع کو تو لیا اور آخر میں شراب کے متعلق جو فرمایا ﴿ رِجْسٌ ﴾ اس کو نہیں دیکھا، جب کہ ﴿ وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ والی آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ جب خدا نے جو اس شراب کو پیدا کرنے والا ہے، اس نے جب فرمایا تھا ﴿ وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ اِس میں فائدے ہیں، تو اُس وقت فائدے تھے، اور جب اِس سے منع کر دیا اور اُس کو کہہ دیا کہ ﴿ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ

الشَّیطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ﴾ تو اُس کی منفعت اُٹھالی اُس نے، اُس کی منفعت کو ختم کر دیا گیا۔

اب کوئی کہے کہ ہمیں تو سر درد ہوتا ہے، تو پیناڈول لیتے ہیں، اُس میں بھی تو شراب ہے، الکحل ہے، اس سے فائدہ ہوتا ہے اور سر درد چلا جاتا ہے، یہ استدلال صحیح نہیں! یہ فائدہ ہمیں نظر آتا ہے، اُس کے بدلہ روز ہم اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ اِس دوا سے یہ نقصان ہوا۔ ابھی آیا تھا کسی کو لیور میں کینسر ہو گیا، صرف اِس لئے کہ پیناڈول استعمال کیا جاتا رہا۔

شراب کی منفعت ختم اور کتے کی منفعت باقی

قرآن کی باتیں اور نبی کی باتیں اٹل، آخری ہوتی ہیں، کبھی کوئی اِن کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ اب شراب میں تو مکمل طور پر اِس کی منفعت ختم ہے، مگر اِس کتے کی منفعت تو باقی ہے۔ کتے کے متعلق جو آخری حکم آیا اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں فرمایا ''مَالِیْ وَ لِلْکِلَابَ،، کہ کتوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ ان کے متعلق جتنی تمہیں اجازت ہے اُتنا رکھو، گھر میں نہیں رکھ سکتے۔

کسی کو کتا گدھا کہہ کر گالی دینے کی عادت

اب اِتنی نفرت کا اظہار کہ جانور کے نام ہی کو گالی بنا دو؟ تو جب کسی کو یہ کہا جاتا ہے کہ کتا، گدھا، بیل، اُس شخص سے بھی نفرت کا اظہار ہے جس کو یہ کہا گیا اور دوسرا ایک پوری اُمت، اُمت کلب کو برا کہا جا رہا ہے ﴿اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ﴾ کہ یہ جو انسانوں کی ایک اُمت ہے، اِس طرح کتوں کی جو ایک اُمت ہے اُن کو برا کہا جا رہا ہے، یہ حمار، گدھوں کی جو اُمت ہے اُن سب کو برا کہا جا رہا ہے اور اِن کی تحقیر کی جا رہی ہے، حالانکہ اُن سے کتنی منفعت انسان اُٹھاتے ہیں، آپ مصر جائیں، کتنے کام انسان ان سے لیتے ہیں۔

یہ دو چیزیں تو ایک طرف، مگر اس کے پیچھے صوفیاء کہتے ہیں جب کسی کو کتا، خنزیر کہا، بہت بڑا دعوی اِس شخص نے کیا، بہت بڑا دعوی، کیا دعوی کیا؟ کہ جب وہ اپنے سامنے دو ہاتھ، دو پیر، دو

آنکھوں والے، دو کانوں والے، آدم کی شکل والے کو، انسان کو دیکھ کر اُس کو کہتا ہے کہ کتا، خنزیر، تو یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی نے بہت بڑا دعوی کیا۔

کیوں کہ ابھی کل پرسوں بتایا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جب قوموں پر عذاب آیا، عذاب وسزا کے طور پر اُنہیں کہا گیا کہ ﴿كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ بندر بن جاؤ، بندر ہو گئے۔ جب عذاب آتا ہے کسی پر تو اُس کی صورت مسخ کر دی جاتی ہے، ابھی انسان تھا، بندر بن گیا، کتا بن گیا، اُس کی شکل مسخ کر دی گئی۔

کبھی صورت مسخ کر دی جاتی ہے

یہ تو دنیا میں آخرت کے عذاب کو دکھانے کے لئے کبھی کبھی اِکّا دُکّا کوئی واقعہ بتا دیا جاتا ہے کہ قبر سے بھی لوگوں نے آوازیں سنیں۔

ابھی جب میں دو ماہ پہلے مدینہ طیبہ میں تھا، تو بڑا چرچا تھا وہاں کہ پرسوں رات وہاں بقیع شریف میں فلاں جو قبر ہے، جو باہر سے دیکھی جاسکتی ہے، وہاں بہت بڑی اُنہوں نے روشنی دیکھی رات کو دو بجے، ایک نے دیکھی، دوسرے نے، تیسرے نے، چوتھے نے، لوگ جمع ہو گئے کسی نے اُس کو کیمرا میں تصویر میں بھی قید کیا۔

یہ واقعات اللہ تبارک وتعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں کبھی کبھی تا کہ انسانوں کو اِس کا یقین آئے کہ یہ تمام چیزیں جو قرآن اور حدیث میں جن کی خبر دی گئی یہ حق ہیں، اور یہ جو صورتوں کا مسخ ہونا جو دنیا میں قوموں کا یا افراد کا ہوا، جو آخرت میں عمومی طور پر جہنمیوں کے ساتھ ہونے والا ہے اُس کی ایک قسم کی تمثیل ہے اُس کو سمجھانے کے لئے ہے۔

متکبرین کا حشر

ورنہ آخرت میں جو متکبرین ہیں، جن میں دنیا میں کبر رہا ہوگا، جنہوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا دوسروں کو حقیر سمجھا، جن میں تکبر تھا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب

قبروں سے سارے انسان اُٹھیں گے، تو یہ بھی اپنی قبروں سے اُٹھیں گے، مگر قبر میں جب رکھا گیا تھا تو شکل وصورت انسان کی تھی، اب جب میدان حشر میں اُٹھ رہے ہیں تو متکبرین سب چیونٹی کی شکل میں ہیں، اب ساری انسانیت اُنہیں روندتے ہوئے جارہی ہیں۔

یہ جو آخرت میں عذاب ہے، جس سے صورتیں شکلیں مسخ کردی جائیں گی تو اُس کو بتانے اور جتانے کے لئے دنیا میں اِکّا دُکّا کبھی کوئی واقعہ کسی قوم کا، کسی فرد کا ظاہر کیا جاتا ہے۔ اب جو واقعہ دنیا میں ظاہر کیا جاتا ہے کسی کے مسخ ہونے کا، تو گویا یہ شخص جو بزرگ بن کر کسی کو کہے گالی کے طور پر کتا یا گدھا، تو اُس نے ایک قسم کا دعوی کیا کہ تمہاری صورت مسخ کردی گئی اور تم انسان نہیں رہے۔ اور مفتی محمود صاحب اور فلاں کی طرح روشن ضمیر بن گیا ہوں اور روحانی طور پر مسخ شدہ صورتیں پہچان سکتا ہوں۔

اور جن کی صورتیں مسخ کردی جاتی ہیں، یہ کسی معمولی گناہ پر نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہوتی ہے، جیسے کہ بتایا تھا کہ اُنہوں نے حق تعالیٰ شانہ کی قدرت سے اِس کو بعید سمجھا کہ امام سے پہلے سر اُٹھالے اور اُس کی صورت بدل دی جائے۔ اِس کا اُنہیں یقین نہیں آرہا تھا، اِس کو آزمانے کے لئے اُنہوں نے امام سے پہلے سر اُٹھایا تو فوراً سزا مل گئی۔

شہداء، علماء اور بعض حفاظ کے اجسام

محدثین میں ایک بزرگ گذرے ہیں شمس الدین فناری۔ یہ جو جمعہ کی رات میں حدیث پڑھی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ شہداء کے متعلق تصریح ہے وہ زندہ ہیں۔ بعض روایات سے حفاظ قرآن اُن کے متعلق آتا ہے کہ اِن کے جسم بھی اپنی قبروں میں سلامت رہیں گے۔ علماء کے متعلق بھی آیا ہے۔ یہ شمس الدین فناری اپنے متعلق خود بیان کرتے ہیں کہ میں جب اِس کو پڑھتا تھا تو میں اپنے دل میں سوچتا تھا کہ یہ علماء کے متعلق جو آیا ہے وہ واقعۃً ایسا ہی ہوتا ہوگا؟

ایک دفعہ اُنہوں نے سوچا کہ ہمارے جوانی کے زمانہ کے استاذ تھے شیخ علاؤالدین، اُن کو دفن کئے ہوئے چالیس پچاس برس گذر گئے ہیں۔ ایک دفعہ اُنہوں نے یہ حرکت کی کہ رات کے وقت اُن کی قبر کو کھولا دیکھنے کے لئے کہ اُن کا جسم سلامت ہے یا نہیں؟ پچاس برس کے بعد بھی، جب اُنہوں نے اُن کی قبر کو کھولا تو دیکھا کہ بالکل جسم صحیح سالم، جس طرح ابھی دفن کیا ہو۔

صدیوں بعد بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

سعودیہ میں ایک وزیر تھے، وہ تعلیم کے محکمہ کے وزیر بھی رہ چکے ہیں، اُن کے والد صاحب تھے شیخ حسن الشاعر جن کا تجوید پر ایک رسالہ تھا، وہ بخاری تھے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے اس رسالہ کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ شیخ حسن الشاعر فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب جو دریا ہے اس میں ایک دفعہ طغیانی آئی، سیلاب آیا، اور پانی بڑھ رہا تھا۔ یقین ہوگیا کہ اب یہ مزار کے اندر داخل ہو جائے گا، سب لوگ اکٹھے ہوئے اور فیصلہ کیا کہ قبر کو کھول کر دوسری محفوظ جگہ منتقل کرنا چاہیئے، پانی تو کسی وقت بھی آسکتا ہے۔ قبر کو سارے علاقہ والوں نے مل کر کھولا، صدیوں کے بعد دیکھتے ہیں کہ امام بخاری ایسے ہیں جیسا کہ ابھی ابھی دفن کیا ہو۔

گلاسگو کے چودھری شاہین صاحب سناتے تھے مولانا ابراہیم صاحب کا اپنے علاقہ کا واقعہ، کہتے ہیں کتنے برسوں کے بعد اُن کی قبر کو کھولا گیا تھا وہاں پنجاب میں، تو جسم بالکل صحیح سالم تھا۔

اِنہیں شیخ شمس الدین فناری نے سوچا کہ اپنے استاذ کی علاؤالدین کی قبر کو میں کھولوں اور دیکھوں۔ جب کھولا، اور دیکھا کہ جس طرح ابھی دفن کیا ہو، بالکل صحیح سالم ہیں۔ پھر دوبارہ ابھی اُس کو بند کرنے لگے تھے کہ آواز آئی غیب سے اندھے! ابھی یقین آیا؟ تمہیں تو پہلے یقین کرنا چاہیئے تھا تم اندھے ہو؟ تمہیں پہلے سے اِس کا یقین کیوں نہیں آیا؟ اے اندھے! تمہیں پہلے یقین نہیں آرہا تھا، اب دیکھ کر کے یقین آیا۔ اُنہوں نے لکھا ہے کہ جیسے ہی یہ آواز آئی اُس کے

ساتھ میری بینائی چلی گئی۔ وہ کہتے ہیں میں حق تعالیٰ شانہ سے فریاد کرتا رہا، روتا رہا، معافی مانگتا رہا، تب جا کر اُن کا قصور معاف ہوا۔ اور پھر آہستہ آہستہ جب بینائی ٹھیک ہوئی تو اُس کے پھر شکریہ کے طور پر میں حج کے لئے گیا۔

جو کسی کو کتا کہے

جب کسی کو گدھا کہہ کر کچھ کہا جائے تو ایک قسم کا اِس نے دعوی کیا کہ مجھے کشف حاصل ہے، اور میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اب انسان نہیں رہے، ایسا ہی ہے جیسے کسی کو کہا جائے **یَا کَافِرُ**، یہ سب تحقیر کے کلمات گالی دینا، لعن کرنا، کفر، یہ ایک زمرہ میں ہیں ساری چیزیں، جب کسی کو گالی دی جاتی ہے، سبّ وشتم کیا جاتا ہے، لعن کیا جاتا ہے کہ تو اللہ کی رحمت سے دور ہے، یا کسی کو کافر کہا جائے تو وہ کلمہ منھ سے نکلا، وہاں تک گیا جس کو کہا گیا، اگر وہ شخص ایسا نہیں ہے اور کافر نہیں ہے، تو یہ کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔

دہلی والے جو بزرگ تھے، خادم نے پوچھا کہ حضرت آپ ہر وقت خلوت اور تنہائی میں کیوں رہتے ہیں؟ ساری دنیا نکلتی ہے، علماء اور مشائخ سب بازار بھی جاتے ہیں، آپ نکلتے نہیں، عذر کرتے رہے۔ جب نہیں مانا، بہت اصرار کیا، تو دروازہ کھولا کہ دیکھو! بازار میں کیا ہے؟ تو کہا کہ یہ لوگ خریداری کر رہے ہیں، پھر اپنی ٹوپی اِن کے سر پر رکھی، فرمایا اب دیکھو! دیکھا تو سارا بازار جانوروں سے بھرا ہوا، انسان کوئی کوئی ہیں۔

کلمات جو ہماری زبان سے نکلتے ہیں، ہم اِس پر غور نہیں کرتے کہ یہ کہاں سے کہاں بات پہنچے گی، اور ہم ایسے سڑے ہوئے ماحول میں رہتے ہیں کہ ہمیں اِن گناہوں کا احساس نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ابھی صحابہ کا دور ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دور "**قَرْنِیْ**" "**ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ**" پھر صحابہ کا دور ہے "**ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ**" پھر تابعین کا دور ہے، تو یہ خیر القرون کا زمانہ ہے، صحابہ کرام کا زمانہ ہے، مگر حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ

فرماتے ہیں اپنے زمانہ کے متعلق کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ اگر کسی نے کسی کی غیبت کی، تو اُس کی بدبو میلوں دور تک محسوس ہوتی تھی۔ اب ہمارے اِس زمانہ میں یہ بیماری اِتنی عام ہوگئی، کہ جو یہ کھالوں کا کاروبار کرتے ہیں، کھالوں کی صفائی کرتے ہیں، جانوروں کی کھالیں اِکٹھی کرتے ہیں، اُس بازار میں آپ جائیں تو بیہوش ہوجائیں گے، اِتنی بدبو کہ وہاں ٹھہر نہیں سکتے، لیکن جو لوگ وہاں رہتے ہیں اُس کے عادی ہوتے ہیں، اُنہیں محسوس بھی نہیں ہوتا کہ یہ کسی طرح کی بدبو ہے۔

کسی کے متعلق زبان سے کوئی کلمہ نکالنے سے پہلے ہزار دفعہ سوچنا چاہئے۔ خاص طور پر یہ غیبت، برائی، چغلی اور یہ کلمات جو ہر وقت ہماری زبان سے نکلتے ہیں اور نامۂ اعمال میں ہم گندگیوں کا اِضافہ کرتے رہتے ہیں، اور یہ سارا کا سارا ہمارا نامۂ اعمال زبان کے بےلذت گناہ کی وجہ سے گناہوں سے پر ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ میں نے بزرگوں کے واقعات جو سنائے مسخ کے متعلق اور کسی کو کتا اور گدھا جیسے کلمات نہ کہنے کے متعلق، تو اِس میں بزرگ فرماتے ہیں کہ صرف اُس شخص کی تحقیر نہیں ہے، بلکہ اِس پوری ایک اُمت کی تحقیر ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا

حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک موقع پر اپنی نصرت اور مدد کے لئے اِسی کتے کو منتخب کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں ابولہب کے گھر میں، ایک عتبہ کے نکاح میں، ایک عتیبہ کے نکاح میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب توحید کی اُنہیں دعوت دی، سب سے آگے قریش میں مخالفت کرنے والوں میں ابولہب رہا۔ اُس نے گھر جا کر اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم دونوں طلاق دے دو، تو عتیبہ نے پہلے تو جا کر حضرت رقیہ کو طلاق دی اور پھر آ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس نے کہا کہ میں تو تمہارے دین کے ساتھ کفر کرتا ہوں، میں تمہارے مذہب کو نہیں مانتا۔ ایک کلمہ۔ دوسرا کلمہ اُس نے کہا کہ میں نے تمہاری بیٹی کو طلاق دے دی، اُس

کی خبر دی۔ تیسرا اُس نے سبّ وشتم شروع کیا، بدزبانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شروع کی۔ چوتھا اُس نے دست درازی بھی شروع کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ مبارک اُس نے چاک کردیا۔

یہ چار پانچ حرکتوں کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے مخاطب ہوتے ہیں اور گویا اُس کو فرماتے ہیں کہ میں تجھے تو کچھ نہیں کہوں گا، میں اپنے اللہ سے کہتا ہوں ''**اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِّنْ کِلَابِکَ**'' اے اللہ! تیرے پاس پوری ایک اُمت ہے کتوں کی، اُن میں سے ایک کو اِس پر مسلط فرمادے۔ اب شام کا سفر ہوا، وہاں ریگستان میں ویرانہ میں ٹھہرنا ہوتا ہے، پہلے سے ابولہب نے سب کو بتایا کہ دیکھو!

کفار دل سے یہ سمجھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو نکلے گا، اُسی طرح واقع ہوگا، مگر یہ ﴿**وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ**﴾ کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایمان اللہ تبارک وتعالیٰ جب چاہے کسی کو عطا فرمائے، جس سے چاہے چھین لے۔

وہ ابولہب سب کو نصیحت وصیت کرتا ہے کہ میرے بیٹے کی اچھی طرح حفاظت کرنا کہ **اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِّنْ کِلَابِکَ** واقع نہ ہوجائے۔ جب وہاں ایک جگہ پڑاؤ ہوا، تو کسی نے کہا کہ اِس علاقہ میں ہم نے ابھی شیر دیکھا، سب ڈر گئے۔ کہنے لگے کہ آج تو عتیبہ کی اچھی حفاظت کرنی چاہئے۔ اُنہوں نے سارا سامان چاروں طرف رکھا، اور سامان کے چاروں طرف سارے قافلے والے سوگئے، اور بالکل بیچوں بیچ، سامان کے بیچ میں اوپر عتیبہ کو سلایا، مگر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلب مسلط ہوا ہو اُس کے لئے کیا مشکل؟

رات کو سب سوئے اور یہ آیا، ایک چھلانگ لگائی اور وہیں پر پہنچا اور اُسی کو پھاڑ کر چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن تمام اُمتوں میں سے ایک اُمت کو منتخب کیا اور اللہ نے اپنے حبیب کی نصرت اور مدد کے لئے ''**اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِّنْ کِلَابِکَ**'' ایک کو بھیج دیا جس نے عتیبہ کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

اپنی زبانوں کو ہم چلاتے ہیں مگر اُس کے نتائج کہاں تک پہنچتے ہیں کہ ہم تو کہہ دیتے ہیں کتا، مگر بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ تو اُس نے دعوی کیا کشف کا کہ میں دور تک دیکھ سکتا ہوں، میں نے دیکھ لیا ہے کہ تیری صورت مسخ ہوگئی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اِس سے اِس کلمہ کے بدلہ میں خود اِس کی اپنی صورت مسخ کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دین کی حفاظت فرمائے، ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، جو وقت تھوڑا سارہ گیا اُس کو وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذشتہ کل اخیر میں ایک واقعہ شیخ شمس الدین فناری کا سنایا تھا کہ اُنہوں نے یہ جانچنے کے لئے، یہ معلوم کرنے کے لئے کہ جیسے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور شہداءِ کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، سینکڑوں برس گذرنے پر بھی اُن کے جسم اسی طرح صحیح سالم رہتے ہیں، تو یہ معلوم کرنے کے لئے اُنہوں نے بیسیوں برس پہلے اپنے استاذ علاؤالدین جن کو دفن کیا تھا، اُن کی قبر کھولی۔ دیکھا تو پچاسوں برس کے بعد بھی اپنے استاذ کا کفن، جسم ایسا ہی پایا جیسا کہ ابھی آج دفن کیا ہو۔ اُن کو تو اطمینان ہو گیا لیکن سزا ملی، غیب سے آواز آئی کہ اندھے! اب دیکھ لیا؟ چنانچہ اِس آواز کے ساتھ ہی اُن کی بینائی سلب کر لی گئی۔ اندھے ہو گئے، سچ مچ اندھے ہو گئے۔

عقیدہ کی حفاظت

یہی ضعف کا حال ہماری ہر عبادت کا ہے، عقیدہ کا بھی یہی حال، ذرا سا کسی عقیدہ میں تزلزل آیا اور نیچے گر گئے، اُنہیں چاہئے تھا کہ جب روایات میں غیب کی خبریں دینے والے سچے انبیاء کے سردار نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تو میری آنکھیں غلط دیکھ سکتی ہیں، میری نگاہ غلط دیکھ سکتی ہیں، میرا دیکھنا جھوٹا ہو سکتا ہے، غلط ہو سکتا ہے مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سچی ہے۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

جتنا اِس عقیدہ میں ہم پختہ ہوں گے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح سے کہ وہ اپنے بیٹے پر افسوس کر رہی ہیں، رو رہی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارا بیٹا تو جنت میں مزہ کر رہا ہے، تمہیں دیکھنا ہے؟ تو

ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض کرتی ہیں میرے محبوب! بس آپ نے فرما دیا، یہ میرے لئے کافی ہے۔ میری نگاہ جھوٹی ہوسکتی ہے، غلط دیکھ سکتی ہے، میں دیکھنا نہیں چاہتی۔ عقیدہ ہوتو ایسا ہو۔

ہر عبادت میں دو پہلو ہیں

ہر عبادت کا یہی حال، یا تو اقبال ہوتا ہے، انسان اور آگے بڑھتا ہے، ترقی کرتا ہے یا نیچے گرتا ہے۔ چنانچہ اِتنے بڑے محدث، علامہ ہوکر سزا پائی کہ اندھے ہو گئے۔ تو یقین اور عقیدہ کا یہی حال ہے، نماز کا بھی یہی حال ہے، نماز مقبول ہوئی، اوپر جائے گی، بارگاہِ ایزدی میں قرب حاصل کرے گی۔ اور اگر وہاں سے مردود ہوگئی، تو نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ مقبول نماز کی وجہ سے جو رحمت کے آثار، چہرہ پر نورانیت، جاذبیت، محبوبیت ہونی چاہئے وہ ختم ہوجاتے ہیں۔ شکل دیکھ کر لوگوں کو نفرت ہوتی ہے۔ غیر مقبول مردود دعا اور نمازوں کا اثر چہرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہی حال رمضان کا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بد دعا

بارہا آپ نے حدیث سنی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے، پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، فرمایا برباد ہو وہ شخص کہ جو رمضان المبارک کا مہینہ پائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی مغفرت نہ کرالے۔ جبریل امین دعا کرتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، آمین۔ جبریل امین دعا کرتے ہیں کہ برباد ہو وہ شخص کہ جو اپنے والدین کو پائے پھر بھی اُن کی اِتنی خدمت نہ کرے جس سے اپنے لئے جنت کو واجب کرلے۔ فرمایا آمین۔ تیسری دعا جبریل امین نے کی کہ برباد ہو وہ جو سرکار کا نام نامی سنے اور درود شریف نہ پڑھے، صلی اللہ علیہ وسلم، تو آپ نے فرمایا، آمین۔

اب یہ مہینہ تو گذر گیا، ہم نے اپنے لئے رو رو کر مغفرت واجب کرلی؟ ہمیں اطمینان ہوگیا؟

کہ ہم اِتنا روئے ہیں، اِتنا روئے ہیں، اور گناہوں کی حق تعالیٰ کے سامنے اِتنی معافی مانگی ہے کہ ہمارے لئے یقیناً ہمیں اطمینان ہوگیا۔ ہر کام پر اطمینان کر لیتے ہیں کہ ہم نے اِتنی کوشش کی کہ اب انشاءاللہ اطمینان ہے، تو کیا اِس رمضان میں ایسا ہوا؟

ہر شخص اپنے متعلق سوچے۔ تو جو جس طرح اِن مبارک ساعتوں کا حق تھا، ماہِ مبارک کی مبارک گھڑیاں گذارنے کا حق تھا، جس طرح اُسے گذارنا چاہیئے تھا اُس طرح جو گذارتے ہیں تو وہ تو کتنے مراتب پاتے ہیں، اور جو ایسا نہیں کر سکے تو وہ اور زیادہ نیچے جاتے ہیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے مستحق بنتے ہیں۔ والدین کی خدمت بہت بڑی عبادت ہے، مگر اِس میں کماحقہٗ اِس عبادت کے کرنے کی وجہ سے انسان ترقی پاسکتا ہے دنیا اور آخرت میں اور عاقبت میں، اور اُس سے غفلت کی بناء پر اُس سے زیادہ نیچے جائے گا۔

یہی حال حج کا ہے، حج سے جب حاجی واپس آتا ہے تو یا تو قبولیت لے کر آئے گا کہ اقبال ہر چیز میں ہوتا رہے گا، ورنہ وہاں سے اپنے لئے اِدبار لے کر آئے گا۔

یہی حال زکوۃ کا ہے، زکوۃ تو دی، صدقہ تو دیا مگر " **أَوَّلُ مَنْ تُسَجَّرُ بِهِ نَارُ جَهَنَّمَ** "سب سے پہلے تین جن سے جہنم کی آگ جلائی جائے گی اُن میں یہی مالدار تو ہوں گے، زکوۃ اور صدقات دینے والا۔ اُس نے دی بھی ہوگی زکوۃ، صدقہ بھی دیا ہوگا، مگر سب سے پہلے اِسی کو جہنم میں دھکیلا جائے گا۔

یہ جتنی عبادات ہیں اُن سب کا یہ حال ہے کہ اِس میں اُدھر یا اِدھر، بین بین برزخ والا کوئی حصہ نہیں۔ یا تو انسان اُس عبادت کے ذریعہ سے ترقی پاتا ہے یا نیچے جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے روزوں کو قبول فرمائیں، ہماری نمازوں کو قبول فرمائیں۔

ایک سجدہ بھی ایسا نہیں

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو ایک مرتبہ

خط لکھا کہ حضرت زندگی ویسے ہی گذر گئی، کوئی نیکی ایسی نہیں کہ جو بارگاہِ ایزدی میں پیش کر سکیں، ایک نماز ایسی نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ اِتنا بڑا مبلغ، اتنا بڑا انسان جس نے ساری دنیا میں دعوت و تبلیغ کا ڈنکا بجایا، اور وہ اپنا رونا رو رہے ہیں۔ حضرت نے جواب لکھوایا کہ مولوی صاحب! آپ تو لکھتے ہو کہ ایک نماز ایسی نہیں کہ جو شرف قبول پانے کے قابل ہو، یہاں تو ایک سجدہ بھی ایسا نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری نمازوں کو قبول فرمائے، تلاوت کو قبول فرمائے۔ ہر عبادت کا یہی حال، تلاوت کا بھی یہی حال، یا قرآن ہمارے لئے حجت ہوگا تو ہمیں وہاں جنت میں سب سے اونچا درجہ دلوائے گا" اِقْرَأْ وَارْتَقِ" پڑھتا جا اور چڑھتا جا، یا حُجَّةٌ عَلَيْهِ، یا ہمارے خلاف حجت بنے گا، خدا سے فریاد کرے گا۔ خود تلاوت کرنے والا جب تلاوت میں مشغول ہوتا ہے عین اُسی وقت "رُبَّ قَارِئٍ لِّلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ" وہ تو قرآن پڑھ رہا ہے، مگر دل کی نیت اللہ تبارک و تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، دل کے حال کو وہ جانتے ہیں، اسی کے مطابق وہاں سے جواب ملتا ہے۔

ماہِ مبارک میرے خلاف کہیں حجت نہ ہو

دوستو! یہ جتنی ساعتیں رہ گئیں کم از کم اُن میں ہم مشغول رہیں۔ ہر وقت چلتے پھرتے ہمارا دل کڑھ رہا ہو اندر سے کہ پتہ نہیں اب یہ مبارک ساعتوں کا دروازہ جیسے ہی بند ہوگا تو یہ پورا ماہِ مبارک کل قیامت میں میرے خلاف کہیں حجت نہ بن جائے۔

قبر کھولنے والے اُن بزرگ سے صرف یہی ایک لغزش ہوگئی کہ اُس حدیث پر جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا یقین کرنے کے بجائے عین الیقین حاصل کرنے کے لئے مشاہدہ کی کوشش کی تو سزا پائی کہ غیب سے آواز آئی کہ اندھے! دیکھ لیا؟ تو اُس کے ساتھ بینائی چلی گئی۔ روتے رہے، حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے رہے برسوں تک، اللہ تعالیٰ نے آہستہ

پھر بینائی واپس عطا فرمائی، اِس کے شکریہ میں پھر وہ حج کے لئے گئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ مبارک کی برکت

اندھے کے لقب سے خطاب پر مجھے یاد آیا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، میں آج اونٹ چرانے کے لئے گیا تھا، تو اندھیرے میں میں نے غلطی سے سانپ پر پیر رکھ دیا۔ کس قدر زہریلا ہوگا وہ سانپ کہ پیر اُس کے اوپر پڑا اور دماغ تک زہر سرایت کر گیا اور بینائی چلی گئی۔ اُن کے ساتھی ہاتھ تھام کر لائے کہ یہ اِس واقعہ کی وجہ سے نابینا ہو گئے۔ وہاں کیا تھا؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک جیسے ہی آنکھوں پر پہنچا، کہ فوراً اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا فرمادی۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق کے عجائبات ہیں، کہاں تو سانپ کا زہر کہ پیر رکھا اور بینائی چلی جاتی ہے۔

مولانا یوسف کارا کے والد صاحب باتھ روم میں غسل کر رہے ہیں، کھڑکی سے سانپ نمودار ہوا، ایک پھونک ماری، اِن کی بینائی متأثر ہوگئی۔

سانپ کا حیرت انگیز واقعہ

مگر اِس کے بالکل برعکس ابن کثیر نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کی آنکھیں سلامت تھیں۔ لوگوں نے دیکھا کہ اچانک اندھا ہوگیا۔ پوچھنے پر بتایا کہ اپنے کام سے جنگل میں جا رہا تھا، وہاں دیکھا کہ اجنبی قسم کے دو تین آدمی جا رہے ہیں، جن کے پاس کچھ سامان ہے، تھیلا ہے۔ تو اُن کے پیچھے پیچھے چلنے لگا کہ یہ اجنبی معلوم ہوتے ہیں، اِس طرف تو ہمارے کھیت ہیں، یہ لوگ یہاں کیا کریں گے؟ تھوڑے دور پہنچ کر یہ کھیت والے سے وہ تینوں پوچھتے ہیں ایک وادی کا نام لے کر کہ فلاں وادی یہی ہے؟

اُنہوں نے کہا کہ ہاں! یہی ہے۔ وہ اُس وادی میں ایک جگہ پہنچے، اپنا سامان کھولا اور بانسری بجانی شروع کی۔ بانسری کی آواز پر سانپ جمع ہو گئے۔ یہ ٹٹولتے رہے سانپ کو، ایک کو پکڑتے،

پھینک دیتے کہ یہ نہیں، یہ نہیں۔ بالآخر اُن میں سے ایک سانپ کو لیا اور اپنے تھیلے میں ڈال دیا۔ پھر تینوں اِکٹھے ہوئے اور تھیلے میں سے سانپ کو نکالا، جس سلائی سے ہم سرمہ لگاتے ہیں اِس طرح کی سلائی سانپ کی آنکھ پر وہ پھیرتے ہیں اور اپنی آنکھ پر پھیرتے ہیں۔ اور یہ عمل کر کے اُنہوں نے دوبارہ سانپ اندر ڈال دیا۔

یہ مقامی آدمی پہنچا اور کہنے لگا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو؟ تو کہنے لگے ہم اپنا کام کر رہے ہیں، تم اپنا کام کرو۔ اُس آدمی نے دھمکی دی، تم اجنبی معلوم ہوتے ہو، پتہ نہیں کہاں سے آئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟ میں حکومت کو اطلاع کروں گا، بتاؤ کیا ہے؟ اُنہوں نے وہ جو سلائی اپنی آنکھوں پر پھیری تھی اِن کی آنکھ پر پھیر دی۔

اُس شخص کا بیان ہے کہ جب اُنہوں نے وہ سلائی میری آنکھ پر پھیری، تو زمین کی سطح سے لے کر نیچے تک، میلوں دور نیچے تک اوپر پتھروں کی پھر مٹی کی تہہ ہے، اُس کے نیچے پتھر ہیں، اُس کے نیچے پانی ہے، اُس کے نیچے اور کیا ہے، اس کے نیچے آگ ہے، اُس کی نیچے فلاں خزانہ ہے، تمام چیزیں مجھے ایکسرے کے طرح سے صاف نظر آ رہی تھیں۔

وہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے یہ سانپ اِنہوں نے پکڑا ہے۔ میں بڑا خوش ہوا کہ عجیب وغریب دولت مل گئی، مگر کچھ دور جا کر کے تینوں نے آپس میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور اُس مقامی آدمی کو لٹایا اور اُس کی آنکھیں پھوڑ دیں اور چھوڑ کر چلے گئے۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کہ وہی سانپ جس پر پیر رکھتے ہیں بینائی چلی جاتی ہے، اور اِدھر اُسی سانپ سے جو چیز مس کر لے اُس سلائی کے ذریعہ یہ تاثیر پھیرنے والے کی آنکھ میں پیدا ہو جاتی ہیں، یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی لعاب مبارک اُن صحابی کی آنکھ میں ڈالا، تو وہ پھر بینا ہو گئے جو سانپ پر پیر پڑ جانے کی وجہ سے نابینا ہو چکے تھے۔

ابولہب کی بیوی کی بینائی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے جس طرح اور عبادتوں کے بارے میں میں نے عرض کیا کہ یا تو انسان مقبول ہوتا ہے یا مردود، تو وہاں بھی جو مقبولین بارگاہ تھے صحابہ کرام، وہ روز نئے نئے معجزات دیکھتے تھے، نئے نئے انعامات پاتے تھے۔ اِن صحابی کی گئی ہوئی بینائی واپس آ گئی۔

اور اِدھر جب سورۂ ﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ ﴾ نازل ہوئی، تو ابولہب کی بیوی کو کسی نے جا کر سنایا کہ دیکھو! آج تو تمہارے بھتیجے نے تمہاری اور تمہارے شوہر کی اِس قدر برائی کی ہے، تو ابولہب کی بیوی بھاگی ہوئی آئی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تشریف رکھتے تھے وہاں وہ پہنچنا چاہتی تھی۔

جب دور سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسے دیکھتے ہیں تو پریشان ہو جاتے ہیں ،عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! وہ ابولہب کی بیوی آ رہی ہے؟ اور مکہ میں اُس وقت صحابہ کرام کو اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا جاتا تھا، مارا جاتا تھا، پیٹا جاتا تھا، ہر طرح کے مظالم ڈھائے جاتے تھے، اور کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ اس لئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پریشان کہ وہ عورت تو آ رہی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم فکر نہ کرو، وہ مجھے دیکھ نہیں سکتی۔ اِتنے میں وہ قریب پہنچ گئی، نزدیک پہنچ کر وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر پوچھتی ہے کہ دیکھو! ہمیں بتایا گیا کہ اِنھوں نے آج تو ہماری بھی ہجو کی ہے۔

ہجو کہتے ہیں اشعار کے ذریعہ برائی کو۔ تو اُس نے جو لفظ استعمال کیا ہجو، اشعار کے ذریعہ برائی۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں اِس کا جواب آ گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس سے فرماتے ہیں کہ ارے! تجھے نہیں معلوم کہ یہ تو شاعر کہاں ہیں؟ تو فوراً اُس کو عقل آئی، اور وہ سوچنے لگی کہ ہاں! یہ بات تو تمہاری صحیح ہے۔ یہ ساری گفتگو ہو رہی

ہے، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، مگر جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ مجھے دیکھ نہیں سکے گی، لیکن اُس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح شمس الدین فناری کو کہا گیا اے اندھے! وہ لفظ استعمال نہیں ہوا تھا، بلکہ یہ کہ وہ مجھے دیکھ نہیں پائے گی، تو اُتنی دیر کے لئے جب تک وہاں رہی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں سکی، واپس چلی گئی۔

وہاں ہر وقت صحابہ کرام اِن واقعات، معجزات کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے، اِن کو دیکھتے رہتے تھے۔ اور اِس کی وجہ سے اِن کا ایمان روز بڑھتا رہتا تھا۔ اور جس طرح واقعات اُس دن سنائے تھے، تو یہ تو ہم ہیں کہ اِتنے دور ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر شناسی ساری مخلوق کو عطا فرمائی، لیکن ہمیں اپنی عقلوں پر چھوڑ دیا گیا کہ ہم مکلّف ہیں تو ہمیں اپنی عقل کے ذریعہ پہچاننا چاہیئے، کوشش کرنا چاہیئے، جتنی کوشش کر کے پہچاننے کی کوشش کریں گے، اُتنا ہم قرب پائیں گے۔

اور جس طرح یہ منبر والی حدیث میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جبریلِ امین نے جو دعا کی کہ جو آپ کا نامِ نامی سنے اور درود شریف نہ پڑھے وہ برباد ہو۔ یہ اِسی پر تنبیہ کے لئے ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ایسی نہیں ہیں کہ انسان ایک لمحہ کے لئے بھی اُس سے غافل ہو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو رہا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان ہو رہے ہوں تو انسان ہمہ تن ساری دنیا اور مافیہا سے غافل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی طرف متوجہ ہو۔ اگر یہ دولت ہمیں نصیب ہو جائے تو ہم نہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچ جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِخْسَأْ یَا کَلْبُ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مؤرخین نے لکھا ہے، حالانکہ یہ اُن کا قصہ نہیں،

یہ قصہ ہے شیخ عبدالوہاب متقی کا۔ وہ مدینہ طیبہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں ایک عرصہ گذارتے ہیں، تو وہاں سے اُنہیں ایک انعام ملتا ہے کہ جب وہ مراقبہ میں آنکھیں بند کرتے ہیں تو فوراً اُنہیں نسبت حضوری حاصل ہوجاتی ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شروع ہوجاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہوا کہ جاؤ واپس جاؤ! ہندوستان میں جا کرکام کرو۔

وہ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! یہاں رہ کر تو یہ دولت حاصل ہے، مجھے اِس کا ڈر ہے کہ میں یہاں سے جاؤں اور اِس دولت سے محروم نہ ہوجاؤں کہ یہاں رہتے ہوئے جب آنکھیں بند کیں مراقبہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شروع ہوگئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ نہیں! یہ نعمت تم سے اب سلب نہیں کی جائے گی۔ تم ہندوستان جاؤ! یہ ہمیشہ کے لئے یہ نعمت تمہیں عطا کردی گئی۔

وہاں سے چلے، راستہ میں ایک جگہ جہاز سے اُترنا ہوا، جہاز سے اُتر کر کے کہیں جارہے تھے، دیکھا کہ ایک جگہ مجمع ہے، اورلوگ اِکٹھا ہیں، یہ بھی پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ شکل وصورت بزرگوں جیسی اور مجمع چاروں طرف بیٹھا ہے۔ یہ جب قریب پہنچتے ہیں تو اِن کو ایک پیالہ میں پینے کے لئے کوئی چیز وہ دیتے ہیں، شیخ عبدالوہاب نے دیکھا کہ یہ تو شراب ہے؟ اُنہوں نے واپس کردی کہ یہ تو شراب ہے کہ میں تو شراب نہیں پی سکتا، یہ تو شریعت میں حرام ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اچھا! تم پھر اِس کا نتیجہ بھگتو گے۔

وہ واپس آگئے، اورحسب معمول جواُن کے مراقبہ کا وقت تھا، نماز سے فارغ ہوکر آنکھیں بند کیں، درود شریف پڑھ رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہورہی۔ پریشان ہوگئے۔

تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ وہی واقعہ کہ جو بیداری میں جس بزرگ کے پاس گئے تھے، وہ بزرگ سامنے ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھو! یہ پیالہ اب بھی پی لو۔ اگر پی لوگے تو تمہیں

زیارت ہو سکے گی، اِس کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ یہ اپنے مراقبہ میں بھی اُسے مسترد کر دیتے ہیں کہ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں حرام ہے، میں نہیں پی سکتا۔ ایک دن گذرا، دو دن گذرے، پریشان، رو رہے ہیں زار و قطار۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں کہ یا اللہ! جب بھی مراقبہ کرتے ہیں تو وہی منظر شروع ہو جاتا ہے کہ وہ فقیر شراب کا پیالہ پیش کرتا ہے کہ اِس کو پیو، تو زیارت ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔

تین دن روتے ہوئے جب اِن کا حال زیادہ بگڑنے لگا تو خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہے اور شیخ عبدالوہاب قدرے فاصلہ پر ہیں۔ سن رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ تین دن ہو گئے عبدالوہاب آئے نہیں، کیا بات ہے؟ یہاں سے یہ پکارتے ہیں، یا رسول اللہ! میں تو تین دن سے آنے کی اور حاضری کی کوشش کرتا ہوں، مگر یہ فقیر آنے نہیں دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون فقیر؟ اِنھوں نے قصہ بتایا کہ اِس طرح مجھے کہتا ہے کہ شراب کا پیالہ پی لو تو تم جا سکتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جھوٹے فقیر کو خطاب کر کے فرمایا'' اِخْسَأْ یَا کَلْبُ '' اے منحوس کتے! یہاں سے دور ہو جا!

آنکھ کھلی، خواب ہی میں وہ دیکھتے ہیں کہ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا '' اِخْسَأْ یَا کَلْبُ ''، دیکھتے ہیں کہ وہ فقیر جس جھونپڑے میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں سے وہ کتے کی شکل میں باہر نکل کر بھاگ رہا ہے۔ اِس پر آنکھ کھلی تو فوراً خواب سے بیدار ہوتے ہی اُس جگہ پہنچے، وہاں حسب معمول جھونپڑے کے باہر لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے۔ اُن سے جا کر پوچھا کہ وہ فقیر اندر ہے؟ اُنہوں نے کہا ہاں! اندر ہے۔ اُنہوں نے دروازہ کھول کر دیکھنے کی کوشش کی۔ دیکھا کہ اندر تو کوئی نہیں، لوگوں سے کہا کہ دیکھو! دروازہ تو میں نے کھولا، اندر تو کوئی نہیں ہے۔ پھر پوچھا شیخ عبدالوہاب نے کہ اندر تو کوئی ہے نہیں، تم نے ابھی تھوڑی دیر پہلے کسی کو یہاں سے نکلتے ہوئے دیکھا؟ اُنھوں نے کہا یہاں سے وہ تو نہیں نکلے، البتہ ہم نے دیکھا کہ ایک کتا یہاں سے نکل کر گیا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صدیوں بعد اپنی قبرِ مبارک سے ایسا ہی تصرف جس طرح صحابہ کرام نعمتوں سے مالا مال ہوتے تھے، مصیبتوں میں اُن کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدد ہوتی تھی، وہ ٹھیک اُسی طرح جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیخ عبدالوہاب کو خواب میں فرماتے ہیں اُس فقیر کے لئے ''اِخسَأْ یَا کَلْبُ'' تو وہ سچ مچ کتا بن کر وہاں سے نکلتا ہے۔ تو کسی نابینا کا بینا ہوجانا، کسی انسان کی صورت مسخ ہوجانا جس کا قصہ پہلے دن گالی کے سلسلہ میں بتایا تھا کہ کتا، سور، خنزیر، اِن الفاظ سے بھی احتراز کرنا چاہئے کہ یہ بزرگ جس طرح اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتے ہیں، اپنے آپ کو سچ مچ سمجھتے ہیں کہ یہ کتا مجھ سے افضل ہے۔

جیسے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا واقعہ سنایا تھا کہ کتے جب بھونکتے تھے تو فرماتے تھے کہ میرے بھائی! تو کیوں بھونکے اپنے بھائی کو، میں تو تیرا بھائی ہوں۔ وہ بزرگ اپنے نفس کو ایک پلہ کی شکل میں اپنی آستین میں رکھے ہوئے ہیں۔

جتنی آفتیں اور بلائیں ہیں یہ صرف خودنمائی، خودستائی، عجب، اپنے آپ کو کچھ سمجھنے اور دیکھنے کی وجہ سے ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک تنکا لے کر روتے روتے فرماتی تھیں کہ کاش کہ میں یہ تنکا ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے الفاظ اپنے متعلق فرماتے تھے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی گذشتہ زندگی پر ندامت کی اور رونے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے آنسو

دوستو! یہ ساعتیں بہت مبارک ہیں۔ جتنا ہم رولیں گے کچھ ہمارا کام بن جائے گا۔ بڑی قیمتی چیز ہے یہ رونا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق کسی نے خواب دیکھا حضرت کی حیات میں، وصال سے برسوں پہلے تقسیم ہند کے ایام میں دیکھا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما ہیں اور حضرت کے سامنے تالاب کی شکل میں بہت نورانی پانی ہے، جس سے عجیب وغریب قسم کی نورانی شعائیں نکل رہی ہیں، اور حضرت کے پیچھے سے کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ یہ

حضرت شیخ کے آنسو اِس میں جمع ہیں، ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے حضرت جو روئے ہیں وہ یہ آنسو ہیں، یہ رونا بہت مبارک ہے۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک دفعہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت! دل بہت سخت ہوگیا۔ دعا و توجہ فرمائیں کہ دل نرم ہو۔ تو پتہ نہیں اِن کے پاس کیا عمل ہوتا ہے کیا توجہ ہوتی ہے، کیا کرتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میرا حال یہ ہوگیا کہ مجھ پر گریہ کا غلبہ رہنے لگا، کسی وقت رونے سے فرصت نہیں، ہر وقت زار و قطار روتے رہتے تھے۔

جب ایک مدت اِس پر گذر گئی، اور برداشت نہیں ہوسکا تب جا کر حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت! اب تو پسلیاں ٹوٹتی ہیں، برداشت نہیں ہو رہا۔ حضرت نے توجہ فرمائی اور حال بدل گیا۔ طبیعت حسب سابق رہنے لگی۔ کچھ عرصہ اِس پر گذرنے کے بعد ایک دفعہ پھر تیسری مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضرت! وہ جو رونے والا حال تھا، بڑا پر لطف تھا، بہت لطف آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ رونے کی دولت نصیب فرمائے، اور سچ مچ عیش عیاشی میں وہ لطف نہیں ہے جو رونے میں ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت! وہ جو رونے میں لطف تھا وہ اب میسر نہیں ہے۔ اس پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے، اور فرمانے لگے کہ پھر پسلیاں ٹوٹیں گی تو؟

حضرت شاہ یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت کے ایک خادم نے عرض کیا کہ حضرت! یہ مسلسل خوف کے غلبہ اور رونے کی وجہ سے میرا حال بہت برا ہو رہا ہے، برداشت نہیں ہو رہا۔ دعا فرمائیں کی طمانینت نصیب ہو جائے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ توبہ توبہ ﴿فَلَا يَـأْمَـنُ

مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾ ،فرمایا کہ طمانینت مانگتے ہو؟ کفار اللہ تعالیٰ کے مکر سے اپنے آپ کو مامون پاتے ہیں، مؤمن تو ہر وقت ڈرتا رہتا ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ

وہاں سہارنپور میں اِسی طرح کی توجہ کی برکت سے مدت تک میرے اوپر گریہ طاری رہا۔ میں ہر وقت روتا رہتا تھا۔ ہمارے بڑے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب مجھے حضرت کے پاس لے گئے، اور حضرت سے عرض کیا کہ اِس کو دیکھتے ہیں جب کہیں بیٹھا ہوا ہو، روتا رہتا ہے۔ حضرت نے ایک لمبی تقریر فرمائی، حضرت نے فرمایا کہ میرے پیارے! اِس قدر رویا نہیں کرتے، دونوں چیزیں مطلوب ہیں، رجاء بھی، خوف بھی، نہ انتہائی درجہ کا خوف مطلوب ہے کہ جس سے انسان مایوسی کی حد تک پہنچ جائے، اور نہ رجاء میں اِس حد تک پہنچ جائے کہ گناہوں پر جری ہو جائے۔ اور حضرت نے پھر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ سنایا۔

کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کل قیامت میں یہ اعلان ہو جائے کہ سارے کے سارے انسان جہنم میں، صرف ایک شخص نجات پانے والا ہوگا، تو سارے انبیاء، اولیاء، مقبولین بارگاہ کے ہوتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ امید ہے کہ وہ جہنم سے نجات پانے والا ایک شخص میں ہی ہوں گا، اِس قدر رجاء غالب ہونی چاہئے۔

وہ فرماتے ہیں کہ اگر کل قیامت میں یہ اعلان ہو جائے کہ سارے کے سارے انسان جنت میں اور صرف ایک شخص دوزخ میں جائے گا، اب کفار اور اُن کے سرغنوں سے دنیا بھری پڑی ہے، فرعون اور ہامان اور ابوجہل، بڑے بڑے کفار کی تاریخ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم، پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے اِس کا ڈر ہے کہ وہ ایک شخص جسے جہنم میں ڈالا جائے گا کہیں عمر نہ ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں رونا نصیب فرمائے۔اور خاص طور پر یہ جو مبارک ساعتیں ہیں اِن میں ہم روکر اِس رمضان المبارک کو اپنے لئے حجت بنالیں کہ کل قیامت میں ہمارے خلاف حجت نہ بنے، اور جو کچھ اِس ماہ مبارک میں کوتاہیاں ہوئیں، اللہ تعالیٰ اِن کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری خالہ صاحبہ کا آج جنازہ ہوا، گذشتہ رات ان کا وصال ہوگیا تھا، اللہ تبارک وتعالی ان کے درجات بلند فرمائے۔ مرحومہ ہماری ساس بھی اور ہماری والدہ صاحبہ کی خالہ زاد بہن بھی تھیں۔ اللہ تبارک وتعالی نے طویل علالت کے بدلہ اور ثواب کے طور پر کتنا بہترین وقت ان کے لئے منتخب فرمایا، شبِ جمعہ، جمعہ کی رات ملی، جمعہ کے دن میں تدفین ہوئی، دونوں صورتوں میں قبر کا سوال نہیں ہوتا۔ اور پھر سب سے پہلی قبر کی رات رمضان کی رات ملی۔ اللہ تبارک وتعالی ان کے درجات بلند فرمائے۔

موت کا سامنا

موت تو ہر ایک کو آنی ہی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی موت سے پہلے، زندگی میں ایک آدھ دفعہ تو حادثہ کے طور پر ضرور ایسا تجربہ ہوتا ہے کہ گویا موت کو قریب سے دیکھ رہے ہیں۔

مجھے تو اب تک بچپن کا واقعہ یاد ہے، ابھی بولنا بھی شروع نہیں کیا تھا، اس وقت بچہ کو نہلا دھلا کر کے تھوڑا پاؤڈر چھڑک دیتے ہیں، بدبو وغیرہ سے حفاظت کے لئے، تو وہ پاؤڈر کا جوڈبہ تھا، وہ ہم نے منہ میں رکھ لیا۔ اب گھر والوں کو تو پتہ نہیں کہ کیا ہوا انہوں نے وہ ہٹا دیا ہوگا، مگر جو اس کی تکلیف تھی، اتنے تریسٹھ برس گزرنے پر اب تک مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کس طرح دم گھٹ رہا تھا اور یہ پہلی دفعہ گویا کہ موت کو قریب سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد بہت سارے واقعات ایسے پیش آئے ایکسیڈنٹ وغیرہ کے جس میں موت سامنے تھی۔

ابھی بالکل قریب میں اپریل میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میں ہسپتال گیا، گذشتہ ہفتہ ڈاکٹر مظہر صاحب کے ساتھ ڈاکٹر حجاب کے یہاں بری گئے، انہوں نے ایکسرے دیکھ کر کہا کہ یہ

تمہاری ہڈی تو میں نے جوڑ دی تھی، یہ کیسے علیحدہ ہوگئی؟ یہ تو الگ ہوگئی مگر اس کے ساتھ والی دوسری ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔ یہ کیسے؟ میں نے ان کو قصہ سنایا کہ مکہ مکرمہ میں ایسکلیٹر کے اوپر کسی وجہ سے بھیڑ ہوگئی اور بالکل نیچے ہم دب گئے، اور ہمارے اوپر کوئی سینکڑوں کا مجمع تھا۔ اس وقت یقینی طور پر موت کو گویا میں دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آج ہی بھائی زبیر صاحب اپنا خواب سنا رہے تھے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ مدینہ منورہ میں، قبا میں، ایک مکان ہے جس میں تمہارا قیام ہے اور بھائی زبیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں پہنچا آپ کے مکان پر تو گویا کہ آپ ہمیشہ کے لئے یہاں مدینہ منورہ آ گئے ہیں۔ تو جب سینکڑوں آدمی میرے اوپر تھے اور ان کا وزن تھا، دم گھٹ رہا تھا، اس وقت وہی خواب میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ بھائی زبیر صاحب نے آج ہی سنایا تھا کہ ہمیشہ کے لئے آ گئے، تو وہ گھڑی آ گئی اور اب آ گئے۔ یہ بھی حرم ہے، وہ بھی حرمِ مدینہ تھا جو انہوں نے دیکھا تھا۔

ایک دفعہ اور زیادہ قریب سے دیکھا تھا۔ اس وقت تو موت کو دیکھنا بھی نہیں تھا، کہ آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ساؤتھ افریقہ میں یہ قصہ ہوا تھا۔ میں نے ایک ساتھی کو اس سفر میں بھی بتلایا تھا کہ جب یہ گھاس وغیرہ زیادہ اگ جاتی ہے سڑک کے دونوں کناروں پر افریقہ میں، تو اس کا انتظام وہ یہ کرتے ہیں کہ جلا دیتے ہیں۔ آگ جلا دی کہ گھاس جل کر صاف ہو جائے۔ اس کے لئے ان کے یہاں پہلے سے کوئی سائن بورڈ نہیں ہوتے، صرف ایک آدمی کھڑا ہوتا ہے، لال کپڑا ہلاتا رہتا ہے یہ اس کی علامت کہ آپ رک جائیے، آگے نہ جائیے۔ لیکن ہمارے میزبان چھوٹا بھائی چوہان نے سوچا کہ معمولی کوئی چیز ہوگی، لیکن جب گاڑی جو تھوڑی سی تیز تھی اور دھویں کے اندر چلی گئی، تو جس طرح یہاں یہ ضباب (فوگ) ہوتی ہے اور اس میں بالکل کچھ پتہ نہیں چلتا، چند فٹ کے فاصلہ پر بھی آپ دیکھ نہیں سکتے، تو اس سے بھی زیادہ خطرناک صورتِ حال تھی، اس وقت کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔

اس وقت میں نے سوچا کہ اب تو آگ کی لپیٹ میں ہم آ گئے، اس لئے کہ گاڑی پٹرول سے

بھری ہوئی ہے اور چاروں طرف آگ ہی آگ ہے اور اس کے بیچ میں ہم ہیں۔ اور کتنی دیر تک گاڑی چلی ہے، میں نے سوچا اب موت آئے گی، تب آئے گی۔ اس طرح کے پتہ نہیں کتنے مواقع آئے ہوں گے، مگر ان تمام مواقع میں ہم چاہتے نہیں تھے کہ موت آئے۔

عجیب کیف و مستی

ہاں البتہ ایک دفعہ نہیں، بارہا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ جب تک ہم رہے تو ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے تھے کہ حضرت کی صحبت اور حضرت کے ساتھ رہنے سے، حضرت کی فیضِ صحبت سے جو اس وقت حال میسر ہے، کاش کہ اللہ تعالیٰ اسی سفر میں حضرت کے ساتھ موت دے دے اور حضرت ہماری نمازِ جنازہ پڑھا دیں۔

اس کی ہمیشہ پچاسوں دفعہ دعا کی ہوگی اور خاص طور پر جب دارِ قدیم میں جنازے لائے جاتے تھے، اطراف میں کہیں دور دراز کوئی فوتگی ہوگئی، تو جنازہ وہاں لے آتے تھے کہ حضرت شیخ نمازِ جنازہ پڑھائیں، وہ منظر بھی دیدنی ہوتا تھا۔ حضرت کو ہم دو طرف سے پکڑے ہوئے ہیں اور جیسے ہی جنازہ سامنے رکھا کہ حضرت نے ہاتھ جھٹک دیئے اور اللہ اکبر! اس وقت حضرت پر جو گریہ کی کیفیت طاری ہوتی تھی، ہم ڈرتے تھے کہ حضرت اب گریں گے، تب گریں گے، زار و قطار رو رہے ہیں ہچکی بندھ رہی ہے رونے کی وجہ سے، اس وقت تمنا ہوتی تھی کہ کاش کہ یہ جنازہ ہمارا ہوتا اور حضرت ہماری نمازِ جنازہ پڑھاتے۔ وہ ہمیشہ مانگتے رہتے تھے، کیوں؟ کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے فیضِ صحبت سے یہ ایک عجیب کیف تھا، یعنی وہ حال ایسا کہ اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا کہ کیا کیفیت تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے کئی جنگوں میں شرکت کی سعادت میسر فرمائی، مگر موت آئی ہی

نہیں، شہادت ملی ہی نہیں ہمیں، موت آئی ہی نہیں، اللہ کے راستہ کی، شہادت کی موت۔ بدر میں بھی نہیں آئی، پھر بطورِ خاص احد کا ذکر فرمایا کہ احد میں اتنے بڑے بڑے جاں باز مارے گئے، عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ شہادت تو احد میں بھی نہیں ملی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملے گی تمہیں، ضرور ملے گی۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت، برکت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف ہمیں ملا ہے اس کی قدر کی اللہ توفیق عطا فرمائے۔ صحابہ کرام نے ہزاروں لاکھوں واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں، اس طرح بیان فرمایا اور پھر اسی طرح واقع ہوا۔

جیسے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ملے گی تمہیں شہادت، اور ضرور ملے گی۔ لیکن فرمایا ایک اور جملہ جو میں اس وقت عرض کرنا چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جب تمہیں شہادت ملے، اس وقت تھوڑا صبر سے کام لینا پڑے گا کیوں کہ تمہاری کھوپڑی کے خون سے تمہارے داڑھی تر ہوگی۔ ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ منظر بھی دیکھا ہوگا۔ کتنی زبردست منظر کشی فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہو بہو تصویر، جو کتنے سالوں بعد واقع ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشین گوئی کے طور پر پہلے ہی فرما رہے ہیں کہ کھوپڑی پر وار ہوگا اور اس کا خون اتنا بہے گا کہ تمہاری ڈاڑھی اس میں تر ہو جائے گی، تو اس وقت صبر سے کام لینا۔

جواب میں اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کتنا پیارا جملہ عرض کیا۔ اس جملہ کو اپنے اوپر گذرے حال ہی کے ذریعہ ہم سمجھ سکتے ہیں۔ لکھنے والوں نے لکھا بھی ہوگا، پڑھنے والوں نے پڑھا بھی ہوگا، ترجمہ اردو میں جنہوں نے کیا، انہوں نے بھی اس کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ہوگا، مگر معلوم نہیں وہ حال کو نہیں سمجھ پائے ہوں گے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جیسی میری ابھی اس وقت کیفیت اور حالت ہے، اگر یہ کیفیت ہے تو

صبر کی بھی اس وقت کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے جو مجھے موت اور شہادت اتنی پیاری لگ رہی ہے اور میں مرنا چاہ رہا ہوں اور شہادت مانگ رہا ہوں، تو یہ حال اور یہ کیفیت اگر اس وقت رہی تو صبر کی ضرورت نہیں رہے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جیسے ابھی آج رمضان کی پہلی تراویح ہوگئی، اللہ تبارک وتعالی آداب کے ساتھ ہمیں ماہِ مبارک گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، جیسے ہی ماہِ مبارک شروع ہوا، شاید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور موقع پر اس کا وقت بھی بتادیا ہوگا کہ کس حال میں، روزے کے ساتھ اور رمضان میں کس طرح یہ شہادت تمہیں ملنے والی ہے۔

اس رمضان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تقسیم شروع فرمائی کہ ایک دن سحری افطاری حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے یہاں، ایک دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یہاں، ایک دن عبد اللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ کے یہاں، تین گھروں میں تقسیم فرمادی تھی۔ سب کو تعجب ہوا کہ یہ تقسیم پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں نہیں تھی، اس مرتبہ یہ تقسیم کیوں، ایک ایک دن کی؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خواب

پھر جس شب کو، سترہویں رمضان کی شب میں، آپ نے صبح سحری کے وقت اپنا خواب سنایا کہ میں سویا تو نہیں تھا، پتہ نہیں کیسے میں دیکھ رہا تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ملائکہ کا اجتماع ہے اور میرے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ جب یہ خواب میں نہیں دیکھا، تو بیداری میں سب کچھ دیکھا۔

سب سے بدبخت کون؟

اور یہ خواب یا مکاشفہ سنا کر فجر کی نماز پڑھانے کے لئے جیسے ہی مسجد میں قدم رکھا کہ شقی،

ابن ملجم نے وار کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پوچھا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ تم جانتے ہو علی! کہ پچھلی امتوں میں سب سے بد بخت اور شقی کون؟ تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے نہیں معلوم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت صالح کی اونٹنی کے جس بد بخت نے پیر کاٹے تھے، وہ أَشْقَاهُمْ۔ پچھلی امتوں کا سب سے بد بخت انسان قدار بن سالف تھا اور اس امت کا بد بخت وہ ہوگا کہ جس کے وار سے تمہیں شہادت ملے گی۔

ابن ملجم نے وار کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر، جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، بالکل اسی طرح اس نے وار کیا اور ساری ڈاڑھی مبارک خون سے تر ہوگئی۔

لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس وقت کیفیت اسی طرح کی تھی، فرمایا کہ اس کو، ابن ملجم کو، یہ میرا قاتل ہے، اس کو مہمان کی طرح رکھو، اچھی طرح کھلاؤ پلاؤ، اللہ اکبر! اور فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا، تو اس کے متعلق میں خود فیصلہ کروں گا اور اگر میں مر گیا تو اس کے بعد پھر تمہیں اختیار ہے۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے متعلق جو فرمایا تھا کہ ایسی جو کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں میسر ہے، اگر یہ رہے تو پھر جب وار ہوگا میرے سر پر، اس وقت صبر کی بھی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ہم بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ، حضرت کے فیضِ صحبت سے جو کیفیت ہوتی تھی اس کی وجہ سے دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! کیا اچھا ہو کہ تو اس وقت ہمیں موت دے دے اور ہماری نمازِ جنازہ حضرت شیخ پڑھائیں۔

اللہ تبارک وتعالی خالہ جان کو بلند درجات عطا فرمائے، ہمیں بھی اپنے وقت پر حسنِ خاتمہ نصیب کرے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلىٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج روزے میں بچوں سے میں پوچھ رہا تھا کہ دیکھو، دن پورا ہو رہا ہے اور کچھ پتہ بھی نہیں چل رہا۔ روزے کو بوجھ ہم لوگ سمجھتے ہیں، اس سے ڈرتے ہیں، کیسے پورا کریں گے، اور پہلے سے اس کا فکر رہتا ہے کہ کیسے پورا ہوگا، لیکن کتنی آسانی کے ساتھ ایک روزہ ہو بھی ہو گیا۔ اس میں کچھ پتہ بھی نہیں چلا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

اور ہمارے لئے تو افطاری کے بعد جو چاہے کھا سکتے ہیں، پی سکتے ہیں، تمام نعمتیں میسر ہیں، لطف بھی اٹھاتے ہیں، مگر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا بارہا سنایا کہ حضرت کا رمضان میں کھانا موقوف رہتا تھا۔ صرف کھجور اور زمزم سے افطاری، پھر ایک کپ چائے، سموسہ آتا اس کا ایک کونہ تھوڑا چائے سے پہلے، مشکل سے توڑ کر فرماتے کہ لے جاؤ! آدھی پیالی پی کر فرما دیتے لے جا، یہی حال افطاری کا، یہی سحر کا۔ بیچ میں عشاء کے بعد نہ کوئی پھل فروٹ، کوئی چیز نہیں۔ پورا رمضان اسی طرح کہ یہ روزہ کا لطف اٹھاتے تھے۔

روزہ کے فضائل ان کے سامنے ہوتے ہیں کہ یہ بھوکے پیاسے ہم کیوں رہتے ہیں، جو احادیث میں اس کی فضیلت ہے اس کی بنا پر روزہ رکھتے ہیں۔ جو آخرت کی نعمتیں ہیں ہمیں تو وہ فضائل بھی یاد نہیں رہتے، لیکن یہ حضرات وہ نعمتیں دیکھتے ہوں گے، اس لئے ان دنیوی نعمتوں کو کسی طرح خاطر میں نہیں لاتے کہ یہ بھی کوئی نعمت ہے۔

اللہ کی طرف سے ضیافت

جیسے قربانی کا گوشت کہ اللہ کی طرف سے یہ ضیافت ہے۔ تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کتنے

دن پہلے سے کھانا موقوف فرما دیتے، کھانا چھوڑ دیتے تھے کہ اللہ کی ضیافت میزبانی سے کھائیں گے۔

تو کھلائے گا تو میں کھاؤں گا

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اللہ تبارک وتعالی سے عرض کیا کہ تو کھلائے گا، تو میں کھاؤں گا۔ ایک وقت فاقہ گزرا، دوسرا وقت گزرا، ایک دن گزرا، دوسرا، تیسرا، کتنے دن معلوم آپ کو؟ سترہ دن کے فاقے، سترہ دن۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صومِ وصال

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے صومِ وصال کہ بغیر افطار کئے مسلسل روزہ پر روزہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر افطار کے ایک دن، دو دن صومِ وصال رکھا اور صحابہ کرام میں سے کسی نے تقلید شروع کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراض ہو کر صومِ وصال چھوڑ دیا، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صومِ وصال لگاتار، روزہ پر روزہ رکھتے رہتے۔

صحابہ کرام کے روزے

اور یہاں کے روزے ہمارے لئے تو بہت آسان ہیں۔ صحابہ کرام کے لئے روزے کی ایک صورت یہ بھی رہی ہے کہ ان کا روزہ سونے کے وقت سے شروع ہو جاتا تھا۔ ہمارا روزہ تو سحر سے شروع ہوتا ہے، ان کی تو جیسے آنکھ لگی کہ بس اب روزہ شروع۔ اس کے بعد چاہے آنکھ مغرب کے بعد لگ جائے، پھر جب رات پوری ہوگی، دن پورا ہوگا، سورج غروب ہوگا، اس کے بعد وہ کھا پی سکتے ہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ، وہ سارا دن کام کر کے تھکے ماندے گھر پہنچے۔ روزہ تھا، تو بیوی سے کہا کہ کچھ ہو تو لے آ۔ تو صحابیہ نے کہا کہ ابھی میں پڑوس میں سے کچھ لے کر آتی ہوں۔ وہاں سے

کچھ لے کر آئیں، دیکھا کہ ان کی تو آنکھ لگ گئی، تو رونے پیٹنے لگیں کہ ابھی روزہ افطار نہیں ہوا، کچھ کھایا پیا نہیں اور دوسرا روزہ شروع ہوگیا۔ تو روزے کی ایک شکل صحابہ کرام کے لئے یہ بھی رہی ہے، مگر اس کے بعد یہ صورت منسوخ ہوگئی اور سحر سے لے کر غروب تک کا وقت ہمارے لئے روزہ کا تجویز ہوا۔

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے سترہ دن تک فاقہ کیا۔ لمبا قصہ ہے، تو جب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بند کوٹھری میں، نہ کوئی آ سکتا ہے دروازے بند، نہ کوئی پھلانگ کر آ سکتا ہے، وہاں جب ناشتہ دان لٹک کر پہنچا ہے، تو اس کو کھول کر بھی سوچتے ہیں کہ پتہ نہیں یہ کہاں سے آیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کا کوئی بیچ میں واسطہ نہ ہو، تو پھر غیب سے آواز آئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسی طرح پہنچاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی یہ طلب نصیب فرمائے۔

نفس پر قدم رکھ دو

میں نے اس دن ساتھیوں کو قصہ سنایا ہمارے مرحوم ایک ساتھی کا۔ دو پلمبر تھے، دارالعلوم میں جنہوں نے کام کیا، ایک اسحاق بھائی اور ایک غلام بھائی۔ غلام بھائی پلمبر عمرہ کے لئے پہنچے، انہوں نے فون پر بتایا تھا کہ فلاں ہوٹل میں میرا قیام ہے، میں وہاں ان کو تلاش کرتا رہا۔ ایک دن تلاش کیا، دوسرے دن کیا، تیسرے دن کیا، ملاقات نہیں ہوتی، تین دن کے بعد اتفاق سے مکہ شریف میں حرم میں ملاقات ہوگئی۔

میں نے کہا کہ میں تین دن سے تلاش کر رہا تھا آپ کے ہوٹل پر۔ انہوں نے کہا وہاں میں نے سامان تو رکھا ہے، مگر وہاں پھر میں گیا نہیں، پوچھا پھر کہاں رہے؟ کہنے لگے حرم میں رہا، پوچھا کھانا پینا؟ کہا صرف زمزم پی لیتا تھا اور بس۔ کھانے کے لئے میں حرم سے نکلا ہی نہیں، وضو کے لئے، استنجاء کے لئے حرم کے حمام میں چلا جاتا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ تو چین سموکر تھے، وہ (سیگریٹ) کیا ہوئی؟ فرمایا بس وہ بھی گئی۔ پہلے دن سے وہ بھی چھوٹی۔ اللہ

کی شان، ہر چیز ہم چھوڑ سکتے ہیں، ذرا سا نفس پر ایک قدم رکھ دیں، سب آسان ہو جاتا ہے۔

وہ راز اپنے ساتھ لے گئے

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ہر رمضان اس طرح گزارتے تھے۔، میں نے بارہا بتایا کہ ساری زندگی کا معمول ایک وقت کھانے کا تھا۔ حضرت کے دستر خوان سے ہزاروں انسان مزے اڑاتے تھے، کیا مزہ کی افطاری، کیا سحری، کیا صبح کی چائے، ناشتہ خاص مہمانوں کے لئے انواع و اقسام کے اس میں کھانے، دوپہر کا کھانا، شام کا کھانا۔ کتنے سارے دستر خوان، آدھے درجن لگتے تھے، مگر حضرت کا ساری زندگی ایک وقت کا کھانا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا زائد چیزوں کا ترک

ایک دفعہ حضرت نے سبق میں ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میرے یہاں بہت سارے پھل کہیں سے آئے، وہ بھی ایک اللہ کی طرف سے ابتلاء امتحان تھا کیوں کہ وہ زمانہ میرا زائد چیزوں کے ترک کا تھا۔ ایک جملہ، تین کلمے فرمائے، زائد چیزوں کے ترک کا میرا وہ زمانہ تھا۔

یعنی جسم کو سلامت رکھنا ہم پر ایک فرض ہے، اس کو زندہ رکھنے کے لئے جتنے کھانے پینے کی ضرورت ہے اس سے زائد کو میں نے ترک کیا ہوا تھا۔ عہد کر لیا تھا کوئی زائد چیز نہیں کھائیں گے، چند لقمے جو اس جسم کو باقی رکھنے کے لئے کافی ہیں، بس اس پر اکتفاء، باقی ساری زائد چیزیں ایک زمانہ تک حضرت نے فرمایا کہ میں نے چھوڑ رکھی تھیں۔

فرمایا کہ اللہ کی طرف سے امتحان کے طور پر اس وقت اور زیادہ یہ زائد چیزیں آتی تھیں۔ فرمایا کہ میں وہ آگے چلتی کرتا رہتا تھا کہ یہ فلاں کے ہاں دے دو، یہ فلاں کے ہاں دے دو۔ یہ وہاں کی نعمتوں کو دیکھ کر یہ حضرات صبر کر سکتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اس پر یقین نصیب فرمائے کہ ہمارا بھی یقین پختہ ہو کہ وہاں مسلمان کے لئے سب کچھ ہے، دنیا تو صرف ہمارے لئے قید خانہ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کل عرض کر رہا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے سر پر وار ہوگا اور سر لہولہان ہوگا، ڈاڑھی تمہاری تر ہوگی، تو اس وقت صبر کرنا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ڈرے نہیں اس سے کہ کیسا ابتلاء آئے گا؟ میں کیا کروں گا؟ کتنا پیارا جملہ فرمایا تھا کہ ہاں، جو میری موجودہ حالت ہے، اگر یہ رہی پھر تو صبر کیا؟ اس وقت تو مزے ہوں گے، خوشی ہوگی۔ چنانچہ جب وہ وار لگا تو اس پیشین گوئی کو یاد فرما کر، دہرا کر کے مزے لے رہے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ہر روز ہم یہ چیزیں دیکھتے تھے کہ کس طرح حضرت دیکھ لیتے ہوں گے۔ اتنے سارے واقعات ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ یہ سب پیشین گوئیاں اور واقعات دیکھ لینا، مستقبل قریب کے، قوموں کے، ملکوں کے، قیامت تک آنے والی انسانیت کے اور کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لئے، کیسے کیسے واقعات کہ یہ گناہ ہوگا قربِ قیامت سے پہلے۔ یہ گناہ زیادہ ہوں گے اور اس کے یہ نتائج ہوں گے، اس کے بدلہ میں اللہ کی طرف سے یہ عذاب آئیں گے۔ فلاں عمل کی زیادتی ہوگی، تو یہ ہوگا۔ کتنی تفصیل سے انسانیت کو سمجھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز چھوڑی نہیں، نہ کسی فرد کے بارے میں، نہ قوموں کے بارے میں۔

ابن وہب مالکی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے موطأ، اس کے الگ الگ نسخے ہیں اور اس کے الگ الگ راوی ہیں۔ اس کے نسخے سولہ بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے جو بہت مشہور ہے، ہمارے یہاں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی موطأ مشہور ہے۔

اسی طرح بہت مشہور نسخہ موطأ کا ابن وہب مالکی کا ہے۔ اور موطأ کا مرتبہ بعضوں نے صحیح بخاری سے بڑھ کر بیان کیا ہے کہ بخاری تو بعد کی تصنیف ہے، اس سے پہلے یہ موطأ ہے۔ ابن وہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگردوں میں ہیں۔

آخری زمانہ کے بارے میں ایک روایت

ایک روایت ابن وہب مالکی روایت کرتے ہیں، اللہ اکبر! وہ فرماتے ہیں کہ **سَیَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ مَسَاکِیْنُ یُقَالُ لَھُمُ الْغُنَاۃُ لَا یَتَوَضَّئُوْنَ لِصَلٰوۃٍ وَلَا یَغْتَسِلُوْنَ مِنْ جَنَابَۃٍ،** کہ آخری زمانہ میں لوگ، جنہیں مالدار سمجھا جاتا ہوگا، اس طرح کے مالدار ہوں گے۔

اور اب مالداری کے ساتھ اگر اسلامی نام ہے، تو اپنی مزعوم اور جھوٹی، مظنون وجاہت اور عزت باقی رکھنے کے لئے ساری دنیا جیسے چلتی ہے، اس طرح چلیں گے۔ جس طرح میں نے بتایا کہ ہم نے تو ایک بوجھ سمجھ کر طویل لمبا کہہ کر روزہ رکھ لیا، رکھ لیا، انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ساری دنیا کی رَو کے ساتھ چلنا پڑے گا۔ اب شاندار سوٹ ٹائی ہے اور بن ٹھن کر بیٹھے ہوئے ہیں، سب نمازی کہتے ہیں چلو نماز کے لئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **لَا یَتَوَضَّؤُوْنَ لِصَلٰوۃٍ وَّلَا یَغْتَسِلُوْنَ مِنْ جَنَابَۃٍ،** فرمایا کہ ان کا حال یہ ہوگا کہ نہ نماز کے لئے وضو اور نہ غسلِ جنابت۔

دارالعلوم میں یہاں سیڑھی پر میں کھڑا رہتا تھا تو بچہ پارٹی کو طلبہ فجر کے لئے اٹھا کر بھیجتے تھے، وہ آنکھیں مسلتے ہوئے سیدھے مسجد میں چلے جاتے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **لَا یَتَوَضَّؤُوْنَ لِصَلٰوۃٍ وَّلَا یَغْتَسِلُوْنَ مِنْ جَنَابَۃٍ،** کہ ان کا حال یہ ہوگا کہ رَو کے ساتھ بہنا ضروری سمجھتے ہیں، اپنی وجاہت نہ چلی جائے اس لئے نماز بھی پڑھنی پڑتی ہے، مگر نفس اور شیطان حاوی ہے، نہ وضو، نہ غسلِ جنابت، اسی حال میں نماز بھی ہو رہی ہے۔

صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مجھے یاد آیا مولانا ارشاد صاحب بریڈفورڈ والے، کئی سال ہوئے حج سے آئے، میں نے حالات پوچھے، کیسے گزری، کہنے لگے بہت کڑھن کے ساتھ سفر رہا۔ پوچھا کیوں؟

انہوں نے بتایا کہ کچھ لوگ تھے ہمارے حج کے قافلہ میں کہ وضو ہی نہیں کرتے تھے، کہتے ہیں ہم دیکھ رہے تھے انہیں کہ ابھی یہ استنجاء سے ہوکر آئے، ابھی یہ سوکر اٹھے، اللہ اکبر! صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مرض اوروں میں بھی ہوگا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **الغناۃ** کا ذکر کیا، غنی اور مالدار لوگوں کا، تو ان میں یہ زیادہ ہوگا اور دوسرے طبقوں میں بھی پایا جاتا ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے آخر زمانہ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا، ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہیں اور نماز میں کوئی سہو ہوگیا، سلام پھیر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَا بَالُ أَقْوَامٍ لَّا یَتَطَهَّرُوْنَ کہ لوگ ٹھیک سے وضو کیوں نہیں کرتے؟ یہ تو بے خیالی میں ذرا سا کہیں خشک رہ گیا کسی کا ہاتھ پیر، اس نے کوشش تو کی کہ اچھی طرح وضو کرے لیکن غلطی سے ذرا سا بھی خشک رہ گیا تو اس کی اپنی نماز تو خراب ہوئی لیکن اس نماز کا اثر کس پر پڑا؟ دو جہان کے سردار، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پر اثر پڑا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں کو اچھی طرح وضو کرتے کیا ہوتا ہے؟ وہ ٹھیک سے طہارت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ رخ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر ہے قبلہ کی طرف، لیکن پیچھے مصلیوں میں سے کس کا وضو نہیں، وہاں تک نگاہ پہنچ گئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ستاری فرمائے، ہمارے ہر وقت کے عیوب ومعاصی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتے رہتے ہوں گے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی نظر

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں، رمضان ہے، ظہر کے بعد کا، روزہ کا وقت ہے، حضرت معتکف ہیں، اور وہ صاحب بھی شاید اعتکاف میں ہوں گے، ایک مسئلہ پر معافی کے لئے حاضر ہوئے، بچوں کی طرح بِلَک بِلَک کر روتے ہوئے، بچہ جس طرح روتا ہے، وہ ان کا رونا اب تک میری نگاہوں کے سامنے ہے ۔حضرت نے فرمایا جی کیا ہے کہئے! انہوں نے کچھ کلمات دہرائے۔حضرت نے فرمایا اچھی بات ہے، بہت اچھی بات، جایئے، بہت اچھا بھائی، جایئے۔ جب وہ مڑے، تو حضرت نے آہستہ سے ایک جملہ فرمایا ''یہ رونا بھی منافقت کا ہے'' نہ علم سے، نہ لباس سے، نہ ڈاڑھی سے، نہ جمعہ، نہ روزہ، نہ اعتکاف، کوئی چیز حضرت کو متأثر نہیں کرسکی۔ وہ اندر تک نگاہ پہنچ گئی، سب کچھ دیکھ لیا۔

جن کی نظر کا یہ حال، وہ قصہ میں نے بتایا تھا کہ چالیس سال کے بعد میرا یہ رقعہ پڑھنا، تو چالیس سال بعد تک کون کیا کرے گا وہ پیشین گوئی فرما سکتے ہیں اتنی چیلنج کے ساتھ کہ چالیس سال کے بعد میرا رقعہ کھول کر پڑھنا۔کتنی زبردست ایک چیلنج والی چیز، اور کیوں نہ ہو؟ کہ یہ تو ایک چیلنج تھا، تو پھر ان کی دعاؤں کا کیا حال ہوگا جب کسی کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوں گے۔

اس دن میں مولانا ہاشم صاحب کے نام حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خطوط پڑھ رہا تھا تو اس وقت آپ کا یہ دار العلوم ابھی خریدا نہیں گیا تھا، اس وقت میری خواہش تھی کہ والدہ صاحبہ ساؤتھ افریقہ میں ہیں، بھائی بہن بھی اُدھر ہیں، سوچا کہ وہاں چلا جاؤں۔کئی دفعہ میں نے حضرت کو عریضہ میں لکھا بھی، تو اس سلسلہ میں حضرت نے فرمایا کہ عبد الرحیم کے لئے زامبیا، حالانکہ ان کا زامبیا رہنے کا نہ کوئی ارادہ، نہ کوئی پلان، نہ کچھ۔فرمایا، ان کو وہاں رہنا چاہئے اور یوسف کے لئے برطانیہ اہم ہے، حالانکہ یہ سارا سلسلہ تو بعد میں ہوا۔

مولانا احمد اللہ صاحب کا مکاشفہ

اور حضرت مولانا احمد اللہ صاحب کی آمد پر جو سب سے پہلے دارالعلوم میں جلسہ ہوا، اس میں جامعہ حسینیہ راندیر کے شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد اللہ صاحب کا بیان ہوا۔ کاش کہ وہ کیسیٹ کسی کے پاس ہو! انہوں نے چیلنج سے فرمایا تھا، اچانک بیان کے دوران فرمانے لگے کہ میں یہاں سے ایک نور اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں جو پورے عالم میں پھیلے گا۔ جو چیز وہ دیکھ کر فرماتے ہیں، جب اس میں اتنی صداقت، تو جب ہاتھ اٹھاتے ہوں گے خدا کے حضور میں، وہ کیوں مستجاب نہیں ہوں گی؟ اسی طرح جب ان کی زبان سے غصہ میں، جو وہ کہنا نہیں چاہتے، ویسے ہی کوئی کلمہ نکل جاتا ہے وہ اسی طرح واقع ہو جاتا ہے۔

یہ سہارنپور والے حضرات ہیں۔ میں نے کئی دفعہ ان کو سنایا کہ یہ جو مظاہر علوم کا قصہ ہوا، ایک مدرسہ کے دو مدرسے بنے اور کتنا عرصہ سب کچھ بند رہا اور ہُو کا عالم رہا۔ ایک دفعہ میں نے ساتھیوں سے جب وہ وہاں ہُو کا عالم تھا اور جھگڑے چل رہے تھے، میں نے کہا کہ یہ تو حضرت شیخ سب کچھ کرتے رہے ہیں۔ صوفی صاحب کہنے لگے کہ حضرت شیخ؟ میں نے ان کو تفصیل سنائی کہ اصل میں ہوا یہ تھا کہ ابھی تو سب ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا، مدرسہ چل رہا ہے، سب کچھ ٹھیک ہے، کوئی شکایت آئی، تو اس شکایت کے متعلق حضرت نے فرمایا کہ بھئی! کاغذ قلم لو۔ پہلے شعر لکھوایا اوپر، سرنامہ پر ؎

بلبل نے آشیاں اپنا چمن سے اٹھالیا بلا سے اپنی کہ ہُما رہے یا بوم بسے

میں نے کہا کہ یہ حضرت کی زبان سے غصہ میں یہ کلمہ نکلا ہے کہ ہم تو وہاں سے اپنا آشیانہ اٹھا کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ بلبل نے آشیاں اپنا چمن سے اٹھالیا۔ اب ہم تو چھوڑ کر آ گئے، اب وہاں کون رہے گا؟ فرمایا بلا سے اپنی، تو بلائیں، آفتیں وہاں بسیں گی، اور کیا رہے گا؟ بلا سے اپنی کہ ہما رہے یا بوم بسے۔ الو کا بسیرہ تو وہاں ہونا ہی تھا، جو غصہ میں ایک کلمہ اَن کہنی کے طور پر نکل گیا

وہ پورا ہو کر رہا۔

اَن کہنی پر بھی حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوتا تھا، اس کے کئی واقعات سناتے تھے ہندوؤں کے، یہ اَن کہنی ان کے یہاں کیا ہے؟ یہ ہمارا کلمہ طیبہ ہے، اس کے واقعات سناتے۔ کئی دفعہ میں نے کوشش کی کہ ہندوستان جانا ہو، کسی سے پوچھیں گے، کہتے ہیں ہندؤوں میں کوئی سکرات کے عالم میں زیادہ تکلیف میں ہو، تو کہتے ہیں وہ اَن کہنی کہہ دو، یعنی لا الہ الا اللہ کہہ دو۔

حضرت کی زبان مبارک سے جو اَن کہنی تھا، جو نہیں کہنا تھا، وہ نکل گیا شعر کے طور پر۔ تو اسی طرح ہو کر رہا، اس خط کی تاریخ بھی آپ معلوم کر سکتے ہیں، اعزہ میں سے کسی کے نام تھا، گھر کے لوگوں میں سے کسی کو لکھوایا تھا۔ جب ان کا یہ حال ہے کہ جو زبان سے بے خیالی میں، غصہ میں کلمہ نکل گیا، وہ اس قدر خدا کے یہاں مقبول مستجاب، تو دعاؤں کا کیا حال ہوگا؟ اور وہ جو خبر دیکھ کر دیتے ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اس کی صداقت کا کیا ٹھکانہ

اللہ تبارک وتعالی ہماری بھی آخرت بہتر فرمائے، ماہِ مبارک کو اچھی طرح وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلىٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی کے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہاری یہ شہادت کی تمنا ضرور پوری ہوگی۔ کیسے پوری ہوگی؟ اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظر کشی فرمادی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں

اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین، آسمان، قیامت تک آنے والا سارا زمانہ، برزخ، اس کے بعد حشر ونشر اور اخیر میں، آخِرُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ کہ سب سے اخیر میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا، سب تفصیل سے بیان فرمادیا۔

یہ سارا منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ملاحظہ فرمارہے ہوں گے، جس کو تفصیل سے بیان فرمادیا، مکمل تاریخ انسانیت کی، تمام مخلوقات کی، فرش کی، عرش کی، ملأِ اعلی کی، ملأِ اسفل کی، حق تعالی شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قوت عطا فرمائی تھی، علم عطا فرمایا تھا، اس کی روشنی میں تفصیل سے اس کو بیان فرمایا۔ ان میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کی پیشین گوئی بھی ہے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا اشرف صاحب، ان کے سامنے تذکرہ ہوا کہ ہم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حالات جمع کررہے ہیں اور حضرت شیخ اور خلفاءِ کرام کا مسودہ سامنے تھا، تو فرمانے لگے کچھ آپ ہی اس میں سے سنادیں۔ میں نے ایک دو جگہ سے صحیح بخاری کے درس کے بعض نمونے ان کو سنائے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دور تک دیکھ سکتے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ، اس کے بعد

کی بھی ساری تاریخ، صحابہ کرام میں سے ہر ایک کو اس کی تسلی کے لئے کوئی نہ کوئی کلمہ فرمادیا، ساری زندگی کے لئے ان صحابی کے لئے کافی ہوگیا۔

کیسے یہ دیکھ لیتے ہوں گے؟ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے ایک حدیث کے ذیل میں ارشاد فرمایا تھا، ایک روایت صحیح بخاری میں آتی ہے کہ اِنِّیْ لَأَرَاکُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ ، کہ میں قبلہ کی طرف میرا رخ ہوتا ہے اور پیچھے صفوں میں تم لوگ ہوتے ہو، لیکن میں جس طرح آگے دیکھتا ہوں، پیچھے بھی تمہیں دیکھ سکتا ہوں۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی تھی کہ نماز میں سہو ہوا، تو ارشاد فرمایا مَا بَالُ أَقْوَامٍ لَّا یَتَطَهَّرُوْنَ، لوگوں کو کیا ہوا کہ اچھی طرح پاکی حاصل نہیں کرتے ہیں۔ سب کی نماز خراب ہوتی ہے، تو یہاں پیچھے مصلیوں میں سے، صف میں سے کون کس حال میں ہے، اس کا وضو کیسا ہے، اس کی طہارت کیسی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا۔ یہ تو مسجدِ نبوی میں، ایک ہی جگہ پر صف میں ہیں اس کو دیکھ لیا۔

میں نے ابن وہب مالکی کی وصیتیں جو اپنے تلامذہ کو وہ کررہے تھے کہ آخری وقت فرمارہے تھے کہ کچھ احادیث ایسی ہیں جو اب تک میں نے کبھی تمہیں نہیں سنائیں، تو ان میں سے ایک حدیث کل سنائی تھی کہ سَیَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ مَسَاکِیْنٌ یُقَالُ لَھُمُ الْغُنَاۃُ کچھ مالدار لوگ آخر زمانہ میں ایسے ہوں گے کہ جو لَا یَتَوَضَّؤُوْنَ لِصَلٰوۃٍ وَّلَا یَغْتَسِلُوْنَ مِنْ جَنَابَۃٍ، تو بہتیرے، بلینوں انسان آئے اور گئے اور ان میں سے نام امتِ مسلمہ کا رکھنے والے یہ لوگ ہو ں گے اور کس طرح کے ہوں گے، امیر ہوں گے، مسکین ہوں گے، مفلس ہوں گے، ان کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی کہ آخر زمانہ میں ایسا بھی ہوگا، یہ کیسے دیکھ لیتے ہیں؟

جنت سے ملی ہوئی نعمتیں

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ یہ نماز، روزہ اور تفاسیر یہ تو سب بعد میں آئیں، قرآن کا بہت کم حصہ اس وقت تک اترا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو معراج میں حق تعالیٰ شانہ نے پہلا آسمان، دوسرا، تیسرا، ساتویں آسمان، اس سے آگے سدرۃ المنتہیٰ اور اس سے آگے جہاں تک ملائکہ مقربین میں سے، انبیاء مرسلین میں سے کوئی نہیں پہنچ سکا، وہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعزازاً لے جایا گیا، قاب قوسین کا فاصلہ حمید اور محمود کے درمیان رہ گیا، حق تعالیٰ شانہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین رہ گیا اور جنت اور جہنم کی سیر کرائی گئی، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ جو قوت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور تک دیکھ سکتے تھے، ہر طرف دیکھ سکتے تھے، تو جنت میں جا کر سب جنتیوں کو یہ چیز حاصل ہو گی۔

ہم نور کی جگہیں دیکھتے ہیں

اسی لئے میں نے گذشتہ سال ایک خواب سنایا تھا کہ ہمارے یہاں ابدال میاں ایک طالبِ علم تھے۔ ایک دن انہوں نے خواب سنایا کہ آج میری پھوپھی مرحومہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہنے لگی کہ ہم وہاں ملأِ اعلیٰ سے، اوپر سے تمہارا دار العلوم دیکھ سکتی ہیں۔ تو ابدال میاں نے ان سے پوچھا کہ خالہ جان! تم کیسے دیکھتی ہو ہمارے دار العلوم کو؟

انہوں نے کتنی آسانی سے ان کو سمجھایا۔ انہوں نے کہا کہ تم یہاں نیچے سے اوپر کے ستاروں کو نہیں دیکھتے رات کو؟ انہوں نے فرمایا ہاں، ہم ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ فرمایا کہ جس طرح تم زمین سے آسمان کے ستاروں کو چمکتا ہوا دیکھتے ہو، اس طرح روئے زمین پر جتنی نور کی جگہیں ہیں، جہاں نیک اعمال ہوتے ہیں، جہاں سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہیں، ہم آسمان والے اوپر سے اس کو دیکھتے رہتے ہیں۔ کتنا آسان سمجھانے کا طریقہ۔ انہوں نے آسانی سے سمجھایا کہ اس طرح ہمیں بھی یہ دقت نہیں ہوتی ہے کہ یہ دار العلوم ہے، اس کو دیکھنے میں اور پہچاننے میں۔ اوپر سے وہ خاتون جو بنگلہ دیش میں فوت ہوئی ہوں گی اور وہاں سے اس کی روح کو اوپر لے جایا گیا ہوگا، اتنی ہزاروں میل کی، لاکھوں میل کی دوری سے وہ دار العلوم کو دیکھ بھی سکتی ہیں، پہچان بھی سکتی ہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ جو شخص بھی جنت میں جائے گا تو ہر جنتی کو یہ قوت حاصل ہوگی، دور کی بات کو دیکھنا، سننا، سمجھنا میسّر ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو معراج کرائی گئی، معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں تشریف لے گئے تو وہاں کی نعمتیں آپ کو میسر آئیں، داخل ہوتے ہی فوراً، جیسے ہی قدم رنجہ ہوئے کہ وہ نعمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گئیں، یہ ایک مقدمہ ہوا۔

دوسرا مقدمہ حضرت نے قائم فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جنت کی نعمتوں کے متعلق نصوص ہیں کہ وہ ایک دفعہ وہ کسی کو مل گئیں، پھر واپس نہیں لی جاتیں۔ اسی لئے کسی جنتی کے متعلق کہیں یہ نہیں آیا ہے کہ اتنے عرصہ کے لئے اس کو نیک اعمال کے صدقہ جنت میں داخل کیا جائے گا اور پھر بعد میں یہ کہا جائے کہ اب یہ تمہیں اتنے عرصہ کے لئے ہم نے جنت دی تھی، اب واپس لی جاتی ہے۔ اسی لئے **خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً** آیا ہے قرآنِ پاک میں، یہ جنت کے متعلق آتا ہے کہ جو جنتی جنت میں جائیں گے وہ ہمیشہ کے لئے ابدالآباد تک کے لئے رہیں گے۔ اور جو جہنم میں جائیں گے وہ بھی **خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً** ، ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ تو ہمارا اہلِ سنت کا عقیدہ تو یہی خلود کا ہے۔

حضرت نے فرمایا وہی سن لیا

ہمارے محبت نامے میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا یہ مکتوب بھی چھپا ہوا ہے کہ میں نے حضرت کو ابن تیمیہ کے بارے میں ایک دفعہ کچھ لکھا تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ ''تعجب ہے کہ تم نے مجھ سے ابن تیمیہ کے متعلق کچھ سنا نہیں''، اس لئے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے اتنی قربت کے باوجود بھی عادت یہ تھی کہ جتنا، حضرت نے فرمادیا سن لیا، کبھی کوئی چیز پوچھنی ہوئی تو ہمارے مولانا احمد لولات صاحب اور اس طرح کے ساتھی ہوتے تھے، ان کو ہم آگے کرتے تھے، کہ ذرا پوچھئے آپ، کیوں؟ کہ پتہ نہیں کس حال میں ہوں، حضرت کو ہم کیوں مشغول کریں؟ جس شغل

میں حضرت ہوں، اس سے اس طرف کیوں لائیں۔

حضرت سے ہم نے کبھی پوچھا نہیں، البتہ پڑھ رکھا تھا کہ حضرت مولانا شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ ابن تیمیہ کے بارے میں بہت سخت تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ سخت بھی تھے، کچھ نرم بھی تھے۔ ان کی نرمی کا حال یہ تھا کہ فرماتے تھے کہ ابن تیمیہ کے علم کا پہاڑ اتنا اونچا ہے کہ اگر میں اس کو دیکھنے کے لئے سر اونچا کروں تو میری ٹوپی گر جائے۔ یہ تو ان کی تعریف فرمائی اور دوسرے جملہ میں اس تعریف کے بالکل برعکس جملہ فرمایا، ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لیکن اگر وہ استواء علی العرش کے مسئلہ میں بات کرنے کے لئے آئیں گے تو میں انہیں دار الحدیث میں قدم نہیں رکھنے دوں گا۔ کیوں؟ کہ استواء علی العرش کا جو عقیدہ ہے ان کا، وہ اہلِ سنت کے خلاف ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا کہ تعجب ہے کہ تم نے مجھ سے ابن تیمیہ کے بارے میں کبھی سنا نہیں، ’’ان کے جو تفردات ہیں، اس سے علماء کو اختلاف ہے‘‘۔ تو یہ ان کے تفردات میں سے ہے کہ وہ اس آیت کے متعلق خَالِدِیْنَ فِیْهَا أَبَداً جنتیوں اور جہنمیوں کے لئے جو خلود اور ابدیت کا ذکر ہے اس کو طولِ مکث پر محمول کرتے ہیں کہ ایک لمبا زمانہ، لمبا وقت مراد ہے، حقیقی خلود وہ نہیں مانتے۔ اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ایک وقت ضرور آئے گا کہ سب فنا کر دیئے جائیں گے۔ پہلے تو جب قبر سے سب کا حشر اور نشر ہوگا، اور قبر سے اٹھیں گے، تو جس طرح انسان اور جن اور جو مکلّف ہیں وہ اٹھیں گے، اسی طرح یہ جتنے حشرات الارض اور جتنے جانور اور حیوانات اور درندے اور پالتو جانور، وہ سارے کے سارے ان کا بھی حشر ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ان کا بھی حشر ہوگا اور ان کا بھی انسانوں کی طرح سے حساب ہوگا۔ ان سے بھی کہا جائے گا کہ ایک بکری سے کہا جائے گا تم نے اس کو سینگ کیوں مارا تھا؟ دوسری بکری کو اختیار دیا جائے گا کہ اچھا تم بدلہ لے لو۔ اس طرح تمام حیوانات کا باقاعدہ حساب چکایا جائے گا اور اس کے بعد حق تعالی شانہ کا ایک کلمہ، جس طرح کلمۂ کُــن سے

دنیا کو پیدا فرمایا، اس طرح وہاں بھی کلمۂ کُن، حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائیں گے کُوۡنُوۡا تُرَاباً، ایک کلمہ کے ساتھ، کُوۡنُوۡا تُرَاباً کے ساتھ تمام حیوانات، چرند، پرند جو پیدا کئے گئے تھے سب مٹی بن جائیں گے۔

اسی کے متعلق عَمَّ یَتَسَآئَلُوۡنَ کی سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس وقت کافر جب یہ منظر دیکھے گا کہ ان کا تو قصہ ختم ہوگیا اور ہمیں تو نہ معلوم کہاں تک یہ سزائیں بھگتنی ہیں، یہ منظر دیکھ کر وہ تمنا کرے گا کافر ﴿وَیَقُوۡلُ الۡکَافِرُ یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرَاباً﴾ کہ جس طرح یہ مٹی بنا دیئے گئے، اس طرح کاش کہ میں بھی انسان پیدا نہ ہوا ہوتا، جانور پیدا ہوا ہوتا، تاکہ میں بھی اس طرح مٹی بن جاتا۔ یہ جو خلود کو طولِ مکث پر، ایک لمبے زمانے پر وہ محمول کرتے ہیں ابن تیمیہ، یہ اہلِ سنت کے مسلک کے بھی خلاف اور نصوص، قرآنی آیات اور احادیث کے بھی خلاف ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی چیزوں میں ان کا تفرد ہے کہ جس میں وہ اہلِ سنت کے خلاف ہیں۔

جنت کی نعمتیں واپس نہیں لی جاتی ہیں

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ جو جنت میں ایک دفعہ جاتے ہیں اور وہاں جو نعمتیں ملتی ہیں، تو وہ نعمتیں ان سے واپس نہیں لی جاتیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں جنت میں تشریف لے گئے، تو وہاں جو نعمتیں آپ کو ملیں، ان میں سے یہ نظر کی اس طرح کی ہر طرف دیکھنے کی قوت بھی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام افراد کے بارے میں کہ ایک فرد سامنے ہے، تو اس کی ساری تاریخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے۔ اور آخِرُ مَنۡ یَّدۡخُلُ الۡجَنَّۃَ تک کا سارا منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فجر کی نماز کے بعد سے بیان فرمانا شروع کیا ظہر تک بیان فرمایا، پھر ظہر کی نماز کے لئے منبر سے اترے، نماز پڑھی، پھر عصر تک وعظ فرمایا، صحابہ

کرام فرماتے ہیں کہ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے واقعات قیامت تک کے لئے پیش آنے والے تھے، سارے بالتفصیل بیان فرمادیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجلس میں یا اس کے علاوہ کسی خطبہ میں یہاں تک بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دیکھو! یہ میرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے، دیکھ رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کتاب ہے۔ فرمایا ادھر بائیں میں کیا ہے؟ عرض کیا کتاب ہے۔ فرمایا کہ اس کتاب میں جنتیوں کی فہرست ہے، ان کے نام اور ان کے باپ دادا کے نام پوری تعیین کے ساتھ، ان کی فہرست ہے، یہ جنتیوں کی فہرست ہے۔ اور فرمایا کہ اس میں جہنمیوں کی فہرست ہے۔ اور فرمایا کہ اس میں کوئی چینجنگ نہیں ہوسکتی، کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ کیوں؟ فرمایا کہ وَ قَدْ أُجْمِلَ کہ اس کے اخیر میں اس کا ٹوٹل کردیا گیا ہے کہ جنتی کتنے ہوں گے اور جہنمی کتنے ہوں گے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ جو جنت میں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، تو وہاں کی قوتیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیشہ کے لئے رہیں۔ تو حضرت مولانا اشرف صاحب نے یہ سن کر وہاں بھی ایک چیخ ماری اور اس کے بعد پھر میں نے دوسرا ایک نمونہ انہیں سنایا کہ فجر کی سنتوں اور فجر کی نماز کے درمیان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے زمین پر لیٹ جاتے تھے۔ ساری رات تہجد میں گزری اور جیسے ہی صبحِ صادق ہوئی کہ دو رکعت فجر کی سنت پڑھی اور حضرت بلال ابھی تشریف لاتے ہیں تو چند لمحے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر لیٹ جاتے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر یہ کے نزدیک یہ شرطِ صلوۃ اللیل ہے کہ اگر یہ استراحت نہ کی جائے، تو جو ساری رات تہجد اور لمبی نفلیں پڑھیں وہ بھی باطل اور وتر بھی باطل۔ اور ابن حزم کے نزدیک فرض عین ہے، اور فلاں کے نزدیک یہ واجب ہے اور فلاں کے نزدیک یہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں دو قول ہیں ایک سنیت کا اور ایک استحباب کا۔

پھر آگے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اس کے حکم میں اختلاف ہے، کسی نے کہا کہ شرط صلوۃ اللیل، کسی نے کہا کہ فرض عین، کسی نے کہا کہ واجب، کسی نے سنتِ مؤکدہ، کسی نے کہا مجرد سنت، کسی نے مستحب اور مالکیہ نے اس کو بدعت تک کہہ دیا، تو اسی طرح فرماتے ہیں کہ اس کی علت میں بھی اختلاف کہ یہ استراحت کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں استراحت فرماتے تھے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے سب کے اقوال بیان فرمائے، تو اس کے بعد اخیر میں فرمایا کہ میری رائے یہاں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے استراحت فرماتے تھے خالی زمین پر تاکہ ارضیت پیدا ہوجائے۔

کہ اب تک ساری رات ملأِ اعلی سے اتنا اتصال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر بالکل اوپر ہی اوپر تھے، تو تھوڑی دیر زمین کے اوپر استراحت فرماتے۔ ادھر کروٹ لی، ادھر کروٹ لی تاکہ ارضیت پیدا ہوجائے اور صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کرسکیں اور استفادہ کی تاب لاسکیں۔

جب میں نے دوسرا جملہ کہا، تو بہت زور سے چیخ ماری اور حضرت مولانا اشرف صاحب پر حال طاری ہوگیا۔ یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جو منظرکشی فرمائی یہ اور اس طرح کے واقعات، یہ اس جنت کی ملی ہوئی نعمتوں کا ادنی کرشمہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلىٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی کا خاتمہ کیسے ہوگا اور آخرت کی طرف سفر کیسے ہوگا، وہ تفصیل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظر کشی فرما کر کے انہیں بتا دیا تھا۔ اس پر میں نے سنانا شروع کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کی تاریخ، قیامت تک ہونے والے سارے انفرادی، اجتماعی واقعات جو بتا دیئے، کیسے بتائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک میں تاثیر کہاں سے آئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک کی تاثیر

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی رائے بیان کی تھی کہ ارشاد ہے اِنِّیْ لَأَرَاکُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ کہ جس میں اس نگاہ کو استعمال کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اس کے بغیر ہی کام چل جاتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سلسلہ آگے منتقل ہوا، بے شمار واقعات ہیں۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں اپنی اہلیہ محترمہ کے بارے میں کہ بنتِ خارجہ کے پیٹ میں بیٹی ہے، اسکین تو آج کل ہوتا ہے، انہوں نے تو اس کے ایجاد سے پہلے ہی خبر دے دی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر شریف پر ہیں، خطبہ دے رہے ہیں، جمعہ کا دن ہے، خطبہ کے عین درمیان میں آپ نے ایران میں نہاوند میں جنگ ہو رہی ہے، سارا منظر دیکھ لیا وہاں سے۔ تو یہ جس طرح سے لیزر ایجاد ہوا ہے آج کل، اس سے ہمارے ڈاکٹر سلیم صاحب بینائی لوٹا دیتے ہیں، جو آلودگی آنکھوں پر چھا گئی ہے اسے صاف کر دیتے ہیں۔ اس کی صفائی کا طریقہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور ان کے متبعین کے یہاں بھی اُسی وقت سے لے کر آج تک جاری

ہے کہ وہی ؎

نظر کی جولانیاں نہ پوچھو نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
کہ اٹھے تو بجلی پناہ مانگے گرے تو خانہ خراب کردے

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی ایک نظر

کتنے واقعات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ جس طرح ابھی ہندوستان جانا ہوا، پہلے تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں ہر سال جانا ہوتا تھا۔ جیسے ہی ہم گاؤں پہنچے، تو ہمارے ایک قریبی عزیز جو قمار بازی، جوا اور سٹا پارٹی میں سے نکلتے ہی نہیں تھے، ہر وقت ایسے دوستوں کا ساتھ رہتا، مگر میں نے ان کو دیکھا مسجد میں صفِ اول میں ہیں۔ پہلی ہی نماز کے بعد آ کر چپکے سے گھر والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے ہوا؟

کہنے لگے کہ ریونین سے ہمارے رشتہ دار آئے تھے، انہیں دلّی، آگرہ، تاج محل وغیرہ دیکھنے جانا تھا۔ تو وہ انہیں، اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کی قسمت کہ نظام الدین میں تبلیغی مرکز پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سہارنپور سے تشریف لائے ہوئے تھے، جو ریونین والے حاجی صاحب تھے، انہوں نے ان کو ذرا آگے کیا۔ حضرت سے عرض کیا حضرت! ان کے لئے خاص طور پر دعا فرمادیں۔ ان کا بیان ہے کہ بس وہ حضرت کی جو نظر پڑی ہے، اس وقت سے ان کی کایا پلٹ گئی، دنیا ہی بدل گئی، کہاں کی شراب، کہاں کا جوا اور کہاں کے وہ ساتھی۔

ہمارے دوست اسماعیل بھائی ٹیلر بھی چین اسموکر بننے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کے وقت میں نے تعارف کرایا کہ میرے دوست ہیں مگر سیگریٹ نہیں چھوڑتے۔ وہ لمحہ اور آج، ساری عمر کے عادی مگر ایک نظر میں اس سے جان چھوٹ گئی۔

ایک خط آیا کسی انگریزی تعلیم یافتہ صاحب کا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں کہ مجھے

اسلام کے بارے میں بڑے شکوک اور شبہات ہیں اور میں یونیورسٹی میں پڑھتا ہوں یا پڑھاتا ہوں۔انہوں نے اپنی تفصیل لکھی، ہر طرح سے گھر والوں نے، رشتہ داروں نے مجھے سمجھانے کی اور میرے اشکالات، اعتراضات دور کرنے کی کوشش کی، لیکن میرا دل مطمئن نہیں ہوتا اور میں اپنی رائے پر قائم ہوں۔ مجھے تو یہ مذہب سب ایک طرح سے بناوٹ لگتی ہے۔اب ان کی رائے نہیں، بلکہ گھر والوں کا اصرار یہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچوں، تو ان کے اصرار پر میں آپ کو یہ عریضہ لکھ رہا ہوں کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں بھی حاضر ہو جاؤں۔

اب تک وہ صاحب میرے ذہن، میری آنکھوں کے سامنے ہیں کہ کیسے وہ آئے، لباس ان کا بالکل سہارنپور والوں سے بالکل مختلف، انگریزی لباس اور اچھے گھرانے کے، کھاتے پیتے گھرانے کے ہوں گے۔ اور اللہ کی شان، دیکھئے، وہ پہنچے تو چونکہ ایسے مراکز پر جو حاجتمند، ضرورت مند ہوتے ہوں گے، کسی طرح اپنا کام نکال لیتے ہیں، تو وہاں ایسی جگہ پر چوریاں بھی بہت ہوتی ہیں۔

ہمارے خسر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب وہاں گئے تھے سہارنپور ہماری شادی کے، نکاح کے ایک سال بعد، تو جیسے ہی اپنا سامان انہوں نے رکھا مہمان خانے میں اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کھانے کے لئے پہنچے، واپس آئے جتنی نقدی تھی ساری غائب، سارے پاؤنڈ، سارے روپے غائب، کسی نے چرا لئے۔

یہی کچھ اس مہمان کے ساتھ ہوا۔اب بیچارہ کس ماحول میں سے آرہا ہے، کس ذہن کا ہے، ان کی بہت قیمتی گھڑی کا وہ ذکر کر رہے تھے کہ وہ یہاں میں نے رکھی، کوئی لے گیا۔ہمیں پتہ تھا کہ اس طرح کا خط ان کا آیا ہوا تھا اور اس مقصد سے یہ آئے ہوئے ہیں، ہمیں بڑا افسوس رہا کہ یا اللہ! اب یہ شخص کیا تاثر لے کر جائے گا اس خانقاہ سے اور بزرگوں کے یہاں سے۔اور اس کو تو بطورِ خاص اس کے لئے بھیجا گیا ہے، کہ اس کو تو اسلام کے بنیادی اصول اور بنیادی عقائد کے بارے میں شک اور شبہ ہے، اس کے ازالہ کے لئے بھیجا گیا ہے۔

جیسا میں نے آپ سے عرض کیا کہ بالکل وہ منظر میرے سامنے ہے کہ انہیں پتہ نہیں تھا کہ یہاں وضو کیسے کیا جاتا ہے اور پانی کہاں سے لیا جاتا ہے۔ اس طرح کے مہمانوں کو ہم لوٹا بھر کر دیتے تھے، جو بیٹھنے کے لئے سہارے کے لئے جو چیزیں ہوتی تھیں، وہ رکھ دیتے تھے، جو میں نے ان کے لئے رکھ دی، وہ فارغ ہو کر مجھے اپنی گھڑی کی چوری کی داستان سنانے لگے۔

وہ جب پہنچے تھے حضرت نے پوچھا تھا کون؟ انہوں نے اپنا تعارف کرا دیا کہ اس طرح میں نے خط آپ کو لکھا تھا، حضرت نے فرمایا اچھا اچھا، یاد آ گیا۔ بہت اچھا، کب تک ٹھہرو گے؟ انہوں نے کہا دو دن یا تین دن۔

دیکھئے کوئی سوال جواب نہیں ہوا۔ نہ کسی کو حضرت نے متعین کیا کہ ان سے پوچھیں کہ ان کو کیا اشکالات ہیں۔ ان کے اشکالات دور کرنے کی آپ کوشش کریں، سمجھانے کی کوشش کریں، کوئی گفتگو نہیں، کچھ نہیں۔ صرف حضرت کے یہاں قیام کیا، دو رات ٹھہرے، کھایا پیا، نمازیں پڑھیں، اور عام دنوں میں تو بہت بڑا مجمع نہیں ہوتا، مجالسِ ذکر وغیرہ میں شرکت کی، جو مجالس ہوتی ہیں اس میں شریک ہوئے۔

جب وہ واپس جانے لگے اور مصافحہ کیا تو بغیر پوچھے حضرت کو مصافحہ کے ساتھ کہتے ہیں کہ الحمدللہ! میرے تمام اشکالات دور ہو گئے۔ اور اس کے الفاظ سنئے۔ اس کو اپنے بارے میں ایک قسم کی ندامت ہے۔ وہ کہنے لگے کہ مجھے اپنے جیسا مسلمان سمجھئے، یعنی میں بالکل پکا مسلمان ہوں، جتنے شیطانی اشکالات تھے، اعتراضات تھے، سب ختم ہو گئے۔

حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ میں نے پڑھا کہ ؎

نظر کی جولانیاں نہ پوچھو — نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
کہ اٹھے تو بجلی پناہ مانگے — گرے تو خانہ خراب کرے

اسی لئے ہمارے حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، سارا مجمع ہزاروں کا منتظر رہتا تھا کہ حضرت کے معتکف کے پردے کب اٹھتے ہیں۔اس طرح کی مجلس لگی ہوئی ہوتی تھی، انتظار میں رہتے تھے کہ پردہ ہٹے۔حضرت فرماتے اب ہٹاؤ بھئی، تو پردہ ہم ہٹا دیتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالمنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ دروازہ کے پاس بالکل اخیر میں بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، وہاں سے پڑھتے تھے ۔

اس طرف سے پردہ اٹھا اور ادھر آگ لگی
برق چمکی تھی کدھر اور کدھر آگ لگی

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نگاہ

لکھا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ، جب دارالعلوم دیوبند کا سب سے پہلا دستار بندی کا جلسہ ہوا ہے، اس میں تشریف لے گئے۔ جب جامع مسجد پہنچے، اس طرح سے حضرت تو وعظ و بیان نہیں فرماتے تھے، درس ساری عمر خوب دیا۔ حضرت سے عرض کیا گیا کہ حضرت مجمع کی خواہش ہے کہ حضرت کچھ بیان فرمادیں۔ حضرت منبر پر تشریف لائے، صرف منبر پر بیٹھ کر ابھی اللہ! کہا اور مجمع پر ایک نگاہ پڑی۔

کہتے ہیں کہ جیسے مجمع پر نگاہ پڑی، کوئی آنکھ ایسی نہیں تھی کہ جس میں آنسو شروع نہ ہوئے ہوں، صرف ایک نظر سے سب کا کام بن گیا۔ تو یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں میں بھی یہ چیز اسی طرح منتقل ہوتی ہیں، کیسے؟

اس پر میں مثال کے طور پر ایک واقعہ سنایا کرتا ہوں کہ جو ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر یا اپنی تاریخ میں لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک نابینا شخص ملے، ان سے گفتگو ہوئی۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ یہ جو آپ نابینا ہیں، یہ پیدائشی طور پر آپ کو یہ تکلیف یا کوئی حادثہ ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ میں فلاں جنگل میں، فلاں وادی میں اپنی زمین میں کام کر رہا تھا۔ اتنے میں میں نے دیکھا

کہ وہاں دو تین اجنبی آدمی اس علاقہ میں آئے، جو اس علاقہ میں رہتے ہیں انہیں پتہ ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں کون آتا جاتا ہے۔

ان کا بیان ہے کہ میں نے ان کے حلیہ سے دیکھا کہ یہ نو وارد ہیں، کوئی اجنبی ہیں، میں ان کو غور سے دیکھتا رہا، کہاں جاتے ہیں، کیا کرتے ہیں۔ یہاں سے گزرتے ہوئے فلاں وادی میں پہنچے ایک جگہ اور وہاں انہوں نے اپنے تھیلے کھول لئے اور بخور اور لوبان اور عود کو آگ میں ڈالا۔ جیسے ہی وہ دھواں اچھی طرح پھیلنے لگا، انہوں نے اپنی بانسری نکالی اور بانسری بجانی شروع کی۔ کہتے ہیں کہ میں حیرت میں رہ گیا کہ جیسے ہی وہ خوشبو اور بانسری کی آواز شروع ہوئی تو پتہ نہیں کہاں سے، چاروں طرف سے دوڑتے ہوئے سانپ بہت سارے وہاں اکھٹے ہو گئے۔ اور وہ سانپ میں سے، ایک ایک کو پکڑ کر چھوڑ دیتے تھے کہ نہیں، یہ نہیں۔ کئی ایک کو اس طرح انہوں نے غور سے دیکھا اور پھینک دیا۔

اخیر میں کہتے ہیں ایک سانپ ملا، اس کو انہوں نے اپنے تھیلے میں ڈال دیا اور اس کے بعد بانسری بجانی بند کر دی، دھواں بند کر دیا، بخور بند کر دیا اور اس کے بعد انہوں نے ایک سلائی نکالی، جس طرح ہم آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں، اور وہ سلائی اس سانپ کی آنکھ پر پھیری، پھر اپنی دونوں آنکھوں پر پھیری، اور جو اس کا ساتھی تھا، وہ سلائی اس کی آنکھ پر پھیری اور اس کے بعد اپنا سامان اٹھا کر وہ چلنے لگے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان صاحب کا بیان ہے کہ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا، لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا قصہ کہ اجنبی لوگ ہیں، یہاں کیسے پہنچے، اور ان کی یہ حرکت کہ بخور جلایا، دھونی کی، بانسری بجائی، سانپ اکھٹے ہوئے اور اس میں بھی نہ کوئی سانپ انہیں کاٹتا ہے، نہ کچھ، اور کسی خاص قسم کے سانپ کی انہیں تلاش تھی اور وہ اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور سلائی آنکھوں پر پھیری اور چلتے بنے۔

کچھ دور میں ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا، پھر مجھ سے رہا نہیں گیا، میں نے ان سے پوچھا کہ

بھئی، تم کون ہو؟ انہوں نے کہا تم کام کرو اپنا۔ تمہیں کیا مطلب اس سے؟ جب میں نے اصرار سے پوچھا اور دھمکی دی کہ میں ابھی حکومت کو اطلاع کرتا ہوں، انہوں نے بتایا کہ ہم فلاں جگہ سے آئے ہیں۔ میں نے کہا یہ آپ نے جو کچھ کیا، یہ ہمیں بتاؤ کہ یہ تم کیا کر رہے تھے اور یہ جو تم نے اپنی آنکھوں پر سلائی پھیری، اس کا کیا قصہ ہے؟

پہلے تو وہ انکار کرتے رہے، جب میں نے بہت اصرار کیا، بہت دھمکی دی، تب انہوں نے اپنا تھیلا کھولا اور وہی سلائی جو سانپ کی آنکھ پر وہ پھیر چکے تھے، میری آنکھوں پر پھیر دی۔ کہتے ہیں کہ جیسے ہی انہوں نے وہ سلائی میری آنکھ پر پھیری ہے کہ میں تحت الثری تک سب کچھ دیکھ سکتا ہوں کہ اوپر مٹی ہے، اس کے نیچے پھر پتھر آتے ہیں، پھر گارا ہے، پھر پانی ہے، پھر پانی کے نیچے پھر چٹانیں ہیں، نیچے کا سارا منظر اسکین کی طرح وہ کہتے ہیں میں دیکھ سکتا ہوں۔ اور میں ہر جگہ چاروں طرف دیکھتا ہوں کہ ادھر کیا ہے زمین کے نیچے، ادھر کیا ہے، ادھر کیا ہے، زمین کے نیچے۔ تو میں خوش ہو گیا کہ یہ تو بڑی زبردست نعمت مل گئی کہ اس سے کتنی دولتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ کہاں پانی ہے، کسی کو کنواں کھودنا ہو، تو بتا سکتے ہیں کہ یہاں کھودو، یہاں پانی ہے۔ کسی کو خزانہ چاہیئے، تو یہاں کھودو، یہاں خزانہ ہے۔

اس زمانہ میں خزانہ کی تلاش رہتی تھی اور سچ مچ تھی اس لئے کہ اس قسم کے مکانات تو تھے نہیں، جھونپڑے میں رہتے تھے وہ لوگ اور کرنسی نوٹس وغیرہ تو تھی نہیں۔ کوئن، سکّے ہوتے تھے ان کے یہاں سونے کے اور چاندی کے۔ اب سونے کے کوئنز، چاندی کے کوئنز کسی کے پاس ہیں، تو کیسے اٹھائے گا، کہاں رکھے گا۔ جھونپڑے میں کہاں رکھیں، اس لئے ان کے یہاں قدیمی دستور تھا کہ گڑھا کھود کر دفن کر دیتے تھے۔

افریقہ میں ایک جگہ کے متعلق دوست کہنے لگے کہ دعا کیجئے، ہم وہاں فلاں جگہ رہتے تھے، وہاں ہماری فیملی نے جب مجبور ہو کر اپنا علاقہ وطن چھوڑا ہے، وہاں جو کچھ ہمارے پاس تھا، ہمارے گھر کے پیچھے دفن کر کے آئے ہیں۔ اب وہ کوشش اور کچھ پلان بنا رہے ہیں کہ کیسے دوبارہ

وہاں جائیں اور کیسے کھودیں اور کیسے اس کو نکالیں۔ ہر جگہ دنیا میں یہی سلسلہ تھا کہ وہ گھر میں خزانہ ہوگا، تو چور اٹھا کر لے جائے گا، اس لئے وہ کہیں دفن کر دیتے تھے۔ اسی لئے خزانہ کی انہیں تلاش رہتی تھی، وہ سوچنے لگے کہ یہ تو بڑی نعمت مل گئی، جو آنکھوں پر انہوں نے سلائی پھیری۔

کہتے ہیں میں ان کے ساتھ باتوں میں مصروف چل رہا ہوں۔ تھوڑے دور پہنچ کر کے میں تو اپنی جگہ بہت خوش تھا کہ بہت بڑی نعمت مل گئی، اتنے میں اچانک ان میں سے ایک نے مجھے دھکا دے کر زمین پر گرایا اور دونوں نے میرے اوپر چڑھ کر میری آنکھیں پھوڑ دیں۔ اس وقت سے میں نابینا ہوں۔ جس طرح سانپ کی آنکھ پر سلائی پھیر کر وہ اسکین کی طاقت آنکھوں میں منتقل ہو جاتی ہے، تو یہ ایسا ہے جس طرح کہتے ہیں

شمع سے شمع جلتی ہے

چراغ سے چراغ جلاتے ہیں

اللہ تبارک وتعالی برائیوں سے، زنا سے، برے منظر سے، بری جگہ اٹھنے سے ہماری آنکھوں کی حفاظت فرمائے۔ اور قرآنِ پاک اور اپنے علوم اور احادیثِ پاک پڑھنے اور دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آنکھوں میں، نگاہوں میں پاکیزگی عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کے غلاموں میں یہ فراست اور نورِ قلب اور دل کی روشنی جو مسلسل منتقل ہو رہی ہے، اس کے کچھ واقعات آپ کے سامنے ذکر کئے جن میں خود یہاں دار العلوم سے متعلق حضرت مولانا احمد اللہ صاحب، ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے واقعات تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرف سے بشارت

کئی دفعہ میں نے بتایا کہ یہاں انگلینڈ شروع میں آنے کے بعد چند ہفتوں، چند مہینوں میں میرا دل اکتا گیا، تو میں نے حضرت کو لکھا کہ یہاں نہ ڈھنگ کا کوئی مکتب ہے، میں امام ہوں، کسی نماز میں کوئی مقتدی مل جاتا ہے، کبھی تنہا مسجد میں نماز پڑھنی پڑتی ہے، ان حالات میں یہاں قیام کو جی نہیں چاہتا، اس لئے واپسی کی اجازت چاہتا ہوں۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ہندوستان واپسی کا ارادہ نہ کریں۔ اللہ کی ذات سے بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں وہاں ایسا دار العلوم شروع کرا دے جس میں حدیث اور تفسیر کا درس ہو۔ میں تو رو رہا ہوں مسجد کے لئے، ایک مقتدی کے لئے، ایک طالبِ علم کے لئے، مکتب کے بچوں کے لئے اور حضرت اس طرح فرما رہے ہیں، یہ بالکل شروع کا، ۶۸ء کا قصہ ہے۔

اس کے بعد پھر میں نے ایک خواب کے بنا پر کتاب لکھی تھی اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے یہ سوچ کر تو نہیں لکھی کہ قابلِ طباعت ہوگی۔ خواب دیکھا، تو اس کے جوش میں کچھ مواد اکھٹا کر کے ہمارے بھائی مولانا عبد الرحیم صاحب کو میں نے بھیج دیا کہ آپ دیکھیں کہ اگر

طباعت کے قابل ہو،تو آگے کسی کاتب کو دے سکتے ہیں۔ بھائی صاحب نے حضرت کو میرا خط سنایا اور حضرت نے خود وہ مواد سننا شروع کیا اور حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب کے ذمہ تھا، وہ سناتے تھے، تصحیح کرتے تھے، ساری کتاب شروع سے اخیر تک مکمل کتاب حضرت نے سنی۔ پھر حضرت نے اپنی طرف سے پیسے مرحمت فرمائے کہ اس کی طباعت کے لئے مولانا تقی الدین صاحب کو بھیجا دیوبند کہ کتابت اور طباعت کا انتظام کر کے آئیں۔حضرت مولانا انظر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان کے ذمہ اس کی تصحیح لگائی گئی کہ کاتب کی کتابت کی آپ تصحیح کر دیا کریں۔

جب یہ کتاب تیار ہورہی تھی، مولانا تقی الدین صاحب نے ایک اشتہار کتاب کے اخیر میں لکھا، مجھے بھی لکھا کہ تمہارے مدرسہ کے لئے اشتہار کتاب کے اخیر میں میں لکھ رہا ہوں۔ وہ اشتہار جب لکھ کر حضرت کو سنایا تو حضرت نے فرمایا کہ اس میں صرف مدرسہ کا اشتہار ہے، دورۂ حدیث اور تفسیر کا ذکر نہیں ہے۔حضرت نے یہ کلمات بڑھوائے کہ لکھو کہ اس مدرسہ میں دورۂ حدیث اور صحاحِ ستہ کی تدریس کا بھی انتظام ہوگا۔ یہ ۶۹ھ ء کی بات ہے، جب یہاں کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا، سوچ بھی نہیں سکتا تھا، دارالعلوم کے لئے کوئی پلاننگ بھی نہیں ہورہی تھی، اب کس طرح یہ حضرات ان چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں؟

حضرت مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ

خود یہیں پر، یہ جہاں ہمارے مرحوم حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا یعقوب ڈیسائی رحمۃ اللہ علیہ، پڑوس میں دونوں دو حجروں میں رہا کرتے تھے، اس کے اوپر والا حصہ، تو دارالعلوم میں جب پہلے سال صرف سولہ طالبِ علم تھے، تو حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب تشریف لائے تھے، پھر ہر سفر میں برابر ان کی یہاں آمد ہوتی رہی۔

پہلی مرتبہ تو جب خریدا تھا انہوں نے دیکھا تھا۔ پھر تعلیم شروع ہوئی اس کے بعد تشریف

لائے، ایک مرتبہ جب صرف سولہ طالبِ علم تھے، اور میری رہائش بولٹن میں تھی اور آمدورفت کے لئے مختلف حضرات تعاون فرماتے تھے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب دارالعلوم دیکھتے ہوئے جب مولانا یعقوب صاحب کے کمرے کے اوپر والے حصہ میں جو زینہ ہے، وہاں چار کمرے ہیں، ایک حمام ہے، وہاں پہنچے، تو مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ یہاں کیوں منتقل نہیں ہوجاتے؟ میں نے عرض کیا کہ یہاں ابھی کوئی خاص ایسی ضرورت بھی نہیں ہے اور طلبہ بھی تھوڑے ہیں اور اساتذہ بھی آتے ہیں، نگراں بھی ہیں الحمدللہ کام چلتا ہے۔

حضرت نے ذرا اور زور سے اصرار سے فرمایا کہ آنے جانے کی دقت کچھ کم ہے؟ وہاں سے آنا جانا، اور میں کرایہ کے مکان میں تھا رینڈل اسٹریٹ میں، فرمایا کرایہ کے مکان میں تم رہتے ہو، یہاں تمہیں منتقل ہوجانا چاہئے۔ میں نے حماقت سے جب دوسری دفعہ بھی انکار کیا، حضرت کے ہاتھ میں چھڑی تھی، اس طرح ایک دو دفعہ زمین پر غصہ میں انہوں نے چھڑی کو زمین پر مارا اور فرمانے لگے کہ آپ ہوں گے اور یہ جگہ ہوگی۔ ایک وقت آپ یہاں منتقل ہوں گے۔

اس کے بعد میں دارالعلوم منتقل ہوا، پہلے تو یہ جہاں ہمارا بوئلر ہے اور اوپر کتب خانہ ہے، اس جگہ ایک چھوٹا سا دو کمرے کا مکان تھا، اس کوٹیج میں میں منتقل ہوا، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ جب پہلے سفر میں تشریف لائے ۱۹۷۹ء میں، تو میرا قیام اسی کوٹیج میں تھا۔ جب اس عمارت کو گرا کر کے اس کی جگہ نئی عمارت کا پلان بنا، تو پھر مجھے وہاں سے منتقل ہونا پڑا، تو جہاں حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نے چھڑی ٹھوک کر فرمایا تو اسی جگہ جھک مار کر منتقل ہونا پڑا۔ اور غالباً یہ سن اسّی میں ہوگا اور حضرت نے پانچ سال پہلے فرمایا تھا اصرار سے کہ آپ یہاں منتقل ہوجائیں۔ جب میں نہ مانا تو حضرت مدنی نے پیشین گوئی کے طور پر ارشاد فرمایا۔

دور کا کیسے دیکھ لیتے ہوں گے؟

ہماری والدہ صاحبہ نے خود بیان کیا ہمارے متعلق کہ والدہ صاحبہ کو چار پانچ سال تک اولاد

نہیں تھی۔ سسرال میں طعنے بھی سنے ہوں گے۔ایک دفعہ ہمارے والد صاحب کسی بزرگ کو لائے جو کچھ زنانہ جیسا لباس پہنا کرتے تھے۔ موسی سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کی طرف وہ منسوب تھے۔ ہمارے والد صاحب ان کو صبح ناشتہ کے لئے اپنے گھر پر لائے، چائے ناشتہ کے بعد دعا کی درخواست کی کہ شادی کو چار پانچ برس ہو گئے، اولاد کے لئے دعا فرمائیں۔ یہ فقیر تھوڑی دیر خاموش رہے اوراس کے بعد بڑے زور سے دعا کے بجائے ،خبر کے طور پر پیشین گوئی فرمارہے ہیں، دعانہیں کر رہے، پیشین گوئی کہ اللہ دے گا،ضرور دے گا اور اوصاف بھی آگے بیان کرنے شروع کئے، ایسا ہوگا، ایسا ہوگا، میرے ساتھ چلو۔ والد صاحب گئے، ایک انگوٹھی دی کہ اپنی اہلیہ کو دے دینا۔ چنانچہ بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کی سال بھر بعد ولادت ہوئی۔

پھر جب سال دو سال کے بعد پھر وہ آئے، بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کو دیکھ کر خوش ہوئے، دعائیں دیں، پھر والد صاحب کو دوسرے بچے کی پیشین گوئی کر رہے ہیں اور دوسری انگوٹھی دے رہے ہیں۔

حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے والدین بہت پریشان کہ اولاد نہیں ہو رہی۔ ان کو تو بہت لمبا زمانہ گزر چکا تھا، ایک بزرگ تھے سنا قدری۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی، انہوں نے بھی دعا کے ساتھ پیشین گوئی فرمائی اور فرمایا کہ اللہ بیٹا دے گا۔ مطلق اولاد مانگ رہے تھے کہ چاہے بیٹا ملے، بیٹی ملے کہ اولاد کے لئے دعا فرمادیں۔ انہوں نے فرمایا اللہ آپ کو بیٹا دے گا اور ایسا بیٹا دے گا کہ زمانہ بھر کے لئے دنیا کے کونہ کونہ تک اس کا علم پہنچتا رہے گا۔ اس دعا کا نتیجہ کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر بخاری شریف کی شرح آج تک کوئی نہیں لکھ سکا۔

یہ اتنے دور جو دیکھ لیتے ہیں یہ کیسے؟ ان جیسے بزرگوں کے حالات ہم پڑھیں کہ ان کو یہ دولت کیسے ملی، تو اس میں تین چیزوں کو بڑا دخل ہے۔

۱) ایک یہ جو ہمارے قلب، دل اور دماغ میں جو تصورات جو چلتے ہیں، ان تصورات کی

پاکیزگی۔

۲) نمبر دو نگاہ۔ نگاہ کو صرف گناہ سے بچانا نہیں، بلکہ محبوب کی تلاش ہو، ہم ہر وقت ان ہی مادی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آنکھ ہماری کھلے گی، تو اپنی دنیوی ضرورت کی چیز کو ہم تلاش کرتے پھرتے ہیں، اس کو چھوڑ کر ہر جگہ ہمیں معشوق نظر آئے۔

۳) اور تیسری چیز یہ جو کچھ ہم پیٹ میں ڈالتے ہیں۔

ان تین چیزوں کے متعلق کل کچھ عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمارے تصورات میں پاکیزگی عطا فرمائے، ہماری نظر کو پاکیزہ بنائے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں حلال رزق میسر فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری والدہ صاحبہ، سکرات اور کومہ کی حالت میں تھیں، اس وقت میں یٰس پڑھنے والوں میں ہمارے مولوی قاسم صدر، ہمارے بھانجے بھی تھے، تو وہ پینتیس دن کے بعد ماں کے پاس پہنچ گئے۔ ماں نے اپنے پاس ان کو کھینچ لیا۔

اسی سکرات اور نزع کی حالت میں ایک دن میں مغرب کے وقت پہنچا، تو سب بہنیں بتانے لگیں کہ ابھی آپ جیسے پہلے ذکر کرتے تھے، اس طرح قاسم نے اتنا اچھا ذکرِ جہری ماں کے بیڈ کے پاس بیٹھ کر کے کیا، پینتیس دن کے بعد وہ بھی چلے گئے۔

ایک اور حادثہ سُنئے کہ جب ماں کا انتقال ہوگیا، سب نے دیکھ تو لیا کہ انتقال ہوگیا، سانس بند، نبض نہیں چل رہی، پھر بھی ڈاکٹر کو موت کی تصدیق کے لئے بلایا گیا، ہماری بھانجی کے بیٹے، وہ ایک دواسٹریٹ چھوڑ کر رہتے تھے، ڈاکٹر ارشاد، وہ پہنچ گئے۔

یہ ہماری والدہ صاحبہ کی سوتیلی اولاد میں سے ہماری خالہ زاد بہن جو عمر میں سب سے بڑی تھیں پورے خاندان میں۔ اور یہاں انگلینڈ آنے کے بعد سب بھائی بہنوں سے زیادہ وہ یہاں میرے پاس آتی رہیں۔ اور کئی کئی مہینے ان کا یہاں قیام رہتا تھا۔ اچھے فارغ البال تھے، تو میرے پاس آکر یہاں، طویل عرصہ یہاں ٹھہرتے تھے۔ میں ہندوستان جاتا تھا، وہاں آکر ہمارے ساتھ رہتے تھے۔ یہ ڈاکٹر ان کے نواسے تھے جن کا میں قصہ سنا رہا ہوں۔

چونکہ ان کی نانی، ہماری بہن زیادہ آتی تھیں، تو ان کی بیٹی، ڈاکٹر ارشاد کی ماں، کا بھی جب نکاح ہوا تو اپنے شوہر کو لے کر سب سے پہلے وہ میرے پاس یہاں آئی تھیں، اپنے شوہر فاروق ملّا کو لے کر، کئی روز میرے پاس مے بینک اسٹریٹ میں ان کا قیام رہا۔

ڈاکٹر ارشاد، وہ ایک دواسٹریٹ چھوڑ کر رہتے تھے، وہ فوراً پہنچ گئے اور انہوں نے اچھی طرح

معائنہ کیاماں کااور رونا شروع کر دیا کہ ماں تو یہاں نہیں رہیں۔

یہ ڈاکٹر ارشاد کی بتیس سال عمر تھی، خود ڈاکٹر ارشاد کا، جس نے ماں کے انتقال کی تصدیق کی تھی، آج انتقال ہو گیا۔ اِسٹینگر کے ہسپتال میں وہ کام کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالی بلند درجات عطا فرمائے۔

موت کا کوئی بھروسہ نہیں، ہم خواہ مخواہ اس دنیا کے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، کسی وقت بھی بلاوا آجائے، اور ماں نے ایک نواسے کو کھینچ لیا اور نواسی کے بیٹے، ڈاکٹر ارشاد کو اپنے پاس بلالیا۔

چشمِ بینا اور دل روشن کیسے ہو؟

ہمارا مضمون تو چل رہا تھا کہ یہ جو چشم بینا عطا ہوتی ہے، دیکھنے والی آنکھ، کیسے بنے؟ دل روشن ہو جاتا ہے، تو یہ کیسے؟ میں نے عرض کیا تھا کہ جس طرح قاعدہ الف، با، پھر قرآن پاک ناظرہ، پھر حفظ، پھر یہ آپ کی عربی کے درجات، صرف ونحو، فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، حدیث، پورا ایک نصاب ہے، تو اسی طرح صوفیاء کے یہاں مستقل ایک نصاب ہے جس کی کامیابی کا انہیں دعویٰ ہے، جس طرح ہر مدرسہ کا ایک الگ نصاب، تو ان کے یہاں بھی ہر سلسلہ کا ایک الگ تجربہ ہے۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے

جس طرح ہمارے اساتذہ طلبہ کو درس دیتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ بخاری شریف میں یہ جملہ ارشاد فرمایا، ذرا لمبا کھینچ کر فرمایا، پھر فرمانے لگے کہ ایک بڑے مولانا صاحب تھے، ایک بڑے علامہ۔ ان کا آخری وقت، نزع اور سکرات کا وقت شروع ہو گیا، تو بیٹے کو بلایا اور روئے، کہنے لگے بیٹا! میں نے تو بہت کوشش کی کہ تو کچھ پڑھ لے، مگر تو نے پڑھ کر نہیں دیا۔ اب میں مر جاؤں گا تو یہ ساری مخلوق جو یہاں آتی ہے، اب ان میں سے کوئی آ کر تجھ سے کوئی مسئلہ پوچھے گا، تو تو ان کو کیا جواب دے گا؟ تو تو میری کوشش کے باوجود جاہل کا جاہل رہا، تو نے پڑھ کر دیا ہی نہیں۔ اچھا بیٹا! جب تجھ سے کوئی شخص

آ کر مسئلہ پوچھے، تو بلا سوچے، بلا جھجک، آنکھیں بند کر کے کہہ دینا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت لمبا کھینچ کر فرماتے تھے کہ بیٹے، اسے کہہ دینا کہ اس مسئلہ میں اختلاف (مد کے ساتھ) ہے۔ کیوں؟ کہ خدا کے وجود میں بھی لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ ایک طبقہ ہے جو نہیں مانتا، کہتا ہے کہ خدا ہے ہی نہیں۔ خدا کے وجود سے لے کر کوئی چیز دنیا کی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس میں اختلاف نہ کیا گیا ہو۔

''چشم بند و گوش بند و لب بہ بند''

اس طرح اس مسئلہ بصیرت و فراست میں بھی کہتے ہیں اختلاف ہے۔ ایک قول تو یہ کہتے ہیں کہ ''چشم بند و گوش بند و لب بہ بند'' کہ آنکھیں بند، آنکھیں بند کرو۔ گوش بند، کان بند کرو۔ کیسے بند کریں؟ آنکھوں پر تو، اللہ نے پردے رکھے ہیں، اس کو تو بند کر سکتے ہیں۔ کان میں بھی کوئی ڈاٹ رکھتے ہوں گے، تو ''چشم بند و گوش بند و لب بہ بند'' زبان بند رکھو کہ چپ بالکل۔

''وگر نہ بینی نورِ حق بر ما بخند'' کہتے ہیں کہ ؎

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی نور حق، بر ما بخند

کہتے ہیں یہ تین کام تم کر لو، پھر اگر تمہیں نورِ حق نظر نہ آئے، تم نور نہ دیکھ سکو، تو ہماری ہنسی اُڑانے کا تمہیں اختیار ہے۔ ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہیں۔ تو ان کا یہ تجربہ ہے تین چیزیں انہوں نے گنوائیں کہ آنکھ بند رکھو، کان بند رکھو اور زبان بند رکھو۔ بس ان تین چیزوں پر تالا لگاؤ۔ تو ان کا کتنے زور سے دعویٰ ہے کہ اگر پھر بھی تمہارا دل روشن نہ ہو جائے، تو ''بر ما بخند'' تمہیں ہم پر ہنسنے کی اور ہمارا مذاق اڑانے کی اجازت ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم حوالدار رحمۃ اللہ علیہ

ابھی میں ہندوستان گیا، جامعہ حسینیہ راندیر دفتر میں مہتمم صاحب کو، مولانا شبیر صاحب کو ملنے کے لئے گیا، پتہ نہیں کیا کوئی بات انہوں نے پوچھی، تو میں نے کہا کہ کیا پوچھتے ہو کہ جس دفتر میں آپ بیٹھے ہیں، اس کے کئی واقعات ہیں، یہ سامنے صحن نظر آتا ہے، وہ سامنے سہ دری ہے، یہ مسجد ہے، یہ درس گاہ ہے، یہ حوض ہے، جتنی چیزیں یہاں بیٹھے بیٹھے نظر آتی ہیں، ان میں سے ہر ایک کے متعلق کئی ایک واقعات ابھی آپ کو لکھوا سکتا ہوں۔

میں نے کہا کہ وہ جو سامنے درس گاہ ہے جہاں حافظ ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھا کرتے تھے، حضرت مولانا عبدالرحیم حوالدار کٹھور میں ہوا کرتے تھے، حضرت مولانا شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے خصوصی لوگوں میں سے تھے۔

جب شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری سفر ہوا تھا تو کنونشن ہوا تھا سورت میں، جس میں نہرو سے لے کر، وزیرِ اعظم سے لے کر پوری کابینہ، کئی وزراء اور تمام حکام شریک ہوئے تھے، جس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ خصوصی مہمان تھے۔ اس کے بھی خاص منتظمین میں سے مولانا عبدالرحیم حوالدار۔

وہی بات کہ نورِ حق کیسے دیکھ لیتے ہیں کہ ادھر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا جو حضرت شیخ الاسلام نمبر میں چھپا ہوا ہے، دیکھا کہ سورج غروب ہو رہا ہے، جس سے واضح خبر تھی کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ آخری وقت ہے، کہ قطبِ عالم اب اِس عالم کو خیر باد کہہ کر دوسرے عالم کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔

اِدھر سے انہوں نے کارڈ لکھا کیوں کہ اس زمانہ میں تو ٹیلی فون تھے نہیں، کارڈ لکھا اور اُدھر سے حضرت کی وفات کی اطلاع کا کارڈ چلا ہوگا، دونوں کروس ہوئے۔ اس لئے شیخ الاسلام نمبر میں خصوصیت کے ساتھ یہ خواب شامل کیا گیا تھا۔

چار اصول

یہی مولانا عبد الرحیم صاحب حوالدار صاحب ہیں کہ جب ہم راندیر میں جامعہ حسینیہ میں تھے، انہوں نے مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گجرات کی دعوت دی، اور ان کو لے کر یہاں جامعہ حسینیہ پہنچے، وہاں حافظ ٹونکی صاحب کی نشست جہاں ہوتی تھی، وہاں حضرت کو بٹھایا گیا اور تمام طلبہ اُس حفظ خانہ میں حضرت کے سامنے ہیں اور حضرت نے قلتِ طعام، قلتِ منام، قلتِ کلام اور قلتِ اختلاط مع الانام چار اصول پر بیان فرمایا تھا۔

ان چار چیزوں کے متعلق، آپ کو فارسی کا شعر سنایا تھا، حضرت نے فرمایا کہ آنکھ بند رکھو، کان بند رکھو، زبان بند رکھو۔ اور حضرت نے اور سہل کر دیا کہ بند رکھنا تو مشکل ہے، کیسے ہر وقت بند رکھ کر کے دنیا کے دھندے کر سکتے ہیں، چلیں گے کیسے، ضرورت کی چیزیں سننی پڑتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا ان میں کمی کرو، کہ قلتِ طعام، کم کھاؤ، قلتِ منام، کم سوؤ، قلتِ کلام، کم بولو اور قلتِ اختلاط مع الانام، لوگوں کے ساتھ میل جول کم رکھو۔ حضرت نے فرمایا کہ ان اعضاء کو مکمل طور پر بند رکھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس میں کمی ہونی چاہئے۔

صوفیاء کی چار پیوند والی ٹوپی

اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ جو ٹوپی چار پیوند والی پہنی جاتی ہے، چار ٹکڑے اکھٹا کر کے چار پیوند سے بنی ہوئی ٹوپی، تو یہ بہت پرانی ہے یہ ٹوپی صوفیاء کی ہے۔ اور اس سے جس کسی کو بیعت کا شرف حاصل ہوتا تھا، تو وہ پیر صاحب ان کو وہ ٹوپی عنایت فرماتے تھے۔

اب یہ ٹوپی پہنائی جاتی تھی تا کہ ہر وقت دماغ میں یہ تصور قائم رہے کہ چار چیزیں تمہیں ترک کرنی ہیں۔ اس کا نام تھا چہار ترک والی ٹوپی، کہ چار چیزیں چھوڑ دیں۔ یہ جو حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نے جو چیزیں گنوائیں، تو ان چاروں کو بطورِ علاج کے مکمل طور پر ایک عرصہ کے لئے چھڑوا دیتے تھے کہ ترکِ طعام، ترکِ کلام، ترکِ منام اور ترکِ اختلاط مع الانام کی مشق

کرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے طرق کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ خاص طور پر یہ جو ڈاکٹر ارشاد کا انتقال ہوا، اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ہمارے سارے خاندان کو صبرِ جمیل، اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو اذان کی آواز سننے کی شیطان میں، ابلیس میں، تاب اور طاقت نہیں ہے، تو وہ بھاگتا ہے اور بھاگتا بھی کس حال میں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَلَـهُ ضُرَاطٌ ۔ پھر جب اذان ختم ہوتی ہے، تو واپس آجاتا ہے۔ پھر جب دوبارہ نماز کے لئے تثویب شروع ہوتی ہے، جیسے دار العلوم میں نماز کا اعلان کر کے طلبہ کو بلایا جاتا ہے، نماز، اذان اور اقامت کے درمیان، تو اس وقت پھر بھاگتا ہے۔ پھر جب نماز شروع ہوتی ہے، تو اس وقت پھر آرام سے آکر اپنا کام شروع کرتا ہے۔

بندہ اور مولیٰ کے درمیان حائل

کیا کام کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مصلّی، نماز پڑھنے والے کے درمیان اور اس کے مولیٰ کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔ مصلّی تو یہ چاہتا ہے کہ اس کا کعبہ درست رہے، سیدھی اس کی توجہ مولیٰ پر رہے، تو بیچ میں وہ حائل ہوجاتا ہے۔ کیسے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے حائل ہوتا ہے وہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ ہمارے دل میں خیال ڈالتا ہے اُذْكُرْ كَذَا، اُذْكُرْ كَذَا کہ وہ جو کل گاڑی خراب ہوگئی تھی، اس کے پارٹس لانے ہیں شوپ میں سے، آج وہ نہیں لئے تھے، وہ رہ گئے ہیں۔ کہتے ہیں ساری دنیا بھر کی سب چیزیں یاد دلاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ابلیس کیسے نماز کے وقت بھاگتا ہے، وہ بھی ملاحظہ فرما کر ہمیں بتایا۔ کیسے خیالات ڈالتا ہے، اس کو بھی بتایا۔ اپنے متعلق ارشاد فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج رات کو میں نماز پڑھ رہا تھا، میرے سامنے آگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو یہاں گلہ سے پکڑلیا۔ پکڑ کر دبایا۔ دبایا،

فرمایا کہ میں نے ستون کے ساتھ گلے سے اس کو دبا لیا، یہاں تک کہ اس کے منہ میں سے جو لعاب اور رال نکلی، وہ میرے ہاتھ پر گری اور میں نے یہ سوچا کہ آج اس کو باندھ دیتا ہوں اس ستون کے ساتھ، تاکہ صبح جب مصلّی آئیں اور گھر جا کر بتائیں، تو مدینہ منورہ کے بچوں کو ایک اچھا کھلونا مل جائے گا کہ وہ مدینہ منورہ کے بچے آ کر اس سے کھیلیں گے، اس کو ستائیں گے۔ لیکن مجھے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا یاد آئی کہ انہوں نے اپنے لئے خصوصیت چاہی تھی، خصوصیت مانگی تھی کہ ﴿رَبِّ هَبۡ لِيۡ مُلۡكاً لَّا يَنۡبَغِيۡ لِاَحَدٍ مِّنۡ بَعۡدِيۡ﴾، اس لئے کہ خاص طور پر، جناتوں پر تسلط انہیں دیا گیا تھا، وہ مسخر فرماتے تھے، ان سے کام لیتے تھے، اس لئے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا حال

جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک ان تمام چیزوں کو دیکھ سکتی ہے اور پھر یہ چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں بھی منتقل ہوئیں۔

سہارنپور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں غالباً ظہر کی نماز کا وقت ہوگا یا عصر کی نماز کا وقت، دن کی نماز تھی، میں استنجاء کر کے پانی لینے کے لئے، لوٹا بھرنے کے لئے، وضو کے لئے جب لوٹا لے کر چلا، تو دیکھا کہ کوئی بڑے میاں اکیلے ہیں، وہاں کوئی نہیں ہے، اور کسی کو جھڑک رہے ہیں۔ اب میں ڈر گیا کہ بیچارہ کوئی دماغی طور پر معذور تو نہیں ہے؟ پھر تھوڑی دیر کے بعد، پھر وہ شروع ہو گئے۔ پھر اگلے دن ایسا کرتے ان کو دیکھا گیا۔ مجھے بڑا تعجب بھی ہوا اور ڈر بھی لگا کہ کہیں یہ بیمار تو نہیں؟

لیکن اگلے روز پھر انہوں نے وقت مانگا کہ حضرت شیخ کو یہ عریضہ پہنچانا ہے اور کچھ پوچھنا ہے، جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ مجھے اتنے سال سے شیطان نظر آتا ہے اور وہ آتا ہے، تو پھر میں لا حول بھی پڑھتا ہوں، مگر نہیں جاتا جب تک اس کو گالیاں نہیں دیتا۔ تو حضرت شیخ نور اللہ

مرقدہ نے فرمایا کہ نہ نہ، یہی تو یہ گناہ آپ سے وہ کروانا چاہتا ہے۔تو وہ بڑے میاں پالنپور والے،ان آنکھوں سے، کس طرح ابلیس کو دیکھتے تھے۔

ایمان چھیننے کی کوشش

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے وصال سے تین دن پہلے کا قصہ میں نے حضرت شیخ اور خلفاءِ کرام میں لکھا بھی ہے۔اس میں تین یوم قبل از وصال کے کچھ واقعات لکھے ہیں۔

اس میں یہ لکھا ہے کہ وصال سے تین دن پہلے حضرت کے سامنے ہم خدام بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی کام ہورہا ہے اوراچانک ایک دم،فرمانے لگے مارو، مارواس کو! تواب ہم سہم گئے کہ یہاں تو کوئی ہے نہیں کہ حضرت کا اپنا حجرہ ہے، حضرت کا بیڈ، بیڈروم ہے، ادھر کتابیں ہیں، ادھر فرِج ہے۔پھر دوسری دفعہ دائیں طرف دیکھتے ہوئے پھر فرمایا مارواس کو! پھر دوسری دفعہ جب ارشاد فرمایا، تو پھر ہم نے پوچھا کس کو ماریں؟ تین دفعہ مارو اس کو فرمانے کے بعد پھر حضرت مسکرائے۔فرمایا کہ ابلیس آیا تھا۔

یہ آخری وقت میں ایمان سلب کرنے پہنچ جاتا ہے۔ہر مؤمن کے پاس یہ دولت ہوتی ہے اس کو چھیننے کے لئے پہنچ جاتا ہے۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر ہمیں بتایا کہ ابلیس اذان کے وقت آتا ہے، نماز کے وقت آتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔یہ پالنپور والے حاجی صاحب اس کو دیکھ کراس سے روزلڑتے تھے۔وہ حضرت سے بیعت تھے، انہیں ابلیس نظر آتا تھا۔

صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ابھی ہم نے نماز پڑھی، جوآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ**، ہماری سب کی نمازیں ایسی تھیں، **اُذْکُرْ کَذَا، اُذْکُرْ کَذَا**، ہر چیز یاد آئی، پوری ٹیپ شروع ہوگئی،توکس نے چلائی وہ ٹیپ؟ ہم تو نماز پڑھنے کے لئے آئے۔آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں تک کہ اس نے کیا پڑھا اور نماز میں کچھ تقدّم، تاخّر ہو گیا، آگے پیچھے ہو گیا، کوئی بھول ہو گئی، کہتے ہیں کہ اس کو یاد بھی نہیں رہتا، ہمیں رکعت بھی یاد نہیں رہتی کہ ابھی یہ کونسی رکعت چل رہی ہے اور کتنی رکعات ہوئیں، یہ اسی ابلیس کا اثر ہے۔

ہم اس کو کیسے دیکھ سکیں، کیسے پہچان سکیں۔ ہماری آنکھیں تو بند ہیں، دل بند ہے، کیسے کھلے؟ اس پر کچھ عرض کیا تھا کہ ایک نسخہ تو اس کا یہ بتایا گیا کم گفتن، کم خوردن، کم خفتن ۔ کہ کم کھانا، کم سونا، تو قلت والا نسخہ بتایا تھا۔ دوسرا ترک والا بتایا تھا۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار ایک کتاب لکھی ہے، بزرگوں کے حالات لکھے ہیں، اس میں انہوں نے ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے یہاں بیعت ہونے والوں کو کلاہِ چہار گوشہ دی جاتی تھی، نام بتایا ہے کہ کلاہِ چہار گوشہ، چار کونوں والی ٹوپی، پھر اس کی شرح میں فرمایا کہ یہ چہار ترک کی طرف اشارہ ہوتا کہ ترکِ گفتن، ترکِ خفتن، ترکِ خوردن اور ترکِ اختلاط مع الناس، چار ترک۔ چار چیزیں چھوڑ دو۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا انوکھا، سب سے انوکھا تجربہ بیان فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ صرف ایک چیز کرو بس، اور کسی چیز کے کرنے کی ضرورت نہیں۔

وہ دعوی کے ساتھ فرماتے تھے کہ جو شخص میرے پاس رہے ایک چلہ، جو میں اسے کھلاؤں وہ کھائے، جو پلاؤں وہ پیئے، تو چالیس سے اکتالیسواں دن نہیں آئے گا کہ اس کا دل روشن ہو جائے گا۔

کہیں انہوں نے مثال بھی دی کہ قبر پر کھڑا ہو گا تو صاحبِ قبر کا کیا حال ہے، کس حال میں ہے، ہر چیز اس کے سامنے ہو گی اور ایسا ہی ہوتا تھا۔ بارہا میں نے ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا حبیب اللہ مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قصے بھی سنائے اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

کے واقعات تو بڑے عجائبات سے پر ہیں۔

کہاں تک نگاہ دیکھ سکتی ہے؟

اسی لئے حضرت کے یہاں جو خدام تھے خصوصی، گھر والے، منتظمین، وہ کسی کو ہدیہ لے کر آنے نہیں دیتے تھے۔ کیوں کہ جو لوگ ہدایا لے کر آتے تھے تو حضرت فرماتے کہ اس کو واپس لے جاؤ، آنے والا کہتا نہیں، حضرت قبول فرمالیں۔ اب حضرت کو غصہ آرہا ہے، حضرت فرما رہے ہیں بھئی، لے جاؤ۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے تھے کہ حضرت کو اس میں کچھ نظر آرہا ہے، کوئی چیز حضرت قبول نہیں کر سکتے تھے۔ ہر چیز کی ساری تاریخ حضرت کے سامنے ہوتی تھی۔ اس لئے خدام نے طے کر لیا تھا کہ کوئی چیز کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا، حضرت ہدیہ قبول کرتے ہی نہیں۔ جو خصوصی خدام ہوتے تھے، تو وہی ہدیہ پیش کرتے جس میں سو فیصد ان کو یقین ہوتا کہ یہ بالکل حلال ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی آمیزش نہیں ہے اور بالکل حلال طریقہ سے یہ حاصل کی گئی ہے، تو اس کو لے جا کر پھر حضرت کی خدمت میں وہ پیش کرتے تھے۔

حضرت کے ایک خادم تھے۔ انہوں نے بھینس پال رکھی تھی، حضرت کے یہاں اس کا دودھ آتا تھا، دہی آتا تھا، گھی آتا تھا۔ ایک دن وہ گھی لے کر آئے، حضرت نے اشارہ فرمایا واپس لے جاؤ، تو سمجھ گئے۔ پوچھا کیوں حضرت؟ یہ تو ہمارے گھر سے ہے۔ اشارہ دوسری مرتبہ فرمایا، وہ واپس لے گئے۔ اب ہمیشہ کا معمول ہے، روز ان کے یہاں سے دودھ آتا ہے، حضرت استعمال فرماتے ہیں۔

شام کو جب دودھ آیا، تو وہ دودھ حضرت نے استعمال فرمالیا، اگلے روز آیا، اس کو استعمال فرما لیا۔ دو چار روز کے بعد جب وہ دودھ لے کر جا رہے تھے اندر پہنچانے کے لئے، حضرت نے دور سے اشارہ فرمالیا، ادھر آؤ! کیا ہے؟ عرض کیا دودھ۔ کہا اس کو واپس لے جاؤ۔ انہوں نے کہا بہت اچھا حضرت! سیدھے گئے سامنے حوض ہے، تو وہاں اس کی نالی میں بہا دیا سارا دودھ

اور آکر بیٹھ گئے حضرت کے پیروں میں اور حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! مجھے بتائیے، یہ تو ہمارے یہاں سے تو روز آتا ہے، اور آج کیا ہو گیا اس میں؟

حضرت نے فرمایا نہیں، یہ نہیں پوچھتے۔ انہوں نے کہا نہیں، حضرت بھی اٹھ نہیں سکتے اور میں بھی یہاں سے ٹلوں گا نہیں۔ حضرت کے پیر پکڑ لئے کہ جب تک حضرت بتائیں گے نہیں، میں معلوم کر کے رہوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا، آپ کا اصرار ہے تو سن لو۔ دیکھو، یہ بھینس کے لئے تم نے فلاں دکان سے بھینس کو کھلانے کے لئے دانے خریدے تھے کل اور جیب میں ہاتھ ڈالا تھا، دیکھا کہ پیسے نہیں، بھول گیا، آپ نے اس سے کہا تھا کہ کل دے دوں گا۔ یہ ادھار، جو دانے آپ نے دکان سے خریدے جس کے پیسے اب تک ادا نہیں کئے، تو یہ دانے کھا کر اس کا یہ دودھ بنا ہے۔

وہ فوراً اٹھ کر وہاں سے واپس گئے اور سب سے پہلے دکان پر گئے اور وہ جو حساب تازہ اور پرانا، اس کا باقی ہوگا وہ دانے کا، وہ چکایا اور شام کو پھر واپس دودھ لے کر آئے، تو قبول ہو گیا۔ پھر حضرت نے ان کو دیکھ کر بلایا، فرمایا، ادھر آؤ! فرمایا کہ وہ جو گھی اس دن یہاں سے میں نے واپس کیا تھا وہ کیا کیا؟ فرمایا وہ رکھا پڑا ہوا ہے، دودھ کی طرح اس کے پھینکنے کی تو ہمت نہیں ہوئی۔ پتہ نہیں کہ حضرت کیوں فرما رہے ہیں کہ کوئی چیز اس میں گر گئی ہے کیا بات ہے۔ دودھ کا تو میں نے پوچھ لیا تو مسئلہ حل ہو گیا۔

فرمایا کہ اب اس کا دودھ بھی ٹھیک ہے، دودھ تو آپ لے آئیں، اور اب وہ گھی بھی واپس لے آئیں جو رکھا ہے گھر میں، کیوں؟ کہ آپ نے جو حساب اس کو چکایا ہے تو وہ پچھلا حساب جہاں اس سے دانے خریدے تھے اور جس کو کھا کر یہ گھی بنا تھا اور دہی بنا تھا اور اس سے آپ نے یہ گھی بنایا تھا، اس کے پیسے ادا ہو گئے، تو اب وہ بھی پاک ہو گیا۔ کہاں تک نگاہ دیکھ سکتی ہے! کہاں تک دیکھ سکتی ہے؟

اور واللہ! یہ بالکل سچے واقعات ہیں۔ میں نے وہاں، جب میں لاہور گیا تھا ایک دفعہ

حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سے اصرار ہوا۔ انہوں نے کہا کہ جمعہ ہمارے یہاں پڑھا دیں، میں نے کہا بہت اچھا! وہاں جمعہ کے لئے پہنچے، تو کہا تھوڑی دیر بیان بھی کر دیجئے، میں نے حضرت لاہوری رحمۃ علیہ کے اور ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح کے واقعات سنائے تھے کہ مکہ مکرمہ والوں کو یہ چیز حلال ہے یا حرام؟ اس کے ٹیسٹ کے لئے کسی کو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ عوام انگریزی تو جانتے نہیں تھے۔ ابھی تو ماشاء اللہ آمدورفت بہت ہے، اس زمانہ میں اتنی آمدورفت نہیں تھی، تو جو چیزیں آتی تھیں، کوئی کہتا ہے کہ حلال، کوئی کہتا ہے کہ حرام، تو اختلاف ہوتا تھا۔

مولانا غلام رسول صاحب مالیگاؤں والے جو حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خادم تھے ان کا بیان ہے کہ ہم وہ چیز سامنے لے جا کر رکھتے تھے، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کا اشارہ ہوتا تھا کہ جاؤ، کھالو، استعمال کرلو۔ کبھی فرماتے اس کو پھینک دو۔ تو دیکھتے ہی دور سے فرمادیتے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح۔ ان کے صاحبزادہ کا بھی یہی حال تھا۔

اللہ تبارک و تعالی ہماری آنکھوں کو بھی روشن فرمائے۔ آنکھوں کی بھی ہمیں روشنی عطا فرمائے۔ یہ سب اللہ تبارک وتعالی کا نظام چل رہا ہے، ملائکہ کا نزول اور فتن بھی اتر رہے ہیں اور شرور بھی نازل ہو رہے ہیں۔ خیرات، برکات، انوارات بھی رمضان مبارک کی راتوں میں اترتے ہیں، مگر ہم کچھ بھی نہیں دیکھ پاتے۔ اللہ تبارک وتعالی ہماری اس غفلت کو دور فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں دلِ روشن عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عرض کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں، ابلیس آیا، پکڑ لیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پاس، جیسا کہ احادیث میں خبر دی گئی کہ ہر ایک مرنے والے کے پاس جانے کی اس کو طاقت ہے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس کو پہچان لیا۔

ابھی ہم نے نماز پڑھی اور نماز سے پہلے، ذکر سے پہلے، ہم یہ تہیہ کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں کہ وسوسہ نہ آئے، خیال نہ آئے اور ہم اسی نماز میں رہیں، اسی ذکر میں رہیں، مگر دل اپنا ہی عضو ہے، پھر بھی اس پر ہم قابو نہیں پاسکتے، بھٹک جاتے ہیں، یعنی چند سیکنڈ بھی اچھے نہیں گزرتے۔ تو ہم تو نہیں پہچان پاتے اور نہیں دیکھ پاتے اور سمجھ پاتے کہ ایسا کیوں ہوا؟ مگر ان حضرات نے ابلیس کو دیکھ بھی لیا، سمجھ بھی لیا۔ اور اس پر پھر عرض کیا تھا کہ یہ دل کی روشنی کب ملتی ہے، آنکھیں کیسے بینا ہو جاتی ہیں۔ ہماری آنکھیں تو اندھی ہیں، نہیں دیکھ سکتیں، جھوٹ ہم اپنے آپ کو بینا سمجھتے ہیں، کتنی چیزیں ہیں اللہ کی جو ہم نہیں دیکھ پاتے۔

میں کیا؛ میرا کشف کیا مگر۔۔۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات سنانا شروع کئے تھے کہ حضرت نے دودھ دیکھ کر معلوم کر لیا کہ ادھار قرض لیا ہوا ہے، واپس لے جاؤ۔ گھی واپس کر دیا، پھر جب پیسے ادا ہوئے تو فرمایا کہ وہ گھی بھی لے آؤ۔ ان کو تو یاد بھی نہیں رہا، لانے والے کو کہ میں نے اس کے پیسے بھینس کے چارہ کے، ادا کر دیئے، وہ بھی پاک ہو گیا۔

اسی لئے ایک مرتبہ مودودی صاحب کی تحریر کے بارے میں کوئی اختلاف چلا، تو ہمارے صوفی جی، صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، حضرت نے

پوچھا کہ ایک بات آپ سے پوچھنی تھی کہ داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تو معروف جگہ پر ہے، لیکن اس کے بالکل برعکس، مزار سے کافی دور، جہاں بس اڈہ ہے، فرماتے ہیں کہ وہاں مجھے ایک بزرگ ملے، سلام کیا، مصافحہ کیا اور اپنا تعارف کرایا کہ میں سید علی ہجویری ہوں۔

میں بڑا خوش ہوا کہ حضرت نے کرم فرمایا، صدیوں پہلے انتقال ہو چکا تھا، دفن ہو چکے، مجھ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ پھر غرض بتائی کہ یہ میں آپ کو بتانے کے لئے آیا ہوں کہ جس جگہ میرا مزار معروف ہے وہ میرے ہم نام علی ہی نام کے کوئی اور بزرگ ہیں، ان کا ہے اور میرا مزار تو فلاں جگہ، یہ جو بس اڈہ ہے اس کے قریب اس جگہ پر ہے، جگہ کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا علی میاں صاحب سے پوچھا کہ میں کیا، میرا کشف کیا؟ لیکن یہ آپ تاریخ داں ہیں، تاریخ کی روشنی میں اس مکاشفہ کی کوئی حیثیت ہے؟

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت! بالکل صحیح۔ تاریخ کی روشنی میں یہ جو جہاں مزار بتایا جاتا ہے، اس کی ہمیں ہزاروں تاویلیں کرنی پڑتی ہیں کہ لکھا ہے صاف صاف کہ آپ کا مزار دریا کے کنارہ پر ہے۔ یہاں تو دریا نہیں ہے، وہاں سے دریا کافی دور ہے۔ تاویل کرتے ہیں کہ کسی زمانہ میں یہاں رہا ہوگا اور پھر بعد میں بہاؤ اس کا تبدیل ہو گیا ہوگا۔ صدیوں میں ایسا ہوتا ہے۔ لیکن یہ جو آپ نے جس جگہ بتایا کہ یہاں مزار ہے، اس کے قریب تو دریا ہے، بالکل صحیح ہے۔ حضرت لاہوری نے فرمایا جزاکم اللہ، جزاکم اللہ۔ پھر فرمایا میں کیا، میرا کشف کیا!

لیکن ہمارے سلسلہ کے بزرگوں کا یہ حال ہے کہ ان کی بصیرت اس قدر تیز، کہ ان کے سامنے ایک مسلمان کو ہندوانہ لباس پہنا دیا جائے، دھوتی پہنائی جائے، اس کے چوٹی بنادی جائے، اور اس کے ماتھے پر ٹیکا کر دیا جائے چندن کا، اور اس کے بالمقابل کسی ہندو کو اسلامی لباس پہنا دیا جائے اور دونوں کی تصویریں لی جائیں اور پھر وہ تصویر ہمارے بزرگوں کے سامنے کی جائے، تو وہ آنکھیں بند کر کے بتادیں گے کہ یہ مسلمان ہے، یہ ہندو ہے۔

یہ تو حضرت صوفی اقبال صاحب نے خود سنا تھا حضرت کی زبانی کہ وہ فرماتے تھے کہ ہمارے بزرگوں کی بصیرت کا یہ حال ہے۔ لیکن ابھی بنوری ٹاؤن کے مہتمم صاحب، ڈاکٹر حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر یہاں تشریف لائے تھے، کسی زمانہ میں جب ہم مصر میں تھے اوجز کی طباعت کے سلسلہ میں تو یہ وہاں ہماری پروف کی تصحیح میں مدد بھی کیا کرتے تھے۔ تو ابھی اس سفر میں گھر تشریف لائے، تو اس طرح کی گفتگو چلی۔

حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا اکٹھے سرکاری میٹینگ میں جانا ہوا، وہاں دو تصویریں لگی ہوئی تھیں جس طرح سرکاری دفاتر میں ہوتی ہیں۔ حضرت بنوری کا بیان ہے کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تصویر کی طرف اشارہ فرمایا، فرمایا کہ اس میں ایمان ہے، اور اس میں نہیں ہے۔

وہ جاریہ؟

اسی لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں کسی موقع پر بیعت ہو رہی تھی۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ بھی پہنچے، جب بیعت ہوتی تھی تو وہ سب باری باری آتے تھے، جس طرح مصافحہ کرتے ہیں، بیعت کے لئے مصافحہ کرتے، **قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ**، یارسول اللہ! میں نے یہ جو، جس کام پر آپ بیعت لے رہے ہیں، اس پر میں نے آپ سے بیعت کی۔ الگ الگ کاموں کے لئے بیعت لی جاتی تھی۔

جب اس صحابی کی باری آئی اور انہوں نے ہاتھ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک دینے کے بجائے نیچے رکھ دیا اور چپکے سے کان میں فرمایا کہ وہ جاریہ؟

ہوا یہ تھا کہ وہ صحابی رضی اللہ تعالی عنہ گزر رہے تھے۔ دیکھا کہ کسی گھر میں کام کرنے والی کوئی جاریہ، نوکرانی، باندی تو جس طرح عام مزدور کا ایک حال ہوتا ہے تو ان کی بیچاروں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، کوئی بے عزتی کرلے، کوئی چھیڑ لے، کون سنے گا ان کی؟ وہ جاریہ باندی گزر

رہی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ انسان ہیں، بشر ہیں، گناہ اور خطا، گناہوں سے وہ مبرّ اٗ اور پاک نہیں ہیں، لیکن حق تعالی شانہ نے ان سے گناہوں کے صدور سے پہلے ہی ان کو سرٹیفکٹ دے دیا، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ، اور پوری فہرست گنوائی ﴿وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُھٰجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡھُمۡ﴾ کہ تمام کے تمام صحابہ کرام جو کچھ کریں گے، یہ اللہ کو معلوم تھا کہ آئندہ ان چیزوں کا صدوران سے ہوگا، پھر بھی پہلے ہی سے پروانہ دے دیا ان کو کہ میں ان سے راضی ہوں۔ پھر ان کا یہ صحابی ہونے کا شرف اتنا بڑا ہے، اتنا بڑا ہے کہ یہ سب معاف ہو جائے گا، دریائے عفو ورحمت کے ایک غوطہ سے یہ سب دھل جائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ سب کچھ معاف، پچھلا بھی اور اگلا بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بیعت کے لئے انہوں نے ہاتھ بڑھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اٹھتا نہیں ہے اور چپکے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باندی والا قصہ؟

راستہ میں گزرتے ہوئے باندی کو دیکھا، اچھی لگی۔ ذرا پیچھے سے ایک تھپڑ، باندی کو انہوں نے مار دیا۔ وہ بیچاری چلی گئی۔ اس نے بھی سوچا کہ ہمیں تو لوگ چھیڑتے ہی رہتے ہیں، نہ کسی سے کوئی شکوہ، نہ شکایت، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرکت کو ان کے ہاتھ میں دیکھ لیا۔ جیسے ہی ہاتھ بڑھا، فرمایا وہ جاریہ؟ باندی؟ صحابی فوراً رو پڑتے ہیں۔ اقرار کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! اب سے توبہ کرتا ہوں۔ ابھی، اب کبھی ایسا نہیں کروں گا، جیسے ہی دستِ مبارک سامنے ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ اس میں یہ گناہ ہے۔ فلاں گناہ کی طرف یہ ہاتھ بڑھا ہے۔

قبرِ اطہر سے رہنمائی

ہمارے سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ ہیں، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے یہاں جب ساتویں بیٹی ہوئی، ساتویں مرتبہ تو بیٹے کی تمنا ہوتی ہی ہے، لیکن ساتویں مرتبہ بھی جب بیٹی آئی، تو خود بیوی نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ آپ کو میری طرف سے اجازت ہے، آپ دوسرا نکاح کرسکتے ہیں، آپ کو بیٹے کی تمنا ہے، میں آپ کو اجازت دیتی ہوں کہ آپ نکاح کر لیجئے۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے بیوی سے کہا کہ اچھا سوچیں گے، استخارہ کریں گے۔ استخارہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہیں دوسرا نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، دوسرا نکاح مت کرو۔ اللہ تبارک وتعالی اسی سے تمہیں بیٹا دے گے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ، اپنے دستِ مبارک میں لیا اور اس پر لکھا، ح ح ح، تین ح۔

صبح اٹھے، بیوی کو خواب سنایا۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالی نے پھر امید دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پوری ہوئی۔ اللہ تعالی نے بیٹا دیا۔ ایک آیا، دوسرا آیا، تیسرا آیا۔ انہوں نے اسی کے مطابق ایک کا نام رکھا حامد، ایک کا حمید اور ایک کا حماد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ اطہر میں ہیں، صدیوں بعد ایک جوڑا پریشان ہے بیٹے کے لئے۔ کیسے ملاحظہ فرما لیا قبرِ اطہر سے اور ان کی رہنمائی فرمادی کہ تم دوسرا نکاح مت کرو، بلکہ اللہ تبارک وتعالی تمہیں اسی سے دیں گے۔

جس طرح وہ سانپ والا قصہ سنایا تھا کہ وہ سلائی سانپ کی آنکھ میں لگائی اور آنکھوں میں پھیری تو یہ سلسلہ اس طرح منتقل ہوتا ہے، تو جس طرح ان کی اسکین (scan) والی آنکھ ہوگئی، سب کچھ نظر آرہا تھا۔ تو اسی طرح ہمارے روحانی سلاسل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اب تک یہ روحانی بصیرت، ایمانی فراست منتقل ہوتی چلی آئی ہے، یہ جن آنکھوں نے ان بزرگوں کو دیکھا، انہوں نے جن کو دیکھا، انہوں نے جن کو دیکھا، یہ بیعت کا ہمارا جو سلسلہ ہے، سلسلہ کہتے ہیں کڑی کو، چین (chain)، تو پوری ایک چین ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ تو اس سے یہ دولت

بھی، سلسلہ کے قواعد، ضوابط، احکام اور معمولات کی طرح سے یہ چیز بھی منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔

خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

تونسہ شریف، پاکستان میں ایک جگہ ہے، پنجاب میں، وہاں ایک بزرگ تھے۔ دارالعلوم کی مسجد و درسگاہ کی تعمیر کے لئے ابھی کھودائی ہو رہی تھی، اس وقت تشریف لائے تھے حضرت مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیعوں کے خلاف بڑا زبردست کام تھا ان کا۔ بڑا وسیع مطالعہ، بڑا گہرا مطالعہ، پورے پاکستان میں، بالخصوص پنجاب میں بڑا کام کیا۔

وہیں کے، تونسہ شریف کے خواجہ سلیمان تونسوی ایک بزرگ گزرے ہیں، وہ اپنے پیرومرشد سے ملنے جاتے ہیں بورہ شریف۔ وہ بیمار تھے جب وہاں پہنچے۔

یہ بزرگوں کے جو خدام ہوتے ہیں، عوام کو ان سے شکایت رہتی ہے کہ یہ خواہ مخواہ آڑ بن جاتے ہیں، ملنے نہیں دیتے۔ لیکن خدام بے چارے مجبور ہوتے ہیں، آرام کے بھی اوقات ہوتے ہیں۔ انہوں نے جا کر بتایا کہ میں فلاں جگہ سے آیا ہوں، میرا نام یہ ہے اور حضرت صاحب سے ملنا ہے تو خادم نے کہا کہ نہیں، ابھی تو آرام کا وقت ہے۔

خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کیا، تو خادم نے کہا کہ نہیں، ابھی نہیں مل سکتے۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ ابھی بس کا وقت ہو رہا ہے اور مجھے واپس جانا ہے، انہوں نے کہا کہ اچھا بھائی، میں تو واپس جاتا ہوں، اور ایک قرآن شریف وہ لائے تھے، خادم سے کہا کہ یہ آپ کو ہدیہ ہے اور ایک جیبی گھڑی دی کہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔ دونوں چیزیں آپ رکھ لیں، اب چیزیں دونوں خادم نے رکھ لیں۔

اس کے بعد خادم نے سوچا کہ بری بات ہے کہ بیچارے اتنا ہدیہ دے کر جا رہے ہیں اور سوچیں گے کہ ملنے نہیں دیا۔ انہوں نے کہا ذرا ٹھہرو، میں اندر جاتا ہوں۔ اندر جا کر جیسے ہی کہا کہ کوئی مہمان ہیں، فرمایا منع نہیں کیا تھا؟ کہا کہ نہیں حضرت! منع تو کیا تھا، مگر وہ اصرار کر رہے

تھے۔ فرمایا اصرار نہیں، تو نے رشوت لی ہے۔ کہا نہیں حضرت! کوئی رشوت نہیں لی۔ اللہ کی شان کہ وہ جو گھڑی تھی جیبی الارم والی، اب وہ بجنا شروع ہوا الارم۔

اب حضرت نے کیسے رشوت دیکھ لی کہ یہ خادم جو بے وقت، جو ملاقات کا وقت نہیں ہے کسی سے ملنے کی، سفارش کرنے پہنچ گیا۔

کتنی نظر آر پار دیکھ سکتی ہے، اور نظر نے تو دیکھ لیا، بلکہ خادم نے جب انکار کیا کہ نہیں، حضرت! کوئی رشوت نہیں لی، تو اب تصرف شروع ہوا، کرامتوں میں تصرف ہوتا ہے، تو تصرف شروع ہوا۔ اور خود ہی بغیر الارم کے وہ بجنی شروع ہوگئی۔

اب وہ بیچارہ دیہاتی خادم، اس کو پتہ ہی نہیں، کہاں سے میں اس کو بند کروں۔ خواجہ سلیمان پیچھے قصہ سن کر حیرت میں ہیں، حضرت بھی ہنس رہے ہیں اور خواجہ سلیمان جو ملنے کے لئے آئے تھے وہ بھی ہنس رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی ہماری نظر کو صاف کرے، ہمارے قلب کی آلودگیوں کو دور فرمائے جو گناہوں سے پردے پڑے ہوئے ہیں ہمارے نگاہوں پر، ہمارے دلوں پر اللہ تبارک وتعالی ان پردوں کو ہٹا دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ابن وہب مالکی کی روایت سے سنائی تھی کہ آخر زمانہ میں **سَیَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ مَسَاکِیْنُ یُقَالُ لَھُمُ الْغُنَاۃُ**، کہ آخر زمانہ میں کچھ مالدار لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جو نہ وضو کریں گے **لَا یَتَوَضَّؤُوْنَ لِصَلٰوۃٍ وَّلَا یَغْتَسِلُوْنَ مِنْ جَنَابَۃٍ**، نہ غسلِ جنابت کی پرواہ کریں گے۔

فراست کا انتقال

اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک نے ڈیڑھ ہزار برس بعد آخر زمانہ میں جو فتنے وقوع پذیر تھے ان سب کو دیکھ لیا۔ اور اس کی تصدیق کے طور پر بریڈفورڈ کے ایک مولانا صاحب کا چشم دید واقعہ آپ حضرات کو بتایا تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ سارے سفر میں پریشانی ہی رہی۔ میں دیکھتا رہا کہ یہ شخص وضو تو کرتا ہی نہیں، ویسے ہی نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ میں نے اس پر تاریخی قصے بتائے کہ یہ فراست منتقل ہوتی رہی۔

امام شاطبی قرأت کے بہت بڑے امام ہیں، حدیث کے بھی ائمہ میں سے ہیں۔ ان کا درسِ حدیث بڑی شان کا ہوا کرتا تھا۔ طلبہ اس کی کوشش کرتے تھے کہ آج میں عبارت پڑھوں گا، رات سے درس گاہ میں پہنچ جاتے تھے تاکہ جب حضرت مسندِ حدیث پر تشریف لائیں اور ارشاد ہو **فَلْیَقْرَأِ الْأَوَّلُ** کہ جو پہلے نمبر پر درس گاہ میں آیا ہے، وہ پڑھنا شروع کرے، یہ شرف مجھے حاصل ہو۔ روز یہ مسابقہ ہوتا تھا، ان کے شاگردوں میں دوڑ لگی رہتی تھی۔

لیکن ایک دفعہ ہزاروں کے مجمع کو بڑا تعجب ہوا کہ روزمرہ کا حضرت کا معمول تو یہ تھا کہ تشریف لائے اور فرمایا **فَلْیَقْرَأِ الْأَوَّلُ** کہ جو پہلے نمبر پر پہنچا ہے، وہ پڑھنا شروع کرے۔

مگراس کے برعکس حضرت نے ارشاد فرمایا فَلْیَقْرَأِ الثَّانِیُ کہ جونمبر دو پر آئے ہیں، وہ پڑھیں۔اب مجمع کو بھی بڑا تعجب ہوا، اور جو اول نمبر آکر بیٹھے تھے، ان کی پیر تلے سے زمین نکل گئی کہ وہ یہ شرف حاصل کرنے کے لئے کہ میں آج عبارت پڑھوں، اور حال یہ تھا کہ ان کے ذمہ غسلِ جنابت تھا، غسل کئے بغیر ہی بھاگے ہوئے آئے اور بیٹھ گئے کہ غسل بعد میں ہوتا رہے گا۔ یہ تو قرأت حدیث ایک نفل عبادت ہے، اور کس کو جنابت کا پتہ چلے گا؟

مگر کیسی نگاہ؟ طالب علم نے اب سوچا کہ اور کسی کو پتہ ہو نہ ہو، لیکن حضرت کو تو معلوم ہوگیا۔اب بیٹھے رہنا بڑی رسوائی کی بات ہے، اچھا نہیں ہے، اور ویسے بھی لوگ استنجاء کے لئے اٹھتے رہتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد یہ اٹھ کر گئے، جلدی جلدی پانی ڈالا اور غسل کر کے واپس پہنچ گئے۔

جیسے ہی آکر اپنی جگہ بیٹھتے ہیں اور جو دوسرے نمبر والا عبارت پڑھ رہا تھا، اس کی حدیث جیسے ہی ختم ہوتی ہے، پھر استاذ محترم ارشاد فرماتے ہیں فَلْیَقْرَأِ الْأَوَّل غسلِ جنابت کئے بغیر بیٹھ گئے تھے، یہ بھی پتہ ہے۔ اب پاک ہوکر آئے ہیں، یہ بھی معلوم ہے۔کیسی فراست؟ وہ سانپ کی سلائی کی طرح سے، کیسے یہ فراست سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد والوں میں منتقل ہوتی رہی؟

حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی اس فراست اور کشفِ باطنی کا بڑا زور تھا۔اسی لئے یہ جو ہم وضو کرتے ہیں اس کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آدمی ہاتھ دھوتا ہے، جو ہاتھ کے چھوٹے گناہ ہوتے ہیں، گناہِ صغیرہ وہ دھلتے ہیں۔ اور اگر اس وقت اس نے سنت کے مطابق وضو شروع کیا ہے اور دعائیں پڑھتے وقت توبہ کا استحضار بھی ہے، استغفار بھی دل سے ہے، تو کبائر بھی معاف ہوتے ہیں اور دھلتے ہیں۔ جو ہاتھ

نے بڑے گناہ کیئے وہ بھی دھلتے ہیں، اگر توبہ نہیں ہے، تو کم از کم اس پانی کے گرنے سے اتنا تو ہوگا کہ صغائر اس سے ضرور دھلیں گے۔ پھر جب کلی کرے گا تو زبان نے جو بے اعتدالی کی ہے، جو گناہ کیئے ہیں، وہ دھلیں گے۔ ناک سے بھی دھلتے ہیں، اس سے بھی گناہ ہوتے ہیں، کسی کی خوشبو اچھی لگنا، کسی کی بری لگنا۔ اسی طرح آنکھوں کے گناہ، تمام اعضاء کے، اعضاءِ وضو کے گناہ پانی کے ساتھ دھلتے رہتے ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی جگہ تو ارشاد فرمایا کہ ۱) یہ وضو کا پانی طاہر بھی ہے، مطہِّر بھی ہے، کہ پاک بھی ہے آپ اس کو دوبارہ استعمال بھی کر سکتے ہیں، دوسری چیز کو پاک بھی کر سکتا ہے، ۲) دوسرے یہ کہ یہ جو غُسالہ ہے اور وضو کا پانی ہے، یہ مطہر تو نہیں ہے، صرف پاک ہے۔ دوسری چیز اس سے پاک نہیں ہو سکتی، اس میں اتنی طاقت نہیں۔ ۳) اور کبھی اور نیچے آ کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو طاہر مطہر تو کیا ہوگا، یہ تو نجاستِ خفیفہ ہے، ناپاک ہے یہ پانی۔ ۴) اور چوتھا قول ہے کہ حضرت نے ایک مرتبہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ نجاستِ غلیظہ ہے۔

ایک ہی امام کے ایک ہی چیز کے بارے میں چار متضاد اقوال کیوں؟ یا تو وضو کا پانی پاک ہوگا یا ناپاک ہوگا۔ اور اس کے بھی سب مراتب حضرت نے الگ الگ بیان فرمائے، الگ الگ فتوے دیئے۔ ایک میں یہ کہ پاک ہے اور پاک بھی کر سکتا ہے، دوسرے میں پاک نہیں کر سکتا، پھر پاک ہے۔ تیسرے میں ہے کہ نجاستِ خفیفہ ہے اور چوتھے میں ہے کہ نجاستِ غلیظہ ہے۔

حضرت کے تلامذہ نے اس کی تشریح فرمائی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل میں بات یہ تھی کہ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کسی کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تھے، حضرت کو اس پانی میں گناہ دھلتے نظر آتے تھے، جو حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ گناہ دھلتے ہیں، اس کو دیکھ کر حضرت ارشاد فرماتے تھے، اب جیسا ۱) وضو کرنے والا اگر کسی بہت نیک انسان کا غُسالہ حضرت نے دیکھا، جو چھوٹے اور بڑے گناہوں سے بالکل پاک صاف ہے اور وہ وضو کر رہا ہے، جب حضرت نے اس کے متعلق فرما دیا کہ یہ پانی دوبارہ استعمال کیا جا سکتا ہے کہ طاہر بھی ہے، مطہر بھی ہے۔

۲) کسی نے اگر مکروہات کا ارتکاب کیا ہے، بڑے گناہ اس میں نہیں، حضرت نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ مطہر تو نہیں رہا لیکن طاہر ہے، پاک ہے۔ اگر کپڑے پر لگ جائے، تو کوئی حرج نہیں۔

۳) اور کسی وضو کرنے والے کو دیکھا کہ اس کے صغائر اس میں دھلے ہوئے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ یہ نجاستِ خفیفہ ہے۔

۴) اور کسی وضو کرنے والے کے گناہ ملاحظہ فرمائے کہ کبائر اس میں نظر آرہے ہیں، تو فرمایا کہ یہ تو نجاستِ غلیظہ ہے۔ ذرا سا بھی لگ گیا کپڑے پر، تو وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔

کیسی فراست اللہ تبارک وتعالی نے ان حضرات کو عطا فرمائی کہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منتقل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو ہو گیا، لیکن فوراً چوری پکڑی گئی پیچھے والوں کی مَا بَالُ أَقْوَامٍ لوگوں کو کیا ہو گیا، اچھی طرح وضو نہیں کرتے؟ اللہ تبارک وتعالی ہماری ستاری فرمائے۔

علامہ اقبال صاحب کی دعا

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
و گر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

دنیا میں جس طرح پردے فاش ہو جاتے ہیں، وہاں آخرت میں عَلٰی رُؤُوْسِ الْأَشْهَادِ ساری مخلوق کے سامنے رسوائی سے اللہ تبارک وتعالی ہماری حفاظت فرمائے۔

اسی لئے علامہ اقبال نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بارگاہِ ایزدی میں درخواست کی، اللہ عز وجل سے دعا کرتے ہیں کہ الٰہی! اول تو میری درخواست یہ ہے کہ تو میرا حساب ہی نہ

لے،لیکن اگر لینا ضروری ہے، اگر حساب ناگزیر ہے کہ اگر تجھے میرا حساب لینا ہی ہے، تو پھر

ازنگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

درخواست کرتے ہیں کہ الٰہی ! بڑی رسوائی ہوگی، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میں اذیت اور ایذاء کا میں سبب بنوں گا۔ میری وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی تکلیف ہوگی اور ساری دنیا کے سامنے کتنی بڑی میرے لئے رسوائی ہوگی۔ اس لئے اول تو میری درخواست یہ ہے کہ حساب نہ لے، مجھ گنہگار کا کیا حساب، ایسے ہی معاف کر دے۔ لیکن اگر تجھے حساب لینا ہے، تو پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپ چھپا کر میرا کہیں الگ سے حساب لے لینا۔

و گر بینی حسابم نا گزیر

از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اللہ تبارک وتعالی رسوائی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ ہمیں ظاہری پاکیزگی بھی نصیب فرمائے، اعضاء کی طہارت کی بھی توفیق عطا فرمائے، باطن اور قلب کی طہارت کی بھی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع میں عرض کیا تھا کہ ہم ہمارے دلوں کو دیکھتے ہیں کہ بالکل بند ہیں، اب کیسے دل کا دروازہ کھلے، دل کی آنکھ کھل جائے، بتایا تھا کہ اس میں صوفیاء کے مختلف اقوال ہیں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ سنایا تھا کہ دعوی تھا کہ جو میں کھلاؤں وہ کھائے، جو پلاؤں وہ پیئے چالیس دن، تو اس کا دل روشن ہو جائے گا۔ مراد ان کی یہ کہ جو لیبارٹری میں ٹیسٹ کیا ہوا ہو، ان کی اپنی لیبارٹری کا ٹیسٹ کیا ہوا کھائے پیئے۔ اسی لئے دودھ واپس کیا، گھی واپس کیا، پھل واپس کیئے، پھل کا بھی قصہ ایک دفعہ سنایا تھا، لمبا ہے۔

پھر دوسرا نسخہ بتایا تھا کہ کسی نے کہا کہ

چشم بند وگوش بند و لب ببند
وگر نہ بینی نورِ حق بر ما بخند

کہ آنکھ، کان اور لب زبان، تینوں کو بند رکھو، تب دل سے تمہیں نورِ حق نظر آئے گا، دل روشن ہو جائے گا، دل کی آنکھ کھل جائے گی۔

تیسرا نسخہ بتایا تھا ترک والا، کلاہِ چہار گوشہ، چار کلیوں والی ٹوپی کہ ترک کی طرف یہ اشارہ ہے۔ چار چیزوں کو ترک کیا جائے، ترکِ خوردن، ترکِ خفتن، ترکِ گفتن، ترکِ اختلاط۔

اور اس میں تھوڑی سی ترمیم کر کے زمانہ کے اعتبار سے ہم پر رحم کھا کر کسی نے اس میں ترمیم کی کہ ترک تو نہیں کر سکتے، بالکلیہ کھانا، پینا، سونا تو ہم چھوڑ نہیں سکتے، ہاں اس میں کمی کر دو، کم گفتن، کم خوردن۔ چاروں چیزوں میں کمی ہونی چاہیئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق اور اپنے تجربہ کے اعتبار سے آٹھ چیزیں

بیان فرمائیں: دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ خلوت، دوامِ سکوت، دوامِ ذکر، دوامِ نفیِ خواطر، دوامِ ربطِ قلب بالشیخ اور دوامِ ترکِ اعتراض بر خدائے باری تعالی۔ کُل آٹھ چیزیں انہوں نے بیان فرمائیں کہ ان چیزوں کی مداومت کی جائے ہمیشہ کے لئے، ساری عمر کے لئے، ہر لمحہ کے لئے، تب جا کر یہ برسوں کے گناہوں سے جو غلاف دل پر چڑھے ہیں، وہ کھل سکتے ہیں ان چیزوں کی مداومت سے پردے کھل جائیں گے۔

دوامِ طہارت

سب سے پہلی چیز بیان فرمائی دوامِ طہارت۔ طہارت کے لئے گذشتہ کل بھی بتایا تھا کہ دل کی آنکھ جب کھل جاتی ہے، امامِ شاطبی نے طالبِ علم کو جنابت کے غسل کی ضرورت ہے، اُسے دیکھ لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے والے مُصلّی ٹھیک سے وضو نہیں کرتے، ملاحظہ فرمالیا۔ اسی لئے جنیدِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلی چیز ہے طہارت۔

اب یہ طہارت، ہر ایک عضو کی ایک مستقل طہارت ہے اس کو ملخص کر کے چند چیزوں میں الگ الگ طور پر بیان کیا گیا۔

شاہ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ گزرے ہیں، شاہ رکن الدین، ملتان میں۔ کسی زمانہ میں ملتان بڑا دینی، علمی، دنیوی، سیاسی اعتبار سے بادشاہوں کا بڑا مرکز رہا ہے۔

جیسے بتایا تھا کہ سہارنپور دیوبند کے متعلق وہاں کے عوام از راہِ مزاح کہتے ہیں کہ تین میم کی یہاں کثرت ہے، مولوی، مچھر، مکھی۔ آخری دو کی کثرت گنّے کی وجہ سے، اور پہلے کی مدرسہ کی وجہ سے ہے۔ دارالعلوم کی وجہ سے جدھر دیکھو ادھر ٹوپیاں نظر آئیں گی، مولوی نظر آئیں گے۔

ایسے ہی ملتان کے متعلق گاف مشہور ہے۔ وہاں کا گرد، ہوائیں چلتی ہیں، غبار اٹھتا رہتا

ہے، کہتے ہیں چند دن تو ایسے آتے ہیں کہ محل ہوگا، چاروں طرف سے بند ہوگا، تب بھی نہ معلوم کس طرح وہ ہوا چلے گی۔ وہاں ہر چیز میں گرد اور غبار پہنچ جائے گا۔ دوسرا گدا، اور تیسرا گورستاں۔

گدا کی کثرت سے مراد فقراء سائلین مراد ہیں۔ شاید کسی زمانہ میں دیگر مقامات کے مقابلہ میں رہی ہوگی۔ اور اگر فقراء سے مراد زہاد تارکین دنیا مراد ہیں، تو تب تو اشکال ہی نہیں۔ شاید اسی التباس سے بچنے کے لئے اب بعض ملتانی حضرات گدا کے بجائے گرما کا ذکر کرتے ہیں کہ وہاں کا گرما نہایت شیریں ہوتا ہے۔

وہاں کے ایک گورستاں میں حاضری ہوئی، ہم نے بھی ان بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ، ان کے والد محترم حضرت شاہ صدر الدین، ان کے والد ماجد حضرت شاہ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ۔

سہروردیہ سلسلہ کے جو بانی ہیں، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا جگہ جگہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا سہروردی سلسلہ کا اور ان کے بزرگوں کا، اس کے بانی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان کے اکابرِ خلفاء میں سے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے پوتے شاہ رکن الدین ہیں۔

ظاہر ہے بڑے گدی نشین تھے، بڑے روحانی مرکز کو وہاں سنبھالے ہوئے تھے۔ جیسا بار بار زبان پر آجاتا ہے کہ حکومتوں سے یہ تجمع نہیں دیکھا جاتا۔ دو چار آدمی اکھٹے ہوئے، فوراً اس کا تجسس شروع ہوجائے گا کہ کیا بات ہے؟

حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جمعہ پر بڑا اجتماع ہوتا تھا، دور دور سے مخلوق جمع ہوتی تھی۔ بادشاہِ وقت غیاث الدین تغلق پوچھتا ہے مولانا ظہیر الدین سے کہ لوگوں میں ان کی کرامات بڑی مشہور ہیں، آپ نے بھی کوئی کرامت دیکھی ہے؟

مولانا ظہیر الدین فرماتے ہیں کہ اس سے بڑی کرامت کیا ہوسکتی ہے کہ بغیر کسی تداعی کے،

بلانے کے، دور دور سے جمعہ پر یہ ساری مخلوق آ کر اکھٹی ہو جاتی ہے۔ میں تو اسی کو ان کی سب سے بڑی کرامت سمجھتا ہوں۔ بھرے دربار میں بادشاہ نے پوچھا تو اس کا مناسب جواب دینا پڑا، لیکن دل میں پھر بھی خلش اور اعتراض باقی تھا۔

وہ خود فرماتے ہیں اپنے متعلق کہ میں نے وہاں تو رعایت میں یہ جواب دے دیا کہ یہ ہی ان کی سب سے بڑی کرامت معلوم ہوتی ہے کہ لوگ اتنے دور دور سے کیوں ان کے پاس دوڑے چلے آتے ہیں، کھنچے چلے آتے ہیں، لیکن میں نے دل میں سوچا کہ ممکن ہے کہ اس کی وجہ اور اس کا سبب اور اس کی علت بزرگی نہ ہو، بلکہ اور کوئی وجہ ہو کہ عملیات جانتے ہوں اور تسخیر کا ان کے پاس عمل ہو۔ اس کی وجہ سے لوگ دام میں پھنس جاتے ہیں، عملِ تسخیر کی وجہ سے مسخر ہو جاتے ہیں۔

سوچا کہ کبھی چل کر ان کا امتحان لینا چاہئے۔ پھر میں نے ارادہ کر لیا کہ چلو، کل ہی میں جاؤں گا اور ان سے میں شریعت کے احکام پر گفتگو کروں گا کہ شریعت میں یہ جو احکام ہیں ان کے علل اور ان کے اسباب کیا ہیں؟ اس کا ریزن، ہر حکم کا کیا ہے؟

میں نے پہلے ہی بتایا تھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بڑی تفصیلی ابحاث ہیں۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کی مستقل کتاب ہے المصالح العقلیۃ، عقلی وجوہ حضرت نے بیان فرمائیں کہ شریعت کا یہ حکم ایسا کیوں ہے؟ انہوں نے سوچا کہ میں کل جا کر حضرت سے پوچھوں گا کہ یہ وضو میں جو کلی کرائی جاتی ہے، ناک میں پانی ڈالتے ہیں اس کی کیا ضرورت؟ اور یہ حکم کیوں؟

فرماتے ہیں کہ میں صرف یہ سوچ کر کے سویا۔ رات کو خواب میں حضرت شاہ رکن الدین کی زیارت ہوئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں ان کے یہاں پہنچا، تو وہ کوئی چیز لائے، آنے والے مہمان کے اکرام میں حلوہ پیش کیا، وہ میں نے کھایا۔

کہتے ہیں کہ صبح جب میری آنکھ کھلی، اس کے بعد بھی اس کی لذت سارا دن محسوس کرتا رہا، کوئی عجیب وغریب قسم کی چیز انہوں نے کھلائی۔ وہ حلوہ کیا تھا، ایک نادر شئ، انسان جس کی

لذت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں کہ اس خواب سے بھی میں متاثر نہیں ہوا، میں نے اپنے دل کو سمجھایا کہ بہتیرے لوگ روز خواب دیکھتے رہتے ہیں، شیطان بھی کبھی خواب میں اس طرح کے خواب دکھا دیتا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خواب کا کیا اعتبار؟ اور میں اپنے دل میں ان کی شان میں، اعتراض لے کر ان کی خدمت میں پہنچا۔

جیسے ہی حاضری ہوئی اور زیارت ہوئی، مصافحہ کے بعد انہوں نے استقبال کرتے ہوئے فرمایا کہ بہت اچھا ہوا مولانا! آپ تشریف لے آئے۔ میرا جی چاہتا تھا کہ کسی کے ساتھ کوئی علمی گفتگو کی جائے، میں ایسے ہی کسی آدمی کی تلاش میں تھا۔ اچھا ہوا، آپ تشریف لائے، تشریف رکھئے۔

اور یہ فرما کر انہوں نے شروع کیا کہ اللہ تبارک وتعالی نے ہمیں کیسی مزّکی مصفّٰی، کیسی پاکیزہ شریعت عطا فرمائی کہ اس کے کسی حکم پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

مثلاً ہم وضو کرتے ہیں، سب سے پہلے فرمایا گیا کہ چلو بھرو، ہاتھ میں پانی لو اور ہاتھ دھوؤ۔ پھر ترتیب میں شریعت کہتی ہے کہ چلو بھر کر کلی کرو، جو دل میں رات کو انہوں نے سوچا تھا، ان کے دماغ سے وہ بزرگ پڑھ رہے ہیں، نگاہ دماغ کے خزانہ تک جارہی ہے کہ ان کے لوحِ دل پر کیا اعتراضات لکھے ہوئے ہیں، فرماتے ہی جارہے ہیں۔

فرمایا کہ اس کے بعد حکم ہوتا ہے کہ چُلّو ایک اور لو اور ناک میں ڈالو۔ تو کوئی احمق اور جاہل ہوگا، وہ سوچے گا کہ یہ ایسا کیوں ہوگا۔ حالانکہ عین عقل کے مطابق ہے کہ شریعت نے وضو اور طہارت کے لئے ہمیں اس کا پابند کیا ہے کہ ہم پاک پانی استعمال کریں اور پاک پانی وہ ہوتا ہے کہ جس میں یہ اوصافِ ثلاثہ ہوں۔ اس کے معلوم کرنے کی یہ ترتیب ہے۔

سب سے پہلے اس کا رنگ، تو اس لئے حکم ہوا کہ پہلے ہاتھ میں چلو جب بھرے گا، تو وضو کرنے والا دیکھے گا اس کا رنگ کیا ہے۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ پھر بو اور مزہ ہے۔ تو کلی کرے گا

تو مزہ معلوم ہو جائے گا کہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ ناک میں ڈالا، تو ویسے ہی دور سے اگر کسی کی سونگھنے کی طاقت کمزور نہ ہو تو دور سے بھی انسان اس کو محسوس کر سکتا ہے اور سونگھ سکتا ہے کہ بدبو ہے، نہیں ہے۔ فرمایا کہ اندر بھی ڈال دو، کہ اچھی طرح پتہ لگ جائے۔

کہنے لگے کہ یہ ہماری عجیب وغریب شریعت ہے کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز، بڑے سے بڑا حکم، ہر حکم کے پیچھے ایک بڑی لمبی عقلی داستان ہے، عقل کو ہتھیار ڈالنے پڑیں گے۔ کبھی عقل شریعت کے کسی حکم کے مقابلہ میں اُف نہیں کر سکتی۔

اور اس کے بعد حضرت فرمانے لگے کہ مولانا! یہ تو اب کوئی بے وضو ہو، اس کے لئے وضو کا یہ حکم دیا گیا، اور اس میں ہاتھ دھوؤ، کلی کرو، ناک میں پانی ڈالو، منہ دھوؤ، ہاتھ دھوؤ، مسح کرو، پیر دھوؤ۔

اور بڑی نجاست جنابت کے سلسلہ میں حکم ہوا کہ سارے بدن پر پانی ڈالو، غسل کرو تو یہ بھی بڑا عجیب حکم کہ اپنی بیوی، منکوحہ، اس کے ساتھ مجامعت کی اور مجامعت کے ساتھ ہی اس کے اوپر غسل فرض ہو گیا اور جب تک غسل نہ کرے اس وقت تک یہ سارا جسم نجس رہے گا۔ منکوحہ بیوی اس کے ساتھ مجامعت کی وجہ سے سارا جسم ناپاک ہو گیا، اور اس کی طہارت کے لئے عامۃ الناس بھی جانتے ہیں کہ غسل فرض ہے۔

دل ناپاک ہو جائے تو کیا علاج ؟

لیکن یہ تو ظاہری جسم کی ناپاکی ہے جو سب کو معلوم ہے، لیکن ایک قسم کی ناپاکی ہے کہ جس سے دل ناپاک ہو جاتے ہیں۔ اور دل ناپاک کیسے ہوتے ہیں؟ فرمایا وہاں تو ایک اپنی حلال منکوحہ بیوی اس کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے ملاعبت اور کھیل اور قرب و مقاربت کرنے کی وجہ سے سارا جسم ناپاک۔

دین سے دور جو مجمع ہے، جو بے دین قسم کے لوگ ہیں، جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے

نہ کوئی لگاؤ، نہ کوئی تعلق، نہ اس کی یاد، اس کی یاد سے وہ کوسوں دور، تو ان کے ساتھ مصاحبت مقاربت اور بیٹھنے اٹھنے کی وجہ سے انسان کا دل ناپاک ہوجاتا ہے۔تو آپ بتا سکتے ہیں کہ اس ناپاکی کو کیسے دور کیا جائے؟

حضرت مولانا ظہیرالدین صاحب تو اب پسینہ پسینہ ہورہے تھے۔ جب حضرت نے بیان شروع فرمایا کلی سے شروع فرمایا جس کے پوچھنے کا ارادہ کر کے گئے تھے، دل میں جو اعتراض لے کر گئے تھے اور سوال لے کر گئے تھے، وہیں سے حضرت نے شروع فرمایا، چنانچہ اب تو مولانا روپڑے۔

اور مولانا کہتے ہیں کہ حضرت! میں تو اس لائن سے تو بالکل جاہل ہوں۔حضرت ہی فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا کہ یہ پانی ہے جس میں اوصافِ ثلاثہ کی تحقیق کے بعد وضوء، غسل اور طہارت حاصل کی جاتی ہے، اور اس کے ڈالنے سے ظاہری جسم کی ناپاکی، چھوٹی بڑی، صغریٰ کبریٰ دور ہوتی ہے۔

مگر یہ جو دل ناپاک ہوجاتے ہیں اس کے لئے یہ طاہر مطہر پانی کافی نہیں، دوسرا پانی درکار ہے، جو آنکھوں سے نکلنا چاہئے ،تو جو آنکھوں سے پانی نکلتا ہے وہ دل کے دھونے کے لئے درکار ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی یہ آج کل مبارک راتیں ہیں، رونا دھونا نصیب فرمائے کہ ہم بھی اپنی دل کی گندگی دھوسکیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد کے قابل ہمارے دل کو بنا سکیں اور ہماری زبان اس قابل ہو کہ ہم اللہ کو یاد کرسکیں۔

مدینہ طیبہ کا خصوصی عمل

آج ہی کسی کا فون آیا تھا مدینہ طیبہ سے کہ ہم یہاں پہنچ گئے، کیا عمل کریں؟ میں نے کہا کہ

کوشش کریں کہ جب آپ مسجدِ نبوی کے لئے نکلیں، تو ہر قدم پر دل میں کہئے أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اور اس کے بعد پھر درود شریف پڑھیں صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تو اس طرح چلتے ہوئے وہاں تک پہنچیں گے، تو کچھ استحضار ہوگا۔

اور اس کی تصدیق مجھے آج ایک بزرگ کے کلام سے مل گئی۔ وہ فرماتے ہیں اپنے کلام میں کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے ناموں کا ورد کرتا ہوں، هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ، ہم تو ایک سانس میں اس کو پڑھ لیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایسے نہیں پڑھتا، ہر اللہ کے اسم کو پڑھنے سے پہلے میں سوچتا ہوں کہ یہ زبان اس قابل ہے کہ یہ تیرا نام لے سکے؟ اَلرَّحْمٰن سے پہلے میں پڑھتا ہوں أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ اور اس کے بعد پھر میں کہتا ہوں یَا رَحْمٰنُ، پھر کہتا ہوں أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، پھر کہتا ہوں یَا رَحِیْمُ۔ فرماتے ہیں کہ اس طرح میں اس کا ہر نام زبان پر لانے سے پہلے استغفار کر کے زبان کو دھونے کی، صاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں، اور اس کے بعد اس کا نام لیتا ہوں، جب ننانوے نام پورے ہو جاتے ہیں، تو اخیر میں، سوویں مرتبہ میں استغفار کرتا ہوں میرے ان ننانوے استغفار کے لئے کہ میں نے جو استغفار پڑھا یہ بھی جھوٹا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ندامت کی توفیق فرمائے، رونے دھونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذشتہ کل عرض کیا تھا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہر نام سے پہلے استغفار کر کے پہلے اپنی زبان کو پاک کرتا ہوں، پھر کہتا ہوں یا رحمٰن ۔استغفار کرتا ہوں، پھر کہتا ہوں یا رحیم ۔اور ننانوے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام پر استغفار کے بعد جب اس سے فارغ ہوتا ہوں تو پھر میں استغفار کرتا ہوں، کاہے پر؟ فرماتے ہیں کہ اپنے استغفار کے لئے استغفار کرتا ہوں کہ میرا استغفار بھی جھوٹا تھا۔ جیسے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے کسی کے رونے پر فرمایا تھا کہ یہ رونا بھی نفاق کا رونا ہے۔

طہارت کی مختلف انواع

اسی لئے فرماتے ہیں کہ یہ طہارت مختلف انواع پر ہوتی ہے۔ ایک طہارت **تَطْہِیْر عَنِ الْأَنْجَاسِ وَالْأَحْدَاث**، آپ کے ہاتھ پیر پر کوئی ناپا کی لگ گئی، بچے کا پیشاب لگ گیا، تو جتنا جلدی ممکن ہو، جلدی سے اس کو دھولے۔ یہ ضروری ہے، چاہے اس وقت نماز نہ پڑھنی ہو اور اگر نماز پڑھنی ہو، پھر تو دھوئے بغیر نماز ہی نہیں ہوسکتی۔ یہی حال لباس کا ہے۔ یہی حال احداث کا ہے کہ اگر حدثِ غلیظ ہے تو غسل ضروری۔ قرآن پاک کو چھونا ہے، نماز پڑھنی ہے، تو وضو ضروری۔ حدث کے دور کئے بغیر نماز نہیں پڑھ سکتے۔

اسی طرح کی وہ دوسری قسم کی طہارت بیان فرماتے ہیں کہ **طَہَارَۃُ الْأَعْضَآءِ وَالْجَوَارِحِ عَنِ الذُّنُوْب**، جس طرح حدث دور کرنے کے لئے وضو کیا جاتا ہے، اور وضو میں تو اعضاء دھلنے سے نجاست دھل جاتی ہے۔

اور میں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کشف سنایا تھا کہ آپ وضو کے پانی کو ملاحظہ فرماتے اور

فرماتے کہ اس میں یہ کبیرہ ڈھل رہا ہے، اس لئے نجاست غلیظہ، اس میں صغائر ڈھلے ہیں، اس لئے یہ خفیفہ، مکروہات کا اس نے ارتکاب کیا تھا، وہ اس میں ڈھل کر گئے ہیں، اس لئے یہ پانی طاہر تو ہے، مطہر نہیں ہے۔ اور چوتھا کسی نیک، گناہوں سے پاک صاف آدمی کا غُسالہ ہے تو وہ پانی طاہر بھی ہے مطہر بھی ہے۔

وہاں میں نے کبائر کے متعلق اشکال دور کرنے کے لئے کہا تھا کہ کبائر اس وقت دھلتے ہیں وضو کے پانی سے جب وضو سنت طریقہ پر کیا گیا ہو یا اس گناہ کے لئے توبہ کر لی گئی ہو۔

اسی لئے ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے والد صاحب حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ کبائر کے لئے توبہ شرط ہے یہ تو اپنی جگہ صحیح، لیکن اگر وضو کرنے والا سنت طریقہ سے وضو کرے گا تو اس میں خود بخود توبہ کی یہ شرط پوری ہو جائے گی۔

بڑوں پر تنقید

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ہم وضو کراتے تھے۔ جیسے ہی حضرت کے ہاتھ پر ہم پانی ڈالتے، حضرت پڑھتے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُکَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَ تَمَامَ الصَّلٰوةِ وَ تَمَامَ رِضْوَانِکَ وَ تَمَامَ مَغْفِرَتِکَ** .

لیکن کیا کیا جائے کہ جب یہ باب آتا ہے وضو کا، اور ان دعاؤں کا ذکر آتا ہے، علامہ سیوطی، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور صوفیاءِ کرام کا سارا طبقہ، ان کی ساری کتب اس سے بھری پڑی ہیں، یہ حضرات آداب وضو میں سب سے پہلے ان دعاؤں کو ذکر کریں گے، اسی لئے ان کے یہاں اس کا بڑا اہتمام ہے۔

لیکن آج کل درس میں جب یہ باب شروع ہوگا، تو اس پر رد ہوگا، علمی زور اور وسعتِ مطالعہ کا اظہار ہی اس کو کہا جا سکتا ہوگا، اور اسے کیا نام دیں گے؟ کہ ٹھیک سے، ادب سے، نام بھی نہیں لیا

جائے گا، کہہ دیں گے کہ سیوطی نے جو اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے، غزالی نے یہ لکھا ہے، یہ کس کا نام لے رہے ہیں؟

اپنی صدی کے مستند اور معتمد اور متفق علیہ مجدد۔ علامہ سیوطی کی صدی میں کسی کو اختلاف نہیں کہ بطور مجدؒد کے اور کسی کا نام لیا گیا ہو کہ وہ بھی اس کے مجدد ہو سکتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی صدی میں کسی کو اختلاف نہیں کہ ان کے متعلق کوئی کہتا ہو کہ امام غزالی کے متعلق بھی ایک قول ہے کہ اس صدی کے مجدد ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ فلاں مجدد ہیں۔

اور کون ہیں؟ امام غزالی جنھوں نے کم از کم اپنی آدھی درجن کتب میں طہارت اور وضو کے باب میں ان چیزوں کے اہتمام کی تنبیہ اور تاکید کی ہے۔

کون امام غزالی کہ جس دار العلوم کے وہ پروفیسر تھے، اس کے جیسا دار العلوم دنیا نے آج تک نہیں دیکھا، نظامیہ بغداد جیسا۔ وہاں جیسے اساتذہ اور طلبہ دنیا نے نہیں دیکھے۔ اس کے بعد تو صدیاں گزریں، بڑی بڑی حکومتیں آئیں، بڑے بڑے کام ہوئے، لیکن کوئی ایسا علمی مرکز نہیں بنا سکا۔

اور کون امام غزالی؟ کہ جنھوں نے حکومتوں کے، بڑے بڑے منصب ٹھکرا دیئے۔ حکومت کی طرف سے جو پیش کش ہوتی تھی بڑے بڑے عہدوں کی، اس کو لات ماری، اس کو ٹھکرا دیا۔ سلطانِ وقت پیر پکڑتے تھے کہ حضرت آپ ایسا نہ کیجیے۔

سب کو لات مار کر کے صحرا نوردی اختیار کر لی۔ اور صحرا نوردی!، ہم تو تین دن کا اعتکاف نہیں کر سکتے، ایک چلہ کا نہیں کر سکتے، اور انہوں نے سالہا سال اس طرح کے اعتکاف میں گزارے، سالہا سال تنہائی میں، اور کہاں کہاں؟ کیسے کیسے مقدس مقامات پر! کبھی قدس میں ہیں، اور کبھی کہاں پر ہیں۔ اور صدیوں بعد بھی آج مسلم، غیر مسلم، اوکسفورڈ یونیورسٹی کیا، ساری دنیا اعتراف کرتی ہے ان کے علم اور فضل کا لوہا مانتی ہے۔

خیر، یہ ایک بہت گندی بحث ہے کہ یہ ایک مرض لگ جاتا ہے کہ کسی بڑے آدمی کو جب تک نشانہ نہ بنائیں، بہت زور سے جب تک ان پر نقد اور تنقید نہ کی جائے، رد نہ کریں، تو لطف نہیں آتا۔ اور سمجھتے ہیں اسی سے میرا علمی رعب بیٹھے گا۔

اب جو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اب ان کی نقل کردہ کسی روایت پر اگر یہ کہا جائے کہ حدیث کے نقل میں وہ متساہل تھے، تو دنیا میں جامع الاحادیث جیسا کام اسلامی تاریخ میں کسی نے نہیں کیا۔ حدیث پاک پر جو ان کا کام ہے علامہ سیوطی کا اس کی مثال نہیں۔ ایسی ہی جرح کی جاتی ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر، نعوذ باللہ۔ جو علوم تھے ان کے زمانہ میں، جتنے علوم وفنون تھے، کیا دینی، کیا دنیوی، ہر ایک میں امام سمجھے گئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ غرض اپنی متعدد کتابوں میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے آداب وضو میں ان دعاؤں کو لکھا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا وضو

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ان دعاؤں کا بڑا اہتمام کہ جیسے ہم نے پانی ڈالا کہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ تَمَامَ الۡوُضُوۡءِ وَ تَمَامَ الصَّلٰوۃِ وَ تَمَامَ رِضۡوَانِکَ وَ تَمَامَ مَغۡفِرَتِکَ پڑھتے۔

جب یہ دعائیں دل سے ایک مسلمان دعا پڑھے گا، تو اس کی طرف سے توبۂ نصوح تو یقیناً ہو ہی گئی۔ **وَتَمَامَ مَغۡفِرَتِکَ** کا جب اس نے سوال کیا کہ الٰہی! میں تجھ سے مکمل مغفرت کا طالب ہوں، تو اس وضو کے بعد جو پانی گرے گا اس میں جو کبائر ہوں گے، وہ بھی دھل جائیں گے۔

اس کے بعد حضرت جب کلی کے لئے پانی لیتے تو منہ میں پانی ڈالا:-

اَللّٰھُمَّ اسۡقِنِیۡ مِنۡ حَوۡضِ نَبِیِّکَ۔

جیسے یہ ناک میں پانی ڈالا

أَللّٰهُمَّ أَرِحْنِيْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔

چہرہ دھو رہے ہیں، پانی ڈالتے ہوئے

أَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَبْيَضُّ الْوُجُوْهَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَسْوَدُّ الْوُجُوْهَ۔

دایاں ہاتھ دھوتے وقت

أَللّٰهُمَّ أَعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِيَمِيْنِيْ۔

بایاں ہاتھ دھوتے وقت

أَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ۔

مسح کے لئے ہاتھ سر پر گئے اور ساتھ ہی

أَللّٰهُمَّ أَظِلَّنِيْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ۔

گردن پر ہاتھ پھیرتے وقت

أَللّٰهُمَّ أَعْتِقْ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ۔

جیسے ہی دائیں پیر پر پانی ڈالا

أَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنِيْ عَلٰى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ۔

بایاں پیر دھوتے وقت

أَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَيَّ عَلٰى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْأَقْدَامُ۔

پھر اس کے بعد وضو کے بعد کی بھی دعائیں پڑھتے۔

یہ جو طہارت ہے وضوء، جسے ہم سرسری طور پر کرلیتے ہیں، خود ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ جس طرح کہ کوئی تہجد کے وقت اہتمام سے اٹھ کر خدا کے سامنے مانگتا ہے، اس طرح وضوء کے دوران دعاؤں کا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ساری عمر کے لئے اہتمام رہا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ایسا وضو کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ شروع ہی سے دل ودماغ کا قبلہ درست رہے گا۔ اس کے بعد اس وضو سے جو نماز پڑھی جائے گی، تو اس میں پھر کتنی دل جمعی ہوتی

ہوگی اور حق تعالیٰ شانہ کی ذاتِ عالی کی طرف کتنا دھیان لگا رہے گا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو دیکھ کر ہم نے، حضرت کے بکثرت متوسلین کے یہاں بھی اس کا اہتمام دیکھا۔

اور جس طرح میں نے عرض کیا تھا کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جو آٹھ چیزیں بتائیں اور ان کے ساتھ مشروط کیا کہ اس کے بغیر دل کا دروازہ کھل نہیں سکتا۔ سب سے پہلی چیز دوامِ طہارت، فرماتے ہیں کہ ہمیشہ باوضو رہیں۔ ہم نے ہمارے ساتھیوں میں سب سے زیادہ اس کا اہتمام کرنے والا دیکھا ہمارے حضرت مولانا ہاشم صاحب کو۔ طالبِ علمی کے زمانہ سے ہم ان کو دیکھتے تھے کہ جیسے ہی وضو ٹوٹا کہ فوراً وضو کے لئے بھاگ رہے ہیں۔ اور حضرت کے یہاں اور بھی حضرت کے متوسلین میں اس کا اہتمام کرنے والے دیکھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص عمل

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق روایت تو مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلال کیا بات ہے، معراج میں ہم چل رہے تھے۔ تو آگے آگے میں تمہیں دیکھ رہا تھا، تو تمہارا کوئی خاص عمل؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا اوروں سے مختلف کوئی خاص عمل تو ہے نہیں۔ صرف یہ ہے کہ میں وضو کرتا ہوں، اس کے بعد تحیۃ الوضو پڑھتا ہوں۔

آپ دوسرے محدثین کو دیکھیں گے کہ اس روایت کو کتاب الصلوۃ میں ذکر کرتے ہیں تحیۃ الوضو کے ذیل میں، اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور صوفیاء کرام کی سب کتب آپ دیکھیں گے کہ کتاب الطہارۃ میں دوامِ طہارت کے ذیل میں اس کو ذکر کریں گے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ جیسے اس میں اس کی تصریح ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں ہر وضو کے بعد دوگانہ ادا کرتا ہوں اور تحیۃ الوضوء پڑھتا ہوں، تو ان کی نظر میں وہ احادیث بھی ہوں گی جن میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کا دوام بھی بتا رہے ہیں کہ میں

ہمیشہ با وضو رہتا ہوں۔اس لئے انہوں نے جہاں کہیں دوام طہارت کو ذکر کیا، اس روایت کو لائے۔

یہ جو متقدمین ہیں ان کو جتنے وسائل دستیاب تھے، ان کے زمانہ میں جتنی کتابیں تھیں، اسی پر ان کے معمولات کو محمول کرنا چاہئے کیوں کہ اندلس ختم ہوگیا، جس میں ملینوں کتابیں جلادی گئیں۔اس سے پہلے فرات اور دجلہ کا پانی سیاہ ہوگیا تھا، وہاں کتابیں ڈبوئی گئیں۔اب کتابیں رہیں کہاں ہمارے پاس؟ جن کو ہم گن سکتے ہیں، اتنی کتابیں ہمارے پاس رہ گئی ہیں۔ان کے پاس تو سب علوم تھے صحابہ کرام کے، تابعین کے علوم، جو بہت کم واسطوں سے ان تک پہنچے تھے۔
اس لئے اس روایت کو بھی وہ ذکر کرتے ہیں دوامِ طہارت کے ذیل میں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو معمول تھا وہ دوامِ طہارت کا تھا کہ ہر وقت وہ باوضو رہتے تھے۔
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے والد صاحب نے جس طرح فرمایا کہ اگر سنت کے مطابق کوئی وضو کرے گا، تو یقیناً اس میں توبۂ نصوح بھی شامل حال ہوگی۔اس کی دلیل کے طور پر میں نے دعائیں آپ کو سنائیں کہ جب یہ دعائیں پڑھتے ہوئے وضو کریں گے، تو اس میں توبہ ہو رہی ہے۔پھر گناہ جب دھلیں گے تو اس میں صرف صغائر نہیں، بلکہ کبائر بھی اس میں دھل جائیں گے۔

دوسری طہارت

پھر صوفیاء فرماتے ہیں کہ دوسری قسم کی طہارت ہے **طَهَارَةُ الْأَعْضَآءِ وَالْجَوَارِحِ عَنِ الذُّنُوبِ** کہ گناہوں سے ان کو پاک رکھا جائے۔ہاتھ، کسی پر زیادتی نہ کرے، گناہ کی طرف نہ بڑھے۔پیر گناہ کی طرف نہ بڑھے۔نگاہ کوئی غلط چیز نہ دیکھے۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا واقعہ خود سناتے ہیں۔کتنے پیارے صحابہ کرام! ہم تو کوشش کرتے ہیں کہ ہر چیز میں ہماری بزرگی کا اظہار ہو اور ہمارے جو نقائص اور عیوب ہیں، وہ جن

سے معافی مانگنے کی ضرورت ہو، تو ان کے سامنے بھی اس کا اظہار ہم نہیں کر سکتے کہ ہم سے یہ غلطی ہوگئی کہ ہم نے فلاں وقت آپ کی غیبت کی تھی، آپ کی برائی کی تھی، آپ پر ہم نے زیادتی کی تھی، آپ کا حق مجھ پر ہے۔ یہ کہتے ہوئے بھی ہماری موہوم عزت اور بڑائی آڑے آتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں پہنچا۔ فرمانے لگے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ اپنی آنکھوں کی حفاظت نہیں کرتے۔ ان کی آنکھوں سے گناہ ٹپکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا پوچھنا یہ ہے امیر المؤمنین! کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اس دنیا سے تشریف لے گئے، اُس وقت، ایسی چیزوں پر ہمیں ٹوکا جاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور تنبیہ کی جاتی تھی، مگر أَ وَحْيٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو وحی منقطع ہوگئی، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ وحی تو نہیں، اللہ تبارک وتعالی مؤمن کو ایک نور عطا فرماتے ہیں اس کے ذریعہ وہ دیکھ سکتا ہے۔ شروع میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قصہ پہلے دن بتایا تھا، وہیں سے یہ گفتگو شروع کی تھی کہ یہ نور ان کی نگاہوں میں، ان کے قلب میں یہ فراست کیسے اللہ تبارک وتعالی عطا فرماتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی ہمارے دلوں کو بھی منور فرمائے، ہماری آنکھوں کی بھی حفاظت فرمائے، دل کی اور آنکھ کی روشنی بھی اللہ تبارک وتعالی ہمیں عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِهٖ وَصَحبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو ہم وضو کراتے تھے اور حضرت جس طرح ہر عضو کے دھوتے وقت دعائیں پڑھتے تھے اس طرح کہ وہ سنائی دیتی تھیں۔ اور ساتھ ہی مدرسین کے متعلق عرض کیا تھا کہ یہاں پہنچ کر وہ پوراز ور صرف کر دیتے ہیں وضو کی دعاؤں میں کہ سوائے وضو کے بعد کی دعا کے اور دعائیں محلِ نظر ہیں۔

اس کے متعلق بھی کچھ عرض کیا تھا کہ پہلے سوچنا چاہئے کہ کتنے بڑے لوگ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جیسے، مستقل باب قائم کر کے ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ تبلیغ دین وغیرہ میں ہے۔

وضو سے فارغ ہو کر پڑھے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماً كَثِیْراً وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا أَنْتَ. أَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ الْوَفْدِ الْمُتَقَبَّلِيْنَ،

اس دعا کا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا معمول تھا۔

اَلْوُضُوْءُ مَرَّةً مَرَّةً : یہ بھی سنت ہے

ہماری شریعت میں بڑا توسع ہے۔ اس گنجائش سے آپ فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں جب ضرورت ہو۔ لیکن جب ضرورت کے موقع پر بھی فائدہ اٹھائیں، تو صرف یہ سوچ کر نہیں کہ ہم صرف فرائض کی ادائیگی کے لئے ایک ایک مرتبہ ان اعضاء کو دھو رہے ہیں، بلکہ یہ نیت بھی کریں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بھی وضو فرمایا ہے۔

اسی لئے امام ترمذی نے الگ الگ باب قائم کئے۔ **بَابٌ: اَلْوُضُوْءُ مَرَّةً مَرَّةً** کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا وضوفرمایا کہ تمام اعضاء کوصرف ایک ایک مرتبہ پانی پہنچایا، تین تین مرتبہ نہیں، جس طرح ہم ہمیشہ دھوتے ہیں، تین تین مرتبہ والا وضوء پابندی سے ہمیشہ کرتے رہے، کبھی کبھی اس سنت کی ادائیگی کی نیت سے مرۃً مرۃً والا وضوبھی کیجئے کہ صرف ایک ایک مرتبہ دھویا، اس کے بعد دوسراباب انہوں نے قائم کیا بَـابٌ: اَلْـوُضُوْءُ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ، دودو دفعہ اعضاء کو دھویا۔ پھر قائم کیا تین تین مرتبہ والا۔ چوتھا باب قائم کیا مشکّل کے لئے کہ کچھ چیزیں ایک ایک مرتبہ، کچھ دو دو مرتبہ، کچھ تین تین مرتبہ۔ ہماری شریعت کس قدر وسیع ہے۔

روح اور اعضاء کی لڑائی

ان اعضاء کو جو شریعت نے متعین کیا دھونے کے لئے، ہاتھ کو، پیر کو، چہرہ کو، تو یہی نجاست کا باعث بن سکتے ہیں، اور ورنہ پھر انہی سے قیامت میں ہماری لڑائی ہوگی۔ آپ سوچیں گے لڑائی؟ ان سے کیسے ہماری لڑائی ہوگی؟ یہی تو ہم ہیں، عبداللہ، عبدالرحمٰن، زید، وہ ان اعضاء کے مجموعے ہی کا تو نام ہے۔ دو ہاتھ، دو پیر، دو آنکھیں۔ نہیں، ان اعضاء کو گناہ میں استعمال کیا تو، یہی ہم سے لڑیں گے۔

ابھی کل پرسوں موت کی یاد میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے روایت بیان فرمائی کہ جب انسان مرتا ہے اور روح نکالی گئی، تو اگر فاسق اور فاجر کی روح ہے تو یہ ہاتھ، پیر، اعضاء اس روح سے لڑتے ہیں، اس کو کوستے ہیں کہ تو نے ہمیں نیکی میں استعمال نہیں کیا۔ روح ان کو کوستی ہے کہ میرا اس میں کیا قصور؟ تم خود گناہوں میں ملوّث رہے۔

اور اگر کسی مؤمن نیک صالح کی روح ہے، تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے روایت بیان فرمائی، اس میں فرماتے ہیں کہ وہ روح جب نکالی جاتی ہے تو با قاعدہ رخصت ہونے والا، جانے والا جس طرح آخری سلام کرتا ہے تو با قاعدہ ان اعضاء کو روح سلام کرتی ہے اور ان اعضاء کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ تم نے میرا بڑا اچھا ساتھ دیا۔ اگر تم ساتھ نہ دیتے، تو ہمارا آپ کے ساتھ

جدائی کا یہ منظر نہ ہوتا، کچھ مختلف ہوتا۔

اعضاء کی آپس کی لڑائی

یہ جب روح نکالی گئی، اس وقت سے روح اور اعضاء کی لڑائی شروع ہوگئی، جو اس روایت میں بیان کی گئی ہے۔ اور جب کل قیامت میں، میزان میں اعمال تولے جائیں گے، اس وقت جو ہاتھ سے گناہ کیئے ہیں، وہ الگ ہوں گے۔، پیر سے گناہ کیئے ہیں وہ الگ ہوں گے۔ آنکھوں سے جو گناہ کیئے ہیں، وہ الگ ہوں گے۔

اور خود وہ گناہ بھی الگ ہوں گے اور اعضاء بھی الگ ہوں گے۔ پھر اس وقت روح کے ساتھ اور آپس میں اعضاء کی لڑائی ہوگی اس پر کہ گناہ کا ارتکاب کس نے کیا؟ اس کے لئے آنکھ دل سے لڑ رہی ہے، آنکھ ہاتھ سے لڑ رہی ہے کہ میں نے تو صرف دیکھا تھا، پکڑا تو تو نے تھا ، چوری تو تو نے کی تھی ، ہاتھ تو تو نے بڑھایا تھا۔ اللہ اکبر! اس طرح یہ اعضاء خود آپس میں لڑیں گے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اطرافِ اربعہ واعضاء کا مجموعہ ہم ہیں۔ ہم نہیں ہیں، ہر چیز الگ الگ اپنا وجود مستقل رکھتی ہے۔

ابھی کتنے بیمار ہوتے ہیں، پرسوں کسی کا انتقال ہوا، فون آیا شبیر بھائی کا کراچی سے کہ ان کے بھائی کا پہلے ہی ایک پیر کاٹ دیا گیا تھا، دوسرا پیر کاٹنے کی ابھی تیاری تھی اور وصال ہوگیا۔ ہاتھ کٹ جاتا ہے، پیر کٹ جاتے ہیں، چاروں ہاتھ پیر کٹ جاتے ہیں، پھر بھی وہ عبداللہ تو ابھی زندہ ہے، وہ تو موجود ہے۔ ہاتھ پیر تو کوئی الگ چیز تھی، یہ مسمّٰی الگ تھا، اسی لئے وہ لڑیں گے۔ اسی لئے صوفیاءِ کرام نے دقتِ نظر، باریک نظر سے ہر چیز کو دیکھا، سوچا اور اس کا علاج کرنے کی کوشش کی۔

ابھی کوئی تیس سال بعد پناما جانا ہوا تھا، وہاں کے یوسف بھائی کا پرسوں فون آیا کہ میں ابھی ان دنوں میں اللہ کا شکر ہے کہ کوشش کر کے روز پندرہ پارے میں پڑھ لیتا ہوں، حافظ نہیں ہیں

اور اخیر عشرہ میں اس سے بھی زیادہ کوشش کر کے ایک ختم کی کوشش کریں گے۔

دل ہر وقت مشغول رکھیں

ہم تو اس زبان کو استعمال نہیں کرتے، نہ ذکر کے لئے، نہ تلاوت کے لئے۔ اللہ تبارک وتعالی اس کو استعمال کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ کہ صرف زبان کافی نہیں، بلکہ دل کو بھی ہر وقت مشغول رکھو، زبان بھی چل رہی ہو، زبان کی آواز کی طرح دل کی آواز بھی آپ سن رہے ہوں۔

دار العلوم میں روز اوکشن

لیسٹر کے مولوی امتیاز نے آج فون کیا۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ دار العلوم میں روز اوکشن ہوتا ہے کسی خاص چیز کا، اور نیلامی ہوتی ہے، جس میں دار العلوم کے فائدہ کے لئے کوئی اوکشن ہوتا ہے۔ جو ساتھی یہاں موجود ہیں، ان ہی کے نام انہوں نے گنوائے کہ یہ سب وہاں موجود تھے۔

انہوں نے لمبا خواب بتایا، اور کہا کہ پھر معانقہ کیا۔ اور دل جو اللہ اللہ کرتا ہے اس کی آواز وہ معانقہ کے وقت سن رہے تھے۔ جس طرح یہ زبان کا ذکر ہم سنتے ہیں، اس طرح جو دل اللہ اللہ کرے اس کی بھی آواز ہم سن پائیں۔ صرف دل اور زبان کے ذکر کی آواز نہیں، بلکہ وَجُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ، قلب کی آواز بھی ہے اور جلد کے ذکر کی آواز بھی ہے اور جلد کے اوپر بال ہیں اس کی بھی آواز ہے، کاش کہ رواں رواں ذاکر ہو اور اس کی آواز ہم سن رہے ہوں۔

ہر عضو کا ذکر

یہ سننے والوں نے سنی بھی ہے۔ ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا قصہ پچھلے سال بھی سنایا تھا کہ جب انہوں نے اپنی آنکھ نکالی، تو ایک رشتہ دار تھے، جو اُن کے بے تکلف دوست بھی تھے،

انہوں نے تنہائی میں والد صاحب سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ والد صاحب نے کہا کہ بارہا سب اعضاء الگ ہو جاتے تھے۔اس دفعہ بچے نے دیکھ لیا،شور کیا،سب اکھٹے ہو گئے، راز فاش ہو گیا،اس لئے پھر آنکھ الگ رہ گئی۔

ایسا ہی منظر دارالعلوم دیوبند کے قسم التفسیر کے رئیس تھے،حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ،حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں رمضان میں تشریف لاتے تھے۔

جامعہ حسینیہ راندیر کے ایک سالانہ جلسہ میں آپ نے بیان فرمایا تھا،نعمتوں کے تذکرہ میں فرمایا کہ ایک موسمی کے اندر ہزارہا بوتلوں میں تازہ مشروب مالک نے ہمیں دیا۔

ان کا بیان ہے کہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا،کوئی ضروری کام تھا، ملنے کی کوشش کی۔ بتایا گیا حضرت آرام فرما رہے ہیں۔کہتے ہیں میں نے ذرا آہستہ دروازہ بجانے کی کوشش کی، باوجود منع کئے جانے کے کہ مجھے عجلت تھی۔

کہتے ہیں بالآخر مجھ سے نہیں رہا گیا،کھڑکی گرمی کی وجہ سے تھوڑی کھلی ہوئی تھی، میں کھڑکی کے قریب گیا۔وہاں سے میں نے جھانکا،دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ بے شک اپنے بستر پر ہیں، لیکن تمام اعضاء الگ الگ ہیں، انگلیاں الگ ہیں، ہاتھ الگ ہیں، پیر الگ ہیں،سر الگ ہے اور تمام الگ الگ ہیں اور سب کے ذکر کی آواز میں سن رہا ہوں۔

سلطان الاذکار کی کیفیت

ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے خلفاء میں ایک مولانا ابراہیم صاحب، آنند کے شیخ الحدیث۔وہ ایک چلہ کے لئے حضرت کے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے،دفتر کے مہمان خانہ میں قیام تھا۔ان پر ایک کیفیت شروع ہوئی۔حال شروع ہوا۔

جس طرح بیماریوں کی تشخیص کی جاتی ہے کہ فلاں بیماری ہے،ان کے متعلق یہ تشخیص ہوئی کہ

اس وقت ان پر سلطان الاذکار کی کیفیت ہے۔ سلطان الاذکار یہ ہے کہ جسم کے ہر عضو سے ذکر ہو رہا ہو، ہر عضو ذاکر ہو۔ اللہ والے یہاں تک کیوں کوشش کرتے ہیں کہ توجہ پوری دل کی طرف ہو اور دل سے آواز آرہی ہے یا نہیں آرہی ہے، تصورات ختم ہو گئے یا ختم نہیں ہوئے۔

یہ کیوں کرتے ہیں تاکہ کل قیامت میں اور مرتے وقت روح و اعضاء کی لڑائی نہ ہو، ان اعضاء کی آپس کی لڑائی نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روح کے ساتھ یہ اعضاء لڑیں گے، کوسیں گے ایک دوسرے کو، ایک دوسرے پر تہمت ڈالنے کی کوشش کریں گے، اعضاء روح کو کوسیں گے، روح اعضاء کو کوسے گی۔ اور کل قیامت میں گناہوں کی ذمہ داری کوئی اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں ہوگا، نہ ہاتھ نہ پیر۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔

عمل کا الگ سے وجود ہے، اس کی ایک شکل ہے، خود اس عمل سے لڑ رہے ہیں کہ میں نے تو تجھے نہیں کیا تھا۔ یہ چوری خود بولے گی کہ ہاتھ نے کی تھی، ہاتھ کہے گا کہ میں نے نہیں کیا، کس نے کی؟ وہ کہے گی عقل نے کرائی ہوگی، روح نے کرائی ہوگی، دماغ نے، دل نے، ہر ایک دوسرے کے اوپر ڈالے گا۔

اور اسی لئے ان اعضاء کو دھویا جاتا ہے پانی ڈال کر ہر نماز سے پہلے تاکہ جب خدا کے حضور میں ہم حاضر ہوں، مکمل صفائی نہ سہی، آج کے کئے ہوئے گناہ جو یاد ہیں، قریبی تازہ، وہ تو دھل جائیں۔

جب ذکر اللہ کی اس وقت توفیق نہیں ہوگی، دعا پڑھنے کی توفیق نہیں ہوگی، اس کو بدعات کے ریلے میں بہا دیا جائے گا، تو پھر تصور کیسے ہوگا کہ میں گناہ گار ہوں، اور پھر توبہ کا کیا ذکر؟

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی گندگی کا احساس نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی، اس کی بارگاہ کی طرف ہمیں بڑھنے کی ہمیں توفیق دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طہارت اور وضو پر گفتگو ہو رہی تھی کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جو آٹھ چیزیں بیان فرمائیں ان میں سب سے پہلی چیز طہارت ہے، اس کے ذیل میں پھر وضو کا ذکر ہوا۔

وضو، وضو، وضو

مدینہ طیبہ میں سال ہا سال ہم نے ایک بزرگ کو دیکھا، لیکن اتنے سال ان کو دیکھنے کے باوجود وہ ہمارے لئے ایک راز ہی رہے۔ وہ کیا، ان کی چال کیا؟ ہر چیز ان کی راز رہی۔ میں سوچا کرتا تھا کہ یہاں حرم شریف میں جب وہ چلتے ہیں تو اپنے سجدہ کی جگہ سے آگے نہیں دیکھتے۔ وہاں حرم شریف میں تو اس طرح کوئی چل ہی نہیں سکتا۔ دروازہ سے لے کر ریاض الجنۃ تک پہنچنے میں پچاسوں سے ٹکرائے گا۔ نہ کبھی وہ دائیں، بائیں دیکھتے، صرف سامنے، صرف سجدہ کی جگہ دیکھتے، اور ہماری طرح سے چلتے تھے، چیونٹی کی چال بھی نہیں، معمول کے مطابق چال تھی۔ آدھے درجن سے زیادہ مصلّے کندھے پر ڈالے رہتے تھے۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ جو جگہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے لئے ہم حضرت کی حیاتِ طیبہ میں مختص ریزرو کرنے کے لئے اذان سے گھنٹہ بھر پہلے پہنچ جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور اقدامِ عالیہ کے بالمقابل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی بالکل سیدھ میں وہ جگہ تھی، جالی مبارک کے ساتھ بالکل متصل حضرت ہوتے تھے، سالہا سال یہ معمول رہا۔ اسی جگہ پر وہ بزرگ پہنچتے تھے، چاہے کتنا مجمع ہو، وہاں پہنچ جائیں گے، نہ کوئی بڑے شیخ ہیں کہ جن کے ساتھ کئی خدام ہوں، جو جگہ کریں، معلوم نہیں کیسے؟ وہ شدید ازدحام میں وہیں پر پہنچ جاتے تھے۔

اور ہمیشہ نیا آدمی ہوتا تھا جوان کے لئے جگہ کر کے وہاں سے ہٹ جاتا، یہ پہنچے اور بیٹھ گئے۔
جب ہم اعتکاف میں ہوتے تھے، تو ظہر اور عصر کے درمیان اذان سے کافی پہلے جب وہ بقیع کی طرف سے، شارع ملک کی طرف سے، داخل ہوتے تھے حرم شریف میں، تو دروازہ ہی سے بولنا شروع کرتے تھے وضو، وضو، وضو۔
چونکہ معتکفین سب ہی سوئے ہوتے تھے۔ ان کے اس ایک کلمہ میں، وضو میں، دنیا کا کوئی میوزک اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کیا اس کے ساتھ کوئی رحمت برستی تھی، ہم تو سوئے ہوتے تھے اور اس طرح سوئے ہوئے کو، روزہ کی حالت میں بیچ میں کوئی جگائے، تو بڑی تکلیف محسوس کرتا ہے انسان۔ مگر برسوں میں ایک دفعہ بھی کسی نے ان کو ٹوکا نہیں کہ نیند خراب نہ کرو، کیوں کہ اتنا لطف آتا تھا، اتنا لطف کہ بیان سے باہر۔ ہمارے یہ ساتھی مولوی مقصود وغیرہ مولوی یوسف سب کو معلوم ہے اور یاد ہے۔

وضو کی دعائیں

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا وضو ذکر کیا تھا، پھر حضرت کا دعاؤں کا معمول اور یہ کہ اس سے جو گناہ دھلتے تھے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کبائر کو دھلتا ہوا دیکھتے تھے، یہ اس کی تصدیق ہے کہ دعائیں پڑھنی چاہیئے اور صدقِ دل سے پڑھنی چاہیئے۔
جب ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی کہ کسی کے دروازہ پر نہر ہو، روز پانچ دفعہ غسل اس میں کرے، تو اس کے جسم پر کوئی درن اور میل باقی رہے گا؟ جس طرح میں آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ تصورات وغیرہ سے دل پاک ہو، مگر میرا دماغ بیان میں ادھر ادھر ہوتا رہتا ہے، ابھی دَرَنٌ میل کا لفظ آیا، اس سے جسم اور کان وغیرہ کے میل کچیل کی طرف ذہن منتقل ہوا۔

امام جعفر صادق اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہما

جو حضرات وہاں مدینۃ العلوم جلسہ میں تھے، تو وہاں میں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ اور محدث اعمش کے واقعات کچھ بیان کئے تھے، ابن ابی لیلیٰ کے بیان کئے تھے کہ آپس میں کیسی ان کی تیز تیز گفتگو رہتی تھی۔ تیز تیز ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ رہتی تھی، لیکن پھر بھی ہر وقت ساتھ رہتے تھے۔

جن کے متعلق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ ابن ابی لیلیٰ **يَسْتَحِلُّ مِنِّيْ مَا لَا يُسْتَحَلُّ مِنَ الْحَيَوَانِ**، جو کسی جانور اور جاندار کے ساتھ گوارا نہیں کیا جا سکتا اور جائز نہیں ٹھہرایا جا سکتا ہے، وہ میرے متعلق ابن ابی لیلیٰ گوارا کر سکتے ہیں۔

دونوں حضرات مدینہ طیبہ میں پھر بھی ساتھ ساتھ ہیں، اور بہت اہم موقع پر یہ رفاقت رہی۔

کیسے اہم؟ اس لئے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جو آج الزام سلفی لگاتے ہیں، اس زمانہ میں بھی آپ پر یہ الزام لگایا گیا۔ چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ طیبہ پہنچے اور حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، اس وقت بھی ساتھ کون ہیں؟ وہی ابن ابی لیلیٰ۔

دونوں اکھٹے امام جعفر کو ملنے کے لئے جاتے ہیں۔

چونکہ پہلے سے شکایت تھی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں، جیسے ہی تعارف ہوا کہ آپ کون؟ بتایا کہ ابن ابی لیلیٰ۔ آپ کے ساتھ یہ کون؟ کہا ابو حنیفہ۔ اب امام جعفر صادق پوچھتے ہیں کون، ابو حنیفہ نعمان؟ عرض کیا جی، ابو حنیفہ نعمان۔

اب امام جعفرِ صادق کا پارہ چڑھ گیا نام سنتے ہی اور غصہ میں بھرّ ا گئے۔ ان کے پاس شکایت یہ تھی کہ یہ قیاس سے کام لیتے ہیں، نقل پر عقل کو ترجیح دیتے ہیں۔ انہوں نے خود امام اعظم سے ایسی چیزیں جن کا تعلق عقل سے ہے، اسی کے متعلق سوال کیا، کوئی دینی گفتگو نہیں۔

انہوں نے پوچھا اچھا، آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ آنکھوں میں سے پانی نمکین کیوں نکلتا ہے؟ اور جسم کے حصہ میں جو پانی ہے، آپ جب زبان کو ہونٹ پر رکھتے ہیں تو وہاں تو وہ نمکین نہیں ہوتا، وہاں تو ایک قسم کا مٹھاس ہے۔، آپ جیسے ہی وہاں زبان لائیں گے تو آپ کو کرواہٹ معلوم نہیں

ہوگی ، نمکین بھی نہیں ، ایک قسم کی وہاں مٹھاس ہے۔

اور فرمانے لگے اچھا، اس کا جواب دیجئے آپ کہ یہ آنکھ کا پانی نمکین کیوں؟

''مجھے نہیں معلوم''

مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے سامنے کوئی پچاسوں ایسے سوال کئے گئے ہوں گے، کوئی پوچھتا تو فرماتے مجھے نہیں معلوم۔ صاف صاف فرما دیتے۔ امام صاحب نے بھی عرض کیا مجھے نہیں معلوم۔ پھر ہونٹ اور منہ کے پانی کے متعلق پوچھا کہ میٹھا کیوں؟ کہا مجھے نہیں معلوم۔ انہوں نے کہا اچھا، یہ دونوں تمہیں نہیں معلوم۔

ایک تیسرا سوال کہ کان اس میں اللہ تبارک وتعالی نے سمیت پیدا کرنے کی صلاحیت کیوں پیدا فرمائی کہ اس میں اس جگہ پر زہر پیدا ہوتا رہتا ہے؟ امام صاحب نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم۔

پھر پوچھا کہ اچھا آپ جب سانس لیتے ہیں، تو آپ کی ناک میں سے آپ محسوس کریں گے کہ گرم ہوا نکلتی ہے، ایسا کیوں؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم۔

امام جعفر صادق نے فرمایا اچھا، یہ تو سب چیزیں ایسی تھیں جن کا تعلق طبعیات سے تھا، تو ایک اور دینی سوال کیا اور فرمایا اچھا، ایک ایسا کلمہ کہ جس کا اول کفر اور اس کا آخر ایمان وہ کونسا ہے؟ تو امام صاحب نے سر ہلایا کہ مجھے نہیں معلوم۔ اس کے بعد گفتگو نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت امام ابو حنیفہ اور امام جعفرِ صادق دونوں چپ۔

خود ابن ابی لیلیٰ نے مہرِ سکوت توڑنے کے لئے درخواست کی کہ حضرت! یہ تو اقرار کر رہے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم، آپ بتا دیں ان تمام سوالات کے جوابات۔

''الا اللّٰہ، الا اللّٰہ''

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اچھا، یہ جو میں نے آخری سوال کیا کہ جس کا اول کفر اخیری

ایمان ہے، وہ کلمہ اول۔ جو کفر ہے وہ لا الہ۔

جس کو بنیاد بنا کر سرمد کو مولویوں نے قتل کروایا تھا اور ان کا قصہ مدینۃ العلوم میں سنایا تھا۔ کہ لا الہ اگر کوئی عقیدہ کے ساتھ کہے کہ کوئی معبود دنیا میں ہے ہی نہیں، تو وہ تو کافر ہے، یہ کلمۂ کفر ہے۔

لیکن اس کا آخری جزو جب ملا کر کہے گا لا الہ الا اللہ! تو اسی کلمہ کا آخری جزو ایمان ہے۔ تو لا الہ کفر ہے، مگر الا اللہ سے وہ کفر ختم ہو گیا، ایمان آ گیا۔

ہونٹوں کا پانی میٹھا کیوں؟

فرمایا میں نے سوال کیا تھا کہ یہ ہونٹوں پر جو پانی ہوتا ہے اس میں مٹھاس کیوں؟ فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی نے قوتِ ذائقہ درست رہے، انسان چکھ کر ہر چیز کو معلوم کر سکے، پہلے ہی یہ حصہ اگر کڑوا ہوتا، یہ آنکھ کی طرح سے اس جگہ نمکین پانی پیدا ہوتا، تو نمک کا ذائقہ یہاں سے آپ معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ کڑوا ہوتا تو کڑوی چیز کو معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ اب کڑوی چیز، نمکین چیز، تیز چیز، مرچ والی، اس کو آپ چکھ کر بتا سکتے ہیں اس لئے اللہ تبارک وتعالی نے یہاں کے پانی کو میٹھا رکھا۔

ناک کی ہوا

اور فرمایا کہ میں نے پوچھا تھا ناک کی ہوا کے متعلق، فرمایا کہ وہ اس لئے کہ یہ دماغ او کسیجن چاہتا ہے، باہر سے ٹھنڈی ہوا کے ساتھ او کسیجن اندر جا کر گرمی کو باہر نکالتا ہے، اسی لئے تیز تیز جلدی جلدی طبیعت خود کھینچتی رہتی ہے، تا کہ دماغ زندہ رہے، ورنہ فرماتے ہیں دماغ انسان کا مردہ ہو جائے گا، فوراً ختم ہو جائے گا۔ ڈاکٹروں نے اس کا وقت بتایا ہے کہ اتنی دیر میں ختم ہو جاتا ہے۔

کان میں سمیت کیوں؟

اور فرمایا میں نے پوچھا تھا کہ یہ کان کے پاس، کان کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ صلاحیت جو رکھی ہے کہ کان سَمّیت پیدا کرتا رہتا ہے۔ احادیث کے ذخیرہ میں، جہاں حضرت امام جعفر صادق کی روایات مذکور ہیں، وہاں یہ قصہ بیان کیا گیا ہے وہاں اس کے جواب میں میل کی سمیت کی وجہ نہیں لکھی۔

میں نے سوچا کہ اب یہ جو فرما رہے ہیں کہ سَمّیت کیوں؟ اس کو بھی تلاش کرنا چاہیئے۔ پھر میں نے طب کی کتابوں میں دیکھا اور اس میں مجھے اس سَمّیت کی تفسیر ملی، عجیب وغریب علم اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرنِ اول میں ان حضرات کو عطا فرمایا تھا۔

اطباء لکھتے ہیں کہ کان کے اندر جو میل پیدا ہوتا ہے اس میں سے اگر بہت تھوڑی مقدار میں کسی کو دیا جائے تو یہ منوّم ہے، سلانے کی صلاحیت ہے، نیند آور ہے۔ اور لکھا ہے کہ اگر ذرا سا زیادہ مقدار میں دیا جائے، تو انسان اور جاندار کی موت واقع ہوسکتی ہے، خالص زہر ہے۔ اور یہ تمام اطباء نے لکھا، جہاں کہیں وہ میل کا ذکر کرتے ہیں کہ لوہے کا میل، لکڑی کا میل، فلاں چیز کا میل، اس میں اس کو بھی انہوں نے ذکر کیا ہے۔

بدن کے میل کا بھی ذکر کیا اور لکھا کہ یہ بدن کا میل بھی ایک درجہ میں زہر ہے اور اسی لئے جو زہریلے مادوں کی وجہ سے جسم میں پھوڑے بنتے ہیں، بالخصوص مستورات کی پستان میں پھوڑے ہو جاتے ہیں اور پیپ پڑ جاتی ہے۔

لکھا ہے کہ اگر بہت تھوڑی مقدار میں بدن کے میل کو لے کر کسی روغن میں حل کر کے وہاں لگایا جائے، تو یہ اس گلٹی کو گھلا سکتا ہے۔ غرض کان کے متعلق لکھا ہے کہ جو بہت اونچی قسم کے زہر ہیں کہ جس کی بہت تھوڑی سی مقدار سے موت واقع ہوسکتی ہے، ان میں سے یہ کان کا زہر ہے۔

میں نے کہا کہ امام جعفرِ صادق کا اس زمانہ میں یہ کلام اور جسم انسانی پر یہ بیان۔ واقعی یہ نبوات، علوم نبوت ہی ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے یہ چیزیں نہ کسی کالج میں پڑھیں، نہ یونیورسٹی میں پڑھی ہوں گی۔

پھر امام جعفر صادق فرمانے لگے کہ میں نے تم سے یہ سوال کیا تھا کہ یہ کان کے اندر جو حق تعالیٰ شانہ نے صلاحیت پیدا کی کہ وہاں سمی مادہ پیدا ہوتا رہتا ہے، ایسا کیوں؟

اس کا پھر انہوں نے خود جواب دیا۔ فرمانے لگے، اس لئے کہ بدن میں سب سے اہم ترین عضو دماغ ہے، جسم انسانی کا سب سے بڑا مدار دماغ پر ہے۔ اور دماغ اور خارجی فضا کے مابین حائل بہت معمولی سی ایک جھلی ہے، پتلی سی، کوئی بہت بڑا ہڈی والا حصہ یا کوئی مضبوط چیز وہاں حائل نہیں ہے، بہت باریک سی جھلی ہے کان کا پردہ حائل ہے، جس کے ذریعہ آواز ٹکرا کر جاتی ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ اگر یہ وہاں یہ زہریلا مادہ نہ ہوتا، تو خارجی اشیاء، خارجی چیزیں اور حیوانات اور جانور، کیڑے مکوڑے بہت آسانی کے ساتھ دماغ میں جاسکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جیسے ہی وہاں یہ حشرات پہنچتے ہیں تو اس کی زہر کی بدبو سے بھاگنا شروع کرتے ہیں۔ وہ وہاں جا کر مرنا تو درکنار، بہت دور سے اس کی بو پا کر کے وہ بھاگ جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس جگہ یہ میل پیدا فرمایا۔

یہی اعضاءِ وضو کیوں متعین ہوئے؟

یہ گفتگو وضو پر چل رہی تھی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب وضو فرماتے تھے تو دعائیں پڑھتے ہوئے وضو فرماتے۔ کاش کہ ہم بھی اس طرح کا وضو کرنا سیکھیں، تاکہ یہ جو اعضاء وضو میں دھونے اور مسح کے لئے متعین کئے گئے ہیں۔

ہمارا دین دینِ فطرت ہے، اس دن بھی بتایا تھا کہ یہی اعضاء کیوں متعین کئے گئے، قلب کو کہیں ذرا مسلا جاتا، دماغ کو مسلا جاتا، تاکہ یہ دماغ درست ہوجائے، تصورات غلط قسم کے نہ

آئیں، اگر دل سے آتے ہیں تو اس کو دھویا جاتا کسی چیز کے ذریعہ، لیکن یہ ظاہری اعضاء کیوں متعین کئے گئے؟

اس لئے کہ اولاً نیکی اور بدی میں اعضاء ظاہری ہی استعمال ہوتے نظر آتے ہیں، یہی استعمال ہوتے ہیں، قلب اور دماغ کا استعمال تو نظر نہیں آتا، سب سے پہلے قدم بڑھیں گے، ہاتھ بڑھے گا، آنکھیں دیکھیں گی۔ تو یہ جو ظاہری اعضاء ہیں، ان کا دھونا متعین کیا گیا شریعت میں کہ گناہ میں سب سے زیادہ استعمال ہوتے یہی نظر آتے ہیں۔ اور بار بار یہ دھلتے رہیں گے تو ان کے گناہ معاف ہوتے رہیں گے، بشرطیکہ یہ عقیدہ ہو کہ اس سے گناہ دھلتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ اگر یہ دعائیں پڑھی جائیں گی اور دل سے پڑھی جائیں گی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرح سے، توبہ کے استحضار و تیقظ کے ساتھ کہ میں توبہ کر رہا ہوں اور میں گناہ گار ہوں اور مجھے توبہ کرنی چاہئے، اس وقت پھر کبائر بھی دھلیں گے۔

دینِ فطرت

اسی طرح یہ نماز ہے۔ آپ سوچیں گے کہ فجر کی دو کیوں، ظہر کی چار کیوں؟ سب سے کم فجر کی رکعات ہیں، حالانکہ وہ بہت نشاط کا وقت ہے۔ اس وقت تو انسان سو کر آرام کر کے اٹھا ہے، اس وقت تو تراویح کی بیس رکعت کی طرح سے زیادہ رکعات ہونی چاہئے تھی، مگر وہاں تو کم رکھی گئی اور دن کے وقت میں سب سے زیادہ جو مشغولی کا وقت ہے اس میں چار چار رکعات ہیں، ظہر کی چار ہیں، عصر کی چار ہیں۔

اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے گناہ دھلتے ہیں۔ انسان تو سویا ہوا تھا رات بھر اِکا دُکا کچھ لوگ گناہ کے لئے رات میں جاگتے ہوں گے، عام طور پر فجر کی نماز کے لئے سو کر اٹھتے ہیں۔ چونکہ گناہ کے مواقع میں جانے کے امکانات کم ہیں، سونے کی وجہ سے گناہ نہیں ہوتے، اس لئے سب سے کم رکعات اس وقت رکھی گئیں۔

پھر اس کے بعد فجر سے ظہر کے وقت تک کا لمبا وقت ہے۔ وہاں بہت سارے گناہ اکھٹے ہو گئے ہوں گے۔ اس لئے وہاں بھی چار رکعات رکھی گئیں۔ پھر دن کا وقت ہے، طویل ہے اور عصر تاخیر سے پڑھی جاتی ہے، مثلین پر تو اس لئے وہاں چار رکعات رکھی گئیں۔

پھر اس کے بعد مثلین میں، ہماری یہ عقلی دلیل بھی ہے جیسا کہ وہ اجیر والی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مثال دے کر سمجھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب اور اہل ایمان کی کہ کسی نے مزدور رکھا، جب مزدوری دی تو وہ جھگڑنے لگا۔ وہ اس طرح سے کہ یہ چار رکعات کی حکمت یہ عقلی دلیل بھی تاخیر عصر کی بہت بڑی دلیل ہے۔

پھر مغرب کی نماز تین رکعات اس لئے رکھی گئیں کہ وہاں مثلین کے بعد جب عصر کی نماز پڑھیں گے تو درمیانی وقت کم ہے، اس وقت تک کے گناہ دھل چکے تھے عصر تک کے، اور عصر سے مغرب تک کا وقت کم ہونے کی وجہ سے صرف تین رکعات رکھی گئیں۔

اب آپ سوچیں گے کہ اتنا ہی وقت تو عشاء میں بھی ہے، لیکن وہاں اس لئے کہ دن بھر انسان کسی گناہ کے متعلق سوچتا رہا جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکا، اب سونے سے پہلے اپنے تمام کاموں کو جس طرح انسان سمیٹنا چاہتا ہے، اور جو گناہ کے ارادے کے درجہ میں تھے، ان کو بھی پورا کر کے انسان سونا چاہتا ہے، عملی جامہ پہنا کر کے سونا چاہتا ہے۔ اس لئے وہاں بھی اخیر میں چار رکعات رکھی گئیں۔ غرض یہ ہمارا دین بالکل دینِ فطرت ہے، چاہے آپ نمازوں کی رکعات کو دیکھیں، چاہے آپ وضو کو دیکھیں، غسل کو دیکھیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ امام جعفر صادق کی ڈانٹ ڈپٹ سنتے رہے۔ اور اس کا منشا وہ سمجھ رہے تھے۔ اس لئے جب امام جعفرِ صادق اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت میں کچھ عرض کر سکتا ہوں؟ پھر عرض کیا کہ یہ قیاس تو

ایک قسم کی تہمت ہے جو مجھ پر رکھی گئی ہے اور آپ کے پاس غلط شکایت پہنچائی گئی ہیں۔ میں اگر نقل کو چھوڑ کر کے عقل پر عمل کرتا اور روایت کو چھوڑ کر کے درایت پر عمل کرتا، تو میں بیٹے کو آدھا حصہ دیتا بیٹی کی بہ نسبت۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں عقل پر عمل کرتا تو بیٹی کو بیٹے کے بہ نسبت دوگنا حصہ دیتا کہ وہ زیادہ محتاج ہے، صنف نازک ہے، اس کو مدد کی زیادہ ضرورت ہے۔، لیکن میں اسے آدھا مرد کے مقابلہ میں حصہ دیتا ہوں۔

اور اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی عقل پر عمل کرتا نقل کو چھوڑ کر کے، تو میں یہ کہتا کہ پیشاب کے بعد غسل کرنا چاہئے اور منی نکلے، تو منی نکلنے کے بعد مجامعت کے بعد وضو کرنا چاہئے۔

کیوں؟ کہ پیشاب کی نجاست اور طہارت میں کوئی اختلاف نہیں، بالاجماع سب کے نزدیک پیشاب نجس ہے، جو عاقل بالغ کا پیشاب ہے اس کی نجاست میں کوئی اختلاف نہیں ہے، نجاستِ غلیظہ ہے۔ نجاستِ غلیظہ کے نکلنے کی وجہ سے میں کہتا کہ غسل کرو پیشاب کی وجہ سے۔

اور منی نجس ہے یا پاک ہے اس کی نجاست اور طہارت میں اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ جس مادہ سے انسان پیدا ہوتا ہے، جس سے اللہ کے نیک بندے پیدا ہوئے، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پیدا ہوئے، ان کو تم ناپاک کہتے ہو؟

جو اس کو پاک کہتے ہیں ان کی یہ دلیل ہے، بہت بڑی دلیل ہے۔ اگرچہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ منی نجس ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کی نجاست اور طہارت میں اختلاف ہے، تو اس میں تو غسل نہیں ہونا چاہئے، وہاں تو وضو ہونا چاہئے۔ لیکن یہاں میں عقل کو چھوڑ دیتا ہوں اور نقل پر عمل کرتا ہوں کہ نہیں، منی نکلنے کی وجہ سے غسل فرض اور پیشاب کی وجہ سے وضو کافی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اولیاء اللہ کی طرح سے وضو کرنے کی توفیق عطا فرمائے، گناہوں سے

ہمارے ہاتھوں کو، پیروں کو، تمام اعضاء وجوارح، قلب اور دماغ کو پاک رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذشتہ رات کسی نے یاد دلایا کہ ایک سوال حضرت امام جعفر صادق کا آنکھ کے پانی کے متعلق تھا، تو اس کا جواب نہیں آیا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کے پوچھنے سے بہت خوشی ہوئی، دو وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے یاد دلایا، دوسرا یہ کہ آپ نے غور سے سنا کہ یہ چیز رہ گئی تھی۔

آنکھ کا پانی نمکین کیوں؟

حضرت امام جعفر صادق نے جو سوالات کئے تھے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آنکھ کا پانی کھارا کیوں؟ اس میں نمک کیوں ہے اور لعاب میں شیرینی کیوں ہے؟ بہت سی چیزوں کا جہاں امام جعفرِ صادق نے جواب دیا تھا، وہاں اپنی طرف سے یہ جواب دیا کہ آنکھ اللہ تبارک وتعالی نے عجیب وغریب عضو بنایا ہے۔

اس کو آسان زبان میں اگر تعبیر کیا جائے تو امام جعفر فرماتے ہیں کہ وہ صرف ایک چربی کا لوتھڑا ہے، اس طرح چربی کا ایک گولہ ہے۔ تو نمکین پانی اس کے تحفظ کے لئے ہے۔

ہمارے یہاں آپ نے دیہاتوں میں دیکھا ہوگا کہ جو چیزیں دیر تک رکھی جاتی ہیں، تو اسے کچھ دن نمک میں رکھتے ہیں، تو اس کے بعد پھر اس کو مدت تک رکھا جا سکتا ہے، وہ چیز سڑتی نہیں ہے۔

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ چونکہ آنکھ سارا ایک چربی کا گولہ ہے، تو اس کے تحفظ کے لئے اس میں نمک رکھا گیا، نمکین پانی، اور یہ پانی بڑا قیمتی ہے۔

دل کی نجاست کیسے دور ہو؟

جیسا شروع میں بیان کیا تھا کہ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ صدر الدین،

رکن الدین ان کے پوتے ہیں، تو ان کے واقعات میں سنایا تھا کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ جو مولانا صاحب سوالات دل میں لے کر گئے تھے، وہ انہیں کشف سے معلوم ہو گئے اور اس کے متعلق انہوں نے کہا تھا کہ یہ ظاہری جسم مجامعت سے ناپاک ہو جائے، اسے پاک کرنے کا طریقہ تو معلوم ہے۔ مگر کوئی گناہوں سے دل کو ناپاک کر لے، تو اب وہ کیسے پاک ہو؟

فرمایا کہ اس کا غسل یہ آنکھوں والا پانی ہے۔ جتنا اس کو ہم بہائیں گے ندامت کے ذریعہ، توبہ کے ذریعہ، اس کے ذریعہ وہ اندر والا دل دھلے گا۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان ایک گناہ کرتا ہے، ایک سیاہ نقطہ لگا، دوسرا گناہ کرتا ہے، دوسرا لگا، یہاں تک کہ گناہ کرتے کرتے وہ کالا ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کتنا کالا؟

آپ کہیں گے کہ بھئی، نماز پڑھو، نماز پڑھو، سنی ان سنی کر دیں گے۔ خیر جا ہی نہیں سکتی اندر۔ راستہ ہی نہیں رہا جانے کا۔ اگر ہم اس پانی کے ذریعہ، آنسوؤں کے ذریعہ اس کو دھوتے رہیں گے، تب تو خیر ہے ورنہ خیر نہیں۔ پورا بدن ان گناہوں سے سڑ جائے گا۔

گناہوں کی بدبو

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ بدنظری کا جو مرض ہوتا ہے، اس سے جو بدن سڑتا ہے، پھر بدبو کی شکل میں وہ ظاہر ہوتا ہے اور نکلتا ہے۔ دوسرے لوگ یہ بدبو محسوس کرتے ہیں۔ جسم کی بدبو عام انسان بھی اپنی اور دوسرے کی محسوس کرتا ہے، کوئی کشف کی ضرورت نہیں ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ یہ تجربہ ہے۔

اور یہ گناہوں سے کیسے بدبو پیدا ہوتی ہے؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ زبان سے ایک غیبت کا، جھوٹ کا کلمہ نکلا، اس سے بدبو پھیلتی ہے، جھوٹ گناہِ کبیرہ ہے۔

البتہ صرف تین چیزوں میں اس کی اجازت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی تکلیف اٹھالی جاتی ہے، جھوٹ اس کے لئے مباح کر دیا جاتا ہے تھوڑی دیر کے لئے، وقت کی ضرورت کے خاطر،

جہاں مسلمانوں کی دو جماعتوں کا مسئلہ ہو، اَلَّذِیُ یُصُلِحُ بَیُنَ النَّاسِ،

اور جہاں دو اہم افراد کا مسئلہ ہو، بَیُنَ الزَّوُجَیُنِ، آپ کو حکم بنایا گیا، آپ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا گھر آباد ہوجائے، یہ آپس کی رنجش ختم ہوجائے، تو آپ نے خلاف واقعہ بات کہہ دی کہ نہیں، وہ تو آپ کے متعلق بہت اچھے کلمات کہہ رہے تھے، اس کو اس طرح کی کوئی بات کہہ دی ،اس سے دونوں کے درمیان صلح کرادی۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہ اتنا بڑا نیک عمل ہے کہ اس کی برکت سے کذب اور جھوٹ جو تو نے بولا، اس کی نحوست کو یہاں سے ہم اٹھالیں گے، آپ کے لئے ہم نے اس کو مباح کر دیا۔

اور فرمایا کہ اَلُحَرُبُ خُدُعَةٌ، جہاں کفار اور مسلم کی جنگ ہورہی ہو، تو اس میں جو توریہ کیا جاتا ہے، وہاں جھوٹ مباح ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ پر تشریف لے جاتے تھے، تو اگر کسی نے پوچھا کہ یارسول اللہ! کس طرف کا ارادہ ہے؟ حالانکہ بولٹن تو ادھر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے کہ ادھر کا۔ چونکہ صحیح ہے، دروازہ ہمارا یہیں ہے، نکلیں گے یہیں سے اور وہاں سے مڑکر ادھر جائیں گے، اِلاَّ وَرّٰی بِغَیُرِھَا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم توریہ فرماتے تھے۔ جدھر توجہ ہوتی تھی اس کے علاوہ کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے۔

ان تین مقامات کے علاوہ جھوٹ حرام ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی بدبو کس درجہ پھیلتی ہے کہ جب زبان سے کلمہ جھوٹ کا، غیبت کا نکلا، تو جو ہمارے ساتھ فرشتے ہیں، میلوں دور بھاگ جاتے ہیں۔ کہاں تک بدبو پہنچی اس کی کہ فرشتہ کو بھاگنا پڑا، جس جسم سے یہ نحوست نکلی، اس کو کتنا نقصان پہنچے گا؟ اس

زبان کو، اس جسم کو، اس دل کو جھوٹ نے کتنا برباد کیا ہوگا۔

اسی نحوست کا اثر ہے کہ انسان کے جسم کے میل کو زہر قرار دیا گیا کہ ہم اپنے جسم کو دھوتے ہیں اور اس سے میل نکلتا ہے، تو اس میں کہاں سے سَمّیت آ گئی؟ یہ گناہوں کی سمیت ہے۔ کان میں سب سے زیادہ ہے، فرمایا کہ سب سے زیادہ زہر والا میل کان کا ہے، جیسا کل بتایا تھا۔

یہ ان گناہوں کی نحوست کا اثر انسان اپنے جسم پر روز بڑھاتا رہتا ہے۔ کاش کہ ہم وہ توبہ کی دعائیں پڑھ کر کے وضو کیا کریں، نیت کر کے کہ میں ہاتھوں کے گناہوں کو دھو رہا ہوں، پیروں کے گناہوں کو دھو رہا ہوں، چہرہ کے، آنکھ کے، منہ کے، ناک کے گناہ دھوتا ہوں۔ اس طرف توجہ ہوگی، تب گناہ دھلیں گے۔ ہم لوگ ویسے ہی بچوں کی طرح سے پانی ڈال لیتے ہیں، اللہ کرے اس میں بھی گناہ دھلیں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام

شب جمعہ اور جمعہ کے دن میں درود شریف کے فضائل کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں، اس میں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اَلْاَنْبِیَآءُ اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ کہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اسی لئے ارشاد فرمایا کہ امت میں سے جو بھی آ کر سلام کرے، تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں اور سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔

یہی حال تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا ہے کہ سب زندہ ہیں۔ کیوں؟ کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام معصوم ہیں۔ ساری زندگی ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوسکتا۔ جب گناہ سرزد نہیں ہوا، تو ان کے اجسام گناہوں کی سَمّیت سے بالکل پاک ہیں۔ قبر میں ہزاروں برس رہنے کے باوجود بھی وہ سڑیں گے نہیں، اسی طرح رہیں گے۔

جو اجسام قبر میں سڑیں گے نہیں

اسی لئے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے علاوہ وہ حضرات جو اس درجہ میں ہوتے ہیں، وہ معصوم

تو نہیں ہوتے، وہ بشر ہیں، ان سے گناہ ہو سکتے ہیں، لیکن وہ اپنے گناہوں کو ساری عمر دھوتے رہے۔

اسی لئے روایات میں آتا ہے، شہداء کے بارے میں کہ جس طرح انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، شہداء بھی زندہ ہیں۔ لیکن دونوں کی وجوہات مختلف کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اجسام کی سلامتی گناہوں کے اکتساب کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے کہ ان سے گناہ ہوتے ہی نہیں، **لِعِصْمَتِهِمْ**، ان کے معصوم ہونے کی وجہ سے۔

اور شہداء سے ساری عمر گناہ تو سرزد ہوئے ہوں گے، لیکن جیسے ہی بندوق لگی، تلوار لگی اور وہ شہید ہوئے، تو پہلے قطرہ کے ساتھ سب گناہ معاف ہو گئے۔ اور اب یہ جو جسم ہے اس شہید کا، جیسے قبر میں رکھا جائے گا تو سڑے گا نہیں کیوں کہ اس میں کسی قسم کی گناہ کی آلودگی نہیں۔

یہ آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی چیز آپ نے رکھی۔ اگر اس کو فرِج میں نہیں رکھا، چند گھنٹوں میں بعض چیزیں سڑ جاتی ہیں۔ کچھ چیزیں فرِج میں رکھی جائیں پھر بھی سڑ جائیں گی، اگر اس میں نمی ہے، پانی ہے، تو وہ چیز سڑ جائے گی۔ جتنا زیادہ اس کو پکایا گیا ہو، سکھایا گیا ہو، اس کی نمی کو دور کیا گیا ہو، پانی کا اثر اس میں نہ ہونے کی وجہ سے وہ چیز دیر تک رہ سکتی ہے۔

ان حضرات کے وجود، شہداء کے وجود اور اجسام سالم رہتے ہیں اور علماءِ راسخین کے بھی بہت سارے قصے ہیں کہ ان کی قبر کو کھولا گیا، تو وہ سالم نکلے، حالانکہ نہ نبی ہیں، نہ شہید ہیں، مگر اپنی قبر میں ان کا جسم سالم، بہت سے حفاظ کے متعلق، عالم بھی نہیں، علماءِ راسخین میں سے بھی نہیں، لیکن انہوں نے قرآن اتنا پڑھا، اتنا پڑھا کہ ہر وقت سالوں پڑھتے رہنے کی وجہ سے وہ جو گناہ تھے سارے دھلتے رہے، ان کی قبریں جب کھولی گئیں، تو ان کے جسم اسی طرح سلامت تھے۔ دنیا میں جسم کی بدبو کا مدار بھی اسی گناہ پر ہے، تاریکی اور ظلمت کا مدار بھی ان ہی گناہوں پر ہے، اور حسن اور روشنی اور نور کا مدار بھی گناہوں سے بچنے پر اور نیکیوں پر ہے اور قبر میں سلامت رہنے اور سڑنے کا مدار بھی اسی پر ہے۔

یہ آنسو قیمتی ہیں

ایک بزرگ گزرے ہیں شیخ احمد الحواری۔ جس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور حضرت کے والد صاحب اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات آپ کو سنائے کہ وہ روتے رہتے تھے۔

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میں سفر میں ہوتا تھا، حضرت کے تہجد کے وقت رونے کی وجہ سے میری آنکھ کھلتی تھی ۔اور اس طرح روتے تھے کہ جس طرح کہ کوئی مکتب میں بچہ پٹ رہا ہو۔ فرماتے ہیں یہی حال میرے والد صاحب کا تھا۔ حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔

یہ شیخ احمد الحواری بہت زیادہ رونے دھونے والے تھے۔ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شروع میں قصہ بتایا تھا کہ وہ ہر وقت کعبۃ اللہ کے سامنے بیٹھ کر روتے رہتے تھے، ہم ان کو دیکھتے تھے کہ کعبہ شریف کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہیں۔ جسم کو اور روح کو اور قلب کو کس درجہ جلاء ملی ہوگی، یہ تو اللہ ہی جانے۔ لیکن وہ فرماتے تھے کہ یہ جو ایک سو بیس رحمتیں کعبۃ اللہ پر اترتی ہیں، میں اس کو دیکھ سکتا ہوں کہ یہ اتر رہی ہیں، مسلسل روتے رہنے کی وجہ سے انہیں یہ نور و بصیرت ملی ۔کس قدر جلاء ان کی آنکھوں میں پیدا ہو گیا تھا، اسی لئے میں نے بتایا کہ یہ آنسو بڑے قیمتی ہیں۔

شیخ احمد الحواری

شیخ احمد الحواری کے یہاں ایک نوکرانی، کام کرنے والی، کسی کی باندی تھی۔ جس طرح ان صحابی کے متعلق بتایا کہ چلتے ہوئے تھپڑ مار دیا۔ لونڈی بے چاری، اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی، لیکن وہ باندی ہمیشہ دیکھتی تھی کہ شیخ الحواری روتے رہتے ہیں، میں بیٹھ کر ترس کھایا کرتی تھی۔ اور کبھی اس کو ترس زیادہ آجاتا تو پاس بیٹھی رہتی کہ حضرت مجھ سے کوئی خدمت لیں، پانی

مانگیں، کوئی اور خدمت حضرت کی کروں۔ مگر حضرت تو اپنے رونے دھونے میں مشغول ہوتے۔ وہ اپنا ہاتھ حضرت کے چہرہ پر لے جاتی اور دیکھتی کہ آنسو گر رہے ہیں، اس کو ترس آتا، آنسو لے کر اپنے چہرے پر مل لیا کرتی تھی۔

کوئی عابدہ زاہدہ، رابعہ بصریہ کی طرح سے بڑی عبادت گزار نہیں تھی۔ ایک نوکرانی، گھر میں کام کرنے والی۔ لیکن وہ باندی جب مری ہے اور اس کا انتقال ہوا ہے، تو اس کا مالک اس کو خواب میں دیکھتا ہے کہ بڑے اونچے مقام پر ہے۔ اولیاء اللہ کی طرح سے بڑی حسین اور جمیل اور خوبصورت اور وہاں پر زبردست اس کا استقبال ہوا۔

اس حالت میں دیکھ کر وہ مالک پوچھتا ہے کہ تمہارا تو دنیا میں کوئی ایسا عمل تھا نہیں ظاہری طور پر دیکھنے میں، اتنا حسن اور جمال آپ کو کیسے ملا؟ تو وہ ہنس پڑی۔ اپنے مالک کو کہتی ہے کہ مجھے بتایا گیا کہ یہ جو شیخ احمد الحواری روتے تھے، ان کے آنسو لے کر تم نے جو پونچھ لئے تھے اور اپنے رخسار پر مل لئے تھے، ان کے نتیجہ میں تمہیں یہ حسن دیا گیا ہے۔

اس لئے یہ آنسو دل کو بھی دھو سکتے ہیں۔ دل کا وضو اور دل کا غسل ان آنسوؤں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اگر اس کو ہم نہیں دھوئیں گے، پھر یہ سمیت بڑھتی چلی جائے گی۔

جس طرح اچار کا ڈبہ آپ کھولیں گے، تو کبھی اوپر سے ذرا سی پھوئی ہوگی جسے صاف کر لیں گے۔ وہاں ہندوستان میں تو ذرا پھوئی ہو تو صاف کر دیتے ہیں اور اس میں تیل ڈال کر پھر رکھ دیا، یہ پھوئی لگی ہوتی ہے ہمارے اعضاء پر، گناہوں کی، ہاتھوں پر، پیروں پر، آنکھوں پر۔ جس طرح ہم وہ اچار کی پھوئی دیکھ سکتے ہیں، حلوے کے اوپر کی پھوئی آنی شروع ہوگئی ہے، اس کو دیکھتے ہیں اس طرح اللہ والے گناہوں کی پھوئی کو اسی طرح دیکھ لیتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ آتے ہیں نیک مجلسوں میں اور ان کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں ان گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور توبۂ نصوح نصیب فرمائے۔ اور قبل

اس کے کہ ہمارے گناہ ہماری زندگی میں اس جسم کو سڑا دیں اور بدبودار ہو جائے اور قبر میں رکھنے کے بعد یہ سڑے، اس سے پہلے پہلے ان آنسوؤں کے ذریعہ، رونے کے ذریعہ، توبہ اور استغفار کے ذریعہ، ذکر اور تلاوت کے ذریعہ اس جسم کو معطر کرنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وضو کی دعائیں اس دن ذکر کی تھیں، پھر مولانا محمد آدم صاحب نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم سے وہ دعائیں نقل کر کے مجھے دکھائیں۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ اچھا کام ہے، جن کو رغبت ہو تو یاد کر کے دعا پڑھا کریں۔ لیکن یہ جب موضوع شروع ہوا تھا، اسی دن دعائیں بتانے سے پہلے میں نے عرض کر دیا تھا کہ اس باب میں پہنچ کر کے علمیت کی اظہار کے لئے پہلے کہہ دیا جاتا ہے کہ سوائے وضو سے فراغت کی دعا کے اور کوئی دعا مسنون طریقہ سے، سنت سے ثابت نہیں۔

جنہوں نے یہ دعائیں لکھی ہیں، پہلے تو ہمارے یہاں نماز وطہارت کی بنیادی جتنی کتابیں ہیں، ان میں وضو کا طریقہ لکھا جاتا تھا، اس میں یہ دعائیں لکھی جاتی تھیں، تو ان کو اتنا نشانہ بنایا گیا اور ان کے متعلق اتنا لکھا گیا اور اتنا کہا گیا کہ آہستہ آہستہ وہ دعائیں حذف ہو گئیں، کتنا بڑا ظلم ہے۔ اب جنہوں نے بھی، وہ تمام پرانی کتابیں لکھی ہیں، آپ دیکھیں گے کہ کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دعاؤں کو پڑھا کرتے تھے۔ یہ تو ہم بیماروں کے لئے علاج کے طور پر انہوں نے تجویز کیا کہ یہ علاج ہے۔

ذکرِ کثیر اثناءِ وضوء میں بھی

قرآن کہتا ہے، ابھی آج ہی آیت پڑھی گئی ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اذْکُرُوْا اللّٰهَ ذِکْراً کَثِیْراً﴾ اللہ کا ذکر ہر وقت مطلوب ہے۔ ذکرِ کثیر، کثرت سے اللہ کو یاد کیا کرو اور وہ کتنا یاد کرنا ہے؟ کس کس جگہ یاد کرنا ہے؟

دوسری جگہ قرآن نے کہا ہے، ﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَاماً﴾ کھڑے ہو تو بھی، بیٹھے

ہوتو بھی، اور لیٹے ہوتو بھی، ہر حال میں، انسان ان تین حالتوں کے سوا چوتھی حالت میں نہیں ہوتا۔ یا تو کھڑا ہوگا، یا بیٹھا ہوگا یا لیٹا ہوگا۔ تو قرآن نے کہا کہ ہر وقت اللہ کو یاد کرنا ہے۔ تو یہ جو وضو کی ہیئت ہے کہ جس میں انسان وضو کے لئے بیٹھتا ہے، کوئی چوتھی ہیئت ہے؟ بیٹھ کر ہی وضو کرے گا، یا سِنک پر کھڑے ہو کرے گا، تو اس وقت اللہ کو نہیں یاد کرنا؟

ان دعاؤں میں اور ہوتا کیا ہے؟ اللہ کو یاد کیا جاتا ہے۔ اس دن بتایا تھا کہ منہ میں جیسے ہی پانی ڈالا، تو ساتھ فکر و شعور ہو کہ یہاں سے حرام لقمے بھی بہت سارے گئے ہوں گے۔ الٰہی! میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ آئندہ کے لئے نہ جائیں۔ اس کے لئے تو میری مدد فرما۔ میں اس کو بچاؤں گا حرام لقمہ سے اور حرام کھانے سے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کل جامِ کوثر تیری رحمت سے مجھے مل سکے۔

ناک میں ڈالتے وقت وہی فکر کہ جہنم کی بو بھی میں سونگھ نہ پاؤں، اتنی دور کا میرے متعلق تیری طرف سے فیصلہ ہو۔ چہرہ پر پانی ڈالتے وقت وہ منظر سامنے ہو قیامت میں یَوْمَ تَبْيَضُّ الْوُجُوْهُ کہ کچھ چہرے اس وقت سفید ہوں گے، کچھ سیاہ ہوں گے۔ قرآن نے جو تمام منظر وہاں کے بیان کئے، یہ وضو کے وقت جب وہاں ہاتھ پہنچے گا، تو نہ یاد کریں؟ یہ بھی بدعت؟ تو اس وقت کو یاد کر کے اس آیت کی طرف ذہن جائے کہ کیا منظر ہوگا۔ اچھا بھلا دنیا میں حسین چہرہ تھا، وہاں کالا ہو گیا۔ اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی انسان پناہ مانگ رہا ہے۔ اسی طرح ہاتھ دھوتے وقت کہ نامۂ اعمال جب ملیں گے، تو مجھے اس ہاتھ میں ملیں، الٰہی! مجھے اس بائیں ہاتھ میں نہ دینا۔ کتنا استحضار ہے؟ ان تمام احادیث اور نصوص اور آیات ہی کے استحضار کے لئے انہوں نے دعائیں ایجاد کیں اور اس پر ستم یہ کہ نہیں پڑھ سکتے، کوئی چیز ثابت نہیں۔ خبردار! جو پڑھی تم نے یہ دعا، ورنہ بدعتی ہونے کی مہر لگا دیں گے۔

البانی

اسی سوچ کا نتیجہ ہوا کہ یہ البانی جیسے پیدا ہو گئے۔ اور کون البانی؟ تو بات یہ ہے کتابیں وغیرہ اس نے بہت بعد میں لکھیں۔ جب ہم ۶۹ء میں وہاں تھے، اس وقت تو دنیا میں کوئی کوئی ان کے نام سے واقف ہوگا، صرف اہلِ علم کوئی البانی کو جانتے ہوں گے اور وہ بھی خاص جو جامعہ اسلامیہ اور مدینہ منورہ کے مشائخ اور وہاں کے اساتذہ جانتے ہوں گے، انہوں نے اس کا نام سنا ہوگا، بیچارے البانی کا، اللہ اس کو معاف کرے۔ اس وقت ۱۹۶۹ء میں ہم نے جو سنا تھا وہ یہ ہے کہ اُس وقت حرم شریف کے چاروں طرف جتنی سونے کی مارکیٹ ہوتی تھیں، کپڑوں کی مارکیٹ ہوتی تھیں، تمام دکانیں بخاریوں کی ہوا کرتی تھیں، جو بخارا سے، سمرقند سے، ہجرت کر کے کومیونزم کے غلبہ کے وقت لوگ وہاں سے بھاگ کر آ گئے تھے۔ اسی لئے حرم کے اطراف میں سارے کے سارے کٹّر حنفی تھے اور اہل سنت تھے۔

یہ البانی مدرس تھے جامعہ اسلامیہ میں۔ نہ معلوم کیا سوجھی کہ مواجہہ شریف پر جو کھڑے ہو کر مصلّی صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں، اس وقت حکومت کی طرف سے قطعاً کسی طرح کی کوئی پابندی، کوئی روک ٹوک، کچھ بھی نہیں ہوتا تھا، چاہے آپ دس گھنٹے کھڑے رہیں، روتے رہیں، کچھ کریں، کوئی آپ کو آ کر نہیں چھیڑے گا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

اس نے وہاں کھڑے ہو کر کوئی لیکچر دیا کہ یہاں ٹھیرنا بدعت ہے، فوراً وہ بخاری حضرات جو بڑے بڑے تاجر تھے، ان کے حکومت سے بھی تعلقات تھے، انہوں نے آپس میں پروگرام کر کے حکومت کو، بادشاہ کو، ٹیلیگرام دینے شروع کئے اور انہوں نے ٹیلیگرام دیئے کہ اس شخص نے ایسی گندی حرکت کی ہے، اس نے اتنی بڑی گستاخی کی ہے، قطعاً ہم اس کو مدینہ منورہ میں برداشت نہیں کر سکتے۔ اللہ کے واسطہ تم اس کا انتظام کرو۔ فوراً حکومت نے اس کو گرفتار کیا، گرفتار کر کے علیٰ طول فوراً سفر کرا دیا، نکال دیا وہاں سے۔ تیس برس سے زیادہ باہر رہا سیریا میں، شام

میں۔

اب نکالا گیا کس جرم میں کہ اس نے کیسی گندی حرکت کی تھی اور کتنی لمبی سزا پائی۔ جب تک سلفیوں کا بہت زیادہ اثر اور رسوخ نہیں ہوگیا، وہاں تک آ ہی نہیں سکا، وہ داخل ہی نہیں ہوسکتا تھا سعودیہ میں۔لیکن جو شخص اس مواجہہ شریف میں، جہاں آپ کو ذرا سا کسی کی طرف نگاہ اٹھانا بھی برا لگتا ہے، وہاں ایسا گندہ اس نے لیکچر دیا اس شخص نے، اس واقعہ سے اس شخص کی طبیعت اور سرشت اور جبلت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیا نہیں کرسکتا۔ چنانچہ پھر اس نے وہ کارنامہ کر کے دکھایا جس کی ابتداء اس طرح کی شرارت سے اس نے کی تھی۔

اس نے وہ کتابیں لکھنی شروع کیں کہ الامان الحفیظ، کہ یہ جو اتنی ضخیم تم ابوداؤد، سنن ابی داؤد پڑھتے ہو، اس میں یہ حدیث غلط، یہ حدیث غلط، یہ غلط۔ چھوٹی سی، نور الایضاح کی طرح اسے بنا دیا، اس کو، پوری سنن ابی داؤد کو۔ تمام سنن کی کتابوں پر اس نے آرہ چلایا، کیا صحاح کی کتابیں، کیا سنن کی کتابیں کہ یہ تمام احادیث، سارا کا سارا ذخیرہ غلط۔ جو وہاں مواجہہ شریف پر گستاخی کرسکتا تھا، وہ یہاں بھی کرسکتا تھا۔

اب نام ہے سنن ابی داؤد۔ اس کے ساتھ بڑھا دیا صحیح سنن ابی داؤد کہ سنن ابی داؤد کی باقی ساری روایت غلط ہیں۔ کس کے نزدیک؟ البانی کے نزدیک۔ کتنے کئی سو برس کے بعد، ہزار برس سے زیادہ ان کتابوں کی تصنیف کو گذر گئے، یہ جو اتنے زمانہ تک اس کو سنن میں داخل کیا گیا اور اس کی روایت پر اعتماد کیا گیا، وہ سب غلط تھا۔

لیکن اس کی چوری پھر اہلِ علم نے پکڑ کر کے کافی کتابیں لکھی ہیں اس کے خلاف کہ اس نے احادیث کے جس ذخیرہ کو بتایا تھا کہ یہ غلط ہے اور کتاب میں سے نکال دیا تھا، جب اس کو خود ضرورت پڑی تو ان ہی احادیث سے وہ استدلال کرتا ہے کہ فلاں حدیث میں یوں آیا۔ اللہ کے بندے! اگر تیرے نزدیک یہ حدیث صحیح تھی؟ اس سے تو استدلال کرسکتا ہے؟ تو پھر امام ابوداؤد کا کیا جرم تھا؟ امام ترمذی کا کیا جرم تھا؟ صحیح سنن ترمذی، صحیح جامع ترمذی لکھنے کی تجھے کیا ضرورت

پیش آئی تھی؟ پھر اس کے نتیجہ میں ایک جاہلوں کی جماعت دنیا میں پیدا ہوگئی۔

دینی ماحول کے مخالفین

اب یہاں تو ماشاء اللہ سب کے سب ٹوپی والے ہیں۔ آپ بہت سی مساجد میں جائیں گے، تو وہاں تلاش کرنا پڑے گا کہ ٹوپی والا ہے کوئی، کیوں؟ انہوں نے کہا اس کی کیا ضرورت؟ روایت لاؤ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی پہنتے تھے، اور ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھی یہ بتاؤ۔ کہتے ہیں عمامہ باندھتے تھے، عمامہ تو ہوتا تھا، مگر ٹوپی ساتھ کی روایت لاؤ۔ اچھا، کیا پھر شیعوں کی طرح بغیر ٹوپی کے باندھتے تھے؟ جو آج کل شیعہ آپ دیکھتے ہیں کہ عمامہ شیعہ باندھتے ہیں تو بیچ میں ٹوپی نہیں ہوتی، امت کو وہ کس گمراہی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں؟ کہ بغیر ٹوپی کے عمامہ کو ثابت کر کے ان کی نقل کی ترویج چاہتے ہیں۔

جن شیعوں کی تحویل میں حرمین کو دینے کی ان کی تمنا اور تڑپ ہے، اس کی ترویج چاہتے ہیں ہر چیز میں کہ عمامہ بھی ایسا باندھو جیسے شیعہ باندھتے ہیں، شیعوں کے ساتھ عید مناؤ۔ پھر اس ٹوپی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اور کپڑوں کے بارے میں بھی۔ یہاں تو ضرورت پیش نہیں آتی، ساؤتھ افریقہ میں ہر مسجد میں آپ دیکھیں گے بڑی بڑی عبائیں انہوں نے رکھی ہوئی ہیں کہ اگر کسی کا لباس ٹھیک نہیں ہے، تنگ لباس ہے، اس کی آستین پوری نہیں ہیں، تو عباؤں سے ایک عبا اٹھائی، پہن لی، نماز پڑھی، پھر اس کو وہاں واپس رکھ دیا، جس طرح مساجد میں بعض جگہ ٹوپی کا انتظام ہوتا ہے، لباس بدلنے کی کوشش کہ ان ٹوپیوں اور عباؤں کے انتظام کی کوئی ضرورت نہیں۔

پھر نمازوں پر، سنتوں پر آرہ چلایا۔ سب سے پہلے ان کا نشانہ صوفیاء ہی بنے۔ یہ دعائیں جو وضو کی ہیں کہاں ثابت؟ کہتے ہیں کہ اشراق کہاں سے آئی؟ چاشت کہاں سے آئی؟ فلاں کہاں سے آئی؟ تو یہ کم کرتے کرتے، ابھی ان مساجد میں آپ نے دیکھا کہ وہ قبلیہ اور بعدیہ سنت پڑھتا ہی نہیں کوئی۔

کیوں ؟ کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ سنتیں مسجد میں کہاں پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کیسا استدلال! کہتے ہیں کہ گھر میں پڑھتے تھے، آپ گھر میں جا کر پڑھ سکیں گے، ابھی آپ یہاں سے جا کر کب گھر پہنچیں گے؟ کوئی سنت پڑھ سکتا ہے اگر یہاں نہیں پڑھیں گے تو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا، حجرہ سے مسجد میں تشریف لاتے، مسجد سے حجرہ میں تشریف لے جاتے۔ اگر آج کل کسی کا مکان اس قدر متصل ہو معتکف کی طرح سے، تو گھر جا کر پڑھ سکے گا۔ ہم سب دور سے آتے ہیں، کون پڑھ سکے گا؟

یہ دین کو بگاڑنے کی ایک کوشش ہے۔، یہ سچ مچ دین کو بگاڑنے کی کوشش تھی، جس کو یہ امت سمجھ نہیں پائی۔ امت کا یہ طبقہ، اللہ تعالی نے ہمارے حضرات کو سمجھ دی کہ انہوں نے کوشش کی دین کو اسی شکل میں محفوظ رکھنے کی۔ سلفیوں کے یہاں وہ سنتیں حذف ہو گئیں، تو پڑھتے ہی نہیں، بیٹھے رہیں گے، مسجد میں باتیں کرتے رہیں گے لیکن سنت نہیں پڑھیں گے۔ کیوں؟ کہ مسجد میں نہیں پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر فرض نمازیں تو پڑھنی ہیں لیکن نماز پڑھنے کے لئے سلفیوں کے یہاں بہت گنجائش ہے کہ پانچ اوقات کے بجائے تین وقت میں تم پڑھ کر فارغ ہو جاؤ، **جمع بین الصلوتین** کرلو، اب **لمرض، لمطر، لعذر، لسفر** تو اب یہ عذر کی وجہ سے، مرض کی وجہ سے، بارش کی وجہ سے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، ان کے یہاں اس کی ہمیشہ کے لئے دوامی طور پر اجازت کہ **جمع بین الصلوتین**، اکھٹی پڑھ لیا کرو۔ یہ بالکل دین کو بگاڑنے کی کوشش ہے۔

مجھے یاد آیا کہ سن ستر ۱۹۷۰ء میں جب مجلس العلماء یا جمعیۃ العلماء کے نام سے جماعت تھی علماء کی، اس کا اجلاس ہوا تھا یہاں بولٹن طیبہ مسجد میں۔ اس وقت اس کا فکر کیا گیا کہ ان دنوں میں تو رمضان دسمبر وغیرہ بہت چھوٹے دنوں میں ہوتے تھے، مگر آئندہ کے لئے تیاری کے طور پر اس کا فکر کر کے، ہر جگہ استفتاء بھیجا گیا، ازہر سے لے کر دارالعلوم دیوبند تک چھوٹے بڑے تمام مدارس میں، مفتیانِ کرام کو بھیجا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ برطانیہ میں یہ روزے جب سمر میں

ہوں گے تو انیس گھنٹے تک کے روزے ہوسکتے ہیں، آپ حضرات کی اس کے متعلق کیا رائے؟

ہر جگہ کے مختلف جواب ہوتے تھے۔ ان میں ایک جواب اس طرح کا بھی تھا، جیسا میں نے کہا کہ سنت کی بھی ضرورت نہیں، سنت بھی چھوڑ دو، وقت پر نماز پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں، اس کو بھی چھوڑ دو۔ جب چاہو پڑھ لو، اکھٹی پڑھ لو، تو اس طرح یہ دین کے پورے ایک باب کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔

بعضوں نے اس وقت جواب لکھا تھا روزوں کے بارے میں کہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے جائیں اور جب چھوٹے دن ہوں، اس وقت قضا کر لی جائے۔ آپ اندازہ لگائیں اس فکر کا اور اس سوچ کا کہ اگر اس پر عمل کیا گیا ہوتا، تو یہ رمضان کا ماحول ہوسکتا تھا اور یہ تو دوسری دفعہ سمر میں روزے شروع ہو رہے ہیں۔ اس سے پہلے پورے سمر میں ماشاء اللہ روزے ہوگئے، برطانیہ، یورپ بھر میں ساری دنیا نے روزے رکھے، تمام مساجد آباد رہیں، نہ کوئی مرا، نہ کسی کو کوئی تکلیف پیش آئی۔

جہاں روزے کا وقت لمبا ہے، اس کے مقابلہ میں یہاں ٹھنڈک بھی ہے، ہمارے ملکوں میں یہاں سے دو گھنٹے کم ہیں، مگر وہاں انتہائی درجہ کی گرمی اور ان کے پاس زندگی کے اور عیش کے، آرام کے اسباب مہیا نہیں ہیں۔ کتنی جاں فشانی کے ساتھ وہ لوگ کام کرتے ہیں، دن بھر مزدوری کرتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں گرمی میں، اور ساتھ ہی ان کے روزے ہوتے ہیں اور یہاں یہ ٹھنڈے روزے کیا تکلیف دیتے ہیں۔ اٹھارہ انیس گھنٹے کے روزے نے کبھی، کسی کو کوئی تکلیف نہیں دی، لیکن یہ ایک سوچ تھی کہ حذف کر دو رمضان۔ ان دنوں میں مت مناؤ، پھر اور کسی وقت منا لیا کرو، جب کسی کو قضاء کرنا ہو تب قضاء کر لو۔

جیسا کہ شروع میں جب ہم یہاں آئے سکسٹی ایٹ ۱۹۶۸ء میں، اس وقت سنا کرتے تھے کہ کینیڈا، امریکا میں بعض جگہ اتوار کو جمعہ پڑھا جاتا ہے، باقاعدہ جمعہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اتوار کو۔ میں نے لطیفہ کے طور پر طلبہ کو اس وقت یہ سنایا تھا اور پھر جب ٹرینیڈاڈ کا سفر ہوا، ہمارے

اسماعیل بھائی کوٹھری والا، جو تبلیغی جماعت کے امیر تھے، پورے سفر میں تمام ملکوں میں ہمارے ساتھ تھے، مجھے بتایا کہ یہ مسجد ہے کہ جس میں عورت امام ہے۔ میں نے پوچھا عورت امام ہے؟ میں نے کہا صرف عورتیں ہی آتی ہیں؟ صرف مستورات کی نماز کا انتظام ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، باقاعدہ مرد بھی آتے ہیں، مرد اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ کہنے لگے ہاں، اس کے پیچھے نماز اور جمعہ بھی پڑھتے ہیں۔

مجھے یقین نہیں آرہا۔ تو میں نے پوچھا پھر جمعہ کا کیا ہوتا ہے؟ کہنے لگے جمعہ پڑھاتی ہے منبر پر، سامنے مردوں کا مجمع ہوتا ہے۔

جس طرح کسی نے اس زمانہ میں جمعہ کے دن کے بجائے اتوار کے روز جمعہ کی نماز پڑھنی شروع کی، تو اس طرح بعض لوگ یہ چاہتے تھے کہ یہ رمضان بھی ہٹا دیا جائے۔ اور دنوں میں پھر رمضان کے روزے رکھ لئے جائیں۔

یہ آزادی، اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا سے اسلام اور یہ نماز روزے کے طریقے سارے مٹ جائیں۔ یہ حلیہ، یہ لباس، یہ نمازیں، یہ اجتماع، یہ اتفاق، یہ محبت، یہ انوارات، یہ رحمتیں، یہ دعائیں، ان سب کو یکسر وہ ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے پیچھے کام کرنے والی فکری طاقتیں دوسری ہوتی ہیں، جو پیچھے سے انہیں لقمے دیتی رہتی ہے کہ اس پر کام ہونا چاہئے، اس پر کام ہونا چاہئے۔ جو البانی نے کام شروع کیا تھا، اس کو بھی انتہاء تک پہنچا دیا گیا ہے۔

اس جماعت کو آپ دیکھیں گے، ان کی نمازوں کو آپ دیکھیں گے کہ نہ ان کے یہاں نماز ہے، نہ ان کے یہاں لباس ہے، وضو بھی نہیں ہے۔ وہ لوگ وضو بھی شیعوں والا وضو لے آئے۔ میں نے کہا کہ جس طرح وہ ٹوپی کے بارے میں کہتے ہیں کہ صرف عمامہ باندھ کر نماز پڑھ سکتے ہو، ٹوپی نہیں۔ اسی طرح وضو کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ جو عام آپ جرابیں، سوکس پہنتے ہیں، اس پر مسح کرلو۔ اتنی جرأت ابھی نہیں ہوئی کہ وہ شیعوں کی طرح پیروں پر مسح کرلو، مگر وہ کہنا تو یہی

چاہتے ہوں گے کہ پیر دھونے کا فریضہ قرآن سے بھی ثابت نہیں ہے۔اسی لئے تو دھونے کو ضروری نہ سمجھ کر نائلون کی جرابوں پر مسح کرتے ہیں۔ یہ بغیر ٹوپی والے اور سنتیں مسجد میں نہ پڑھنے والے، گھر میں پھر وہ کیا پڑھتے ہوں گے۔

پورا ایک دین الگ بنایا جا رہا ہے۔اس طرح یہ وضو کے باب میں بھی انہوں نے اس وظیفہ کو بھی حذف کر دیا کہ پیر دھونے کی بھی ضرورت نہیں ہے، عام سوکس پر مسح کر لو۔آپ دیکھیں گے کتنے لوگوں کو وضو میں مسح کرتے ہوئے، چونکہ انسان کی طبیعت تو آزاد پرست ہے، ذرا سی آزادی ملی تو اس طرف طبیعت مائل ہو جائے گی۔

اس لئے یہ بزرگوں والے طریق بڑے اسلم ہیں، اسی میں سلامتی ہے۔اللہ تعالی ہمارے دین اور ایمان کو سلامت رکھے، اسی طریقہ پر ہمیں رکھے، اسی طریقہ پر اللہ ہمیں موت دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا روحانیت والا موضوع تو بہت اچھا چل رہا تھا، گذشتہ کل ویسے ہی جھگڑے والی بات بیچ میں آ گئی۔ کتنا پیارا موضوع تھا، کہ مدینۃ العلوم کے جلسہ میں بھی میں نے اس پر کچھ عرض کیا تھا، کہ شریعت کا کوئی حکم، کوئی قرآن کی آیت عقل کے خلاف نہیں۔ کوئی حدیث سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صحیح ثابت ہے، اس سارے ذخیرہ میں کوئی چیز عقل کے منافی نہیں۔ کچھ حضرات ہیں جنہوں نے مستقل باب قائم کیا، روایت اور درایت، کہ جو روایتیں، احادیث درایت اور عقل میں آئیں، اس کو قبول کرو، باقی کو ردی کے ٹوکرے میں پھینک دو۔ اس پر انہوں نے ہزاروں صفحات سیاہ کر دئے، اپنا اعمال نامہ سیاہ کیا ہوگا، کیوں؟ کہ انہوں نے اپنی عقل کو معیار بنایا۔

یہ نہیں دیکھا کہ اسی ذخیرہ احادیث کو، ہزاروں احادیث کو جن کو میں رد کر رہا ہوں، ہزاروں برس سے بڑے بڑے محققین، امام غزالی، امام رازی، علامہ سیوطی جیسے لوگ آئے اور انہوں نے اس کو قبول کیا۔ ان کو ان میں کسی قسم کی قباحت نظر نہیں آئی۔ یہ تمام صحیح روایات اور ہماری تمام نصوص درایت کے مطابق اور عقل کے مطابق ہیں، آگے عقل میں نہ آئے تو یہ ہماری اپنی عقل کا فتور ہے۔ روز ہم دیکھتے ہیں ڈاکٹر ہمیں ڈانٹتا ہے، کوئی انجنیئر ہمیں ڈانٹتا ہے، گاڑی ٹھیک کرنے کے لئے لے جاتے ہیں، وہ کہتا ہے تم نے یہ غلط کیا، تو جس طرح وہاں ہماری عقل غلط ہے، اس باب شریعت میں بھی غلط ہی ہے۔

شریعت عقل کے مطابق ہے

شاہ رکن الدین سے پوچھا گیا کہ وضو میں پہلے چلو بھر کر پانی لیا جاتا ہے، یہ کیوں؟ کلی کرائی جاتی ہے، یہ کیوں؟ ناک میں پانی ڈالا جاتا ہے، یہ کیوں؟ بتایا کہ ہر چیز عقل کے مطابق ہے، کوئی

چیز عقل کے منافی اور عقل کے خلاف نہیں۔ یہاں تک کہ مؤمنین اور جو گناہ گار ایمان والے ہیں، وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے، یہ بھی عین عقل کے مطابق ہے۔ اب کوئی کہے گا کہ یہ تو عذاب ہے، تکلیف دی جائے گی، خدا کا ماننے والا ہے، ایمان رکھنے والا ہے، اس کو خدا جہنم میں ڈالے گا، جلائے گا اور تم کہتے ہو کہ یہ تمہاری عقل میں آتا ہے یہ کیسے؟ جیسے میں نے بتایا تھا کہ یہ گناہوں کی پھوئی لگ جاتی ہے سارے جسم پر، اس کو دور کرنے کا ایک طریقہ آخرت میں یہ ہے۔

اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھے غسلِ جنابت میں کوئی اشکال نہ رہے کہ میں پاک ہوا یا نہیں، اس لئے وَ مِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ رَأْسِیْ ، کہ میں بال نہیں رکھتا کہ بالوں میں پانی اندر تک پہنچا یا نہیں پہنچا، بڑے بڑے پٹھے ہوں گے، بال ہوں گے، اس میں تھوڑا سا شک رہ جاتا ہے کہ پانی گیا کہ نہیں گیا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ساری عمر شریف بال رکھے ہیں، لیکن میں نہیں رکھتا۔

اور یہ خود غسلِ جنابت ہے، وہ بھی عین عقل کے مطابق ہے کہ جو دوسرے گناہ ہیں، ان میں لطف اٹھاتا ہے تو کوئی ایک عضو لطف پاتا ہے۔ اور اس میں، جماع میں، جب انزال ہوتا ہے تو صرف ایک عضو لطف نہیں اٹھاتا، سارا جسم، رواں رواں انسان کا اس سے لذت پاتا ہے۔

اسی لئے فرمایا کہ یہ لذت ایسی ہے اگرچہ تم نے اپنی منکوحہ بیوی سے اس کو پورا کیا، لیکن اس میں تمہاری نیت ڈانواں ڈول ہو ہی جاتی ہے، سارا ذہن لذت ہی کی طرف چلا جاتا ہے، بیوی کا حق ادا کرنے کے لئے یا اولاد کے حصول کے لئے اور جتنی نیک نیتیں ہو سکتی ہیں وہ مغلوب رہیں، اس میں سب سے غالب آنے والی نیت نفس پرستی، ہواءِ نفس کی رہی۔ تم نے حظ نفس کے خاطر جو یہ جماع کیا اور اس سے لذت اٹھائی، یہ بھی حق تعالیٰ شانہ سے دور کرنے والی چیز تھی، یہ تمہاری نیت بھی۔ اس لئے سارے جسم پر اس کا اثر ہوا، جہاں جہاں جسم کے جس حصہ نے لذت پائی، ظاہر ہے کہ سارے جسم نے پائی، تو اس پھوئی کو پورے جسم سے دھویا جاتا ہے۔

اسی بناء پر جب کوئی زنا کرے، تو اس کے مختلف احکام ہیں مختلف حالات کے اعتبار سے الگ الگ ہیں۔ کسی میں کوڑے پر اکتفاء کیا گیا، کسی میں رجم کی سزا دی گئی کہ پتھر مار مار کر اس کو ہلاک کر دیا جائے۔ چور نے چوری کی، اس میں ایک ہاتھ پہنچے سے یہاں سے کاٹ دیا جاتا ہے، قصہ ختم۔ زنا بھی کبیرہ گناہ اور چوری کرنا یہ بھی کبیرہ گناہ، اس میں ایک عضو گیا اور رجم میں تو سارا جسم اور جان گئی اور جان بھی کس طرح گئی؟ پتھر، رجم سے زخمی لہولہان ہوتا ہے۔ جس میں جسم کا ہر عضو الم پاتا ہے، جب آدمی پتھر کھا کھا کر مرے گا تو کتنی جگہ اسے زخم آئیں گے۔ سر پر، چہرہ پر، جسم کے ہر حصہ پر زنا کی لذت کی سزا، اور جو جان لی گئی اس کی سزا ہے۔ اس وجہ سے کہ تم نے غلط جگہ نطفہ ڈالا۔ اگر صحیح جگہ ڈالتے، جس سے ایک نیک صالح اولاد مل سکتی تھی۔ تم نے ایک جان کو قتل کیا، غرض نطفہ کے قصاص کے طور پر جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔

ہمارے نوجوانوں کو بری عادتوں سے محفوظ رکھے، اپنے ہاتھوں سے شہوت پوری کرنا، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے اور اس کو کہا گیا ہے، وأدِ خفی۔ ﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ﴾، موؤدۃ زندہ دفن کی گئی بچی، تو جو اس کو دفن کرنے والے ہیں، ان کے متعلق اس بچی کو زندہ کر کے پوچھا جائے گا، حق تعالیٰ شانہ پوچھیں گے کہ بتاؤ تمہارا قاتل کون؟ تو وہ دعویٰ دائر کرے گی اور باپ کو، رشتہ دار کو جس نے دفن کیا ہوگا، اس کو خدا کے حضور، خدا کی عدالت میں حاضر کیا جائے گا، اس کا حساب لیا جائے گا۔

وأدِ خفی۔ اس کا بھی گناہ اتنا ہی ہے جتنا کسی بچی کو زندہ دفن کر دینا۔ تو جو زانی ہوتا ہے، اس نے اپنا نطفہ غلط جگہ ڈالا، تو قتل کیا۔ ایک قتل کا گناہ لگ گیا۔ وأدِ خفی مشت زنی سے جس نے لذت پوری کی اس نے بھی قتل کیا، مگر اس قتل کی سزا آخرت پر چھوڑ دی گئی، اس کا وہاں حساب ہوگا، جو اور زیادہ سخت ہے۔ زانی کو تو رجم کیا جاتا ہے ایک جان گئی اس کے بدلہ میں، لیکن جو اس نے لذت اٹھائی زنا کرتے ہوئے زانیہ کے ساتھ یا کسی کے ساتھ جبر کر کے، تو اس کے بدلہ میں اس کے سارے جسم نے لذت پائی اس کی سزا میں رجم ہے۔ چور نے تو صرف ایک ہاتھ سے وہ چیز

اٹھائی تھی، اس لئے صرف اس کے ہاتھ کاٹنے پر اکتفاء کیا گیا۔

اگر کوئی کسی کی آنکھ پھوڑ دے، تو اس کے بدلہ میں تیز روشنی، آئینہ اس زمانہ میں رکھا جاتا تھا، تیز کہ جس سے اس کی آنکھ پھوڑ دی جاتی تھی۔ وہ جو چیز آتشی آئینہ کوئی چیز آپ پڑھنا چاہتے ہیں، اس کو سامنے کر کے اس کی آنکھ کی روشنی ختم کر دی جاتی تھی۔ تو ایک عضو کے بدلہ میں ایک عضو گیا۔

اب اسی سے آپ کو سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ جہنم میں کیوں ڈالا جائے گا کہ اب ایک گناہ تھا، تو وہ پتھروں کے ذریعہ صاف کیا گیا۔ لیکن اب ساری عمر کے زنا اور چوری اور خیانت اور ظلم، کتنے سارے کبائر، ہزاروں گناہ روز روز ہوتے رہتے تھے، وہ اکھٹے ہو گئے، ان کی صفائی کے لئے جیسے اب بھٹی والے کے یہاں آپ جائیں گے، تو لوہے کو وہ آگ میں ڈالے گا، سونے کو اسی لئے بھٹی میں ڈالا جاتا ہے کندن بنانے کے لئے، جیسا ہی اس میں ڈالا تھوڑی دیر آگ میں جلا، واپس نکالا تو بالکل اصلی حالت پر آ جائے گا، اس کا جتنا میل کچیل ہے، سارا ختم ہو جائے گا۔

تکمیل شریعت

صحابہ کرام کے متعلق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس جگہ فرمایا کہ یہ جو روایات میں آتا ہے کہ صحابہ میں سے فلاں کا ہاتھ کٹا، فلاں کو رجم کیا گیا، حالانکہ میں نے بتایا کہ وہ مدنی بزرگ تھے، سالہا سال ہم نے ان کو دیکھا کہ سجدہ کی جگہ سے آگے دیکھتے ہی نہیں تھے، ان سے بدنظری کب ہوئی ہوگی؟ انہوں نے کسی کو بری نظر سے کیا دیکھا ہوگا؟ زنا کا تصور تو دیکھنے ہی سے آتا ہے۔ جب ڈیڑھ ہزار برس کے بعد اللہ والوں کا یہ حال ہے، صحابہ کرام، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کی آنکھوں نے دیکھا، ان سے پھر زنا کیسے ہوا؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ کوئی چیز عقل کی منافی نہیں۔ ہر چیز آپ سمجھ سکتے ہیں، اگر دل سے غور کریں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

طیبہ میں اس جرم میں کس کس کوسزا دی گئی؟ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرد کو، امرأۃ غامدیہ ایک عورت کو۔ کیوں؟ صحابی ہو کر یہ گناہ ہوا کیسے ان سے؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ تکمیلِ شریعت کے لئے یہ خدائی انتظام تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ حکم بیان فرمادیتے، کیسے زنا پر کوڑے مارے جاتے ہیں، کیسے رجم کیا جاتا ہے، عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کو پیش نہیں کیا گیا نہ ہوتا، تو قرآن غلط ہوجاتا۔ حالانکہ قرآن تو کہتا ہے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر چیز عملی طور پر کر کے دکھاتے ہیں۔ ایک ایک قصہ، مرد کا، عورت کا پیش آیا تاکہ یہ چیز بھی اگر پیش آئے میری امت میں قیامت تک کے لئے، تو کیا کیا جائے؟ اس طرح کیا جائے جس طرح کہ میں نے کیا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مشاجرات ہیں، ان پر کبھی اشکال نہ ہوا۔ اب کہاں صحابہ کرام اور کہاں وہ آپس میں لڑیں گے؟ آپ کے سامنے کوئی مسجد میں دو آدمی اگر ہاتھا پائی کر رہے ہوں، آپ جب ان کو دیکھیں گے، تو آپ کو ایک قسم کی کراہت محسوس ہوگی کہ یہ مسجد میں ایک دوسرے کو مار رہے تھے، لڑ رہے تھے۔ ساری عمر کے لئے آپ کے ذہن میں وہ قصہ رہ جائے گا۔

آپ بھی ان سے ڈریں گے۔ اور یہاں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں دو پارٹیاں ہوئیں اور تلواریں چلیں اور صرف تلواریں نہیں چلیں، کتنے شہید ہوئے، ایک غالب ہوئے، دوسرے مغلوب ہوئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ مجھے زندگی بھر کبھی اس میں اشکال نہیں ہوا اور کسی کی شان میں ذرہ برابر میرے عقیدہ میں فرق نہیں آیا، کسی صحابی کے بارے میں۔ کیوں؟

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی تکمیلِ شریعت کا ایک باب تھا۔ اگر یہ ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آتا کہ ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کھڑی

ہو جاتی، تو فوراً کافر بن جاتی۔ اس کا تو ایمان باقی رہ ہی نہیں سکتا جو نبی کی مخالفت پر اتر آئے۔

اس لئے یہ جو خلفاءِ راشدین کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری سنت کا اقتداء کرو اور ان خلفاء راشدین کا اقتداء کرو، ان کی اقتداء کو جو فرمایا گیا، اسی لئے کہ کچھ چیزیں شریعت کی ایسی ہیں کہ ان کی خلافت کے زمانہ میں مکمل ہوں گی۔

یہ جو باب تھا کہ اگر حکومتِ وقت اسلامی ہے اور اس کے خلاف اگر کچھ لوگ باغی ہو جائیں، حکومت کے خلاف کھڑے ہو جائیں تو پھر اس کا کیا حکم؟ حکومت کو، خلافت کو، خلیفہ کو کیا کرنا چائے اور وہ جو باغی ہیں انہیں کیا کرنا چاہئے؟

پھر جب جنگ ہو، تو جس طرح اور جنگوں کی طرح سے اس میں شہید کون ہوگا، اور جس طرح آج کل لکھتے ہیں ہلاک ہو گیا، ہلاک جس کو لکھیں گے وہ کون ہوگا اور جس کے لئے شہید کا لفظ استعمال کریں گے وہ کون ہوگا۔ اور جس طرح وہاں تمام غزوات میں جو قانون رہا کہ غلام باندی بنائے جاتے ہیں، ان کی املاک ضبط کر لی جاتی ہیں، وہ مالِ غنیمت شمار ہوتا ہے، تو یہاں بھی کیا ایسا ہی ہوگا؟

یہ جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں جو حضرت معاویہ رضی تعالیٰ اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں جو جنگ ہوئی، تو اس میں ان احکامات کو عملی طور پر امت کے سامنے پیش کیا گیا کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو خلیفۂ وقت ہیں، ان کے خلاف جو صحابہ کھڑے ہوئے وہ مخطی کہلائیں گے اور ان کی خطاء اجتہادی کہلائے گی اور اس میں عام جنگوں کی طرح سے نہ غلام بنایا جائے گا، نہ باندی بنایا جائے گا۔ جو قیدی پکڑے جائیں گے، انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اسی طرح جو ان کی املاک ضبط ہوں گی، وہ مالِ غنیمت شمار نہیں ہوں گے، واپس کرنا ضروری ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر عمل کر کے دکھایا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔

''یا قتل کر دو یا جرمِ الفت بخش دو''

میں تو وضو اور نماز کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ ہر حکم مقتضائے عقل کے مطابق ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی ہاتھ اٹھائے، تو ہاتھ اٹھانا یہ نشانی ہے ترک دنیا کی طرف کہ یا اللہ دیکھ! میں اپنے ہاتھ، خالی ہاتھ اٹھا کر، سب دنیا کو چھوڑ کر کے تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ رفعِ یدین میں یہ حکمت بھی ہے کہ دنیا کا کوئی خیال میرے دل، دماغ میں نہیں۔ یہ میرے جس طرح ہاتھ خالی ہیں تو میرا دل بھی خالی ہے اور میں حاضر ہو رہا ہوں۔ اور اس کے بعد جیسے ہی ہاتھ باندھے، تو حضرت یہاں ایک شعر پڑھتے تھے، حضرت شعر پڑھتے تھے کہ ؎

سامنے آپ کے ہاتھ باندھے ہم کھڑے ہیں
یا قتل کردو یا جرمِ الفت بخش دو

کہ عاشق اپنے معشوق کو کہہ رہا ہے کہ ہم ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں آپ کے سامنے، یا تو ہمیں قتل کر دو یا پھر جو آپ سے ہم نے محبت کی ہے تو یہ جرمِ الفت کیا ہے، الفت اور محبت اور پیار کا جرم جو ہم نے کیا ہے، اس کو بخش دو، معاف کر دو۔

ہم تو کھڑے ہوئے ہیں، تو حق تعالیٰ شانہ سے ایسا قرب اور پیار ہو جس طرح عاشق اپنے معشوق کو کہہ رہا ہے، اتنے پیار سے کھڑا ہو اور کھڑے ہو کر تیر کے آنے کا انتظار کیا، خنجر چلنے کا انتظار کیا، الحمد پڑھتے رہے، پھر سورۃ پڑھتے رہے کہ تیر نہیں آیا ابھی، کھڑے ہیں وہ تو نہیں مارتے۔ انتظار کر کے معشوق کو بڑھنے کی تکلیف نہ ہو، شاید تلوار اٹھانے میں، تیر چلانے میں تکلیف ہو رہی ہوگی، اس لئے پھر آگے سر نیچا کر دیا، رکوع میں چلے گئے کہ اب مار دو۔ انتظار کیا، رکوع میں بھی تسبیح پڑھتے رہے، پھر قومہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، تو اب کیا کہہ رہے ہیں زبان حال سے کہ ہمیں پتہ ہے کہ آپ کو بھی اندر سے تو ہم سے پیار ہے، محبت ہے، الفت ہے، اس لئے تو آپ نے، ہم کھڑے ہو گئے، ہاتھ باندھ کر، آپ نے نہیں مارا، رکوع میں گردن جھکا

دی، آپ نے نہیں مارا، سر سامنے کر دیا، پھر بھی نہیں مارا۔

شاید ہماری صورت دیکھ کر آپ نہیں مار سکتے۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی طرح کہ حضرت اسماعیل نے عرض کیا تھا کہ ابا جان! ویسے اگر چت لٹاؤ گے تو آپ مجھے ذبح نہیں کر سکتے، اس لئے ایسا کرو کہ مجھے اوندھا لٹا دو کہ آپ میری شکل نہ دیکھ سکو اور پدری محبت آپ پر غالب نہ آ جائے۔ اس لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کیا کہا تھا کہ مجھے اوندھا لٹا دو اور گردن کی طرف سے چھری پھیر دو۔

اسی طرح یہاں بھی حق تعالی شانہ سے بندہ عرض کرتا ہے کہ الٰہی! مجھے پتہ ہے کہ آپ کو ستر ماں سے زیادہ اپنے بندہ سے محبت ہے، آپ ہمیں کیسے ماریں گے؟ آپ نے تو نہیں مارا، کھڑے ہو گئے تو بھی، ہاتھ باندھ لئے، پھر سر جھکایا، تو بھی نہیں مارا۔ اچھا پھر ہمیں دیکھ کر آپ کو پیار آ جاتا ہے اس لئے ہم چہرہ نیچے کر دیتے ہیں، گدی کی طرف سے ہمیں ذبح کر دو۔ اس طرح یہ مکمل سارا دین درایت وعقل کے مطابق ہے۔ صوفیاءِ کرام نے ایسا پیار محبت میں اسے ڈھالا ہے کہ آپ سوچ نہیں سکتے۔

اب اس تصور سے صوفیاء کرام اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جو نماز پڑھتے ہوں گے، اس میں کتنا لطف آتا ہوگا۔ جیسے مدینہ شریف کے سید عقیل صاحب کا قصہ بتایا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ کچھ نہ پوچھو، سجدہ میں جاتا ہوں تو جی چاہتا ہے کہ سجدہ میں پڑا رہوں، پڑا رہوں، ایک دو برس نہیں، ایک سو برس نہیں، تین سو چار سو برس سجدہ میں پڑا رہوں۔ ان کو یہی لطف آتا ہوگا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرح سے۔ اللہ تعالی ہمیں دین کو سمجھنے کی اور حق تعالی شانہ سے محبت اور عشق کی اور اس کے ہر حکم پر راضی رہنے کی توفیق دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیسے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے مصلّی کے قیام کی تصویر کھینچتے ہوئے شعر پڑھا تھا۔

قتل کر دو یا جرمِ الفت بخش دو

یہ حضرات اِن چیزوں کو سوچتے رہتے ہیں کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی نور اللہ مرقدہ کی ایک بہت پرانی تقریر کئی برس ہوئے، ابھی تو یاد نہیں کس جگہ پڑھی تھی؟ حضرت نے اپنی درسی تقریر میں جو نمازوں کے اوقات ہیں، اس کی حکمت بیان فرمائی تھی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ فجر کے لئے حکم ہے صبح صادق کے انتظار کا۔ فرماتے ہیں کہ ہو بہو یہ ایسا ہے جیسا کہ بچہ کی ولادت کی اُمید ہوتی ہے۔

لمبی خوشی

اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ لمبی خوشی سال بھر کی، نو مہینے کی۔ پھر اُس کے بعد صبح صادق کے بعد پھر جا کر کے طلوع آفتاب پر فجر کا وقت ختم ہوتا ہے۔ جیسے ہی وہ سورج (سن) نکلا، جیسے ہمارے محمد کے آنے سے کئی ماہ پہلے میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں باربیڈوس کے ساحل پر کھڑا ہوں اور سمندر میں سے سورج طلوع ہو رہا ہے، لیکن اس کا قطر اور گولائی جو جتنی ہے اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اور وہ آہستہ آہستہ طلوع ہو رہا ہے، میں دیکھ رہا ہوں۔ اسی وقت ہم نے تعبیر لی تھی کہ اس کے معنی سن (sun) دکھایا گیا، تو سن (son) بیٹا آئے گا۔

ایک دفعہ مولانا احمد میاں جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ والوں نے، مدینہ طیّبہ میں ملے، تو پہلی ملاقات ہی پر انہوں نے بتایا کہ اہلیہ نے خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک اہلیہ کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے کہا کہ گھر والی اُمید سے ہے؟ کہنے لگے نہیں، ابھی نہیں۔ میں

نے کہا ان شاء اللہ! اللہ تعالی کے یہاں فیصلہ ہو چکا ہے، ضرور بیٹا آئے گا۔ اور نام آپ محمد رکھنا، چنانچہ اللہ نے بیٹا دیا۔

ابھی گذشتہ مہینہ مولوی شعیب کا باٹلی سے فون آیا کہ ولادت ہوگئی۔ پوچھا کیا آیا؟ کہنے لگے کہ جیسے آپ نے تعبیر دی تھی۔ میں نے کہا مجھے وہ خواب بھی یادنہیں، تعبیر بھی کیا یاد ہوگی۔ کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ آپ نے بتایا تھا کہ بیٹا ہوگا، میں نے پوچھا کیا نام رکھا؟ کہنے لگے کہ نام بھی آپ نے دیا تھا کہ عمران، تو یہی نام ہم نے رکھا۔

الابواب والتراجم کے مقدمہ میں ایک خواب اور اس کی تعبیر

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی شرح ہے بخاری شریف کی، اَلْأَبْوَابُ وَالتَّرَاجِمُ ،تو حضرت نے مدینہ طیّبہ میں اس کی بسم اللہ میں مقدمہ لکھوایا تھا۔

جب مقدمہ لکھا جارہا تھا، تو مقدمہ حضرت نے، عربی میں حضرت لکھوارہے تھے، تو حضرت نے خواب لکھوایا کہ میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ مجھ سے بخاری شریف پڑھو، تفصیل آپ بیتی میں ہے، میں مختصر کرتا ہوں۔

حضرت نے وہ تعبیر لکھوائی، تو میں نے وہاں حضرت سے عرض کیا کہ حضرت اس کی ایک تعبیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جس وقت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ یہ تراجم مالٹا جیل میں لکھ رہے تھے، اس وقت حضرت نے یہ خواب دیکھا تھا اور اس کی تعبیر آج پوری ہورہی ہے کہ آپ ان ہی تراجم کو بنیاد بنا کر اس کی شرح فرماتے ہوئے آگے کام کو بڑھا رہے ہیں۔

حضرت کو پسند آئی یہ تعبیر کہ حضرت نے فوراً فرمایا کہ آگے اسی وقت بیچ میں، جہاں تک تعبیر لکھوائی تھی، اس کے بعد تحریر فرمایا کہ میرے عزیز دوست یوسف نے اس کی یہ تعبیر دی۔

وہاں باربیڈوس کے ساحل پر ہوں میں اور سورج نکل رہا ہے، اور مولانا احمد میاں کی اہلیہ کا خواب بتایا کہ ان کے ہاتھ میں دانت ہے، تو میں نے کہا کہ بیٹا آئے گا۔

جب بیٹا آیا تو کہنے لگے کہ آپ نے کیسے تعبیر دی؟ اس وقت تو امید بھی نہیں تھی۔ میں نے کہا کہ یہ دانت کو یہ اَلسِّنُّ بِالسِّنِ، دانت کو کہا جاتا ہے عربی میں سِن ّ. میں نے کہا کہ آپ ساؤتھ افریقہ والے بدل کر بولنے کے عادی ہیں کہ جہاں فتحہ ہوگا وہاں زیر، جہاں زیر ہوگا وہاں زبر۔ تو میں نے کہا کہ اب اس کو زیر زبر کا فرق کر دیجئے، سِنّ کو سَنّ (son) بن جائے گا۔ بہت آسان تعبیر ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لمبی خوشی کے بعد امید ہوئی، نو مہینے گزرے، اب sun طلوع ہوا۔ سورج طلوع ہوا، اب خوشی ہی خوشی۔ جب کھیلتے ہیں، کودتے ہیں، بچے اچھے لگتے ہیں۔

ایک جگہ جانا ہوا، بڑے میاں تھے۔ میں نے کہا کہ دیکھو بچے، بچوں سے کتنی آبادی ہوتی ہے گھروں میں، خوشیاں ہوتی ہیں، کہنے لگے بس، اسی عمر تک اچھے لگتے ہیں۔

کتنا انہوں نے زمانہ دیکھا اور ان کا دل کتنا دکھی ہے۔ اللہ اکبر! کہ وہ اولاد سے، بچوں سے اتنے نالاں اور پریشان کہ وہ کہتے ہیں کہ بس، اسی عمر تک اچھے لگتے ہیں۔ بڑے ہونے کے بعد کیا کیا کارنامے اولاد کے انہوں نے دیکھے ہوں گے۔ جب بچہ بڑا ہوتا ہے، اشراق کا وقت ہوتا ہے، تو مُشْرِقٌ وَجْهُهُ، اور اچھا لگتا ہے۔ جیسے جیسے بچہ بڑا ہوتا ہے، امرد ہوتا ہے، ڈاڑھی نکلنے سے پہلے، اور خوبصورت۔ پھر جب ڈاڑھی نکلی اور جوان ہوا، پھر حضرت فرماتے ہیں کہ اب جب زوال شروع ہوتا ہے، قویٰ اور قوتوں کا ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے۔

اوقاتِ نماز اور تعدادِ رکعات صلوۃ کی حکمت

ایک فجر کی نماز ولادت کی امید کی خوشی میں ہے، جیسے ہی اطلاع ملی کہ گھر میں امید سے ہیں، تو شکریہ میں دو رکعت فرض کی گئی۔ اور اس کے بعد جب جوانی آئی، بیٹے کی جوانی تک تو بہت خوش، لیکن اب جوانی ڈھل کر زوال شروع ہوا، تو اب ڈر لگا۔ یا اللہ! اتنی بڑی تیری طاقت ور

مخلوق سورج، جو تمام سیاروں میں ضخم کے اعتبار سے، اپنی توانائی طاقت اور کتنی اعتبار سے ایک عظیم الشان تیری مخلوق، اور اس کو بھی زوال شروع ہو گیا۔اس سے اپنے اور بیٹے کے زوال کا ڈر پیدا ہوا۔

ڈر کے مارے دعا کے لئے چار رکعت ظہر مگر یہ ڈر خوف گمان کے درجہ میں تھا۔اور پھر وہ جو ڈر تھا وہ حقیقت میں تبدیل ہونے لگا کہ سچ مچ سورج کی گرمی اور توانائی کم ہو رہی ہے، کم ہوتے ہوتے جب عصر کے وقت اس میں اضمحلال آ گیا، بالکل پیلا ہو گیا، تو اس کی گرمی اس درجہ کی تھی اور کم ہوتے ہوتے کتنی رہ گئی، تو مزید ڈر کے مارے اپنا انجام یاد کر کے کہ اوہو، جب اتنی بڑی مخلوق پر زوال آ سکتا ہے، تو بچہ کا یا میرا کیا بنے گا؟

چار رکعت عصر کی سورج کی توانائی کو کمزور ہوتا دیکھ کر اپنے اس طرح کے انجام جو ظن اب غلبۂ ظن میں تبدیل ہو گیا اور خدا کی طرف رجوع ہو کر چہار گانہ ادا کیا ڈر کے مارے۔اور جب سورج ڈوب گیا، جس طرح یہ زمین کے اندر چلا گیا اس طرح مجھے بھی کل کو مرنے کے بعد اندر مٹی میں جانا ہے۔سورج کے سطح سمندر کے نیچے جانے کو غروب کہتے ہیں، تو ہمیں بھی سطح زمین کے نیچے جانا ہے۔موت کو یاد کر کے تین رکعت مغرب کی فرض کی ادا کی۔اور اس کے بعد جب کالی گھٹائیں شروع ہو گئیں اور سیاہی رات کی آ گئی، حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی سے ناراض ہوئے، فرمانے لگے ''سیاہ شخص نے سیاہ رات میں سیاہ کام کیا''۔

اور بڑھتے بڑھتے سیاہی جب بہت بڑھ گئی، کوئی چیز نظر نہیں آ رہی، تو اللہ اکبر! الٰہی! قبر سے جب ہم اٹھیں گے، تو اس وقت کچھ لوگ تو ہوں گے جن کے لئے روشنی کا سامان حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مہیا ہوگا۔قرآن پاک نے اسے تفصیل سے ذکر کیا کہ کیسے اٹھیں گے؟ وہ نور کو دیکھ کر سب ہی اس کی طرف دوڑیں گے، اس روشنی کی طرف جائیں گے، تب دھکا دے کر کافروں سے کہہ دیا جائے گا اِرۡجِعُوۡا وَرَآءَ کُمۡ ظلمتوں میں ڈھکیل دیا جائے گا۔تو وہاں کی اس گھڑی کو یاد کر کے عشاء کی چار رکعت فرض پڑھی۔کتنی بہترین مصلحت نمازوں کے اوقات کی حضرت

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی۔ اس سے بہتر ان اوقات کی حکمت بیان نہیں کی جاسکتی جو ہمارے اکابرین نے بیان کی ہیں۔

عقل پرستی

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب حکمتیں بیان فرمانی شروع کرتے تھے، تو فرماتے تھے کہ ہر جگہ حکمت کو تلاش کرتے رہنا، یہ بھی عقل پرستی ہے۔ کیوں کہ ابلیس نے قیاس ہی تو کیا تھا۔ عقل ہی تو لڑائی تھی کہ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ، کہ اس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا اور مجھے آگ سے پیدا کیا۔

حضرت قربانی کی مثال دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دیکھئے، بہت سے مسائل شریعت کے ایسے بھی ہیں کہ جہاں عقل کو پیچھے چھوڑ دینا پڑتا ہے کہ الٰہی! جیسا تیرا حکم۔

فرماتے ہیں کہ ایک قربانی کا جانور ایک غنی خریدتا ہے۔ صاحب نصاب آدمی قربانی کا جانور خریدتا ہے، اس نے جانور لاکر اپنے یہاں باندھ دیا قربانی کا۔ دوسرا ایک فقیر آدمی جو مستحقِ زکوٰۃ ہے، جس کو کہیں سے پیسے مل گئے، یا قرض لے کر اس کو شوق ہوا کہ میں بھی قربانی کردوں۔ اور اس نے اپنے یہاں خرید کر جانور باندھ دیا۔ اب اللہ کی شان کہ یہ جو فقیر آدمی ہے، نادار مفلس، اس کا جانور بھاگ گیا، بہت تلاش کیا، کھویا گیا، نہیں ملا۔ اور وہ جو تاجر ہے، اس کا جانور بھی کھویا گیا، صبح دونوں کہتے ہیں کہ میرا بھی کھویا گیا، کوئی لے گیا، کیا ہوا؟ اب کیا کریں؟ اب پریشان، تو بیچارہ جو نادار مفلس ہے، وہ تو زیادہ پریشان کہ میں نے تو بڑی کوشش کے بعد جانور لاکر باندھا تھا، امیر نے تو سوچا کہ چلو، دوسرا خرید لیں گے۔

مولانا صاحب سے مسئلہ جاکر پوچھا، تو انہوں نے بتایا کہ جو غنی اور مالدار ہے، اس کا جانور بھاگ گیا، تو اس کو دوبارہ دوسرا خریدنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ جو غریب اور نادار اور مفلس شخص ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بدلہ میں دوسرا خرید کر کے قربانی کرے۔

ایسا کیوں؟ الٹا ہونا چاہئے؟ حضرت فرماتے ہیں کہ جو غنی اور مالدار ہے، اس کے ذمہ مطلق

قربانی کے لئے جانور لینا تھا۔ جو جانور ایک خرید لیا ہے، تو اس خرید نے کے باوجود اس کے بدلہ دوسرا بھی کرسکتا ہے، یہی جانور قربانی کے لئے متعین نہیں ہوگیا۔

اب جو صاحبِ نصاب نہیں ہے، مستحقِ زکوٰۃ ہے اس کے ذمہ قربانی نہیں ہے۔ جب اس نے اپنے طور پر ایک جانور خرید کر قربانی کے لئے متعین کیا، تو ایسا ہوگیا جیسا نذر ماننا کہ میں اس جانور کی قربانی کرنے کا نذر مانتا ہوں۔ اس کے لئے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ وہ جانور بھاگ گیا تو دوسرا اس کے بدلہ میں قربانی کرے۔ اس لئے حضرت فرماتے ہیں کہ ہر جگہ یہ عقل ساتھ نہیں دیتی۔

ننانوے دلائل

اسی لئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے اور حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے تشریف لے جارہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا مرض الوصال کا قصہ سنایا تھا، اچانک فرمایا مارو اس کو، ابلیس کو دیکھ کر فرمارہے تھے۔ ہماری والدہ صاحبہ نے **اِنَّـــهُ لَكُمْ عَـدُوٌّ مُّبِيْنٌ** سورہ یٰس میں جب آیت سنی، تو جو ہاتھ پیر بالکل تین دن سے بے جان، بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے، اس میں اتنی طاقت آگئی کہ زور سے اس کو دھکا دے رہی ہیں۔ ابلیس امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سکرات کے وقت میں آخری وقت میں پہنچ گیا، اور پوچھنے لگا کہ خدا کا وجود ہے؟

اب منطق کے سب سے بڑے امام، عقلیات کے سب سے بڑے امام، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ۔ تو ابلیس نے خدا کے عدمِ وجود پر، نہ ہونے پر ایک دلیل دی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا۔ پھر اس نے فوراً دوسری، تیسری، ننانوے دلائل اس نے پیش کئے کہ خدا نہیں ہے۔ امام رازی جواب دیتے رہے یا امام رازی پیش کرتے گئے، ابلیس ان کو رد کرتا چلا گیا۔ ادھر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا وقت آخری ہو رہا تھا، آخری سانس، چند باقی رہ گئے تھے، تو نجم

الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو مرشد تھے۔ان پر اپنے مرید کا حال منکشف ہوا۔فرمایا کہہ دے کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں۔

یہ جو میں نے کتاب لکھی مشائخِ احمد آباد، اس میں آج سے کوئی پانچ سو، چھ سو برس پہلے کے اکابر مشائخ کا تذکرہ ہے۔پانچ سو سے زیادہ بزرگوں کا تذکرہ اس میں اکھٹا کیا ہے۔کوشش یہی تھی کہ جس طریقہ پر ہم ہیں، شافعی، حنفی جس طرح عمل کر رہے ہیں، صدیوں پہلے اسی طرح لوگ مقلد تھے، کوئی حنفی المذہب تھا، کوئی شافعی المذہب تھا، اور جو کتابیں ہم پڑھاتے ہیں، یہی کتابیں اس وقت بھی پڑھائی جاتی تھیں، ہمارے درس میں، مدارس میں جتنی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

دنیا شور کرتی ہے کہ یہ نصاب بدلو۔میں نے کہا کہ صدیوں سے اسی طرح یہ نصاب چلا آرہا ہے۔اور تیسری سب سے بڑی چیز جو اس کاوش کے لئے مجھے ابھارنے والی تھی، وہ یہ تھی کہ یہ جو ہمارے بزرگوں کا سلسلہ ہے، ارادت کا تعلق کسی سے پیدا کیا جائے، یہ اس زمانہ میں جتنا اب یہ سلسلہ ہے اس سے کئی گنا زیادہ عام تھا۔ ہر ایک بزرگ کے حالات آپ پڑھیں گے، اس میں قدرِ مشترک ملے گا کہ ان کے استاذ یہ تھے صرف میں، نحو میں، حفظ میں، تفسیر میں، حدیث میں، ساتھ یہ ملے گا کہ یہ فلاں سے بیعت تھے، اوران کے خلیفہ تھے یا ان کے بتائے ہوئے معمولات پر عمل پیرا تھے، ان کے معمولات یہ تھے۔

اسی طرح امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کتنی صدیوں پہلے گزر گئے، اور اتنے بڑے اپنے زمانہ کے امام۔کہ آج تک ان کی کتابوں کو کوئی چیلنج نہیں کر سکا۔ یہ ہمارے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی جو تفسیر بیان القرآن ہے، اس کا زیادہ تر ماٰخذ تفسیرِ رازی ہے۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے اور ابلیس مسلط ہے اور دلائل دے رہا ہے کہ خدا ہے ہی نہیں۔ ننانوے دلائل امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کئے، ابلیس نے سب کا جواب دے دیا، ادھر وقت ان کا آخری ہو رہا تھا۔تو ان کے پیرو مرشد تھے حضرت نجم الدین

کبری رحمۃ اللہ علیہ، سلسلۂ کبرویہ کے سب سے بڑے امام، ان پر اپنے مرید کا حال منکشف ہوا کہ وہ تو جاں کنی کے عالم میں ہیں اور ابلیس مسلط ہے۔ بُعدِ جسمانی کے باوجود اپنے مرید کو بچا لیا۔

تمہارے پیر نے بچالیا

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خصوصی خادم تھے، وہ کہیں ریل میں تشریف لے جا رہے تھے۔ جس طرح مسافر، آمنے سامنے سیٹوں پر قریب قریب بیٹھے ہوتے ہیں، انہوں نے دیکھا کہ بالکل سامنے ایک سادھو بیٹھا ہوا ہے۔ سفر کرنا ہی تھا اور جگہ تھی نہیں کہ اپنی سیٹ بدل لیتے، کہیں اور جا کر بیٹھ جاتے۔ فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد عجیب وغریب وساوس کا تسلط شروع ہوگیا۔ اپنے مذہب کے بارے میں وساوس، قرآن کے بارے میں شکوک و شبہات، خود نفس ایمان کے لالے پڑنے شروع ہوگئے، وساوس یہ کہ یہ سب کچھ ڈھکوسلوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔

کہتے ہیں میں حیران پریشان کہ یہ کیا ہے؟ کچھ پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں تو اور زیادہ زور سے حملے ہو رہے ہیں۔ اتنے میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ چاروں طرف سے انسانوں سے بھری ہوئی ٹرین اور میں دیکھ رہا ہوں کہ سامنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب تشریف لائے اور حضرت نے فرمایا قرآن کی فلاں آیت کیوں نہیں پڑھتے؟ کہتے ہیں وہ آیت جیسے میں نے پڑھنی شروع کی کہ تمام وساوس خس وخاشاک، بالکل ختم ہوگئے۔ اب سامنے جو سادھو تھا، وہ آنکھیں کھول کر گردن اٹھا کر بیٹھا اور کہنے لگا کہ تمہارے پیر نے بہت دور سے تمہیں بچالیا۔ اس کو یہ بھی پتہ ہے کہ یہ کیسے میری توجہ سے بچ گئے۔ وہ ان کے دل پر توجہ ڈال رہا تھا۔ کہنے لگا کہ بہت دور سے تمہارے پیر نے تمہیں بچالیا۔ اسی طرح حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا حال منکشف ہوتا ہے۔ جب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو اس حال میں دیکھا، اس وقت

حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقام پر وضو فرما رہے تھے، تو وضو کیسے؟

ابے! تو نے سن لی آواز؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ایک دفعہ سہارنپور میں ہیں۔ حضرت کو لٹایا گیا دو پہر کھانے کے بعد۔ تو جیسے ہی حضرت کو لٹاتے تھے، تیل لگایا، حضرت کی نیند اچھی تھی، آنکھ لگ جاتی تھی۔ لیکن خدام مولانا مظہر صاحب جو کینیڈا میں ہیں اور مرحوم مولانا احمد لولات، وہ سن رہے ہیں کہ حضرت کسی سے بات کر رہے ہیں، دیوار کی طرف حضرت کا چہرہ ہے۔ ہر ایک دوسرے کو کہنی مار رہے ہیں، اشارہ کر رہے ہیں کہ حضرت کس سے بات کر رہے ہیں؟ اس کمرہ میں ہم تین کے سوا اور تو کوئی ہے نہیں۔ اور حضرت کا چہرہ دیوار کی طرف ہے اور ادھر رخ کر کے حضرت بات کس سے کر رہے ہیں؟ کہتے ہیں ایک آدھ جملہ نہیں، کافی دیر، لمبی گفتگو ہم سنتے رہے۔ صرف حضرت کی آواز ہم سن پاتے تھے، دوسری آواز کس سے باتیں ہو رہی ہیں، وہ ہم نہیں سن پا رہے تھے۔

جب حضرت اٹھے اور خدام وضو کرانے لگے، ایک دوسرے کو اشارہ کرے رہے ہیں کہ پوچھو۔ مولوی احمد لولات جری تھے ایسی چیزوں میں، مولوی احمد نے وضو کا پانی ڈالتے ہوئے پوچھا کہ حضرت! لیٹنے کے بعد کسی سے گفتگو فرما رہے تھے؟ حضرت نے چلّو سے پانی ان کے منہ پر پھینکا، مولوی احمد کے منہ پر، اور فرمایا ابے! تو نے سن لی آواز؟ جواب دیا جی ہاں، میں نے بھی سنی، مولوی مظہر تھے انہوں نے بھی سنی۔ حضرت نے فرمایا ملک الموت آئے تھے۔ ان سے بات کر رہا تھا، اللہ اکبر! چار دفعہ حضرت کو ملک الموت کی زیارت ہوئی ہے۔ بیداری میں یہ حضرت کی دوسری زیارت تھی۔

ابھی آپ سے بہت کام لینا ہے

جوانی میں بھی ایک اسی طرح زیارت ہوئی تھی۔ رمضان کی راتیں تھیں۔، حضرت کو یہاں حلق کے پاس بہت بڑا دنبل، پھوڑا نکلا تھا۔ حضرت فرماتے ہیں، بہت علاج کیا، کوئی نفع نہیں

ہوا۔ بالآخر حکیم صاحب کہنے لگے کہ اس کا علاج تو ہے، مگر آپ برداشت نہیں کر پائیں گے۔ اس میں زیادہ تکلیف ہے، جس طرح چل رہا ہے اسی طرح رہنے دو۔

حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے خود وہ تکلیف اتنی زیادہ تھی کہ میں نے ان سے کہا کہ اس سے زیادہ تو اور تکلیف کیا ہوگی؟ آپ وہ علاج کر لیجئے جس کے بارے میں آپ کہہ رہے ہیں کہ برداشت نہیں ہوگی۔ انہوں نے پھر میرے اصرار پر وہ علاج دیا لگانے کے لئے اور پینے کے لئے۔ اور حضرت فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جو تکلیف شروع ہوئی، تو مشکل سے دن تو گزارا، روزہ افطار کیا، رمضان کی رات تھی۔ آدھی رات کو ایک دو بجے کے قریب سوچا کہ اب یہ تکلیف تو اس قدر ہے کہ یہ میرا آخری وقت ہے۔ وہ چونکہ گلٹی یہاں حلق کے پاس تھی، میں بول بھی نہیں پا رہا تھا۔ میں نے اشارہ سے گھر والوں سے کہا کہ جلدی جلدی دستر خوان بچھا دو اور کھانا کھالو۔ وہ گھڑی بتانے لگے کہ ابھی تو سحر میں اتنا وقت ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے اصرار سے، اشارہ سے کہا کہ ابھی کھالو، کس قدر شفقت گھر والوں پر!

حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے یقین تھا کہ چند منٹوں میں میری موت واقع ہو جائے گی اور یہ بغیر سحری کے روزہ رکھیں گے۔ اس لئے اس سے پہلے پہلے سحری کھالیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ آخری تکلیف تھی اور فرماتے ہیں کہ جیسے ہی دنبل پھوٹا ہے، اور وہ سب مادہ نکلا کہ سب تکلیف ختم ہوگئی اور میں ٹھیک ہو گیا۔ صبح فجر کی نماز کے بعد اوپر کتب خانہ میں گیا تو سڑک کے کنارہ دروازہ ہوتا تھا۔ اس کو حضرت اندر سے بند کرتے تھے، رمضان میں خاص طور پر۔ پھر اوپر والا صحن کا دروازہ، وہ حضرت نے بند کیا، پھر اندر کتب خانہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں اپنے کام میں مصروف تھا۔ اتنے میں میں نے جیسے ہی کسی ضرورت سے سر اوپر اٹھایا، دیکھا کہ سامنے ایک خوبصورت نوجوان۔ سوچا کہ یہ مہمان یہاں کیسے پہنچ گئے؟ فرماتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کواڑ تو بند ہیں۔ کیسے آپ یہاں پہنچ گئے؟ کہاں سے آئے؟ کون ہیں؟

کہتے ہیں کہ جن کو آپ کل رات یاد فرما رہے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں معاً، فوراً اللہ کی طرف سے میرے ذہن میں آیا کہ کل رات کو جو تکلیف تھی اور میں سمجھ رہا تھا کہ میرا آخری وقت ہے ،اس وقت میں یاد کر رہا تھا کہ یہ ملک الموت اب آنے والے ہیں، بس اب آخری وقت ہے۔ اس لئے فرمانے لگے کہ کل رات آپ جن کو یاد فرما رہے تھے۔ میں نے پوچھا کون، ملک الموت؟ کہنے لگے جی! میں نے کہا لینے کے لئے آئے ہیں؟ لے چلئے۔ کہنے لگے، ابھی نہیں۔ ابھی آپ سے بہت کام لینا ہے۔ یہ حضرت کا تقریباً جوانی کا قصہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے وقت پر حسنِ خاتمہ نصیب کرے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ چل رہا تھا کہ آپ کا آخری وقت ہے، نزع کا عالم ہے، اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور آخری گھڑی پر ایمان چھیننے کے لئے شیطان پہنچ چکا ہے۔ یہی وقت ہوتا ہے کہ جس میں ایمان، جس کو ساری عمر سنبھال کر رکھا تھا، اِدھر بھی ہوسکتا ہے، اُدھر بھی ہوسکتا ہے۔ اسی لئے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **أَكْثَرُ مَا يُنْزَعُ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ** کہ سب سے زیادہ جو ایمان ہاتھ سے نکل جاتا ہے، وہ نزع کے وقت ہوتا ہے۔ اس وقت شیطان ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔

شیطان نے دلیل قائم کی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کہ خدا کا وجود ویسے ہی تم مانتے ہو، خدا ہے ہی نہیں۔ ایک دلیل کا جواب دیا، دوسری، تیسری، جب ننانوے وہ دلائل قائم کر چکا، ان کا یہ حال، اِن کی یہ پریشانی ان کے پیرومرشد حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ پر منکشف ہوئی۔ وہ وہاں سے سینکڑوں میل دور اپنی جگہ پر وضو فرما رہے تھے۔

یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دونوں خدام، مولانا مظہر صاحب اور مولانا احمد لولات صاحب، نے آواز سنی کہ حضرت کسی سے، بات کس سے کر رہے ہیں؟ جب اٹھے اور وضو کرا رہے تھے تو اس وقت پوچھا، حضرت نے چلّو سے پانی وضو کا پھینک کر فرمایا کہ اے! تو نے سن لیا؟ ہاں ہم نے سنا، کسی سے اس وقت آپ گفتگو کر رہے تھے۔ یہاں تو کوئی نہیں تھا۔ فرمایا کہ ملک الموت تشریف لائے تھے، ان سے میں گفتگو کر رہا تھا۔

میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں

اسی طرح حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے، سینکڑوں میل دور وضو فرما رہے

ہیں، وہاں سے پانی پھینکا اور یہاں پہنچ گیا، جہاں امام رازی نزع کے عالم میں ابلیس کے ساتھ جھگڑے میں مصروف تھے۔ اورانہوں نے بھی دیکھا کہ پیرومرشد پانی پھینک رہے ہیں، یہاں پر پانی گرا، دیکھا، آنکھیں کھلی تو سامنے حضرت نجم الدین کبریٰ۔ ڈانٹ کر حضرت نے فرمایا یوں کیوں نہیں کہتا کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں؟ یہ آخری کلمہ امام رازی نے دہرایا اور اس دنیا سے وہ رخصت ہو گئے۔

اگرچہ ہمارے یہاں ایمان سے لے کر ہر چیز کے مکمل دلائل ہیں، ہر چیز کی حکمتیں بیان کی گئیں، لیکن وہ دلائل ہماری سمجھ میں آئیں چاہے نہ آئیں، وہ حکمتیں ہم سمجھ سکیں یا نہ سمجھ پائیں، ہر حال میں ہمیں آمَنّا وَ صَدَّقْنَا کہنا چاہیے۔ شریعت کے احکام کیا، ہر چیز میں ہم جو اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتے رہتے ہیں، اس میں اعتراض اپنے اوپر کرنے کے بجائے کہاں جاتا ہے؟ اوپر کی طرف، خدا پر اعتراض لے جاتے ہیں، ہر چیز میں۔ میں نے یہ کام شروع کیا، پتہ نہیں کیوں کامیابی نہیں ہوتی؟ دوسری تجارت شروع کی اس میں بھی کوئی کامیابی نہیں۔ معلوم نہیں کیوں؟ اپنے ہی متعلق اپنا کیا کرایا اُدھر ڈال دینے کی بھی عادت ہے کہ ادھر سے میرے خلاف فیصلہ کیوں ہوتا ہے؟

صحابہ کرام کو کبھی اشکال نہیں ہوا

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہر وقت بڑے بڑے معجزات دیکھتے رہتے تھے، لیکن جب کوئی افتاد پڑتی تھی تو اس پر قانع نہیں رہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بچالیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمادیں، ہاتھ اٹھادیں اور یہ مصیبت ٹل جائے اور یہ کفار بھاگ جائیں اور ان کو شکست ہو جائے۔ وہ خود تیر چلاتے، خود تلوار اٹھاتے تھے، جو ان کے بس میں ہوتا وہ کر گذرتے۔ اور پھر بھی اگر نقصان ہوتا تھا، تو یہ نہیں سوچتے تھے کہ یہ سچے نبی ہیں، تو ہمارے ساتھ اللہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ کبھی ان کو اشکال نہیں ہوا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک واقعہ

صحابہ کرام میں بھی سب سے مثالی قربانیاں دینے والے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، مکی زندگی میں بھی اور اس کے بعد بھی، مدینہ منورہ پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانچی ہیں، سارے اخراجات کا حساب کتاب ان کے ذمہ ہے۔

ایک تابعی ان سے پوچھتے ہیں، حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے، کہ ایک چیز آپ سے پوچھنی ہے۔ فرمایا کیا؟

کہنے لگے کہ آپ کے پاس سارا حساب کتاب رہتا تھا، تو ذرا بتا سکیں گے آپ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کا کیا انتظام تھا اور کس طرح آپ اس سے نمٹتے تھے؟ انہوں نے صرف ایک واقعہ سنایا۔

انہوں نے کہا کہ اصل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگ آتے رہتے تھے۔ کوئی آیا، اسلام میں داخل ہوا، اور اس کے پاس کھانے کے لئے ایک لقمہ نہیں، پہننے کے لئے ایک جوڑا نہیں، جوڑا کیا، ایک چادر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوتا کہ جاؤ بھئی، ان کے کھانے کا انتظام کرو، ان کو کپڑے پہناؤ، کپڑے کا انتظام کرو۔ میرے پاس اگر ہوتا تھا تو ان کی خدمت کرتا، نہیں ہوتا تھا تو میں کسی سے جا کر قرض لیتا تھا۔ پھر بعد میں جب آمد ہوتی، تو میں وہ قرض چکا دیتا تھا۔

ایک دفعہ ایک مشرک تاجر مجھ سے ملا اور کہنے لگا کہ تم سب سے قرض لیتے رہتے ہو، میرے پاس بہت پیسے ہیں۔ آپ کو جب بھی ضرورت ہو، جس چیز کی ضرورت ہو، میں دینے کے لئے تیار ہوں، آپ مجھ سے لے لیا کرو۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے قرض لیا اور لیتا رہتا تھا اور واپس کرتا رہتا تھا۔

ایک دفعہ وہ اپنی پارٹی میں بیٹھا ہوا تھا، تمام تاجر بیٹھے ہوئے تھے، اتفاقاً اس وقت میرا وہاں

سے گزر رہوا، تاجروں کی پارٹی وہاں بیٹھی ہوئی، اس نے مجھے دور سے بلایا، او کالے! **یَا حَبَشِیُّ**، یہی لفظ اس نے استعمال کیا، او کالے! حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ لبیک، میں حاضر ہوں۔ میں پہنچا تو اس نے کہا تجھے یاد ہے قرض کی مدت میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی سوچ رہا تھا، اتنے میں وہ ڈانٹنے لگا کہ اچھا تجھے یاد بھی نہیں! میں بتاتا ہوں، چار دن صرف رہ گئے ہیں۔ اور اگر چار دن میں تو نے وہ قرض ادا نہیں کیا، تو جیسے پہلے غلام تھا، ایسے ہی میں رسی میں باندھ کر تجھے پھر غلام بنالوں گا۔

اب یہ یہاں انگلینڈ کے اتنے ملین مسلمان بتائے جاتے ہیں، ایسے حالات کسی پر گزرے ہیں کہ جس کو دوبارہ غلام بنانے کی دھمکی دی جا رہی ہو؟ جس غلامی سے، جس مصیبت سے کس طرح انہیں نجات ملی تھی، کیسے سخت ترین حالات اور وہ بھی علی رؤوس الاشہاد، سب کے سامنے، مجلس میں، پبلک کے سامنے بے عزتی ہو رہی ہے۔

ان کو قطعاً کوئی اعتراض نہیں ہوا کہ الٰہی! اتنی ماریں کھائیں، اتنی مصیبتیں جھیلیں، یہاں مصیبت سے پہنچے، اب بھی تو ہمارے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے؟ نہیں، اوپر اعتراض نہیں جاتا تھا، اپنے اوپر ہی جاتا تھا، اپنے ہی کو موردِ الزام ٹھہراتے تھے۔

کہتے ہیں میں نے اس کے سامنے اقرار کیا کہ بالکل چار دن باقی ہیں اور میں ضرور انتظام کر دوں گا اور پیش کر دوں گا، لیکن مجھے پتہ تھا کہ کچھ ہے ہی نہیں۔ میں بھاگا ہوا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آج تو میرے ساتھ ایسا واقعہ ہوا۔ اس نے سب کے سامنے مجھے بڑا ذلیل کیا اور ابھی میں نے سوچا کہ اس کے لئے انتظام کہاں سے کروں، کوئی انتظام سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

خود سوچ لیتے ہیں اس کا حل بھی، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! آپ کسی کو فرما دیجئے، اعلان فرما دیجئے، مسجد میں اعلان فرما دیجئے، دعا فرما دیجئے، کچھ نہیں

،سارا اپنے ذمہ لے لیا۔

یہ قصہ عرض کرنے کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ہی اس کا حل عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! میں ایسا کروں کہ ابھی تو ہمارے پاس اس کو دینے کے لئے کچھ ہے نہیں اور چار دن رہ گئے ہیں اور چار دن کے بعد اس نے یہ دھمکی دی ہے، اس لئے اس کے انتظام ہونے تک کے لئے میں یہ کرتا ہوں کہ میں یہاں سے بھاگ جاتا ہوں اور جو مسلم قبیلے ہیں، جو قبیلے اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، ان میں جا کر چھپ جاتا ہوں۔

الفاظ دیکھو، چھپ جانے کے استعمال کر رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ میں وہاں جا کر کے کچھ چندہ کر کے مال لے کر آؤں گا، بلکہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں جا کر چھپ جاتا ہوں اور اس کے شر سے میں بچ جاؤں گا۔

دیکھئے، یہ ہمارا مذہب فطری مذہب ہے۔ جیسے دنیا میں واقعات ہوتے رہتے ہیں، اسی طرح یہ چلاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا کہ نہیں، مت جاؤ، دو رکعت نماز پڑھو، اللہ سے مانگو، اللہ ہمیں دے دے گا۔ نہیں، جس طرح تمام انسان، ساری مخلوق کرتی ہے، ہر شخص تو یہ نہیں سوچ سکتا کہ چلو، میں جا کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے مانگوں۔ نہیں، وہ یہی طریقہ سوچتے ہیں کہ میں کیسے بھاگ جاؤں، اور اس شر سے کیسے چھوٹوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجازت دے دی۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں دوڑا ہوا گھر پہنچا اور میں نے اپنا تھیلا لیا، اپنی ڈھال لی اور تلوار لی، اور اس کو سرہانہ بنا کر تھوڑی دیر کے لئے میں دراز ہو کر لیٹ گیا تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ میں کب اور کہاں جا رہا ہوں۔ میں لمبا ہو گیا اور میں سوچتا تھا کہ جیسے موقع ملتا ہے تو میں چپکے سے کسی کو بتائے بغیر یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔

فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر گزری کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد دور سے مجھے آواز دیتا ہوا آیا کہ بلال! بلال! میں نے کہا لبیک! قاصد نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔

میں بھاگا ہوا پہنچا، دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک رئیس نے سامان سے لدی اونٹنیاں بھیجی ہیں۔ایک گمراہ فرقہ کے لوگ جو اپنا حق جتارہے ہیں، مکہ پر، مدینہ منورہ پر، فدک پر، اور کہاں کہاں پر، یہ فدک کے جو رئیس تھے، انہوں نے دس اونٹنیاں مال سے لدی ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی وقت ارسال فرمائی تھیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست نہیں کی کہ یا رسول اللہ! آپ ہاتھ اٹھائیں، دعا فرمائیں۔وہ تو مالک الملک، علام الغیوب ہے، ہر چیز کا اس کو پتہ ہے، تسلیم اور رضا اس کو کہتے ہیں۔رضا اور تسلیم کہ جیسے حالات ادھر سے آتے ہیں، سر تسلیم خم، اور دل سے خوش رہے، رضا کے معنی دل سے خوش ہو اس پر کہ جو تو ہمارے ساتھ کرتا ہے ہم اس کے لئے حاضر ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال! فرماتے ہیں، میں نے اس میں سے دو اونٹنیاں لے لی، اور لے جا کر کے اس کا قرض ادا کیا۔

اصحابِ مال کے لئے ایک سبق

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا جملہ کیا فرمایا، جو اصحابِ مال ہیں ان کے لئے بڑا سبق آموز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال! اب یہ جو آٹھ اونٹنیاں باقی ہیں، اس میں جتنا سامان ہے، جب تک سارا تقسیم نہیں ہو جاتا، وہاں تک میں اپنے گھر میں نہیں جاؤں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب مسجد میں ہیں۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تھوڑی دیر کے بعد آکر پھر شام کو دوبارہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو بہت اعلان کیا کہ کسی کو ضرورت ہو تو لے لو، لیکن لینے کے لئے کوئی آیا ہی نہیں۔ابھی تو مال باقی ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ رات مسجد میں گزاری۔دوسرا دن ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا بھی کہ بلال! مجھے گھر جانا ہے، تو اس کا انتظام کر دو ۔میں جب تک یہ ہے میری ملکیت میں، وہاں تک میں اپنے گھر ازواجِ مطہرات کے پاس نہیں

جاؤں گا۔اس سے تو مجھے راحت دے دے، یہ مال چلتا بنے،اس کے بعد میں جاتا ہوں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پورا دن گزر گیا۔ جب رات ہوئی تو اس وقت میں نے جا کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! اب وہ سارا تقسیم ہوگیا، آپ تشریف لے جائیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔اس طرح کا ایمان ، رضا اور تسلیم والا، اور توکل واعتماد اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

اور ہمارا مضمون تو چل رہا تھا حکمِ شرع ،شریعت کی حکمتیں وضو میں کیا ہیں، نماز میں کیا ہیں، اوقاتِ نماز میں کیا ہیں، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اوقات نماز کی کتنی پیاری حکمتیں بیان فرمائیں۔حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے فرمایا مصلی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے، پھر یہ شعر پڑھتے کہ ؎

ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے آپ کے سامنے
قتل کر دو یا جرمِ الفت بخش دو

کھڑے ہوجاتے ہیں ہاتھ باندھ کر کے۔پھر اور کہتے ہیں کہ چہرہ دیکھ کر آپ کو تکلیف ہورہی ہوگی، اس لئے آپ تیر نہیں چلا رہے ہیں وار، ہم جھک جاتے ہیں کہ چہرہ سامنے نہ ہو، آپ کو شاید ہمیں دیکھ کر پیار آتا ہے اس لئے تیر نہیں چلا سکتے۔ چلئے، اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح سے اوندھا منہ کر کے سجدہ میں سو جاتے ہیں۔کتنا پیار! اب یہ حضرات، کس طرح مزہ کی نماز پڑھتے ہوں گے، کتنا لطف آتا ہوگا، ایسی نماز اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِهٖ وَصَحبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے نمازوں کے اوقات کی حکمتیں بیان فرمائیں۔ اسی طرح رکعات کی تعداد پانچوں نماز میں مختلف کیوں ہے؟ اٹھنے کے فوراً بعد نشاط ہوتا ہے، چار ہونی چاہئیں، دو کیوں ہیں، اور عشاء کی رکعت چار کیوں ہے، ڈبل کیوں ہے؟ وضو کی حکمتیں مشائخ نے بیان کی تھیں، وہ ذکر کی تھیں۔

اسی طرح سے نمازی جو کھڑا ہوتا ہے خدا کے حضور، قیام اور رکوع اور سجدہ کی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک شعر میں حکمت بیان فرمائی تھی۔ کیسی زبردست، ہر نماز شروع کرنے سے پہلے اگر ہم اس کا تصور کیا کریں تو مزہ آجائے۔

اسی طرح فرماتے ہیں کہ ہماری نماز بڑی پیاری عبادت ہے، جو اولین آخرین میں سب سے ممتاز عبادت، جو حق تعالیٰ شانہ نے اپنی مخلوق کو، یا انبیاء کی امتوں میں کسی امت کو دی، ان سب کا مجموعہ اس امت کو دیا گیا۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کی ساری مخلوقات کی عبادتوں کا مجموعہ ہے کہ نماز پر آپ غور کریں گے تو وہ اعمال اور اقوال کا مجموعہ ہے۔ اعمال ہیں، قیام، قعود، رکوع، سجود، اور اس کے اقوال ہیں تلاوت، تسبیح، تحمید، دعا، درود، استغفار۔

زندگی کا ہر لمحہ غنیمت

یہ دس چیزیں میں نے گنوائیں، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ایک سانس میں دس اقوال ایک ساتھ بیان فرما دیتے تھے۔ عمر کے ایک ایک لمحہ کو غنیمت سمجھتے تھے، اپنے لئے بھی، دوسروں کو بھی اس کا سبق دیتے تھے، اور ہر چیز میں اس کا ظہور ہوتا تھا۔

اسی لئے حجۃ الوداع جیسی عظیم کتاب حضرت نے صرف ڈیڑھ دن میں تحریر فرمائی۔ زبردست

کتاب، اس سے بہتر کتاب حج پر شاید ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا اس پر متقدمین متأخرین نے بہت کتابیں لکھیں، مگر اس سے جامع کوئی کتاب نہیں۔ کتنی مدت میں؟ ڈیڑھ دن میں۔ اسی طرح میں نے تقریر لامع پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے دن گنوائے تھے کہ سو سے کم دن کا یہ ذخیرہ ہے اور چند دنوں کی تقریر ہے لامع الدراری، جو دس پندرہ جلدوں میں ٹائپ پر طبع ہوئی۔ یہی حال سب کتابوں کا ہے۔

امورِ عشرہ کی حکمتیں

یہ جو امورِ عشرہ ہیں نماز میں، قیام، رکوع، سجود، قعود، اس کی، سب کی حکمتیں علماء نے بیان فرمائی ہیں۔ جیسا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قول میں نے بیان کیا، تو کھڑے ہونے کے بعد سب سے پہلے حکم ہوتا ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ، اس کی حضرت نے حکمت بیان فرمائی، کہ ہاتھ کیوں اٹھائے جاتے ہیں، اس میں کیا حکمت ہے، یہ کیا کہہ رہے ہیں حق تعالیٰ شانہ سے ہم عملی طور پر؟

قتل کردو یا جرمِ الفت بخش دو

پھر ہاتھ باندھے جاتے ہیں فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ، بعضوں نے اس کی تفسیر کی کہ وَانْحَرْ کہ جب تم نماز پڑھو، تو یہ رگ جاتی ہے قلب پر اس کا نام ناحر ہے۔ وہ حضرات یہ کہتے ہیں اس کے اوپر ہاتھ ہونا چاہیئے، اسی لئے کہا وَانْحَرْ نَفْسَکَ کہ اس وقت اپنے وجود کو بھول جاؤ، فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔

یہ تفسیر تو وہ ہی معتبر ہوگی جو احادیث کے ذخیرہ میں ہمیں ملتی ہے کہ نماز پڑھو، قربانی دو۔ اس کے علاوہ جتنی تفاسیر ہوں گی، چاہے وہ علماء کے اشارات ہوں، صوفیاء کے نکت ہوں، وہ سب کے سب اگر قرآنی کلمات اس کے متحمل ہیں اور وہ معنی محتمل ہے، اس معنی کا احتمال ہے اور لفظ اس کو برداشت کر سکتا ہے، جو شرطیں ہیں وہ پائی جائیں تب تو معتبر ہوں گی۔ ورنہ یہی آیت اگر کوئی جاہل اس کی یہ تفسیر کرے، وَانْحَرْ کو وَانْهَرْ پڑھ کر کے، زیادہ تر عجمی ہیں، عجمیوں کی تعداد

عرب سے زیادہ ہے اور تلفظ مشکل سے ان کا درست ہوتا ہے، تجوید سے ناواقف عجمی اس کو پڑھیں گے وَانْهَرْ، ایْ وَانْهَرْ نَفْسَکَ، اپنے نفس کو جھڑکتے جاؤ، نماز پڑھتے جاؤ، وَانْهَرِ الْعَبَرَاتِ، کہ آنسو بہاتے جاؤ اور اس کی نہر دونوں آنکھوں سے جاری کر کے نماز پڑھو، یہ جہالت ہوگی، کیوں کہ نہ اس معنی کا احتمال ہوسکتا ہے، نہ یہ لفظ وَانْحَرْ اس کا متحمل ہے۔

ہر مخلوق عبادت میں مصروف

وہ فرماتے ہیں کہ یہ مجموعہ ہے ان تمام عبادتوں کا جو عبادتیں ہر مخلوق کو دی گئیں، مخلوقات میں غور کریں گے، تو نباتات میں آپ دیکھیں گے کہ سب سے زیادہ آپ کو کھڑے نظر آئیں گے، پودے کھڑے ہوتے ہیں، اونچے اونچے درخت کھڑے ہوتے ہیں، وہ سیدھے ہوتے ہیں، تو قیام میں ہیں۔ اسی لئے سب سے زیادہ وقت جو نماز میں صرف کیا جاتا ہے وہ قیام میں ہوتا ہے۔

اسی طرح کچھ ہیں جو رکوع میں ہیں، جس طرح کہ ویپنگ ویلو (weeping willow) یہاں ہوتا ہے، اس کی تمام شاخیں نیچے ہوجاتی ہیں یہ ان کا رکوع ہے۔ اسی طرح جتنے آپ کو زمین کے اوپر رینگنے والے جانور ملتے ہیں، اسی طرح بہت سے نباتات آپ کو ملیں گے جو زمین کے اوپر پھیلیں گے۔ جب تک آپ اس کے لئے کوئی عریش اور چھپر چڑھنے کے لئے نہیں بنائیں گے، وہاں تک وہ بیل چڑھ نہیں سکتی، تو یہ بیل کی قسم کے جتنے ہیں سب کے سب سجدہ میں ہیں۔ جتنے کیڑے مکوڑے ہیں، وہ سارے سجدہ میں ہیں ہر وقت، زمین سے لگے ہوئے ہیں۔ تو ہر ایک مخلوق کی زبان ہمیں نہیں آتی مگر وہ عبادت میں ہے۔ خود انسانی بولیوں میں سے لاکھوں میں سے ہم صرف ایک دو زبانوں کو سمجھ پاتے ہیں۔

جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پتیاں توڑ کر قبر پر رکھیں۔ فرمایا کہ جب تک یہ ہری رہیں گی، صاحب قبر کے لئے تسبیح کرتی رہیں گی، اس کی تسبیح سے صاحبِ قبر کو فائدہ ہوگا، وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ، یہ زمینی ساری مخلوق ان کی

عبادت کا مجموعہ، اوپر والی مخلوق کی عبادتوں کا مجموعہ، نماز کے نام سے ہمیں ملا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ یہ جو چیزیں، میں نے دس گنوائی ہیں ان میں سے قیام، قعود، رکوع، سجود ہے، تو فرشتوں کی بے شمار تعداد وہ قیام ہی میں ہیں، حق تعالیٰ شانہ کے سامنے عبادت میں، قیام میں ہیں، عرش کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ جو رکوع میں ہیں، وہ رکوع ہی میں ہیں۔ بعض روایات میں ان کی تعداد بھی آئی ہے۔ ان کے علاوہ بے شمار ملائکہ قیام میں، رکوع میں، سجدہ میں ہیں۔ ان کو ایک ہی عبادت دی گئی، صرف سجدہ، ساری عمر کے لئے انہیں دیا گیا، اور ان سب کا مجموعہ ہمیں دیا گیا، جس میں قیام، رکوع، سجود، قعود سب کچھ ہے۔

ملائکہ کی عبادتوں کا مجموعہ

اسی طرح عبادات میں سے تلاوت، تسبیح، تحمید ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ملائکہ ایسی مجالس کو تلاش کرتے پھرتے ہیں، اس میں آکر بیٹھ جاتے ہیں، یَتْلُوْنَ بِتِلَاوَتِهِمْ، مجلس والے تلاوت کریں گے تو ان کے ساتھ وہ بھی اس کو ریپیٹ کریں گے، تلاوت دہرائیں گے۔ يُسَبِّحُوْنَ بِتَسْبِيْحِهِمْ، ہماری تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کرتے ہیں، ہماری تحمید کے ساتھ وہ بھی تحمید کرتے ہیں اور ہم مغفرت طلب کرتے ہیں تو وہ بھی ساتھ جن و بشر کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔ خود قرآن میں بھی ہے يَسْتَغْفِرُوْنَ وَيُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ، یہ جو ملائکہ ہیں، ان تمام ملائکہ کی عبادتوں کا مجموعہ ہمیں ایک نماز میں اکٹھا کر کے حق تعالیٰ شانہ نے دیا کہ ملائکہ کی عبادت تسبیح، تحمید، استغفار اور دعا بھی ہیں۔

ایک لطیف نکتہ

اور کھڑے ہو کر کے جب ہم ہاتھ باندھتے ہیں، تو میں نے بتایا کہ وَانْحَرْ، ہاتھ باندھو اور یہاں باندھنے کا جو حکم ہے، بڑا لطیف نکتہ صوفیاء بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے بڑی عجیب و غریب جگہ تجویز کی گئی، جہاں ہم ہاتھ باندھتے ہیں، صدر، قلب، سرۃ، فوق السرۃ،

تحت السرۃ، ہاتھ باندھنے کی جگہیں مختلف آئی ہیں۔

جیسا میں نے شروع میں اس دن بیان کیا تھا کہ ہم تو نماز شروع کرتے ہیں اور وساوس کا ہجوم شروع ہو جاتا ہے، خطرات شروع ہو جاتے ہے، تو ہاتھ یہاں اس لئے باندھے جاتے ہیں کہ یہ جو تصورات، تفکرات اور وساوس کا جو ہجوم شروع ہوتا ہے، اس کی ہمارے جسم ہی میں مختلف جگہیں ہیں۔ یمین کی طرف ہمارا جو فرشتہ حق تعالی شانہ نے ملہمِ خیر رکھا ہوا ہے، پیدا کیا ہے، ہر انسان کے ساتھ ایک ملہمِ خیر ہوتا ہے اور ایک ملہمِ شر ہوتا ہے، جو اس کا قرین ہے۔ ملہمِ خیر دائیں طرف اور ملہمِ شر بائیں طرف رہتا ہے۔ تو حکم ہوا کہ جو بائیں طرف جدھر سے شر آتا ہے اس کو پکڑ لو، دبا دو، پیچھے کر دو کہ خبر دار جو گڑبڑ کی تو نے، اور واقعی اولیاءاللہ پکڑنا چاہیں تو پکڑ سکتے ہیں۔

نورِ کلام الٰہی اور نورِ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوب بزرگ تھے۔ تو وہ مسجد کے دروازہ کے باہر پڑے رہتے تھے اور ان کے ساتھ ایک کتے کا پلّہ آستین میں ہوتا تھا، مشائخ کی چوڑی چوڑی، لمبی یہاں تک کی آستین ہوتی تھی، پورے تک، تو وہ آستین لمبی اور چوڑی، اس کے اندر گزرنے والے دیکھتے کہ کتے کا پلّہ آستین میں ہے۔

حالانکہ توکل شاہ صاحب کا مقام کیا تھا کہ ان کے سامنے لوگ تحریر لے کر جاتے تھے کہ حضرت یہ کیا ہے؟ قرآن کی آیت آپ نے لکھ کر دی، تو امی تھے، مگر فرماتے کہ یہ قرآن ہے۔ حدیث لکھ کر کے سامنے کی، تو دیکھ کر فرماتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ دونوں کے سوا اور کسی اور انسانی کلام لکھ کر پیش کیا، انہیں پتہ چل جاتا تھا۔ فرماتے کہ یہ نہ خدا کا کلام ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔

کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کو یہ کیسے پتہ چلتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے کلام کا نور الگ میں دیکھ لیتا ہوں۔، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور میں الگ پہچان لیتا ہوں۔

جب یہ دونوں نور نہیں ہوتے تو میں کہتا ہوں کہ یہ کوئی انسانی کلام ہے۔

اوران کا یہ حال تھا کہ وہ کتے کا پلہ، بچہ، چھوٹا سا آستین میں رکھتے۔ کسی نے پوچھا یہ کیا؟ جو ہمیشہ کے خدام ہوتے ،ان کے ساتھ وہ کبھی بے تکلف ہو جاتے۔

ایک دفعہ فرمانے لگے ان خدام کے سوال پر کہ بیٹے! یہ تو جو میرا نفس ہے، اس کو میں نے تابع کر کے اس شکل میں رکھا ہوا ہے۔ جس طرح کہتے ہیں جن کو بند کرتے ہیں بوتل میں، تو اس طرح اس کو اس شکل میں میں نے اس کو تابع کیا ہوا ہے، تا کہ وہ مجھے پریشان نہ کرے۔

ہر انسان کے ساتھ قرین

یہ ہر انسان کے ساتھ قرین ہوتا ہے، چاہے نبی ہو، عام انسان ہو۔ کوئی جب پیدا ہوتا ہے، تو اس کے ساتھ اس کا قرین پیدا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا، صحابہ کرام نے پوچھا کہ یارسول اللہ! ہر ایک کے ساتھ قرین ہے، تو پھر آپ کا قرین؟ فرمایا کہ ہاں، میرے ساتھ بھی حق تعالیٰ شانہ نے پیدا فرمایا، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے اس کو اسلام دے دیا، جو ایک ناممکن شئے تھی قرین کے اسلام کی، کیوں کہ قرین شیطان کی اولاد ہے، تو اس کو بھی اسلام عطا فرمایا، **فَأَمَّا قَرِيْنِىْ فَأَسْلَمَ**۔ بعضوں نے اس کو ضبط کیا **فَأَمَّا قَرِيْنِىْ فَأُسْلَمُ**، کہ وہ ہے تو شیطان ہی، مگر مجھے حق تعالیٰ شانہ معصوم رکھنے کے لئے اس سے سلامت رکھتے ہیں، اس کی شرارت سے میں محفوظ رہتا ہوں۔

دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر اس نفس کو قید کیا جاتا ہے، یہاں کیوں باندھے گئے؟ یہ ہماری جسم کی جو جگہ ہے، حق تعالیٰ شانہ نے ایک تو یہ انتظام فرمایا کہ شر کو ڈالنے والا جیسا ادھر ہے، جیسے ہی ملہمِ شر شر ڈالتا ہے، دل میں خیال آیا زنا کا، چوری کا، بدکاری کا، گناہ کا، تو فوراً ہر انسان کو دوسرا خیال ضرور آئے گا کہ نہیں، مجھے نہیں کرنا چاہئے، لیکن پھر وہ قرین شیطان غالب آجاتا ہے اور انسان وہ حرکت کر بیٹھتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے انسانوں پر حجت پوری فرمانے کے لئے ملہمِ خیر بھی پیدا کیا جو اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ جو خود طبیعت انسانی ہے، انسانی جسم کی ساخت، تو اس جسم کے اندر بھی دو چیزیں ہیں، کچھ جگہیں ہیں جہاں سے شر پھوٹتا ہے، وہ ہماری ناف کے بالکل متصل نیچے وہ مقام نفس ہے۔ جتنے ہمیں برے خطرات آتے ہیں وہ خطرات نفسانی، نفس کی طرف سے ہیں، اس ایک کا مقابلہ کرنے کے لئے حق تعالیٰ شانہ نے دوسری کئی نورانی جگہیں پیدا فرمائی ہیں، اِدھر قلب، ادھر روح، ادھر سر، ادھر خفی، پھر اخفیٰ۔ یہ جو ایک لطیفہ نفس ہے جو شر ڈالتا ہے، اس کو دفع کرنے کے لئے انتظام کتنی جگہ کا ہوا؟ پانچ جگہ سے خیر آتا ہے تا کہ میرا بندہ جہنم سے بچ جائے، گناہوں سے بچ جائے، اس کے انتظام کے لئے حق تعالیٰ شانہ نے یہ جگہیں پیدا فرمائی۔

ہاتھ یہاں رکھ کر کے اس وقت مصلّی کو سوچنا چاہئے کہ الٰہی! یہ جو نیچے سے جتنا شر آتا ہے، اس کے لئے میں نے دونوں ہاتھ باندھ کر بند باندھ دیا۔ جس طرح پانی کا سیلاب آتا ہے، وہاں حکومت انتظام کرتی ہے، پتھر ٹرک میں بھر کر لاتی ہیں، بوریوں میں ریت بھر کر لائی جاتی ہے، جلدی جلدی ڈالو تا کہ پانی ادھر سے نہ آئے۔

جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ

حضرت شاہ دولہ کا قصہ مجھے یاد آیا کہ سیلاب آیا، لوگ دوڑے ہوئے پہنچے، حضرت دعا فرمائیں، ہماری بستی ڈوب جائے گی۔ فرمایا چلو چلو، جلدی چلو۔ خود تشریف لے گئے، فرمایا لاؤ، لاؤ، کدال لاؤ۔ وہ جو پانی آرہا تھا اس کو نہر کی طرح کھودنا شروع کیا بستی کی طرف کو۔ لوگ پوچھنے لگے حضرت! یہ کیا؟ یہ تو پانی ابھی جلدی بستی میں آجائے گا۔ حضرت نے فرمایا جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ۔ مولیٰ چاہتا ہے کہ بہا دے ہم سب کو، اس پر شاہ دولہ بھی خوش ہے اور راضی برضاء حق ہے۔

ہاتھ باندھ کر یہ روک جو ہم نے لگائی، تا کہ ادھر سے نفسانی جو خطرات ہیں وہ اوپر نہ آسکیں، اور بیچ میں دوسری جو نیکیوں کی اور خیرات کی اور ملہمِ خیر کی جتنی جگہیں ہیں، ساری کی ساری،

مصلّی اس سے مستفیض ہوسکے۔اس کے لئے حق تعالی شانہ نے حکم فرمایا کہ ہاتھ یہاں باندھ کر نماز شروع کرو۔اللہ تبارک وتعالی ہمیں ایسی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جب ہم اس نماز سے فارغ ہوں،تو فارغ ہونے کے بعد وہ ہمارے منہ پر نہ ماری جائے۔کبھی سوچا آپ نے کہ نماز اور دعا کے بعد جو یہ ہاتھ اس طرح منہ پر کیوں پھیرا جاتا ہے؟

ایک حکمت تو عام طور پر لکھتے ہیں کہ جو ہم دعا مانگتے ہیں، وہ رحمتیں، برکتیں، وہ ساری کی ساری مل جائیں، کچھ سیاہی دور ہو جائے، تو سب برکات ہمیں ملیں جس طرح کہ کریم، پوڈر لگایا جاتا ہیں۔اسی لئے ہاتھ بھی اس طرح پھیرا جاتا ہے،اگرچہ کچھ حضرات استلام کی طرح اشارہ کافی سمجھتے ہیں کہ ہاتھ چہرہ کی چمڑی سے مس نہ ہو،شاید داڑھی کے کنگھی کردہ بال خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔

دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ تو تلاش کیا جاتا ہے،نماز پڑھی،تو یہاں فرشتوں نے نماز کو واپس منہ پر پھینک تو نہیں دیا،اللہ کی طرف سے ماردی جاتی ہے ایسی نماز،ہمیں کیا ضرورت ہے ایسی نماز کی؟ تو جیسا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے شعر سنایا

یا قتل کردو یا جرمِ الفت بخش دو

ایسی نماز حق تعالی شانہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک لطیفہ

اخیر میں ایک لطیفہ سناتا ہوں، مولانا داؤد صاحب اور ان کی ذریت کے متعلق۔ میرے جیب میں ایک خط ہے ایک یہاں کے فارغ ہیں امریکہ میں۔ یہاں اعتکاف میں جو فارغین آئے ہیں تو ان کے دوست فون کر کے پوچھتے ہیں کہ وہاں کا کیا حال ہے؟ اس طرح اوپر سے بھی سب خبر رکھی جاتی ہے ان جگہوں کی، شروع اعتکاف سے بہت سے مبشرات سنتے رہتے ہیں۔

یہاں کے فارغین میں سے مبین کمانی ہیں۔ انہوں نے ایک خط لکھا، وہ تو بیچارہ انگلش داں ہے، اردو مکمل طور پر سمجھ نہیں سکتا۔ تھوڑی بہت اردو گجراتیوں والی، اتنی سمجھ سکتا ہوگا۔ اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حالات سے پورے طور پر واقف بھی نہیں، اتنا کہ ایک بزرگ تھے اور ہمارے اساتذہ کے استاذ تھے۔ اس سے زیادہ اس کو کچھ معلوم نہیں، لیکن اس نے ہو بہو وہی حالات لکھے جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی حیات طیبہ میں ہم روز دیکھتے تھے۔

حضرت کی عادت شریفہ یہ تھی کہ حضرت کو کسی نے عطر کی شیشی پیش کی، تو اس کو رکھواتے نہیں تھے کہ اس کو رکھ دو۔ پہلا جملہ ہوتا تھا، کسی خادم کو ہاتھ میں دے کر کہ اس کو کھول لو، اور اسی کے ہاتھ سے حضرت فرماتے تھے ہتھیلی کشادہ رکھ کر کے، ڈال دو، ساری انڈیل دو۔ نیا خادم چونکہ ہماری طرح لگانے کی کوشش کرے گا انڈیلنے کی ہمت نہیں ہوتی، حضرت اس کے ہاتھ سے لے کر جلدی سے انڈیل دیتے، اور اس طرح مل کر کے اپنے اوپر ایک ہاتھ لگایا اور دوسرے جو خدام موجود ہوتے تھے، ان کو حضرت لگا دیتے تھے۔ ایک ہی دفعہ میں ایک عطر کی شیشی لگانے کا ہمیشہ کا معمول حضرت کا تھا۔ جیسی ہی آئی فوراً لگا دی، ہماری طرح انگلی کے پوروں سے نہیں لگاتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت مفتی محمود صاحب کے پاس کہیں سے عطر کی شیشی آئی۔ مجھے پوچھنے لگے یاد ہے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کیسے لگاتے تھے؟ پھر فرمایا لگاتے تھے نہیں، کیسے انڈیلتے تھے؟

اس طالب علم کو تو اب تک بھی معلوم نہیں ہوگا کہ حضرت کی یہ عادت تھی۔ میں نے بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے جو حالات جمع کئے ہیں، تو میں نے بھی حضرت کی عادات مبارکہ میں اس کو کہیں لکھا نہیں، کسی اور نے بھی شاید لکھا نہیں، حالانکہ ہم تو روز دیکھتے رہتے تھے۔ غرض تو یہ چھپا ہوا بھی نہیں ہے کہ مبین نے پڑھا ہو۔

مگر وہ لکھتا ہے کہ میں نے خواب میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو دیکھا، اور ایک اور کسی استاذ کو دیکھا اور ان کے اپنے والد صاحب بھی تھے۔ حضرت کو جب دیکھا تو حضرت کے سینہ پر،

یہاں سینہ پر، کرتہ پر بہت بڑا عطر کا دھبہ ہے۔ اس طرح واقعۃً ہمیشہ دھبہ رہتا ہی تھا، جب اس طرح لگائیں گے تو وہ ہمیشہ کے لئے کپڑا دھلنے کے بعد بھی وہ دھبہ رہتا تھا۔

وہ لکھتے ہیں کہ اس حال میں حضرت کی زیارت ہوئی۔ اس کے بعد کسی نے عطر مانگا تو حضرت نے عطر کی شیشی کھول کر کے ہتھیلی میں ساری انڈیل دی اور اس کے بعد اس طرح مل کر کے اپنے آپ پر لگایا اور دوسروں پر لگایا، بالکل ہو بہو، یہی حضرت کی حیات میں ہوتا تھا جو انہوں نے دیکھا۔

میں نے اس کی تعبیر یہ لکھی کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے یہاں مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڈا، جو مہمان تھے، وہ اپنے والد صاحب حضرت مولانا داؤد صاحب کو فون کرتے رہتے تھے، پوچھتے رہتے تھے کہ گذشتہ رات کیا بیان ہوا؟ پھر وہ ان کے یہاں وہی بیان انگریزی میں دہراتے تھے، جس میں حضرت شیخ، حضرت شیخ، حضرت شیخ ہی کا ذکر ہوتا، حضرت شیخ کے علوم، حضرت کے واقعات، حضرت کے حالات ہی ہوتے تھے۔

اور میں نے یہ لکھا کہ یہ جو تمہارے یہاں مجمع کو مولانا عبدالرحیم صاحب واقعات سناتے تھے، بزرگوں کے، مشائخ کے حالات سناتے تھے، وہ سارا کا سارا حضرت شیخ ہی کا فیض تھا جو یہاں سے ان کے والد صاحب کے ذریعہ فون پر معلوم کر کے آپ حضرات کو سناتے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت عطر تقسیم فرما رہے ہیں، تو یہ وہاں ملأ اعلی میں ارواح کی خوش ومسرت کا اظہار ہے۔ جب ہماری آنکھیں بند ہوں اور آخری وقت آئے تو ان کے سامنے رسوائی سے اللہ تبارک و تعالی ہماری حفاظت فرمائے۔ ابھی ہمارے قاری صاحب تشریف لائے ہیں، وہ دو تین نعتیں آپ کو ان شاء اللہ سنائیں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ہمارے دوست جو اخیر عشرہ میں اعتکاف میں آئے ہیں، پہلے سے کیا مضمون چل رہا ہے، ان کے خاطر میں اسے دہرا دیتا ہوں کہ یکم رمضان کو ہم نے قصہ شروع کیا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیشین گوئی فرمائی تھی کہ علی! کیا حال ہوگا تمہارا جب تمہارے سر پر ایک وار ہوگا، اور اس زخم سے خون بہے گا، تمہارا سر اور ڈاڑھی خون سے تر ہو جائے گی؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا یا رسول اللہ! جیسی میری، اس وقت موجودہ حالت ہے، اللہ کرے کہ میری یہ حالت یہ ایسی ہی رہے جیسی اب ہے، تب تو بڑا مزہ آئے گا۔

مقامِ تسلیم و رضا

اس پر ہم نے سوال قائم کیا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہماری جماعت کے سلاسلِ تصوف کے پیشوا اور امام ہیں۔ یہ تصوف کے سلاسل اور ان کے فیوض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے توسل سے ہمیں پہنچے، تو یہ ان کی کیفیت کونسی تھی جس کے متعلق وہ تمنا رکھتے ہیں کہ یہ میری جو موجودہ حالت ہے وہ اسی طرح ساری عمر باقی رہے۔ دوسرا، ان کو تسلیم اور رضا کا مقام کیسا حاصل تھا کہ ایسے سینکڑوں وار، ہزاروں وار ہوتے رہیں، مزے ہی مزے ہوں گے؟ اس پر عرض کیا تھا کہ یہ نعمتیں جس طریق سے ملتی ہیں، اس کی مختلف تشریحات مشائخ نے فرمائی ہیں۔

حضرت مسیح الامت، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سنائی تھی کہ ترکِ خوردن، ترکِ خفتن، ترکِ گفتن، ترکِ اختلاط کردن۔ پھر کسی نے ترک کے بجائے اس کو قلت پر محمول کیا، کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، میل جول کم رکھنا۔ اسی ذیل میں پھر آگے عرض کیا

تھا کہ یہ تو چار ہیں، ان کو ڈبل کر کے آٹھ چیزیں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طریق کے لئے شرط قرار دیں۔ وہ ہیں ۱) طہارت، ۲) سکوت، ۳) خلوت، ۴) ذکر، ۵) نفیِ خواطر، ۶) صوم، ۷) ربطِ قلب بالشیخ اور ۸) ترک اعتراض برحق سبحانہ وتعالیٰ۔ یہ آٹھ شرائط جو پوری کریں گے اور اس کا اپنی طبیعت کو عادی بنائیں گے، وہ تسلیم اور رضا کا مقام پاسکیں گے۔ یہ ہر کوئی حاصل کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ ان چیزوں کی مداومت کرے۔

دوامِ طہارت

سب سے پہلی چیز طہارت ہے، اس کے ذیل میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا وضو، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا وضو، شاہ رکن الدین کا وضو، وضو پر ان کی تقریر، یہ سب چیزیں بیان ہوئیں۔

اس وقت عرض کیا تھا کہ یہ جو سب سے پہلی چیز طہارت ہے، قرآن کہتا ہے، **وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ**،

مشایخ فرماتے ہیں کہ یہاں طہارت کا حکم ہے، جسم پر جو گندگی لگ جائے اس کا دور کرنا بھی ضروری ہے،

اور دوسری قسم کی طہارت اعضاء اور جوارح پر لگ جائے اس کا دور کرنا بھی ضروری ہے۔ ان اعضاء اور جوارح کو گناہوں سے پاک رکھنا بھی ضروری ہے۔ ہوجائے تو توبہ ضروری ہے۔ یہ دو قسم کی طہارت ہے۔

اور تیسری طہارت جو ان سب میں اہم ہے فرماتے ہیں کہ طہارت قلب ہے کہ اس میں اللہ کے سوا اور کسی کا گزر نہ ہونے پائے۔ ہر ایک کے لئے دروازہ بند رہے۔ یہ جو پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ، تو لا الہ میں یہی تصور ہوتا ہے کہ دل میں سے ماسوی اللہ کو نکال کر پیچھے پھینک دیا۔

اور چوتھی طہارت طہارتِ سِر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہر حکم کو، طبیعت چاہے نہ چاہے، ہر

فیصلہ کو انسان رضا اور رغبت سے قبول کر رہا ہو، تو یہاں تک، طہارت تک ہم پہنچے تھے۔

پھر نماز کی، پھر طہارت کی حکمتیں شروع ہوئیں، پھر نماز کی حکمتوں میں شروع میں قیام، نماز کی حکمت اور یہ ابتدائی ارکان میں کیا کیا حکمتیں ہیں، نماز کے فلسفہ پر کئی سو صفحات لکھے جا سکتے ہیں۔

اب طہارت کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوسری شرط یہ ہے کہ دوامِ صوم، تیسری دوامِ صمت، دوامِ سکوت، کہ ہمیشہ روزہ سے رہے، ہمیشہ زبان کو بند رکھے۔ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں سکوت، صمت، چپ رہنا، اور صوم، اس میں ترک و امساک ہے، کہ نہ بولنا، بولنا چھوڑ دینا ہے، روزہ میں کھانا، پینا، جماع یہ سب چیزیں چھوڑنی ہیں، ان سب کو ترک کرنا ہے۔

ارکانِ اربعہ میں امساک

یہ امساک کی صفت ہمارے تمام ارکانِ اربعہ میں ایک خاص ربط ہے کیوں کہ یہ ہماری شریعت کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی، اور الٰہی شریعت، اوپر سے نازل ہوئی ہے۔ اسی لئے تمام چیزیں آپ دیکھیں گے کہ سب میں مربوط معلوم ہوتی ہیں۔

نماز میں بھی کتنی چیزوں سے امساک ہے کہ آپ بول نہیں سکتے، کہیں اور دیکھ نہیں سکتے۔ اللہ میاں ہی کی طرف دیکھو اور کسی کو مت دیکھو۔ آپ کا قبلہ اور استقبال قبلہ کی طرف رہے، کہیں ادھر ادھر گھوم نہیں سکتے۔ ان تمام چیزوں سے امساک ہے، یہی حال روزہ کا بھی ہے۔

میں نے بتایا کہ امساک زکوٰۃ میں بھی ہے کہ وہ مال کو روکے گا، خود استعمال کر کے کھا نہیں جائے گا۔ امساک مال ہی سے تو زکوٰۃ فرض ہوئی، اور اس کے بعد دوسری جگہ ہزاروں مصارف اس کے ذہن میں آ سکتے ہیں، ان کو روک کر مخصوص جگہوں پر جو حق تعالیٰ شانہ نے اِنَّمَا

الصَّدَقَاتُ کی فہرست گنوائی ہے، ان میں ہی خرچ کرے گا، تو یہاں بھی امساک ہے۔

اسی طرح حج میں کتنی چیزوں کا امساک، خوشبو نہیں لگا سکتے، **فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ**، یہ تو چند چیزیں قرآن نے خاص خاص گنوائی ہیں، ورنہ لمبی فہرست ہے وہاں بھی امساک، کہ کتنی چیزیں نہیں کر سکتے۔ کہ یہ تو گولیوں میں خواہ مخواہ ہی امساک تلاش کرتے ہیں، امساک تو نماز میں ہے، روزہ میں ہے، حج میں ہے، زکوٰۃ میں ہے۔

اسی لئے آپ دیکھیں گے جیسے نماز، کہ نماز میں انسان کے تمام اعضاء حق تعالی شانہ کی عبادت میں مصروف ہیں۔ جو نماز ہم اس کے شرائط اور آداب کی رعایت کے ساتھ پڑھتے ہیں، تو عبادت کا حصہ صرف ایک عضو کو نہیں، سارے اعضاء اس عبادت میں ہوتے ہیں۔ اسی لئے روزہ میں بھی بالکل اسی طرح ہے۔

ایک ہی شرط، بات نہ کرو

اکیسویں شب میں میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ میرے پیارو! یہاں کسی چیز کی پابندی نہیں۔ کھانے پینے کا انتظام ہماری طرف سے ہے۔ اگر کسی کو پسند نہ آئے، تو وہاں ہوٹل ہوتے تھے، تو حضرت فرماتے تھے کہ وہاں سے منگوا کر کھا پی سکتے ہو۔ اور فرماتے تھے کھانے پینے کی کوئی پابندی نہیں۔ اور سونے کی کوئی پابندی نہیں۔ جتنا چاہے سوتے رہو۔ فرائض کی ادائیگی کے علاوہ آپ کو کوئی نہیں اٹھائے گا۔ بس ایک ہی شرط ہے۔

فرماتے تھے وہ یہ کہ کسی سے بات نہ کرو، کیوں فرماتے تھے؟ کہ یہ رمضان کے روزے ایک عظیم عبادت ہیں۔ جس طرح ہم نماز شروع کرتے ہیں، تو اسی طرح کا روزہ ہے۔ جیسے ہی آپ نے نماز شروع کی، تو اگر نماز میں کوئی ادھر ادھر دیکھے گا، تو آداب کے خلاف ہوگا، ذرا سا اور گھوم گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ ایک کلمہ اگر اپنی زبان سے کسی کو شَشْ (Shhh!) کہہ دیا، تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ نماز کو شرائط اور آداب کی رعایت کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔

یہی حال روزہ کا ہے کہ جب ہم سحری کے وقت سے اپنا روزہ شروع کرتے ہیں، اس وقت سے لے کر افطار تک، سارا جسم اس عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اس لئے حق تعالی شانہ کی طرف سے جس طرح نمازی کو انعام ملتا ہے سارے جسم کے تمام اعضاء کو مصروف رکھنے کا، بالکل روزہ میں بھی سارا دن، ہر حال میں، ہر عضو مصروفِ عبادت شمار ہوتا ہے۔

اسی لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صائم کے لئے ارشاد فرمایا کہ **نَوْمُهُ عِبَادَة**. حضرت شیخ نے فرمایا کہ جتنا چاہو سوتے رہو۔ کتنی جگہ پر لوگ اشکال کرتے ہیں کہ یہ آیا ہے اعتکاف کے لئے اور اٹھتا نہیں اور پڑا سوتا رہتا ہے، لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ سوتے رہو۔ کوئی حرج نہیں کہ نص کہتی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **نَوْمُهُ عِبَادَةٌ**، اس کا سونا عبادت بھی شمار ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی نماز تو جاری ہے، جس طرح کہ نماز پڑھ رہا ہو کوئی، اسی طرح اس کے روزہ کی عبادت تو جاری ہے۔

جنتی نعمت دنیا میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ارشاد فرمایا مسلسل عبادت کا ثواب سوتے جاگتے میں اس کے لئے لکھا جاتا ہے۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ **وَنَفَسُهُ تَسْبِيحٌ** کہ یہ جو ہمارے سانس چلتے ہیں، یہ عبادت تو وہاں اہل جنت کی ہے اور ملائکہ کی ہے، ملائکہ مشین کی طرح ہیں، ملائکہ کی ہر سانس کی طرح ان کی تسبیح چلتی ہے، اسی طرح اہلِ جنت کو یہ دولت ملے گی۔

جس طرح میں نے عرض کیا تھا کہ یہ دس چیزوں کا مجموعہ جو نماز کے اقوال اور افعال کا ہے، ملائکہ کی الگ الگ جماعتیں، لاکھوں ملینوں کی تعداد میں ان عبادتوں میں مصروف ہیں۔ ان کو اکھٹا کر کے یہ دس چیزیں ہمیں دی گئیں۔

اسی طرح وہاں جو ملائکہ ہیں تو ہر وقت صرف تسبیح میں مصروف ہیں۔ یہ نباتات، جمادات، حیوانات، ہر وقت ان کی تسبیح جاری رہتی ہے۔

جس طرح کہ آپ نے ٹیپ کو اون کر دیا، مشین اون کر دی ہو، وہ خود بخود چلتی رہتی ہے، بالکل اسی طرح وہ ملائکہ مشین کی طرح سے ہر وقت تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ وہ تھکتے بھی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ تھکتے بھی نہیں کیوں کہ وہ تو ایک مشین کی طرح ہیں۔

جنت میں یہ نعمت انسانوں کو بھی میسر ہوگی جو ملائکہ کو تسبیح کی دولت میسر ہے، تسبیح ان کی جاری ہے، کہ اہل جنت کے متعلق فرمایا **يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ،** آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ نعمت جو ملائکہ کو اِس وقت میسر ہے جنت میں جانے کے بعد ہمیں بھی ملے گی کہ ہماری بھی ہر سانس کے ساتھ تسبیح، سبحان اللہ، اللہ کی تسبیح ہر وقت جاری رہے گی۔

یہیں سے مشائخ نے پاسِ انفاس کو لیا کہ ہم بھی اپنے سانسوں کی حفاظت کریں۔ یہ سانس جو اندر جا رہا ہے اس میں **اللّٰہ**، چھوڑا اس میں **ھُو**، **اللّٰہ ھُو**، **اللّٰہ ھُو** ہر سانس کے ساتھ **اللّٰہ ھُو**.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بھی ارشاد فرمایا کہ جو صائم ہے اس کا سونا عبادت اور **وَنَفَسُهٗ تَسْبِيْحٌ**، اس کو ہر سانس پر تسبیح کا ثواب ملتا ہے۔ اگرچہ مشائخ کی طرح سے اس نے پریکٹس کر کے اپنے آپ کو اس کا عادی نہیں بنایا اور ذہن کو اس طرف نہیں لے جاتا، پھر بھی یہ روزہ چونکہ اس کی عبادت مسلسل مستقل چل رہی ہے اس لئے ہر سانس پر تسبیح کا ثواب ہے۔ جس طرح میں نے بتایا کہ نمازی نماز پڑھ رہا ہوتا ہے، اس طرح یہ اس کی مسلسل عبادت جاری ہے۔ اس لئے ہر لحظہ، ہر آن اس کو ایک ایک سانس پر تسبیح کا ثواب ملتا جاتا ہے کیوں کہ پورا جسم مصروف عبادت ہے۔

صائم اور صدقہ وصول کرنے والے کی دعا کی قبولیت

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تیسری چیز، فرمایا کہ **وَدُعَاءُهٗ يُجَاب**، کہ اس کی ہر دعا

قبول۔ کوئی قید نہیں کہ سحر کے وقت مانگو، افطاری کے وقت مانگو، روزہ دار کے لئے تو سارا وقت شب قدر کی طرح سے قبولیت کا ہے، جس وقت جو چاہے مانگتا رہے، جو مانگے گا اس کو ملتا رہے گا۔

اب میں نے بتایا کہ جس طرح نماز میں امساک، روزہ میں امساک، اس طرح آپ غور کریں گے کہ یہ جو دعا کی قبولیت ہے، وہ جیسے روزہ میں ہر گھڑی اس کی دعا قبول ہوتی ہے، اور ہم جب چاہیں روزہ کی حالت میں دعا کریں، روزہ دار کی ہر دعا قبول۔

نمازی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب وہ نماز کا اختتام ہو رہا ہو، تو سلام سے پہلے جو دعا کرتا ہے وہ بھی قبول، اور سلام سے فارغ ہو کر جو پہلی دعا مانگے گا، وہ دعا بھی اس کی قبول ہے۔ تو جیسے یہاں روزہ میں دعا اس کی قبول ہوتی ہے، اس طرح نمازی کے متعلق بھی ارشاد فرمایا۔

اسی طرح اور آگے چلئے کہ دیکھئے، صدقات کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ، کہ یارسول اللہ! جب یہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ اور صدقات لے کر آئیں، تو وہ بڑا قبولیت کا لمحہ ہے۔ جس طرح نماز ختم ہوئی تو وہ قبولیت کا لمحہ، اس وقت آپ کی دعا قبول ہوتی ہے، جو مانگیں گے۔

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک میں ہدایت کی گئی کہ یارسول اللہ! جب بھی آپ کے پاس صدقات لے کر آئیں، تو آپ جب لے رہے ہوں تو دعا دیجئے۔ نماز کے ختم کی ساعت قبولیت دعا کی ہے۔ افطار کی گھڑی اور حج کے بعد قبولیت دعا کی ساعت سب سے طویل کر دی جاتی ہے، چالیس یوم تک حاجی کی دعا مقبول و مستجاب ہے۔ یہ بھی سب میں مشترک ہے۔

صدقہ وصول کرنے کا ادب

اور ہمارے یہاں تو چندہ لینے والے کا پہلا جملہ یہ ہوگا 'یہ تو بہت کم ہے، آپ نے تو گذشتہ

مرتبہ پانچ سو دیئے تھے، صرف سو ہی دے رہے ہیں۔' اس بے چارے کو، زکوٰۃ وصول کر رہا ہے، چندہ لے رہا ہے، لیکن اس کے آداب نہیں معلوم کہ اب یہ کتنا قیمتی لمحہ تھا جو ضائع کیا اور کتنا بڑا نقصان کیا یہ چندہ دینے والے کا، چاہے ایک پینی دے رہا ہو اس وقت بھی، آپ کی زبان سے اس وقت دعا نکلنی چاہیئے کہ اس وقت جو دعا آپ اس کے لئے کریں گے وہ قبول ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا حکم ہے کہ جس وقت آپ کو وہ زکوٰۃ دے رہے ہوں، صدقات دے رہے ہوں، چندہ دے رہے ہوں، اس وقت آپ ان کو دعا دیجئے، آپ کی دعا ان کے لئے باعث سکینہ ہوگی۔ ان کے حق میں قبول ہوگی۔ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ.

حاجی کی دعا

یہی حال حج کا ہے۔ حاجی کی دعا تو وہاں بھی قبول ہوگی اور آنے کے بعد چالیس دن تک قبول ہوگی، اور نماز کے اختتام پر بھی قبول ہوتی ہے۔ جب زکوٰۃ اور چندہ دیا جاتا ہے، اس وقت بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

روزہ میں ہر وقت اور بطور خاص اختتام پر افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں مانگنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ کہ ہم جو مانگیں، صحیح مانگیں۔

ابھی وقت ختم ہوگیا۔ دعا کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ، حق تعالیٰ شانہ سے جو نعمتیں مانگنی ہیں اس کو مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں دنیا سے ہمارے ذہن کو ہٹا کر عقبیٰ کی طرف ہمارے ذہن کو لگا دے کہ ہم وہاں کی، آخرت میں کام آنے والی چیزیں اپنے لئے بھی مانگیں، نسلوں کے لئے بھی مانگیں۔

ہماری ایک بری عادت

ایک ہماری عادت ہے، اس کو بدلنے کی ضرورت ہے جس سے ہم اپنا نقصان کرتے ہیں۔ جب کبھی کوئی شکایت ہوئی کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف تیر جائے گا، کہ میں نے اتنی کوشش

کی، اتنی قسمت آزمائی کی، اتنی دعائیں کی، مگر میں کامیاب نہیں ہوتا۔ تیر ادھر ہی جائے گا۔ اسی طرح یہاں بھی آپ کسی سے دعا کے لئے کہیں گے، کسی سے شکایت کریں گے، تو ساتھ یہ کہیں گے کہ میں نے تو بہت دعا بھی کی، لیکن کیا کریں دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کی زبان سے یہ نکلتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی وہ بلیک لسٹ، غیر مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔ اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور آسان ہے یہ سمجھنا کہ کیوں قبول نہیں ہوتی؟

اس لئے کہ آپ نے ایک اپلکیشن کی کسی جگہ بادشاہ کے سامنے، کسی بڑے کے سامنے اور کسی خاص چیز کا مطالبہ کیا کہ مجھے دس ایکڑ زمین دے دی جائے۔ دس ایکڑ زمین کا آپ نے مطالبہ کیا اور جواب دیا گیا کہ دیکھو، ان کے لئے فلاں ساحل پر ایک بنگلہ ان کو دے دیا جائے اور ایک ایکڑ زمین فلاں جگہ دے دی جائے، اور ان کی روزانہ اتنی تنخواہ جاری کر دی جائے، دسیوں چیزیں آپ کی اپلکیشن پر بادشاہ کی طرف سے لکھ دی گئی۔

اب جب شاہی حکم پر بنگلہ بھی ملا اور ایک ایکڑ زمین بھی ملی اور روزانہ کا روزینہ بھی مقرر ہو گیا، ان سب سے صرفِ نظر کر کے وہ ایک ہی رٹ لگائے ہوئے ہے کہ میں نے دس ایکڑ زمین مانگی تھی، وہ بادشاہ نے کیوں نہیں دی؟

جب وہ اعتراض لکھ کر بھیجے گا کہ مجھے تو وہ دس ایکڑ زمین آپ نے نہیں دی، تو دنیا میں کوئی عام انسان بھی ہو گا وہ پھاڑ کر پھینک دے گا کہ دس ایکڑ زمین کے بدلہ میں ہم نے اور کتنی ساری چیزیں اس کو دیں۔ اور وہ درخواست دس ایکڑ کی بھی تو ابھی زیرِ غور ہے کہ وہ بھی ملے گی۔ ابھی فوری طور پر ہم نے یہ چیزیں دے دیں۔

مؤمن کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مؤمن کی کوئی دعا رد نہیں جاتی۔ ہماری ہر

دعا قبول ہوتی ہے۔اس دعا کے نتیجہ میں کتنی آنے والی آفات ٹل جاتی ہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا، کتنی بیماریاں ٹل جاتی ہیں، آخرت کے کتنے ہمارے عذاب ہیں وہ ٹل جاتے ہیں، کتنے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ جو مانگا ہے وہ تو مل کر ہی رہے گا۔اور وہ ہزاروں گنا، لاکھوں گنا المضاعف زیادہ ہوکر ملے گا۔مگر ہم اپنی جہالت کی وجہ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ میں نے تو اتنی دعائیں کی،قبول نہیں ہوئی۔اس آخری جملہ کے نتیجہ میں آئندہ کے لئے غیر مستجاب الدعوات کی فہرست میں شامل ہوجاتے ہیں۔اس سے بھی توبہ کی ضرورت ہے۔اللہ تبارک وتعالی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہمیں مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ روایت ذکر کی تھی کہ روزہ دار کا سونا بھی عبادت اور اس کو ہر سانس پر تسبیح کا ثواب ملتا ہے، اور روزہ میں ہر وقت جو دعا بھی وہ مانگے وہ قبول ہوگی۔ اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ یہ روزہ کہتے ہیں کہ امساک عن الاکل والشرب والجماع، نہ کھانا، نہ پینا، نہ جماع کرنا۔ وہاں یہ عرض کیا تھا کہ امساک زکوٰۃ میں بھی ہے، حج میں بھی ہے، نماز میں بھی ہے، اس کی تفصیل بتائی تھی۔

الٰہی شریعت

پھر عرض کیا تھا کہ یہ الٰہی شریعت ہے۔ انسان کی بنائی ہوئی ہوتی، تو اس قدر اس میں حسن اور خوبی نظر نہ آتی۔ انسان بنا نہیں سکتا۔ دیکھئے قرآن کہتا ہے ﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾، اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ، تم کھلم کھلا کرو تو بھی ٹھیک، لیکن چپکے سے دو صدقہ، تو یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔

اخفاء اور اظہار

اب ہم ارکانِ اربعہ کو دیکھتے ہیں تو چار میں سے دو میں اخفاء مطلوب اور دو میں اظہار و اشتہار۔ حاجی اپنی شکل ایسی بنا لیتا ہے، کپڑے اٹھا کر دیتا ہے، سر ننگا، دو بے سلی چادریں اوڑھ رکھی ہیں، ساری دنیا میں گویا ایک قسم کا اعلان کہ میں حاجی ہوں، اس میں اشتہار ہی اشتہار، پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں، کہ آپ کون؟

اور نمازی کو آپ دیکھیں گے، تو اس کی ہیئت بتا رہی ہوگی کہ یہ اللہ کی عبادت میں مصروف ہے، قبلہ کی طرف منہ ہے، چپ چاپ کھڑے ہیں، ہلتے نہیں، بولتے نہیں، تو دونوں میں اشتہار ہے۔

لیکن کسی کا روزہ ہے یا نہیں ہے، آپ معلوم کر سکتے ہیں؟ اس میں اخفاء رکھا گیا۔

اسی طرح جو زکوٰۃ ہے، اس میں اخفاء مطلوب ہے۔ روزہ اور زکوۃ میں چونکہ اخفاء مطلوب ہے، اس لئے کوئی جمعیت اور جماعت نماز و حج کی طرح نہیں بنائی گئی۔ جیسے حج میں ساری دنیا کے مسلمان جہاں اکھٹے ہوں گے، جس تاریخ کو، جس وقت عرفہ کے دن، وہی حج شمار ہوگا۔ ورنہ کہیں حج ہو ہی نہیں سکتا، سب سے بڑا اجتماع مطلوب ہے۔ اسی طرح نماز میں اشتہار مطلوب اور اجتماع بھی مطلوب کہ پانچ وقت فرض نمازیں مسجد میں آکر ادا کرو، سب کے سامنے پڑھو، اکھٹے پڑھو۔ وہاں اخفاء نہیں۔

کوئی کہے کہ میں گھر میں پڑھ لیتا ہوں، تو بلا عذر کے یہ گناہ گار ہوگا۔

لیکن روزہ میں ایسی کوئی اجتماعیت ہے کہ چلو سحری اکھٹی کرلو، یا افطاری اکھٹی کرلو؟ کوئی اجتماع نہیں رکھا گیا، نہ روزہ کے شروع کرنے اور سحری کے لئے، نہ اس کے اختتام وافطاری کے لئے۔

اسی طرح زکوۃ میں سابقہ امتوں کی طرح اکھٹے ہو کر آسمانی آگ کا انتظار کرنا ہے، جو قبولیت کی علامت کے طور پر صدقہ کو کھا جائے؟ زکوۃ میں بھی نہ اجتماع نہ اظہار بلکہ اخفاء ہی اخفاء۔

بلکہ روزہ میں تو یہاں تک بھی ہے کہ اگر کسی کا نفل روزہ ہے اور کہیں مہمان گئے اور کھانا لا کر میزبان نے رکھا یہ سمجھ کر کہ مہمان ہے، تو لکھا ہے کہ اگر نفل روزہ کو اس وقت اس نیت سے توڑ دے گا اور کھالے گا کہ میں اس شخص کا مہمان ہوں، میرے میزبان کو زحمت ہوگی، دوبارہ کھانا لے جانا اور اٹھا کر رکھنے کی، پھر گرم کرنے کی، پھر تیاری کر کے وقت پر لانے کی تکلیف ہوگی، بسم اللہ کہہ کر روزہ افطار کر لے گا، تو یہ مثاب ہوگا، اسے ثواب ملے گا، حالانکہ اس نے ایک عبادت روزہ شروع کر کے توڑ دیا، نفل روزہ توڑ دیا۔ یہ اسی لئے کہ روزہ میں اخفاء مطلوب ہے۔

اور اسی طرح زکوٰۃ میں اخفاء ہے۔ کہاں تک اخفاء کہ آپ تین آدمیوں والی حدیث پڑھتے ہیں، اتنی تاکید کی گئی کہ تم یہ زکوٰۃ دو، صدقہ دو تو چپکے سے دو، اشتہار مت کرو۔ کسی نے رات کو چپکے سے دیا تو کسی چور کے ہاتھ میں دے دیا، ایک رات کسی مالدار کے ہاتھ میں دے دیا، ایک

رات کسی زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا، اسی لئے کہ اس میں اخفاء مطلوب ہے۔ دو میں اشتہار اور دو میں اخفاء ہے۔ اور ایک چیز چاروں میں مشترک، کہ امساک ارکانِ اربعہ میں، چاروں میں ہے۔

زبان بند

اسی روزہ میں امساک لسان، زبان بندی ہے، کہ اس کو بند رکھو، زبان کو بند رکھواور نماز میں بھی بول نہیں سکتے، ذرا سا کلام کیا، تو فوراً نماز ٹوٹ جائے گی۔

اسی طرح روزہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غیبت کے متعلق ارشاد فرمایا، اس روایت کے وجہ سے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے روزہ کی حالت میں کسی کی غیبت کی، تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا، ان کے نزدیک سچ مچ ٹوٹ گیا۔

ایسے ہی حج کے متعلق، ﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾، جس طرح یہاں غیبت میں امام اوزاعی کہتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ گیا، تو وہاں بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا حج ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ صرف ممنوع کلام زبان پر لانے سے اگر حج نہ ٹوٹا، لیکن برکات کے ختم ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔

یہاں تو آپ کہیں گے کہ ایک عمل مسلسل تھا۔ سحری سے اس نے روزہ شروع کیا تھا، غیبت کی، تو امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔

اور نماز شروع کی تھی، بیچ میں کلام کیا، نماز ٹوٹ گئی۔ عمل مسلسل تھا، کلام کے ساتھ فاسد ہوگیا۔

اسی طرح حج احرام باندھ کر لبیک پڑھ کر اس نے حج شروع کیا تھا۔ حج کا احرام باندھا تھا، تو وہ عمل ٹوٹ گیا۔

کوئی کہے گا زکوٰۃ میں تو کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس سے ٹوٹ جائے، لیکن زکوٰۃ بھی ٹوٹ

جائے گی بِالْمَنِّ وَالْأَذٰی، ﴿وَلَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰی﴾، دس سال پہلے چندہ دیا تھا، آج اگر کسی مجلس میں آپ اس کا اظہار کرنے کے لئے کہیں گے کہ یہ جو مسجد ہے، اس میں میں نے بھی دو ہزار پاؤنڈ دیئے تھے، تو وہ گئے دو ہزار پاؤنڈ، چلے گئے، ٹوٹ گیا آپ کا صدقہ۔

کلمۂ شہادت

ان چاروں عبادتوں میں سے دو میں اخفاء اور دو میں اشتہار ہے۔ اور چاروں عبادتیں ایسی ہیں کہ ذرا سی زبان ہلائی اور عمل ٹوٹ گیا۔

مگر ارکان خمسہ میں سے جو پہلا رکن ہے، رکنِ اعظم، کلمۂ توحید، کلمۂ شہادت، أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰه، نماز اور حج کی طرح سے اس میں اظہار اس قدر مطلوب، اس قدر مطلوب کہ کسی حال میں بھی اس میں اخفاء نہیں ہے، کسی بھی حال میں شریعت کی طرف سے مطلوب نہیں ہے۔ اخفاء کی اجازت ہے یہ اور بات ہے، اسی لئے حکم ہے کہ پانچوں وقت سرِ عام کلمۂ تکبیر وشہادتین کو بلند کرو۔

سب سے پہلے انگلینڈ میں اگر ہم نے اسٹریٹ میں، مسجد سے باہر اسٹریٹ میں کھڑے ہو کر اذان سنی ہو گی تو ہاورڈ اسٹریٹ، بریڈفورڈ میں سنی ہے۔ چالیس سال پہلے، بڑی خوشی ہوئی تھی حالانکہ اس وقت ہاورڈ اسٹریٹ علاقہ میں مسلمان کم اور کریسچین کی آبادی زیادہ تھی۔ پھر بھی مؤذن باہر نکل کر، دروازہ کھول کر، وہاں اونچی جگہ پر مؤذن اذان دیا کرتا تھا۔ اب تو بہت سی جگہوں پر کاؤنسل نے بھی اجازت دے دی، لاؤڈ سپیکروں پر بھی یہ اذان ہوتی ہے۔ اللہ کرے اور یہ سلسلہ بڑھے اور جہاں جہاں اجازت دے کر واپس لی گئی ہے، وہاں پھر اجازت ہو جائے۔

یہاں اشتہار مطلوب ہے

کیوں کہ اذان کا اشتہار ہر حال میں مطلوب ہے، کسی بھی حال میں اخفاء نہیں۔ آپ سے کسی جگہ کوئی پوچھے اور وہاں آپ کی جان کو خطرہ ہو، کسی بھی چیز کو خطرہ ہو، پھر پوچھا جائے کہ آپ کون ؟ تو کہنا چاہیئے میں مسلمان۔ اب اگر کوئی شخص ڈرپوک ہے اور جان بچانے کے لئے سوچے کہ یہاں اگر اپنے کو مسلمان کہوں گا تو میری جان جاسکتی ہے، تو شریعت کہتی ہے کہ ہماری طرف سے اجازت تو ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ تم جان دے دو مگر اس کو چھپاؤ نہیں۔ صاف کہہ دو کہ میں مسلمان ہوں۔

اسی لئے ایک ظالم حکومت کا قصہ لکھا ہے کہ وہ مجبور کرتی تھی اپنی رعایا کو خنزیر کھانے پر۔ موجودہ زمانہ میں بھی دعوے تو اخوت کے ہیں، انسانیت کے ہیں، ہیومن رائٹس کے بہت سارے دعوے ہیں، مگر بہت سی جگہوں پر مظلوم مسلمانوں کے ساتھ یہ حرکتیں بھی کی گئیں۔ تو وہ حکومت مجبور کرتی تھی کہ سوّر کھاؤ، کھانا پڑے گا۔ اب جہاں وہ کِھلا نہیں سکتے، وہاں دسیسہ کاریوں کے ذریعہ اس رگ کو، مسلمانوں کی اس ایمانی رگ کو چھیڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابھی ساؤتھ افریقہ میں جانا ہوا تھا، وہاں مسئلہ چل رہا تھا حلال پورک کا۔ اندازہ لگائیں، مسلمانوں کے دو گروپ بن گئے، علماء کے دو گروہ ہو گئے۔ یہ پیکٹ جس پر لکھا ہے حلال پورک، اس کو کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایک جماعت کہتی ہے کھا سکتے ہیں، اور ایک جماعت کہتی ہے نہیں کھا سکتے۔

ہم نے کہا اس کا نام نہیں پڑھتے ؟ چاہے اندر کی چیز حلال ہو، تو بھی مت کھاؤ، کیوں کہ تمہاری زبان سے کہلوایا جارہا ہے کہ پورک بھی کسی وقت میں، کسی درجہ میں حلال ہوسکتا ہے۔ اور میں نے کہا کہ یہ کسی سیکرٹ ایجنسی کے لئے کام کرنے والوں یا مشنریوں کے لئے کام کرنے والوں میں سے کسی بہت تیز آدمی کا کارنامہ ہے، جس نے یہ نام چھاپ کر موضوع بنا دیا اور ایک

کلمہ میں بنادیا کہ حلال پورک۔ پورک کا ٹیسٹ کیسا ہوتا ہے، مزہ کیسا ہوتا ہے، اس کا مزہ اس ہرب اور پاؤڈر میں پایا جاسکتا ہوگا، اگرچہ مسالا ہو اور اس میں گوشت نہ ہو، صرف جڑی بوٹی ہو، مگر جو اس کی بو اور اس کا جو ٹیسٹ ہے، یہ پورک جیسا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مسلمان کیوں پہچانے گا پورک کا ٹیسٹ کیا ہے؟ اور اس کو کیا ضرورت پیش آئی ہوگی؟ مگر یہ سازش انتشار پھیلانے کے لئے رچی گئی۔ اب وہ مزے لے رہے ہوں گے کہ دو جماعتیں ہم نے بنادیں۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غرض ایک حکومت مجبور کرتی تھی اپنی رعایا کو، کوئی ظالم حکومت، کہ تمہیں پورک کھانا پڑے گا۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو سنت جاری فرمائی، اس پر چلنے والے قرنِ اول سے لے کر ہر زمانہ میں آج تک پیدا ہوئے، اور ہوتے رہیں گے ان شاء اللہ۔ کسی اللہ کے نیک بندہ کو پکڑ کر بند کیا گیا کہ آپ کو یہ خنزیر کا گوشت کھانا پڑے گا، ورنہ آپ کو قتل کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ جان تو ایک ہی دفعہ جانی ہے۔

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نے نہایت غصہ میں بمبئی والوں سے فرمایا تھا کہ وہ اسعد تو ایک ہی دفعہ ایک ہی گولی سے مرے گا۔ اِنہوں نے بھی کہا کہ جان تو ایک ہی دفعہ جائے گی، یا تم قتل کرو، کچھ کرو۔ حکومت ظالم تھی تو انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ ان کو قتل کرو۔ مگر قتل ایسے کرو کہ تمام لوگوں کے سامنے سولی دو۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولی والی سنت جاری کر گئے ہیں۔

حرارتِ ایمانی

حضرت ابومسلم خولانی کو گرفتار کیا گیا۔ لمبا قصہ ہے، میں مختصر کر دیتا ہوں کہ جب ان کو مجبور کیا گیا کہ نصرانیت قبول کر لو تو کہا أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰه، کہ بیعت ایک ہی ہو چکی ہے، سرکار کے ہاتھ میں میں ہاتھ دے چکا ہوں، یہ ہاتھ اور کسی کو نہیں

دیا جا سکتا۔ جب بہت زیادہ مجبور کیا گیا اور دھمکی دی گئی کہ تیل گرم کر کے اس میں ڈال دیں گے، تب کہا کہ جان تو ایک ہی دفعہ جانی ہے۔ ان کے ساتھیوں کو ڈالا گیا کہ دیکھو، اس طرح جس طرح یہ جل کر مر رہے ہیں، تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ مگر ان میں کوئی تغیر نہیں پیدا ہوا، یہ منظر دیکھ کر بھی کہ ہمارے ساتھیوں کو بھونا جا رہا ہے، خوفزدہ نہ ہوئے۔ پھر ان کے متعلق کہا گیا کہ اِن کو اٹھا کر پھینکو، پھر بھی کوئی تغیر نہیں۔ ظالم حیران ہو کر کہتے ہیں کہ اچھا، تم ایسا نہیں کر سکتے۔ بادشاہ نے کہا کہ مجھے ایک بوسہ دے دو، ہم آپ کو چھوڑ دیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ بھی نہیں کر سکتا۔ وہاں جس طرح انہوں نے کہا کہ میں سوّر نہیں کھا سکتا، ہاں، جان دے سکتا ہوں۔ اِنہوں نے بھی کہا کہ نہیں نہیں، اپنی جان بچانے کے لئے یہ بوسہ بھی نہیں دے سکتا۔

کتنی ایمانی حرارت اور ابراہیمی غیرت کیسی زبردست ہوگی۔ اس نے اس ظالم کے دل کو پگھلا دیا، حرارتِ ایمانی نے اس کو پگھلا کر کے رکھ دیا۔ اب وہ کہتا ہے کہ اچھا، اچھا، سوچا کہ اِس درجہ میں اپنی جان دینے کے لئے تیار ہے کہ ایک بوسہ دے کر اپنی جان بچانے کے لئے تیار نہیں، تو اس نے کہا کہ اچھا، ایسا کر سکتے ہو کہ آپ کے جو ساتھی ہیں، آپ کے ساتھ ان ساتھیوں کو بھی میں چھوڑ دیتا ہوں، آپ مجھے ایک بوسہ دے دو۔ انہوں نے کہا ہاں، میری جان بچانے کے لئے نہیں، میرے ساتھیوں کی جان بچانے کے لئے یہ گندی حرکت میں کر سکتا ہوں۔

دوسروں کے عقیدہ کے خاطر جان دے دی

اسی طرح یہ بزرگ ہیں، سولی سامنے ہے، سولی پر لے جایا جا رہا ہے کہ سوّر کھا لو، ورنہ صبح کا وقت آپ کے لئے سولی پر لٹکانے کا متعین کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ اب ان کی رات کس طرح گزر رہی ہوگی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح سے گذری ہوگی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا جملہ فرمایا تھا کہ اس وقت جو میری موجودہ حالت ہے یا رسول اللہ! اگر یہ حالت رہی، تو اُس وقت تو مزے ہی مزے ہوں گے جب میرے سر پر وار ہوگا۔ اس طرح ان کی رات

تو بڑی اشتیاق اور بے چینی میں گزر رہی ہوگی کہ کب صبح ہو اور سولی پر خدا کے لئے میں جان دوں۔مگر جو پہرہ دار تھے، ملازم تھے، ان کے دل پگھل گئے۔

ایک شخص جو اس کام پر متعین تھا، وہ رات کے وقت چپکے سے پہنچا حضرت صاحب کے پاس اور وہ جا کر عرض کرتا ہے کہ یہ جو آپ کے متعلق سوّر کھانے کا فیصلہ ہوا ہے، ہر مجرم کے لئے یہ قاعدہ اور دستور ہے کہ لوگوں کے سامنے اس کو آخری موقع دیا جاتا ہے کہ اب بھی ہمارا مطالبہ پورا کرتے ہو یا نہیں؟ اسی طرح آپ کے ساتھ بھی سولی پر سب کے سامنے آپ سے پوچھا جائے گا کہ آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ یہ خنزیر کا گوشت آپ کھالیں؟

یہ کام کھلانے کا میرے سپرد ہے اور وہ اپنے ساتھ گوشت لے کر آئے، کٹا ہوا سالم بکری کا بچہ اور کہا کہ یہ گوشت میں لایا ہوں۔آپ دیکھ لیں اور یہ آپ کے سامنے ہی رہے گا اور آپ کے سامنے سے اٹھا کر میں آپ کے ساتھ سولی تک چلوں گا۔یہ آپ کے ساتھ جائے گا۔اب آپ اس میں سے کھا لیجئے، صرف دیکھنے والے سمجھیں گے کہ آپ سوّر کھا رہے ہیں۔

ان کا جواب سنئے۔، میں نے عرض کیا تھا کہ کسی بھی حال میں ایمان کا اخفاء مطلوب نہیں ہے۔یہ کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت سب کے سامنے بلند رہنے چاہئیں۔انہوں نے بھی کہا کہ اگر میں کھالوں گا، تو میری جان تو میں بچالوں گا، مگر یہ تمام انسان، لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوں گے، وہ مجھے کھاتا ہوا دیکھیں گے، وہ کیا سمجھیں گے، میں کیا کھا رہا ہوں؟ سوّر کھا رہا ہوں۔ان کے عقیدہ کے تحفظ کے خاطر میں اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوں۔انہوں نے اپنی جان دے دی، ان کو یقین تھا کہ یہ بکری کا گوشت ہے، پھر بھی نہیں کھایا، دوسروں کے عقیدہ کے تحفظ کے لئے اپنی جان قربان کردی۔

ارکانِ خمسہ میں سے دو میں اخفاء، دو میں اشتہار مطلوب ہے اور جو کلمۂ توحید اور جو کلمۂ شہادت ہے، اس میں صرف اشتہار اور اظہار ہی نہیں، بلکہ اعلان ہے اور اذان ہے، پانچوں وقت منارہ کے اوپر اللہ اکبر! اللہ اکبر! اور سولی کے اوپر بھی جا کر کے اللہ اکبر! اللہ اکبر! چنانچہ اس

کے واقعات اکھٹے کریں، تو ایک ہزار واقعات آسانی سے سولی پر اللہ اکبر کے مل سکتے ہیں۔ آج کل تو کمپیوٹر پر سب کتابیں بھی موجود ہیں۔ جو کمپیوٹر کا استعمال جانتا ہو، میرا دعویٰ ہے کہ ایک دن میں آسانی سے ایک ہزار ان کے واقعات جنہوں نے کلمۂ توحید سولی پر بھی بلند کیا، ان بزرگ کی طرح سے امت کے سامنے پیش کیا، ایسے واقعات وہ جمع کرسکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ایسا ایمان نصیب فرمائے۔

دوستو! یہ جو مبارک ایام ہیں حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ ارکانِ اربعہ میں امساک مطلوب ہے۔ ارکانِ اربعہ میں زبان کی حفاظت مطلوب ہے۔ یہ تمام فلسفے ہیں جو بیان کئے جاتے ہیں۔

ہماری جو ہدایہ ہے، ساری کتاب اسی عقلی اور نقلی فلسفہ پر ہے، ہر حکم کے متعلق صاحبِ ہدایہ لکھتے ہیں کہ اس کی علت یہ ہے، یہ حکم ایسا کیوں ہے؟ اس کی عقلی دلیل یہ ہے۔

اگرچہ جیسا میں نے روایت اور درایت کے موضوع پر چار پانچ دن پہلے عرض کیا تھا کہ ہماری تو اتنی سی عقل ہے، ذرا سی ہے، ہماری عقل کا دائرہ نہایت محدود ہے۔

کنویں کا مینڈک سمندر کی وسعت کیا جانے؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ مثال دیا کرتے تھے، حضرت فرماتے تھے کہ ایک کنویں میں ایک مینڈک اور مچھلی دونوں اکھٹے ہوگئے۔ بچہ کہیں سے مچھلی لے آیا اور اس نے کنویں میں پھینک دی۔ کنویں میں پہلے سے مینڈک تھے، تو وہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم تو ہر وقت کودتے رہتے ہیں جمپ (jump) کرتے رہتے ہیں، مستی کرتے رہتے ہیں، یہ مچھلی بیچاری روتی رہتی ہے، اداس رہتی ہے۔ مچھلی سے پوچھا کہ اس قدر غم اور افسوس کیوں منا رہی ہو؟ اتنی پریشان کیوں ہو؟ کتنا اچھا پانی ہے؟ پانی میں آپ بھی رہتے ہیں، ہم بھی رہتے ہیں۔ مچھلی کہتی ہے کہ نہیں، ہمیں تو ہمارا گھر یاد آتا ہے۔

دار العلوم میں شروع کے سالوں میں میں نگران بھی تھا، بیچارے نئے طلبہ کے لئے شروع میں ایک آدھ ہفتہ کے لئے کسی بڑے طالب علم کو لگا دیا جاتا کہ ذرا ان کو دیکھا کرو، ان کو گھر یاد آئے گا۔ غرض مچھلی کو مینڈک پوچھتے ہیں، تو مچھلی کہتی کہ ہمیں ہمارا گھر یاد آتا ہے، پوچھا کیوں؟ مچھلی نے کہا ہمارا گھر تو بہت بڑا تھا۔ پوچھا کتنا بڑا تھا؟ کہا کہ وہ تو بہت بڑا تھا، بچوں والا لمبا، بہووت بڑا۔ مینڈک نے کہا کہ ایک بالشت؟ ایک ہاتھ؟ مینڈک نے پھر جمپ کر کے، چھلانگ لگا کر دکھایا کہ یہاں سے وہاں تک جمپ کیا، اتنا بڑا تھا؟ پھر وہاں سے اور بڑا جمپ کیا کہ اتنا بڑا تھا؟ اس لئے وہیں سے یہ مثل چلی کہ کنویں کا مینڈک بیچارہ وہ سمندر کی وسعت کیا جانے؟ وہ تو مچھلی ہی جانتی ہے کہ سمندر کتنا وسیع ہے۔ ہم تو کنویں کے مینڈک ہیں۔ ہماری عقل کی پرواز اتنی ہی ہے جتنی اس مینڈک کی کہ پانی کتنا ہو سکتا ہے، اس لئے ہمیں تو ہر جگہ ہتھیار ڈال دینا چاہئے اور شرعی حکم مان لینا چاہئے۔

ملکۂ سبا

یہ بلقیس، ملکۂ سبا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے سلاطین اور ملوک کو گرامی نامے تحریر فرمائے کہ **أَسْلِمْ تَسْلَمْ** کہ اسلام لے آؤ، تم بھی بچ جاؤ گے، تمہاری حکومت بھی، قوم بھی بچ جائے گی، سب کو بچالو گے۔ یہی مضمون حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ سبا کو لکھا تھا **وَأْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ**، کہ تم مسلمان ہو کر آجاؤ۔

انہوں نے بجائے اسلام کے اور انقیاد کے معلوم کرنے کی کوشش کی، آزمانے اور معلوم کرنے کے چکر میں اس کی حکومت بھی گئی اور ذلیل ہو کر کے وہ تخت بھی گیا۔ لیکن اخیر میں شکر ہے کہ اسلام مل گیا، ورنہ سب کچھ ان کا بچ سکتا تھا۔

بلقیس نے پہلے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ یہ ہدایا لے کر جاؤ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے نبی تھے، ادھر پتہ چلا کہ وہ لوگ قیمتی ہدایا، انگوٹھیاں اور لعل اور جواہرات لے کر آئے ہیں،

راستہ میں میلوں جن جن قسم کے پتھر وہ لے کر آئے تھے انگوٹھیوں میں، ان ہی پتھروں کے لعل و جواہرات کے بڑے بڑے ستون راستہ میں رکھ دیئے گئے۔

جب بلقیس کے قاصد پہنچے، تو اپنی انگوٹھی دیکھتے ہیں اور لعل و جواہرات کی چٹانیں دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب کیا کریں کہ ہم تو انگوٹھی اور یہ ڈبیہ لے کر جا رہے ہیں اور یہاں تو اس کے یہ ستون کھڑے کئے گئے ہیں۔ بلقیس کے قاصدوں نے کہا کہ چپکے سے اسے یہیں پر پھینک دو۔

اسی طرح ان کے ساتھ مناظرہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں ہم غالب آسکتے ہیں یا نہیں؟ اس کے لئے اپنے کسی آدمی کو ملکۂ سبا نے اسے ایک سوال لکھوایا تھا کہ ہم حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں، گفتگو شروع کرنے سے پہلے۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا جو خادم تھا، خطوط لے جا کر پیش کرتا تھا، اس نے کہا کہ مجھے حکم ہے کہ میں پہلے دیکھ لیا کروں کہ کیا تحریر ہے۔ خادم نے یہ کہہ کر خط کھولا اور پڑھا، تو بلقیس کے قاصد نے کہا کہ ان ہی سے، سلیمان سے، پوچھنے کی ضرورت ہے کہ ان کے سوا تو کوئی جواب دے ہی نہیں سکتا۔ ان کا دعوی ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں، تو وہی اس کا جواب دے سکتے ہیں، انہی کو اس کا جواب معلوم ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے خادم کہتے ہیں کہ نہیں، میں جواب دے سکتا ہوں۔ سوال یہ تھا کہ یہ جو سامنے لکڑیوں کا ڈھیر ہے، منوں لکڑیاں اکھٹی کی گئی ہیں، اگر ان لکڑیوں کو جلایا جائے تو ان لکڑیوں کا جو دھواں نکلے گا تو اس کا، دھوئیں کا کتنا وزن ہوگا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خادم کہنے لگے کہ ابھی آپ کے سامنے اس کو جلاتے ہیں، اور جلائیں گے اور جلانے سے پہلے اس کا وزن کرلیں گے کہ اس کا وزن کتنا ہے اور جلانے کے بعد جو راکھ ہوگی، اس راکھ کا وزن کریں گے اور جلانے سے پہلے لکڑیوں کا وزن کتنا تھا اور راکھ بننے سے کتنا کم ہوگیا، جتنا کم ہے وہ دھویں کا وزن ہے، جو دھواں بن کر اڑ گیا۔

کہیں ہمارا روزہ ٹوٹ نہ جائے

یہ ہماری عقل ملکۂ سبا کی طرح سے ہے۔ اسلام کے کسی حکم کے متعلق کہیں معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے کہ یہ ہماری درایت میں، عقل میں آتا ہے یا نہیں آتا ورنہ نقصان ہی نقصان اٹھائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ہر حال میں **وَأْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ، بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ،** پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور جس طرح میں نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی نصیحت بار بار سنائی کہ حضرت فرماتے ہیں کہ یہاں صرف ایک چیز کی پابندی ہے کہ بات مت کرو۔ اور اس کی حکمت بھی بتائی کہ ہم جس طرح نماز شروع کرتے ہیں، اس طرح روزہ جب شروع کرتے ہیں اس وقت سے لے کر روزہ ختم ہونے تک گویا آپ نماز میں ہیں، ایک مستقل عبادت میں ہیں، آپ کا ہر سانس عبادت شمار ہوتا ہے۔ اسی لئے جو گفتگو ہے، اس گفتگو میں اگر ذرا سی کوئی ایسی بات زبان سے نکل گئی، جو غیبت کے دائرہ میں آتی ہے تو ہمارا روزہ ٹوٹ سکتا ہے۔

اس سے بچنے کے لئے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیارو، بات مت کرو! تو میں صبح دیکھ رہا تھا، ماشاءاللہ، سب آرام سے سوئے ہوئے تھے۔ روایت کہتی ہے کہ یہ سونا عبادت ہی عبادت شمار ہوتا ہے۔

اور اس کے بعد پھر آپ عصر کے بعد دیکھیں گے کہ سب مصروف ہیں۔

مغرب کے بعد دیکھیں گے، تو منظر کچھ اور ہوتا ہے۔ جتنا ہم اس وقت کماتے ہیں سونے کی حالت میں، وہ سارا جاگ کر کے دنیوی کلام کر کے گنوا نہ دیں۔ اس سے گفتگو ہو رہی ہے، اس سے بات ہو رہی ہے۔، اور باتیں کیا ہوں گی ہماری؟ ادھر ادھر کی باتیں۔ اللہ تعالیٰ عبادتوں کو ضائع کرنے سے بچائے اور اخیر عشرہ کی مبارک ساعتوں کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلىٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا موضوع چل رہا تھا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے، اپنے خالق تک ہم کیسے پہنچیں اس کا راستہ بتایا تھا، اور آٹھ چیزیں ہمیں بتائیں، جن میں سے طہارت کا ذکر ہوا، صوم چل رہا ہے۔ تو یہ ان حضرات کے نسخے بڑے آزمودہ ہوتے ہیں۔ ساری عمر انہوں نے اسی میں کھپائی ہوتی ہے۔

جوارش جالینوس

جیسے مجھے ایک دفعہ کسی نے مشورہ دیا کہ آپ جوارش جالینوس استعمال کریں۔ میں نے کہا ہاں بھئی، استعمال کی تو تھی۔ کہتے ہیں کہ معدہ وغیرہ کے لئے اور ہضم اور جسم کی بہت سی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بڑی اچھی چیز ہے۔

پھر انہوں نے کہا کہ اس کی خاص خوبی ایک یہ ہے کہ صدیاں گزر گئیں اور دوسرے جو نسخے ہیں، خمیرہ ابریشم، خمیرہ مروارید، خمیرہ فلاں، ان سب کا، ہر ایک حکیم کا اپنا آزمودہ ایک نسخہ ہوتا ہے، ہر ایک اپنا نسخہ اعتبار سے بناتا ہے۔

جس طرح ہمارے یہاں مطبخ میں یہ ہزاروں قسم کے سالن گوشت کے، چکن کے، مستورات اپنے اپنے طرز پر بناتی ہیں۔

اسی طرح حکماء اپنے اپنے طرز سے سب دوائیں بناتے ہیں، مگر یہ جوارش جالینوس ایسی چیز ہے کہ جالینوس نے جو اپنا نسخہ ایجاد کیا تھا، بعد میں اس میں اپنی رائے سے کوئی حکیم ذرہ برابر بھی وزن ادھر ادھر نہیں کر سکا، نہ اور کوئی چیز اس میں داخل کی جا سکی۔ اور جو چیزیں تھیں، اس کے اوزان میں نہ کوئی کمی بیشی کر سکا، اتنا آزمودہ مسلّم نسخہ ہے۔

حضرت سَری سَقطی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح یہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جوضرب المثل ہیں کہ کسی کی تعریف لکھنی ہو،تو لکھتے ہیں غزالیٔ زمانہ، اپنے زمانہ کے غزالی ہیں اور جنیدِ دوراں، اس دور کے جنید ہیں۔ اب صدیوں بعد بھی ان کا نام اسی طرح زندہ ہے، کیوں؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست تھے،حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت جنید بغدادی کا مرتبہ وہ جانتے اور پہچانتے تھے،انہیں معلوم تھا۔

وہ اصرار کرتے کہ آپ تھوڑی دیر جامع مسجد میں بیان کر دیا کریں،حرج کیا ہے؟ آپ کیوں نہیں کرتے ؟ وہ دوست سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ مُصر رہے اور جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے انکار ہی رہا۔آپس میں دوست تھے۔ پھر ایک دفعہ صبح جیسے ہی ملاقات ہوئی۔ جنید بغدادی کہنے لگے کہ آج تو آپ نے ہم سے منوا ہی لیا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بغیر آپ ماننے والے تھے نہیں۔ خود ان کا کیا مقام حضرت سری سقطی کا کہ انہیں بھی یہ پتہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔

ہمارے اکابر

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب یہاں تشریف لائے تھے، جو مجالس ہوتی تھیں، ان میں دل لگی کی باتیں بھی، مزاح کی بھی ہونا تھا۔ حضرت اپنے اشعار بھی سناتے تھے، بہت سی ٹیپس اس وقت محفوظ تھیں، پتہ نہیں ہے کہ اب ہیں یا نہیں؟ تو اس میں ہوگا بھی کہیں کہ حضرت نے اپنی طالب علمی کا واقعہ سنایا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں منتہی طلبہ میں سے تھا، دورہ کی جماعت میں تھا، اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیچے کی جماعت میں ہوں گے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب فجر کی نماز کے بعد آئے، روتے ہوئے اور اپنا خواب سنایا کہ آج تو مجھ سے بڑی بے ادبی ہوئی، بیان نہیں کرسکتا۔

یہ تمہید باندھ کر کے خواب سنایا۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ خواب میں میں دیکھ رہا ہوں کہ میں چارپائی پر بیٹھے کتاب کا مطالعہ کررہا ہوں، کھڑکی دائیں طرف ہے، کھلی ہوئی ہے اور کھڑکی کے باہر کسی نے آکر سلام کیا، السلام علیکم، میں اپنے مطالعہ میں مصروف رہا، میں نے سلام کا جواب دے دیا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں دیکھتا ہوں کہ سلام کر کے وہاں تشریف فرما ہیں، کھڑے ہیں۔ میں نے کافی دیر کے بعد پوچھا کہ آپ کون؟ فرمایا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ سنتے ہی میری ایک دم آنکھ کھل گئی۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، سلام فرمایا اور میں سلام کا جواب دے کر زیارت کرنے کے بجائے اپنی کتاب میں دیکھ کر سلام کا جواب دے رہا ہوں۔ اس کے بعد بھی میں متوجہ نہیں ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی زحمت فرمائی، تکلیف فرمائی اور میں نے اس قدر بے ادبی کی۔

یہ کہہ کر مولانا مسیح اللہ صاحب نے رونا شروع کیا، روتے رہے۔ حضرت مفتی محمود صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ کوئی بات نہیں، ان شاء اللہ، جلدی، بہت اچھی طرح پھر زیارت ہوجائے گی، ان شاء اللہ۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔

اگلے روز یا ایک دو دن کے بعد پھر آئے شاداں وفرحاں اور کہنے لگے کہ واقعی آپ نے جس طرح فرمایا تھا، آج تو بہت تفصیلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

یہ ہمارے اکابر کا حال تھا۔ ابھی طالبِ علم ہیں، حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی زبان کو اللہ تعالیٰ کس طرح سچا کرتے ہیں۔

یہ حضرت سری سقطی ان کو بھی معلوم ہے کہ آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں انہیں جامع مسجد میں بیان کا حکم فرمایا ہے، جیسے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لکھنؤ سے ان

کے مسترشد، خواب دیکھ کر آرہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ وہاں ان کے پاس جاؤ اور ان سے جا کر بیعت ہو جاؤ۔ یہاں پہنچے، ڈیڑھ دو ہزار میل کا سفر کر کے، جیسے ہی حضرت کے دولت کدہ کے سامنے، گھر کے سامنے پہنچ کر سلام کرتے ہیں۔

موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ بیلوں کو چارہ ڈال رہے ہوتے ہیں، دیکھا کوئی مہمان آئے اور آکر سلام کیا، جواب دیا وعلیکم السلام۔ ساتھ ہی جملہ فرمایا اچھا! خواب دیکھ کر آگئے۔

حضرت کو بھی پتہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر تشریف لائے ہیں۔ اسی طرح حضرت سری سقطی کو منامی ارشاد معلوم ہے۔

رسالہ ہفت مسئلہ

منامی ارشاد پر ایک قصہ یاد آگیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا تھا ہفت مسئلہ، سات مسائل اس میں لکھے تھے، ہفت مسئلہ اس کا نام تھا۔ اس میں یہ جو حساس قسم کے موضوع ہیں، اس پر حضرت نے قلم اٹھایا تھا۔ حضرت کے مریدین میں حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس میں حضرت کی رائے کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔

انہوں نے اسے حضرت حاجی صاحب کی اپنی رائے قرار دیا، اور یہ کہ یہ فتوے کے رو سے یہ صحیح نہیں ہے۔ پھر بڑا انتشار پھیلا، کچھ لوگ حضرت حاجی صاحب کے حق میں تھے۔ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جب کسی نے پوچھا کہ آپ کے تو پیر و مرشد ہیں، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے طریقت میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، شریعت میں نہیں۔ بالکل صاف صاف جواب۔ لیکن ان دونوں کے اعتقاد میں، تعلق میں، ادب میں کسی چیز میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ اسی طرح رہا، جب کافی انتشار پھیلا پورے ہندوستان، متحدہ ہندوستان میں، انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، تینوں ملکوں میں، دو جماعتیں بن گئیں۔

اسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب، حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں بہت پریشان تھا کہ یہ کیا ہوگیا ہماری جماعت کا، دوگروہ بنے ہوئے ہیں۔ پریشانی میں میں سویا، تو دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میں حاضر ہوں اور حضرت حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی۔اس وقت حاجی صاحب مکہ معظّمہ میں تھے اور یہ ہندوستان میں تھے۔ حضرت حاجی صاحب سے میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ جو آپ نے رسالہ لکھا اس کی وجہ سے بڑا انتشار ہے۔

حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اچھا! تو یوں کیوں نہیں کر لیتے کہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے ہیں، جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد حاجی صاحب فرمانے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، تیار ہو جاؤ۔ جیسے ہی دروازہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ پیچھے ہٹتے، ہٹتے، ہٹتے ایک کونہ میں ہو گئے، اور دونوں ہاتھ اس طرح باندھ لئے، ادب کے مارے۔

اور حضرت حافظ احمد صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے حاجی صاحب کو دیکھا، تو میں دوسرے کونہ میں ہوگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب! یہ لڑکا جو کہتا ہے یہ درست کہہ رہا ہے، یعنی جو علماء کی رائے ہے، شریعت کا فتوی ہے، یہ بالکل درست ہے۔

حضرت حافظ احمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو حضرت حاجی صاحب جس طرح رکوع میں جاتے ہیں، تھوڑے جھکے، اور نیچے ہوئے، نیچے ہوئے بالکل زمین تک پہنچے، اس حال میں دونوں ہاتھ دل پر رکھے ہوئے ہیں اور فرماتے جا رہے ہیں کہ بجا و درست، بجا و درست۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ یہ لڑکا درست کہتا ہے، تو بجا و درست، فرماتے جارہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اس طرح کہتے ہوئے نیچے تک جھک گئے، پھر سیدھے کھڑے ہو گئے، پھر نیچے گئے۔ کہتے ہیں سات دفعہ حضرت حاجی صاحب نے ادب کے مارے اس کا اقرار کیا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ بجا ہے، یہ درست ہے۔

حضرت حافظ احمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے صبح اٹھتے ہی یہ خواب لکھا اور مکہ معظّمہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ لکھا ہے کہ جب یہ خط اور خواب پہنچا ہے، حضرت حاجی صاحب نے پڑھا ہے، پڑھ کر حضرت حاجی صاحب بہت روئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس کو مرنے کے بعد میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ مرنے کے بعد حضرت کی وصیت پوری کی گئی اور کفن میں اس کو رکھا گیا۔

اپنے باطن کو درست کر!

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی معلوم کہ جنید بغدادی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور اسی لئے وہ وعظ کے لئے تیار ہوئے ہیں۔

تب جا کر انہوں نے اقرار کیا کہ آج رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنید! تم جامع مسجد میں بیان کیوں نہیں کرتے۔ ارشاد ہوا تو حضرت جنید کو بیان اور وعظ کے لئے جانا پڑا۔

بیان ہو رہا تھا کہ بیان کے بیچ ایک نوجوان، علماء والا لباس، لمبا کرتا، عمامہ، متشرع چہرہ، سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی مسئلہ معلوم کرنا چاہا، حضرت نے جلال میں ارشاد فرمایا وہ مسئلہ اپنی جگہ، اس کا جواب دینے کے بجائے حضرت نے فرمایا کہ ''پہلے اپنے باطن کو تو درست کر''

یہ سن کر وہ جوان رو پڑا اور نوجوان کہتا ہے أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً

رَّسُوۡلُ اللّٰه ، کہ باطنی فراست سے معلوم فرمالیا کہ یہ شخص اسلامی حلیہ میں ہے، مگر مسلمان نہیں ہے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے کشف کی طاقت کس درجہ کی تھی۔ وہ قصے سنائے تھے کہ دو تصویریں ہمارے اکابرین کے سامنے رکھ دی جائیں کہ ایک مسلمان کو ہندوانہ لباس اور ہندو کو اسلامی لباس پہنا دیا جائے، تو وہ آنکھیں بند کر کے انگلی رکھ کر کہیں گے کہ یہ مسلمان ہے اور یہ ہندو ہے۔

بالکل یہی واقعہ یہاں پیش آیا۔ وہ نوجوان تو اسلامی لباس میں ہے، متشرع ہے اور کھڑے ہو کر ایک سوال کرتا ہے، مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے۔ تو اس کا جواب دینے کے بجائے جنید بغدادی ڈانٹ کر اس کو فرماتے ہیں کہ پہلے اپنے باطن کو تو درست کر۔ تب وہ پڑھتا ہے، اقرار کرتا ہے، أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوۡلُ اللّٰه، اور اس نے کہا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ مذہب سچا ہے، آپ سچے ہیں، آپ کی باتیں سچی ہیں۔

میں یہودی ہوں اور یہ لباس پہن کر میں آپ کو آزمانے کے لئے آیا تھا کہ آپ مجھے پہچان سکتے ہیں یا نہیں؟ جنید بغدادی نے اندر سے دیکھ لیا کہ یہ یہودی ہے، پہلے اس کو فرمایا کہ اپنے باطن کو درست کر۔ جب اس نے کلمہ پڑھا تب فرمایا اچھا، اب تو سوال کر سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے سوال کا حضرت نے جواب بھی دیا۔

اللہ تبارک وتعالی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے سچا تعلق ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

بار بار یہ مضمون دہراتا رہتا ہوں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے بہت غافل ہیں۔ کاش کہ یہ چند روز رہ گئے ہیں، ابھی ہفتہ بھی نہیں ہے، ان میں کم از کم ہم چوبیس گھنٹے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تصور رکھیں کہ جب خیال آئے تو بجائے گھر کا خیال، کار کا خیال، کام کا، بچوں کا خیال، اس کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال اور تصور رہے۔ان ہی کو سوچتے رہیں، پھر دیکھئے کیسے آپ کے دل کی دنیا بدلتی ہے۔

کعبہ کے دروازہ پر

طاؤس یمانی حرم مکی میں حاضر ہیں اور وہ کعبہ شریف کے اندر دوگانہ ادا کرنے کے لئے، دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ان کے خادم باہر کھڑے ہوئے ہیں کہ وہاں تو بہت بھیڑ ہے، اندر تو نہیں جا سکتے۔دو چار آدمی کو موقع دیا جاتا ہے، چنانچہ اندر حضرت صاحب گئے ہیں اور ان کے خادم نیچے ہیں اور خادم کون؟ بڑے محدث، بہت بڑے مفسر، حضرت مجاہد ہیں۔

مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نیچے کھڑا ہوا ہوں اور طاؤس یمانی اندر ہیں۔ان کے اندر داخل ہو نے کے بعد کیا دیکھتا ہوں، بیداری میں دیکھ رہے ہیں، بیدار ہیں، دیکھ رہے ہیں کہ حرم میں لوگ طواف کر رہے ہیں، نماز پڑھ رہے ہیں، ساری دنیا آباد ہے مکہ کی اور وہ فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ کعبہ شریف کے دروازہ پر جیسے ہی طاؤس یمانی اندر گئے، میں نے دیکھا کہ اوہو! دروازے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، میں زیارت کرتا رہا، کرتا رہا۔

جب یہ طاؤس یمانی دوگانہ ادا کر کے فارغ ہو کر جیسے ہی باہر نکلے، ابھی وہ دروازہ سے سیڑھی سے نیچے اتر رہے ہیں، اتنے میں میں نے عرض کیا کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہاں دروازہ پر تھے۔مگر ان کو بھی پتہ ہے، فرمایا "کسی کو بتانا نہیں"۔اس قدر کیا محدثین، کیا مفسرین، یہ جو کچھ انہوں نے پایا وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ قلبی واسطہ کے ذریعہ پایا ہے۔اللہ تعالی ہمارے لئے بھی وہاں تک پہنچنا آسان فرما دے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ یہ آٹھ چیزیں اختیار کرو، تب آپ اللہ تک پہنچ سکتے ہو۔ ایک دوامِ طہارت، دوامِ صوم۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے بھی نرالے تھے۔ ہم تو سحر وافطار میں کسر پوری کر لیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کیسے نرالے تھے؟ کہ صومِ وصال بغیر افطار کے روزہ پر روزہ۔ ایک دن، دو دن، تین دن، کئی کئی دن کے مسلسل روزے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں اس کو لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے یہ صوم وصال۔ چنانچہ جب صحابہ کرام نے صوم وصال رکھنا شروع کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا اور اصرار سے ڈانٹ کر منع فرمایا **کَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ**، ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ **اِنَّمَا يُطْعِمُنِىْ رَبِّىْ وَيَسْقِيْنِىْ** ، میرے لئے تو غیب سے اللہ تبارک وتعالیٰ میرے کھانے پینے کا انتظام فرماتے ہیں۔ مجھے ضرورت نہیں ہوتی کھانے پینے کی۔ تم نہیں رکھ سکتے، تم تو تکلیف اٹھاؤ گے۔ جب صحابہ نہیں مانے، صوم وصال رکھتے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنے صومِ وصال کو ترک کرنا پڑا۔

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ

مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک دفعہ روزے شروع فرمائے، ایک مہینہ، دو مہینے، تین مہینے۔ اس درمیان میں جو مشائخ آتے، حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب آئے، ہم نے ان سے کہا کہ ذرا آپ اصرار کر کے دیکھیں، مسلسل روزے ہیں، اتنی سخت گرمی ہے اور طبیعت پر اثر ہو جائے گا۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب آئے، انہوں نے روزے موقوف فرمانے کی رائے دی۔

مگر حضرت نہ مانے۔ دو مہینے ختم ہوتے تھے تو فرماتے تھے کہ قرآن میں آتا ہے **شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ**، دیکھئے، جو ایک قاتل کا کفارہ ہے، قتلِ خطأ کسی سے سرزد ہو جائے تو

اس کے ذمہ جو روزے ہیں، اتنا بڑا گناہ غلطی سے ہو جائے، اس کے لئے توبہ کے طور پر دو مہینہ کے لگاتار روزے ہیں، حضرت اپنے آپ کو گناہ گار اور مجرم تصور فرما کر کے توبۃ من اللہ والا جو روزہ ہے وہ شروع کئے ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ کفارہ پورا کیا، دوسری دفعہ کفارہ پورا کیا، تیسری دفعہ، چوتھی دفعہ، تقریباً ڈیڑھ دو سال تک حضرت مسلسل روزے رکھتے چلے گئے۔ جب ہم پوچھتے تو فرماتے کہ یہ شہرین متتابعین، گویا نذر کی طرح ہے، جیسا کسی نے نذر مانی ہو کہ میں دو مہینے تک لگاتار روزے رکھوں گا، جیسے ہی دو مہینے پورے ہوگئے، پھر دوسری مرتبہ، اس کا نام روزہ ہے۔ ہمارے بھی کیا روزے ہیں۔ اُسی کو دیکھ کر یہاں بولٹن میں کبھی کبھی رکھتا تھا، ہمارے مولانا ہاشم صاحب نے بھی ایک سال مسلسل روزے رکھے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صومِ وصال ہے۔ پھر ہمارے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ صومِ وصال، بغیر کھائے تم نہیں رکھ سکتے، بلکہ صومِ ابد، ہمیشہ کا روزہ، صوم الدہر، جس میں سحر و افطار کے ساتھ روزہ ہے، اس سے بھی منع فرمایا۔ کسی نے پوچھا صوم داؤدی کے لئے، کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار، اس کی اجازت عطا فرمائی۔

ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے، وہ صائم الدہر، ساری عمر کا ان کا روزہ رہا ہے، وہاں گجرات میں تھے اس وقت بھی اور ہم نے ان کو دیکھا وہاں مکہ معظّمہ میں تھے اس وقت بھی یہی صیام ابد کا معمول تھا۔ ساری عمر انہوں نے روزوں کے ساتھ گزاری۔ صرف پانچ دن افطار جن دنوں کا روزہ حرام ہے، ناجائز ہے۔ صیام دہر کے بعد صوم داؤدی ہے۔ اس پر عمل کرنے والے بھی بہت سارے آپ کو ملیں گے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیرو جمعرات کا روزہ اس کے بدلہ میں تجویز فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ ہفتہ میں دو روزے، پیر کا روزہ، جمعرات کا روزہ رکھا جائے۔ ہمارے یہاں معمولات کا جو پرچہ ہے اس میں یہی معمولات کے لئے تجویز کیا گیا ہے، پیر اور جمعرات کا روزہ۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور روزہ میں جس طرح بتایا تھا کہ امساک اللسان ہے۔ اور آگے چلتے ہیں، ورنہ یہ آٹھ چیزیں پوری نہیں ہوں گی۔ آٹھ دن بھی ابھی باقی نہیں ہیں۔

صوم کے بعد بعد آتا ہے صمت، سکوت، کہ زبان کو بند رکھو۔ کیسے بند رکھیں، کیوں بند رکھتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ بولنا ضروری ہے، وجہ ہی سمجھ میں نہیں آتی۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا علاج بتایا۔ کتنا پیارا علاج! وہ فرماتے ہیں کہ انسان تقسیم کرے مخلوق کے درمیان اور خالق کے درمیان اور سوچے کہ میں نے آج اللہ تعالیٰ سے زیادہ باتیں کیں یا مخلوق سے زیادہ باتیں کیں؟ اس کا حساب رکھے۔

کتنا پیارا علاج! ہر وقت مخلوق سے باتیں کرنے کے بجائے خالق سے باتیں کرو، اللہ عز و جل سے۔ چاہے بڑھیا کی طرح، جس طرح وہ اکیلی بولتی رہتی ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا بیچاری بوڑھی عورتیں، بوڑھی ہو جاتی ہیں، کوئی نہیں ہوتا اور اکیلی بولتی ہیں، ارے کہاں چلی گئی؟ کدھر چلا گیا؟ اس طرح حق تعالیٰ شانہ کو آپ خطاب کر کے اس سے باتیں کرتے رہیں، تو مجھے دیکھ رہا ہے میں تجھے دیکھنے پر قادر نہیں، یہ پردہ میری طرف سے ہے یا تیری طرف سے ہے؟ اس طرح مناجاۃ کر کے دیکھئے، پھر دیکھئے کتنا مزہ آئے گا۔

قرآن پڑھتے وقت کیا تصور ہو؟

اسی طرح قرآن آپ پڑھیں تو یہ تصور کریں کہ میں اللہ عز و جل کو سنا رہا ہوں، تا کہ پھر جنت میں اس کے بدلہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سنائیں گے۔ جنت کی سب سے بڑی نعمت ہے، سب سے لذیذ ترین نعمت وہ آخری درجہ کی، وہ یہ ہوگی، حق تعالیٰ شانہ جنتیوں کو قرآن پاک سنائیں گے۔ یہ کیسے سنائیں گے؟ پہلے دنیا میں ہم سناتے رہیں۔ کہ جب پڑھیں تو اس نیت سے آپ پڑھیں کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ کلام سنا رہا ہوں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی زبان کے بارے میں یہ سوچا کرو کہ میں نے خالق سے آج زیادہ باتیں کیں یا مخلوق سے زیادہ باتیں کیں۔ خالق سے زیادہ اور مخلوق سے کم باتیں کیا کرو۔

اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچتے تھے، ڈانٹتے تھے زبان کو کہ تو ہر وقت مجھے گناہ میں مبتلا کرتی رہتی ہے، چلتی رہتی ہے۔ ان کو زبان پر غصہ آتا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چہیتے نوجوان خادم تھے۔ جب وصال ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق لکھا ہے، ان کے خادم بیان فرماتے ہیں کہ رات کے وقت وہ چراغ سامنے جلا ہوتا تھا، تو انگلی چراغ کے اندر لے جاتے۔ جب جلنے لگتی، تو اس کو ہٹا دیتے اور فرماتے کہ تو یہ عذاب برداشت کرسکتی ہے؟ اتنی آگ کی تپش برداشت کرنے کی تجھ میں طاقت ہے؟ اگر یہ طاقت نہیں، تو پھر جہنم کی آگ تو اس سے ہزاروں گنا زیادہ ہوگی، وہ کیسے تو برداشت کرے گی؟ انگلی کو ڈانٹ رہے ہیں۔

اسی طرح صحابہ کرام زبان کو پکڑ کر ڈانٹتے رہے ہیں۔ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد سب سے بڑا جن کا رتبہ ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ۔ لکھا ہے کہ وہ اپنے منہ میں کنکر رکھ لیتے تھے، ایک کنکر رکھ لیا منھ میں، اب چپ ہیں، بول ہی نہیں سکتے۔

اب تصور کے ذریعہ، دل کے ذریعہ حق تعالی شانہ سے باتیں کرتے رہو۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں زبان پر قدرت نصیب فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **مَا یَکُبُّ النَّاسَ فِیْ النَّارِ اِلَّا حَصَآئِدُ اَلْسِنَتِھِمْ** فرشتے، جہنم میں ان کے پیر پکڑیں گے، سر نیچے اور پیر اوپر اور پھینکیں گے جہنم میں۔ فرمایا کہ سب سے زیادہ اس طرح پھینکے جانے والے وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنی زبان سے کھیتیاں کاٹیں۔ اس کی وجہ سے ان کا یہ حشر ہوگا۔ اللہ تعالی

ہماری اس سے حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شبِ وصل میں خوفِ سحر ابھی سے ہے
صبح ہے دور، میرا رنگ فق ابھی سے ہے

آپ حضرات تشریف لائے، کتنی رونق رہی۔ آئندہ کل سے روا روی شروع ہو جائے گی۔ ہمارے اعمال کیا؟ ٹوٹے پھوٹے ہیں، مگر روح کو کتنی مسرت خوشی اور طمأنینت ملتی ہے۔ ہماری سال بھر کی زندگی سے بالکل مختلف دن گذر رہے ہیں۔

میں کل سے سوچ رہا تھا یہی شعر کہ یہ تو سب چلے جائیں گے، پھر یہاں سناٹا ہوگا۔ یہ سوچ کر میں یہ شعر گنگنا رہا تھا بار بار کہ

شبِ وصل میں خوفِ سحر ابھی سے ہے

کہ ابھی تو محبوب سے ملے ہیں، لیکن ڈر لگ رہا ہے کہ ابھی صبح ہو جائے گی،

صبح ہے دور، میرا رنگ فق ابھی سے ہے

ماحول کا اثر

صرف ایک ہفتہ بھر ایک مقصد کے لئے ہم لوگ جمع ہوئے۔ ابھی ہفتہ نہیں گذرا، لیکن اس تھوڑی مدت میں کیفیت بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ کچھ نہ کچھ تغیر ہر ایک کو محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ خود، میں تو کچھ نہیں کر پاتا۔ بہت سارے میرے جیسے بھی ہوں گے۔

کچھ دوست ہیں کہ جو تیس پارے پڑھ لیتے ہیں۔ بہت سارے ہیں جو پندرہ پارے پڑھ لیتے ہیں۔ بڑی تعداد ہے جو دس پارے روز پڑھ لیتے ہیں۔ عام دنوں میں ایسا نہیں ہوسکتا۔

امت کو امت اسی لئے کہتے ہیں کہ امت ان کو کہا جاتا ہے جن کا مقصد ایک ہو۔ اس سے

زبردست تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ یہاں آنے کے بعد معمولات کے لئے کسی پر کوئی اصرار نہیں ہوتا، نہ کسی کو کہا جاتا ہے، نہ وقت پر زبردستی پڑھنے کے لئے کسی کو بٹھایا جاتا ہے۔ اپنے طور پر سب ہی طوعاً کر لیتے ہیں۔ روزانہ پورا قرآن اور پندرہ پارے روز پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ کرے کہ ہماری ساری عمر یہ عادت پڑ جائے۔

یکم رمضان سے ہم بزرگانِ دین کے نسخے جو معلوم کرنے کی اور کیمیا ان سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اسی لئے کہ ان کی کتنی مبارک اور پیاری زندگی تھی اس کا دو چار دن میں ذرا سا مزہ چکھ کر ہمیں اندازہ ہوتا ہے۔

ہمارے طلبہ کا اسی طرح کا اعتکاف، بقرہ عید کے بعد ہوگا، جو چالیس دن کا ہوگا۔ طلبہ تو نوجوان ہیں۔ جو صحیح طریقہ سے وہ چالیس دن اعتکاف کے گزارتے ہیں، وہ آخری دن روتے ہیں، سچ مچ روتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ہم باہر جا کر، پھر اندر آ گئے۔ باہر قدم رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ عجیب سی دنیا معلوم ہوتی ہے۔ بزرگانِ دین کے طرق میں بڑی برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں اس کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

اَلْهِجْرَةُ مَاضٍ

اور یہ کوئی ایکسٹرا اور زائد چیز نہیں ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ کوئی نفل چیز نہیں، یہ تو فرض کے درجہ میں ہے۔ اس کا درجہ ایک سو ایک فیصد فرض ہے۔ کیسے؟ کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہجرت کبھی ختم نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **اَلْهِجْرَةُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ**، قیامت تک جاری رہے گی۔ کیسے؟

اَلْهِجْرَةُ مِنَ الْجَهْلِ اِلَى الْعِلْمِ

کہ ہجرت کے اقسام ہیں کہ سہل ابن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، انہوں نے اس

اپنے ملفوظ میں تین ہجرتیں بیان فرمائی۔ فرمایا کہ **اَلْهِجْرَةُ مِنَ الْجَهْلِ اِلٰی الْعِلْمِ**، جو مسلمان جتنا علم اس کے لئے جاننا فرض ہے، وہ نہ جانتا ہو، جہالت سے نکل کر اس علم کا پڑھنا اور اس کا جاننا اس کے لئے فرض ہے۔ ورنہ کل قیامت میں حق تعالی شانہ کے یہاں جہالت کا عذر نہیں چل سکتا۔

اب کوئی چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا، پولیس پکڑ لے، کورٹ میں لے جایا جائے، وہ کہہ دے کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ چیز نہیں اٹھا سکتے۔ میں تو سمجھا کہ رکھا ہے، میں نے اسے لے لیا۔ تو عدالت اسے معذور قرار نہیں دے گی۔ ہر ملک کے قوانین کا جاننا اور اس کے مطابق چلنا حکومت فرض سمجھتی ہے۔ تمہیں کیوں معلوم نہیں تھا؟ تمہیں معلوم ہونا چاہئے تھا۔

اسی طرح جو الٰہی قوانین ہیں، ان کو معلوم کرنا ہر انسان کا فرض ہے، مسلم، غیر مسلم، ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ کل قیامت میں اس کے متعلق سوال ہوگا۔

جو ایمان نہیں لائے، ان سے بھی پوچھا جائے گا ایمان کیوں نہیں لائے؟ وہ یوں کہیں گے کہ **مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٌ**، یہ عذر بھی نہیں چلے گا۔ اللہ تعالی فرمائے گا، آسمان، زمین، ساری مخلوق، تم دیکھتے نہیں تھے؟ اس کو دیکھ کر تم مجھ تک پہنچ سکتے تھے کہ اس کا بنانے والا کون ہے، خالق کون ہے؟ اس کا مالک کون ہے؟

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں، بہت بڑے بزرگ ہیں، پیدائشی بزرگ، جن کی جبلت، فطرت ولایت پر ہو۔

وہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میری عمر رہی ہوگی کوئی چھ، سات برس۔ میرے ماموں تھے، ان کو دیکھا کرتا تھا کہ وہ رات رات بھر مولیٰ کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، قیام میں ہیں، رکوع میں ہیں، سجدہ میں ہیں، روئے جا رہے ہیں۔ میں ان کے پاس بیٹھا رہتا اور میں ان پر ترس کھایا

کرتا۔

کبھی کبھی وہ فرماتے کہ بیٹا،تم یہاں سے چلے جاؤ! میں اصرار کرتا کہ نہیں، میں تو یہیں رہوں گا۔ پھر وہ اخیر میں زور سے فرماتے کہ آپ کے یہاں رہنے سے میری خلوت میں فرق آتا ہے۔ آپ چلے جاؤ، پھر مجھے بھگا دیتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ اسی عمر سے میرے ماموں نے میری تربیت کی ہے۔ ہم تو بچوں کا فکر نہیں کرتے۔ ہر چیز میں عذر اپنی طرف سے گھڑ لیتے ہیں کہ ابھی تو بچہ ہے۔

اور ماموں اللہ والے تھے۔ انہوں نے اپنے بھانجے کے لئے کیا تجویز کیا کہ ان کو ولایت کے راستہ پر لے چلیں۔ اسی عمر سے، چھ سات سال کی عمر سے ولی بنانے کی کوشش شروع کردی۔

فرماتے ہیں کہ ماموں جان نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو،تم جب بستر پر جاؤ، وہاں بستر پر جانے کے ساتھ ہی یہ کلمات کہا کرو، **اَللّٰہُ نَاظِرِیُ، اَللّٰہُ شَاهِدِیُ، اَللّٰہُ مَعِیُ** ،اور اتنے چھوٹے سے بچے کو، چھوٹی سی جان کو سمجھا رہے ہیں کہ ان کلمات کو اس زبان سے کہنا نہیں ہے، زبان بند رکھو،صرف دل سے یہ کلمات کہو۔ آپ کا دل بول رہا ہو،اس کو سنو۔ بچپن سے جب بچہ یہ کوشش کرے گا کہ میرا دل جاگے اور اس کی آواز میں سنوں۔ کیسی تربیت؟ فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ آج میں آپ کو یہ کلمات بتارہا ہوں، **اَللّٰہُ نَاظِرِیُ، اَللّٰہُ شَاهِدِیُ**، اب یہ کلمات بزرگوں نے اپنے تجربات سے یہ متعین کئے۔

لیکن کتنی گہرائی ہے ان کلمات میں کہ جب پہلے تو کہنا ہے **اَللّٰہُ نَاظِرِی**، جیسے کوئی دور سے مجھے دیکھ رہا ہے،تو **اَللّٰہُ نَاظِرِی**۔ پھر اور قریب آ کر کے، **اَللّٰہُ شَاهِدِی** کہ اللہ تبارک وتعالی اتنا دور نہیں ہے کہ جو دور سے دیکھ رہا ہو بلکہ **اَللّٰہُ شَاهِدِی** ، اللہ تبارک وتعالی تو میرے پاس ہی ہے اور قریب سے دیکھ رہا ہے۔ اور پھر ایک قدم اور آگے بڑھ کر کے،فرمایا نہیں،نہیں، **اَللّٰہُ شَاهِدِی** بھی نہیں، بلکہ **اَللّٰہُ مَعِیُ** ، معیت الٰہیہ مجھے حاصل ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، وَھُوَ مَعَکُمْ أَیْنَمَا کُنْتُمْ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حرا میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب تسلی دی، تو یہی فرمایا تھا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، وَھُوَ مَعَکُمْ أَیْنَمَا کُنْتُمْ، سلفی اپنا عقیدہ اور طرح سے بیان کرتے ہوں۔

قرآن کہتا ہے کہ اللہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، وَھُوَ مَعَکُمْ أَیْنَمَا کُنْتُمْ، کتنا صاف صاف اللہ تمارے ساتھ ہے، تم جہاں بھی ہو۔

وہ مذاق اڑاتے ہیں کہ تم ٹوائلٹ میں ہوتے ہو، پاخانہ کر رہے ہوتے ہو، نجاست، وہاں بھی ساتھ؟ جواب دیں گے، جی ہاں! اس کے لئے کیا فرق؟ وہ تو وہاں بھی ہمارے ساتھ ہے، وَھُوَ مَعَکُمْ أَیْنَمَا کُنْتُم ،تم جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہیں۔

چھ سال کی عمر سے تلقین

قرآن کہتا ہے کہ نَحْنُ أَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ، تو معیّت کیسی ہے؟ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ تمہاری جو یہ رگِ جان ہے، اس سے بھی ہم نزدیک ہیں۔ تم نے ہمیں سمجھا کہاں ہے؟ تم ہمارے متعلق سوچتے ہی نہیں۔ ہم اتنے نزدیک اور تم ہم سے اتنے دور۔

کبھی التفات بھی نہیں کرتے۔ پورا دن گزر جاتا ہے، نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، اللہ، اللہ بھی کرتے ہیں، مگر اس کا خیال ہی نہیں آتا۔ اس معیت کو ہم سوچتے ہی نہیں کہ کتنا وہ ہم سے نزدیک ہے، نَحْنُ أَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس عمر سے، چھ سات سال کی عمر سے ماموں جان کے کہنے کے مطابق یہ وظیفہ شروع کیا تھا۔ چند روز کے بعد ماموں جان نے فرمایا کہ بیٹا، ابھی تم ایسا کرو کہ تین دفعہ کے بجائے سات دفعہ کہہ دیا کرو، یہی کلمات بستر پر لیٹنے کے بعد۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد تلقین کی، ماموں جان نے، فرمایا کہ گیارہ دفعہ یہ کلمات

کہہ دیا کرو۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس کے برسوں بعد پھر ماموں مجھ سے پوچھتے بھی ہیں کہ کیوں وہ وظیفہ برابر جاری ہے؟ میں نے کہا جاری ہے۔ کہنے لگے کتنے مزہ میں ہو۔ جو انہیں حق تعالیٰ شانہ کا قرب ملا، ولایت ملی، سارے مراتب آگے طے کئے۔ فرمایا کہ دیکھو ان تین کلمات میں کتنا اثر تھا۔

حافظ حدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے کسی دن بتایا تھا کہ حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب، صولتیہ کے شیخ الحدیث، ان کی اہلیہ صاحبہ کے نانا جان، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا پاکستان میں ایک سو سات سال کی عمر میں انتقال ہوا تھا۔ انتقال سے تین چار سال پہلے جب ان کی عمر سو برس سے زیادہ تھی۔ ایک دفعہ مجھے بلایا حالانکہ میری ان کی خدمت میں حاضری تو بہت مختصر وقت کے لئے چند منٹ کے لئے ہوتی تھی۔

جب پتہ چلتا کہ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں، تو اس وقت مصافحہ ہوتا تھا، دعا کی درخواست، تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھتے تھے۔ پھر دو تین دفعہ ملاقات کے لئے، اسی طرح دعا کی درخواست کے لئے حاضری دیتے تھے۔ پانچ سات دفعہ سے زیادہ ایک سفر میں ملاقات نہیں ہوتی تھی اور وہ بھی چند منٹ کے لئے۔ لیکن مولانا سیف الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت آپ کو یاد فرما رہے تھے، اس طرح مجھے حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا۔

جب میں حاضر ہوا تو حضرت فرمانے لگے کہ کل جب میں روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہوا، تو وہاں سے حکم ہوا کہ ہمارے قادریہ سلسلہ میں آپ کو بیعت کی اجازت دوں۔

میں نے سوچا کہ یا اللہ! یہ ایسے عظیم بزرگ۔ حافظِ حدیث پاکستان کے، بڑی بڑی حکومتیں ان کے نام سے لرزتی تھیں، ان کے انتقال کے فوراً بعد شروع میں تعزیت کے لئے جو

ان کے گھر پران کے صاحب زادوں کے پاس پہنچے ہیں، وہ صدرِ پاکستان تھے۔

اتنی معروف شخصیت اور اتنی زبردست علمی روحانی شخصیت اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حکم فرمارہے ہیں۔

پھرانہوں نے جواپنے قادریہ سلسلہ کے معمولات تلقین فرمائے، تو اس میں فرمایا کہ ہمارے یہاں قادریہ سلسلہ میں مغرب کی نماز کے بعداور کسی دن مغرب بعدرہ جائے، عشاء کی نماز کے بعدسجدہ میں ان کلمات کی تکرار کی جائے، اَللّٰهُ نَاظِرِیْ، اَللّٰهُ شَاهِدِیْ، اَللّٰهُ مَعِیْ۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ جو پیدائشی ولی، وہ فرماتے ہیں کہ ہجرت ختم نہیں ہوئی، اَلْهِجْرَةُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ،ہجرت تو جاری ہے،اورہجرت فرض ہے۔

اس لئے میں نے عرض کیا کہ یہ کیفیت جو ہفتہ عشرہ کے قیام سے میسر آئی اور آپ تھوڑی بہت اس وقت پا رہے ہیں یہ ساری عمر مطلوب ہے۔اس سے بہت اعلی درجہ کی مطلوب ہے، ابھی بہت کچھ طے کرنا باقی ہے ۔اور اس میں گھر لوٹنے پر اضافہ ہو، برکت ہو،اس کی کوشش اور معمولات پر مداومت باقی رکھنا ہے

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَلْهِجْرَةُ مِنَ الْجَهْلِ اِلَی الْعِلْمِ ، جہالت کو چھوڑ کرعلم حاصل کرنا۔ جہالت کا عذر وہاں، حق تعالی شانہ کے یہاں مسموع نہیں ہے۔اورفرمایا کہ دوسری قسم کی ہجرت اَلْهِجْرَةُ مِنَ الْغَفْلَةِ اِلَی الذِّکْرِ، جس کے متعلق میں نے ابھی عرض کیا کہ حق تعالی شانہ ارشادفرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ، ہر وقت وہ تمہارے ساتھ اورتمہاری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔اور ہم اس کو بھولے ہوئے ہیں، پتہ ہی نہیں ہمیں کہ ہمارے ساتھ ہمارا مولیٰ ہے، ہر وقت ساتھ ہے۔اس کو ہر وقت یاد رکھنا اور اس غفلت سے نکلنا،صوفیاءفرماتے ہیں یہ فرض ہے۔

اکبرالکبائر

اسی لئے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک لمحہ کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی ذات سے غافل ہوجانا، یہ اکبرالکبائر میں سے ہے۔ کبیرہ گناہ بہت سارے ہیں، ان میں سب سے بڑے جو شمار ہوتے ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے اللہ کی یاد سے غافل ہونا، یہ کبائر میں بھی اکبر گناہ ہے۔ یہ کیوں؟

اس لئے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مالک کو ہر وقت یاد رکھنا اور ذرا سی بھی غفلت نہ ہو، یہ ہم پر فرض ہے۔

ہم تو سوچتے ہیں بہت سے مسلمان روزہ نہیں رکھتے، نماز نہیں پڑھتے۔، اللہ کا شکر ہے کہ ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔ ہم یہاں اعتکاف میں آگئے۔ حالانکہ ان میں کوئی زائد کام ہم نے نہیں کیا، یہ تو ابھی فرض بھی ادا نہیں کیا، صرف فرض کی طرف ہم بڑھ رہے ہیں کہ فرض ادا ہوجائے۔

ایک جہالت سے نکل کر علم کی طرف آنا

اور دوسرے غفلت سے نکل کر یادِ الٰہی میں مصروف ہونا، یہ فرض ہے۔

اور تیسرا فرماتے ہیں کہ معاصی اور گناہوں سے نکل کر کے توبہ کی طرف آنا، یہ بھی فرض ہے۔ ہم ہر وقت معاصی میں مبتلا، ہر آن، ہر گھڑی آلودہ رہتے ہیں، اور گناہ کے اس بوجھ کا احساس بھی نہیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ یہیں پر دارالعلوم میں جہاں میری درس گاہ تھی، اس میں طویل عرصہ مقیم رہے۔ اس میں حضرت کے لئے ہم نے چارپائی بچھا رکھی تھی، وہیں قیام تھا۔

حضرت ایک دن فرمانے لگے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کا ذکر آیا، حضرت کی ایک ایک چیز کو یاد کر کے ہم آپس میں دہرایا کرتے تھے۔

گر مر جائیں تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

ابھی ابھی ہمارے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ کے ساتھ بھی اس طرح کی گفتگو چل رہی تھی، تو ہم تذکرہ کر رہے تھے کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ پر ایک دور گزرا تھا، دو تین سال تک مسلسل حضرت کی خواہش اور تمنا حضرت بیان فرماتے تھے، قلبی کیفیت کا اظہار فرماتے تھے کہ یہ مجمع کا آنا جانا، یہ خدام، فرماتے سب کے سب مجھے اتنے برے لگتے ہیں، اتنی مجھے تکلیف ہوتی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ معذوری نہ ہوتی تو ہر ایک کو اس طرح کر دیتا۔ (اشارہ سے دونوں ہاتھ جھٹک دیتے)

فرماتے وقت کوئی پاس ہوتا، تو ہاتھ جھٹکتے، چھوڑ دیتے اسی وقت، یعنی سچ مچ وہ کیفیت، ہاتھ جھٹک کر کہتے کہ اسی طرح سب کو ایسا کر کے میں کہیں ایسی جگہ چلا جاتا۔ اب جی میں ہے یوں، یہ شعر پڑھتے:

جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو،
ہم نوا کوئی نہ ہو، ہم زباں کوئی نہ ہو،
گر پڑ جائیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیماردار،
گر مر جائیں تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو،

حضرت پر یہ کیفیت ایک دو دن کے لئے نہیں، سچ مچ یہ کیفیت دو تین سال رہی۔ روتے ہوئے یہ اشعار پڑھتے اور روتے ہوئے فرماتے مگر کیا کریں معذوری بھی بری بلا ہے۔

اس زمانہ میں ہمارے ایک دوست تھے حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

وہ فرماتے تھے کہ یہ تو اللہ تبارک وتعالی کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ بیماریاں، یہ معذوری اور جو اللہ پاک نے یہ ٹانگیں توڑ رکھی ہیں، یہ ہم لوگوں کے لئے نعمت ہے، ورنہ ہمارے ساتھ اس طرح

یہ تھوڑے ہی رہتے۔ یہ دنیا کی دنیا اس طرح فیضیاب ان سے ہو سکتی تھی؟ وہ ہمیں چھوڑ چھاڑ کر کے کہیں غار میں، پہاڑ کی چوٹی پر کہیں بیٹھ گئے ہوتے، ان کے دل کی کیفیت ایسی ہے۔

میرے گناہوں کا پہاڑ

اسی طرح حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تذکرہ ہو رہا تھا حضرت کی مجلس کا، تو حضرت مفتی صاحب نے پوچھا کہ یاد ہے کہ وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب مجلس میں ہوتے، ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے، یہاں کچے گھر میں بھی ہمیشہ طلبہ، اساتذہ، عوام، مسلم، غیر مسلم، بڑا مجمع ہوتا تھا، درجنوں غیر مسلم ہوتے تھے، سکھ، ہندو، روز آتے تھے، اس وقت مفتی صاحب کہنے لگے یاد ہے مجلس میں حضرت کی نظر کہاں ہوتی تھی؟ میں نے کہا ہاں، انہوں نے کہا ..**جَلَّ نَظَرِہٖ اِلٰی السَّمَاءِ** کہ ہر وقت اوپر ہی نگاہیں رہا کرتی تھیں۔

پھر مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ مجھ سے کسی نے پوچھا کہ یہ کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ اپنے شیخ کی مجلس میں جب حاضر ہو، تو کیا تصور رہنا چاہیے؟ اب وہ گنوا رہے تھے، کوئی کہہ رہا تھا کہ اپنی تسبیحات میں مشغول رہنا چاہیے، کسی نے کہا کہ درود شریف پڑھنا چاہیے، کسی نے کہا ذکرِ زبانی نہیں کرنا چاہیے، ذکر قلبی میں مصروف رہنا چاہیے۔

فرماتے ہیں میں سب سنتا رہا۔ اور پھر میں نے اخیر میں کہا کہ میں تو میرے شیخ کی مجلس میں، حضرت شیخ کی مجلس میں ہوتا ہوں، تو میں بیٹھا ہوتا ہوں اور ڈرتا رہتا ہوں کہ میرے گناہوں کا پہاڑ میرے اوپر ہے اور میرے اوپر اب گرے گا، تب گرے گا۔ ہر وقت اس سے میں خائف اور ترساں رہتا ہوں۔

معصیت سے نکلنا فرض ہے

حضرت سہل ابن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو پہاڑ ہے گناہوں کا جو ساری عمر ہم نے کمائے ہیں، کیا زبان نے، کیا آنکھوں نے، کیا ہاتھوں نے، کیا پیروں نے،

کوئی عضو باقی نہیں کہ جس نے اس میں حصہ نہ لیا ہو، شرکت نہ کی ہو۔ تو یہ جو ساری عمر بھر کی کمائی ہے، اس کا پہاڑ بن چکا ہے گناہوں کا۔

فرماتے ہیں کہ اس معصیت سے نکلنا توبہ کی طرف یہ بھی فرض۔ یہ تین چیزیں، تین فرائض انہوں نے بیان کئے کہ یہ ہجرت ہمیشہ کے لئے فرض ہے، **مِنَ الْغَفْلَةِ اِلٰی الذِّکْرِ، مِنَ الْجَهْلِ اِلٰی الْعِلْمِ** اور **مِنَ الْمَعْصِیَةِ اِلٰی التَّوْبَةِ**، حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی توبہ نصوح نصیب فرمائے۔

یہ میں نے تمہید کے طور پر عرض کیا کہ ہم، جس چیز کا بار بار روز اعادہ کرتے ہیں، اور بزرگوں کے نسخے معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ کسی زائد چیز کے حصول کے لئے نہیں، بلکہ فرض کی ادائیگی کے لئے ہے، جس سے ہم غافل ہیں۔ ساری عمر ہم نے غفلت میں گزاری۔

اسی کا نسخہ بتایا ہمارے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ دوامِ طہارت، دوامِ صوم۔ تو میں نے بتایا تھا کہ صوم میں بھی رکنا ہے، امساک، اور عرض کیا تھا کہ یہ روزہ جب سے شروع ہوتا ہے، افطار تک پورا دن آپ عبادت میں مصروف ہیں۔

جس طرح نماز میں بھی مشغول ہوں، تو بول نہیں سکتے، روزہ میں بھی بول نہیں سکتے۔ ذرا سی بدزبانی یا غیبت ہوئی کہ روزہ ٹوٹ گیا۔

امام اوزاعی کے نزدیک فوراً ٹوٹ جائے گا اور یہ کیوں ٹوٹ جائے گا، اس لئے کہ ہماری شریعت میں اگرچہ یہ اس کا رکن نہیں ہے روزہ کا، مگر پچھلی شریعتوں میں یہ رکن تھا۔

اس لئے کہ ان کے یہاں چپ کا روزہ ہوتا تھا۔ جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں صبح سے شام تک، ان کے یہاں زبان بندی ہوتی تھی، کچھ بھی بول نہیں سکتے، کلام نہیں کر سکتے، **اٰیَتُکَ اَنْ لَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَیَّامٍ اِلَّا رَمْزاً**۔

حضرت مریم علیہا السلام کو حق تعالیٰ شانہ نے یہی فرمایا تھا کہ جب کوئی تیرے پاس بچہ دیکھے اور آ کر پوچھے کہ مریم! تم کہاں سے لائی یہ بچہ بغیر شادی کے؟ **فَقُوْلِیْ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ**

صَوْماً، کہ میں نے نہ بولنے کی نذر مانی ہے، میرا روزہ ہے چپ کا، میں نہیں بول سکتی۔ حق تعالی شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گویائی عطا فرمائی۔ انہوں نے بولنا شروع کیا، اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ، آتَانِیَ الْکِتَابَ۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں ہے جب دعا قبول ہوگئی اور بشارت ملی، اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ، کہ آپ کے یہاں بیٹا آئے گا۔ خود ہی بیٹا مانگتے ہیں، جب دعا قبول ہوگئی اور جواب ملا کہ بیٹا آپ کو ملے گا، تو پھر کہتے ہیں میں تو بوڑھا ہوگیا ہوں، کیسے ملے گا؟ بیوی بھی بانجھ ہے۔ اس حالت میں مانگا اور اس حالت میں حق تعالی شانہ دے رہے ہیں۔ اب سوال کر رہے ہیں۔ پھر پوچھتے ہیں کہ اچھا، اس کی نشانی کیا ہوگی؟ کب آئے گا؟ فرمایا کہ وہ جو تین دن کے تمہارے روزے ہوتے ہیں، ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ اِلَّا رَمْزاً، جس میں آپ چپ کا روزہ رکھتے ہو، اشارہ سے باتیں کرتے ہو، اس وقت وہ آئے گا۔ یہ پچھلی شریعتوں میں روزہ ہوتا تھا چپ کا روزہ۔ ہماری شریعت میں چپ کا روزہ نہیں ہے۔

لیکن یہ آداب میں سے ہے کہ اگر اس کے خلاف کرے گا، تو روزہ ٹوٹ سکتا ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیبت کی، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ صمت، دوامِ خلوت۔ تو اب کوئی ساتھی ہوگا، مجمع ہوگا، جبھی تو بات کرسکے گا۔ تو اس کا علاج تلاش کیا گیا کہ کیسے اس کو حاصل کیا جائے کہ سکوت اور چپ رہنا کیسے سیکھا جائے، فرمایا بھاگو انسانوں سے، خلوت اختیار کرو۔

اسی لئے حق تعالی شانہ نے حضرت موسی علیہ السلام کو وہاں بلایا کوہِ طور پر، وَوَاعَدْنَا مُوْسٰی ثَلَاثِیْنَ، پورے چلّہ کے لئے تاکہ کوئی بات کرنے والا نہ ہو، خلوت، اور مکمل خلوت رہے۔

اور ہمارے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوتیں تمام انبیاء سے نرالی، چونکہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، سب کے سردار ہیں۔

عام طور پر تو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ مہینے یا تین سال یا ساڑھے تین سال خلوت میں گزارے۔

ابھی مجھے ایک روایت ملی، میں نے حوالہ اس کا لکھا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا آئی ہیں، پچیس برس کی عمر میں وہ آپ کی زوجیت میں آئی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ البال ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت سے خلوت اختیار فرمالی۔ پچیس برس کی عمر سے غارِ حرا میں تشریف لے جانے لگے۔ پچیس برس کی عمر سے چالیس سال کی عمر تک۔

اور اسی وقت سے معمول تھا لمبے لمبے زمانہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ والوں کو چھوڑ کر کے، بت پرستوں کو چھوڑ کر، خلوت میں چلے جاتے۔ گندے ماحول سے دور رہنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبلِ نور پر تشریف لے جاتے۔

خلوت کی جو علت ہے، اس کی وجوہات میں سے سکوت ہے، خلوت خود مطلوب نہیں ہے، بلکہ مطلوب کیا ہے صمت، تاکہ کوئی بات کرنے والا نہ ہو۔

لیکن جب آپ خلوت میں ہوں گے، آپ اکیلے ہیں، آپ کی ٹیپ اون ہو جائے گی، تصورات، خیالات کی، ساری دنیا بھر کے گندے گندے تصورات بھی آئیں گے۔ مسجد میں بیٹھے ہیں، حرم میں بیٹھے ہیں، نیک مجلس میں ہیں، نماز میں ہیں، لیکن ایسے ایسے تصورات آئیں گے کہ آپ اس کو بیان بھی نہیں کر سکتے۔ یہ ٹیپ چالو ہو جائے گی۔

اس لئے یہ روحانی اطباء ہوتے ہیں، جیسا یہ کہیں، اسی طرح کرنے میں فائدہ ہے۔ کچھ عرصہ آپ کر کے دیکھئے، مستند طبیب، جو صحیح طریقہ سے کسی مریض کا علاج کر رہا ہو، اگر اس کی تجویز کوئی نہ مانے تو ذرا سی بات سے مسئلہ بگڑ سکتا ہے۔

اکبر بادشاہ

مغل امپائر کے بہت بڑے بادشاہ اکبر، ان کی موت کا قصہ لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسہال ہو گئے، بہت زیادہ جلاب ہو رہے تھے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے والد صاحب حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال اسی میں ہوا کہ حضرت مولانا یحییٰ صاحب کو دست لگے ہوئے تھے۔ حکیم صاحب نے ایک دوا دی، وہ کارگر نہیں ہوئی۔ دوسری دوا دی، کارگر نہیں ہوئی۔ کوئی سخت دوا دے دی، اس سے بند پڑ گیا، ایسا کہ پھر وہ جان لیوا ثابت ہوا، انتقال ہو گیا۔

اکبر کے لئے طبیب لایا گیا، تو انہوں نے کوئی دوا دی۔ تو اکبر نے شکایت کی کہ تمہاری دوا سے تو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ طبیب نے کہا کہ اچھا بھئی، پانی لاؤ۔ پانی کا گلاس لایا گیا۔ جیب میں سے پڑیا نکالی، پانی میں ڈالا۔ کیا اطباء ہوتے تھے، وہ پوڈر پانی میں ڈالتے ہی وہ پانی فالودہ اور برف کی طرح جم گیا۔

خود اکبر کے زمانہ میں، پچھلے زمانہ کے بنے ہوئے، ایک جگہ نہیں، دسیوں جگہ جو بڑے بڑے حمام ہوتے تھے، نہانے کے لئے، گرمی کے لئے بنائے جاتے تھے، وہاں نہ کوئی سینٹرل ہیٹنگ، نہ کوئی نظام، پھر بھی پانی بھی گرم آ رہا ہے، ہوا بھی گرم آ رہی ہے، یہ گرمی آتی کہاں سے ہے؟ پانی کہاں سے گرم ہوتا ہے؟ جب ان عمارتوں کو توڑا گیا، تو ہر جگہ ایک ہی چیز ان کو ملتی تھی کہ ایک اینٹ کہیں سے ہٹائی، باہر کی ہوا لگی اور دیکھا کہ چراغ جل رہا تھا، جو باہر کی ہوا لگتے ہی فوراً بجھ گیا۔ اور اس کے بجھنے کے ساتھ سب نظام ختم ہو گیا۔ کہیں پانی گرم نہیں ہوتا، نہ کہیں گرمی ہے، سب نظام چل رہا تھا کس سے،؟ صرف ایک چراغ سے سب نظام چل رہا تھا۔

اکبر بادشاہ کا معالج طبیب اپنے جیب سے پڑیا نکالتا ہے، جیسے ہی پانی میں ڈالی، تو پانی جم گیا اور اس میں ٹھنڈک پیدا ہو گئی۔ طبیب کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت! دوائیں تو ایسی بھی ہمارے

پاس ہیں، دیکھا آپ نے کرشمہ۔لیکن آپ کونہیں دے سکتے کہ یہ تو اندر مادہ کو جما دے گا۔وہ پھر کسی چیز سے پگھل نہیں سکتا۔ کہتے ہیں بادشاہ تو بادشاہ ہوتے ہیں۔اکبر نے ضد کی۔اس نے کہا نہیں،نہیں ، تنگ ہوگیا ہوگا اسہال جلاب سے۔اس نے کہا نہیں نہیں، کہ یہ دوا دی جائے۔ طبیب نے بہت منت سماجت کی ،کوشش کی، جب بادشاہ نے ایک نہیں سنی اوراصرار کیا کہ نہیں، مجھے یہ دوادے دو۔کھاتے ہی مر گیا، کیوں کہ وہ بند ٹوٹ نہیں سکتا تھا۔

یہ مشائخِ سلوک اطباء ہوتے ہیں۔تو دیکھئے کہ کیسی ہماری بیماری ہے، بولنا،اس کے علاج کے لئے تجویز کیا روزہ رکھواوراس کے آداب میں سے ہے چپ رہنا۔پھر فرمایا کہ دوامِ صمت، بالکل چپ رہا کرو۔دیکھا کہ اس سے بھی کام نہیں چلتا تو کہا کہ خلوت اختیار کرو، دور چلے جاؤ۔تو دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ صمت اور دوامِ خلوت، بھاگ کر لمبے عرصہ کے لئے دور رہو۔اور جب تنہائی میں رہے گا، بہت دور، تو وہاں بھی خیالات تصورات کی ٹیپ اون رہے گی۔فرمایا اس کے لئے دوامِ نفیِ خواطر۔تو یہ خواطر کتنی قسم کے ہوتے ہیں اور کس طرح وارد ہوتے ہیں ،کل عرض کریں گے ان شاء اللہ۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان اطباء کے نسخوں پر عمل کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ کل ہم نے نفیِ خواطر پر اپنا سبق چھوڑا تھا۔ جن چیزوں کی پابندی کی بزرگوں نے تاکید فرمائی، ایک ہمیشہ پاک رہو، دوامِ صوم، دوامِ طہارت، دوامِ صمت۔ دوامِ صوم، دوامِ صمت، روزے سے رہو، چپ رہو، خلوت میں رہو، اور نفیِ خواطر۔ ان کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ ان سب میں ایک چیز قدر مشترک ہے کہ بولو نہیں۔ کیوں کہ جو صوم ہے، تو اس کے متعلق عرض کیا تھا کہ یہ پچھلی شریعتوں میں یہ روزہ جس طرح کھانے پینے سے رکنا ہوتا تھا، اسی طرح چپ کا بھی روزہ ہوتا تھا۔

روزہ کی تاریخ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی ہزار خصوصیات ہیں دیگر انبیاء کے مقابلہ میں۔ چند ہزار تو کتابوں میں علماء نے لکھی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پچھلی امتوں میں جو روزہ ہوتا تھا وہ چوبیس گھنٹے کا ہوتا تھا، اور اس میں بھی پھر بولنے کی ممانعت ہوتی تھی، کھانا پینا بھی بند اور بولنا بھی بند۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے یہ وقت آدھا ہو گیا۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ دن بھر کام کر کے گھر پہنچے، روزہ سے تھے اور اہلیہ سے کہا کہ کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ۔ اہلیہ نے کہا میں پڑوس میں جا کر تلاش کرتی ہوں، کسی کے یہاں کچھ مل جائے۔ لے کر واپس آئیں، تو صحابی کی آنکھ لگ گئی تھی۔

یہ ان کی روزہ کی ابتداء ہوتی تھی کہ جیسے ہی آنکھ لگی، تو پھر روزہ شروع ہو جاتا تھا۔ اس پر وہ رونے لگی کہ اوہو! ایک روزہ ابھی ختم نہیں ہوا، افطاری نہیں کی، چوبیس گھنٹے بغیر کھائے پیئے

گزرے ہیں اور ابھی پھر دوبارہ روزہ شروع ہو گیا۔

حق تعالیٰ شانہ کی رحمت جوش میں آئی اور حکم بدل گیا، ﴿فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾، یہ آیت نازل ہوئی اور اب روزہ کا وقت صرف دن دن کا رہ گیا، رات روزہ میں شامل نہیں رہی۔ اور جو پچھلی امتوں کے لئے روزہ میں چپ رہنا تھا، اس کو بھی حذف کر دیا گیا۔ لیکن میں نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں ادب کے طور پر باقی رکھا گیا کہ ادب یہ ہے کہ بقدرِ ضرورت زبان کو ہلائے اور ہر وقت اس کو حق تعالیٰ شانہ کی یاد میں مشغول رکھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت

یہ صوم، پھر اس کے بعد صمت ہے کہ بالکل چپ رہو۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تقسیم ہمیں بتائی کہ زیادہ وقت اللہ جل شانہ سے بات کرو اور بندوں سے کم بات کرو۔ یہ تقسیم بولنے میں ہے۔ یہ ایک عضو ہے، اس کو ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہم نے کس کی خدمت میں اس کو زیادہ استعمال کیا؟ حق تعالیٰ شانہ کے لئے یا بندوں کی خدمت کے لئے استعمال کیا۔ تو اس کو تولتے رہنا چاہئے، اس کا موازنہ کرتے رہنا چاہئے۔ اور چونکہ انسان کی فطرت ہے، کوئی ملے گا تو بولے گا، اس لئے حکم ہوا کہ مجمع میں رہو گے، تو تم بول پڑو گے، گناہ میں پھنسو گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ خلوت میں چلے جاؤ۔

چوتھی چیز نفیِ خواطر۔ خلوت میں جانے کے بعد، میں نے عرض کیا تھا کہ کوئی نہیں ملے گا تو پھر اپنی ٹیپ چالو ہو جائے گی، دل سے باتیں شروع ہو جائے گی۔ اس پر روک لگانے کے لئے ہمارے یہاں مشائخ نے بہت سے اس کے علاج ایجاد کئے، ان میں سے مراقبات ہیں۔

پاس انفاس

اور پاس انفاس ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ہر سانس کے ساتھ ذکر کیا جائے، یہ ذکر جنت میں ہر

جنتی کو ملے گا، **يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيحَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ،**

روزہ میں جو ہمارے سانس چلتے ہیں، ہر سانس پر ہمیں مفت میں تسبیح کا ثواب ملتا ہے۔

اور وہاں جنت میں تو با قاعدہ سانس کے ساتھ تسبیح جاری رہے گی، ہمیں تعب و تکلیف کوئی نہیں ہوگی، مگر جاری رہے گی۔

اسی کی مشق کے لئے مشائخ نے پاس انفاس ایجاد کیا کہ سانس کی حفاظت کی جائے۔ اس کو ذکر میں مشغول رکھا جائے کہ اندر جو سانس جائے اس میں اللہ کا تصور ہو، پھر جب چھوڑ رہا ہے تو **ھُو** کا تصور ہو۔ اندر جانے والے سانس میں اللہ اور باہر نکلے اس میں **ھو** کا زبان ہلائے بغیر صرف تصور ہو۔

مراقبۂ معیّت

اسی طرح مراقبات ہیں۔ مراقبۂ معیت یہ جو قرآن کہتا ہے کہ **اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ،** اس کا استحضار ہر وقت رکھا جائے۔ اور یہ استحضار کتنا کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بہت اونچے اولیاء اللہ میں سے ہیں، جس طرح ہمارے یہاں ہندوستان کا پورا علاقہ یہ حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کھاتہ میں جاتا ہے، اسی طرح یہ مصر اور یہ بربر قوموں کا سارا علاقہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے کھاتہ میں ہے۔ وہاں کے اقطاب میں سے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

حضرت کا آخری وقت ہے، خدام نے دیکھا کہ تکلیف زیادہ ہے، نزع کا عالم ہے۔ طبیب بلایا گیا، آپ نے منع فرمایا کہ مجھے طبیب کی ضرورت نہیں۔ میرا طبیب، میں اس کو اپنا مرض بتا سکتا ہوں۔ لوگ کہنے لگے کہ اچھا، پھر اپنے طبیب کو آپ اپنا مرض بتا دیجئے تاکہ آپ کا علاج ہو۔ فرمانے لگے کہ اسی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔ تو لوگوں نے سمجھا کہ اب یہ تو بیماری میں جس طرح

کوئی بولتا رہتا ہے، اس طرح کی باتیں ہوں گی۔ انہوں نے کسی طبیب کو بلالیا، تو حضرت نے ایک شعر پڑھا۔

از سرِ بالینِ من برخیز، اے ناداں طبیب!

انہوں نے عربی کا شعر پڑھا ہوگا، اس کا ترجمہ فارسی میں کیا گیا کہ

از سرِ بالین من برخیز، اے ناداں طبیب!

کہ دردمندِ عشق را داروئے جز دیدار نیست

فرمایا کہ بے وقوف ڈاکٹر، بے وقوف طبیب، تو میرے سرہانے سے اٹھ جا۔ تجھے پتہ نہیں کہ جو عشق کا بیمار ہوتا ہے، اپنے معشوق اور محبوب کی زیارت کے سوا اس کی کوئی دوا ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ دوا تیرے پاس نہیں ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی تین دعائیں

اسی لئے پھر جب حضرت کا وصال ہوگیا، تو حضرت کے متوسلین میں سے کسی نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ حضرت کیا گزری؟ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ کچھ کام ہوگیا، کچھ ابھی رہتا ہے۔ کیا کام ہوگیا، کیا ابھی رہتا ہے؟ فرمانے لگے کہ میں زندگی میں تین دعائیں کیا کرتا تھا۔ بڑی عجیب دعا، آج مبارک رات ہے، جیسا حضرت نے مانگا اتنے شوق سے، اتنے قریب سے اللہ تعالیٰ ہمیں مانگنے کی توفیق دے۔ وہ کیا مانگتے تھے اور عمر بھر کا ہر دن روزِ عید ہوتا تھا۔

ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ قدر

میں نے یہاں برطانیہ پہنچنے کے بعد جلدی حضرت شیخ کو خط نہیں لکھا کیوں کہ آتے ہی چند دنوں میں نکاح طے ہوگیا تھا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا گرامی نامہ آیا۔ تحریر فرمایا کہ اب ہم غریبوں کو آپ وہاں کیا یاد کرو گے۔ وہاں کا ہر روز روزِ عید ہوگا اور ہر شب شبِ قدر ہوگی۔

اِسی طرح ان حضرات کی تو ہر شب شبِ قدر اور ہر دن عید کا دن ہوتا تھا۔

اسی لئے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شب قدر تو قدر پہچاننے سے بنتی ہے۔ اگر قدر بدانی، ہر شب شبِ قدر است۔ فرمایا کہ تم قدر پہچانو تو کیا فرق ہے، ہر رات شبِ قدر ہے۔، ورنہ ایسی ہزاروں شبِ قدر آئیں، گزر جائیں۔ جو نا قدرے ہوں ان کے لئے کیا فرق پڑے گا، مبارک ساعتیں آ کر چلی جائیں گی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنے متعلق کہ میں روز، ہمیشہ، ہر وقت تین چیزیں اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہتا تھا۔ ایک تو میں کہتا تھا کہ الٰہی! میں بہت گناہ گار ہوں، جس قسم کی تو سزا میرے لئے تجویز کرے وہ میرے لئے کم ہے، لیکن میرے اس اقرار اور اعتراف کے بعد میری ایک درخواست ہے وہ یہ کہ میرے لئے تو جو سزا تجویز کرے، تو وہ سزا داروغۂ جہنم کے ہاتھوں دینے کے بجائے اپنے ہاتھ سے دیجئے۔

پھولوں کی چھڑی سے پٹائی

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ تھے استاذ اور ان کے شاگرد تھے ہمارے صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ صوفی جی فرماتے تھے کہ میں سبق سناتا تھا۔ ایک دن سبق یاد نہیں تھا، تو حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، نازک پھول جیسے انسان۔ اب وہ کیا فرماتے ہیں کہ دیکھئے، کل اگر آپ نے سبق یاد نہ کیا، تو پھولوں کی چھڑی سے ہم آپ کی پٹائی کریں گے۔

اسی طرح ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ داروغہ جہنم کو اگر حکم ہو گیا، تو وہ تو جو سزا تجویز ہوئی، وہ اس کو دینی پڑے گی۔ اور خود باری تعالیٰ تھوڑے ہی پٹائی کر سکتے ہیں داروغۂ جہنم کی طرح سے۔ یہ تو پھولوں کی چھڑی سے پٹائی کریں گے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ جو سزا میرے لئے آپ تجویز فرمائیں، تو داروغۂ جہنم کے سپرد کرنے کے بجائے اپنے دستِ مبارک سے وہ سزا

مجھے دیجئے۔ایک دعا تو یہ ہوئی۔

اور فرماتے ہیں کہ دوسری میری درخواست یہ ہوتی تھی کہ میں عرض کرتا تھا کہ باری تعالیٰ! اگر میرا کوئی عمل تیرے نزدیک مقبول ہے اور تو مجھے اس پر جزا دینا چاہتا ہے، تو میں رضوان کے ہاتھوں لینا نہیں چاہتا۔ جتنا ثواب اور جتنا بدلہ تو مجھے دینا چاہتا ہے اس سے دسیوں گنا کم مجھے دے، لیکن اپنے ہاتھ سے دے۔ کتنے قریب سے بات کر رہے ہیں؟ کتنے قریب سے؟ مناجات کی لذت کس قدر پا رہے ہوں گے؟

مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ

یہ گُر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سکھا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، **أَعْلَمُهُمْ بِحَلَالٍ وَّحَرَامٍ،** سب سے بڑے علامہ تھے صحابہ کرام میں، علم کے پہاڑ تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ انسانوں سے بات کرنے سے کیا ملے گا، اللہ جل شانہ سے بات کرتے رہو۔کس طرح؟ اور کیسی بات کی جائے؟

جس طرح ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں روز حق تعالیٰ شانہ سے ہر وقت یہ مانگتا رہتا تھا اور ان دو چیزوں کی درخواست کرتا تھا۔

اور تیسری چیز میں یہ مانگتا تھا کہ الٰہی! تجھ سے مانگتا ہوں لیکن تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں۔

جیسے حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

زشرِ نفسِ امّارہ نگاہم دار، یا اللہ!
ہوائے حرصِ نفسانی ز من بردار، یا اللہ!

دعا کر رہے ہیں کہ الٰہی! میرے نفسِ امارہ سے میری حفاظت کیجئے۔اور یہ نفس مجھے بہت پریشان کر رہا ہے، تو اس سے حفاظت میں میری مدد کیجئے۔آگے فرماتے ہیں کہ ؎

نہ دنیا دوست می دارم

جس طرح ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ درخواست کرتے ہیں، بالکل اسی طرح وہ مانگ رہے ہیں۔

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم،
مرا چیزے نمی باید ، بجز دیدار یا اللہ!

جو دونوں چیزیں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے داروغۂ جہنم اور رضوان کے متعلق کہی تھیں، اسی سے ملتی جلتی یہ مانگ رہے ہیں۔ ان سب کے یہاں ایک ہی قدرِ مشترک آپ کو ملے گا۔

خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں کہ

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم

الٰہی! مجھے نہ دنیا چاہئے، نہ دنیا کی کوئی نعمت چاہئے۔ نہ مجھے آخرت چاہئے، آخرت میں جنت بھی نہیں چاہئے۔ کوئی نعمت وہاں کی بھی نہیں چاہئے۔

مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ!

ایک چیز تیری زیارت، تیرا دیدار، تیری رؤیت، تو سامنے ہو، میں تجھے تکتا رہوں۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کی مناجات، اس طرح کی دعا کا لطف ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس طرح حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موازنہ فرمایا دنیا کا اور عقبیٰ کا۔

ایک صحابی ہیں حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ عنہ۔ یہ جس طرح ہمارے یہاں پہاڑوں کا سلسلہ ہے، جبال ہمالیہ، ایک پورا پہاڑی سلسلہ ہے، اسی طرح ارارط کا پہاڑی سلسلہ ہے۔ اسی طرح ایک لمبا پہاڑی سلسلہ جبلِ سرات کا ہے۔ اس علاقہ کے تھے یہ حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے وفد کو لے کر حاضر ہوئے کہ جا کر معلوم

کریں اسلام کیا ہے،۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں۔ چنانچہ یہ پہنچے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہ مُلکِ سرات کے لوگ حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ وہاں کا وفد آیا ہے اور یہ ان کے رئیس ہیں عبدالجبار۔ یہ پیش ہوئے سب سے آگے آگے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا،کون؟

سوالات لے کر آئے اور فدا ہو کر گئے

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں کوئی اجنبی مہمان آتے ،تو مصافحہ کے ساتھ ہی پوچھا جاتا کون؟ کہاں سے؟ کب تک ٹھہرو گے؟ تین سوال ایک سانس میں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کون؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرا نام جبار۔فرمایا نہیں نہیں، جبار تو وہ ہے۔آپ کا نام عبدالجبار۔سرشت اور جبلّت ایسی تھی کہ فوراًسرِ تسلیم خم کہ ٹھیک ہے یارسول اللہ! میرا نام آج سے عبدالجبار۔ پوچھا کہاں سے آئے،عرض کیا کہ ملکِ سرات سے میں حاضر ہوا ہوں۔

پھرانہوں نے اپنی طرف سے سلام کے طور پر عرض کیا أَنْعِمْ صَبَاحاً (Good Morning)، اسی کا ترجمہ ہے أَنْعِمْ صَبَاحاً (Good Morning)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے اچھا تحیہ میرے رب نے مجھے دیا ہے،اور وہ یہ ہے کہ یوں کہنا چاہیئے کہ السلام علیکم۔فوراًانہوں نے مان لیااور عرض کیا السلام علیکم۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیاوعلیکم السلام۔

ابھی تو سائل بن کر آئے تھےاور فدا ہو گئے۔عرض کیا کہ آپ بہت اچھے لگتے ہیں۔آپ کی باتیں کتنی پیاری،آپ کی کتنی میٹھی باتیں ہیں، **أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ**، میں تو صرف معلوم کرنے کے لئے آیا تھا،لیکن بس،یہ دو تین سوالات جوابات ہوئے،تو آپ کی باتیں بڑی پیاری معلوم ہوئیں،اس لئے میں اسلام قبول کرتا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے ،ان کے وفد کے جو ساتھی تھے، انھوں نے عرض کیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! یہ بڑے اچھے شہسوار ہیں، ہمارے یہاں ہمارے علاقہ میں بہترین شہسواروں میں ان کا شمار ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بہت بڑی تعداد میں جس طرح اونٹ رہتے تھے، جانور رہتے تھے، اسی طرح گھوڑے بڑی تعداد میں رہتے تھے۔خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں مندوح، لخیم تھے۔سب کے الگ الگ نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں متعین تھے، مندوب نام بھی تھا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ارشاد فرمایا کہ فلاں گھوڑا ان کو دے دو۔ان کو دے دیا گیا، وہ گھوڑا اونچی شان کا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھوڑا اور کس شان کا ہوگا۔تو اس کی صہیل اور ہنہنانا اس گھوڑے کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں اس کی آواز آتی رہتی تھی۔

ایک دن انھوں نے سوچا اپنی طرف سے کہ یہ دوسرے جانوروں کو دیکھتا ہے اور یہ ہنہناتا ہے اور بہت شور کرتا ہے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہوگی۔انھوں نے اپنی طرف سے سوچ کر کے اس کا علاج تجویز کیا اور اس گھوڑے کو خصی کر دیا، اس کی جفتی کی طاقت ختم کر دی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ پوچھا کہ وہ گھوڑے کی جو آواز آتی تھی وہ کیوں موقوف ہوگئی؟ ان کو بلایا گیا۔انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے سوچا کہ اس کے ہنہنانے کی آواز سے حضور کو تکلیف ہوتی ہوگی، اس لئے میں نے اس کو خصی کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں فوراً اعلان کروادیا ''بالکل نہیں، ہرگز نہیں! گھوڑوں کو ایسا نہیں کر سکتے''۔جو گوشت کے جانور ہیں، ان میں تو ایسا کیا جا سکتا ہے کہ گوشت عمدہ اور اچھا ہو جاتا ہے، مگر گھوڑے میں ایسا نہ کیا جائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمادی۔

حضرت تمیم داری کے چچازاد بھائی

ان کے وفد نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بہت چہیتے لاڈلے ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت چاہتے ہیں۔ ایک دفعہ کسی نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ کے چچازاد بھائی ہیں تمیم داری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بھی بہت چاہتے تھے، ان سے کئی روایتیں ہیں۔ ابھی وقت نہیں ہے، یہ جو دجال کی روایت ہے بڑی مشہور، وہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے دجال کو دیکھا تھا کہ کہاں پر وہ قید ہے۔

اسی طرح مسجدِ نبوی میں پہلے اندھیرا ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ روشنی ہی روشنی۔ پوری مسجد منور، پوچھا کہ یہ کس نے کیا؟ بتایا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ تمیم داری شام گئے تھے تجارت کے لئے، وہاں سے یہ تیل لائے ہیں، زیتون کا تیل۔ ہمارے یہاں جس طرح یہ قمقمے لگے ہوئے ہیں، تو اس طرح وہ قمقمے انہوں نے بہت سارے چین میں لٹکا کر کے مسجد نبوی کو روشن کیا۔ تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! تمیم داری وہاں سے شام سے لائے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میرے کوئی بیٹی ہوتی تو میں تمیم داری کے نکاح میں دے دیتا۔ مسجدِ نبوی کی خدمت سے اور روشنی کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر مسرت و خوشی ہوئی۔

حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے چچازاد بھائی تھے۔ کسی نے انہیں مشورہ دیا کہ دیکھو، تمیم داری آپ کے چچازاد بھائی ہیں۔ انہوں نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر کے فلاں جگہ زمین جائداد اپنے نام کروالی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر لکھ دی، یہ آپ بھی لکھوا لیجئے۔ تم تو سرات سے یہاں آئے ہو، وطن سے بے وطن ہو۔

انہوں نے پوچھا کہ تمیم داری ہمارے چچا زاد بھائی نے جو لکھوائی ہے وہ حال کے لئے یا مستقبل کے لئے، یعنی اس جہان کے لئے یا اُس جہان کے لئے۔ سوچ کر بتایا کہ نہیں، یہ تو حال کے لئے، اس جہان کے لئے، دنیا کے لئے لکھوائی ہے۔ حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ نہیں، میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں کے لئے کیا مانگوں، اور کیوں مانگوں؟ میں تو مانگوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اُس جہان کے لئے مانگوں گا۔ اور اُس جہان کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مانگوں گا؟ میں عرض کروں گا کہ حق تعالی شانہ کی بارگاہ میں جب میری پیشی ہو، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری شفاعت فرمائیں۔ یہ مانگنے کے راستے اور طریقے اور انداز ان حضرات نے ہمیں بتائے۔

بتایا خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ کیا مانگنا چاہیئے؟

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبی را خریدارم
مرا چیزے نمی باید ، بجز دیدار یا اللہ!

اللہ تبارک وتعالی اس مبارک رات کی ہمیں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جو جس طرح مانگتا ہے اس طرح اُسے ملتا ہے۔ جس طرح یہ حضرات خواجہ باقی باللہ، ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہم مناجات، قریب سے گفتگو کرتے ہیں، اس طرح ہمیں کرنا آجائے۔ ہمیں بھی جو جس طرح مانگیں اس طرح مل سکتا ہے، کاش کہ مانگنے کے آداب سے ہم واقف ہوتے۔

اس دن میں نے عرض کیا تھا کہ جو شخص یوں کہے کہ میں نے فلاں کام کے لئے، فلاں چیز کے لئے بہت دعائیں کیں، مگر میری دعا قبول نہیں ہوئی، اسی وقت سے وہ آدمی غیر مستجاب بن جاتا ہے۔ اس کے بعد آئندہ اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ پہلے تو ہمیں آج شبِ قدر میں اس سے توبہ کرنی چاہیئے ہماری زبان سے اس طرح کے کلمات نکلے ہوں، اور ہمارا نام بھی اسی فہرست میں آگیا ہو جن کی دعا قبول نہیں ہوتی، اس سے توبہ کرنی چاہیئے۔

حضرت کرز بن وبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کرز بن وبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہ حق تعالیٰ شانہ سے ایک ہی چیز مانگتے رہتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں اللہ عزوجل سے عرض کرتا الٰہی! مجھے اسمِ اعظم عطا فرما۔

کہتے ہیں ہمارے یہاں حضرت مولانا شاہ یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، وہ اسی لائن کے تھے۔ حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی شخص آیا حضرت مولانا شاہ یعقوب صاحب کے پاس، اور اس نے عرض کیا کہ حضرت! فلاں مقدمہ ہے، اس کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت نے اتنا سنتے ہی یوں فرمایا کہ اچھا! آئندہ آپ فلاں دن، فلاں وقت میں، اتنے بجے فلاں دیوبند سے جو راستہ، فلاں سڑک کی طرف جاتا ہے، اس سے ایک کیلومیٹر دور، وہ جو درخت ہے اس کے نیچے آجانا۔

وہ صاحب اس متعین وقت پر وہاں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر میں حضرت بھی تشریف لئے آئے، حضرت نے اشارہ فرمایا کہ تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں وہ شخص جس نے دعا کے لئے کہا تھا، وہ کیا دیکھتا ہے کہ سامنے سے ایک بڑے میاں آرہے ہیں، لکڑیوں کا گٹھر سر پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی اس بڑے میاں کو حضرت مولانا یعقوب صاحب نے دیکھا تو دور سے فرمایا ارے بھائی! اس کو چھوڑ دے، چھوڑ دے۔ وہ مقدمہ تھا اس کے متعلق۔ تو وہ بڈھوں کی طرح سے کہتا ہے نہیں، نہیں، نہیں چھوڑتا۔ تین دفعہ حضرت نے دہرایا یہ کلمہ کہ بھائی، چھوڑ دے۔ اس نے کہا نہیں۔

پھر اس کے بعد حضرت نے جس طرح بچے کھیلتے ہیں زمین، ہموار کرتے ہیں، مٹی ٹھیک کرتے ہیں، مٹی ٹھیک کی اور لکڑی لی اور اس سے کچھ کلمات لکھنے شروع کئے۔ اُدھر سے وہ کہتا ہے چھوڑ دیا، چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب نے ان صاحب سے جو دعا کے لئے آئے تھے، ان سے فرمایا جاؤ بھئی، تمہارا کام ہوگیا۔

میں نے کہا حضرت! میں تو چلا جاؤں گا، لیکن یہ کیا نظارہ میں نے دیکھا، میں تو سمجھ نہیں سکا۔ میں نے تو حضرت سے صرف دعا کے لئے عرض کیا تھا کہ حضرت! مجھے کچھ پڑھنے کے لئے بتائیں گے، دعا فرمائیں گے۔ حضرت نے فرمایا، جنگل میں آنا۔ جنگل میں میں آیا اور یہاں میں نے یہ منظر دیکھا کہ بڑے میاں آئے اور پہلے کہتے رہے کہ میں نہیں چھوڑتا اور پھر بعد میں جب آپ نے کچھ لکھا، تب کہا چھوڑ دیا۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ یہ اصل میں اس علاقہ کا یہ قطب ہے۔ آپ کے بیٹے پر جو مقدمہ تھا وہ اس کے علاقہ میں پڑتا ہے۔ میں نے اس وقت مراقبہ کیا کہ اس سے کہاں میں مل سکتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ دیوبند سے قریب تر جگہ، فلاں جگہ سے یہ فلاں وقت میں گزرنے والا ہے، میں وہاں اس سے مل سکتا ہوں۔

میں یہاں پہنچا اور میں نے اس سے کہا کہ بھئی، اس کو چھوڑ دے۔ وہ سمجھ گیا کہ کس کو چھوڑ دے۔ اس نے پہلے تو کہا کہ نہیں چھوڑتا، تو اس کے بعد وہ خود تو نیچے کے درجہ کا قطب ہے، میں نے اس سے اوپر والے قطب کو لکھنا شروع کیا، ابھی چند کلمات لکھے، اس نے وہیں سے پڑھ لئے۔ وہ اپنے راستہ پر جہاں چل رہا تھا، وہاں سے پڑھ لئے کہ یہ خط لکھا جا رہا ہے۔ جو اس کو جیسے ہی پتہ چلا اس نے کہا کہ چھوڑ دیا، چھوڑ دیا۔

اسی طرح ایک شخص ایک بزرگ کے پاس آئے، تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے اسمِ اعظم سکھا دیجئے۔ تو بالکل اسی طرح انہوں نے فرمایا کہ اچھا! ایسا کرنا کہ ہم آپ کو سکھائیں گے، لیکن آپ فلاں دن میرے پاس آنا۔ مقررہ دن جب یہ صاحب نکلے تو راستہ میں دیکھا کہ ایک لکڑ ہارا لکڑیاں بیچنے کے لئے سر پر اٹھا کر کے لے کر جا رہا ہے، پسینہ میں شرابور، تھکا ہوا، بے چارہ عمر رسیدہ آدمی، تو وہاں سے کوئی گھوڑے والا گزرا۔ اس نے کہا کہ بھئی، تو کہاں جائے؟ کہا کہ یہ بیچنے کے لئے جا رہا ہوں۔ سوار نے کہا جاؤ، فلاں جگہ اس کو جا کر ڈال دو۔ کہا کہ نہیں، مجھے فلاں جگہ جا کر بیچنا ہے۔، سوار نے ایک چابک ان بڑے میاں کو مارا، تو بیچارے رو پڑے۔ اور

جس طرح سوار نے کہا تھا گھوڑے والے نے، وہاں گئے اور چارہ کو پھینکا، اور روتے ہوئے چلے گئے۔

پھر جب وہ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں اسم اعظم سیکھنے کے لئے حاضر ہوئے، کہنے لگے کہ حضرت! آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ اسمِ اعظم آپ مجھے سکھائیں گے۔ آج تو میں نے ایک عجیب منظر دیکھا، کاش کہ میں اسمِ اعظم سیکھ چکا ہوتا، تو میں اس ظالم کے لئے بددعا کرتا جس نے اس بُڈّھے کو چابک مارا تھا۔ پورا واقعہ ان کے سامنے دہرایا۔

حضرت فرمانے لگے کہ اسمِ اعظم مجھے اسی بڈھے سے ملا ہے جس نے چابک کھایا ہے۔ اگر اس درجہ کا تحمل آپ میں ہے کہ آپ اس طرح کے مظالم برداشت کر کے بھی آپ کی زبان کسی کے خلاف بددعا کے لئے نہیں کھلتی، اتنی جب آپ میں تحمل کی طاقت پیدا ہو جائے اس کے بعد آپ اسمِ اعظم کے حصول کے لئے کوشش کیجئے۔

حضرت کرز بن وبرہ فرماتے ہیں حق تعالیٰ شانہ سے دعا کرتا رہا کہ الٰہی! مجھے اسمِ اعظم عطا فرمادے۔ اسمِ اعظم مل گیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دے دیا۔ الہام ہوا، یا فرشتہ نے آکر بتایا یا خواب میں بتادیا کہ یہ کلمات اسمِ اعظم ہیں۔

حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم کیا ہے۔ فرماتے اللہ، یہ اسمِ اعظم ہے، لیکن آگے شرط لگادی۔ فرمایا کہ اللہ اسمِ اعظم ہے، بشرطیکہ دل کی گہرائی سے نکلے۔ وہ اندر جاتا ہی نہیں، تو پھر جا کر وہاں سے کیسے نکلے، ہمارا دل ہی بند ہے۔ غفلت کے جو پردے ہیں اس نے بند کر رکھا ہے تو جائے گا کیسے کہ پھر وہاں سے اندر جا کر نکلے۔

حضرت کرز فرماتے ہیں کہ مجھے اسمِ اعظم مل گیا۔ اب ہمیں اسمِ اعظم مل جائے، تو ہم پتہ نہیں کیا کیا مانگیں گے اور انہیں اسمِ اعظم مل گیا، وہ فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم مجھے ملا، تو میرے مزے

ہوگئے اور میں نے اسمِ اعظم کی برکت سے حق تعالی شانہ سے ایک ہی دعا مانگی۔ کیا مانگا؟ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دعا کی کہ الٰہی! تو مجھے اتنی قوت اور طاقت دے دے کہ میں روز تین قرآن شریف پڑھا کروں۔ کتنی محبت حق تعالی شانہ کے کلام سے انہیں ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالی اس رات کو ہمارے لئے، سب کے لئے بابرکت فرمائے۔ اس رات میں دنیا بھر میں مظلوم، مغموم، پریشان حال مسلمان جہاں کہیں حق تعالی شانہ سے فریاد کریں، دعا کریں، اللہ تبارک وتعالی ان کی دعائیں، قبول، مقبول، مستجاب فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عرض کیا تھا کہ مانگنے والوں نے کیا کیا اللہ جل شانہ سے مانگا ہے اور ہم کیا مانگتے ہیں۔ ہم تو ہمارے بچوں سے پوچھتے ہیں کہ بھئی، عید کا پریزنٹ ہم آپ کے لئے کیا لائیں؟ کوئی کہتا ہے ٹوپی، کوئی کہتا ہے گیم، کوئی کہتا ہے کارڈز، بہت چھوٹا بچہ ہوگا تو کہے گا سویٹ۔ انہوں نے تو تھوڑی دیر کے لئے کام آنے والی چیز مانگی، لیکن ہم اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہیں بچوں کے مقابلہ میں، پھر بھی حق تعالی شانہ سے اس سے بھی گئی گزری چیزیں مانگتے ہیں۔

کتنی مبارک ساعتیں، کتنے مبارک لمحات، سو فیصد اجابت کی گھڑیاں گزریں۔

میں نے روایت سنائی تھی روزہ دار کے بارے میں کہ نَوْمُهُ عِبَادَة وہ سوتا ہے، تو اس کا سونا بھی عبادت۔ اور اس کے ہر سانس پر تسبیح کا ثواب ملتا رہتا ہے، اور دُعَاءُهُ یُجَابُ، جو مانگے گا وہ قبول۔ لیکن ہم نے کیا مانگا، کچھ نہیں مانگا۔ ہم نے وہی سویٹ مانگی کہ یہ گھٹنے بہت درد کرتے ہیں، یہ اچھے ہو جائیں۔ فلاں مکان مل جائے، یہ گاڑی مل جائے، یہ پیسے مل جائیں۔

حالانکہ روز دیکھتے ہیں کہ مکان کوئی چھین لیتا ہے، زمینیں کوئی لے لیتا ہے، کتنی محنت سے بنائی تھی اور کسی نے لے لی، محنت مشقت اٹھا کر مزدوری کی، گاڑی خریدی، چوری ہوگئی، چلی گئی۔ یہ چلی نہیں جاتی، حق تعالی شانہ انسانوں کو بتاتے ہیں، تنبیہ کرتے ہیں کہ تم نے خواہ مخواہ اس میں دل لگا رکھا ہے۔ مانگنے کی چیز ان لوگوں نے بتائی ہمیں کہ کیا مانگنا چاہئے؟

خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا مانگا، کہ

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبی را خریدارم ،

کہتے ہیں کچھ نہیں چاہئے، نہ مکان، دکان، پیسے، دولت، کچھ بھی نہیں چاہئے۔ یہ دولتیں، تو انسان جب اس سے منہ پھیرے گا، تو اسے بہت زیادہ خدا دے گا۔

آخِرُ مَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ آخِرُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ، کہ جو سب سے اخیر میں جنت میں داخل ہوگا اس آدمی کا لمبا قصہ ہے، میں اس کا مختصر آخری جزء عرض کرتا ہوں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے جب فرمائیں گے کہ مانگ، کیا مانگتا ہے؟ تو جس طرح مانگتے ہیں ہم لوگ یہاں، تو اس سے تھوڑا سا کچھ آگے بڑھ کر، کچھ اور زیادہ مانگ لے گا، حور اور قصور مانگے گا۔ حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے اور مانگو، اور مانگو۔ جب اس کی تمام تمنائیں پوری ہو جائیں گی، وہ کہہ دے گا کہ اے اللہ! میں نے تو جو مانگنا تھا وہ مانگ لیا۔

تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تجھے یاد ہے کہ تو جہاں پہلے تھا، اِس عالم میں آنے سے پہلے یعنی دنیا؟ کہے گا ہاں یاد ہے۔ کہیں گے اس کی وسعت کیا ہے؟ کتنی بڑی تھی وہ دنیا؟ تو اس کو وسعت یاد دلائی جائے گی۔ ان پڑھ ہوگا اس کو بھی پتہ ہوگا کہ اتنی بڑی دنیا تھی۔ اتنے سارے ملک اور اتنے سارے دریا اور اتنے سارے پہاڑ۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اس سے دس گنا بڑی تجھے جنت دی۔ پھر تشریح کے لئے فرمایا کہ اس دنیا جیسی ایک اور، اس کے جیسی ایک اور، دس دفعہ گنوائیں گے، عَشَرَةُ أَمْثَالِهَا ، کہ دنیا جس میں تو رہتا تھا، اس سے دس گنا بڑی جنت تجھے ہم دیں گے، دے رہے ہیں اور کس کو؟ سب سے اخیر میں کم تر درجہ کی جنت جسے ملے گی۔

لیکن ہم ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ سے سویٹ مانگتے رہتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تو کوئی چیز آخرت کی بھی نہیں چاہئے، مجھے تو صرف تو چاہئے۔

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم
مرا چیزے نمی باید ، بجز دیدار یا اللہ

اب کوئی جاہل اعتراض کرے گا کہ ثواب کے طور پر جنت بتائی گئی اور نعمتیں بتائی گئیں اور تمہارے یہ جاہل بزرگ کہتے ہیں کہ آخرت میں جنت بھی نہیں چاہئے۔

ہم نے کہا کہ بہت آسان ہے اس کا سمجھانا۔ بچے کی طرح سمجھا دیتے ہیں آپ کو بھی۔ بچہ مانگتا ہے سویٹ، تو کہتے ہیں سویٹ لے کر کیا کروگے، سویٹ والا اگر آپ کو مل جائے تو؟ سویٹ تمہیں چاہئے؟ اس کارخانہ کا مالک ہی تمہیں دیتے ہیں، آج سے وہ تمہارا دوست، جو مانگو گے وہ سب دینے کے لئے تیار۔ دوستو! اللہ کے دوستوں نے ہمیں مانگنا سکھایا کہ کیا حق تعالی شانہ سے مانگنا چاہئے۔

کرز ابن وبرہ اور روزانہ تین قرآن شریف

اور کرز ابن وبرہ کا قصہ سنایا تھا کہ اسمِ اعظم مانگتے تھے، وہ مل گیا۔ اب اس سے کیا مانگا انہوں نے؟ ہماری طرح سے سویٹ نہیں مانگی، کیا مانگا، کہ الٰہی! مجھے اتنی طاقت دے کہ میں روز تین قرآن شریف ختم کرسکوں۔ تو ساری عمران کا یہ معمول رہا۔ تین قرآن پڑھنا ان کے لئے آسان ہوگیا تھا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

اور ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے تو تین مطالبات تھے، تین دعائیں، کتنی پیاری دعائیں؟ یہ حضرات مانگنا سکھاتے ہیں۔

دوستو! ایسا مانگو جیسا انہوں نے مانگا کہ الٰہی! میں بہت گناہ گار، تو جہنم میں بھیج دے تو تیرا فیصلہ۔ لیکن وہاں جا کر بھی جو وہاں کے فرشتے اور داروغۂ جہنم کے ذریعہ مجھے تو سزا دلوانا چاہتا ہے، تو اس سے دس گنا سزا مجھے دے، لیکن اپنے ہاتھ سے دے۔ اور جنت کے متعلق مانگا انہوں نے کہ الٰہی! وہ جنت کی نعمتیں رضوان کے ہاتھوں مجھے نہیں چاہئے۔ اس سے دس گنا کم دے، لیکن اپنے ہاتھ سے دے۔

اب تک یاد ہیں جو لقمے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنے ہاتھ سے دیتے تھے۔ الٰہی! اپنے ہاتھ سے عطا فرما۔ تو تین چیزیں آخرت میں انہوں نے مانگی کہ الٰہی! آخرت میں بھی صرف تجھی کو چاہتا ہوں۔ وہاں آنے کے بعد تیرے دیدار کے سوا مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔

جب آپ اس سے اسی کو مانگتے رہیں گے، تو سب کچھ مل جائے گا۔ اور جس وقت جو چاہیں گے، مانگیں گے بھی نہیں، صرف چاہیں گے اور مل جائے گا۔

وَلَوْ رَمیٰ بِأَبَا قُبَیْسٍ

ایک حاجی فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے گیا۔ جب حج سے فارغ ہوئے تو منی سے مکہ مکرمہ جب لوٹے، اور میں جبلِ ابی قبیس پر چڑھا۔ اس کا بھی لمبا قصہ ہے، **وَلَوْ رَمیٰ بِأَبَا قُبَیْسٍ** سلفیوں کے ساتھ یہ بڑی مزے کی داستان ہے۔

کہتے ہیں کہ تمہارے امام ابوحنیفہ کو عربی نہیں آتی تھی۔ کسی نے مسئلہ پوچھا تھا کہ رمی میں جو کنکریاں مارنی ہیں، اس کا سائز کیا ہونا چاہیئے؟ امام صاحب نے سائز بتایا۔ دکھا کر پوچھا اس سے چھوٹی ہو تو؟ فرمایا ہو جائے گی۔ پھر پوچھا کہ اتنا بڑا پتھر مارے تو؟ اب امام صاحب تھکے ہوئے، ہارے ہوئے، تو بار بار کے بے تکے سوالوں سے اکتا کر فرمایا، **وَلَوْ رَمیٰ بِأَبَا قُبَیْسٍ**، پورا جبلِ قبیس اٹھا کر پھینک دو، تب بھی تمہاری رمی ہو جائے گی۔ اب سلفی کہتے ہیں کہ انہوں نے جملہ استعمال کیا تھا **وَلَوْ رَمیٰ بِأَبَا قُبَیْسٍ**، کہتے ہیں عربی بولنا نہیں آیا **بِأَبِیْ قُبَیْسٍ** کہنا چاہیئے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حاجی فرماتے ہیں کہ میں جبلِ اَبی قبیس پر چڑھا۔ وہاں کسی کام کے لئے گیا، میں نے دیکھا کہ کوئی اللہ والے ہاتھ اٹھائے زار و قطار رو رہے ہیں۔ اور ایک ہی رٹ ہے یا رب! یا رب! یا رب! یا رب! کہے جا رہے ہیں، بہت دیر تک، یا رب! پھر ایک چیخ مار کر کہنے لگے کریا رباہ! یا

رباہ! یا رباہ! کہتے ہیں یا رباہ! پھر اس کے بعد شروع ہوئے۔ پھر کتنی دیر تک یا رحیم ! یا رحیم ! یا رحیم ! پکارتے رہے۔ پھر اور زیادہ بلند آواز سے یا ارحم الراحمین ! یا ارحم الراحمین ! کہتے رہے۔ پھر اخیر میں جب درِاجابت کھلا ہوا دیکھ لیا ہوگا، پھر دروازہ کھلوانے کے بعد کیا مانگتے ہیں، الٰہی ! مجھے انگور دے دے اور دو چادریں دے دے۔

کہتے ہیں جیسے ہی ان کی زبان سے یہ کلمات نکلے، کہ فوراً میں نے دیکھا کہ ایک طبق آیا اور طبق میں وہ چادریں فولڈ کی ہوئی قرینہ سے رکھی ہوئی تھیں اور ایک طرف انگور رکھے ہوئے تھے جیسے انہوں نے کھانا شروع کر دیا۔ میں پیچھے تھا، تو میں نے اجازت چاہی کہ میں بھی شریک ہوسکتا ہوں آپ کے ساتھ؟ فرمایا آجاؤ، کھا سکتے ہو لیکن لے مت جانا۔

کہتے ہیں میں نے کھانا شروع کیا، اس کے بعد جب کھا کر فارغ ہوگئے، تب انہوں نے پوچھا اور کھانا ہے؟ میں نے کہا کہ میں تو سیر ہوگیا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک چادر لی اور وہ چادر لنگی کے طور پر باندھ لی اور دوسری چادر کے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے پوچھا کہ آپ کو چادر چاہئے؟

میں نے کہا نہیں۔ مجھے تو چادر کی ضرورت نہیں۔ آپ لے لیجئے۔

کہتے ہیں اس کے بعد وہ پہاڑ پر سے نیچے اتر آئے، جب نیچے اترے ہیں، تو ہر کوئی بھاگا ہوا دوڑ کر آتا ہے، ہاتھ چوم رہا ہے، دعا کے لئے درخواست کر رہا ہے، کوئی دور سے کہتا، اے فرزندِ رسول! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! ذرا ہماری باتیں سن لو۔ تب اس طرف میرا ذہن گیا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ کون فرزندِ رسول؟ کہتے ہیں یہی تو ہیں۔ میں نے پوچھا کون ہیں یہ؟ کہا کہ یہ امام جعفر صادق ہیں۔

کہتے ہیں کہ اتنی دیر میں وہ بزرگ چلنے لگے۔ میں نے ان کے پیچھے جانا چاہا، لیکن ان کی کرامت ہوگی۔ کہتے ہیں میں نے بہت کوشش کی کہ ان تک پہنچوں، لیکن ذرا سی دیر میں وہ آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔ ساری عمر حق تعالیٰ شانہ سے قریب اتنے ہوگئے کہ جو چاہیں مانگ

لیں، چادر مانگیں تو مل گئیں، انگور مانگے تو مل گئے۔ ادھر جس چیز کی بھی دل نے تمنا کی، اُدھر اوپر سے ان کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے آرڈر ہو گیا۔ وہاں مانگنے والوں کے لئے کمی نہیں ہے، بس طلب چاہئے۔

اور اس کے دینے کے طریقے بھی بڑے نرالے ہیں۔ بس ہاتھ اٹھاؤ، مانگو۔ یقیناً ملتا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو بلیک لسٹ نہ کر دیں۔

جس طرح بار بار عرض کیا کہ یوں کہیں گے کہ میں نے بہت دعا کی، میری دعا قبول نہیں ہوئی، تو چونکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے، ہماری تو ہر دعا قبول ہوتی ہے، اور اس کے بدلہ میں کتنی آفتیں ٹل گئیں، کتنی نعمتیں دنیا میں ملیں اور آخرت میں ذخیرہ ہوئیں، سب کچھ ہوا، لیکن وہ سب ہم نے اپنے ہاتھوں سے کھو دیا، اور ہمیشہ کے لئے کھو دیا۔ اب کوئی دعا ہماری قبول نہیں ہوگی۔ اگر ہم ایسا نہ کریں، تو پھر حق تعالیٰ شانہ کے یہاں تو مانگتے جائیں، مانگتے جائیں، وہاں ہاتھ اٹھانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، مانگنے والے کے لئے صرف تمنائیں کافی ہوتی ہیں۔

ابراہیم کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ تھے ابراہیم کرمانی، تعبیر کے بہت بڑے امام۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ تیر بہدف تعبیر دیتے ہیں؟ آپ کو یہ فن کہاں سے ملا؟ جس طرح اور فنون پڑھائے جاتے ہیں، تمام دنیا بھر کے نصاب اور تمام دنیا بھر کے علوم ہوتے ہیں، تو اس طرح کہیں کوئی نصاب تو ملتا ہی نہیں، پھر بھی آپ کو یہ علم کیسے ملا؟

کہنے لگے کہ میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مانگا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں رات کو سویا اور حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواب میں زیارت ہوئی اور جس طرح میں بیداری میں مانگا کرتا تھا، اس طرح میں نے یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضرت! **عَلِّمْنِیْ مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ**، کہ اللہ نے جو آپ کو فنِ رؤیا اور فنِ تعبیر کا علم دیا ہے، مجھے بھی اس میں سے کچھ حصہ عطا

ہو جائے۔وہ فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص میرے اوپر ڈال دی۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نابینا تھے،ان کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے قمیص بھیجی تھی اور بینائی واپس آگئی۔اسی طرح اپنی قمیص انہوں نے ڈالی۔میری آنکھ کھلی،اور مجھ پرفنِ تعبیر کے سارے علوم کھل گئے۔اس وقت سے لے کر مجھے کبھی کسی موقع پر سوچنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

امام المعبّرین ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

امام المعبّرین علامہ ابن سیرین فرماتے ہیں،ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! یہ آپ اس فن کے امام ہیں،اور چیزیں تسلسل سے چلتی ہیں،تو کسی سے سیکھنا بھی آپ کا ثابت نہیں؟ آپ کو یہ کیسے ملا؟

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خواب میں چار بزرگوں کی زیارت ہوئی۔ میں نے پوچھا یہ کون حضرات ہیں؟ ان میں تین بوڑھے تھے اور ایک نوجوان۔ میں نے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہیں اور یہ بوڑھے تین بزرگ، یہ کون ہیں؟ مجھے بتانے والے نے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور یہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں۔ بوڑھے تو یہ تینوں ہیں۔ پوچھا کہ یہ نوجوان کون؟ فرمایا کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔

میں جلدی سے ان کی طرف بڑھا اور میں نے ان سے عرض کیا کہ حضرت!ایک چیز میں آپ سے مانگ رہا ہوں۔ایک چیز کا میں سوال کرتا ہوں اگر آپ دیں۔فرمایا کیا؟ میں نے کہا کہ یہ تعبیر میں جو آپ کو مہارت ہے،اس کی میرے لئے بھی دعا فرمادیں۔

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ درخواست کی،تو آپ نے اپنا منہ کھولا اور مجھ سے پوچھا کہ کچھ نظر آرہا ہے؟ میں نے کہا ہاں،آپ کی زبان میں دیکھ رہا ہوں۔ پھر انہوں نے منہ بند کر دیا۔ پھر دوبارہ منہ کھولا اور پوچھا کہ ابھی کچھ نظر آرہا ہے؟

میں نے عرض کیا لہوات، کہ آپ کے گلے میں جو کوا ہے، اوپر سے لٹکا ہوا ٹونسل کے بیچ میں، میں نے کہا کہ یہ لہوات آپ کے نظر آرہے ہیں۔ پھر منہ بند کرلیا۔ تیسری مرتبہ پھر منہ کھولا۔ فرمایا کیا نظر آتا ہے؟ فرمایا اب میں اس کے نیچے آپ کا قلب مبارک دیکھ رہا ہوں۔ آپ کا دل نظر آرہا ہے۔ کہتے ہیں انہوں نے منہ بند کردیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جاؤ، عمر بھر کے لئے آپ کی زبان سے جو تعبیر دو گے آپ کی تعبیر سچی ثابت ہوگی۔

اب ابنِ سیرین فرماتے ہیں کہ جب کوئی مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے، تو میں اس کو جس طرح کوئی آدمی لکھا ہوا اپنے ہاتھ میں پڑھ کر بتا رہا ہوتا ہے، اس طرح میں اپنی ہتھیلی پر گویا لکھا ہوا اس کو پڑھ کر بتا رہا ہوں اور بغیر سوچے جو آدمی پڑھ کر کوئی چیز سناتا ہے، اس کے متعلق سوچنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اس طرح میں تعبیر بتا دیتا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ اس طرح دیتے ہیں۔

ایک رات میں، رات کی ایک ساعت میں، آناً فاناً امام المعبرین بن گئے حضرت ابن سیرین اور ابراہیم کرمانی۔ مالک کے دینے کے انداز بھی بڑے نرالے ہیں۔ لینے والے چاہئیں اور کاش! کہ ہمیں حق تعالیٰ شانہ سے مانگنا آجائے۔ اور جو چیزیں ہم اس سے مانگتے ہیں، بچوں کی طرح جیسا میں نے عرض کیا کہ سویٹ اور کھلونے، یہ کوئی مانگنے کی چیز ہے حق تعالیٰ شانہ کی دربار عالی سے؟، اتنے اونچے دربار سے، اور وہ در تو ہر ایک کے لئے، ہر نیک و بد سب کے لئے کھلا ہوا ہے۔

وَاِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے، زار و قطار رو رہے ہیں۔ عرض نہیں کیا جا رہا، زبان نہیں کھل رہی، روئے جا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی کہ کیا ہوا، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں بہت گناہ گار ہوں۔ فرمایا گناہ گار تو سب ہیں، کیا گناہ کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ میں اتنا بڑا گناہ گار ہوں، میرے جیسا گناہ کسی

نے کیا نہیں ہوگا۔فرمایا تو نے ایسا کیا گناہ کیا؟

انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جاہلیت میں میرے یہاں ایک بچی پیدا ہوئی۔ جیسے ہی مجھے پتہ چلا کہ بچی ہوئی، میں نے بیوی سے کہا کہ اس کو گڑھا کھود کر دفن کر دیتے ہیں۔ بیوی نے کہا کہ جلدی کیا ہے، کل کرلیں گے، پرسوں کرلیں گے۔ اس طرح وہ ٹالتی رہی یہاں تک کہ کھلونے کی طرح میرا دل اس بچی سے بہلنے لگا۔ یہ کھلونے بڑے اچھے لگتے ہیں، یہ زندہ کھلونے، انسان کا دل اس سے بہلتا ہے۔

یہ صحابی فرماتے ہیں کہ میرا دل بھی اس کے ساتھ بہلنے لگا۔ جب کبھی مجھ پر شیطان غالب ہوتا اور میں اہلیہ سے مطالبہ کرتا، وہ کہتی کہ نہیں نہیں، یہ تو بعد میں جب چاہو کر سکتے ہو، جلدی کیا ہے؟ کہتے ہیں یہاں تک کہ وہ بچی بولنے لگی، کھیلنے لگی۔

فرماتے ہیں ایک دفعہ میرا شیطان مجھ پر غالب آیا اور میں نے چپ چاپ اس بچی کو گھر سے نکالا اور کدال ساتھ لی۔ وہ بچی میرے پیچھے پیچھے ہے، وہ پوچھتی ہے کہ ابا جان! کہاں جا رہے؟ میں نے کہا ایک کام سے جا رہے ہیں۔ میں صحراء میں اسے لے گیا۔ اب میں گڑھا کھود رہا ہوں، وہ معصوم چھوٹی سی جان گڑھا کھودنے میں میری مدد کر رہی ہے۔ جب میں گڑھا کھود چکا اور میں نے اس کو اندر اس میں اتارا، وہ رونے لگی۔

کہتے ہیں کہ پھر جب میں نے مٹی ڈالنی شروع کی، تو پھر میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس وقت کی جو اس کی چیخیں تھیں اور اس کی فریاد تھی، اب تک اس کی آوازیں میری کان میں گونجتی ہیں گویا کہ میں اسی وقت وہ حرکت کر کے آیا ہوں کہ میں ہی اس کا قاتل اور مجھ ہی سے وہ مدد مانگ رہی ہے۔ ابا! ابا! ابا! کہہ کر مجھ ظالم ہی سے فریاد کر رہی ہے۔

کہتے ہیں کہ حق تعالی شانہ تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں، لیکن اتنا بڑا گناہ؟ ایسا بڑا گناہ؟ جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے اس طرح دفن کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھ کر سنائی کہ اس سے بڑا گناہ کفر اور شرک ہے، اللہ تعالی

جب اسے معاف کرتے ہیں۔تو اسے بھی معاف کرتے ہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰـهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ﴾۔

حضرت قیس اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اسی طرح کے ایک تابعی ہیں۔ان کے متعلق کہا تو جاتا ہے کہ یہ تابعی ہیں، احنف ابن قیس۔ ان کے والد حضرت قیس، بڑے مدبر لوگوں میں سے تھے۔حضرت احنف ابن قیس بھی بڑے مدبر انسان تھے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کی جماعت میں، خلفاء راشدین کے بعد سب سے بڑی حکمت اور دانائی اور علم جن کو عطا کیا گیا تھا اور بالخصوص عقل وفراست وحدس، تو یہ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ داہیۃ العرب تھے۔

حضرت احنف ابن قیس کے متعلق بھی یہی کہتے ہیں کہ سب سے بڑے عقلمند ترین انسان تھے۔اسی لئے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پاس ان کو رکھا اور ایک مہینہ، دو مہینے، تین مہینے انہیں جانچ رہے تھے۔سال پورا ہوا، اس کے بعد پھر ایک سال مزید رکھنے کے بعد حضرت نے خود ان سے فرمایا کہ میں تمہیں جانچ رہا تھا۔کیوں؟ کہ اس امت کی ہلاکت اسی امت کے منافقین کے ذریعہ سے ہوگی۔

اسی وقت دنیا میں جو تباہی آرہی ہے، یہ جو بغداد کی تباہی جو پہلے ہوئی ہے، عباسی دور کا جس سے خاتمہ ہوا ہے، وہ بھی امت کے منافقین کے ہاتھوں ہوئی۔ابھی بھی، جگہ جگہ، جو گھر گھر اور ہر دینی ادارے، ان میں کام کرنے والے جو پریشان ہیں، اس میں بھی منافقین ہی کا ہاتھ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں آزمارہا تھا، میں تمہیں دیکھ رہا تھا، اب مجھے اطمینان ہوگیا، اس لئے میں تمہیں بھیج رہا ہوں۔انہیں عراق بھیجا، پھر ایران بھیجا۔بڑی بڑی فتوحات ان کے ہاتھوں ہوئیں اور سب کو فرما دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جیسا یہ کہیں،

اس کے مطابق کیا جائے۔ اسی لئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی، ہر جگہ ان کی یہی پوزیشن رہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں جب فتنہ کا دور آیا، اس وقت بھی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی، اس لئے کہ یہ مانے ہوئے مسلم حکیم تھے۔ اس امت کے بڑے حکماء میں سے تھے۔

ان کے والد ہیں حضرت قیس رضی اللہ تعالی عنہ۔ انہوں نے بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہوں کی پشیمانی عرض کی تھی۔ جس طرح ان صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے گناہ اللہ کیسا معاف کرے گا؟ میں نے اپنے ہاتھوں اس معصوم جان کو اتارا ہے، کھڈے میں اتارا ہے، اس طرح دفن کیا ہے اور اس کی چیخیں میرے کان میں اب تک گونج رہی ہیں۔ تو کیا زمانہ ہوگا وہ جاہلیت کا؟ کس دور کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اس کی ظلمت کو نور سے بدلا ہے، اس کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں۔ اسی طرح حضرت قیس عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنے ان ہی ہاتھوں تیرہ بیٹیوں کو زندہ دفن کیا ہے۔

اب کیسے ظالموں کو اور کس درجہ کے ظالموں کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کا ہادی بنایا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالی اس سے بڑے گناہ معاف فرما دیتے ہیں، کفر اور شرک معاف فرما دیتے ہیں، ان تیرہ بیٹیوں کے بدلہ میں ایک ایک غلام تم آزاد کر دو۔ حضرت احنف کے اور بھی بہت سارے واقعات ہیں۔

ارکانِ اربعہ اور مراقبہ

غرض کہ مانگنے والے کو عقل چاہئے کہ اُس دربارِ عالی سے ہم کیا مانگ رہے ہیں۔ خود اسی مالک ہی کو مانگ لیں۔ اسی لئے یہ شروع دن سے جو ہمارا سبق چل رہا ہے یکم رمضان سے کہ کس طرح ہم حق تعالی شانہ تک پہنچیں؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ صمت، دوامِ

خلوت، دوامِ نفی خواطر۔

یہ روزہ بھی ایک طرح سے تصوّر کی عبادت ہے کہ پورا دن ہمیں یاد رکھنا پڑتا ہے کہ میرا روزہ ہے۔ اسی لئے فقہاء وہاں تقسیم کرتے ہیں کہ حج اور نماز دو عبادتیں ایسی ہیں کہ اس کا حال حالتِ مذکّرہ ہے کہ جس میں انسان کو ہر وقت یہ یاد رہتا ہے کہ میں عبادت میں ہوں، نماز پڑھ رہا ہوں کہ کھڑا ہوا ہے، ہاتھ باندھے ہوئے ہے۔ اس میں تو ذرا سا بے ارادہ بھی زبان سے نکل گیا ''ارے'' کسی کو کہہ دیا تو نماز ٹوٹ گئی۔ بے اختیار بھی زبان سے کوئی کلمہ نکل گیا، تو نماز فوراً ٹوٹ جائے گی۔

یہی حال حج کا ہے۔ بے اختیار، غلطی سے بھی بھول کر بھی ہو جائے، معاف نہیں۔ حج ٹوٹ گیا۔ کیوں؟ کہ اس کی حالت حالتِ مذکّرہ ہے۔ ہر وقت احرام میں ہے، اس کو یاد رہنا چاہیئے کہ میں نے احرام باندھا ہے۔ یاد رکھنے کے لئے اللہ تعالی نے یہ ہیئت حج کی تمہیں دی ہے۔ نماز کی ہیئت بھی تمہیں دی تاکہ تمہیں یاد رہے۔ لیکن روزہ میں اگر بھول گیا کہ میرا روزہ ہے اور بھول کر اس نے کھالیا، پیٹ بھر کر کھالیا اور اس کے بعد کسی نے کہا کہ آپ کا تو روزہ تھا، تو مزے ہو گئے۔ اچھا ہے، کھا پی لیا اور روزہ بھی رہا، کیوں؟ کہ روزہ میں، روزہ کی حالت مذکّرہ نہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی یاد دلاتی رہے کہ تم روزہ سے ہو۔ ایسی کوئی ہیئت نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کھا پی لیا، یہ معاف ہے۔ لیکن حج میں استحضار رکھنا پڑتا ہے۔

نماز کی طرح زکوٰۃ و صدقہ بھی ٹوٹ جاتا ہے

اسی طرح یہ زکوٰۃ صدقات دے، تو اس کو ادا کر کے بھلا دے۔ کہتے ہیں کہ ہر صدقہ کو دے کر بھول جائے۔ اتنا بھولے کہ خبردار! ایک دفعہ بھی کسی سے اس کا ذکر کیا، اگر تم نے کسی موقع پر ساتھیوں سے کہہ دیا کہ اس جھومر کے ہم نے پیسے دیئے تھے، تو وہ ثواب ختم ہو جائے گا، فرشتے وہاں سے مٹا دیں گے کہ تم نے اس کو یاد کیوں رکھا۔ اور تم نے اس کا تذکرہ کیوں کیا؟ اس کو کیوں

جتلایا؟ زبان سے اس کو جتلایا اور وہ زکوٰۃ صدقہ ٹوٹ گیا۔ جس طرح بولنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حج ٹوٹ جاتا ہے، اس میں تصور کا دوام ضروری ہے۔ ساری عمر کے لئے یاد رکھنا ہے کہ عبادت کا اور زکوٰۃ اور صدقات کا تذکرہ کیا، تو تمہاری عبادت ضائع ہو جائے گی۔

اسی طرح فرماتے ہیں ہے کہ یہ جو چپ رہنا ہے، تاکہ گناہوں سے بچے اور چپ رہنا کیوں ہے؟ تاکہ اس کے بدلہ میں یادِ الٰہی آئے، خلوت کیوں ہے؟ بھاگنا کیوں ہے؟ تاکہ انسانوں سے بھاگ کر انسانوں کے ساتھ مصروف نہ رہے۔ الگ ہو کر کے اللہ کو یاد کرے۔ نفیِ خواطر، جب الگ ہوگا، تنہائی میں پھر تصورات آتے رہیں گے، خیالات، اس کو دفع کر کے اس کے بدلہ اللہ کی یاد کو دل میں بسائے۔

اسی طرح ایک چیز انہوں نے بتائی کہ ان آٹھ چیزوں میں سے ذکر ہے، ہر عبادت میں ذکر ہے۔ ذکر زبان سے ہو اور دل سے بھی ہو، دو قسم کے ذکر ہیں۔ زبان سے ذکر حج میں بھی ہے، لبیک بھی ہے۔ زبان سے ذکر نماز میں بھی ہے، تکبیرات، تسبیحات اور تلاوت ہے۔ اور نماز میں ذکر قلبی، مراقبہ بھی ہے۔

ہر جگہ دشمن تو نشانہ سادھتے ہی ہیں ہمارے صوفیاء کرام پر، لیکن خود ہماری جماعت میں بھی اگر کسی کو ذلیل کرنا ہو تو کیا کہتے ہیں، یہ تو صوفی ہے۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! آپ نے سمجھا کیا ہے اس صوفی کو، تصوف کو اور ان مشایخ کو؟ اور پھر اس کی نقل کرتے ہیں کہ ایسی گردن جھکائے بیٹھے رہتے ہیں، کہتے ہیں یہ کہاں سے لے آئے یہ مراقبہ؟

مراقبہ ارکانِ اربعہ کا اہم جزو ہے

ہم کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن اور حدیث سے لیا، خدا اور رسول سے مراقبہ لیا، نماز نے ہمیں مراقبہ دیا، روزہ سے ہم نے مراقبہ لیا، زکوٰۃ نے ہمیں مراقبہ سکھایا، حج مراقبہ کی تعلیم دیتا ہے۔ ابھی بتاتے ہیں کہ کہاں سے، کیسے ہم نے مراقبہ لیا۔ آپ امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، امام کے پیچھے

جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو نماز میں آپ ہمارے یہاں تلاوت نہیں کر سکتے۔سورۃ الفاتحہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔امام کے پیچھے چپ چاپ آپ کھڑے ہوئے ہیں،امام قراءت کرتا ہے۔اور کسی نے کہا کہ دیکھو،آپ قراءت نہیں کرتے ،تو آپ کی نماز کیسے ہوتی ؟

میں نے کہا کہ ہمیں تو ہمارے امام پر بھروسہ ہے،اس لئے ہم نہیں پڑھتے الحمد شریف۔جب وہ پڑھتا ہے،تو ہم سنتے ہیں کہ اس نے پڑھ لی اور جہاں تیسری اور چوتھی رکعت میں جہراً نہیں پڑھتا یا سری نماز میں جہراً نہیں پڑھتا،وہاں ہمارے امام پر جو نماز پڑھا رہا ہے اس پر ہمیں اعتماد ہے اس لئے ہم نہیں پڑھتے۔آپ کو اعتماد نہیں،اس لئے آپ پڑھتے ہوں گے؟ یہ لطیفہ کے طور پر میں نے اس سے کہا۔

اب یہ جو سری نماز ہے تو سری نماز میں ہم امام کے پیچھے چپ چاپ کھڑے ہوتے ہیں ظہر کی نماز میں،عصر کی نماز میں۔وہاں کیا کریں گے؟ اللہ تعالی نے یہ موقع دیا تھا،میں نے بتایا تھا کہ نماز کے دوران دن بھر کی ہماری ٹیپ اون ہو جاتی ہے،سارا حساب کر لیا کہ آج کیا کیا اور کل کیا کرنا ہے۔میں نے اس سے پوچھا سری نماز اور فرضوں کی تیسری،چوتھی رکعت میں تم کیا کرتے ہو؟ ظہر کی نماز میں،عصر کی نماز میں؟ اب میں نے کہا کہ جو چیز آپ وہاں کرتے ہیں،یہی تو مراقبہ ہے۔وہ ہم بغیر نماز کے گردن جھکا کر کے کرتے ہیں۔اب مراقبہ کہاں سے لیا گیا؟ سری نماز سے۔امام کے پیچھے مقتدی سری نماز میں جو مراقبہ کرتا ہے،وہی مراقبہ ہم خارجِ صلوٰۃ کرتے ہیں۔

حضرت شاہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،چونکہ یہ گناہ جو اللہ کو ہم بھلائے بیٹھے ہیں یہ گناہ کیسا ہے؟ اس دن ان کا ملفوظ سنایا تھا کہ اکبر الکبائر ہے۔گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے ایک لمحہ کے لئے اللہ کی ذات سے غافل رہنا۔

یہی حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ مِنَ الْغَفْلَةِ اِلَى الذِّكْرِ ،یہ فرض ہے کہ اس غفلت کو چھوڑ کر اللہ کی یاد کی طرف جانا۔تو زبان ہر وقت نہیں چل سکتی،تھک جاتی ہے۔

جتنی دیر زبان چلے وہاں تک زبان سے یاد کرو اور باقی سارا وقت کس میں گزرنا چاہئے؟ یاد میں، مراقبہ میں، چاہے وہ مراقبۂ معیت ہو یا مراقبۂ نعمت ہو یا مراقبۂ نوریہ ہو یا مراقبہ دعائیہ ہو۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کی یاد ہے اور یہ صرف صوفیاء کے یہاں نہیں ہے۔ یہ جو چاروں طرف سے ہمیں گھیر کر، نماز، روزہ، زکوۃ، حج ان تمام عبادتوں میں ہمیں تصور سکھایا گیا کہ تصور کو جمائے رکھو کہ یہ تصور، یہی تو مراقبہ ہے کہ یاد رکھنا ہے کہ میں حج میں ہوں، یاد رکھنا ہے کہ میں نماز میں ہوں، یاد رکھنا ہے کہ امام کے پیچھے ہوں، فارغ نہیں ہوں، اس وقت امام کے پیچھے کھڑا ہوں تو بھی مجھے اللہ کو یاد کرنا ہے۔ ان عبادتوں میں بھی یادِ الٰہی دل میں بسانے کا حکم ہے اور بغیر عبادت کے بھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے تاکید ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ﴾، یہ سب اسی یادِ الٰہی اور مراقبہ ہی تو ہے۔

فٹ بال اور عرب

عربوں کے یہاں ایک قابل فخر چیز تھی، شجاعت اور بہادری دکھلانا، کہ ہم بڑے بہادر ہیں۔ سب سے بڑی نعمت اسی کو سمجھتے تھے، اور اسی میں ساری عمریں گذار دیتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت کے لئے، ان کا ماحول بنانے کے لئے، یہ فٹ بال ایجاد کیا۔ یہ فٹ بال جو اس وقت کھیلتے ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا کھیل ہے۔

سبعہ معلقہ میں ایک شعر آتا ہے، وہاں میں نے طلبہ کو سنایا تھا کہ وہ شاعر کہتا ہے کہ

نُدَھْدِیْ الرُّؤُوْسَ کَمَا تُدَھْدِیْ
حَزَاوِرَۃٌ بِاَبْطَحِھَا الْکُرِیْنَا

سبعہ معلقہ کا شعر ہے۔ وہ شاعر کہتا ہے کہ ہم فلاں جنگ میں تھے اور دشمن کے ساتھ ہماری جنگ ہو رہی تھی، ہم نے ان کو مارا اور شکست دی۔ وہ بھاگ گئے لاشیں چھوڑ گئے، پھر ہم نے کیا کیا کہ جو لاشیں پڑی ہوئی تھیں، ان کے سر کاٹے اور سر کاٹ کر کے پھر ان کے سروں کو ہم کِک

کرتے تھےاور کھوپڑیوں سے فٹ بال کھیلتے تھے۔ ؎

نُدَهْدِیُ الرُّؤُوسَ کَمَا تُدَهْدِیُ

حَزَاوِرَةٌ بِأَبْطَحِهَا الْکُرِیْنَا

جس طرح ہموار میدان میں خوبصورت مضبوط نوجوان کِک مار کر بال کو پھینکتے ہیں، اس طرح دشمنوں کے سروں سے ہم کھیلتے تھے۔ یہ فٹ بال ان کے یہاں تھا، جس کے ساتھ یہ تشبیہ دی۔قوم کی ذہن سازی کا چسکہ صرف عربوں کے یہاں نہیں تھا، ہر قوم میں ایسا ہی ہے۔

تثلیث

ابھی یہاں پر جتنے یہ گھروں میں پیپر ملتے ہیں، کتنی ڈیزائن کی ٹائلز ملتی ہیں، تو کبھی کبھی میں بتایا کرتا ہوں کہ دیکھواس میں ہر چیز تین تین ہی کیوں؟ جو یہاں دسترخوان پلاسٹک کے ملیں گے، تواس کے اوپر تین چمچ، تین سپون، تین پھول، تین پلیٹ۔ایسا کیوں؟ میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ کہنا نہیں چاہتے کہ اس گھر میں تین آدمی رہتے ہیں۔

بلکہ یہ تثلیث کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ ماحول بنانا چاہتے ہیں، تثلیث کے لئے ذہن سازی ہے، ٹرنیٹی ہمہ وقت دل میں بسانے کی کوشش ہے۔ جب دیوار کی طرف، پیپر کی طرف دیکھیں گے تو ٹرنیٹی، جب وہ دسترخوان پر بیٹھ کر دسترخوان دیکھیں گے، غور کریں گے تو ٹرنیٹی، دسترخوان پر غور کریں گے تو وہاں پلیٹ میں ٹرنیٹی اور تثلیث۔اسی طرح بہت سی چیزوں میں آپ کو نظر آئے گا کہ ان میں ہر چیز تین تین بنی ہوں گی، تین پتے ہوں گے، تین پھول ہوں گے۔

کرکٹ

پھر چرچ والوں نے یہ کرکٹ ایجاد کی، بچپن میں ہم کھیلتے تھے، تو جدھر سے بال پھینکا جاتا ہے، ادھر ایک سٹمپ ہوتا تھا اور پھر جہاں بلّہ باز کھڑا ہوتا ہے کھیلنے والا، وہاں کتنے ہوتے ہیں؟ تین سٹمپ۔اب ادھر سے گیند پھینکا جاتا ہے، ادھر جو بیٹ لے کر کھڑا ہے وہ گیند کو مارتا

ہے۔اب یہ گیم کس کے لئے ہے؟ چرچ کی طرف سے اپنے مذہب کی ترویج کے لئے بنائی گئی ہے کہ یہ ہروقت یادرہے کہ ہم اس تین سٹمپ، تثلیث، کوگرنے نہیں دیں گے۔ ہروقت اس کی حفاظت کریں گے۔اور جو بھی اسے گیند مارے گا، اس کو بلہ سے مار کر ہم دور تک پھینک دیں گے۔ بلکہ اس عالم کے باہر بھیج دیں گے۔

اصلاً یہ مذہبی کھیل ہے۔تثلیث اور مذہب کے تحفظ کی ذمہ داری کا احساس دلاتا رہے۔اسی لئے ہر چیز کا ڈیزائن، گھروں کی ساخت، گھروں کی تعمیر میں صلیب اور تثلیث کو شامل کر کے یہ مذہبی ماحول بنانا چاہتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی نے بھی یہ نماز، روزہ، حج، ہر چیز میں دو دو قسم کے ذکر، زبان سے ذکر اور قلبی ذکر، یادالٰہی، امام کے پیچھے آپ کچھ دیر تسبیحات وغیرہ پڑھتے ہیں۔اس کے علاوہ امام کے پیچھے سری نمازوں میں چپ چاپ کھڑے رہتے ہیں، تو یہ مراقبہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالی ہمیں ہروقت یادالٰہی دل میں بسانے کی توفیق عطا فرمائے اور جیسا میں نے عرض کیا کہ چند ساعتیں رہ گئیں، تو اس میں حق تعالی شانہ سے اسی کو مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عرض کیا تھا کہ جس چیز کو عام کرنا ہو اور جس کے لئے ذہن سازی کرنی ہو، اس کے لئے طرح طرح سے کوششیں پچھلے زمانہ میں بھی ہوئیں، قوموں نے بھی کیں، اہل مذاہب نے بھی کیں۔

اس کی مثال دی تھی کہ عرب جنگ جُو قوم واقع ہوئی تھی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکت سے ان میں ایسا انقلاب آیا کہ کہاں ان کی فطرت، جبلت، سرشت، طبیعت، اور کہاں ان کے بعد کے کارنامے۔

حق تعالیٰ شانہ کی ذات سے وابستگی، رونا دھونا، بالکل ان کی کایا پلٹ گئی۔ یہ جو ان کی سرشت تھی، لڑنا، بھڑنا، مارنا، مرنا، اس کے لئے اپنے بچوں کی تربیت بھی وہ اسی طرح کرتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے یہ فٹ بال کا کھیل ایجاد کیا تھا۔ اور سبعہ معلقہ کا شعر میں نے کل سنایا تھا کہ ؎

نُدَهْدِیْ الــرُّؤُوْسَ كَـمَـا تُدَهْدِیْ
حَـــــزَاوِرَةٌ بِـــأَبْطَحِهَـا الْكُرِيْنَـــا

کہ ہم دشمنوں کو میدانِ جنگ میں مار کر کے ان کی کھوپڑیوں کے ساتھ، سروں کے ساتھ اس طرح کھیلتے تھے

كَمَا تُدَهْدِیْ حَزَاوِرَةٌ بِأَبْطَحِهَا الْكُرِيْنَا

یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کے اشعار ہیں اور ان کی یہی طبیعت تھی اور یہ فٹ بال ان کا ایجاد کیا ہوا ہے۔

پھر میں نے کہا تھا کہ اہلِ مذاہب نے، اہلِ تثلیث نے بھی اسی کی طرح کی کوششیں

کیں، جس کا اثر ہم ہر وقت، ہر گھر میں دیکھ سکتے ہیں کہ ابھی بھی آپ کوئی چیز خریدیں، تو اس میں صلیب کی تصویریں ہوں گی۔ دیوار پر چپکانے کے لئے پیپر خریدیں، کپڑے خریدیں، قالین خریدیں، برتن خریدیں، ہر چیز میں اگر صلیب نہیں ہوگی تو تثلیث ضرور ہوگی۔ تین پھول ہوں گے، تین کلیاں ہوں گی، تین پتے ہوں گے۔ یہ تثلیث کے عقیدہ کے تحفظ کے لئے ہے۔

کرکٹ کے متعلق کل بتایا تھا تو اس میں بھی تین ہی سٹمپ۔ جو بال پھینکا جاتا ہے، تثلیث کو گویا بال پھینکنے والا نشانہ بناتا ہے اور بلہ باز تثلیث کا محافظ ہے اور اس کا محافظ بنانے کے لئے یہ تعلیم ہے کہ جتنے زور سے، دور تک تم مار سکو گے، اتنے تمہیں پوئنٹس اور رن زیادہ ملیں گے۔ اور اگر تم نے ذرا سی اس میں کوتاہی کی اور بال تین لکڑیوں کو لگ گیا، سٹمپ کو لگ گیا، تو تم آوٹ ہوگئے۔ تم ہمارے مذہب کے محافظ نہیں بن سکتے، نکل جاؤ۔ اس کو نکال دیا جاتا ہے۔ اور اگر تم نے مارا بھی اور اگر ذرا سی کوتاہی ہوگئی اور زیادہ زور سے نہیں مارا کہ تم باہر تک پھینک سکو اور کسی نے کیچ کرلیا، تب بھی تم آوٹ۔ تم نے آہستہ سے کیوں ماری؟ تو یہ چرچ کا ایجاد کیا ہوا کھیل ہے۔

پھر میں نے یہ بھی کہا تھا کہ کرکٹ کی مخالفت مقصود نہیں ہے۔ صرف یہ مثال میں بیان کر رہا ہوں کہ یہ کرکٹ تثلیث کے تحفظ کے عقیدہ کے خاطر ہے اور اس کا ماحول بنانا ہے۔

اسلام نے بھی ایسا ہی کیا کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ زندگی میں دو چیزیں اختیار کریں۔ ایک زبان سے ہر وقت اللہ کی یاد رہے اور دوسرے ہر وقت تصورات، خیالات اور مراقبہ اس کی ذات کا رہے اور دل اللہ کے ساتھ لگا رہے۔ اور اسی لئے ارکانِ اربعہ فرض کیئے گئے۔

اور میں نے شروع رمضان سے کہنا شروع کیا تھا کہ یہ جو ہمارے روزے ہیں، تلبیہ اور قرأت وتکبیر کی طرح روزے میں زبانی ذکر فرض نہیں کیا گیا، صرف مراقبہ ہے کہ پورا دن یہ یاد رکھنا ہے کہ میرا روزہ ہے۔ لیکن چونکہ روزہ کی حالت مذکّرہ نہیں ہے، کوئی یاد دلانے والی چیز ہر

وقت ساتھ نہیں ہوتی، اس لئے اگر کھا پی لیا، تو معاف ہے۔

لیکن نماز کی حالت حالتِ مذکّرہ ہے کہ نماز میں اللہ کی طرف دھیان رکھنا بھی ضروری ہے، دل اللہ سے لگا رہے، یہ بھی ضروری اور زبان سے تلاوت، تسبیح، التحیات، قنوت، ہر ہر رکن کے جو وظائف ہیں، وہ بھی زبان سے جاری رہیں۔ دل بھی مشغول رہے اور زبان بھی۔

اور روزہ میں صرف دل کو مشغول رکھنا تھا اور زبان کو مشغول رکھنے کے لئے بطورِ زائد ونفل کے ہر وقت تلاوت کرتے رہو، اس کی ترغیب دی گئی۔

اسی طرح حج کے متعلق عرض کیا کہ حج بھی یہ زبانی ذکر اور مراقبہ دونوں کا مجموعہ ہے کہ لبیک سے آپ شروع کرتے ہیں اور جگہ جگہ بسم اللہ، اللہ اکبر! یہ تمام جو اوراد ہیں، اذکار ہیں، وہ بھی زبان سے جاری ہیں۔

اور ہر وقت یہ مراقبہ بھی ہے کہ میں ملنگ بنا ہوا ہوں، اپنی دنیا کو چھوڑ کر کے، عمدہ پسندیدہ کپڑوں کو چھوڑ کر کے، میں نے دو چادریں تیرے لئے پہنی ہوئی ہیں۔ یہ مراقبہ ہر وقت کا ہے۔

اور چوتھا رکن رہ گیا، زکوٰۃ۔ تو اس کے لئے بتایا تھا کہ یہ رمضان کے روزہ میں مراقبات صرف ایک مہینہ کے لئے ہیں اور وہ بھی صرف دن میں کہ ہر وقت اللہ کی طرف دھیان رہے کہ میں نے تیرے لئے کھانا، پینا، جماع چھوڑ رکھا ہے۔

اور اس سے لمبا حج میں چند ہفتے کے لئے مراقبہ ہے۔

ساری عمر احرام میں

اگر چہ ایسے لوگوں کو بھی دیکھا کہ سال بھر احرام میں ہیں۔ کسی سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون؟ یہ روز احرام میں نظر آتے ہیں؟ روز عمرہ کرتے ہیں؟ ساتھیوں نے کہا نہیں، یہ بڑے نرالے بزرگ ہیں۔ جب حج کا احرام وہ کھول لیتے ہیں اور حج مکمل کرلیا، احرام سے وہ حلال ہوگئے، پھر میقات پر جا کر آئندہ سال کے لئے احرام باندھ کر آتے ہیں۔ پورا سال اس حج کے

احرام میں گزارتے ہیں۔اب ان کا کتنا لمبا مراقبہ ہے کہ اے اللہ! میں اس حال میں ہوں تیری یاد میں، تیرے فرض کی ادائیگی کے لئے، ایک رکنِ اعظم حج کی ادائیگی کے لئے، تو وہ چند ہفتے کا نہیں بلکہ ایک سال کا مراقبہ کرتے ہیں۔

اور نماز جب سے آپ شروع کرتے ہیں، سلام پھیرنے تک کا مراقبہ ہی ہے، کہ دل ادھر ہی رہے۔اگرچہ ہماری تصورات کی ٹیپ شروع ہو جاتی ہے، ہمارا مراقبہ ہوتا ہی نہیں۔

پھر زکوٰۃ ہے، اس کا مراقبہ بڑا نرالا کہ جیسے ہی تم نے صدقہ کسی کو دیا، پیسے دیئے، اس وقت سے لے کر مرنے تک کا مراقبہ کرلو کہ ایک دفعہ بھی تم نے اس کا کسی کے سامنے اظہار کیا تو قرآن کہتا ہے کہ ﴿وَلَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰى﴾، کہ تمہارا وہ صدقہ ٹوٹ جائے گا، تمہاری وہ زکوٰۃ ٹوٹ جائے گی، اچھا، تم ہمارے خاطر دیتے ہو، پھر اس کو یاد رکھ کر اس کا تذکرہ بھی کرتے ہو۔تو ضائع، ٹوٹ گئی زکوٰۃ اور وہ صدقہ چلا گیا۔

جس طرح نماز میں، بولنے سے ٹوٹ جاتی ہے، اس طرح روزہ امام اوزاعی کے نزدیک کسی کی غیبت کرنے سے، بولنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

اسی طرح حج ٹوٹ جاتا ہے۔یہ جو ارکانِ اربعہ ہیں، اور عبادتیں فرض کی گئیں، یا واجب اور سنت قرار دی گئیں، ان میں ان ہی دو چیزوں کی تعلیم، زبان اور دل قبضہ میں رہے، زبان سے اللہ کی یاد کرنا سیکھو اور دل سے مراقبہ کرنا سیکھو۔

غرض صوفیاء نے مراقبہ انہی عبادات سے لیا ہے۔مگر ایک بات یاد رہے کہ یہ مراقبہ جن عبادتوں سے لیا گیا، یہ ان عبادتوں کا بدل نہیں بن سکتا۔اسی میں غلو کر کے ملحدوں نے شریعت کو بالائے طاق رکھ دیا اور نماز کو حذف کر دیا کہ ہم تو نماز کی روح کو پائے ہوئے ہیں، ہمارے لئے نماز معاف ہے۔یہ سب زندقہ ہے، فرائض ہر حال میں فرض رہتے ہیں۔

جس طرح کہ عرب بچوں کو بچپن سے تعلیم دیتے تھے کہ اس طرح دشمن کے سروں کو کِک کیا جاتا ہے۔

جس طرح کہ جگہ جگہ یہ صلیب اور صلیب کے علاوہ میں نے بتایا کہ ٹرنیٹی کی تعلیم کے لئے ماحول بنایا جاتا ہے، کہ ہر جگہ تین تین تصویریں، ہر چیز پر، کپڑے پر، کھلونے پر، ہر چیز تین تین آپ دیکھیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور صلیب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے سامنے کوئی خاتون آئیں۔ انہوں نے جو چادر پہنی ہوئی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ اس پر صلیب بنی ہوئی ہے، ناراض ہوئیں۔ ان کو ڈانٹا اور فرمایا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا ہوتا، تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھاڑ دیتے۔ تم نے کیوں یہ صلیب والا کپڑا پہن رکھا ہے؟

یہ اسی زمانہ سے یہ صلیب کو ان کے ماننے والوں نے عام کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب کچھ اپنے مذہب کے تحفظ کے لئے اور اس کی ترویج کے لئے انہوں نے کیا۔

اسی طرح ہمارے یہاں تمام عبادتوں کی علت آپ تلاش کریں گے اور اس میں امرِ مشترک آپ تلاش کریں گے، تو اس میں یہی ملے گا کہ مراقبہ دل سے اور زبان سے ذکر کروایا جاتا ہے۔ اسی لئے یہ جتنی چیزیں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز فرمائیں اللہ تک پہنچنے کے لئے، جو چیزیں ضروری ہیں، وہ سب بھی ان ہی عبادتوں سے وہ ماخوذ ہیں: طہارت، سب سے پہلے دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ سکوت، دوامِ خلوت، دوامِ ذکر اللہ اور نفی خواطر۔

کہ اب سب چھوڑ چھاڑ کر کے آپ نماز میں کھڑے ہو جائیں، تو بھی وساوس آئیں گے۔ لوگوں سے، کسی کے ساتھ بولنا نہ ہو، اس کے لئے خلوت میں بھاگ جائیں گے، تو وہاں آپ کا دل آپ سے باتیں کرتا رہے گا۔ تو اب وہاں بھی جان نہیں چھوٹی، اکیلا انسان ہے، کوئی نہیں ہے، پھر بھی ہر وقت تصورات کی ٹیپ چل رہی ہے۔ جو ماضی میں قصے ہوئے، اس کا خیال آ رہا ہے۔ آئندہ کے خیالات دل پر مسلط تھے، دماغ میں وہ ٹیپ جاری ہے۔

امام النساء صحابیہ رضی اللہ تعالی عنہا

ایک صحابیہ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستورات کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دے رکھی تھی ۔وہ اپنے یہاں گھر میں نماز پڑھایا کرتی تھیں ۔ اور کثرتِ عبادت میں صحابیات میں بڑی مشہور تھیں ،امام النساء۔نفل ،تراویح وغیرہ پڑھنے کے لئے ان کے یہاں صحابیات چلی جاتی تھیں ۔

وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ مجھے بے پناہ خطرات اور خواطر دل پر شروع ہو گئے کہ تم جو اتنی ساری عبادت کرتی ہو، کاہے کے لئے ہے؟ یہ سب دنیا کے لئے ، واہ واہ کے لئے؟ ریا کے لئے؟ میں نے سوچا کہ میں اس کام کو موقوف کردوں ۔کبھی شیطان آکر خطرہ ڈالتا کہ یہ اتنی ساری عبادتوں کی اللہ کو کیا ضرورت ہے؟اس کے لئے تو، وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ، دنیا بھر کی تمام مخلوق اس کے لئے تسبیح کناں ہے،طرح طرح کے وساوس آنے شروع ہوئے اور مجھ سے علاج اس کا نہ بن پڑا۔

میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف پر حاضر ہوئی ،حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی اجازت لے کر وہاں جاکر میں نے شروع کیا رونا کہ یا رسول اللہ! میں کیا کروں؟ اس طرح کے خطرات اور خواطر نے مجھے گھیر رکھا ہے، وساوس کا تسلط ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر سے آواز آئی ، ﴿اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾، فرمایا کہ یہ تو شیطانی وساوس ہیں ۔اس کو دشمن سمجھتے رہو اور اپنا کام جاری رکھو۔

حضرت منکدر رضی اللہ تعالی عنہ

ہمارے یہاں طلبہ حدیث کی کتابیں پڑھتے ہیں ،اس میں آتا ہے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ ، ان کے والد تھے حضرت منکدر رضی اللہ تعالی عنہ۔مسئلہ پوچھنے کے لئے وہ حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا کہ آپ کے کوئی بیٹا ہے؟

کتنی شفقت ہے،، کتنا تعلق ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پوچھا کہ تمہارے کوئی بیٹا ہے۔ اولاد کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے عرض کیا کہ نہیں امی جان! اس نعمت سے میں محروم ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کاش! کہ میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے اور میں اس کام کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کرتی، جس سے تم نکاح کر لیتے اور اللہ تمہیں بیٹا دیتا۔

حضرت منکدر رضی اللہ تعالی عنہ واپس چلے آئے۔ ابھی شام نہیں ہوئی کہ ایک تھیلی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کی گئی، آپ نے فرمایا کہ دیکھواس میں کیا ہے؟ دیکھا کہ دس ہزار درہم ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرمایا کہ منکدر کو بلاؤ۔ وہ آئے، پھران سے فرمایا کہ دیکھو! یہ اللہ تبارک وتعالی ساری تمنائیں، ساری خواہشیں دنیا ہی میں کہیں پوری نہ کردیں، اس سے مجھے ڈر لگتا ہے۔

ان حضرات کی زبان سے جو نکلتا تھا، بلکہ جو دل میں آیا فوراً وہ موجود ہوگیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ دس ہزار درہم ہوتے، تو میں پیش کرتی۔ یہ دراہم لے جاؤ، اور اپنی شادی کا انتظام کرو۔ اللہ تعالی سے میں دعا کرتی ہوں اللہ تعالی تمہیں نیک صالح لڑکا عطا فرمائے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں وہ رقم لے کر آ گیا۔ میں نے اس سے ایک باندی خریدی اور اللہ تعالی نے مجھے کئی ایک، ایک سے زائد اولاد عطا فرمائی۔

حضرت محمد ابن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ

اسی باندی سے ان کے صاحبزادے محمد ابن المنکدر رہیں۔ وہ بہت بڑے محدث ہیں، ان کا

حلقۂ درس مسجد نبوی میں لگتا تھا۔اب سبق پڑھا رہے ہیں، سبق پڑھاتے ہوئے کہیں اٹک گئے، کوئی چیز سمجھ میں نہیں آ رہی۔

ہمارے یہاں مدارس میں ہم نے دیکھا کہ اساتذہ بڑوں کے پاس کتابیں حل کرنے جایا کرتے تھے۔حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے پاس کسی استاذ کا پرچہ آتا تھا کہ حضرت! فلاں حدیث میں یوں آیا، اس کا کیا جواب؟

کوئی کتاب لے کر حضرت مولانا اسعداللہ کی خدمت میں پہنچتا کہ حضرت! یہ عبارت سمجھ میں نہیں آئی، اس کو حل فرمادیں۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں بخاری صاحب کے مکتبۃ الایمان میں پہنچا، دیکھا کہ حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے ہیں۔ میں نے ہدایہ کھولی اور پوچھا آپ ذرا اس کی تقریر فرمائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ہنس پڑے اور کئی قصے اس عبارت کے متعلق انہوں نے سنائے۔

حضرت محمد ابن المنکد رطلبہ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، کہیں اٹک گئے۔کسی روایت کا تضاد سمجھ میں نہیں آیا، ان کے تلامذہ فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ محمد ابن المنکد رکا ہمیشہ کا معمول تھا کہ جیسے ہی کہیں اٹک گئے، فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوئے اور وہاں جا کر عرض کیا اور واپس آ کر مسکراتے ہوئے ایک لمبی تقریر کی۔

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کا حلقۂ درس اسی طرح مسجد نبوی میں ہے، اَلْأَنْبِيَـاءُ أَحْيَـاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ، روایت آتی ہے۔حضرت حیاتِ انبیاء پر تقریر فرما رہے ہیں۔

تقریر سن کر کے ایک طالب علم کہنے لگا کہ حضرت! اور تھوڑی وضاحت فرمائیں گے؟ اچھی

طرح سمجھ میں نہیں آیا۔

حضرت ریاض الجنۃ میں درس دیا کرتے تھے۔طلبہ سامنے ہیں، ان سے مخاطِب ہیں ،لیکن جب اس طالب علم نے یہ کہا کہ حضرت یہ تقریر سمجھ میں نہیں آئی اور ذرا وضاحت فرما دیں،فوراً حضرت مڑ گئے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ مبارک کی طرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرہ شریفہ کا جو دروازہ ہے، اس کی طرف تھوڑی دیر تکتے رہے، سب طلبہ بھی یہ منظر دیکھ کر ادھر دیکھنے لگے کہ حضرت ادھر کیوں متوجہ ہوئے؟ کیا دیکھ رہے ہوں گے؟

پوری جماعت نے جو حدیث پڑھنے والے طلبہ تھے، وہ دیکھ رہے ہیں کہ نورمل معمول کے مطابق جس طرح جالی مبارک ہے، دروازہ ہے اور وہاں سب خدام وغیرہ جو کھڑے ہوئے ہیں، مسجد میں جو مصلّی ہیں، وہ نظر آرہے ہیں۔

پھر حضرت نے تھوڑی دیر کے بعد نیچے گردن فرمالی۔ چند لمحے کے بعد پھر حضرت نے دوبارہ ادھر دیکھنا شروع کیا، تو پوری جماعت ادھر دیکھ رہی ہے، اب عجیب منظر سامنے ہے۔

وہ دیکھتی ہے کہ نہ وہاں جالی مبارک ہے، نہ حجرہ شریف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کھلی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بذات خود تشریف فرما ہیں۔

عملی طور پر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات برزخ میں کیسی ہے وہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہ کی برکت سے شاگردوں نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھ لی۔

جیسے ہی محمد ابن المنکدر جا کر عرض کرتے ہیں اور وہاں سے جواب ملتا ہے، واپس جگہ پر پہنچ کر طلبہ کے سامنے تقریر کرتے ہیں۔

امام النساء خاتون پریشان ہوئیں صحابیہ اورانہوں نے جا کر کے فریاد کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ﴿اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾

دل کی حفاظت کے لئے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے نسخہ بتایا کہ یہ خواطر تو ہر ایک

انسان کو پیش آتے رہتے ہیں۔لیکن ہمیں مستعد ہو کر اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے تا کہ شیطان ہمیشہ کے لئے مسلط نہ ہو جائے اور یادالٰہی سے دل غافل نہ ہو جائے۔ہمیں تو تھوڑی دیر کے لئے نہیں، ساری عمر، ہر گھڑی، اس خالق و مالک کو زبان سے بھی یاد کرنا ہے اور دل سے بھی اسے یاد کرنا ہے۔ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل رہنے کی اجازت نہیں ہے۔

جیسا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہ کا ارشاد مبارک سنایا تھا کہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ایک لمحہ کے لئے خدا کی یاد سے غافل ہو جانا یہ اکبرالکبائر ہے۔اور ہماری تو ساری زندگی اسی طرح غفلت میں گزرتی رہتی ہے۔

یہ کتنے مبارک حضرات کہ جن کے لئے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ ایک شعر پڑھا کرتے تھے کہ

گردن جھکائی اور تصویرِ جاناں دیکھ لی

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا جنت سے خطاب

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے۔حضرت شیخ الہند مولانا محمودالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

اے جنت! تجھ میں حور و غلماں رہتے ہیں

وہ فرماتے ہیں جنت کو خطاب کر کے ؎

اے جنت! تجھ میں حور وغلمان رہتے ہیں
ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت !تو میرے دل کا طواف کر

جنت سے کہتے ہیں کہ اے جنت! تجھ میں حور وغلمان رہتے ہیں، ہم مانتے ہیں کہ ضرور رہتے ہیں۔ ؎

مگر اے جنت میرے دل کا طواف کر
کہ اس میں حضور رہتے ہیں

اورفرماتے ہیں کہ تیری تمام نعمتیں، جس طرح حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ۔

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم
مرا چیزے نمی باید ، بجز دیدار یا اللہ!

اسی طرح حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جنت سے کیا لینا دینا؟ ہم تو اللہ اوراس کے رسول کودل میں بسائے ہوئے ہیں۔یہی ہماری جنت ہے۔

شیخ حذیفی

حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مجھے یاد آیا کہ یہ سلفی گروپ والے،ابھی تو کچھ عرصہ سے اتنے زوروں پرنہیں، ورنہ چندسال پہلے بہت زیادہ زوروں پر تھے،اوراتنے زیادہ کہ وہاں مدینہ طیبہ میں ہم تھے،تو ہروقت یہی سنتے رہتے تھے کہ آج فلاں کتاب شائع ہوئی، آج الدیوبندیۃ شائع ہوئی، آج جھود علماء الاحناف شائع ہوئی۔اورحد ہوگئی کہ مسجد نبوی کے امام حذیفی صاحب، وہ تو ساری دنیاکے امام ہیں،ان کاذہن تو بہت وسیع ہونا چاہئے تھا۔

ایک خاص فرقہ اوروہ فرقہ بھی باطل پرست فرقہ،اوروہ فرقہ بھی شرپسندفرقہ،اورفتین قسم کے لوگ،ان کے بہکاوے میں وہ کیسے آسکتے ہیں؟ ان کوتو دنیا کتنی وسیع ہے، دنیامیں مسلمان، امتِ اسلامیہ مختلف جماعتوں میں تقسیم ہے،کون کون سے گروہ حق پر ہیں،ان تمام کاان کومطالعہ ہونا چاہئے تھا۔

مگر یہ سازش اتنی زوروں پرتھی کہ وہاں مدینہ یونیورسٹی میں ایک موضوع دیا گیاکسی طالب

علم کو، **جُھُـوْدُ عُلَمَآءِ الْأَحْنَاف** کہ علماءِ احناف نے جو جدوجہد کی ہے، اس کی تاریخ مرتب کی جائے۔ اور اس کتاب کے مُشرف حذیفی ٹھہرائے گئے، کیوں کہ طالب علم پی ایچ ڈی کر رہا تھا، اور طالب علم جو یہ کتاب لکھ رہا تھا، اس کے مشرف ٹھہرائے گئے، یہ شیخ عبداللہ حذیفی۔

یہ جو مشرف ہوتا ہے، اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جیسے وہ طالب علم لکھتا رہتا ہے، لکھ کر اپنے مشرف کو دیتا رہتا ہے۔ پہلے پورا پلان پیش کرے گا کہ میں یہ یہ چیزیں لکھوں گا اور وہ قبول کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اس پر تحقیق کر کے ایک ایک حصہ لکھتا رہتا ہے۔ وہ سارا سال یا کتنے سالوں تک وہ تصنیف چلتی ہے، مشرف کی نگاہ سے اس کا ایک ایک حرف گزرتا ہے۔ پھر وہ مشرف کہے گا کہ ہاں اب یہ مکمل ہے۔ اس کے بعد وہ کتاب مناقشہ کے لئے جاتی ہے، ممتحنین آتے ہیں، وہ مناقشہ کرتے ہیں۔ جس نے کتاب لکھی ہے، اس سے سوالات کرتے ہیں۔ اس امتحان میں وہ پاس ہو جاتا ہے، اس کے بعد اس کو پی ایچ ڈی کی ڈگری دی جاتی ہے۔

اب شیخ حذیفی، ان کے پاس یہ کتاب پہلے دن سے لے کر مکمل کئے جانے تک رہی، اور بڑی ضخیم تین اتنی موٹی موٹی جلدیں ہیں۔

اس میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر کے ہمارے اکابرین حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام کو بے بنیاد بلا وجہ متہم کیا گیا اور کن الفاظ سے کہ فلاں وثنی قبوری، بت پرست اور قبر پرست۔

اور یہ قبر پرست کیسے لکھا گیا کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نوراللہ مرقدہ نے اگر اپنے سفرنامہ میں کسی جگہ یہ تحریر فرمایا ہو کہ ہم جب دہلی پہنچے، اس دن ہمارے نظام میں یہ بھی شامل تھا کہ ہم حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوں، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہم حاضری دیں گے۔ انہیں سلفیوں کو اشکال کہ حاضری کا لفظ، زیارت کا لفظ کیوں آیا؟ کسی مسلمان کی قبر پر پہنچ کر دعا نہ کی جائے؟ تلاوت نہ کی جائے؟ کیا پھر قبر پر پہنچ کر ٹھوکر مارنی چاہیے جس طرح کہ انہوں نے سب قبے گرا دیئے، **نَعُوْذُ**

بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ.

اسی قسم کے ہمارے اکابر کے واقعات اس کتاب میں مذکور ہیں، جس پر ان کو یہ ٹائٹل دیا گیا ''وثنی اور قبوری''، وہ صرف اس پر کہ وہ قبر پر حاضر ہوئے۔

اب ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ یہ حضرت محمد بن المنکدر رجن کی روایات تمہارے ابّا البانی نے بھی قبول کی ہیں، محمد ابن المنکدر رکی روایات، جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، مسلّم ہیں، اگر چہ بہت بڑے ذخیرہ کے متعلق اس نے کہہ دیا کہ یہ ذخیرہ سب ضعاف پر مشتمل ہے اور یہ روایات قابل رد ہیں، جس طرح اس نے سنن أبي داوٗد کا آدھے سے زائد حصہ نکال دیا، جامع ترمذی کا، سنن نسائی کا، تمام کتابوں کا، مگر اس نے بھی محمد ابن المنکدر رکی روایات اس میں باقی رکھی ہیں جہاں بھی پائی گئیں کہ یہ سند صحیح ہے۔

اور حضرت محمد بن المنکدر رتو سبق پڑھاتے ہوئے روز حاضر ہوتے تھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے استفادہ کرتے تھے۔ ان کے متعلق کیا کہو گے؟ اور یہ صحابیہ جو پریشان ہیں اپنے خطرات اور خواطر اور وساوس کے لئے، وہ روضہ شریف پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی رضا اور اجازت سے حاضر ہوتی ہیں، فریاد کرتی ہیں، وہاں سے جواب ملتا ہے، اور جواب ملنے کے اور بھی سینکڑوں واقعات ہیں۔ لیکن یہ تو صرف ان کتابوں سے اور جن کتابوں کو یہ لوگ مستند سمجھتے ہیں، اس میں سے یہ واقعات میں نے آپ کے سامنے گنوائے ہیں۔ تو ان کے متعلق وہ کیا کہیں گے؟

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ایک مرتبہ سلام کے لئے حاضر ہوئے روضہ شریف پر۔ اس زمانہ میں یہ دیوار اور حجرہ شریفہ اور یہ جالیاں کوئی چیز نہیں تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا چھپر نما حجرہ تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما

وہاں حاضر ہوئے اور سلام پڑھتے پڑھتے جب نہیں رہا گیا تو بیٹھ گئے۔ بیٹھنے کے بعد بھی جب قناعت نہ ہوسکی، تو پھر اپنے گال مبارک کو قبر شریف پر پھیرنے لگے، اپنی داڑھی مبارک کو جھاڑو بنا کر پھیر رہے ہیں جس طرح شعراء تمنائیں کیا کرتے ہیں۔

مدینہ طیبہ کا گورنر تھا مروان، وہ وہاں سے گزر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے عبداللہ! خیال رکھو کہ تم کیا کررہے ہو؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں، میں جو کچھ کررہا ہوں وہ مجھے معلوم ہے، میں کسی حال میں نہیں ہوں، میں عقل اور دانائی کے ساتھ یہ کام میں کررہا ہوں۔ اب ان کے متعلق کیا کہو گے؟

خیر، یہ مبارک ساعتیں ہیں اور میں تو یہ بزرگوں کے واقعات خواطر کے متعلق سنا رہا تھا کہ ان کو یہ پیش آئے ہیں۔ اور وہاں سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج فرمایا ہے۔

درحقیقت ہماری عبادتوں کا فلسفہ، اس کا نچوڑ، بزرگانِ دین نے پیش کیا۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ، امورِ ثمانیہ بتائے، جو یکم رمضان سے شروع کئے گئے تھے۔

اللہ تبارک وتعالی ہمارے بزرگوں کے طریق پر ہمیں زندہ رکھے، اسی پر ہمیں موت دے۔ ان تمام فتنوں سے امت کی حفاظت فرمائے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت نصیب فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے تصوف کے اصول ثمانیہ کا ذکر تھا، ان میں نفی خواطر ہے۔ وساوس کے بعد ساتویں، آٹھویں چیز بیان کرنی تھی: ربط قلب بالشیخ کہ دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ صمت وسکوت، دوامِ خلوت، دوامِ ذکر اور ربط قلب بالشیخ۔ کہ اپنے شیخ کے ساتھ ربط رہے۔ آپ ٹونٹی نل کھلا رکھیں گے، جبھی تو پانی نکلے گا۔ اس کو بند کیا تو پانی آئے گا نہیں۔ جو فیض اوپر سے لینا ہے، فیض وہاں سے آرہا ہے، اس لئے پائپ لائن اعتراض کر کے بند نہ کریں۔ یعنی حق سبحانہ وتقدس سے فیض آرہا ہے، اس کے کسی فعل پر کبھی اعتراض نہ ہو، نہ زبان پر آئے، نہ دل میں اعتراض ہو۔

ترکِ اعتراض بر حق سبحانہ وتعالیٰ کہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات پر کسی حال میں اعتراض نہ ہو۔ بار بار میں نے درمیان میں بھی یہ مضمون بیان کیا تھا کہ ہر چیز میں، فوراً ہمارا اعتراض اوپر چلا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کچھ صحابہ کرام، تابعین، بزرگوں کے واقعات، انبیاء علیہم السلام کے کل سنائے تھے، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے فیض آتا ہے، اعتراض کر کے بند نہ کریں۔ جیسے ہی آپ کہیں گے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوئی۔ جس طرح دعا میں بلیک لسٹ ہو جاتے ہیں، تو اسی طرح ہدایت کا فیضان موقوف ہو جائے گا۔

یہ دو آخری چیزیں تھیں ربط قلب بالشیخ اور ترک اعتراض بر حق سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ان مشائخ کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس طرح کل میں نے آخری دعا کی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں انہیں کے طریق پر زندہ رکھے، اسی پر ہمیں موت دے، انہیں کے ساتھ کل قیامت میں ہمارا حشر فرمائے۔

یہاں نہ کوئی حضرت ہے اور نہ کوئی حضرت والا۔ جب کوئی کہتا ہے حضرت والا! تو میں کہتا

ہوں کہ ہر کوئی حسرت والا ہی ہے۔حسرت ہی حسرت ہے۔ساری عمر سے کہ کاش! کہ ہم کچھ کر پاتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت شیخ یوسف بن حسن رحمۃ اللہ علیہ

اس لئے ہمارا حال تو ایسا ہے جس طرح کہ شیخ یوسف ابن حسن کا آخری وقت ہے، ہم بھی سب آج آخری مجلس کے بعد گھر جا رہے ہیں۔

چنانچہ سکرات کے وقت وہ کیا کہہ رہے ہیں، آخری جملہ اس دنیا سے جاتے ہوئے فرما گئے کہ اے اللہ! میں نے ان کو بہت دھوکا دیا، بہت دھوکا دیا، ساری عمر میں ان کو دھوکا دیتا رہا۔خدام ومریدین اور مخلوق کو تو میں دھوکا دے سکتا تھا، تجھے کیسے دھوکہ دے سکتا ہوں۔جن کو دھوکا دے سکتا تھا ان کے پاس رہا۔اب میں تیرے پاس آرہا ہوں اور تجھ پر سب کچھ آشکارا ہے۔

یہی حال میرا بھی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے۔آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیۡعِنَا وَحَبِیۡبِنَا وَمَوۡلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ
عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ ۚ
وَحَسُنَ أُو۟لَٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴾

صدق الله العظيم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عَمۡرو بۡنِ العَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا اَنَّ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّم قالَ الرَّاحِمُوۡنَ يَرۡحَمُهُمۡ الرَّحۡمٰنُ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی، اِرۡحَمُوۡا مَنۡ فِی الۡأَرۡضِ يَرۡحَمۡکُمۡ مَنۡ فِی السَّمَاءِ. وَفِی رِوَايَةٍ اِرۡحَمُوۡا تُرۡحَمُوۡا.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

بَابُ کَيفَ کَانَ بَدۡءُ الۡوَحۡيِ اِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ

وَ قَوۡلِ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوۡحَيۡنَا اِلَيۡکَ کَمَا اَوۡحَيۡنَا اِلٰی نُوۡحٍ وَ النَّبِيِّيۡنَ مِنۡ بَعۡدِهِ

حَدَّثَنَا الحُمَيۡدِیُّ قَالَ حَدَّثنَا سُفۡيَانُ قَال حَدَّثَنَا يَحۡیٰ بۡنُ سَعِيۡدِ الۡأَنۡصَارِیُّ قَالَ اَخبَرَنِی مُحَمَّد بۡنُ اِبۡرَاهِيۡمَ التَّيۡمِیُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلۡقَمَةَ بۡنَ وَقَّاص اللَّيۡثِی يَقُوۡلُ سَمِعۡتُ عُمَرَ بۡنَ الخَطَّاب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالی عَنۡهُ عَلَی الۡمِنۡبَرِ يَقُوۡل سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ

اِنَّمَا الۡأَعۡمَالُ بِالنِّيّاتِ وَاِنَّمَا لِامۡرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنۡ کَانَتۡ هِجۡرَتُهُ اِلَی دُنۡيَا يُصِيۡبُهَا أَوۡ اِلَی امۡرَأَةٍ يَنۡکِحُهَا فَهِجۡرَتُهُ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَيۡهِ

حمد و ذکر اللہ

یہ جو یہاں بحث کی جاتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے **الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ** خطبہ اور حمد سے کتاب کو شروع نہیں کیا، ایک جگہ بیان میں میں نے اس کا جواب دیا تھا کہ اس کا جواب اسی کی چوتھی سطر میں ہے، **سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ** اور یہاں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر اس حدیث کو بیان فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منبر پر بیان فرمایا، منبر پر اس حدیثِ پاک کے ارشاد سے پہلے تو خطبہ پہلے ہو ہی چکا، منبر کا کوئی خطبہ کوئی بیان خطبہ کے بغیر کیسے ہوتا ہوگا؟ یہ تو ہوگئی حمد اور ذکر کی بات۔

اب جیسے اختتام پر ہم دعا کرتے ہیں اور دعا کے لئے حاضر ہوتے ہیں کہ ختمِ بخاری شریف پر دعا قبول ہوتی ہے اس کے تجربات بیان کئے گئے ہیں، جب اتنا اہم اور آپ نیک کام شروع کر رہے ہیں، اس میں بھی ان شاء اللہ دعا قبول ہوتی ہوگی، دعا کیا کرنی چاہیئے؟

مجھے تو اپنی جہالت کی وجہ سے یہ بھی نہیں معلوم کہ کیا مانگنا چاہیئے اور کس طرح مانگنا چاہیئے اور مانگنے والوں جنہوں نے مانگا، ان کو ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ انہوں نے کیسے مانگا، کیا مانگا اور کس طرح مانگا؟ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وصالِ الٰہی مانگا **فاقبضنی الیک**۔

یَا سارِیَة! یَا سارِیَة! الْجَبَل! الْجَبَل!

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضرت علقمہ بن وقاص لیثی فرماتے ہیں کہ **سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ**، یہی مدینہ منورہ ہے، منبرِ رسول ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہے، جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہے، اور خطبہ کے بیچ میں بیان کچھ اور ہو رہا ہے اور اچانک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیان سے ہٹ کر اچانک کچھ اور کلمہ ارشاد فرماتے ہیں۔

کیا کلمہ اچانک کہتے ہیں جیسے کسی کو پکار کر نداء دی جاتی ہے، آواز دی جاتی ہے، متنبہ کیا جاتا ہے، اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **یَا سارِیَۃ! یَا سارِیَۃ! الُجَبَل! الُجَبَل!** یہ سب سننے والے حیران کہ یہ تو جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا، بیچ میں یہ کون آ گئے ساریہ؟ اور کیا آ گیا پہاڑ؟ خطبہ کے بیچ میں تو اِنُصَات کا، چپ چاپ سننے کا حکم ہے۔

نماز کے بعد کسی نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! یہ خطبہ کے بیچ میں آپ نے فرمایا **یَا سَارِیَۃ! یَا سارِیَۃ! الُجَبَل! الُجَبَل!** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نہاوند ایک فوج بھیج رکھی ہے، وہاں کا میدان میرے سامنے منکشف ہوا، میں دیکھ رہا تھا کہ دشمن پہاڑ کے پیچھے سے حملہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور جو اس فوج کے ذمہ دار ہیں ساریہ، انہیں اس کا پتہ نہیں، میں نے ان کی مدد کرنے کے لئے ان کو آواز دی۔

دیکھئے مدینہ منورہ اور دوسرے ملک میں نہاوند اور وہاں کا میدان حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں، اور خطبہ میں جس طرح یہ کام ہو رہا ہے پھر خطبہ ہو رہا ہے **یَا سارِیَۃ! یَا سارِیَۃ! الُجَبَل! الُجَبَل!** فرما کر اپنے کام میں مشغول ہو گئے، جو آگے مضمون چل رہا تھا، تسلسل کے ساتھ پھر اس پر شروع ہو گئے۔

اِنِّی لَاُجَھِّزُ جَیُشِیُ وَ اَنَا فِی الصَّلٰوۃ

یہی کام خطبہ کی طرح سے نماز میں بھی ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ خود فرماتے ہیں **اِنِّی لَاُجَھِّزُ جَیُشِیُ وَ اَنَا فِی الصَّلٰوۃ**، کہ نماز میں بھی میں یہ کام کرتا ہوں، **اِنِّی لَاُجَھِّزُ جَیُشِیُ وَ اَنَا فِی الصَّلٰوۃ**، اور اللہ کی شان کہ جیسے ہی انہوں نے دیکھ لیا اور مدینہ منورہ سے، منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آپ نے فرمایا **یَا سَارِیَۃ! یَا سارِیَۃ! الُجَبَل!** تو یہ آواز وہاں پہنچ بھی گئی اور حضرت ساریہ نے سنی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرما رہے ہیں کہ پہاڑ کا خیال رکھو، اس پر وہ دشمن کے حملہ سے بچ گئے اور ان کی حفاظت ہو گئی۔

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا

یہی نہاوند ہے اور نہاوند میں حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ ہیں، اور وہ اس جنگ میں نہیں، کسی اور موقع پر دعا کر رہے ہیں۔ میں نے یہ قصہ بیان کیا، دعا کیا مانگنا چاہئے، اور کس طرح مانگنا چاہئے۔انہوں نے اپنے ساتھیوں کی موجودگی میں دعا شروع کی، کہ ساتھیوں نے کہا کہ کچھ دشمن کا پلڑا بھاری معلوم ہوتا ہے، انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی، اور دعا کیا مانگی کہ اے خدا! ہمیں فتح عطا فرما اور فتح بھی ایسی کہ ہم ان پر فتحیاب ہوں اور ان کے گلے اور کندھوں پر ہماری فوج نے رسیاں باندھ رکھی ہوں، ان کو قیدی بنایا ہو اس طرح ان کو ذلیل کیا جا رہا ہو، ایسی فتح ہمیں عطا فرما ثُمَّ اقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ.

جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تنگ ہو کر اس دنیا اور دنیا والوں سے اور ظالموں سے تنگ ہو کر دعا مانگی تھی اقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ، کہ اے خدا تو مجھے اپنے یہاں، مجھے تو اپنے پاس اٹھا لے۔ اب ساتھی دعا سن رہے ہیں لیکن دو دعائیں ہیں۔ ایک میں فتح کی دعا مانگی جا رہی ہے اور دوسرے میں اتنے بڑے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی دعا مانگ رہے ہیں نعمان بن مقرن، تو اپنے لئے شہادت مانگ رہے ہیں۔ اب ان کی جدائی کی دعا پر ہم کیسے آمین کہیں؟

اب وہ چپ، ساتھی سب آمین کہنے سے ہچکچا رہے ہیں، کہ ہم کیسے آمین کہیں، حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ یہ آمین نہیں کہہ رہے ہیں، آپ نے زور سے کہا رَحِمَکُمُ اللّٰہ، اَمِّنُوْا، اللہ تم پر رحم کرے، آمین کیوں نہیں کہہ رہے؟ آمین کہو! اب کہنا پڑا، آرڈر ملا تب جا کر انہوں نے آہستہ سے کہا آمین تو ثُمَّ بَکَوْا، کہتے ہیں روتے ہوئے آمین بھی کہی اور رونے لگے، اور اللہ تعالی نے ان کی یہ دعا ایسی قبول فرمائی کہ زبردست فتح نصیب ہوئی، ظفریاب ہوئے اور انہیں شہادت بھی ملی۔

اسی طرح کا ایک اور قصہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے کہ ایک جگہ حضرت

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ یا اللہ! آج تو دشمن کے غلبہ کا اب ہمیں یقین ہوگیا اور کیسے ہم فوج کو بچا پائیں گے؟ وہ حاضر ہوئے اپنے ساتھی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اور ان سے عرض کیا کہ دیکھئے، آپ کا اللہ عز وجل کے حضور بڑا مرتبہ ہے، اللہ تعالی نے آپ کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا ہے اور ہم آپ کو اللہ کی قسم دے کر یہ عرض کرتے ہیں کہ آج جو اللہ کے یہاں آپ کی پوچھ ہے، اس کو کام میں لایئے اور اس ذلت والی شکست سے ہم سب کو آپ بچا لیجئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا

کیوں؟ یہ آپ نے سنا ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالی نے کچھ لوگوں کو یہ مرتبہ عطا فرما رکھا ہوتا ہے کہ وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں، کہ جو دعا مانگتے ہیں ان کی دعائیں قبول ومقبول ہوتی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ انہیں میں سے تھے، مستجاب الدعوات، وہ جو دعا مانگتے، وہ اللہ کے یہاں قبول ہوتی۔

ایک دفعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف کوفہ والوں نے شکایت کی تھی اِنَّــهُ لا يَسْـرِی بِالسَّرِيَّة، وَ لا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّة، و لا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک تحقیقاتی کمشن بھیجا، وفد بھیجا تحقیق کے لئے، کہ وہاں کے گورنر کے خلاف یہ شکایت آئی ہے ۔وہاں والوں کی تین شکایتیں ہیں، کہ دوسروں کو بھیجتے رہتے ہیں، خود نہیں جاتے ہیں فوج میں اِنَّهُ لا يَسْـرِی بِـالسَّـرِيَّة، وَ لا يَـقْسِمُ بِالسَّوِيَّة، بیت المال کی آمدنی سے صحیح طور پر خرچ نہیں کرتے، و لا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ جو مقدمات آتے ہیں ان میں عدل اور انصاف نہیں برتتے۔

کوفہ کی تمام مساجد میں گیا یہ وفد جو مدینہ طیبہ سے پہنچا تھا، تمام مساجد میں گئے اور وہاں اعلان کرتے رہے کہ بھائی تمہارے گورنر حضرت سعد کے خلاف کوئی شکایت ہو تو بتاؤ۔ سب کہنے لگے تعجب سے، ہمیں تو کوئی شکایت نہیں، عشرہ مبشرہ میں سے اتنے عظیم گورنر ہمیں ملے ہیں،

کیا شکایت ہوسکتی ہے ان کے خلاف؟ وہ کہتے ہیں ایک مسجد میں ہم پہنچے، ایک بڈھا کھڑا ہوا اعلان پر کہ کسی کو کوئی شکایت ہے؟ بڈھے نے کھڑے ہوکر کہا ہاں، **یُقَالُ لَهُ اَبُو سَعْد،** اس نے کھڑے ہوکر اپنی یہ تینوں شکایتیں دہرائی کہ ہاں **اِنَّـهُ لا يَسْـرِى بِـالسَّـرِيَّة، وَ لا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّة، و لا يَعْدِلُ فِى الْقَضِيَّةِ.**

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسی وقت، جب سنا کہ فلاں نے یہ میرے خلاف الزام لگایا، اب انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ شخص جھوٹا الزام لگا رہا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میں فوج کے ساتھ نہیں جاتا، تو گویا کہ مجھے زندگی پسند ہے۔ تو جانتا ہے کہ میں تو اس دنیا میں رہ کر بھی کیا کروں گا، یہ دنیا سے میرا کیا لینا دینا؟ یہ زندگی کی محبت تو اسی کو دے دے اور اسی کو طویل زندگی دے دے، مجھے نہیں چاہئے۔ اور تجھے معلوم ہے الٰہی، کہ مجھے تو دنیا سے کوئی محبت نہیں کہ میں بیت المال سے خورد برد کروں، خیانت کروں، تو یہ دنیا کی محبت تو اسی کو دے دے، اور وہ کہتا ہے **و لا يَعْدِلُ فِى الْقَضِيَّةِ** جو قاضی اگر انصاف نہ کرے وہ فاسق، الٰہی میرا دامن تو اس سے پاک ہے، اس میں اسی کو مبتلاء کردے۔

خیر وہ آگے پھر اس کا انجام بڈھے کا کیا ہوا بخاری شریف میں اس کو پڑھیں گے، ان کی دعا کے قبولیت کے نتیجہ میں، تو یہ ہوتے ہیں مستجاب الدعوات۔

اسی طرح دوسرے لائن کے ہوتے ہیں جن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ،** کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں، تو اللہ تعالی ان کی قسم کو پورا فرمادے اور اس کے برعکس **مَنْ يَتَاَلَّ عَلى اللّٰهِ يُكَذِّبُهُ،** کہ جس کا یہ مرتبہ نہ ہو اور لوگوں کے سامنے اپنی بزرگی جتانے کے لئے کہے کہ ایسا ہوگا، جیسے مرزا کو اللہ تبارک وتعالی نے ہر چیز میں، ہر قدم پر جھوٹا ثابت کیا اس کے دعوؤں پر، اس طرح جو بھی اس طرح کے غلط دعوے کرتے ہیں، اللہ تعالی ان کو پھر جھوٹے ثابت کرتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا

اور وہ حضرات جو اس لائن کے ہوں، لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ، کی لائن کے، تو اللہ تبارک وتعالی کو کون کہہ سکتا ہے کہ تجھے تیری ذات کی میں قسم دیتا ہوں کہ تجھے ایسا کرنا ہوگا، کوئی کہہ سکتا ہے اللہ کو؟ اللہ تعالی کے ساتھ کتنا نازان کو، تو حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے ان کے ساتھیوں نے آکر عرض کیا کہ آپ کو آج اپنے اس مرتبہ کو استعمال کرنا ہوگا۔

انہوں نے بھی اسی وقت ہاتھ اٹھائے دعا شروع کی، اچھا میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو، تو انہوں نے بھی کہا کہ یا اللہ! اس کفر اور شرک کو تو ذلیل فرما اور ان کو اور ہم سب کو فتح نصیب فرما اور ساتھ مجھے بھی شہادت نصیب فرما۔ اللہ تبارک وتعالی نے ان کی دعا قبول فرمائی، فتح تو ملی اور ساتھ ان کو شہادت بھی ملی۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا

احد میں یہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ان کے دوست حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ آج مقابلہ ہوگا زبردست، دونوں نے کہا کہ چلو آؤ، آج کے دن کے لئے ہم دعا کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جحش نے اپنے ساتھی حضرت سعد سے کہا کہ اچھا آپ پہلے دعا کیجئے۔

حضرت سعد نے دعا کی الٰہی! آج جب یہ مقابلہ شروع ہو، تو جو ان میں سب سے زبردست، طاقتور، بہادر انسان ہو ان کا، کفار میں بہادری اور شجاعت میں سب سے زیادہ مشہور ہو، اس سے میرا مقابلہ ہو، اس کے لئے، اس کو تو میرے مقدر فرما، کہ وہ میرے سامنے آئے، اور میں مقابلہ میں اس کو شکست دوں، اس کو قتل کروں، اس کے ٹکڑے کروں، و آخُذُ سَلَبَہٗ، اور اس کا مالِ غنیمت، مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا فَلَہٗ سَلَبُہٗ کے تحت وہ مالِ غنیمت اس کا میں پاؤں، تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اس پر زور سے کہا آمین۔

اب باری تھی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی، انہوں نے دعا شروع کی، انہوں نے کہا کہ الٰہی! آج جب مقابلہ شروع ہو، تو کفار کے کسی آدمی سے میرا مقابلہ ہو اور وہ مجھ پر وار کرے اور ایسے وار کرے کہ میرے جسم کے ٹکڑے الگ الگ کر دے یہاں تک کہ میرے ناک کان اعضاء کاٹے جائیں۔

چنانچہ جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ جہاں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی لاش پڑی ہوئی تھی، ایک دھاگے میں ان کے ناک کان ٹکڑے کر کے ہار بنا کر رکھا ہوا تھا ان کی بوڈی پر، اس کو دیکھ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمانے لگے ان کی دعا میری دعا سے اچھی تھی۔ یہ انہوں نے مانگا۔

حضرت شعبی کی دعا

آپ حضرت شعبی کا اسمِ گرامی سنتے ہیں کہ جنہوں نے تدوینِ حدیث سب سے پہلے کی ہے، اول مدون احادیث، ابن شہاب زہری کی طرح شعبی کا نام آتا ہے، تو وہ اپنا ایک قصہ بیان فرماتے ہیں۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ مہاجرین کا ایک قافلہ جا رہا تھا، تو ریگستان میں سفر ہو رہا ہے۔

وہ قافلہ جا رہا ہے مہاجرین کا اور راستہ میں ایک مہاجر کی سواری تھی حمار، دراز گوش۔ اتنے عظیم اللہ کی منتخب جماعت صحابہ کی اور اس میں سے بھی پھر منتخب، **السَّابِقُوْنَ الاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَان**، تو صحابہ کرام کی جماعت میں بھی سب سے منتخب مہاجرین۔

اس مہاجر کی یہ سواری جس پر وہ سوار تھے، حمار پر، دراز گوش پر، وہ راستہ میں مر گئی۔ اب وہ ٹھہر گئے، سارا قافلہ ٹھہر گیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ بھائی گڑھا کھود دو اور اس میں دھکیل دو، یہ تو مر گیا ابھی۔ تو وہ کہنے لگے نہیں، ساتھیوں نے کہا کیا نہیں؟ یہ تو مر گیا ہے، چلو آگے، ہمارے پاس

اور سواریاں ہیں، اس پر سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا نہیں۔ کہا کہ اس کو دفن کر دیتے ہیں گڑھا کھود کر، کہا نہیں۔ ساتھیوں نے سمجھایا تو وہ کہنے لگے نہیں مجھے یہی چاہئے۔ اب ساتھی بہت سمجھاتے رہے، بالآخر اتنے تنگ ہو گئے، مجبور ہو گئے کہ وہ چل پڑے، چلے گئے، ساتھی کو تنہا ریگستان میں اکیلا اور اس کے سامنے اس کی سواری مری ہوئی پڑی ہے، وہ چلے گئے۔

جب کہیں جا کر ساتھیوں نے منزل کی تو دیکھا کہ کوئی سوار آ رہا ہے۔ ارے! جیسے جیسے سوار نزدیک پہنچا، دیکھتے ہیں کہ ہمارا یہی ساتھی جن کا حمار، دراز گوش مر گیا تھا وہ اسی دراز گوش پر سوار ہو کر آ رہے ہیں، بڑے حیران کہ الٰہی! ہم نے دیکھا تھا کہ سچ مچ وہ مر گیا تھا، ان سے پوچھا کہ کیا ہوا۔

انہوں نے کہا آپ لوگ جب آ گئے، تو اس کے بعد میں نے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے فریاد شروع کی اللہ عزوجل سے، کہ الٰہی! میں تیرے راستہ میں ہوں اور اس میری سواری کو پیدا کرنے والا بھی تو، اور تو چاہے تو اسے دوبارہ زندہ کر دے، تو میری تجھ سے یہ درخواست ہے، فریاد ہے کہ تو اسے زندہ کر دے۔

حضرت عزیر علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا معجزہ یہ سابقین انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جو معجزات ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور مرتبہ دیکھئے کہ اللہ عزوجل ان انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات کو اس امت کے اولیاء کی کرامتوں کے طور پر ظاہر فرماتے ہیں، کہ جیسے ان کے لئے، حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے دراز گوش کو اللہ تبارک وتعالی نے زندہ فرمایا تھا، تو ان کا یہ دراز گوش بھی پھر زندہ، اور سوار ہو گئے اور ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔

اب میں سوچ رہا ہوں کہ میں اس مبارک تقریب میں کیا دعا کروں؟ لیکن میں نے عرض کیا کہ اپنی جہالت اور حماقت کی وجہ سے مجھے تو مانگنا نہیں آتا، کوئی کہے گا کہ کمر بہت دکھتی ہے، کسی کو سر میں درد ہوتا ہے، کسی کو یاد آئے گا فلاں بیمار ہے، کسی کو فلاں تکلیف، مالی، جانی، اپنے گھر کی، رشتہ داروں کی، کسی کو کیا یاد آئے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں مانگنے کا ڈھنگ عطا فرمائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت نصیب فرمائے، یہ آپ نے جو شروع کیا اللہ عزوجل عافیت کے ساتھ اس کو مکمل فرمائے، علومِ نبویہ سے بہرہ ور فرمائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے سچی محبت نصیب فرمائے، عشق نصیب فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ .

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ہمارا جسم بنایا ہے اور ایک اس کے اندر روح رکھی ہے۔ ان دونوں میں اصل روح ہے، جسم اس روح کے لئے ایک خول اور ایک سواری کی طرح ہے۔

آج ہماری پوری توجہ جسم بنانے کی طرف ہے روح بنانے کی طرف نہیں ہے۔ روح میں اگر ایمان ہے اور اس پر ہم نے محنت کی ہوگی تو موت کے وقت اس روح کو لینے کے لئے فرشتے جنت سے خوشبو لے کر آئیں گے ﴿فَرَوْحٌ وَّرَيْحَان وَجَنَّة نَعِيْم﴾ یہ اس روح کا حال ہوگا، فرشتے اس کا احترام کریں گے، اور اگر روح پر محنت نہیں، تو موت کے وقت ہی سے سختی اور عذاب کی صورت شروع ہو جائے گی۔ موت کے وقت نیک و بد، مومن و کافر سب کو حقیقت معلوم ہو جائے گی اور اس وقت حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کسی عزیز نے خواب میں ان سے پوچھا کہ آپ تو اچانک چلے ہی گئے۔ حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے سامنے تو ایک گلاب کا پھول لایا گیا، اس کے ساتھ ہی میں چلا گیا۔ یہ حدیث میں آتا ہے کہ ﴿فَرَوْحٌ وَّرَيْحَان وَجَنَّة نَعِيْم﴾ تو ریحان پھول وہاں سے لایا گیا اور اس کے ساتھ، اتنی خوشبو اس میں، ایسی خوبصورتی کہ روح جس طرح بچہ، سویٹ دکھاؤ، اس طرح لپک کر

جھپٹنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس طرح یہ بھی چلے گئے۔

روح وجسم

دوستو! اس روح پر اگر ہم محنت کریں تب پتہ چلے کہ یہ روح کیا چیز ہے، ورنہ ہم تو جو زبان کو چیزیں اچھی لگتی ہیں ہم اس کو وہ چیزیں دینے کی کوشش کرتے ہیں، جو منظر اچھا لگتا ہے وہ آنکھ کو دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، جو کان سننا چاہتے ہیں وہ اس کو سنانا چاہتے ہیں، تو یہ تمام جسم جو مانگتا ہے وہ ہم پورا کر رہے ہیں، مگر ہماری روح بھی کچھ مانگتی ہے، جب یہ پتہ بھی نہ ہو کہ روح ہے کدھر، تو وہ کیا مانگتی ہے اس کا ہمیں کیا پتہ؟

اللہ! اور جنہوں نے دونوں کو الگ الگ سمجھا کہ یہ روح اور یہ جسم، ان کے لئے ہر چیز آسان ہوگئی، ان کی زبان بھی کچھ نہیں مانگتی، ان کی آنکھیں بھی کچھ نہیں مانگتیں، ان کے کان بھی کچھ نہیں مانگتے، کیوں کہ انہوں نے اپنے جسم کو بالکل علیحدہ کرلیا ہے، نہ ان کو کھانے کی ضرورت، نہ پینے کی ضرورت، نہ آنکھوں کو سونے کی ضرورت، ساری آوازیں سننے سے ان کے کانوں کو وحشت۔ کتنے بزرگوں کے آپ واقعات سنیں گے کہ وہ کھانا ہی نہیں کھاتے۔

چالیس دن میں ایک کھجور

ان لوگوں کے یہاں چلہ ہوتا تھا، تو پورے چلہ میں ایک کھجور، چالیس دن وہ گذارتے، صرف شام کو اپنا روزہ افطار کرنے کے لئے ایک گھونٹ پانی پی لیتے، بس، کھانا پینا کچھ نہیں، چالیس دن میں ایک کھجور۔

ایک بزرگ نے سورت سے سفر کیا، اس زمانہ میں سورت سے کشتیاں جاتی تھیں، سفر کرکے جدّہ پہنچے، تو جدّہ کے ساحل پر اترنے تک ان کو چالیس دن لگے، تو وہ چالیس دن میں صرف ایک کپ کافی انہوں نے پی، نہ کچھ کھایا نہ پیا، تو یہ ان حضرات کی بات ہے جن کے جسم اور روح دونوں قوتوں کو وہ الگ الگ کرلیتے ہیں۔

رمضان المبارک میں حضرت شیخ قدس سرہ کی غذا

حضرتِ شیخ قدس سرہ رمضان المبارک میں کچھ نہیں کھاتے تھے، سارا رمضان المبارک بڑی مشکل سے زبردستی چائے اوراس کے ساتھ ایک انڈے کی زردی حضرت کو پیش کی جاتی تھی، کبھی کھائی اور آدھی پیالی روز ہمیں دے دیتے۔ اوران کی کسی چیز میں کوئی فرق نہیں آتا تھا بلکہ اور زیادہ ان کے معمولات بڑھ جاتے ہیں، تو ہم تو جتنا کھاتے ہیں اتنی ہی زیادہ سستی، اتنی ہی زیادہ تھکاوٹ، ان کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ جسم الگ یہ روح الگ ہے۔

انتقال کے وقت جیسا میں نے عرض کیا کہ کافر مؤمن، نیک اور بد سب کو معلوم ہو جائے گا کہ اوہو! یہ تو جسم اس روح کے لئے ایک خول تھا، جسم ایک سواری تھی۔

شاہ یعقوب مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

ایک بزرگ گذرے ہیں، شاہ یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ، بھوپال میں۔ حضرت شاہ یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو سب گھر والوں کو اکٹھا کیا، کچھ نصیحتیں فرمائیں، کہ اب میرے جانے کا یہ وقت ہے اور میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں، بڑے صاحبِ کرامات تھے، آپ کو دستِ غیب بھی حاصل تھا، اس کے بھی بڑے واقعات ہیں۔

ان کو نصیحتیں فرمانے کے بعد اچانک فرمانے لگے کہ یہ دیکھو! ذرا تھوڑی دیر کے لئے تم لوگ باہر ہو جاؤ، میرے پاس کچھ اور لوگ آ رہے ہیں، سب کو باہر بھیج دیا۔ اس کے بعد پھر ان کو دوبارہ تھوڑی دیر کے بعد اندر بلایا۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ دیکھو! یہ ملک الموت آ گئے اور میری روح نکالنی انہوں نے شروع کر دی، اب یہ میرے ٹخنوں تک میری روح نکال لی، اب یہ میرے گھٹنوں تک نکال لی، اب یہ میرے پیٹ تک نکال لی، اب یہ میرے سینہ تک روح پہنچ گئی، اب میں رخصت ہوتا ہوں ''لاالٰہ الا اللّٰہ'' تو کیسے روح کس کس مرحلہ سے، کس طرح گذرتی

ہے، سارا وہ بیان کرتے رہے۔

یہ جب ہے کہ ہم دنیا میں روح کیا چیز ہے؟ اس کو کس غذا کی ضرورت ہے؟ اس طرف متوجہ ہو، اور جسم ہی کی خدمت میں ہر وقت اگر ہم نے ساری عمر اسی میں صرف کر دی، تو روح تو اتنی ہی مضمحل ہوتی چلی جائے گی، اور جب اس پر زیادہ محنت کی جاتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ اسے وہ قوتیں عطا فرماتے ہیں کہ جس کے متعلق آپ سنتے ہیں کہ ایک بزرگ یہاں بھی ہیں، وہاں بھی ہیں، موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس طرح کے واقعات بہت ہیں۔

یہ حضرات جسم کو ایک خول سمجھ لیتے ہیں کہ اس کو نہ کھانے کی ضرورت، نہ پینے کی ضرورت، کسی چیز کا یہ محتاج نہیں، اصل چیز وہ روح ہے، اور اس کو پھر وہ جہاں چاہیں، جیسے چاہیں وہ استعمال کر سکتے ہیں، اور روحانی طور پر پھر ان کا عالم ارواح سے ایسا اتصال ہو جاتا ہے کہ بالکل ہاٹ لائن جس کو کہتے ہیں، اب کوئی کام، کوئی واقعہ، کوئی چیز، گردن جھکائی۔

حاجی امداد للہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں یہ ترکوں کی حکومت ختم ہو رہی تھی، قتل و غارت ہر جگہ عام تھا، تو کثرت سے لوگ آتے، پوچھتے کہ حضرت میں اب مدینہ منورہ جانا چاہتا ہوں، جاؤں؟ فرماتے کہ اچھا ایک ہفتہ ٹھہر جاؤ اس کے بعد جانا، کسی کو فرماتے کہ اچھا تم جموم کے راستہ سے چلے جاؤ، کسی سے فرماتے کہ اچھا تم سلطانی راستہ سے چلے جاؤ، بیٹھے بیٹھے روح پرواز کر رہی ہے، سب کچھ معلوم ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت میری طبیعت بہت خراب ہے، اور مجھے امید نہیں کہ میں مدینہ منورہ پہنچ پاؤں گا یا نہیں؟ تو حضرت نے گردن جھکا کر فرمایا کہ نہیں! نہیں ان شاء اللہ تم پہنچ جاؤ گے، تم روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ روانہ ہوئے، مدینہ منورہ ایک منزل باقی رہ گیا، وہاں بیمار ہوئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر انتقال فرمایا۔

ایک شخص حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے، دیکھا کہ روز یہ اس وقت کہیں ٹہلنے کے لئے جاتے ہیں، کہاں جاتے ہیں؟ تو اصرار سے پوچھا،تو حضرت نے فرمایا اچھا! کسی سے کہنا نہیں، پیچھے پیچھے آ جاؤ، میرے پیچھے تم چلتے رہو، کہتے ہیں کہ چند قدم چلے آبادی سے باہر چلے ہوں گے، پھر اچانک دیکھا کہ یہ تو مدینہ منورہ آ گیا۔

اصحاب حضوری

یہ ساری دنیا بھر کی سیر پلکوں میں، اِس ملک سے اُس ملک تک پہنچ جانا، اور ان کو یہ جو تمام تصرفات حاصل ہوتے ہیں وہ اسی روح کی برکت سے ہے، جتنی روح قوی تر ہو جاتی ہے اور پھر ان کی روح کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہر وقت باریابی کی اجازت ہوتی ہے کہ جب چاہو، تمہیں اجازت ہے۔

اب ہمیں ساری عمر تمنا رہتی ہے کہ کاش کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں ایک مرتبہ زیارت ہو جائے، مگر یہ اصحابِ حضوری جن کو کہتے ہیں ان کی روحانی قوت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیشہ باریابی کی اجازت ہے، آنکھیں بند کیں، وہاں پہنچ گئے۔

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

اکثر لوگوں نے تو یہ قصہ حضرتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے، تمام کتابوں میں تقریباً یہی ملتا ہے، مگر میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان کے استاذ شیخ عبدالوہاب کا قصہ ہے، جو گجرات بھروچ کے رہنے والے تھے اور شیخ علی متقی صاحب کنزالعمال کے شاگردوں میں ہیں، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ۔

اب ان کا شیخ عبدالوہاب کا، یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ مدینہ منورہ سے واپسی پر ان کا آنے کو جی نہیں چاہتا تھا، کیوں کہ یہ اصحابِ حضوری لوگوں میں سے

تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر صلوۃ وسلام کے لئے حاضر ہوتے، وہاں سے جواب ملتا، جواب سنتے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں وہاں چلا جاؤں گا ہندوستان، تو میں اس دولت سے محروم ہو جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! وہاں بھی تم جیسے ہی گردن جھکا کر یہاں پہنچنا چاہو گے، تو تمہیں حاضری کی فوراً اجازت مل جائے گی۔

چنانچہ ہندوستان واپسی کا سفر شروع ہو گیا اور ہر منزل پر کوشش تھی کہ اللہ کے کسی نیک بندے سے ملاقات ہو جائے۔ ایک جگہ کنارہ پر بتایا گیا کہ یہاں ایک بزرگ ہیں۔

اب یہ ان بزرگ کے جھونپڑے کی تلاش میں نکلے، اِدھر اُدھر پہنچے، کسی نے بتایا کہ وہاں دُور ان کا جھونپڑا ہے، وہاں گئے، وہاں پہنچ کر اندر گئے تو اس نے ایک شراب کا گلاس پیش کیا، کہ شراب پی لو۔

یہ بہت بڑے عالم، بہت بڑے محدث، انہوں نے کہا یہ تو حرام ہے۔ کہا کہ پی لو، ورنہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ سلب ہو جائے گا، تمہارے پاس کچھ رہے گا نہیں۔ اب یہ اس کے اصرار پر شراب نہیں پی رہے ہیں کہ شریعت میں حرام اور ناجائز ہے اور وہ اصرار کرتا ہے۔

پھر یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا یہ کوئی دنیادار ڈھونگی آدمی ہے یا واقعی کوئی اللہ والا ہے، اس کے لئے انہوں نے گردن جھکائی، تو صفایا معلوم ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاتی تھی وہ بھی نہیں، جیسا اس نے کہا تھا روحانیت سلب کرلوں گا، بہت پریشان ہوئے۔ ایک دن گذرا، دوسرے دن پھر پہنچے، کہ شاید کوئی ایسی بات ہوگی کہ اسی کے پاس جانے سے مسئلہ حل ہو سکے گا، پھر پہنچے، تو اس نے پھر وہی گلاس پیش کیا، آپ نے کہا یہ تو حرام ہے، میں یہ نہیں پی سکتا، تین دن اسی حالت میں گذر گئے کہ وہ اصرار کرتا رہا شراب کے لئے، آپ انکار کرتے رہے۔

کہتے ہیں چوتھے دن اس طرح کی کیفیت ان پر طاری ہوئی اور جیسے ہی انہوں نے گردن جھکائی دیکھتے ہیں کہ وہ فقیر کا جھونپڑا وہاں ہے اور کچھ فاصلہ پر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سن رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں جو حاضر ہیں ان سے پوچھتے ہیں کہ بہت دن

ہو گئے شیخ عبدالوہاب آئے کیوں نہیں؟ شیخ عبدالحق کیوں نہیں آئے؟ تین دن گذر گئے۔

انہوں نے جیسے ہی یہ آواز سنی، یہاں سے چلّا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ فقیر مجھے آنے نہیں دیتا۔ تین دن سے جب میں آنا چاہتا ہوں تو مجھے روکتا ہے، تو انہوں نے اس وقت دیکھا اور سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِخسَأ یَا کَلبُ'' اس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر، کہ اے منحوس کتے! تو یہاں سے منہ کالا کر۔

اب یہ مراقبہ سے فارغ ہوئے اور جھونپڑے کی طرف گئے۔ وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، ان سے پوچھا کہ بھئی! باہر کیوں بیٹھے ہوں؟ کہا کہ بہت دیر سے ہم بیٹھے ہیں، یہاں ابھی دروازہ کھلا نہیں، تو انہوں نے کہا کہ یہاں سے تم نے دروازہ سے کسی کو نکلتے ہوئے دیکھا؟ تو کہنے لگے دروازہ سے اور تو کوئی نہیں نکلا ایک کتا یہاں سے نکل کر گیا۔ تو حضرت شیخ فرمانے لگے کہ اچھا! اب دروازہ کھول کر دیکھو! تمہارے شیخ کو حق تعالیٰ شانہ نے کتے کی شکل میں تبدیل کر دیا، کیوں کہ کتا وہاں سے نکل کر چلا گیا تھا۔

روح کی پرواز

یہ روح، ہم تھوڑی سی اس کی طرف توجہ کریں تو اللہ ہمیں بڑے اونچے مدارج اور مراتب سے نوازتے ہیں، اور یہ عالم ہی کوئی اور ہے، مگر ہمیں اس کی ادنیٰ چاشنی معلوم نہیں، اس میں کیا لذت حق تعالیٰ شانہ نے رکھی ہے۔ ہم نے تو یہ جسم جتنا اس کو ہم دیتے چلے جائیں گے، زیادہ اچھا لگا، کوئی کھانا آپ نے کھا لیا پیٹ پھول جائے گا اور تکلیف مزید۔ دوستوں کے ساتھ دل لگی میں، باتیں سننے میں بہت لطف آیا، زیادہ دیر جاگیں گے سر میں درد ہو جائے گا، تو یہ جسم تو انتہائی کمزور، اس میں کوئی طاقت نہیں، انتہائی محدود قوت اس کے پاس ہے۔

اس کے برعکس روح، اس کی پرواز انتہائی بلند، روح انتہائی طاقتور، جو غذا اسے چاہئے اگر آپ اس کو دینے لگیں تو اس کی پرواز کے لئے یہ دنیا تو کچھ بھی نہیں۔ کہتے ہیں کہ ہتھیلی کی طرح یہ

دنیا ہے، اس کی پرواز کے لئے تو عالم ملکوت چاہیئے، عالم امر چاہیئے، عالم خلق اس کے لئے کافی نہیں ہے، عالم امر، عالمِ بالا اس کے لئے چاہیئے۔

روح کی غذا

دوستو! یہ روح کی غذا یہ ہماری نمازیں، روزے، ذکر، تلاوت، تسبیحات اور اہلِ سلسلہ بزرگوں سے جو وابستہ ہیں، ان کے معمولات پر جتنا اس کے اوپر آپ عمل کریں گے دیکھئے! چند روز میں اس روح کی کیا کیفیت بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے مشائخ کا جو اصل سلسلہ تھا اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور دنیا اور دنیا کی زیب وزینت، اس کی لذتیں، اس کی نعمتیں، اس سے وحشت عطا فرمائے، اس کا ناپائدار ہونا اور اس کا حقیر اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بے قیمت ہونا ہمارے دل میں اتار دے، اس کی نفرت ہمارے دلوں میں پیدا فرمادے، اور آخرت کے لئے عمل کرنے کی اور روح کو غذا دینے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین.

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ کفیٰ وسلام علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ، اما بعد!

دوستو! یہ حاجی شیر محمد صاحب نے جو کچھ آپ کے سامنے کہا، یہ اِس اعتبار سے تو غلط ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان بھائی کے سامنے اُس کی تعریف نہیں کرنی چاہئے۔

ایک صحابی نے دوسرے صحابی کی موجودگی میں اُن کی تعریف فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وَیحَکَ قَطَعتَ عُنقَ اَخِیکَ" کہ اوفو! تم نے تو اِن کی گردن ماردی۔ یعنی اِس تعریف کی وجہ سے اگر اِن میں کوئی تغیر پیدا ہوا، اِن میں عُجب پیدا ہوا، اِنہوں نے سمجھا کہ میں واقعی اچھا انسان ہوں، تو ساری عمر بھر کی تمام کمائیاں اور نیکیاں سب ختم۔

سب سے پہلا گناہ

ابلیس نے کوئی کم نیکیاں کی ہیں؟ کہتے ہیں کہ آسمانوں پر کوئی ایک بالشت کے برابر ایسی جگہ اس نے نہیں چھوڑی، جہاں اس نے سجدہ نہ کیا ہو، جہاں وہ اللہ کی عبادت نہ کر چکا ہو۔

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب پُتلا بنایا گیا اور ابلیس کو سجدہ کا حکم ہوا، اس

وقت تک حق تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں ہوئی تھی۔

سب سے پہلی نافرمانی، سب سے پہلا گناہ جو سرزد ہوا، وہ ابلیس کی طرف سے ہوا، اور وہ کیا ہے؟

بعضے علماء حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ سے ابلیس کے انکار پر حق تعالیٰ شانہ کی حکم عدولی اور انکار کو قرار دیتے ہیں۔

بعضوں نے کہا کہ نہیں، اِس انکار کا مبنیٰ اور اُس کی اصل وجہ تکبر اور کبر، بڑائی ہے، کہ ابلیس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا کہ میں تو حضرت آدم سے بڑا ہوں اور بڑے کو حکم دیا جارہا ہے کہ چھوٹے کو سجدہ کرے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ حسد، کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو عزت دی جارہی تھی، اُن کی جو تعظیم ہورہی تھی، تمام صنف ملائکہ کو حکم ہوا کہ اُن کو سجدہ کرو، تو اس پر جو اس نے حسد کیا تو حسد، یہ پہلا گناہ ہے۔

بعضے علماء کہتے ہیں کہ نہیں، یہ حسد یا بڑائی یہ بعد میں پیدا ہوئی، پہلے اُس نے اپنا موازنہ کیا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اور اُن کے مقابلہ میں اُس نے اپنے آپ کو اچھا سمجھا، تو عُجب سب پہلی معصیت ہے۔

تکبر، عُجب وحسد

اب چاہے اِس ابلیس کے راندۂ درگاہ، بارگاہِ ایزدی سے اُس کے نکالے جانے کی وجہ اور اُس کا سبب تکبر رہا ہو، یا حسد رہا ہو، یا عُجب رہا ہو، یا تینوں کا مجموعہ رہا ہو، جیسے آج کل اِس زمانہ میں کوئی کہتا ہے کہ سب سے بڑی بیماری جو عام ہے، کینسر ہے، کوئی کہتا ہے ایڈز ہے، کوئی کہتا ہے کہ ڈپریشن ہے، مختلف اپنے اپنے تجربہ کے اعتبار سے ڈاکٹر بتاتے ہیں۔

اِس طرح یہ اُسی وقت سے لے کر آج تک، دِل کے امراض میں سب سے خطرناک

بیماریاں جوشمار ہوئی ہیں،اُن میں سے یہ حسد ،تکبر اورعُجب ہے، حق تعالیٰ شانہ ہمیں اِن بیماریوں سے محفوظ رکھے،اِن سے بچنے کی توفیق دے۔

رسالہ اسٹرائک

ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں کوئی شورش برپا کی گئی اورقریب میں سہارنپور، پھراُس کا اثر وہاں بھی پہنچا،اُس شورش کا اثر وہاں بھی ہوااوراسٹرائک ہوئی اورحضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب نوراللہ مرقدہ کئی دن کے لئے مستقل تشریف لائے،اُن کے بیانات ہوتے رہے۔لمبی کہانی ہے۔

سازشوں کا نتیجہ وہ خلفشار بھی تھا،تو اس وقت ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے ایک رسالہ تحریرفرمایاتھا’’رسالہ اسٹرائک‘‘۔

تصنیف میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کامعمول

حضرت،اتنے بڑے امام،اتنے بڑے محدث،باون (۵۲) سال تک حدیث پاک کا درس دیا۔جوانی سے لےکرانتقال تک،حضرت کی رات دن کی تمام ساعتیں حدیث پاک کی شرح میں گذریں،پچاسوں ہزارصفحات میں پھیلی ہوئی کتابیں حضرت نے تصنیف فرمائیں،ایک ایک کتاب کوئی بیس بیس جلدوں میں،اورایک ایک جلدکوئی چارسو،پانچ سوصفحات کی،ایسی ایک سو سے زائدکتابوں کے حضرت مصنف تھے۔

لیکن حضرت کامعمول دیکھئے،کہ جب کوئی کتاب حضرت تصنیف فرماتے،تواپنے شاگردوں اورساتھیوں کودیاکرتے تھے،مولاناعبدالرحمٰن صاحب کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ،مفتی احمدالرحمٰن کامل پوری کے والدمحترم وہاں ہوتے تھے،انہیں دیتے تھے۔مفتی سعیدصاحب،مظاہرالعلوم کے مفتی،ان کودیتے تھے۔جب وہ نہ رہےتو پھراپنے دوسرےشاگردوں کودیتے تھے۔حضرت مفتی محمودحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ،حضرت کے شاگرد،توان کوحکم فرماتے کہ یہ کتاب

میں نے لکھی ہے، اس کو خوب اچھی طرح سے آپ پڑھ لیں، دیکھ لیں، کہیں کوئی غلطی ہو، اس پر نشاندہی کردیں اس کو قلم زد کردیں، ان کو پورا اختیار ہوتا تھا، تواضع کا یہ عالم تھا۔

وہ رسالہ اسٹرائک حضرت نے تصنیف فرمایا اور حضرت مفتی محمود صاحب کو دیا گیا۔ حضرت مفتی محمود صاحب نے وہ سارا رسالہ سنا تو ایک جگہ انہوں نے نشان لگوایا۔

قلب کے معاصی

وہ جگہ یہ تھی، کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے دو قسم کے گناہ اس میں گنوائے ہیں، کہ ایک ظاہری جسم سے سرزد ہونے والے گناہ، ہاتھ پیر سے سرزد ہونے والے گناہ، اور ظاہری اعضاء سے سرزد ہونے والے گناہ، جن میں شراب وکباب، شہوت پرستی اور زنا، چوری، ڈکیتی، یہ گناہ سارے حضرت نے گنوائے۔

فرمایا کہ گناہوں کی یہ قسم نفس پرستی کا نتیجہ ہے، اور یہ گناہ سرزد ہوتے ہیں کہ انسان کا نفس دولت کا خواہش مَند ہوتا ہے، تو اس کے لئے غلط ناجائز راستہ بھی انسان نہیں چھوڑتا، پیسہ اکھٹا کرنے یا دولت کی ہَوَس میں، چوری اور ڈکیتی سے دریغ نہیں کرتا۔ شہوت پرستی بھی نفس پرستی کا نتیجہ کہ زنا بھی اسی کے نتیجہ میں سرزد ہوتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ یہ چوری، ڈکیتی، زنا اور یہ تمام ظاہری گناہ ایسے ہیں کہ جب انسان اِن گناہوں کو کرتا ہے، تو اِن گناہوں کے کرنے کے وقت بھی انسان اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے، اِسی لئے چور چوری چھپے، کوئی نہ دیکھے، اس طرح کوشش کرے گا۔

کوئی مسلمان اگر شراب خانہ سے نکل رہا ہے، تو نکلتے ہوئے ذرا اِدھر اُدھر دیکھ کر کے، کہ مجھے کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ تو اِن گناہوں کے کرنے کے وقت انسان اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے اور جن کو انسان گناہ سمجھتا ہے، تو اُس کے لئے توبہ کی توفیق بھی میسر ہوتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کسی نہ کسی وقت اُسے توبہ کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔

لیکن حضرت نے فرمایا کہ گناہوں کی جو دوسری قسم ہے، جن کا تعلق اِن ظاہری اعضاء سے نہیں، بلکہ قلب سے ہے، دل سے ہے، اِس میں حضرت نے یہ گناہ گنوائے، حسد، تکبر، عُجب۔ فرمایا کہ یہ گناہ حسد، تکبر، عجب، غیبت، بہتان، یہ تمام گناہ ایسے ہیں کہ یہ نفس کے تقاضہ کی وجہ سے نہیں، بلکہ شیطان کے اثر کی وجہ سے ہوتے ہیں اور یہ گناہ ایسے ہیں کہ یہ تمام کے تمام جو قلب سے سرزد ہوتے ہیں، ان کو اس کا کرنے والا گناہ نہیں سمجھتا۔

گھنٹوں دوسروں کی غیبتیں ہو رہی ہیں، کبھی بھول سے خیال تک بھی اس طرف نہیں جاتا کہ ہم دوسروں کی بُرائی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، یہاں اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں، جس انسان کو نہ کبھی دیکھا ہو، نہ ملے ہوں، اس کی غیبت ہو رہی ہے، اُس پر بہتان لگائے جا رہے ہیں، جس طرح کہ انھوں نے اپنے سامنے آنکھوں سے اس کو کرتے ہوئے دیکھا ہو، اس طرح باتیں ہو رہی ہے۔

اور یہ سارے گناہ ایسے ہیں کہ جب انسان کرتا ہے، اس وقت بھی اس کو اپنے گناہ گار ہونے کا تصور نہیں ہوتا، تو جب اس کو گناہ سمجھا نہیں تو بعد میں اس سے توبہ کی توفیق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو جب اسی طرح اس دنیا سے اللہ تبارک وتعالی کے پاس وہ پہنچے گا، بغیر توبہ کے، تو کیا حال ہوگا؟

حضرت نے دونوں قسم کا موازنہ فرمایا کہ یہ جو ظاہری گناہ ہیں ان کو انسان گناہ سمجھتا ہے، اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے، اِس سے توبہ کی توفیق بھی جلدی نصیب ہوتی ہے، اور یہ باطنی گناہ، قلب سے صادر ہونے والے، اسے انسان نہ گناہ سمجھتا ہے، نہ اُس سے توبہ کرتا ہے، نہ اُسے توبہ کی توفیق ہوتی ہے۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُس پر سوالیہ نشان لگا کر بعد میں حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! اِس میں ایک جگہ اگر کچھ ترمیم ہو جائے، تو بہتر ہے۔ حضرت نے دوبارہ سنا، فرمایا کہ کیوں؟ کیا اشکال؟ تو حضرت نے فرمایا کہ جو زیادہ تر لوگ ظاہری گناہ میں مبتلا ہیں، وہ اپنے

ان گناہوں کو ہلکا سمجھیں گے اور گناہوں پر زیادہ جری ہوجائیں گے۔تو حضرت نے فرمایا نہیں، یہ تو واقعہ ہے کہ یہ گناہوں کا اِس طرح تقابل ہے۔

اس لئے کہ اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا خودحدیثِ پاک میں تقابل ہے،اب کسی شخص کو بدکاری اور زنا میں مبتلا پایا جائے تو اِسے کتنا گندہ سمجھا جاتا ہے اور آپ روز مسجد میں، اللہ کے گھر میں بیٹھے سنتے رہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے بھائی کی برائی کر رہا ہے۔نہ آپ کو تصور کہ یہ زنا سے بھی برا ہے اور یہ بری حرکت اللہ کے گھر میں ہورہی ہے۔تو حدیث پاک میں خود تقابل کیا گیا۔ اس وقت حضرت نے اُس میں مناسب ترمیم فرمادی۔

دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اِن تمام گناہوں سے محفوظ رکھے، جو قلب سے تعلق رکھتے ہیں، ہم سب کو اِن تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے ۔

گناہ بے لذت

اور خاص طور پر یہ جو آج کل ہمارا معاشرہ بن چکا ہے کہ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کا نام ہی رکھا ’’گناہِ بےلذت‘‘ انہوں نے غیبت پر کتاب تحریر فرمائی اور اس کو نام دیا ’’گناہِ بےلذت‘‘ کہ انسان چوری کرتا ہے اس کو پیسے ملے، مال ہاتھ لگا، کچھ تو لذت پائے گا۔زنا کیا، شراب پی، کچھ تو لذت پائے گا، لیکن دوسرے کی برائی کرتے ہوئے دل اندر سے کڑھا ہوگا، غصہ آیا ہوگا، اس سے خون کھولا ہوگا، اور اپنا نقصان ہی کیا ہوگا، خود اس کو اس گناہ میں کیا لذت ملی ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اِن تمام گناہوں سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور جب ہم اِس دنیا سے خدا کے حضور حاضر ہوں، تو ہمارے تمام اعضاء گناہوں سے پاک ہوں، اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے ہاتھوں، پیروں اور آنکھوں، تمام اعضاء اور جوارح کے گناہ معاف کرچکا ہو اور خاص طور پر دل کے جو گناہ سب سے سخت ترین شمار کئے گئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دلوں

کو بھی پاک کر چکا ہو۔

درود شریف پڑھ لیں

اللّٰھم صَلِّ علٰی سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وسندنا ومولانا محمدوبارک وسلم. ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین، ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا اواخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا و لاتحمّلنا ما لاطاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین.

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیئات سے درگذر فرما، یا اللہ ہمارے ظاہری گناہوں کو بھی معاف فرما، باطنی گناہوں کو بھی معاف فرما۔ یا اللہ! ہماری آنکھوں سے ہونے والے گناہ کو بھی معاف فرما، ہاتھ اور پیر سے ہونے والے گناہ کو بھی معاف فرما، یا اللہ! ہماری زبان ہر وقت چلتی رہتی ہے گناہوں میں، یا اللہ اِس کو گناہوں سے بچانے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ ہمارے دلوں کو گناہوں سے پاک کردے، ہمارے دلوں کو تیری یاد میں لگا دے، تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت میں اس کو رنگ دے، یا اللہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرما، یا اللہ ہماری نسلوں کی حفاظت فرما، اُن کے دین، ایمان کی حفاظت فرما، ہمارے نوجوانوں کی حفاظت فرما۔

اللھم صلِّ علیٰ سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وسندنا ومولانا محمد وبارک وسلم سبحان ربک رب العزة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العالمین .

أَلْحَمْدُ لِلّٰه! أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِل فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ نَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا ونبينا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَ عَلىٰ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

أَمَّابَعْدُ!فاعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم.بسم اللّٰه الرحمن الرحيم ﴿يَآاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ. فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّاشَآءَ رَكَّبَكَ ﴾

حضرات علماء کرام! دوستو اور بزرگو!

حضرت قاری صاحب نے ماشاء اللہ کتنی پیاری آواز سے، کتنی عمدہ قرأت سے قرآن شریف سنایا۔ یہ وہ قرآن ہے کہ بڑے بڑے عرب شعراء، لبید جیسے، جس کو اشعر العرب کہتے ہیں، اس سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ تو اپنا عصا کھڑا کر کے اس نے کہا کہ صاحب العصا! پھر دوسرے اور تیسرے نمبر پر دو اور شعراء کے نام لئے، مگر قرآن کے بعد اس نے اشعار کہنا ترک کر دیا، ہر وقت قرآن ہی قرآن۔

معجزۂ حفظِ قرآن

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں برکت، حلاوت، لذت، انسان جواس سے چاہے، وہ تمام چیزیں اس میں رکھی ہیں۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو ہمارے لئے، جواس قرآن کو حاصل کرنا چاہے، عجمی؛ جوعربی زبان کا ایک کلمہ بھی نہیں جانتے، یہ قرآن کس زبان کا ہے یہ بھی نہیں جانتے، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان عجمی چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے اس کو آسان کردیا۔

بعض جگہ آپ سنتے ہیں کہ کہیں پانچ چھ سالہ بچہ نے قرآن حفظ کرلیا، کہیں سات سالہ بچہ نے قرآن حفظ کرلیا ہے، عام طور پر بچے ہزاروں کی تعداد میں، مکاتیب میں، تین سال میں قرآن حفظ کرلیتے ہیں، دوسال میں حفظ کرلیتے ہیں۔

ہمارے یہاں ایک طالب علم نے اسکول کے ساتھ، گویا پارٹ ٹائم ایک سال میں حفظ کیا، یعنی گویا چھ مہینے میں اس نے قرآن حفظ کیا، تین مہینے میں حفظ کرنے والے بھی ہیں۔

ہمارے احمد آباد میں ایک عالم تھے ان کے متعلق مولانا اسمعیل صاحب لاجپوری نے مجھے بتایا کہ وہ ہمارے ساتھی تھے اورانہوں نے ایک مہینہ میں قرآن حفظ کیا۔

ہمارے یہاں جو بچیوں کا دارالعلوم ہے بریدفورڈ میں وہاں سے تین چار سال سے ایک میگزین نکلتا ہے، مائی سسٹر، اس میں تو انہوں نے ایک مہینہ سے کم میں حفظ کرنے والوں کی بھی فہرست گنوائی ہے۔

ہمارے بزرگوں میں سے حضرت مدنی قدس سرہٗ اور ایک دواور بزرگوں کے متعلق بھی آتا ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا، ضرورت پڑی، روز ایک ایک پارہ حفظ، تو ان بچیوں نے اس میں ایک ہفتہ تک کے واقعات لکھے ہیں، کہ ایک ہفتہ میں قرآن حفظ کرلیا۔

بچہ کو نہیں، سمجھدار نوجوان کو آپ اپنی زبان کا کوئی مضمون دیں، کوئی شعر دیں، کوئی نظم لکھ کر

دیں، وہ بیچارہ رٹتا رہے گا، مہینوں تیاری کر کے سنانا شروع کرے گا، بھول جائے گا، ایک آدھ دفعہ سنا دیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ پوچھیں گے وہ بھول جائے گا، مگر قرآن پاک، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے لئے جس سینہ کو قبول کر لیتے ہیں، تو سالہا سال تک حفظ کرنے کے بعد بعضوں نے قرآن نہیں اٹھایا اور کئی سال کے بعد پھر اللہ نے توفیق دی اور پڑھنا شروع کیا، تو پہلے کی طرح پھر تازہ ہو گیا۔

میں جب انگلینڈ آیا ۱۹۶۸ء میں، تو وہاں پرانے ساتھیوں میں سے ایک سے ملاقات ہوئی، تو دیکھا کہ وہاں کے یورپین ماحول کا ان پر اثر ہے، لباس بدل چکا ہے، شکل وصورت بدل چکی ہے، بڑی اچھی آواز سے وہ قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔

ان سے پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ اتنا عرصہ ہو گیا قرآن کبھی نہیں پڑھا۔ پھر اللہ نے توفیق دی، میرے ساتھ رمضان میں وہ میرے پاس آتے جاتے رہے، اور قرآن پڑھنا شروع کیا، تو کئی برس بعد پہلی دفعہ انہوں نے رمضان میں پڑھنا شروع کیا اور عید سے پہلے پورے قرآن کا دور وہ کر چکے تھے، حالانکہ کئی سال تک قرآن انہوں نے اٹھا کر، کھول کر دیکھا نہیں، پڑھا نہیں، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن ان کے لئے پھر اسی طرح تازہ کر دیا۔

روزانہ ایک ختم قرآن

ساؤتھ افریقہ میں حضرت شیخ قدس سرہٗ نے آپ کے یہاں ری یونین سے جانے کے بعد جب اعتکاف فرمایا تو وہاں اخیر عشرہ میں دو دو، تین تین ساتھی الگ الگ اپنی نفلوں کی جماعت کرتے تھے۔ ہمارے احناف کے یہاں تہجد کی نماز، نفل نماز باقاعدہ جماعت کے ساتھ، بڑی جماعت سے، دعوت دے کر، اکھٹا کر کے پڑھنا چونکہ مکروہ ہے، اس لئے وہاں اپنے طور پر دو دو تین تین ساتھی کھڑے ہو جاتے۔

دیکھا کہ ایک صاحب ہیں انہوں نے الٓـمٓ سے پڑھنا شروع کیا۔ اتنی پیاری آواز، اتنا صحیح

قرآن شریف، تین چار گھنٹے میں انہوں نے پندرہ پارے پڑھ لئے، کہیں نہ اٹکنا، نہ کہیں لقمہ، نہ کہیں غلطی، کچھ نہیں، دوسری رات تراویح کے بعد پھر اسی طرح پندرہ پارے، سولہ سے لے کر **والناس** تک پورا قرآن پڑھ لیا۔

ان سے میں نے پھر پوچھا کہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی دولت سے نوازا ہے، اتنی پیاری آواز دی، اور پورے قرآن میں کہیں آپ اٹکے بھی نہیں، تو آپ قرآن روزانہ کتنا پڑھتے ہیں؟ سحری کھاتے ہوئے میں نے ان سے پوچھا، تو وہ کہنے لگے کہ میں روزانہ ہمیشہ پورا سال ایک قرآن شریف پڑھ لیتا ہوں، مغرب کی نماز سے پہلے میرا قرآن شریف ختم ہوجاتا ہے۔

میں نے ان سے پوچھا آپ کام کیا کرتے ہیں؟ ہم لوگوں کے لئے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مساجد، مدارس سے وابستہ کررکھا ہے، ہمارے وقت کو دین کے لئے، عبادت کے لئے فارغ کررکھا ہے، ان کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے، جو انہوں نے جواب دیا۔

انہوں نے کہا کہ میں سیمپل کے لئے پھیری کرتا ہوں، ایک جگہ سے فیکٹری والوں سے ان کی بنی ہوئی چیزیں لے کر بازار میں گھومتا ہوں، اور تاجروں کے پاس لے جاکر ان سے آرڈر لیتا ہوں، تو پورا دن اس طرح بازار میں گھومنے کے ساتھ ایک قرآن، ساری عمر روزہ وہ پڑھتے تھے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے خلیفہ ہیں مولانا عبدالرحیم بجنوری، ابھی بھی بقید حیات ہیں، ان کا معمول ہمیشہ ایک قرآن شریف پڑھنے کا تھا، روزانہ ایک قرآن شریف وہ پڑھ لیتے تھے۔

حافظ مقبول صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ، تبلیغی جماعت کے بانی، آپ کے ایک خلیفہ حافظ مقبول صاحب دہلوی۔ ان کا معمول روزانہ ایک قرآن شریف پڑھنے کا تھا، اور ان پر اخیر میں ایک حال طاری ہوگیا تھا۔

ایک مرتبہ وہ سہارنپور حضرت کے یہاں آئے، حضرت شیخ نے مولانا منور حسین صاحب کو خطاب کرکے فرمایا کہ یہ دہلی کا قطب ہے۔

ایک دو سال کے بعد پھر وہ آئے، تو اس وقت دیکھا کہ وہ اپنے حال میں نہیں، ہر وقت روتے رہتے ہیں، اضطرابی کیفیت ہے، پریشانی، چین نہیں ہے۔ حضرت نے اُس وقت فرمایا کہ یہ پورے ہندوستان کا قطب ہے۔

اور جب یہ پورے ہندوستان کے قطب تھے، اس وقت ان کا حال یہ تھا کہ جو کوئی ان کے پاس جاتا تو زار وقطار روتے، اور آنے والے سے کہتے، روتے ہوئے کہ میں کافر ہوگیا ہوں، میں ہندو ہوگیا ہوں، یہ تم چاقو لاؤ مجھے قتل کردو، میرے گلے پر چھری پھیردو، مجھے ذبح کردو۔

میں نے جمعہ سے پہلے عرض کیا تھا کہ عبدیت یہ ہے کہ انسان کی نگاہ اس خالق پر رہے، کہ اوہو! وہ معبود کہاں؟ اور اس کی بارگاہ کے لائق جیسے مجھے اس دنیا میں سانس لینا چاہئے، زندگی گذارنی چاہئے، میں کہاں، یہ استحضار ہر وقت رہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کی عبدیت

حضرت شیخ قدس سرہ انگلینڈ تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ جب تشریف لائے گیارہ دن قیام رہا، دوسری مرتبہ تشریف لائے چوبیس دن قیام رہا۔ پہلی مرتبہ تشریف لائے تو اس وقت مشکوۃ کی حضرت نے **بسم اللّٰہ** کرائی تھی، حدیث پاک کی بسم اللہ حضرت نے کرائی تھی۔ دوسری دفعہ تشریف لائے تو اس وقت پہلی جماعت دورۂ حدیث سے فارغ ہورہی تھی، ان کی بخاری شریف حضرت نے ختم کرائی اور آئندہ سال کی بخاری شریف کی حضرت نے **بسم اللّٰہ** کرائی تھی۔

ہزاروں کا مجمع ہوگا۔ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہورہا تھا، حضرت مولانا عبدالجبار کا بیان بھی جذباتی ہوتا تھا، روتے بھی تھے، رلاتے بھی تھے، مجمع میں سے

جذبہ میں آ کر کسی نے کہا کہ نعرۂ تکبیر! چونکہ حضرت کے کمرہ میں سپیکر لگا ہوا تھا، حضرت نے فرمایا کہ ارے! تو نے بہت شور کیا، اتنا شور نہیں کرنا چاہئے تھا۔ یعنی اتنا مجمع اکھٹا ہو گیا اور لوگ آ گئے۔ اس کے بعد فرمایا تو نے بخاری شریف میں یہ حدیث نہیں پڑھی **ان اللّٰہ لیؤید الدین بالرجل الفاجر؟** کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی فاسق اور فاجر سے بھی دین کا کام لے لیتے ہیں۔ اپنے آپ کو حضرت اس درجہ میں سمجھ رہے ہیں۔ فرمایا کہ کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ دین کا کام کسی فاسق و فاجر سے بھی لے لیتے ہیں، یہ فرما کر رونے لگے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ کی عبدیت

حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں ایک دفعہ سبق ہو رہا تھا۔ ایک حدیث آئی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ **"اَنَا خَیْرٌ مِّنْ یُوْنُس ابْنِ مَتّٰی"** کہ میں حضرت یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہتر ہوں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں نہ کہے کہ آپ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔ تو اس حدیث پر اشکال ظاہر ہے۔

حضرت نے وضاحت فرمائی کہ یہاں ایک اشکال ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین، سید الانبیاء والمرسلین ہو کر فرماتے ہیں کہ یوں نہ کہو کہ میں حضرت یونس سے بہتر ہوں۔ آپ تو افضل ہیں، نصِ قطعی سے ثابت، پھر یہ کیوں فرمایا؟

حضرت گنگوہی قدس سرہ نے پھر ایک جملہ میں اس کا جواب دیا۔ فرمایا کہ بڑے یوں ہی کہا کرتے ہیں۔ جتنے بڑے لوگ ہوتے ہیں ان کے جوابات بھی نہایت مختصر، جامع۔ حضرت نے جواب دیا، فرمایا کہ بڑے یوں ہی کہا کرتے ہیں۔ پھر طلبہ سے پوچھا سمجھے؟ کہنے لگے نہیں سمجھے۔ پھر اور وضاحت سے فرمایا اسی جملہ کو، پھر پوچھا سمجھے؟ کہا نہیں، طلبہ نے کہا نہیں سمجھ میں آیا کہ جواب کیا ہوا۔

حضرت نے فرمایا کہ اچھا! تم یہ بتاؤ کہ میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تم مجھے کیسا سمجھتے ہو؟ طلبہ کہنے لگے آپ تو ہمارے آقا، مولیٰ، ہمارے پیر و مرشد، ہمارے استاذ، ہمارے ماں باپ سے بڑھ کر سب کچھ ہمارے لئے، اور ہماری نگاہ میں آپ سے بڑا بزرگ کوئی نہیں، آپ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس روئے زمین پر مجھ سے بدتر مسلمان کوئی نہیں۔ یہ عبدیت کے متعلق میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ قدس سرہ اپنے متعلق یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی فاسق وفاجر سے بھی دین کا کام لے لیتے ہیں، اور قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ اپنے متعلق یوں فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر مجھ سے بدتر مسلمان کوئی نہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو یوں ہی سمجھتے تھے کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء کرام اور تمام مخلوقات کا سردار بنایا ہے، مگر میں اپنے آپ کو عبد ہی سمجھتا ہوں۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی جس طرح ایک غلام زندگی گذارتا ہے۔ ابھی صبح میں نے عرض کیا تھا، فرماتے ہیں کہ " اُکُلُ کَمَا یَأْکُلُ الْعَبْد " آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ہر چیز سے عبدیت ٹپکتی ہے۔

حاتم طائی کی بیٹی

مشہور سخی حاتمِ طائی، حاتمِ طائی کی قبر سعودی عرب میں حائل میں ہے۔

جب حائل کے علاقہ میں صحابۂ کرام گئے اور قبیلۂ طیّ پر حملہ کیا۔ یہ اطلاع حاتمِ طائی کے بیٹے عدی بن حاتم کو پہلے سے مل چکی تھی کہ اس طرف مسلمانوں کے آنے کی تیاری ہے، اس نے اپنے غلام سے کہا کہ تم میرے لئے سواری تیار رکھو، اور راستہ پر تمہاری نگاہ رہے۔ جب تمہیں پتہ چلے

کہ مسلمان اِدھر کا رخ کر رہے ہیں، تو ہم میں مقابلہ کی طاقت تو ہے نہیں، یقیناً وہ اس علاقہ کو فتح کر لیں گے، تو میں اپنی جان بچا کر کہیں بھاگ جاؤں گا، اس لئے کہ وہ کٹر عیسائی تھے۔

ایک دن غلام نے آ کر کہا کہ اگر اپنی جان بچانا چاہتے ہو، تو وقت بہت تھوڑا ہے، فوجیں سامنے نظر آتی ہیں۔ عدی ابن حاتم اضطرابی کیفیت میں اپنے خاندان کو، بہن کو بھی بھول گئے، گھوڑے پر سوار ہوئے اور شام کی طرف چل دئے۔

مسلمان پہنچے، علاقہ فتح کیا، وہاں سے جو غلام اور باندیاں قیدی بنا کر مدینہ منورہ لائے گئے، تو ان میں حاتم طائی کی بیٹی، عدی ابن حاتم کی بہن بھی تھی۔ ان قیدیوں میں سے بعضوں کو جن کو مسجد میں رکھا گیا، ان میں عدی ابن حاتم کی بہن کو بھی مسجد میں رکھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا کہ یہ حاتم طائی کی بیٹی ہے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے جا رہے ہیں، تو وہ نوجوان خوبصورت لڑکی، عدی ابن حاتم کی بہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھ پر مہربانی فرمایئے، میں عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی ہوں، میں اس کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ مجھے رہا کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، کوئی جواب نہیں دیا۔

دوسری نماز اور دوسرے دن پھر جب موقع ملا، پھر اس طرح وہ سامنے آ کر، کھڑے ہو کر اسی طرح عرض کرتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے ہیں، کوئی جواب نہیں ملتا۔

تیسرے دن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذرے وہ اپنی جگہ پر مایوس بیٹھی رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذر گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم جو دو دن سے یہ منظر دیکھ رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ بیچاری مایوس ہو کر آج اپنی درخواست پیش نہیں کر رہی ہے، تو انہوں نے پیچھے مڑ کر اشارہ کر کے اس لڑکی سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا رحمۃ للعالمین ہیں، سراپا شفقت ہی شفقت ہیں،

تم ایک مرتبہ پھر درخواست کرو۔

اس مایوس لڑکی کو ہمت ہوئی، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوکر پھر وہی درخواست پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شام کی طرف کوئی قافلہ جارہا ہو، ان کے ساتھ اِن کو بھیج دیا جائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اس کو عنایت فرمائی۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں سے ایک خادم کو حکم فرمایا کہ اِن کو جہاں یہ کہے مامون محفوظ جگہ پر، جہاں یہ چاہے وہاں چھوڑ کر آؤ۔ اس نے کہا کہ میرا بھائی شام کی طرف گیا ہے، میں وہاں جانا چاہتی ہوں۔ ان کو وہاں پہنچایا گیا۔

جب یہ وہاں پہنچی، تو اپنے بھائی عدی ابن حاتم سے کہا کہ اگرچہ ہمارا مذہب عیسائی تھا، مگر میں تجھ سے یہ کہتی ہوں کہ ایک مرتبہ تو ضرور وہاں کا سفر کر اور اپنی آنکھوں سے جاکر ان کی زیارت کر۔ کیوں؟ کہ جو منظر میں نے وہاں دیکھا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو میں نے قریب سے دیکھا، تو میرا یقین ہے کہ یہ اللہ کے سچے نبی ہیں۔

عدی بن حاتم دربارِ نبوی میں

عدی ابن حاتم مدینہ منورہ پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لے جارہے تھے، ملاقات ہوئی، تعارف کرایا کہ میں حاتم طائی کا بیٹا عدی ابن حاتم ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی ابن حاتم کا ہاتھ پکڑا اور گھر کی طرف تشریف لے جانے لگے۔

راستہ میں ایک بڑھیا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنا چاہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے، وہ اپنی داستان مکرر، سہ کرر، ایک ہی بات کو جس طرح بوڑھوں کے عمرِ طبعی پر پہنچنے پر ان کا حال ہوتا ہے اور ہونا چاہئے، تو بیچاری ایک ہی رٹ بار بار لگائے جارہی ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے جب تک وہ آگے نہیں چلی گئی، اپنی بات ختم نہیں کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات نہایت غور سے سنتے رہے۔

بعد میں عدی ابن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت فیصلہ کیا کہ یہ ایک نشانی تو ہوگئی، اس وقت میں نے اپنے دل میں ٹھان لی، فیصلہ کرلیا کہ یہ دنیا دار یا بادشاہ نہیں ہو سکتے، کہ جس کو ایک راستہ چلتی بڑھیا اس طرح روک لے، اور اپنی کہانی اور داستان سنا سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عدی ابن حاتم کو اندر گھر میں لے کر پہنچے، اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکیہ ان کے بیٹھنے کے لئے ان کی طرف پھینکا کہ تم اس پر بیٹھو۔ ان کے گلے میں صلیب، کروس لٹک رہا تھا، عیسائی ہونے کی وجہ سے صلیب لٹکا رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عدی! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس کو توڑ کر پھینک دو؟ ''اَلْقِ الوَثَن عَنْکَ'' اس بت کو اتار کر پھینک دو۔ انہوں نے سوچا کہ یہ دوسری علامت ہوئی، کہ اگر یہ بادشاہ ہوتے اس طرح عامی انسان کو اوپر بٹھا کر خود نیچے نہ بیٹھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول، فعل، کھانے، پینے، لباس، یہ ہماری مستورات بھی سن رہی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت ہمیں یہ بتا رہی ہے کہ انسان کو زندگی ایسی گذارنی چاہیے جس سے سراپا عبدیت ٹپکتی ہو، اس کی زبان سے ترفّع، بڑائی، تکبر، دوسروں کی تحقیر، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، نمایاں، اچھا سمجھنا، یہ ظاہر نہ ہوتا ہو، کہ اُس کو ٹوک دیا، اِس کو روک دیا، اُس کو ڈانٹ پلادی۔

شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خدام

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ کے لوگوں کو دیکھا، کہ ان کے خدّام، ان کے مریدین پر ایک طرح کی کیفیت دیکھی، طبیعت میں مسکنت ہی مسکنت۔ آپ دور سے دیکھیں گے، سمجھیں گے کہ یہ تو بیچارے بیٹھے رو رہے ہیں، تو شکل وصورت، ہر چیز سے عبدیت ٹپکے، یہ ظاہر ہو کہ اس کے رگ وپے میں کہیں دور دور، آس پاس بھی، تکبر کا کوئی نام ونشان نہیں۔

یَآاَیُّھَا الْاِنْسَانُ!

خیر بات بہت دور ہوگئی، میں قرآن پاک کے متعلق آپ حضرات سے عرض کررہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو ہماری ہدایت کے لئے اتارا، اور اس کو کتنا آسان اور لذیذ بنایا۔ ہمارے معزز قاری صاحب نے کتنی عمدہ قرأت فرمائی، وہی آیت میں نے بھی پڑھی ﴿ یَآاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ۔اَلَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان! تجھے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کس چیز نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے؟

﴿ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ﴾ کریم، جس کی طرف سے ہر آن، ہر گھڑی کرم ہی کرم ٹپکتا ہے، اور ہماری طرف سے ہر آن غفلت ہی غفلت، گناہ ہی گناہ، آپ تعجب کریں گے کہ بھئی! اس نے عجیب فتویٰ لگایا کہ ہماری طرف سے گناہ ہی گناہ ہیں!

حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے تھے کہ ہماری نماز بھی گناہ، ہمارا سجدہ بھی گناہ، کیوں؟ کہ ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے، تو اس نماز میں کتنے کتوں، گدھوں اور کتنے خنزیر اور پاخانے اور پیشاب کا خیال آتا ہے۔ یہ دنیا، یہ دنیا کے مال اور اسباب اور پیسے اور وہی دھن، نماز میں وہی دنیا کا تصور رہتا ہے۔

اکبر الکبائر

حضرت رائے پوری قدس سرہ فرماتے تھے کہ اکبر الکبائر، گناہوں میں سب سے بڑا گناہ، اللہ کی یاد سے ایک لمحہ کے لئے غافل ہونا ہے۔ اس وجود کی نعمت کا، صرف وجود کی نعمت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ انسان اپنے اس وجود کا خیال کرے کہ میں موجود ہوں اور اس کے ساتھ اس موجد اور خالق اور باری اور پیدا کرنے والے کا دھیان رہے۔

مگر ہمیں ہر چیز کا دھیان آتا ہے، آپ صبح اٹھتے ہیں اس وقت سے لے کر اب تک کا حال دیکھیں، ہر چیز کا دھیان آئے گا، اگر دھیان نہیں آئے گا، تو صرف اس خالق مالک کی ذات کا۔

نماز پڑھیں گے اس میں بھی ہمیں شکایت ہوگی کہ اوہو! تصورات خیالات بہت ستاتے ہیں۔ ستائیں گے، ضرور ستائیں گے کیوں کہ ہم نے اس کی مشق نہیں کی، اس کو کبھی سوچا ہی نہیں کہ یہ بھی کوئی کرنے کا کام ہے، اور یہ نہیں سوچا کہ ہم کسی گناہ میں ہیں۔

ہم اپنے ظاہری حال کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا تو ساری گنہگار، یہ راستوں پر، سڑکوں پر چلنے والے، بازاروں میں گھومنے والے، عیاشی کے اڈوں میں جانے والے، وہ تو سب گنہگار۔ میں تو پانچ وقت کا نمازی، اپنے جو گناہ ہیں، اس کی طرف دھیان ہی نہیں، حالانکہ ان سب کے تو ظاہری گناہ ہیں۔

بیشک، یہ شراب پینا، زنا کرنا، جوا کھیلنا، کسی کا مال کھانا، تمام کبائر ہیں، بڑے گناہ ہیں، مگر وہ جو قسمیں صبح بتائی تھیں کہ سب سے مبغوض ترین انسان جس پر اللہ کا غضب اور غصہ برستا ہے مرتد ہے، اس کے بعد حربی کافر، اس کے بعد عام کافر، اور اس کے بعد پھر میں نے کہا تھا کہ ایمان والوں میں بھی اسی طرح درجات ہیں، کہ وہ گنہگار مسلمان جو شیطانی گناہوں میں مبتلا ہو۔

گناہ کی دو قسمیں

گناہ کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ گناہ جو شیطان کے اثر سے ہوتے ہیں، دوسری قسم کے وہ گناہ جو نفس کے اثر سے ہوتے ہیں، جو گناہ شیطان کے تقاضہ سے، اس کی تحریض اور اس کے ابھارنے سے ہوتے ہیں، وہ ہیں حسد، تکبر، عجب، خود پسندی، دوسروں کی تحقیر، دوسروں کا استہزاء، کینہ، عداوت، کتنی لمبی فہرست ہے؟

الٹی گنگا

ان تمام گناہوں کا تعلق انسان کے دل سے ہے، اور ہم کتنے غافل، کتنے غافل، اور ہم کتنے دھوکہ باز، کہ اپنی ذات سے دھوکہ؟ اللہ! کہ یہ تمام برائیاں ہمارے دل میں موجود، کہ کس کس کے ساتھ ہماری دشمنی؟ کسی کے ساتھ عداوت، خود اپنے سگے بھائی کو دیکھیں گے، قریبی رشتہ دار

کو، چچا کو، ماموں کو اچھے حال میں نہیں دیکھ سکیں گے۔

میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ عجیب، اُلٹی گنگا، کہ انسان اگر حسد کرے، دیکھے کہ اس کی دکان بہت چل رہی ہے، پڑوس میں کوئی کافر ہو، کوئی یہودی ہو، کوئی گورا ہو، اس پر اس کو حسد ہو تو شاید تاویل ہو سکے، مگر ان سے کبھی حسد نہیں ہوگا کہ اس کی دکان زیادہ کیوں چل رہی ہے؟ اللہ کی شان، اللہ اکبر! شیطان نے ہمیں کتنی اُلٹی راہ پر ڈال رکھا ہے، کہ حسد دل میں ہوگا اپنے سگے بھائی کی دکان پر، اپنے ماموں، اپنے چچا سے ہوگا، اللہ اکبر!۔

اور پھر دھوکہ اپنے ساتھ یہ کہ انسان اس کو گناہ بھی نہیں سمجھتا، نہ عجب کو، نہ ریاء کو، بلکہ سمجھتا ہے میرے اندر کوئی گناہ نہیں، میں پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں، میں زکوۃ دیتا ہوں، روزے رکھتا ہوں، حالانکہ یہ حسد اور اس کے علاوہ یہ جتنے گناہ میں نے گنوائے، جن کا تعلق انسان کے قلب سے ہے، یہ بدترین گناہ ہیں۔ کل قیامت کے دن یہ شراب پینے والا، زنا کرنے والا، چوری کرنے والا، ان تمام کی معافی ہو سکے گی جیسے دنیا میں بھی اس نے ہاتھ اٹھائے کہ اے اللہ! میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں، تو مجھے معاف کر دے، فوراً معاف، اسی وقت معاف ہو جاتا ہے۔

جیسے ہمارے حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کبھی طلبہ پر ناراض ہو جاتے، تو فرماتے کہ علم کا حصول نہایت مشکل ہے، نہایت مشکل ہے، اور ولایت کا حصول نہایت آسان ہے۔ فرماتے کہ اِسی وقت انسان نہیں، مگر توبہ کرے اور دوسرا قدم اس کا جنت میں ہے۔

گناہ اور توبہ

یہ ان ہی گناہوں کے متعلق ہے کہ یہ جو ظاہری گناہ ہیں، جو نفس کے تقاضہ سے ہوتے ہیں، زنا، چوری، شراب، اس قسم کے گناہ، یہ فوراً معاف ہو جاتے ہیں، اور یہ گناہ ایسے ہیں کہ گناہ کرتے وقت ہر شخص کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میں گنہگار ہوں۔ اسی لئے آپ نے کسی مسلمان کو

بہت کم دیکھا ہوگا کہ شراب پی کر مسجد میں آجائے، وہ بیچارہ چھپتا پھرتا ہے، اللہ اکبر! اس کا ایمان کتنا مضبوط ہے۔

میں نے صبح کہا تھا کہ ان کو، ایسے لوگوں کو حقیر مت سمجھو۔ اس کا ایمان کتنا اونچے درجہ کا ہے کہ وہ اپنے اس گناہ کو گناہ سمجھتا ہے، آپ سے دور رہتا ہے۔ کسی ٹوپی والے کو، کسی داڑھی والے کو دیکھے گا اور اس نے دیکھا کہ میں شراب پیئے ہوئے ہوں، میری بو سے یہ معلوم کرلے گا کہ اس نے شراب پی ہے، یا میری چال سے معلوم کرلے گا، تو بیچارا راستہ بدل لے گا۔ زنا کے اڈے سے کوئی نوجوان نکل رہا ہے، تو پہلے دیکھے گا کہ مجھے کوئی دیکھتا تو نہیں، اس کا ایمان کتنا مضبوط ہے۔ اس گناہ کو وہ کتنا بڑا گناہ سمجھتا ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں سے بھی فیصلہ ہے کہ جیسے ہی وہ ہاتھ اٹھائے، فوراً توبہ قبول ہوگئی، معاف کردیا گیا، قصہ ختم ہوگیا۔

لیکن یہ جو گناہ ہیں، غیبت، حسد، تکبر، بڑائی، یہ گناہ ایسے ہیں کہ انسان اس کو گناہ سمجھتا ہی نہیں۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ، اپنے باپ کے ساتھ، اپنے بھائی کے ساتھ دل میں حسد ہے، ہر وقت کڑھن ہے کہ اس کے پاس یہ کیوں ہے، میرے پاس نہیں ہے۔ مگر اس کو گناہ سمجھا ہی نہیں، ساری عمر گذر رہی ہے، اور یہ گناہ جتنے ہیں سارے کے سارے شیطانی اثر سے ہیں۔

پہلا گناہ

اس لئے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جب پیدا کیا گیا اور سجدہ کا حکم ہوا۔ تو علماء کہتے ہیں کہ سب سے پہلا گناہ جو وجود میں آیا، ایک قول یہ ہے کہ یہ حسد ہے۔ شیطان کے دل میں حسد ہوا کہ میں اتنا بڑا عبادت گذار۔

ہماری عبادت کیا؟ ہم کتنی رکعتیں پڑھ لیتے ہیں؟ کتنے سجدے کرلیتے ہیں؟ عمل کچھ بھی نہیں اور اس کے اوپر انسان اپنے آپ کو مزکی مصفیٰ سمجھے، اپنے آپ کو دھوکہ دے، دھوکہ میں رکھے، کیا ہوگا کل قیامت کے دن؟

وہ شیطان جس نے روئے زمین پر، آسمان پر، کہیں کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی کہ جہاں اس نے سجدہ نہ کیا ہو، اتنی عبادت کون کرسکتا ہے؟ اتنا بڑا عبادت گذار ابلیس، تو اس نے سب سے پہلے جو گناہ کیا وہ حسد، جو میں اور آپ، ہر وقت ہم کرتے رہتے ہیں، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کرتے ہیں، اپنے دوستوں کے ساتھ کرتے ہیں، اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کرتے ہیں۔

اس کی کارنئ آئی، دیکھ نہیں سکتے، دل ہلتا ہے اندر سے کہ اوہو! اللہ! ارے یہ تو ہونا چاہئے تھا کسی اللہ کے دشمن کے ساتھ، اور یہ اپنے بھائی، اپنے رشتہ دار، اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ حسد کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی نگاہ میں یہ گناہ سب سے عظیم تر ہے، اور سب سے بڑا اس لئے شمار کیا گیا کہ سب سے پہلی نافرمانی جو وجود میں آئی، وہ یہ حسد ہے۔

یہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کا جو جملہ میں نے آپ کو سنایا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ روئے زمین پر بسنے والے مسلمانوں میں سب سے بدترین شخص میں ہوں، روئے زمین پر بسنے والے مسلمانوں میں تو زانی، کبابی، چور ڈاکو، کتنے ہوں گے؟ تو یہ ہے جس کو اپنے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے کہ عجب کا نام ونشان نہ رہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا، اس کا ایک جملہ یہاں میرا مقصود ہے جو میں آپ کو سنا رہا ہوں۔ اس میں حضرت نے لکھا کہ الحمدللہ! مادِح اور ذَام کو برابر جانتا ہوں، فرمایا کہ الحمدللہ! مادِح اور ذَام کو برابر جانتا ہوں، کوئی میری تعریف کرے، دوسرا مجھے گالیاں دے، دونوں سے دل کی کیفیت پر کوئی فرق نہیں آتا۔

ہمیں تو یہاں کسی کے سامنے کوئی ایک کلمہ ذرا سا مجال ہے کہ کہہ کر دیکھے، فوراً اندر سے خون کھول جائے گا، آستینیں چڑھا کر انسان مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے گا، وہی اندر سے نفس ہمارا، کوئی ایک چیز برداشت نہیں کر پائے گا، اور حضرت فرماتے ہیں کہ کوئی میری برائی کرے اور دوسرا شخص میری تعریف کرتا ہو، تو دونوں میرے نزدیک برابر ہیں، اس سے میرے دل پر کوئی

فرق نہیں پڑتا۔

پھر دوسرا قول یہ ہے کہ عُجب سب سے بڑا گناہ ہے،اپنے آپ کو اچھا سمجھنا،اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلہ میں پسند کرنا،اس گناہ کا وجود سب سے پہلے ہوا کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اپنا تقابل کیا اور اپنے کو ان سے بہتر جانا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے جس گناہ کا وجود ہوا وہ تکبر ہے، کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں اس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا، کہ یہ تو آج پیدا ہوئے،کوئی انہوں نے ایک سجدہ اب تک نہیں مارا،اور میں نے کوئی آسمان اور زمین پر جگہ نہیں چھوڑی، جہاں میں نے اللہ کی عبادت نہ کی ہو،تو میں اس سے بڑا ہوں، پھر بھی مجھے حکم دیا جار ہا ہے کہ میں ان کو سجدہ کروں؟ تو چونکہ ابلیس نے سب سے پہلے تکبر کیا،اس گناہ کا وجود سب سے پہلے ہے۔

یہ حسد،عُجب،تکبر، یہ تمام گناہ ایسے ہیں کہ ان کی معافی جلدی نہیں ہوتی، بلکہ ان گناہوں کو چونکہ انسان گناہ سمجھتا نہیں،اور یہ گناہ دل میں ہوتے ہیں،دل اندر خراب ہوتا رہتا ہے،اوراس کو گناہ نہ سمجھنے کی وجہ سے انسان توبہ بھی نہیں کرتا۔

باطنی امراض

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک بڑے امیر پہنچے اور عرض کیا کہ حضرت! میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں، مجھے اپنا مرید بنا لیجئے۔تو حضرت نے فرمایا کہ ایسا کرو کہ مصلی یہاں سے گذرتے ہیں،تم وہاں پھلوں کا ٹوکرا لے کر بیٹھ جاؤ اور ہر گذرنے والے سے یوں کہو کہ ایک جوتا میرے سر پر مارو،اوراس میں سے پھل اٹھا کر لے جاؤ ایک جوتا مارنے کے بدلہ۔

وہ اتنا بڑا امیر،انہوں نے کہا حضرت! ایسا کیوں؟ تو حضرت نے ناراض ہوکر غصہ میں فرمایا کہ جب تک اندر گند بھرا ہوا ہے،کوئی روحانیت،کوئی فیض،اللہ کی محبت،سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت،جگہ ہی نہیں کہاں اور کیسے جائے وہ اندر؟ اس کو نکالنے کے لئے یہی تمہارے لئے بڑا

ضروری ہے۔

ایک بہت بڑے عالم ایک بزرگ کے پاس پہنچے، تو فرمایا کہ اچھا! جس طرح یہ اہل دنیا کو دنیا کی وجہ سے بڑائی ہوتی ہے، تو علماء اور اصحابِ علم کبھی کبھی اپنی علمی بڑائی میں مبتلا ہوتے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا! بازار میں یہ جوٹوکرا یہاں بھرا ہوا رکھا ہے اس کو سر پر اٹھا کر لے کر جاؤ، تمہارا یہی مجاہدہ، یہی تمہاری ریاضت۔

اگر وہ نفلیں وہاں پڑھتے رہیں تو اس سے تو اور بڑائی ان کے دل میں پیدا ہوگی، اور اپنے آپ کو نیک اور بزرگ سمجھیں گے۔ ان کی بڑائی نکالنے کے واسطے یہی ضروری تھا کہ اس طرح عامی انسانوں کی طرح اپنی زندگی بسر کرے، تاکہ لوگ انہیں ایک عامی انسان سمجھیں، اور خود یہ بھی عملی طور پر بتادیں کہ نہیں، عام انسانوں کی طرح میں رہتا ہوں۔

شاہ ابوسعید گنگوہی قدس سرہ

حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی قدس سرہ اپنے دادا پیر کی وراثت لینے کے لئے، یہ جو سمرقند و بخارا کا علاقہ ہے، وہاں پہنچے اور پیر صاحب سے درخواست کی کہ ہمارے خاندان سے روحانی دولت آپ لے کر یہاں آئے ہیں میں اس کو لینے کے لئے آیا ہوں، میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا! یہ جو ہمارے شکاری گھوڑے ہیں اور شکاری کتّے ہیں ان کی نگرانی، ان کی صفائی، ان کو نہلانا دھلانا، چارہ دینا، یہ تمہارے ذمہ ہے، اور تمہارا قیام وہیں اصطبل کے اندر رہے گا۔

کتنے بڑے عالم شاہ ابوسعید اور قیام ان کا گھوڑوں کے اصطبل میں، لید کے بیچ میں، صرف نماز کے لئے آنے کی اجازت، اور وہیں بیٹھ کر اپنا تسبیحات، معمولات، جو کچھ کرنا ہے دور رہ کر وہاں کرتے رہے۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت نے چاہا کہ ان کا امتحان لیں، کہ علمی بڑائی ابھی موجود ہے یا نکل گئی

ہے؟ تو لید کی صفائی کرنے والی، اصطبل کو صاف کرنے والی جو بھنگن تھی، اس سے فرمایا کہ آج صفائی کرتے ہوئے جو وہاں کتوں کا، گھوڑوں کا خادم بیٹھتا ہے اس کے پاس سے گذرنا کہ تھوڑی سی لید اس پر بھی گرے، اور پھر اس کا ردِّ عمل کیا ہوتا ہے ہمیں آ کر بتانا۔ اس بھنگن نے چونکہ حضرت کا حکم تھا ایسا ہی کیا، تو شاہ ابوسعید غصہ ہو کر کہنے لگے کہ ''نہ ہوا گنگوہ'' یعنی اپنا وطن ہوتا تو میں تجھے دکھاتا، دو چار تھپڑ مارتا، تیری پٹائی کرتا، اور غصہ میں فرمایا کہ ''نہ ہوا گنگوہ''۔

تکبر کی پہچان

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ روحانی معالج تھے، اس معاملہ میں رئیس الاطباء تھے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ تکبر کی پہچان غصہ ہے، کوئی ذراسی بات کہہ دے اور بگڑ بیٹھے، حضرت کا جملہ یہ ہوتا، فرماتے کہ ہماری شان میں کوئی گستاخی کر دے اس وقت کیا حال ہوتا ہے، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ تکبر ہے یا نہیں۔ اب یہ راستہ چلتے ہوئے کوئی آپ کی ایک ٹوپی پر ہاتھ مار کر ذرا ٹوپی گرادے۔ اوہو! پسینہ پسینہ ہو جائیں گے، غصہ آجائے گا کہ اس نے میرے ساتھ یہ حرکت کی، اور اگر کوئی تھپر مار دے یا لات مار دے تو؟ پتہ نہیں تب تو کیا حال ہو؟ تو اس وقت دل اپنے حال پر رہے، اس پر کوئی فرق نہ آئے دل میں، تب آپ سمجھیں کہ ہاں! اس میں تکبر اور بڑائی نہیں ہے۔

کشتیٔ دل

دل کے اپنے حال پر رہنے پر یاد آیا، کہ ایک بزرگ اپنے بیٹے کو تجارت کے لئے بھیجا کرتے تھے، کہیں دور دراز بیٹے کو سفر پر بھیجا، تجارتی مال لے کر بیٹا جہاز میں روانہ ہوا، کچھ عرصہ کے بعد اطلاع آئی کہ سمندری طوفان میں جہاز بھی غرق ہو گیا، بیٹا بھی شہید ہو گیا اور سارا سامان بھی گیا۔

انہوں نے آنکھیں بند کیں، تھوڑی دیر کے بعد کہا الحمد للہ! لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ بیٹے کے

مرنے پر انا للہ کے بجائے کہتے ہیں الحمد للہ۔ اس زمانہ میں تار ٹیلی فون، ڈاک، سفری انتظام مفقود تھے، صرف ایک ہی راستہ سے لوگ سفر کرتے تھے، سمندر سے، جنگلوں میں۔ اس طرح منظّم حکومتیں نہیں تھیں، جو کوئی سفر کرتا، لوگ اسے لوٹ لیتے، یہ سارا پولس اور فوج کا نہایت منظّم نظام پوری دنیا میں موجودہ طریقہ سے نہیں تھا، اس طرح یہ سلسلہ چونکہ تھا نہیں، اس لئے خبریں بھی بہت عرصہ کے بعد آتیں۔

ایک عرصہ کے بعد اطلاع آئی کہ واقعی طوفان بڑا زبردست تھا، جہاز ان کا اس میں پھنس گیا تھا مگر طوفانی لہروں نے ان کے جہاز کو کسی اور کنارہ پر، ساحل پر پہنچا دیا، اور وہاں وہ سامان بھی محفوظ اور ان کی جان بھی بچ گئی اور جہاز بھی محفوظ رہا۔

جب یہ اطلاع آئی تو بزرگ پھر آنکھیں بند کر کے تھوڑی دیر کے بعد فرماتے ہیں الحمد للہ! تو چونکہ خوشی کا موقع تھا، تو پوچھا کہ حضرت کیا بات؟ پہلے مرنے کی اطلاع پر بھی آپ نے فرمایا الحمد للہ! اب بچنے کی اطلاع پر تو الحمد للہ بجا ہے، مگر اُس وقت مرنے پر، جہاز کے غرق ہونے پر، سامان کے جانے پر آپ نے الحمد للہ! فرمایا؟

فرمانے لگے کہ میں نے الحمد للہ! اس وقت نہ تو اس کے مرنے پر کہا اور اب میں نے الحمد للہ! نہ تو بیٹے کے بچنے پر کہا، نہ سامان کے بچنے پر کہا۔ میں نے دونوں دفعہ اپنے دل کو ٹٹولا، جب اطلاع آئی کہ بیٹا مر گیا، ڈوب گیا، سامان چلا گیا، تو میں نے دیکھا کہ میرے دل کی کشتی تو ڈانواں ڈول نہیں ہوئی؟ اس کا تعلق اللہ سے ٹوٹا تو نہیں؟ بیٹے کی محبت، مال کی محبت کی وجہ سے اس تعلق میں کوئی کمی تو نہیں آ گئی؟ میں نے دیکھا کہ وہ اسی طرح قائم ہے، اس پر میں نے کہا الحمد للہ! دوسری دفعہ اطلاع آئی کہ بیٹا بچ گیا، سامان بچ گیا، تو مال کی محبت میں اس کے بچنے پر، بیٹے کی محبت میں، اس کے بچنے پر میرے دل کا حال کہیں خراب تو نہیں ہو گیا؟ اس پر میں نے کہا الحمد للہ!

دل کا حال ہمارا عجیب ہے، کوئی ذرا سی شان میں گستاخی کر دے، اس وقت اگر نہ بدلے، کسی

کا مُکا مار دینا، طمانچہ مار دینا، لات مار کر زمین پر گھسیٹنا، ہماری طبیعت پر اثر نہ کرے، اس وقت آپ سمجھیں کہ ہاں! اب دل میں تکبر کی بیماری نہیں رہی، اسی لئے ان بزرگ نے فرمایا کہ ابھی وہ ٹوکرا لے کر گھومو۔ عالم سے فرمایا کہ اس کو لے کر گھومتے رہو، تو وہاں بھی حکم ہوا حضرت کا اس بھنگن کو، تو اس نے ذرا سی لید گرائی، تو فرمانے لگے شاہ ابوسعید کہ ''نہ ہوا گنگوہ'' غصہ تھا۔ حضرت کو جب اطلاع پہنچی کہ بھنگن سے یہ فرمایا کہ ''نہ ہوا گنگوہ'' غصہ میں، تو فرمایا کہ ہاں! ابھی خُو بُو تکبر کی باقی ہے، نفس کشی مکمل طور پر ابھی نہیں ہوئی۔

کچھ عرصہ اسی طرح مجاہدہ کروایا، اس کے بعد پھر امتحان لیا، فرمایا کہ اب پہلے سے بھی زیادہ لید ان کے اوپر پھینک دینا، اس نے جب ایسا کیا تو شاہ ابوسعید نے کچھ فرمایا تو نہیں، صرف غصہ کی نگاہ سے دیکھا، چپ رہے، تو بھنگن نے آکر بتایا۔ فرمایا کہ ہاں! ابھی بھی اثر ہے۔

تیسری مرتبہ فرمایا کہ پھر اسی طرح وہاں ذرا سا پیر پھسلا دینا اور سارا ٹوکرا ان کے اوپر پھینک دینا۔ جب اس بھنگن نے سارا ٹوکرا لید کا ان پر گرایا، اتنے بڑے عالم، اتنی بڑی گدّی کے مالک، اتنے بڑے بزرگ کے بیٹے اور پوتے، مگر وہ جلدی سے اٹھے روتے ہوئے کہ او ہو! میں یہاں غلط راستہ میں بیٹھ گیا، میری وجہ سے تو گر گئی، اور اس کی لید ٹوکرے میں ڈالتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ تجھے کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟

جب حضرت کو معلوم ہوا کہ آج تو یوں ہوا، تو حضرت نے ان کو بلایا، گلے سے لگایا، فرمایا کہ تم تو ہماری جان ہو، ہمیں جان سے بھی زیادہ عزیز ہو، یہ سب تمہارا امتحان تھا اور اب اس امتحان میں تم کامیاب ہو گئے، یہ دولت تمہارے گھر سے جو میں یہاں لے کر آیا تھا اس کے صحیح وارث تم ہو، اپنی طرف سے انہیں خلافت اور اجازت عطا فرمائی۔

غیبت کے بدلہ اعمال صالحہ

یہ نفس کشی، اور دل ان برائیوں سے پاک ہو جائے، ان میں تکبر، حسد، بغض، عداوت، یہ

چیزیں ختم کی جائیں، اسی لئے پہلے بزرگوں کے یہاں عملی طور پر اس کا اہتمام ہوتا تھا کہ عملی طور پر ان کو نکالا جائے، کسی نے دنیوی کام کروا کر نکالا، پھر بزرگوں نے اس کے لئے کچھ ذکر واذکار کے ساتھ اس کو نکالنے کے لئے علاج اور یہ راہ تجویز فرمائی۔

دوستو! یہ جو میں نے گناہ آپ کو گنوائے یہ تمام کے تمام گناہ شیطانی اثر سے ہوتے ہیں، اور یہ گناہ ایسے ہیں کہ ان کو چونکہ انسان گناہ سمجھتا نہیں، اس لئے توبہ کرتا نہیں، اور اسی طرح اس دنیا سے چلا جاتا ہے، اور ان کو گناہ نہ سمجھنے کی وجہ سے اور توبہ نہ کرنے کی وجہ سے کل قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں پیشی ہوگی اور وہاں پھر حساب اور کتاب عمل کے ذریعہ ہوگا۔ وہاں دنیا کی طرح سے مال و دولت کے ذریعہ حساب نہیں ہوگا۔ اگر نیکیاں ہوں گی تو دوسرے کو دی جائیں گی، نیکیاں نہیں ہوئی تو اُس کے گناہ اِس کے سر پر ڈالے جائیں گے۔

ہم الٹی نظر سے دیکھتے ہیں کہ یہ بازاروں میں چلنے پھرنے والے، ان کو زیادہ گنہگار سمجھتے ہیں، اور خود اِن گناہوں کو گویا گناہ سمجھتے ہی نہیں۔ خود میرا حال میں اپنے اندر دیکھتا ہوں کہ میرے اندر کہیں کوئی حسد، تکبر، بہت ٹٹولتا ہوں نظر ہی نہیں آتا، کتنا بڑا دھوکہ؟ ابلیس نے ہمیں کتنے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے، کہ انسان اپنے آپ میں، یہ تمام برائیاں دل میں اندر پیوست ہونے کے باوجود، اِن گناہوں کے ذریعہ دل کے سیاہ ہوجانے کے باوجود، دور دور خود کو اِس کا کوئی پتہ ہی نہیں کہ یہ گناہ بھی میرے اندر ہے۔

اس کے برعکس دوسرے قسم کے گناہ مال کی لالچ، کبھی کسی کو ضرورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے کوئی چوری کرتا ہے اور کبھی مال کی محبت کی وجہ سے چوری کرتا ہے، شرابی کو شراب پینے میں لذت آتی ہے اس کے لئے وہ شراب پیتا ہے، زنا کاری کرنے والے کو اُس میں لذت آتی ہے اِس لئے یہ گناہ کرتا ہے، تو یہ تمام گناہ وہ نفس کی لائن کے ہیں، نفس اس کا تقاضا کرتا ہے، مگر ان گناہوں کے کرتے وقت بھی، کرنے کے بعد بھی، انسان اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے، اِس لئے توبہ کی توفیق جلدی ہوتی ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ جیسے ہی اُس نے توبہ کی، کہ فوراً اللہ کی

طرف سے معافی ہو جاتی ہے، چونکہ گناہ کرتے وقت اُس نے گناہ کو گناہ سمجھا۔

اخفاءِ معاصی

ہاں! اِن گناہوں میں بھی ایک شرط ہے۔ حدیث میں آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کوئی شخص گناہ کرے اور کسی کو اطلاع نہ ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ اُس پر ستاری فرمائے، اُس پر پردہ ڈالے، کہ کسی کو پتہ نہیں چلا کہ اس نے یہ گناہ کیا ہے، مگر دوسرے دن اس کو ظاہر کر دے، اپنے کسی دوست کو کہہ دے، کہ آج میں نے ایسا کیا، ایسا کیا، تو اِس گناہ کی بھی پھر معافی نہیں ہوتی، کہ اللہ نے ستاری فرمائی اور اِس نے اُس کو دوسرے کے سامنے کھول دیا، اپنی خود پردہ دری کی، تو اب اس کی پردہ دری وہاں ہوگی۔ لیکن اگر اس پر اپنے آپ کو گنہگار سمجھا، اِس کو چھپایا، اِس کو چھپائے رکھے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ جب بھی وہ توبہ کرے گا اِس کو معاف کر دیں گے۔

فَعَدَلَکَ کی جامعیت

یہ میں نے آیت جو پڑھی تھی ﴿یَآیُّھَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ اَلَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ﴾ تو ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَکَ﴾ کہ جس نے تمہیں پیدا کیا ﴿فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ﴾ تمہیں بنایا ﴿فَعَدَلَکَ﴾

اللہ اکبر! اللہ اکبر! ﴿فَعَدَلَکَ﴾ اِس ایک کلمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم کی ہزاروں نعمتیں جتائی ہیں کہ ہمارا کان کسی وقت اگر حساس ہو جائے، زیادہ آواز آنے لگے، کتنی انسان تکلیف محسوس کرتا ہے۔ ہمارے منہ میں کبھی حسّ دانتوں میں زیادہ ہو جاتی ہے، انسان کوئی چیز منہ میں نہیں رکھ سکتا، کبھی انسان کی حسّ جسم میں بڑھ جاتی ہے، تو یہ تمام توازن، تعادل اور برابری کے ساتھ، جتنا انسان کو ہونا چاہئے اتنی بینائی، اتنی سننے کی طاقت، اتنی قوتِ حسّ، اور تمام اعضاء کی برابری، ایک ہاتھ چھوٹا ہوتا، ایک لمبا ہوتا۔ کسی معذور کو آپ دیکھتے ہیں، ایک پیر چھوٹا ہوتا ہے ایک بڑا ہوتا ہے، دونوں آنکھیں، اُن میں برابری، ایک آنکھ کسی کی، دونوں آنکھیں ہوں،

دونوں سے نظر آ رہا ہو، مگر ایک آنکھ چھوٹی ایک بڑی ہو تو کیسی صورت بن جاتی ہے۔ دونوں کان آنکھیں سب اگر برابر ہوں تو انسان خوبصورت نظر آتا ہے، ایک کان چھوٹا ایک کان بڑا ہو، رنگ کی برابری، ایک کان سفید ہو گیا ہو، ایک کان کالا ہو، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو ﴿فَعَدَلَکَ﴾ فرمایا، اِس جملہ میں ہزاروں لاکھوں نعمتیں جو اُس کو عطا فرمائی ہیں، اُس کے جسم میں، ساری گنوائی ہیں۔

تبارک اللہ احسن الخالقین

کتنی بڑی نعمت، اللہ! کہ صرف ایک آپ چہرہ کو دیکھ لیں، ساری دنیا کے اِس وقت جتنے انسان موجود ہیں اُن کو کھڑا کیا جائے، کوئی دو ایسے آپ کو نہیں ملیں گے کہ جو مکمل طور پر اُن کا چہرہ ایک جیسا ہو۔ اسی لئے تو عام طور پر جو بچے جڑواں پیدا ہوتے ہیں، اُن کی شکلیں زیادہ ملتی جلتی ہیں، مگر اُن کو بھی اُن کے گھر والے، آس پاس کے رہنے والے وہ پہچان لیتے ہیں کہ یہ اور ہے، یہ اور ہے۔

اب اللہ تبارک وتعالیٰ کی صنّاعی، خالقی پر قربان جایئے کہ بہت بڑی جگہ میں تو اُس میں امتیاز پیدا کیا جا سکتا ہے، مگر اتنی چھوٹی جگہ میں صرف تین چیزیں منہ، ناک اور آنکھ اور گال، اتنی جگہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس طرح اپنی حکمت سے ہر انسان کو الگ الگ بنایا ہے، کروڑوں انسانوں کو کھڑا کر دیں، دو ایک جیسے نہیں۔

تلاوتِ قرآن

خیر اب اِن کو ترجمہ بھی کرنا ہے، دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنا قرب عطا فرمائے، اور جیسے میں نے آپ سے عرض کیا سب سے پہلے کہ قرآن پاک بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑی نعمت ہے، اب آپ سنیں تو کتنی لذت پاتے ہیں، یہ بیچارے گانا سننے والے، اِنہیں کیا پتہ کہ اِس قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا حلاوت، کیا لذت رکھی ہے؟

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں رہتے تھے، باہر نکلتے نہیں تھے، جب سب مصلی چلے گئے تو اندر سے دروازہ بند مسجد کا، کوئی باہر سے آ نہیں سکتا تھا، پھر تہجد کے وقت پھر کھول دیتے، اب فجر کے وقت جو آنا چاہے آسکتا ہے۔

ایک صاحب کو طلب ہوئی کہ حضرت ساری رات مسجد میں کیا کرتے ہوں گے؟ تو وہاں مسجد کی چٹائیاں نماز کے وقت بچھائی جاتی ہیں اور گرد و غبار چونکہ بہت اڑتا ہے اُس سے بچانے کے لئے نماز ہوئی کہ پھر اُس کو لپیٹ کر کھڑا کر دیا جاتا ہے، تو جہاں چٹائیاں کھڑی کی گئی تھیں اُس کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ تمام مصلی جب چلے گئے، تو حضرت نے اپنی نفلوں سے فارغ ہو کر اچھی طرح غور سے دیکھا کہ کوئی رہا تو نہیں؟ دیکھا کہ کوئی مسجد میں ہے نہیں، چلے، دروازہ بند کیا، پھر آ کر نماز شروع کی، تہجد میں قدرے جہر سے قرأت کرنا افضل ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ میں بیٹھا بیٹھا سنتا رہا کہ حضرت نے الٓمٓ سے شروع کیا اور صبح صادق سے پہلے پہلے والناس تک قرآن ختم کیا۔

اب یہ ساؤتھ افریقہ کا رہنے والا ایک شخص، سیمپل پھیرنے والا، تجارت کرنے والا، بازاروں میں گھومنے والا، ساری عمر سے ایک قرآن شریف روزانہ، یہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ روز ایک قرآن شریف رات کو روزانہ پڑھتے، اُن کو کتنی لذت آتی ہوگی؟

اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس کی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اِس کا کوئی حصہ ہمیں بھی عطا فرمائے، کتنی بڑی نعمت، دولت سے ہم محروم ہیں۔ ہمیں سب سے زیادہ لذت آتی ہے غیبت کرنے میں، کسی کی برائی کرنے میں، جیسے کسی کی کوئی برائی سنی، تو دل کو چین اور سکون نہیں ہوگا، جب تک اُس کی برائی دوسرے کے کان میں نہ ڈالیں، کہ تم نے یہ سنا کہ اُس نے کیا کیا؟

اللہ اکبر! اب شیطان نے ہمارے دل کو کس طرح اپنے رنگ سے رنگ دیا ہے کہ سب سے بدترین گناہ، جس کی معافی نہیں ہوتی، انسان گناہ سمجھتا نہیں، اس میں ہمیں سب سے زیادہ لذت

آئے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرآن سے مانوس ہونے کی توفیق عطا فرمائے، قرآن کی لذت ہماری زبان اور دل اور جسم کو عطا فرمائے، قرآنی علوم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، قرآنی علوم سے ہمیں نوازے، ہماری نسلوں کو، ہماری اولاد کو، ہمارے خاندان کو نوازے، تمام مسلمان کو قرآن پاک کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین.

الحمدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

أمَّابَعْد! فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

دوستو! ابھی ہمارے قاری صاحب نے یہ آیتیں پڑھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں، رات اور دن کے آنے جانے میں، عقل والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

عربی زبان ایسی وسیع زبان ہے کہ اُس کے کتنے ایسے الفاظ ہیں کہ اُس کا مفہوم آپ بیان تو

کر سکتے ہیں ،اُس کا ترجمہ نہیں کر سکتے ۔''لُب'' کا ترجمہ جہاں کہیں ''اُولُو الالباب'' آتا ہے'' عقل والے'' ترجمہ کرنا پڑتا ہے، حالانکہ عقل اور چیز ہے ''لُب'' اس عقل کا جوہر، اس کی spirit، اس کا خلاصہ، اس کا نچوڑ ہے۔تو ''لُبّ'' عقل سے بہت بدرجہا بڑھی ہوئی چیز ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ جو''اُولُو الالباب'' ہیں، ''لُب'' والے جنہیں عقل کا بھی ''لُبِ لُباب'' حاصل ہے اُن کے لئے بڑی نشانیاں ہیں، وہ کون؟

ذکرلسانی اور مراقبہ

﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا﴾ جواللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرتے ہیں قیام کی حالت میں، کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، پہلو پر لیٹے ہوئے، کہ انسان اِنہیں تین حالتوں میں ہوتا ہے، اُس کی کوئی چوتھی حالت ہوتی ہی نہیں، یا تو کھڑا ہوگا، یا بیٹھا ہوگا، یا لیٹا ہوگا۔رکوع کی حالت، یہ قیام میں شمار ہے، تو انسان عام طور پر اِنہیں تین حالتوں میں ہوتا ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انسان سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے۔کوئی لمحہ، کوئی آن اُس سے خالی نہ رہے، نہ کھڑے، نہ بیٹھے، نہ لیٹے ﴿وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ذکر کرتے کرتے، اللہ اللہ کرتے کرتے، جب زبان تھک جائے، انسان ہے آخر، گلا خشک ہوجائے گا، تو کہتے ہیں اُس کے بعد پھر گردن جھکالیں، مُراقبہ، فکر، کس چیز میں؟ اُس کے پھر اقسام ﴿فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں کو، زمین کو کیسے پیدا کیا ہے؟

مراقبۂ نعمت ومراقبۂ معیت

صُوفیاء کبھی مراقبۂ نعمت کرواتے ہیں کہ انسان اپنے جسم سے شروع کرے کہ اوہو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو مجھے ایک ایک نعمت دی، اُس میں کتنی نعمتیں اُس کے اندر رکھی ہوئی ہیں۔

اب آج کل ایک ایک عضو کے الگ الگ جو اسپشلسٹ شروع ہوئے ہیں، پھر اُس ایک عضو

میں بھی صرف منہ ایک عضو نہیں، ہر چیز کے الگ، دانت کے الگ، زبان کے الگ، حلق کے الگ، ناک کے الگ، کان کے الگ، اور اُس کی پھر تفاصیل بتاتے ہیں کہ ایک ایک عضو کتنے اجزاء سے مرکب ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو ہمیں مثلاً آنکھ دی، اُس میں کیسا ایک سمندر رکھا ہوا ہے جو جاری رہتا ہے ہر وقت، جہاں کہیں کوئی ضرورت پڑی اور پانی شروع ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ پلکیں دیں، ہاتھ پیر ہلاتے ہوئے ہم تھک جاتے ہیں، کوئی شخص گنے تسبیح لے کر کہ دن میں کتنی دفعہ پلک جھپکتا ہے؟ تو گِن نہیں سکتا، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا طاقتور بنایا ہے، اِس میں اِتنی قوت رکھی ہے کہ وہ تھکتی ہی نہیں، کبھی کسی کی آنکھ پلک جھپکتے جھپکتے تھک جاتی ہے؟ نہیں۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے زبان عطا فرمائی، اسی طرح ایک ایک عضو کے متعلق سوچیں، غور کریں، تو مراقبۂ نعمت صوفیاء کرواتے ہیں، اور کبھی مراقبۂ معیت ﴿ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنا ﴾ کا مراقبہ، کبھی ﴿نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ﴾ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ یہ صوفیاء کے اَشغال جتنے ہیں، اُس کی اصل یہ آیت ہے، ذکر بھی ہے، پاس انفاس بھی ہے۔

پاس انفاس

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ سانس سے جو ذکر کیا جاتا ہے، وہ ایک خاص مقصد کے لئے صوفیاء نے ایجاد کیا، کہ انسان جب مرنے لگتا ہے تو آخری وقت میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ چاہے کتنا انسان طاقتور ہو، اُس کی طاقتیں سب ختم، ہاتھ پیر نہیں ہلا سکتا، اُس وقت پھر بولنے کی طاقت بھی ختم ہو جاتی ہے، زبان نہیں ہلا سکتا، مگر شعور باقی رہتا ہے، سمجھ سکتا ہے، تو یہ سانس ایسی چیز ہے کہ جو آخری دم تک جاری رہے گی، جب تک شعور ہے، تو ہر سانس کے ساتھ اَللّٰہُ اَللّٰہُ جاری رہے۔

ہم نے حضرت شیخ قدس سرہ کو دیکھا کہ بالکل بَیِّن صاف واضح حضرت کا اخیری دم تک جاری رہا۔اس طرح یہ حضرت کی کیفیت ہوتی تھی، اللّٰہُ کی اورآخری سانس تک۔یا کریم شروع میں فرماتے رہےاور جب یہ بھی آواز بند ہوگئی،تو اُس کے بعد یہ پاس انفاس اخیر تک جاری رہا۔

اسی طرح حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنے والد صاحب حضرت مولانا یحییٰ صاحب نوراللہ مرقدہ کے متعلق بھی یہی تحریر فرمایا کہ اخیر وقت تک پاس انفاس جاری تھا۔نہ معلوم کتنے بزرگوں کے متعلق یہ حالت اور یہ کیفیت بیان کی گئی ہے۔

یہ تمام چیزیں صوفیاء نے اِسی سے اخذ کی ہیں، اِسی آیت سے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی اوراُس کا ترجمہ کیا۔ اِس میں عبادت کی تمام اقسام بھی آگئیں، اُس کے طُرُق بھی جو اُنہوں نے لیئے وہ بھی اِس میں آگئے، زبان سے،جسم سے ادا ہونے والی عبادتیں، ذکراورفکر اورسانس سے ادا ہونے والی عبادتیں،مگر اِن عبادتوں کے کرنے والے الگ الگ قسموں کے ہوتے ہیں۔

تین قسم کے عابد

ہمارے اساتذہ میں جامعہ حسینیہ میں حضرت مولانا سیدظہورالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اُن کی زندگی قلندرانہ تھی، بزرگی کی باتیں وہ کرتے نہیں تھے،سالہا سال رہنے والوں نے اِن سے بہت کم بزرگانہ انداز کی باتیں سنی ہوں گی۔اردو کے، فارسی کے،عربی کے بڑے قادرالکلام شاعر،اُن کا تخلص ''فنَا'' تھا۔

جیسی اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت ہےاُس کے خاص بندوں کے ساتھ،اخیر وقت تک ہم نے اُن کو دیکھا،آخری ایام اُن کے بڑے تنگی کے گزرے، بالکل آخری ایام تک کا یہ حال تھا کہ اُن کے پاس چائے تک کے پیسے نہیں ہوتے تھے،چائے پینے تک کے،لیکن اللہ اکبر! اُن کا چہرہ

آپ دیکھیں، ایسا نورانی، ایسا ہشاش، بشاش کہ بادشاہ کی طرح چلتے تھے، چال بھی ایسی تھی، چہرہ بھی ایسا تھا، کوئی قسم کھا کر بھی کہے کہ ان کے یہاں اِس طرح کی تنگی ہوگی، تو کوئی مانے گا نہیں اُس چہرے کو دیکھ کر جو نور اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا، جو خوبصورتی انہیں عطا کی گئی تھی۔

خیر وہ قلندرانہ شان رکھتے تھے، ہم نے بھی کوئی باتیں اُن سے ایسی نہیں سُنیں مگر، پتہ نہیں بہت خاص تعلق تھا مجھ سے، تو ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ اللہ تبارک وتعالی کی عبادت کرنے والے بندے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک جنہیں ''کُتّے'' کہا جاتا ہے۔ اللہ! تعجب ہوگا کہ اللہ کی عبادت کرنے والے انسان، مسلمان، اور اُنہیں یہ لقب دیا انھوں نے ''کُتّے'' اور دوسرے وہ تاجر اور تیسرے اللہ کے دوست۔

فرمایا کہ جو اللہ کی عبادت اِس لئے کرے تا کہ اُس سے دنیا حاصل ہو۔ بہت دوست آتے ہیں، کہ دکان نہیں چل رہی، تنگی ہے، روزی میں برکت کے لئے کوئی چیز پڑھنے کو دے دیجئے، کوئی وظیفہ بتا دیجئے۔ تو فرماتے ہیں کہ جو دنیا میں، دنیوی وسعت کے لئے اور دنیا طلب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، وہ کُتّے ہیں کہ کتا بھی اپنے کھلانے پلانے والے کے ساتھ انس کا اظہار کرتا ہے۔

اور جو آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لئے عبادت کرتے ہیں وہ تاجر ہیں۔ قرآن نے اُن کو تاجر کہا ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾ تو حق تعالیٰ شانہ سے وہ سودا کر رہے ہیں کہ ہمیں جنت مل جائے، جنت مانگتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں تا کہ جنت ملے، وہاں کی نعمتیں ملے، حور و غلمان وہاں مل جائیں۔ یہ تاجر کچھ دے کر کچھ لینا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ تیسری قسم کے وہ جو اللہ کے دوست ہیں، وہ ہیں جن کا مقصود نہ دنیا، جن کا مقصود نہ آخرت کی نعمتیں۔

خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نہ دنیا دوست می دارم نہ عقبیٰ را خریدارم
مُرا چیزے نمی باید بجز دیدار یااللہ

وہ فرماتے ہیں کہ نہ مجھے دنیا پسند، نہ میں آخرت کا خریدار کہ وہاں کی نعمتیں مجھے چاہئے، جنت چاہئے، مُرا چیزے نمی باید بجز دیدار یااللہ! اے اللہ! مجھے کچھ نہیں چاہئے تیرے دیدار کے سوا۔

ز شرِّ نفسِ امارہ نگاہم دار یااللہ
ہوائے حرص نفسانی زِمن بردار یااللہ

تو حضرت نے بھی فرمایا کہ جو آخرت کے حصول کے لئے اور وہاں کی نعمتوں کے لئے عبادت کرے وہ تاجر، اور جو صرف اللہ تبارک وتعالی کی ذات کے خاطر، اُس کی وجہ سے، اُس کی ذات کو مدِّنظر رکھ کر عبادت کرے، وہ ہیں اللہ کے دوست اور یہ دوستی بڑی اچھی چیز ہے۔

بیویاں تین قسم کی

جیسے عباد تین قسم کے ہیں، اسی طرح بیویاں تین قسم کی ہوتی ہیں۔ایک حاکم، بہت سی جگہوں پر بہت سے گھروں میں بیویاں حاکم ہوتی ہیں، مرد بیچارے دبے دبے سے رہتے ہیں، جیسا آرڈر اُدھر سے ہوتا ہے اُسی طرح اُنہیں کرنا پڑتا ہے۔

دوسری قسم محکوم کہ بیوی کو بالکل محکوم بنا کر رکھے، باندی کی طرح غلام بنا کر رکھے۔

اور تیسری قسم دوست کہ کبھی دوستی میں اُس نے اپنی بات منوالی اور کبھی دوستی میں آپ نے اپنی بات منوالی۔

ایک بزرگ نے نصیحت کی کہ دیکھو! بیوی کو نہ اپنا حاکم بنانا نہ محکوم بنانا، بلکہ اُس کو دوست بنالینا۔اگر تم محبت کی اور عافیت کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو، بیوی کو دوست بنانے والا طریقہ اختیار کریں گے، اِس میں زندگی بھر تمہیں عافیت رہے گی۔

اِسی طرح یہ بزرگوں میں جو دوست کی قسم ہے وہ بڑی نرالی قسم ہے۔ اُن کے واقعات آپ پڑھیں گے، تو ہر جگہ نرالے ملیں گے۔ کیا دنیا میں، کیا مرتے وقت، کیا قبر میں، کیا حشر میں۔

بلا حساب جنت میں

ابھی قاری صاحب نے نعت پڑھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سیدھی بلا روک ٹوک کے جنت میں پہنچ جائے گی۔ اب یہ شاعرانہ مبالغہ نہیں ہے، کوئی مولوی یہ سوچ کر کہ قبر سے اُٹھنے کے بعد حشر کی سختیاں، تنگیاں، پریشانیاں، پھر اُس کے بعد حساب اور کتاب، پتہ نہیں کب شفاعتِ کبریٰ کے بعد شروع ہو، اس حساب اور کتاب کے بعد پھر آگے مرحلہ پل صراط کے عبور کا، تو یہ سب مراحل عبور کئے بغیر ویسے ہی یہ جماعت پہنچ جائے گی۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت ذکر کی ہے، فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی ایک جماعت ایسی ہوگی کہ قبر سے سیدھی اُٹھ کر بھاگی ہوئی چلی جائے گی جنت کی طرف، وہاں پہنچ کر دیکھے گی اُس کے دروازے بند، محافظ فرشتے وہاں کھڑے ہوئے، وہ پوچھیں گے کہ تم کیسے آ گئے؟ وہ کہیں گے ہم جنت میں جائیں گے، فرشتے کہیں گے کیا تم نے اپنا حساب کتاب چُکا دیا؟ تمہارے اعمال کا وزن ہو گیا؟ تمہیں نامۂ اعمال مل گیا؟ کہا حساب تو اُن کا ہو جن کے پاس کچھ ہوگا، ہمارے پاس دنیا میں کچھ تھا ہی نہیں، ہمارا حساب لینے اور دینے کا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔

ادھر فرشتوں کے ساتھ اِن کی گفتگو سُن کر حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو حکم فرمائیں گے کہ یہ سچ کہتے ہیں، اِن کے حساب کتاب کے لئے کچھ بھی نہیں، اِن کے لئے جنت کے دروازے کھول دو، تو یہ قسم بڑی نرالی دوستانہ، دوستوں والی۔

اے موسیٰ تم حائل ہو گئے

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنگل میں تشریف لے گئے۔ ایک چرواہا مست ہے

وہ کہتا ہے کہ یااللہ! تو میرے پاس آ جا! یااللہ! کاش کہ تو میرے پاس آ جائے، اگر تو میرے پاس آ جائے، تو دیکھ میں تیرے بال سنواروں! تیرے بالوں میں کنگھی کروں، اُس میں خوشبو لگاؤں، تجھے اچھے اچھے کپڑے پہناؤں، تجھ سے میں پیار کروں۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُس کی گفتگو سُن کر جلال آ گیا، اس کو ٹوکا کہ نالائق! اللہ کی شان میں بدتمیزی کرتا ہے۔ اللہ کو تو کنگھی کرے گا؟ اللہ کو اِس طرح خطاب کر سکتے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اوپر سے خطاب ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے، کہ ارے موسیٰ! تم نے اِس کی مناجات روک دی، میرے عاشق کو جو لذّت آ رہی تھی، اُس میں تم حائل ہو گئے۔ تو یہ دوستوں والی قسم ہر جگہ ہر زمانہ میں رہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا قصہ سُنایا، وہ جو مشہور ہے کہ اُنہوں نے مرتے وقت وصیت کی۔ میں نے ہمارے صوفی اقبال صاحب سے سُنا، وہ روکر کہہ رہے تھے، میں نے اُن کو اپنے کانوں سے سنا، کہنے لگے کہ میں مر جاؤں، تو ایسا کرنا کسی قصائی کو بُلا کر اچھی طرح چھوٹی چھوٹی بوٹیاں بنا دینا اور یہاں مدینہ منورہ میں بلیاں ہیں، اُن کے سامنے ایک ایک بوٹی ڈال دینا، روتے ہوئے وہ کہہ رہے ہیں۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں بھی ہیں

کھاویں مجھ کو مدینہ کے مرغ و مار

انہوں نے بھی روکر یہ کہا۔

ایک شخص کی وصیت

بنی اسرائیل کے اُس شخص نے اپنے لئے اپنے بیٹوں کو مستقل یہ وصیت کی کہ اگر میں مر جاؤں، تو مجھے تم دفن مت کرنا، بلکہ مجھے جلا دینا اور جلا کر اُس کی راکھ بھی ایک جگہ مت پھینکنا، تھوڑی تھوڑی سمندروں میں کہیں بکھیر دینا۔ کیوں؟ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے اعضاء کو

جمع کرلیں گے تو مجھے بڑی سزا دیں گے۔

وہ تو ایک حال میں تھے، جس میں اُنہوں نے یہ کہا اور کرنے والوں نے واقعی ایسا ہی کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اُن تمام ذرّات کو اکٹھا کرکے، زندہ کرکے جب پیش کیا گیا، پوچھا کہ تم نے یہ وصیت کیوں کی؟ عرض کیا آپ سے بہت ڈر لگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہی ان کا انداز پسند آ گیا۔ فرمایا چھوڑ دو، قبر میں فرشتوں کے ساتھ بھی نہ معلوم کتنے واقعات ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خود سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی آتا ہے۔ اب ایک دستور ہے روایت میں آتا ہے کہ کیسی ان کی شکل وصورت ڈراؤنی ہوگی؟ کیا حال ان کا ہوگا؟ کہ انسان کے اوسان خطا ہو جائیں، مگر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب وہ پہنچے، تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب فرشتہ نے پوچھا **مــن ربُّک**؟ تو آپ نے اُن سے پوچھا کہ **من ربُّک**؟ تیرا رب کون ہے؟ تب وہ فرشتے ایک دوسرے کا منھ دیکھتے ہیں کہ یہ تو ہم ہی سے پوچھتے ہیں، بھاگو یہاں سے۔

ایک لطیفہ

طلبہ کو میں قصہ سنایا کرتا ہوں کہ ہمارے مظاہر العلوم کے استاذ تھے حضرت مولانا ثابت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، نحو، منطق وغیرہ میں اُنہیں زیادہ مہارت تھی۔ تو جب اُن کا انتقال ہوگیا تو طلبہ بڑے شریر ہوتے ہیں، وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے۔

ایک کہتا ہے کہ دیکھو! حضرت مولانا ثابت علی صاحب کے پاس ابھی فرشتے پہنچے ہوں گے اور فرشتہ نے پوچھا ہوگا ''**مــن ربُّک**؟'' تو اُنہوں نے کہا ہوگا ''**مــن ربُّک**'' فرشتہ نے پوچھا ہوگا ''**مادینُک**؟'' تو اُنہوں نے کہا ہوگا ''**مادینُک**'' پھر آگے تشریح کی، کہ فرشتہ پھر اعتراض کرے گا کہ یہ کیا بدتمیزی؟ میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے سوال دہراتے ہو؟

وہ طالب علم کہتا ہے حضرت مولانا ثابت علی صاحب کہیں گے کہ تمہارا ''من'' استفہامیہ اور میرا ''من'' موصولہ اور تمہارا ''ما'' استفہامیہ اور میرا ''ما'' موصولہ، ''من'' سوال کے لئے بھی آتا ہے، کہ تمہارا رب کون؟ اور ''من'' موصولہ بھی آتا ہے تو ''**من ربک** '' کے معنی تمہارا رب کون؟ اور دوسرا معنی **من ربک** کے یہ ہیں کہ، جو تمہارا رب ہے اور ''**مادینک**'' تمہارا دین کیا؟ یہ ترجمہ بھی اور موصولہ ہو تو جو تمہارا دین ہے۔

خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ غلام علی مجدّدی قدس سرہ کے حالات میں لکھا ہے کہ اُنہوں نے مرتے وقت وصیت فرمائی کہ ہمارے سلسلۂ نقشبندیہ کے بڑے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا اور اُنہوں نے جو وصیت کی تھی، میں چاہتا ہوں کہ اپنے لئے بھی وہی وصیت کروں۔

اُنہوں نے یوں کہا تھا کہ ہمارے جنازہ کے ساتھ کلمہ پڑھنا اور ذکر کرنا تو اس کلمہ اور ذکر کی بھی اہانت ہے۔ اپنی تواضع کی وجہ سے فرمایا، کہ اس کلمہ کی بھی توہین ہوگی۔ اس کا گویا ادعاء اور دعویٰ ہے، حالانکہ ایمان کا حال مالک ہی کو معلوم، اس لئے انہوں نے کہا کہ اس کے بجائے میرے جنازہ کے ساتھ یہ شعر پڑھا جائے

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیأً للہ از جمالِ روئے تو
دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بردست بر بازوئے تو

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ قدس سرہ کو ایک مرتبہ خط لکھا ہندوستان سے کہ حضرت! میری طرف سے کوئی مطاف میں یہ شعر پڑھ دے۔

جس کے متعلق خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازہ کے ساتھ یہ شعر پڑھا جائے کہ اے اللہ! میں مفلس بن کر تیرے کوچہ میں آیا ہوں، اللہ کے واسطے تیرے جمال کا کچھ حصہ، کوئی ذرّہ دکھا دو اور پھر فرمایا کہ دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما، کہ یہ زنبیل ہے میرا، میں فقیر ہوں، مانگنے والا حاضر ہے، اُس میں کچھ ڈال دو، اور ڈالنے کے لئے آپ کا ہاتھ جو نظر آئے گا، اُس پر ہزاروں آفریں۔

ایسے وقت میں جب انسان کے اوسان ٹھکانے نہیں رہتے، تو یہ محبت کی باتیں کرنے والے، اللہ تبارک وتعالیٰ سے جن کو دوستی کا تعلق ہوتا ہے کہ ساری عمران کی اِسی دوستی میں گذری، مستی میں، تو اُن کے اوسان ٹھیک رہتے ہیں۔ دنیا میں بھی، جب حالات خراب ہوں، فتنے آئیں، تب بھی وہ متأثر نہیں ہوتے، خود اپنی جان پر بھی کتنے واقعات گزر جائیں، انہیں اس کا نہ کوئی احساس ہوتا ہے، نہ اس سے وہ متاثر ہوتے ہیں، ان کی تو ادھر لَو لگی ہوئی ہوتی ہے۔

سرمدِ دہلوی

ایک بزرگ دہلی میں گزرے ہیں شیخ سرمد۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے ''لاَ الٰـهَ ،لاَ الٰـهَ، لاَ الٰهَ ،لاَ الٰهَ، لاَ الٰهَ ،لاَ الٰهَ''، ابھی کھانے پر بات ہو رہی تھی کہ میں طلبہ کو سبق میں کہا کرتا ہوں کہ دیکھو! اللہ کے واسطے تم مولوی مت بننا۔ کہ دنیا میں جتنی مصیبتیں آئی ہیں، مولوی کی وجہ سے، کبھی مولوی مت بننا۔

مولویوں نے اُن بیچارہ کو، شیخ سرمد رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ لیا، فتوی لگا دیا کہ کہتے ہو ''لاَ الٰـهَ''، کوئی معبود ہے ہی نہیں، یہ دہریہ، ملحد انسان ہے، پکڑ کر کہا کہ تم پڑھو، ''اِلَّا اللّٰـه'' ساتھ یعنی ''لاَ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' پڑھو، مگر سرمد کہنے لگے ''لاَ الٰـهَ'' ''لاَ الٰهَ'' اب قید کیا گیا، اصرار کیا گیا کہ پورا کلمہ پڑھو، مگر وہ یہی پڑھتے رہے ''لاَ الٰهَ'' ''لاَ الٰهَ'' نوبت یہاں تک پہنچی کہ مولویوں نے کہا ان کو قتل کردو، یہ مرتد ہے۔ یہ ہوتے ہیں مولوی۔

کہتے ہیں کہ جیسے ہی جلاد نے تلوار اُٹھائی، اُنہوں نے کہا کہ ''لَا اِلٰـہَ'' وار گردن پر پڑا اور سر نیچے گرا، اُس نے کہا کہ ''اِلَّا اللّٰہ'' سر الگ ہو کر بول پڑا ''اِلَّا اللّٰہ''۔

میں ابھی ''نفی'' سے نہیں نکلا

اب ساری عمر وہ کہتے رہے کہ میں ابھی ''نفی'' سے نکلا ہی نہیں، میرے دل میں ہزاروں بُت موجود ہیں، میرے بچوں کا بُت دل میں ہے، دوستوں کا بُت دل میں ہے، مال اور دنیا کے روپئے اور خزانوں کا بُت اور اُن کی محبت کا بُت میرے دل میں ہے، تو ابھی ''نفی'' میں ہوں، وہ نکلے، تو پھر آگے میں پڑھوں ''اِلَّا اللّٰـہ''۔ تو موت تک اِسی حال میں رہے ''نفی'' ''نفی'' میں، جیسے ہی موت پر یہ حال ختم ہوا، سر جدا ہو کر کہتا ہے ''اِلَّا اللّٰہ'' تب اُنہوں نے کلمہ پورا کیا۔

شیخ منصور حلّاج

وہاں میں نے ان سے کہا تھا کہ مولوی مت بننا۔ یہ منصور حلاج کو ''اَنَا الحُق'' کہنے کہ وجہ سے قتل کرنے والے، قتل کا فتویٰ دینے والے، یہ بھی مولوی تھے۔ یہ ان کے حال کو سمجھ نہیں پائے بیچارے، اور ان کے حال کو سمجھنا ہے بھی مشکل۔ جب سمجھ میں نہیں آتا تو کسی کو اُن کے حال پر چھوڑ دیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جانے اور اُس کا یہ بندہ جانے۔ یہ تمام جو مست رہتے ہیں حق تعالیٰ شانہ کی دوستی میں، یہ اصل حق تعالیٰ شانہ کے چاہنے والے، اُس کی عبادت کرنے والے، اُس کی ذات ہی کے طلب گار ہوتے ہیں۔

اصمعی قبرستان میں

ایک شاعر کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ قبرستان گیا تو وہاں میں نے دیکھا۔ آپ کبھی دیکھتے ہیں کہ بچے کہیں دیوار پر کچھ لکھ دیتے ہیں، کبھی کسی کا نام لکھ دیا، کبھی کیا لکھ دیا، تو کہتے ہیں کہ میں قبرستان پہنچا تو وہاں دیکھا کہ ایک لوح، تختی قبر پر تھی تو وہاں کسی نے شعر لکھا

اَلا اَیُّھَا الُعُشَّاقُ بِالّٰلہِ خَبِّرُوُا
اِذَا حَلَّ العِشُقُ بِالُفَتٰی فَکَیُفَ یَصْنَعُ

کہ اے عاشقو! یہ تو بتاؤ کہ کوئی نوجوان عشق ومحبت میں گرفتار ہوجائے ، مبتلا ہوجائے، تو وہ کیا کرے؟ تو میں نے جب یہ شعر پڑھا تو میں نے اُس کے نیچے جواب لکھ دیا، وہ پوچھ رہا تھا کہ جو اِس بلائے محبت میں گرفتار ہوجائے وہ نوجوان کیا کرے؟ تو میں نے اُس کا جواب نیچے لکھ دیا

یُدَارِیُ ھَوَاہُ ثُمَّ یَکُتمُ سِرَّہُ
وَیَخُضَعُ فِیُ کُلِّ الُاُمُوُرِ وَ یَخُشَعُ

میں نے اُس سے کہا کہ اپنی اس محبت کو چھپائے، آہ اور واویلا نہ کرے، اور تمام امور میں خشوع اور خضوع اختیار کرے اور مدارات کا برتاؤ کرے۔

کہتے ہیں کہ کیسے وہ یہ کام کرسکتا ہے؟ جب کہ غلبۂ محبت کی وجہ سے اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے، ہر آن اس کو قینچی سے کوئی کتر رہا ہو، اس کے دل پر تو یہ حال گزر رہا ہے اور تم کہتے ہو چپ رہو، زبان بند کرو، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

کَیُفَ یُدَارِیُ وَ الُھَوٰی قَاتِلُ الُفَتٰی
وَفِیُ کُلِّ حِیُنٍ قَلُبُہُ یَتَقَطَّعُ

کہتے ہیں میں نے اس کے نیچے پھر اس کا جواب لکھا، کہ اس نے پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کے نیچے میں نے جواب لکھا

اِذَا لَمُ یَجِدُ صَبرًا لِکِتُمَانِ سِرِّہ
فَلَیُسَ لَہُ شَیُئٌ سِوَی الُمَوُتِ یَنُفَعُ

جب وہ اپنی اس بھید کو چھپا نہیں سکتا، اُس پر صبر نہیں کرسکتا، زبان اور اعضاء کو خاموش اور ساکن اور ساکت نہیں رکھ سکتا، تو اُس کا علاج صرف اور صرف موت ہے

فَلَيْسَ لَهُ شَيئٌ سِوَى الْمَوْتِ يَنْفَعُ

کہ اس کا اختتام بھی، اس بلائے محبت کا، موت پر ہوگا۔ اللہ! کہتے ہیں اب تو مجھے چسکہ پڑ گیا، میں اس کے نیچے جواب لکھ کر آیا گھر پر، میں نے رات کو سوچا کہ کب صبح ہوتی ہے اور کب میں جاتا ہوں، کہ میں جا کر دیکھوں تو صحیح یہ اس پر آگے کیا لکھتا ہے۔

کہتے ہیں میں دوسرے دن پھر قبرستان پہنچا، تو میں نے دیکھا کہ اللہ! وہاں ایک لاش نوجوان کی پڑی ہوئی ہے۔ اللہ! نوجوان مردہ وہاں پڑا ہوا ہے، اس کی لاش پڑی ہوئی ہے اور اُس نے مرنے سے پہلے وہاں جواب لکھا

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ثُمَّ مِتْنَا

فَبَلِّغُوْا سَلَامِیْ اِلٰی مَنْ کَانَ لِلْوَصْلِ یَمْنَعُ

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهُمْ

وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

کہ بھئی، تم نے کہا کہ سوائے موت کے اُس کا کوئی علاج نہیں، اس دنیا سے چلے جانا، یہ راستہ ہے محبت میں کامیابی کا، تو وہ بھی اختیار کرتے ہیں، اس لئے جو وصال سے منع کرتے ہیں، انہیں میرا سلام پہنچا دو۔ مر گیا، وہ پڑھ کر ہی مر گیا اور آگے وہ کہتا ہے

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهُمْ

کہ یہ جتنے نعمتوں والے ہیں اُن کے لئے اُن کی نعمتیں مبارک ہوں

عاشق مسکین کے لئے تو بس، گھونٹ گھونٹ وہ اپنے زہر کا پیالہ جو ہر آن پی رہا ہے، وہ اُس کے لئے آبِ کوثر ہے۔

دوستو! یہ محبت کے غلبہ کے ساتھ جو عبادت کی جائے وہ دراصل حق تعالیٰ شانہ کی ذات تک پہنچانے والی، اُس کے دوستوں میں شامل کرنے والی اور عبادتوں میں سب سے زیادہ اونچی عبادت ہے۔

ہمارے تمام اکابرین اِسی لائن پر تھے۔ حضرت مدنی قدس سرہ کے متعلق حضرت شیخ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ اخیری رات میں تہجد کے بعد حق تعالیٰ شانہ کی شان میں پنجابی کے دوہے پڑھا کرتے تھے اور زار وقطار گریہ وزاری کیا کرتے، رویا کرتے تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کا حال ہم نے خود دیکھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اُن کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ ابھی چونکہ صبح سفر ہے اور یہاں سے بہت دور ابھی سینٹ پال تک جانا ہے اِس لئے اِسی پر ختم کرتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے دوستوں میں شامل فرمائے، دنیا اور اُس کی محبت سے اور اُس کی زیب وزینت سے اور اُس میں دل لگانے سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

اما بعد:

دعا کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالی ان حفاظ کو قبول فرمائے، اس مدرسہ کو، مدرسہ کے مدرسین، منتظمین، معاونین سب کو قبول فرمائے۔

گذشتہ کل حضرت امام ربانی کے متعلق عرض کیا تھا کہ حضرت کے لاکھوں مریدین ہیں، ہزاروں خلفاء ہیں اور حکومت حضرت کو گرفتار کر کے گوالیار کے قلعہ میں بند کرتی ہے، وہاں سے حضرت تحریر فرماتے ہیں، سب کو تسلی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رضا بالقضا نہ چھوٹے، جس طرح میں یہاں آنے کے بعد، سارا وقت ارشاد و ہدایت کے بعد، نماز سے باہر، تلاوتِ قرآن میں اور لمبی نفلوں میں قراءت کے ساتھ، اور کلمۂ طیبہ کے ورد کے اہتمام میں مشغول ہوں، تو یہی تم سب کا معمول ہونا چاہئے۔

امام الطائفہ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

اور کلمہ طیبہ کے ورد کی آگے پھر تفصیل فرمائی جو میں نے عرض کی تھی، کہ حضرت نے فرمایا کہ ہر چیز کی نفی۔ تم تو میری رہائی کے لئے دعا کرتے ہو، میری رہائی کے متعلق تم نے کوششیں بھی کیں،

مگر وہ کارگر نہیں ہوئیں، لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس کی دعا بھی نہ کرو، اور لا الٰہ جب کہو، تو اس کی بھی نفی کرو کہ اے الٰہی! ہمارا کوئی مقصود نہیں، ہم رہائی بھی نہیں چاہتے ہیں۔

اور پھر استدلال کے طور پر ایک مکتوب میں حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ، امام الطائفہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ اپنے مقصود، اپنی حاجت کے سوال کے ہم مأمور ہیں، دعا تو کرنی چاہئے، لیکن صرف دعا کا امر پورا کرنے کے لئے، دل سے تمنا یہ ہو کہ یا الٰہی! میری تمنا اور آرزو نہیں ہے، میں تو وہی چاہتا ہوں جو تو چاہتا ہے۔

ابن عربی کا کیا مقام ہوگا کہ الفِ ثانی کا مجدد اُن کے کلام سے استدلال کرتا ہے، اور آج کل سلفی اور آزاد منش لوگ ابن عربی اور رومی پر کیا کیا طعنے اور فتوے لگاتے ہیں۔ اور یہاں تو ابن عربی کا اتباع کہ ابن عربی یہ فرماتے ہیں، اس لئے تم ایسا کرو۔

مجھے خیر المدارس ملتان کے ایک بڑے استاذ کا واقعہ یاد آیا، وہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پی ایچ ڈی کر رہے تھے، ان کا موضوع تھا المودودی وتفسیرہ۔ ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر پر انہوں نے پی ایچ ڈی کی تھی، اور کس طرح انہوں نے جگہ جگہ نصوص کو ٹھکرایا، مسلّم روایات کو ٹھکرایا، مسلّمہ تفاسیر کو ٹھکرایا اور کس طرح توریت سے استدلال، بائبل سے کیا؛ کہ توریت میں یہ لکھا ہے، اور انجیل میں یہ لکھا ہے، یہ رسالہ گویا ایک طرح سے ان کی تردید میں تھا، تاکہ عربوں کے سامنے مودودی کا اصل چہرہ آجائے۔

جب اس پی ایچ ڈی کا مدینہ یونیورسٹی میں مناقشہ ہورہا تھا، تو ایک مناقش تھے، انہوں نے اس رسالہ پر ایک جگہ سرخ نشان لگایا تھا، اور مناقش جب سوالات ملتانی مولانا سے کررہے تھے، تو وہ پوچھنے لگے کہ آپ نے اس جگہ یہ لکھا ہے کہ اس روایت کو فلاں کتاب میں مودودی صاحب نے تسلیم کیا ہے اور صحیح مانا ہے اور اس کو بطورِ حجت کے وہاں ذکر کیا ہے، تو ان کی سمجھ میں اشکال نہیں آیا۔

انہوں نے عرض کیا کہ جی، انہوں نے فلاں کتاب میں فلاں صفحہ پر یہی لکھا ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں اس کتاب میں لکھا؟ اور یہ کلمات کیوں لکھے؟ پھر بھی وہ نہیں سمجھے، تو انہوں نے اور پھر وضاحت کی اپنے کلام کی اور کہا، کہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ کسی حدیث کو قابلِ حجت ماننے یا رد کرنے کے لئے مودودی کا حوالہ دیا جاسکتا ہے؟ وہ کون ہوتا ہے جس کے نقل کا حوالہ دیا جائے۔

مجدد الف ثانی اور ابن عربی

یہ ابن عربی کا مقام کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق فرمارہے ہیں کہ ابن عربی فرماتے ہیں کہ اپنی تمنا اور آرزو کو فنا کر دیا جائے، لا الہ الا اللہ کہ الٰہی! ہم دعا تو مانگتے ہیں، لیکن یہ ہماری آرزو اور تمنا اور چاہت وہی ہے جو تو چاہتا ہے۔

وہاں سے تین چیزوں کے متعلق امام ربانی نے فرمایا کہ قرآن پاک کی تلاوت بالنظر، اور لمبی نفلوں میں بالحفظ اور ذکر اللہ، لا الہ الا اللہ کا ذکر۔

ان ہی تینوں چیزوں کی آپ کی اس مسجد کو اب ضرورت ہے۔ یہاں تبلیغ بھی ہوگی، تعلیم بھی ہوگی، تدریس بھی ہوگی، تلقین بھی ہوگی، تلقین اور ارشاد سب کچھ ہوگا، مگر ہر ایک کے کرنے کی جو چیز ہے وہ یہ تین چیزیں ہیں: قرآن پاک کو ناظرہ بھی پڑھیں، لمبی نفلوں میں حفظ بھی پڑھیں، ہر وقت چلتے پھرتے کلمہ کا ورد زبان پر رہے۔

تلاوت بالنظر

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **اُعْطُوْا اَعْیُنَکُمْ حَظَّھَا مِنَ الْعِبَادَۃِ**، کہ اپنی آنکھوں کو، نگاہوں کو بھی عبادت کا حصہ دے دیا کرو۔ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہمارے تمام اعضاء مصروفِ عبادت ہوتے ہیں، تو بطورِ خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آنکھ کی عبادت کیا متعین فرمائی۔ فرمایا **اَلنَّظَرُ اِلَی الْمُصْحَفِ**، کہ قرآن پاک کو دیکھ کر پڑھو۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو ہم نے سالہا سال دیکھا، ساری عمر کا حضرت کا معمول تھا کہ روز حضرت ایک پارہ بالنظر پڑھتے تھے، اور ویسے تو تین دن سے پہلے، ڈھائی دن میں، دو دن میں حضرت کا قرآن ختم ہوتا رہتا تھا۔ ساری عمر کا یہ معمول اور رمضان شریف میں روزانہ ایک قرآن سے زیادہ، کبھی پینتیس پارے، کبھی چھتیس پارے، کبھی چالیس پارے حضرت پڑھ لیتے تھے، لیکن رمضان اور غیرِ رمضان میں یہ معمول کبھی حذف نہیں ہوتا تھا، کسی مصروفیت کی وجہ سے بھی نہیں ہوتا تھا کہ رمضان میں جیسے ہی ظہر بعد ذکر بالجہر کی مجلس ہوتی، حضرت فرماتے کہ لاؤ، قرآن شریف لاؤ۔ قرآن شریف رکھ دیا جاتا، اس میں حضرت نے جگہ جگہ حواشی تحریر فرمائے ہیں، بڑے قیمتی حواشی ہیں، دیکھ کر تدبر کے ساتھ تلاوت فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قرآن پاک کی طرف نظر کرنا، یہ آنکھ کی عبادت کا حصہ ہے اور اس میں تذکر اور غور وفکر بھی عبادت ہے۔

کعبۃ اللہ

ابوداؤد کی روایت میں ہے جس میں تین عبادتیں آنکھ کی گنوائی گئی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کعبۃ اللہ پر ٹکٹکی باندھ کر اس کو دیکھتے رہنا، یہ بھی عبادت ہے، اور اسی لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کعبہ پر انوارات اترتے ہیں، تو تین قسمیں بیان فرمائیں، ان میں سے ایک قسم دیکھنے والوں کی ہے۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ٹکٹکی باندھ کر کعبۃ اللہ کو دیکھا کرتے اور آنسوؤں کی لڑی گھنٹوں جاری رہتی تھی۔ وہ فرماتے تے کہ جو رحمتیں اترتی ہیں ان کو میں اترتا ہوا دیکھ رہا ہوتا ہوں۔

والدین کا مقام

آگے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جیسے کعبۃ اللہ کو دیکھنا عبادت

ہے، ارشادفرمایا کہ والدین کے چہرہ پر نظر کرنا، اِن کے (حضرت مولانا اسمٰعیل واڑی والا کی طرف اشارہ کرکے) علماءِ حقانی کے چہرہ کودیکھنا یہ بھی عبادت ہے۔

ہمارے یہاں دارالعلوم میں پہلے بہت سی چیزیں ہوا کرتی تھیں، ایک ایک کرکے وہ ساری رخصت ہوگئیں۔

جب چھٹیاں ہوتی تھیں تو اس وقت میں طلبہ کو ایک فارم دیا کرتا تھا کہ فارم پر گھر سے اپنے والدین یا کسی بڑے سے دستخط کروا کر لے کر آئیں چھٹیوں کے بعد اور اپنے اساتذہ سے یا مسجد کے امام سے دستخط کروا کر لائیں۔

اس میں جو ہدایت ہوتی تھی، تو ان سے کہا کرتا تھا کہ جیسے ہی آپ گھر پہنچو، تو پہنچنے کے ساتھ ابا جان سے مصافحہ کرکے ابا جان کے ہاتھ کو بوسہ کرو۔ میں مذاق میں کہا کرتا تھا کہ یہ نہ سوچنا کہ یہ میرا باپ تو سگریٹ پیتا ہے اور بیڑی پیتا ہے، اور ابا کے ہاتھوں سے بدبو آتی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ والدین کے چہرہ کو دیکھنا، یہ بھی عبادت ہے۔

اور تیسری عبادت بیان فرمائی، ارشادفرمایا کہ قرآن پاک کو دیکھ کر پڑھنا یہ بھی عبادت ہے۔

زم زم کا پانی

بیہقی میں ان تین کے ساتھ دو عبادتوں کا اور اضافہ کیا گیا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین چیزیں گنوائیں اور ارشاد فرمایا کہ زم زم کے پانی کو دیکھنا یہ بھی عبادت، یہ آنکھ کی عبادت ہے۔

عالمِ ربانی

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچویں گنوائی کہ عالمِ ربانی کے چہرہ کو دیکھنا یہ بھی عبادت ہے۔

اور کیسے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس کو معمول بناتے ہیں، امام ربانی کا جیل میں معمول ہے، ہزاروں آپ کے مریدین کے نام، وہاں سے تسلی کے لئے حضرت نے جو خطوط تحریر فرمائے، ان

میں وہاں کی کیفیات بیان فرمائیں کہ تم باہر سے نہیں سمجھ سکتے کہ کیا اللہ تبارک وتعالی نے مجھ سے یہاں کام لیا۔ ہزاروں مسلمان ہوئے اور ہزاروں فساق اور فجار، شرابی، کبابی آپ کی صحبت کی برکت سے اللہ کے ولی بنے۔امام ربانی وہاں سے ان کو تسلی دیتے ہیں۔

دوستو! یہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ عبادتیں گنوائیں، ان میں سے یہ آنکھ کی خاص عبادتیں ہیں۔تو امام ربانی اتنے سارے مشغول، وہاں جیل میں، لیکن پھر بھی ان کا قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کا معمول نہیں چھوٹا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ رمضان میں گیارہ بجنے سے پہلے فرماتے ’قرآن شریف لاؤ بھئی‘۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روز کی گھنٹوں کی عبادت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے متعلق آپ کے گھر والوں سے خدام پوچھتے ہیں کہ حضرت ہمارے ساتھ ہوتے ہیں تو ہمیں معلوم کہ حضرت کے معمولات کیا ہیں، لیکن اندر کے کچھ معمولات آپ بتاسکیں گے؟

یہی سوال اماں جان، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بھی کیا گیا تھا۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں ہوتے ہیں، تو آپ کے کیا معمولات؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فِـيْ مِهْـنَةِ اَهْـلِـهٖ ، کتنی بڑی عبادت۔اپنی مردانگی کے ظہور، اظہار کے لئے، اس کو اپنانے سے ہمیں شرم آڑے آتی ہے۔

گھر کا کام، اس میں گھر والوں کا ہاتھ بٹانا بڑی عبادت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روز کی، گھنٹوں کی عبادت ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ، جو گھر کے کام کاج ہمارے ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ہاتھ بٹاتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے معمولات

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے متعلق خدام گھر والوں سے پوچھتے ہیں، کہ آپ کے

معمولات گھر میں کیا ہوتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما گھر میں ہوتے ہیں، تو دو طرح کی عبادت میں آپ مصروف رہتے ہیں، ایک نوافل، لمبی نوافل جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ان ہی سے یہ تمام حضرات لیتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے لئے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مستقل وضو فرماتے ہیں، اور لمبی نماز پڑھی، پھر اس کے بعد وضو فرمایا، پھر اس کے بعد، اور جب نمازوں کے اوقات نہیں ہوتے، فرماتے ہیں کہ آپ کا زیادہ تر وقت گزرتا ہے قِــــرَاءَۃُ الْقُرْآنِ بِالنَّظَرِ دیکھ کر قرآن پاک کی تلاوت۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ساری عمر کا، ان کا اپنا جو شغل بنایا کہاں سے؟

وہ روز دیکھتے تھے ابا جان کو، کہ ابا جان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر میں آئے، معمول تھا کہ قرآن پاک کھول لیا اور رو رہے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مستقل روتے رہتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے زیادہ رونے والا ہمارے اکابر میں دیکھا حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو، کہ تہجد کے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھتے، تو اشعار پڑھتے جارہے ہیں اور صرف رونا نہیں بلکہ چلّا کر رو رہے ہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ جس طرح مکتب میں بچہ پِٹ رہا ہو، یہ الفاظ ہیں حضرت کے۔ فرماتے ہیں کہ یہی میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا حال تہجد کی دعا میں ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پاک کھولے ہوئے ہیں اور رو رہے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ اس طرح قرآن پاک کے ساتھ محبت ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

دوستو! میں نے یہ مکتوب میں سے یہ تین باتیں اسی لئے عرض کی کہ اس مسجد میں کرنے کے کام اب یہ ہی ہیں۔ آج کل مساجد میں بہت سے کام شروع ہوگئے ہیں، ان کی کوئی ضرورت

نہیں، مسجد کے کرنے کے اصل کام یہ ہیں۔

فضائل ختم قرآن

اور ہمارے بچوں نے جو ابھی قرآن پاک حفظ ختم کیا، اللہ تبارک وتعالی ان کو قبول اور مقبول فرمائے، ان کے خاندانوں کو قبول فرمائے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی مؤمن کلامِ پاک ختم کرتا ہے، فرشتہ متعین ہے کہ جو سب سے پہلے آ کر اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیتا ہے، نورانی، روحانی مخلوق کا بوسہ اسے ملتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب قرآن پاک ختم کیا جاتا ہے، تو آج اس وقت انہوں نے قرآن پاک ختم کیا، چھ بجے، تو کل چھ بجے تک، اللہ تبارک وتعالی کی روحانی مخلوق فرشتے ان کے لئے دعاءِ رحمت کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب قرآن پاک ختم ہوتا ہے، ابھی حضرت دعا فرمائیں گے، تو یہ دعا مسجد کی افتتاح کی بھی دعا ہے اور مقبول اور مستجاب دعا ہے، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی قرآن پاک حفظ یا ناظرہ پڑھ کر ختم کرتا ہے، تو اس کے ختم پر اللہ تبارک وتعالی کے یہاں سے ایک دعا اس کے لئے متعین ہے کہ یہ ایک دعا اس کی قبول ہوگی۔

دعا کیجئے اس وقت جتنے روئے زمین پر مسلمان بستے ہیں، اللہ تبارک وتعالی ان تمام مسلمانوں کی دنیوی، اخروی تمام پریشانیاں ختم فرمائے۔ یہ قبولیت کی گھڑی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ختمِ قرآن کے وقت ایک دعا متعین طور پر قبول ہوتی ہے، اور ایک درخت اس کے لئے جنت میں لگا دیا جاتا ہے اور اس درخت کی پھر وسعت بڑی تفصیل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہ اس درخت کی شاخیں کیسی ہوں گی، اس کے پتے

کیسے ہوں گے، ایک ایک پتے کی وسعت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ جو دنیوی زندگی ہے، اس کو سامنے رکھ کر انسان سوچ سکتا ہے، فرمایا کہ صرف ایک پتہ کی وسعت اتنی ہوگی کہ تیز گھوڑے پر بیٹھ کر ساری عمر کوئی انسان دوڑتا رہے، اس کی عمر ختم ہو جائے گی وہ ختم نہیں ہوگا۔

شجرۂ طوبیٰ

اور آگے جنت کے درختوں کا کیا پوچھنا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فضائل میں جو روایات خاص طور پر بیان کی گئیں، ان میں ارشاد فرمایا گیا کہ جو نام بار بار آپ سنتے ہیں شجرۂ طوبیٰ، تو طوبیٰ وہ درخت ہے کہ اس کی جڑ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اعلیٰ الفردوس میں ہے اور اس کی شاخیں ہر جنتی کے گھر میں ہوں گی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اس درخت کا سایہ نصیب فرمائے، حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب دعا فرمائیں گے۔

درود شریف پڑھ لیں،

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ . رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَ فِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا لَا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا، ربنا و لا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَه عَلی الَّذِیْنَ مِنْ قَبلِنَا، ربَّنَا و لا تُحَمِّلنَا مَا لا طَاقَۃَ لَنَا بِه وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ، رَبَّنَا لا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحمَۃً، اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّاب. رَبَّنَا فاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّآتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار، رَبَّنَا وَ آتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلیٰ رُسُلِکَ وَ لا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامۃ وَ لا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامۃ اِنَّکَ لا تُخْلِفُ الْمِیْعَاد، رَبَّنَا فاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّآتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَحِیْمٌ، اَللّٰھُمَّ

اِنَّـا نَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ وَ مَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَل، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ رَسُوْلِکَ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّکَ وَ الْعَمَلَ الَّذِی يُبَلِّغُنَا اِلىٰ حُبِّک، اَللّٰهُمَّ لا سَهْلَ الا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلا وَ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزَنَ سَهْلا اِذَا شِئْتَ، لا اِلٰه اِلا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْم، لا اِلٰه اِلا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ العَظِيْم، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالمين، نَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِک وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَ الْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَ السَّلامَةَ مِنْ كُلِّ اِثم، وَ الْعِصمَةَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ لا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلا غَفرْتَهُ وَ لا هَمًّا الا فَرَّجْتَهُ وَ لا كَرْبًا الا نَفَّسْتَهُ وَ لا ضُرًّا الا كَشفْتَهُ وَ لا دَيْنًا الا قَضَيْتَهُ ، وَ لا مَرَضًا الا شَفَيْتَهُ وَ لا حَاجَةً هِیَ لَکَ رِضًا الا قَضَيْتَها يا ارْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحمَّدٍ صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحمَّدٍ صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، اَللّٰهُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحمَّدٍ صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةِ مُحمَّدٍ صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم،

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے گناہوں کو بھی معاف فرما، بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما، ہمارے اعضاء اور جوارح کے گناہوں کو بھی معاف فرما، ہمارے دل اور دماغ کے گناہوں کو بھی معاف فرما، الٰہی! الٰہی! ہم ہر طرح کے گناہوں میں مبتلاء ہیں، یا اللہ! گناہوں کی یہ عادت ہم سے چھڑا دے، یا اللہ! گناہوں سے نفرت نصیب فرما۔ شیطانی کاموں سے نفرت دے، شیطان سے الفت اور دوستی کے بجائے اس سے نفرت نصیب فرما، یا اللہ! شیطان نے اور نفس نے ہمیں تجھ سے بہت دور کر دیا، الٰہی ہم تیرا قرب چاہتے ہیں، الٰہی تیرا قرب نصیب فرما، تیری محبت نصیب فرما، تیری الفت نصیب فرما، تیرے سامنے جھکنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ہمیں نماز باجماعت کا عادی بنا، یا اللہ! اس مسجد کو آباد فرما، مسجد بنانے والوں کے گھروں کو آباد فرما، ان کی دنیا و آخرت کو آباد کر دے، یا اللہ! جنہوں نے جس طرح اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا ہے سب کو قبول فرما، ان کی نسلوں کو قبول فرما، قیامت تک

کے لئے قبول فرما، اس مدرسہ کو قبول فرما، مدرسہ کے طلبہ اساتذہ کو قبول فرما، یا اللہ! ان سب کی نسلوں کو قبول فرما، قیامت تک کے لئے اس جگہ پر، اس ملک میں، تیرے دین کی بہاریں اسی طرح چلتی رہیں، یا اللہ! اس کا فیصلہ فرما، یا اللہ! ہر طرح کے زوال سے حفاظت فرما، جہاں کہیں قیامتیں ٹوٹ رہی ہیں، ان پر رحم فرما، مسلم غیر مسلم جو بھی جس طرح کی پریشانی میں مبتلا ہوں، یا اللہ! ان کی پریشانیوں کا خاتمہ فرما، یا اللہ! جو ظلمًا ماخوذ ہیں ان کو رہائی نصیب فرما، یا اللہ جو بیمار ہیں انہیں شفا دے، جو مقروض ہیں انہیں خلاصی نصیب فرما، جس طرح کی پریشانیوں میں جو مبتلا ہیں ان کی پریشانیوں کا خاتمہ فرما، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت نصیب فرما، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہمارے دل اور دماغ کو ہر وقت خالی رکھنے کی ہمیں توفیق عطا فرما، یا اللہ! قرآن پاک سے محبت دے، قرآن پاک کی تلاوت کی ہر وقت توفیق عطا فرما، چلتے پھرتے ہمارے لئے قرآن پاک کی تلاوت آسان فرما، جس طرح ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے، وہ ہمیں بھی نصیب فرما، وہ ذوق ہمیں بھی نصیب فرما، وہ قوت ہمیں بھی نصیب فرما، وہ ہمت ہمیں بھی نصیب فرما، یا اللہ! جس طرح وہ روز ایک ایک ختم کرتے تھے یا اللہ! ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ .

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حکم پہنچا تھا کہ بخاری کی بسم اللہ کرنے کے لئے آنا ہے، تو ہم لوگ کل لیسٹر تھے تو سوچا کہ واپسی میں پانچ منٹ بسم اللہ کرا کر جائیں۔ کھانے کا وقت تھا تو میں نے فون کیا کہ چار فقیروں کے لئے اگر کچھ کھانا بچ گیا ہو تو رکھ لیں۔

'فقراء' کا خطاب

یہ کوئی تواضعاً نہیں بلکہ بہت بڑا لقب ہے، ٹائٹل ہے؛ ابھی کرسمس (christmas) کے موقع پر اخبار میں آیا کہ بہت سے درجنوں ایشینوں کو ہماری ملکہ نے خطابات سے نوازا، تو ہم لوگوں کے لئے ، طلبہ اور طالبات کے لئے قرآن نے لِلۡفُقَرَاءِ الَّذِیۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ، طلبہ کے لئے فقراء کا خطاب دیا گیا۔

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب گمانوی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے پنجاب پاکستان میں حضرت رائپوری قدس سرہ کے خلفاء میں حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی تھے۔ ان کا تکیہ کلام تھا۔ جس کسی کو بلانا ہوتا، تو اس کو جیسے ہمارے یہاں گورا، تو اس طرح وہ فقیرا کہہ کر بلاتے۔ فقیرا پانی لے آ، فقیرا وضو کے لئے پانی رکھ دے۔

ان کے یہاں اس کا استعمال اتنا غالب ہوگیا کہ بھٹو کے دور میں ایک مرتبہ پاکستان کے الیکشن ہورہے تھے،تو الیکشن میں ہماری پاکستان کی جمعیتِ علماء کافی سیٹوں پر پیپلز پارٹی کا مقابلہ کررہی تھی اور جمعیت کی اکثر سیٹوں پر جو نامور مشہور مشائخ تھے، ان کا نام دیا گیا تھا۔ وہ پیپلز پارٹی کے مقابل میں کھڑے ہوئے تھے۔اس میں خانقاہ کے لوگ بھی ، مدارس کے لوگ بھی تھے۔اس میں سیاسی تو کم تھے، سب اسی طرح علمی اور اصلاحی، روحانی لائن کے حضرات تھے ،جن کو یہ الیکشن اوراس کے ہنگاموں اوراس کے طریقہ تعارف سے کوئی واسطہ بھی نہیں، تعلق بھی نہیں، بلکہ جو چیزیں ضروری ہیں الیکشن کے لئے، اس کو جیتنے کے لئے، وہ ان کے یہاں ناجائز اورحرام، وہ اپنے لئے جائز بھی نہیں سمجھتے تھے، جیسے کہ اسٹیج کی خواہش، بیان اور مقرر بننے کے خواہش،اس میں دعوے،اپنے فضائل بیان کرنا وغیرہ۔

حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی کا نام بھی اس میں دیا گیا۔ مدرسہ کے کچھ فاصلہ پر شہر تھا،تو وہاں جمعیت والوں نے جس طرح اور پاکستان میں ہر جگہ جلسہ کئے، تو اس وقت وہاں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کے علاقہ میں، خاص ان کو کامیاب کرانے کے لئے جو جلسہ رکھا گیا،تو وہ تو اپنا مدرسہ چھوڑ کر کے کہیں جاتے ہی نہیں تھے۔

حضرت سے عرض کیا گیا کہ حضرت وہاں آپ کا جانا ضروری ہے،اس علاقہ کے لوگ وہاں جمع ہوں گے،مگر انکار فرماتے رہے۔فرمایا نہیں، میں نہیں آؤں گا۔ جب بہت اصرار کیا،تو فرمایا کہ اچھا، پھر مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ جیپ وغیرہ کو واپس بھیج دیا، گاڑیاں واپس بھیج دیں۔ فرمایا کہ میرا جی چاہا تو میں اپنے آپ آجاؤں گا۔

اب کیا ہوا کہ ادھر جلسہ شروع ہوا،تو تھوڑی دیر کے بعد حضرت وہاں پہنچے،تو لوگ بہت خوش ہوئے۔جلسہ سے فارغ ہونے کے بعد پتہ چلا کہ حضرت اپنے مدرسہ سے اس شہر میں جو چند میل کی مسافت پر تھا،اپنے گدھے پر سوار ہوکر جو حضرت سواری کے لئے استعمال فرماتے تھے،تو اس پر سوار ہوکر گئے اور جہاں، جس کسی کے یہاں عام طور پر اس کو باندھتے ہوں گے وہاں اس کو

باندھ دیا۔

جلسہ گاہ سے نکل کر سب نے اصرار فرمایا کہ حضرت جیپ میں تشریف رکھیں، تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ جو میزبان تھے ان کے گھر گئے، وہاں وہ سواری بندھی ہوئی تھی، گدھا بندھا ہوا تھا، تو وہاں چائے ناشتہ کے بعد سب نے اصرار فرمایا کہ آپ کار میں تشریف لے جائیں۔

مولانا سیف الرحمٰن صاحب نے بہت اصرار کیا کہ حضرت جی! میرے ساتھ آپ کو جیپ میں جانا ہوگا۔ تو حضرت کیا فرماتے ہیں کہ اچھا منظور ہے مگر ایک شرط۔ کہا منظور ہے، آپ کی کیا شرط؟ فرمایا کہ شرط یہ ہے، وہ گدھے کے متعلق فرمانے لگے کہ یہ فقیرا بھی اسی جیپ میں جائے گا، تو حضرت نے شرط فرمائی تو مشکل سے اس کو سب نے جیپ میں سوار کرایا۔ اب وہ جیپ کی سواری اس کے مقدر میں تھی۔

پہلے تو جب وہ مدرسہ پہنچے تو اس کی لید سے اور پیشاب سے ساری جیپ خراب ہوگئی، تو وہاں پہنچنے کے بعد حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب فقیروں کو بلاؤ۔ سب مدرسہ کے طلبہ کو بلایا، خود جیپ میں بیٹھے رہے تماشا دکھانے کے لئے کہ یہ فقیرا بھی، گدھا بھی جیپ میں وہاں سے سوار ہو کر آیا۔ اس کے بعد وہ جیپ خالی کی گئی۔

اس کے بعد طلبہ سے حضرت نے فرمایا فقیرو! ایک بات سنو! کہ اس کی جیپ کوئی صاف نہ کرے، یہ فقیرا یعنی مولانا سیف الرحمٰن خود اپنے ہاتھ سے اس کو صاف کرے گا۔ تو یہ ان کے یہاں خاص اس کا استعمال تھا، جو قرآن نے طلبہ کے لئے فقیرا لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا استعمال فرمایا تو وہ ہر طالبِ علم کو، بلکہ پھر بعد میں تو ہر شخص کو، یہاں تک کہ وہ اپنی سواری اور گدھے کو بھی فقیرا فرمایا کرتے تھے۔

میں نے ان سے کہا کہ چار فقیروں کے لئے کچھ کھانا بچا ہوا ہو، تو وہاں رکھوا دیں۔ اور یہ قرآن پاک نے جو لفظ استعمال فرمایا، یہ ایک بہت بڑی تعلیم ہے جس سے ہم کوسوں دور ہیں۔

تعلیم اس میں یہ ہے کہ جس طرح یہ جو فقیر ہوتا ہے، اس کے پاس نہ مکان، نہ جائداد، نہ

پیسہ،تو یہ حال طلبہ کا ہونا چاہئے۔

اس کے برعکس ہمیں جس طرح عام دنیاداروں کو پیسوں سے محبت،ہمیں بھی اتنی محبت۔جس طرح کسی یونیورسٹی،کالج میں پڑھنے والی بچی کو اچھے اچھے لباس اور زینت اور اس کے تمام سامان کی خواہش،تو کسی جامعہ اور دینی ادارہ میں پڑھنے والی طالبہ بھی اسی راہ پر۔

عام دنیادار جس طرح سوچتا ہے کہ میرا مکان ہو، جائداد ہو، بینک بیلنس ہو، اسی طرح علماء اور مولویوں اور معلمین وہ بھی اسی روِش پر چلتے ہیں، حالانکہ قرآن نے ان کو خطاب کیا دیا، لِلْفُقَرَاء، ان کی زندگی کیسی ہونی چاہئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اورآپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نہ مکان دیکھیں گے، نہ جائداد، نہ کپڑے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس لنگی اور قمیص، لنگی اور چادر، بس جو پہنا ہوا ہے وہی ہے، کوئی دوسرا ہے نہیں۔

بستر ساری عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک چادر،لکڑی کے تخت پر صرف چادر بچھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تھے۔

اس چادر کو ایک مرتبہ کسی ام المؤمنین نے ڈبل کر دیا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ارشاد فرمایا کہ اوہو!کس نے اس کو ڈبل کر دیا؟ آج اس کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آئی۔

ہم ایک رات بھی کسی لکڑی کے تخت پر اس طرح ایک چادر بچھا کر ایک رات نہیں گزار سکتے، نیند آہی نہیں سکتی۔ ہماری عادت ہوگئی کہ جب تک نرم و نازک،عمدہ سے عمدہ،اگر پہلے کسی زمانہ میں پچاس پاؤنڈ کا تو اب سو پاؤنڈ کا،اب تین سو اور پانچسو پاؤنڈ کا عمدہ سے عمدہ بیڈ نہ ہو وہاں تک نیند نہیں آتی۔

حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے ایک ساتھی تھے حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کا میں نے پہلے بھی کسی سبق میں یہاں قصہ بیان کیا تھا۔ عید کا دن تھا۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے معتکف کے بالکل ساتھ میرا بستر تھا، اس پر وہ بیٹھے ہوئے تھے، عید کی نماز میں تھوڑا وقت رہ گیا تھا۔ میں نے غسل کیا، کپڑے پہنے۔

میں عطر لگا رہا تھا تو میں نے ان کو پیش کیا لیکن جب دیکھا کہ انہوں نے ابھی کپڑے بھی نہیں بدلے، تو میں نے کہا کہ اوہو! آپ نے ابھی غسل نہیں فرمایا، کپڑے نہیں بدلے۔

بس اتنا کہنا تھا کہ انہوں نے رونا شروع کیا، پھر زاروقطار رونا شروع کیا، پھر ہچکی بندھ گئی۔ میں نے افسوس کیا اپنے اوپر کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ! یہ عید کی صبح کو میں نے خواہ مخواہ ان بیچارے کو چھیڑ دیا۔ صرف ایک جملہ انہوں نے کہا کہ ہماری کیا عید؟ اور جن کا باطن خراب ہو، باطن ویران ہو، ان کو ظاہری تعمیر اور ظاہری زینت سے کیا فائدہ؟ یہ فرما کر پورا دن وہ اسی جگہ بیٹھ کر روتے ہی رہے۔

ان کو ہم نے خود دیکھا کہ دہلی سے ڈیڑھ ہزار کلومٹر پر ہمارا سورت ہے، تو گاؤں تشریف لائے، تعلق تھا ان کو تو تشریف لائے تھے نانی نرولی۔ وہ بڑی لے سے قصیدہ پڑھتے تھے:

بَيْتُ الْحَبِيْبِ ذَاتُ الجَمَالِ

نَانِی نَرَوْلِی فِیْ کُلِّ حَالٍ

وہ وہاں پہنچے حج پر جاتے ہوئے اور ان کے پاس سامان جو تھا، نہ تھیلا، نہ بیگ، نہ کوئی بستر، صرف پہنے ہوئے کپڑے اور پان کے سامان کا تھیلا اور ایک لنگی بس۔

اب لنگی کس کے لئے کہ آئندہ جب جمعہ جہاں کہیں آئے گا، دو چار جمعے کے بعد جب ان کو کپڑے بدلنے ہوں گے، تو وہ لنگی پہن کر تھوڑی دیر کے لئے، اگر کسی مدرسہ میں ہوئے تو کسی

طالبِ علم کو کپڑے دے دئے، بھائی ذرا اس کو دھو دے اور سکھانے کے لئے رکھ دیا، گھنٹہ بھر میں سوکھ گئے، اتنے میں غسل سے فارغ ہوئے اور وہی کپڑے دوبارہ پہن لئے۔ اور سونے کے لئے اللہ کی زمین، نہ بستر کی ضرورت ان کو، نہ تکیہ کی، نہ کپڑوں کی، بس پاسپورٹ اور ٹکٹ اور وہ ان کا پان اور لنگی۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ

ہمارے اکابر نور اللہ مرقدہ کا یہی مزاج تھا اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، جن کے دفن کے بعد عرصہ تک ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی رہی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے لوگ مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ تو ساری عمر انہوں نے کرایہ کے مکان میں گزاری۔ لوگ اصرار فرماتے، فرماتے تھے کہ میں نہیں چاہتا کہ میرے نامۂ اعمال میں ایک اینٹ بھی لکھی جائے۔

کچا گھر

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مکان کا نام ہی آپ بیتی میں اور سب اکابر کے یہاں ''کچا گھر'' تھا، اور واقعی وہ کچا ہی تھا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ رائے پور تشریف لے گئے تھے، تو مولانا نصیر الدین صاحب نے حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری کو لکھا کہ حضرت ایک ہفتہ کے لئے تشریف لائے ہیں، آپ ایک ہفتہ مزید ان کو وہاں ٹھہرا دیں، میں نے جو کچا گھر ہے اس میں گرنے کا اندیشہ تھا، دیوار کہیں گر جائے اس کا خدشہ تھا، اس لئے میں نے وہاں کام شروع کرایا ہے۔

دو ہفتے کے بعد جب حضرت واپس پہنچے، تو دیکھا کہ اوہو! صرف انہوں نے چھت ٹھیک کی تھی اور ایک دیوار ایک طرف کی پکی بنائی تھی، تو حضرت نے فرمایا مزدور بلاؤ اور اس کو توڑوانا شروع کیا۔ وہ جو دروازہ کے اوپر چھت جیسا بناتے ہیں بارش سے روکنے کے لئے وہ اور پلاسٹر

کا حصہ، حضرت کی پکی دیوار بن چکی تھی، اب اس کو کیسے توڑے، تو حضرت نے غصہ میں تین دن تک کھانا نہیں کھایا۔ یہ جو مکان سے نفرت، عمارت اور بلڈنگ بنانے سے نفرت تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں صحابۂ کرام کے ساتھ گزر رہے تھے، دیکھا کہ کسی صحابی نے مکان بنایا، اس کے اوپر قبہ نما عمارت اونچی بنالی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کس نے بنایا؟ تو صحابی، مکان کے مالک کا نام دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا ناراضگی کا اس پر اظہار فرمایا، ان کی اس تعمیر کو پسند نہیں فرمایا۔ بعد میں صحابۂ کرام نے انہیں بتایا تو انہوں نے فوراً وہ عمارت گرادی۔ اور یہ بھی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اس کو جتائیں کہ یا رسول اللہ! آپ نے اس کو پسند نہیں فرمایا تھا، میں نے اس کو گرادیا۔

یہ سب حالات اس میں مطلوب ہیں، لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا کہ ان طلبہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ اُس وقت علم کی دولت نصیب فرماتے ہیں جب وہ ان فانی تمام دولتوں سے بے نیاز ہوجائیں۔ اپنا وتیرہ بنالیں کہ نہ ہمیں پیسہ چاہئے، نہ جائداد چاہئے، نہ مکان چاہئے، نہ دنیا داروں کی زیب وزینت اور ان کی مطلوبہ چیزیں جن کے پیچھے عمر بھر وہ لگے رہتے ہیں، اس سے ہمیں نہ کوئی سروکار، تب جاکر اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں علم کی دولت نصیب فرماتے ہیں۔ اس لئے قرآن نے ان کے لئے لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا، تو اگر یہ اوصاف فقر کے ہم میں پیدا ہوجائیں تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خوب نوازتے ہیں۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

کتنا؟ دیکھئے اب یہی حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، ان کے باطن کا یہ حال ہوگیا تھا کہ ہر چیز مکشوف ہوجاتی تھی، ان کا کشف بے پناہ، بڑا مشہور تھا۔ ان کے ایک صاحبزادہ مولانا عبید اللہ انور وہ تو وہاں پاکستان لاہور میں تھے، دوسرے ایک صاحبزادہ مکہ معظّمہ میں مولانا حبیب اللہ صاحب، جنہوں نے وہاں مکہ مکرمہ قیام کے لئے سوالاکھ طواف کی منت مانی تھی۔

وہاں قیام ہو گیا تو سوالاکھ طواف کی نذر پوری کی۔

میں ان کی خدمت میں پہنچا، حضرت نے مجھے انار دے کر بھیجا کہ مولوی حبیب اللہ کو انار دے آ، تو حرم شریف کے تہہ خانوں کے حجروں میں وہ وہاں رہتے تھے۔ جن کے ساتھ میں گیا انہوں نے بتایا کہ یہ ہماری لیبارٹری ہے کہ جس چیز میں ہمیں شبہ ہوتا ہے ان کی خدمت میں لا کر پیش کر دیتے ہیں، یہ آنکھیں بند کر کے بتا دیتے ہیں کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے، یہ جائز اور نا جائز ہے۔

یہ ان کے والد حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، ان کے متعلق حضرت کے خادم کو جو ہمیشہ کے حاضر باش تھے، ان کو ان کا حال معلوم تھا۔

ایک مرتبہ وہ اپنے باغ کے آم لے کر آئے اور حضرت کی خدمت میں پیش کئے، تو حضرت نے عذر فرما دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے حاجت نہیں، آپ لے جائیں، تو فوراً، انہوں نے کوئی حیلہ بہانہ نہیں کیا اور اصرار بھی نہیں کیا اور فوراً قبول کر لیا اور فرمایا کہ میں اس کو واپس لے جاتا ہوں، لیکن مجھے تعجب ہے کہ یہ میرے باغ کے آم ہیں، اور وہ باغ مجھے جائز طور پر ورثہ میں ملا ہے اس کے یہ آم ہیں، اور حضرت اس کو قبول نہیں فرما رہے ہیں، ضرور کوئی بات ہوگی، لیکن میری سمجھ سے باہر ہے۔ اس میں کیا کوئی ایسی چیز پیش آئی کہ جس کی وجہ سے حضرت کو اس میں شبہ ہو گیا؟

حضرت نے فرمایا بس ایسی بات پوچھتے نہیں چھوڑ دیجئے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ حضرت بتانا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اچھا، آپ نے پچھلے مہینہ فلاں تاریخ سے لے کر فلاں تاریخ تک اپنے باغ میں نہر کا پانی بک کروایا، آپ جا کر نہر والوں سے معلوم کر لیں کہ جتنے گھنٹے آپ نے پانی بک کروایا تھا اتنے گھنٹے کے آپ نے پیسے ادا کئے اور وہ پانی اتنے گھنٹے سے زائد کتنے گھنٹے تک چلتا رہا؟ تو جس پانی کے آپ نے حکومت کو، نہر کے پیسے ادا نہیں کئے، اس پانی سے یہ آم پکے ہیں۔ اس لئے حضرت نے اس کو واپس فرما دیا۔

اللہ تبارک وتعالی نے ان کا باطن کتنا روشن، کتنا منور فرما دیا تھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ اگر کہیں

چلے جاتے، تو اپنے ساتھ اپنی روٹی لے کر جاتے تھے، کسی گورنر کے یہاں، امیر کے یہاں کا کھانا حضرت نہیں کھاتے تھے، اسی وجہ سے کہ اس میں حضرت کو کیا چیز نظر آتی، کس میں کیا نظر آتی، تو یہ اسی فقر کا نتیجہ ہے۔

میں نے تو پانچ منٹ کے لئے کہا تھا کہ میں بسم اللہ کرادوں، خواہ مخواہ بکواس میں یہ لمبا ہو گیا، اللہ معاف کرے، کہ انسان جو چیز اپنے اندر پیدا نہ کر سکے، تو وہ اس کے کہنے، دوسروں کو نصیحت کرنے کا بھی مجاز نہیں۔

حدیثِ مسلسل بالأ ولیۃ

اچھا میں بخاری کی پہلی حدیث پڑھنے سے پہلے حدیثِ مسلسل بالأ ولیۃ پڑھ دیتا ہوں کہ جو پہلی مرتبہ پڑھ رہی ہیں، تو ان کا تسلسل، حدیث کا تسلسل بالأ ولیۃ باقی رہے کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ ہم نے سب سے پہلے یہ حدیث سنی۔

اور یہ حدیث مسلسل بالأ ولیۃ وہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث نقل فرمائیں، تو ان میں سے سب سے پہلے انہوں نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی، وہ یہ حدیث ہے۔

ان کے شاگردنے جب حدیث پڑھنا شروع کیا تو انہوں نے یہ حدیث سب سے پہلے سنی، یہاں تک کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے ہم نے صحیح بخاری پڑھی تو حضرت نے بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھنے سے پہلے یہ حدیث مسلسل بالأ ولیۃ پہلے پڑھی اور اس کے بعد پھر بخاری شریف کی حدیث حضرت نے پڑھی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہ بن عَمرو بْنِ العَاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالَی عَنْہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ تَبارَکَ وَ تَعَالَی، اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْأَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ. وَفِی رِوَایَۃٍ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا.

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم زمین والوں پر رحم کرو، یَرۡحَمۡکُمۡ مَنۡ فِی السَّمَاءِ. آسمان والا تم پر رحم کرے گا، اور ایک روایت میں کہ اِرۡحَمُوۡا تُرۡحَمُوۡا کہ رحم کرو گے تو تم پر رحم ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

بَابُ كَيفَ كَانَ بَدۡءُ الۡوَحۡىِ اِلٰى رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَ قَوۡلُ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوۡحَيۡنَا اِلَيۡكَ كَمَا اَوۡحَيۡنَا اِلٰى نُوۡحٍ وَ النَّبِيِّيۡنَ مِنۡ بَعۡدِهٖ

حَدَّثَنَا الحُمَيۡدِىُّ قَالَ حَدَّثَنا سُفۡيَان قَال حَدَّثَنَا يَحۡىٰ بۡنُ سَعِيۡدِ الۡاَنۡصَارِىُّ قَالَ اَخبَرَنِى مُحَمَّد بۡنُ اِبراهيم التَّيۡمِىُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلۡقَمَةَ بۡنَ وَقَّاصِ اللَّيۡثِى يَقُوۡلُ سَمِعۡتُ عُمَرَ بۡنَ الخَطَّاب رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا عَلَى الۡمِنۡبَرِ يَقُوۡلُ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ اِنَّمَا الۡأَعۡمَالُ بِالنِّيّاتِ وَاِنَّمَا لِامۡرِءٍ مَا نَوٰى فَمَنۡ كَانَتۡ هِجۡرَتُهُ اِلَى دُنۡيَا يُصِيۡبُهَا أَوۡ اِلَى امۡرَأَةٍ يَنۡكِحُهَا فَهِجۡرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيۡهِ

درود شریف پڑھ کر دعا کریں،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيۡعِنَا وَ حَبِيۡبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ. رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَ فِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ.

نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں، ایمان لائیں ہم اللہ پر، اور اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر بھلا ہو یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے، اور توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے اور ہر گناہ سے، چھوٹا ہو یا بڑا، اور عہد کیا ہم نے ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، کوئی گناہ نہیں کریں گی، اور اگر ہو گیا تو توبہ کریں گی، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما،

ہمیں اپنی سچی بندیوں میں شامل فرما، ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضامندی کی، اپنے پاک رسول کی تابعداری کی اور بیعت کی ہم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے یوسف کے ہاتھ پر۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے، یہ معمولات کا پرچہ مولانا اسماعیل صاحب اندر دارالعلوم سے منگوا کر پہنچا دیں گے۔

ایک ضروری بات میں کہنے والا تھا مگر سبق میں میں کہنا بھول گیا۔ وہ یہ کہ میں نے شروع سے، جب سے ہمارے اساتذہ یہاں پڑھانے کے لئے آتے تھے، اس وقت سے میں نے ایک چیز سوچی تھی اور اسی وجہ سے میں ہر سال یہاں کہتا رہا اندر والیوں سے، کہ وہاں جس طرح اور کتابوں کے پڑھانے کا انتظام کیا گیا اسی طرح سب کتابوں کا مکمل انتظام اندر ہی سے ہونا چاہئے، مگر بخاری شریف کا نام بڑا ہونے کی وجہ سے تیار نہ ہوتی، ورنہ اس میں اور باقی حدیث کی کتابوں میں کیا فرق؟

پھر یہ تیار نہ ہوتی اور اس کی وجہ سے پھر سبق ہوتا تھا، تو پھر اس سال پھر میں نے سوچا کہ بڑا ضروری ہے اور میرے اصرار کی وجہ یہ تھی کہ اگر اساتذہ سے مائک پر پڑھنا ہے، تو مائک پر اساتذہ سے پڑھنا اور ٹیپ سن لینا دونوں برابر ہے، اور ٹیپ سن کر پڑھ لیں اور ٹیپ تو بہت ساروں کی آج کل یہاں مل جاتی ہیں، شیخ یونس صاحب کی درسِ بخاری کی کیسیٹ بھی دارالعلوم میں ہوں گی، اور بھی حضرات کی ملتی ہوں گی۔ تو جس طرح طبیعت وہاں نہیں چاہتی کہ ٹیپ پر سن لے تو یہی مائک پر پڑھنے کا حال ہے۔

اور یہ اس لئے کہ یہ جو کچھ ہم پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں یہ ایک نقل ہے، اور نقل کس چیز کی ہے؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے سامنے یہ احادیث بیان فرماتے تھے، انہوں نے سن کر تابعین کو، انہوں نے تبع تابعین کو، پھر جس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے ہم نے صحیح بخاری پڑھی تو اس طرح تسلسل کے ساتھ یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ بالمشافہ استاذ سے حدیث

طلبہ سنتے ہیں، اور یہ تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اس طرح مائک پر پڑھنے سے، یا ٹیپ سے سننے سے، اور اس کا پتہ کب چلتا ہے کہ جب دونوں میں فرق دیکھیں۔

کیوں؟ کہ جس طرح آمنے سامنے بیٹھ کر، چاہے پڑھنے والا جیسا بھی ہو، پڑھانے والا استاذ، پڑھانے والی معلّمہ جیسی بھی ہو، لیکن وہ کلام، الفاظ اور احادیث تو وہی ہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے، اس لئے ان الفاظ میں وہی تاثیر ہوتی ہے۔

اگر ہم پورے آداب کی رعایت کے ساتھ پڑھیں، تو جو لطف اور جو روحانیت اور انوارات صحابۂ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی ہے اور پڑھنے والے محدثین سے ان کے تلامذہ نے حاصل کی ہے وہ ہی کم استعداد والے کسی استاذ سے بھی ہم حاصل کر سکتے ہیں۔ کلمہ تو وہی ہے، صرف تشریح کا فرق ہوگا، زیادہ سے زیادہ کوئی بڑا محدث ہوگا تو ذرا اونچا بیان کر دے گا، میرے جیسا کوئی جاہل ہوگا تو وہ اپنی ہانکے گا، لیکن جو نفسِ الفاظ ہیں روایت حدیث کے، وہ تو وہی ہیں سب کے یہاں، ڈیڑھ ہزار سال سے اس میں کوئی فرق نہیں۔ تو جو اصل انوارات اور روحانیت منتقل ہوتی ہے وہ اس سلسلہ سے، استاذ سامنے ہیں، اس سے وہ نورانیت اور روحانیت منتقل ہوتی ہے۔

چونکہ یہ ایک بڑا خلاء تھا، بڑا نقصان تھا، اس لئے میں اصرار کر رہا تھا کہ بالمشافہ پڑھانے کا انتظام کرنا چاہئے جس طرح اور کتابوں میں کیا گیا ہے، اس میں اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے اس سال میں نے اساتذہ کو بھیجنا موقوف کر دیا۔

جو اصل روحانیت ملتی ہے کہ استاذ سامنے ہو اور حدیث کے الفاظ پڑھے جا رہے ہو اور پڑھنے والا طالب عالم، پڑھنے والی طالبہ اور سب سننے والے یہ سوچیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں انما الاعمال بالنیات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، اس کا تصور کرتے ہوئے ہم پڑھیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک تواتر کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔۔۔ بیان نامکمل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ،اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ،اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ.صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

کہئے **لا اِلٰـہ اِلا الـلّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ،** نہیں کوئی معبوداللہ کےسوااورسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں۔ایمان لائیں ہم اللہ پر،اس کی کتابوں پر،اس کے رسولوں پر، اس کےفرشتوں پراورآخرت کے دن پراورتقدیر پر بھلا ہو یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے۔اور توبہ کی ہم نے کفرسے،شرک سے، بدعت سے،نماز چھوڑنے سے،زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے،کسی کا مال ناحق کھانے سے،کسی پر بہتان باندھنے سے،کسی کی غیبت کرنے سے اور ہر گناہ سے، چھوٹا ہو یا بڑا،اور عہد کیا ہم نے ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، کوئی گناہ نہیں کریں گی،اوراگر ہوگیا تو توبہ کریں گی، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما،ہمیں اپنی سچی بندیوں میں شامل فرما،ہمیں توفیق عطافرما اپنی رضامندی کی،اپنے پاک رسول کی تابعداری کی اور بیعت کی ہم نے سیدالکونین صلی اللہ علیہ

وسلم سے یوسف کے ہاتھ پر۔

اللہ تعالی مجھے بھی توفیق عطا فرمائے آپ کو بھی۔ بیعت کے بعد جو معمولات کا پرچہ ہے وہ دفتر سے آپ کو دے دیں گی۔ ابھی تو صرف اور صرف کتابوں پر محنت کرنی ہے اور جتنا وقت ہو سارا کا سارا اسی علم پر، اور بالخصوص یہ سال تو بڑا مبارک ہے آپ کا، علم حدیث کی شغل میں گزرے، اللہ کرے کہ ساری عمر اللہ تعالی اسی شغل میں گزارنے کی توفیق دے۔

سلسلۃ الذہب

یہ جو بیعت ہے، یہ بڑا مبارک سلسلہ اور سلسلۃ الذہب ہے اور اللہ تبارک وتعالی نے اس فتنہ کے دور میں جن ہستیوں سے ہمیں وابستہ فرمایا، جن سے ہمارا تعارف ہوا، جن تک ہم پہنچ سکے، جنہیں دیکھا یا جنہیں دیکھا نہیں، ان کی کتابیں اور ان کے حالات پڑھے، وہ ایک اعجوبہ تھے اس جہان کے لئے، ان کی زندگیاں دیکھیں۔

ابھی بیعت کے الفاظ میں عام طور پر کہلوایا جاتا ہے کہ، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ جب بیعت لیتے تھے تو آخری جملہ ہوتا تھا کہ کہئے بیعت کی ہم نے زکریا کے ہاتھوں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے۔ عام طور پر سلسلہ میں اسی طرح پر کہلوایا جاتا ہے، مگر میں اس طرح بھی بیعت کرتا ہوں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی طرف سے اجازت کی وجہ سے کہ 69 میں رمضان المبارک میں حضرت کے ساتھ ہم اعتکاف میں تھے، تو ستائیسویں شب کو حضرت نے مجھے معتکف کے اندر بلوایا۔

تین دن پہلے ہمارے ساتھی مولانا اسماعیل بدات صاحب نے ایک خواب دیکھا اور تین دن دن کے بعد اس کی تعبیر پوری ہوئی کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے رات کو ڈھائی بجے ہم دونوں کو طلب فرمایا۔ میں ریاض الجنۃ میں تھا، تو مجھے پہنچتے ہوئے دیر لگی۔

میں جب پہنچا تو حضرت نے مولانا اسماعیل بدات صاحب کو بیعت کی اجازت دی، کلمات

سن کران پر حال طاری ہوگیا اور جس طرح کوئی بے ہوش ہو جاتا ہے اس طرح روتے روتے وہ با قاعدہ بے ہوش ہو گئے اور ان کو نہ کچھ پتہ ان، وہاں سے اٹھا کر کے لائے باہر، تو حضرت نے پھر مجھے بلایا، مجھے بھی اجازت دی۔

حافظ حدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح وہاں مدرسہ صولتیہ میں شیخ الحدیث ہیں مولانا سیف الرحمٰن صاحب۔ حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے حافظِ حدیث ،ان کا لقب ہی تھا حافظِ حدیث، کہ یہ حرم کے جتنے موجودہ ائمہ ہیں وہ رجب سے متلاشی رہتے تھے۔صولتیہ والوں میں سے کوئی ملتا تھا تو پوچھتے تھے کہ وہ حافظِ حدیث کب آئیں گے؟

کیوں کہ وہ شروع ہوجاتے تھے، جب طلبہ علماء مصافحہ کرتے تو پوچھتے تھے کیا نام؟ کہاں سے؟ کیا کرتے ہو؟ کوئی اگر غلطی سے کہتا کہ میں ترمذی پڑھاتا ہوں، فرماتے تھے کہ اچھا ترمذی کی پہلی حدیث سند کے ساتھ سنایئے۔ ساری عمر پڑھائی مگر کس کو یاد ہوگی سند کے ساتھ؟ اور پھر وہ جب پڑھنا شروع کرتے تھے، وہ تو بیچارا چپ رہتا، اور حضرت پڑھنا شروع کرتے تو صفحے کے صفحے پڑھ جاتے تھے۔کبھی کسی اور جگہ سے پڑھنا شروع کیا کسی کتاب سے، وہاں کے ائمہ حیران ہوتے تھے، کہتے کہ واقعی یہ تو حافظِ حدیث ہیں۔

مدینہ طیبہ کی حافظۂ حدیث

وہاں پاکستان میں اسی طرح علماء کا مجمع تھا، حضرت نے پوچھا اور بے چارے وہ چپ، پھر حضرت پڑھ رہے ہیں۔

خود حضرت سے پوچھا گیا، کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ آپ کی طرح اس قدر کسی کو حدیث حفظ ہوں گی اس زمانہ میں؟ یہ بہت پرانا قصہ ہے، حضرت کی خود عمر ایک سو آٹھ برس ہوئی، تو حضرت فرمانے لگے کہ یہاں تو بظاہر کوئی نہیں، البتہ مدینہ طیبہ میں ایک خاتون ہیں اور وہ کون

تھیں؟ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاجزادی۔

ساری دنیا سے بڑے بڑے محدثین علماء جب عمرے کے لئے، حج کے لئے جاتے، تو بطورِ خاص ان کی خدمت میں اجازتِ حدیث حاصل کرنے کے لئے جاتے تھے، شاہ عبدالغنی صاحب کی سند ان کے ذریعہ حاصل کرتے۔ تو فرمایا کہ ہاں وہ ایک ہیں۔ وہ بھی بڑی حافظۂ حدیث تھیں۔ حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب حضرت درخواستی کے نواسہ داماد ہیں، ان کی نواسی حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب کے عقد میں ہیں اور حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدرسہ صولتیہ کے شیخ الحدیث ہیں۔

سلسلۂ قادریہ

رات مجھے وہاں رمضان المبارک میں وہ ہی وقت رات کو ایک دو بجے کا، مجھے حرم شریف میں ملے، کہنے لگے تراویح کے بعد حضرت درخواستی تمہیں یاد فرمارہے تھے۔ پھر اگلے دن میں تراویح کے بعد پہنچا۔ حضرت سے جا کر میں نے سلام کیا، پوچھا کون؟ میں نے کہا یوسف، کل آپ نے یاد فرمایا تھا۔

فرمانے لگے کہ کل جب ہم صلوۃ وسلام کے لئے روضہ شریف پر حاضر ہوئے، وہاں سے ہمیں حکم ہوا کہ ہم آپ کو ہمارے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اجازت دیں۔ پھر اس کے بعد حضرت نے بیعت کی اجازت دی اور اس کے بعد معمولات قادریہ سلسلہ کے بتائے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا تھا اور یہ ایک عجیب وغریب روحانی سلسلہ ہے۔

سلسلۂ راشدیہ

اور میں اس اجازت سے پہلے ایک دفعہ حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کراچی میں تھا۔ ہم کتاب لکھ رہے تھے حضرت شیخ اور خلفاء، میری عادت ہے کہ رات کوئی خواب دیکھا تو صبح اٹھتے ہی طلبہ یا دفتر والوں کو میں بتا دیتا ہوں کہ آج یہ دیکھا۔

مولانا یوسف لدھیانوی صاحب سے میں نے کہا کہ آج میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہا جارہا ہے کہ راشدیہ سلسلہ کے یہ بزرگ آپ کو یاد فرمارہے ہیں۔تو حضرت سے میں نے پوچھا کہ یہ کون؟

میں نے تو نہ کہیں نام پڑھا، نہ کہیں ذہن میں کوئی کتاب، پیر راشدی فرمایا، پیر راشدی تمہیں یاد فرمارہے ہیں، کہ تمہارا حصہ وہاں مقدر ہے۔ یہ جملہ بھی فرمایا۔تو میں نے مولانا سے کہا تو کہنے لگے کہ اوہو! یہ تو بہت مبارک ہے، لیکن وہاں تک جانا آپ کے لئے مشکل ہے، آپ تو بہت نازک آدمی ہیں اور وہاں کا سفر بڑا دشوار ہے، کچا راستہ ہے اور کچے راستہ پر بھی کچھ حصہ تو شاید ایسا ہوگا کہ جہاں کار (car) بھی نہیں چل سکتی، یہاں سے، کراچی سے وہاں پہنچنے کے لئے پانچ چھ گھنٹے کا سفر ہے، آپ اس کے متحمل نہیں ہیں۔ خیر میں نے بھی اصرار نہیں کیا، میں نے سوچا کہ آج یہ خواب دیکھا ہے تو پھر کبھی زندگی میں ان شاء اللہ۔ابھی کیا ضروری ہے۔

چونکہ یہ حضرات تو جفاکش تھے، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت کے دو سفر مثال کے طور پر اس میں دئے گئے ہیں، کہ ایک جگہ حضرت تشریف لے جارہے تھے تو وہاں پچاس کلومیٹر کا پیدل حضرت نے سفر فرمایا، پچاس کلومیٹر، اور ایک جگہ اس سے بھی زیادہ ہے غالباً ستر کلومیٹر۔

یہ اب کتنا مرتب ہے روحانیت کا عالم، کہ وہاں مجھ سے کہا گیا تھا کہ تمہارا حصہ یہاں ہے اور یہاں اور اچانک رمضان میں حضرت درخواستی کو وہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہورہا ہے۔

جنتی زندگی

کل وہاں بخاری شریف میں کتاب الغسل چل رہا تھا، تو میں نے طلبہ سے کہا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ اٹھارہ بیس سال کا جو زمانہ گزرا، ایک ایک لمحہ وہ جنت جیسی ساعتیں ہوتی

تھیں، جنتی زندگی۔

میں نے ان سے کہا کہ ہر مجلس ایک سے ایک بڑھ کر ہوتی تھی، کیا ذکر کی مجلس، کیا توجہ کی مجلس، کیا حضرت کی درس کی مجلس، کیا حضرت کی مزاح کی مجلس، کیا عشاء کے بعد۔ بخاری شریف میں کہیں پہنچے، تو فرمایا یہاں ایک قصہ ہے، لیکن ابھی تو وقت ضائع ہوگا، مجھ سے فرماتے کہ عشاء کے بعد یاد دلانا مجلس میں، تو وہاں سنائیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کَـان خُلُقُهُ الْقُرآن، اللہ اکبر! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میری زوجۂ مطہرہ جس عمر کی ہے، نو برس کی، تو اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ برتاؤ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصے بیان فرما رہے ہیں، ان سے قصے سن رہے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو بھی اللہ تبارک وتعالی نے باوجودیکہ مواقع ان کے لئے اس کے بالکل ناپید تھے کہ جہاں سے یہ علم اور حکمت کی چیزیں حاصل ہوسکتی ہیں، مگر روایت میں ہے کہ انہیں ہزاروں اشعار یاد تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائش فرماتے، فرماتے عائشہ اشعار سناؤ!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں کہ یا رسول اللہ! کونسے سناؤں؟ اس میں اقسام ہیں جو مفاخرت کے طور پر ایک قبائل دوسرے قبائل کے خلاف جو اشعار کہتے ہیں وہ سناؤں؟ یا ان کی قبائل کی آپس میں جنگیں ہوتی تھیں ان جنگوں کے متعلق جو اشعار ہیں وہ سناؤں؟ یا مراثی مرنے پر جو مرثئے کہے جاتے ہیں وہ سناؤں؟ یا افراد کے متعلق جو مدحیہ قصائد کہے جاتے ہیں وہ سناؤں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر فرماتے کہ اچھا فلاں قسم کے سناؤ۔ تو وہ اشعار پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا عرض کرتی تھیں۔

حدیث ام زرع

اسی طرح یہ جو گیارہ عورتیں والا قصہ ہے کہ گیارہ عورتیں بیٹھیں اور انہوں نے تَعَاقَدْنَ کہ آپس میں عقد کیا کہ ہم اپنے شوہروں کے متعلق کوئی چیز چھپائیں گی نہیں اور صاف صاف ہر چیز بیان کریں گی۔ قَالَتِ الاُولی، قَالَتِ الثَّانِیة، قَالَتِ الثَّالِثَة، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سنا رہی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں۔

یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ یہ کیا بکواس اور کیا یہ عورتیں کہہ رہی ہیں، عمر کا لحاظ فرما رہے ہیں کہ انہیں ایسی چیزوں کی ضرورت ہے۔ کھلونے سے بھی وہ کھیل رہی ہیں، تو گھوڑے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا، گھوڑے کے تو پر نہیں ہوتے۔ تو ہر چیز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ دے رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگا رہے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آگے نکل گئیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری مرتبہ آگے نکل گئے، ارشاد فرمایا یہ پہلے کا بدلہ ہو گیا۔

خرافہ کون؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ خرافہ کون؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری داستان اس کی بیان فرمائی۔ مولانا اسماعیل میرٹھی نے اپنی کتاب میں پورا قصہ لکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرافہ ایک آدمی کا نام اور وہ بیچارہ کہیں جنگل میں گیا تو جناتوں نے اس کو اٹھا لیا، جنات اس کو پکڑ کر لے گئے۔ تو دو جنات پکڑ کر لے گئے، اب اس کو پکڑے ہوئے ایک کہتا ہے کہ کیا کریں اس کو؟ اس کو ہم لے آئے ہیں، رو رہا ہے اس کو چھوڑ دو۔ دوسرا کہتا ہے کہ نہیں نہیں۔

اتنے میں کوئی آدمی پہنچا، دور سے اس نے دیکھا کہ جنگل میں کوئی تین آدمی کھڑے ہوئے

ہیں، وہ جنات بھی انسانی شکل میں ہوں گے،تو وہ پہنچا قریب اور کہنے لگا کہ کیا کر رہے ہیں یہاں اس جنگل میں؟ کہنے لگے کہ بھئی تم اپنا کام کرو،تو پھر کہنے لگے کہ نہیں یہ میری ایک داستان ہے، میں آپ کو سناتا ہوں اگر تمہیں وہ میری داستان اچھی لگے،تو مجھے بھی اپنی جماعت میں شامل کر دو۔

یہ کہہ کر اس نے کہا کہ ایک گھوڑے پر وہ سوار تھا اور دوسرے گھوڑے پر دوسرا ایک آدمی سوار تھا،تو جس پر وہ سوار تھا وہ فیمیل (female) تھی گھوڑی تھی، اور دوسرا آدمی جس پر سوار تھا وہ گھوڑا تھا۔تو وہ کہنے لگا کہ میری ایک سوتیلی ماں تھی اور ایک قصہ کی بنا پر اس کو میرے متعلق رنجش ہوگئی بہت زیادہ اور اس کا کسی کے ساتھ ناجائز تعلق تھا۔ مجھے پتہ لگا تو اس نے مجھے مارنے کی کوشش کی۔ وہ کسی کے پاس گئی اور جادو اُس کھانے کی چیز پر کر کے لائی اور مجھے اس نے کھلانا چاہا۔تو پھر میں نے کھانے کے بجائے زبردستی باندھ کر کے ان دونوں کو وہ چیز کھلا دی۔

وہ آدمی کہتا ہے کہ جیسے ہی میں نے وہ چیز کھلا دی،تو تعجب کی بات یہ کہ وہ کھاتے ہی وہ تھی پہلے وہ انسان اور عورت اور اب کھا کر کے وہ بن گئی گھوڑی۔ اور یہ کہہ کر اس نے ایک چابک مارا اس گھوڑی کو اور اس سے پوچھا کہ کیوں یہ جو میں کہہ رہا ہوں صحیح ہے؟ تو اس گھوڑی نے سر ہلایا یس (yes) میں کہ ہاں۔ پھر اسی طرح کہتے ہیں کہ وہ اس کا جو آشنا تھا اس کو میں نے بقیہ حصہ کھلایا تو وہ بن گیا گھوڑا اس کو کھاتے ہی،تو دوسرا چابک وہ دوسرا آدمی جس پر سوار تھا اس کو مارا اس گھوڑے کو اور اس سے پوچھا کہ کیوں، یہ جو میں نے قصہ سنایا صحیح ہے؟ تو اس گھوڑے نے سر ہلایا کہ ہاں یہ صحیح ہے۔

وہ دونوں جنات تھے۔ وہ کہنے لگے کہ ہاں یہ اس شخص کی داستان تو بڑی عجیب ہے،اس کو بھی ہمیں شامل کر لینا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ ایک آدمی ہے، ہم دونوں جن ہیں اور ہم اس کو پکڑ لائے، ہم سوچ رہے ہیں کہ ہم اس کا کیا کریں؟

اتنے میں ایک اور آدمی دور سے دیکھ رہا ہے کہ کوئی چار پانچ آدمی کھڑے ہوئے ہیں تو وہ

آدمی بھاگا ہوا آیا بھائی تم کیا کر رہے ہو یہاں؟ تو کہنے لگے بھائی تم جاؤ، کام کرو اپنا، ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔ کہنے لگے نہیں میرے پاس ایک بڑی عجیب داستان ہے تم پہلے اس کو سنو۔ تو اس نے سنانی شروع کی۔

اس نے کہا کہ میرا یہ قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں گھر والوں سے ناراض ہو گیا، میں گھر سے بھاگ نکلا۔ سوچا کہ کہیں بھاگ کر چلا جاؤں، تو وہاں ریگستان، پانی کا کہیں نام و نشان نہیں۔ کہنے لگا کہ مجھے پیاس لگی زبردست اور میں پانی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔ اتنے میں ایک تالاب پر پہنچا تو میں نے غنیمت جانا کہ او ہو تالاب پر آ گیا۔

میں لپکا، جلدی سے میں نے پانی کی طرف ہاتھ بڑھایا، پانی دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر کے جیسے ہی پینا چاہا، تو خوفناک آواز شروع ہو گئی 'خبردار جو پانی پیا!' کہتا ہے کہ وہ ایسی خوفناک تھی وہ پانی میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا، لیکن مجھے پیاس تھی بہت زیادہ، تھوڑی دیر کے بعد پھر میں نے پانی پینے کی کوشش کی، تو پھر وہ آواز آ رہی ہے، لیکن وہ پیاس اس قدر تھی کہ میں نے سوچا کہ اب میں اس خوفناک آواز سے ڈر کر پانی پینا چھوڑ دوں تو میں مر جاؤں گا، اور یہ آواز آ رہی ہے کہ خبردار! جو پانی پیا تو! یہ بھی دھمکی ہے۔ تو یقینی موت سے یہ موہوم موت کو اختیار کرنا بہتر ہے، یہ تو صرف دھمکی ہے۔

کہتے ہیں میں نے پانی پی لیا، جیسے ہی میں نے پانی پیا، تو کہتے ہیں کہ عجیب بات یہ کہ جیسے ہی پانی میں نے پیا، تو میں تو تھا مرد پانی پینے سے پہلے۔ جیسے پانی پیا، تو میں اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ میں تو عورت بن گیا۔ اب مجھے بڑی شرم آئی کہ میں کہاں جاؤں؟ تو میں دور دراز ایک علاقہ میں نکل گیا، وہاں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے میری وہاں ایک مرد سے شادی کرا دی۔ وہاں تین بچے ہوئے پھر وہاں کسی وجہ سے میں نہیں رہ سکی، تو وہاں سے بھاگ کر سوچا کہ مشکل زندگی، یہاں ان کے ساتھ کیسے میں زندگی گزاروں، بہت مشکل ہے تو مجھے وطن واپس لوٹنا تھا۔

میں نے سوچا کہ اپنے قبیلہ میں واپس چلی جاؤں، تو اس ارادہ سے وہاں نکلی تو راستہ وہی تھا،

وہی تالاب راستہ میں آیا، پانی پینے کے لئے میں اتری، تو پھر وہ آواز شروع ہوئی پہلے کی طرح سے۔ میں نے ایک دومرتبہ تو پانی پھینک دیا، پھر میں نے وہ پانی پی لیا۔ جیسے ہی میں نے پانی پیا تو عجیب یہ کہ میں پہلے عورت تھی پانی پینے سے پہلے اوراب میں بن گئی پھر مرد۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میں اب اپنے قبیلہ میں واپس جا سکتا ہوں۔ قبیلہ میں پہنچا تو وہاں میری شادی ہوئی اور مجھے تین بچے ہوئے۔

اب میرا قصہ کتنا عجیب ہے کہ میں تین بچوں کی ماں بھی اور میں تین بچوں کا باپ بھی۔ وہ جنات دونوں کہنے لگے، واقعی تمہاری داستان تو بڑی عجیب ہے۔ اچھا پھر تمہیں بھی ہماری جماعت میں شامل کر لیتے ہیں۔ ایسی داستانیں بچوں کے دل بہلانے کے لئے ہوتی ہیں، تو وہاں عرب میں یہ داستان چلتی تھی۔

خرافہ کون ہے، اس کے متعلق تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **كَانَ رَجُلاً صالِحًا اَسَرَتْهُ الْجِنُّ** کہ جنات اس کو اٹھا کر پکڑ کر لے گئے تھے، خرافہ نے جو وہاں کے حالات جناتوں کے ملک کے اور جناتوں کے ساتھ کے دیکھے، اس کو آکر جو لوگوں کے سامنے بیان کیا، اس کی طرف منسوب کر کے کہتے ہیں کہ خرافات بکتا ہے یہ تو خرافات کہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان فرمائیں۔

جو ان کے یہاں عرب روایات کے متعلق، قبائلی روایات کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اشعار یاد تھے، قصے یاد تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ سے سنتے تھے، جب وہ بیان فرماتی تھیں۔ تو یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عمر کا لحاظ فرماتے ہوئے کس طرح گزارہ فرما رہے ہیں۔

جنت والا لطف

میں یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق کہہ رہا تھا کہ کتاب الغسل آیا تو اس میں حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات کے ساتھ میں نے ان کو بتایا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ہر لمحہ ایک جنت والا لطف میسر تھا ہمیں اور جس طرح جیسے وہاں آتا ہے **لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُونَ**، اس طرح ہمیں حضرت کی موجودگی میں کسی چیز کا نہ خوف، نہ ڈر، نہ غم، نہ فکر، نہ سوچ، کچھ بھی نہیں، ہر وقت مگن اور مست حضرت کے ساتھ، تو میں نے ان سے کہا کہ کچھ مجلسیں ہماری ایسی ہوتی تھیں کہ جس میں بہت لطف آتا تھا۔

ہم منتظر رہتے تھے کہ جمعہ کب آئے اور حضرت کو ہم غسل کرائیں، یہ جو حضرت کو ہم غسل کراتے تھے، یہ مجلس بڑی زبردست ہوتی تھی بہت شاندار، کہ ایک چبوترہ نہ چیر (chair)، نہ کوئی کرسی، وہاں تو تکلف کا نام ونشان نہیں تھا، وہ چبوترہ حضرت کا تھا، اسی چبوترے پر حضرت کو ہم بٹھا دیتے تھے، اور ایک آدمی حضرت کے رائٹ (right) میں، ایک لیفٹ (left) میں، ایک حضرت کے سر پر اور ایک پیر پر، چار آدمی متعین اور وہ پانچواں آدمی پانی ڈالے گا، جس کو رایٹ والے، لیفت والے کو پانی کی ضرورت ہوئی کہ ادھر ڈالو تو وہاں ڈالے گا، سر پر تو ادھر ڈالے گا، پیر پر تو ادھر ڈالے گا۔

میں نے طلبہ سے کہا کہ وہ حضرت کا جسم ایسا تھا جیسے کہ ہمارے ابھی بیبی (baby) کا ایک سال کی بیبی، تو اس کا جیسا جسم بالکل نرم نازک اور ملائم، جس طرح ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کریم (cream) لگی ہوئی ہے، بوڈی (body) پر پانی سرک جاتا ہے، تو ایسی چمڑی اور ایسا جسم حضرت کا (ninety years) کی عمر تک ایسا ہی تھا، اور ہم کھیلتے رہتے تھے جب نہلاتے تھے۔ حضرت فرماتے ارے تم تو کھیل میں لگے ہیں، اب جلدی کرو جلدی، وقت کم ہے۔

اسی طرح حضرت کو ہم وہاں مدینہ طیبہ میں، وہاں کی آب و ہوا تھوڑی خشک ہے مدینہ طیبہ کی، انگوروں کے لئے اور وہاں کے کھجوروں کے لئے اسی کی ضرورت ہے اور ہم حضرت کے تلوے پر مکھن لگایا کرتے تھے نیند کی کمی کی وجہ سے، ہاتھ پھیر رہے ہیں، مکھن لگا رہے ہیں، لگا رہے ہیں،

حضرت تو لیٹے ہوئے ہیں، تو ہاتھ پھیرتے پھیرتے کبھی ہونٹ بھی پہنچ جاتا۔

دَعْنِیْ اُقَبِّلُ رِجْلَیْکَ

حضرت ہمیں اتنے اچھے لگتے تھے جیسے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد حضرت امام مسلم کو اتنے اچھے لگے کہ جس طرح عام مصافحہ کرتے ہیں تو ہاتھ چومتے ہیں، سر چومتے ہیں، تو ہاتھ بھی چومے ہوں گے اور سر انہوں نے پہلے چوما، اس کے بعد امام مسلم کہنے لگے دَعْنِیْ اُقَبِّلُ رِجْلَیْکَ، کہ اے مسلمانوں کے امام! آپ اس کی اجازت دو گے کہ ذرا آپ کے پیر چوم لے۔

ہماری والدہ صاحبہ کے ساتھ یہی ہماری لڑائی رہتی تھی۔ جاتے ہی ماں سے مصافحہ کر کے ہاتھ چوم رہے ہیں، ماتھا چوم رہے ہیں، پیر چوم رہا ہوں، تو ماں تو بیچاری کچھ کر نہیں پاتی تھیں، صرف شکوہ کرتی تھی کہ (بوتھیگیو، بس، لاؤ تر وہاتھ لاؤ، منے بی بجو دیوا دے)

اسی طرح امام مسلم درخواست کرتے ہیں اپنے استاذ کو دَعْنِیْ اُقَبِّلُ رِجْلَیْکَ،

اسی طرح امام ابوداؤد سبق پڑھا رہے ہیں، تو شاگرد کو اتنے اچھے لگے، تو فرمایا کہ حضرت ایک چیز کی اجازت چاہتا ہوں کہ یہ جس زبانِ مبارک سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اتنا ہم نے سنا، اتنا سنا، تو مجھے اجازت دیں گے آپ کہ میں چوم لوں؟ تو حضرت امام ابوداؤد نے انہیں اس کی اجازت دی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں مولانا فیض الحسن کشمیری دار العلوم دیوبند کے حدیث کے استاذ تھے، دورہ کے استاذ تھے۔ یہ قصہ چھپا ہوا ہے حضرت شیخ اور خلفاء میں جہاں اس میں انہوں نے اپنے حالات اس میں لکھے ہیں، تو اس میں انہوں نے لکھا کہ فلاں حاضری پر میں نے یہ یہ سوالات کئے اور یہ یہ گفتگو کی جو میں یہاں قلم بند کر رہا ہوں۔ حضرت سے میں نے درخواست کی کہ حضرت، مجھے اگر آپ زبان چومنے کی اجازت دیں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے اس درجہ

کی محبت۔

میں نے طلبہ سے کہا کہ نہلاتے ہوئے بھی ہم کھیلتے تھے، اسی طرح وہ مکھن پیروں پر مل رہے ہیں، حضرت فرمارہے تھے، بس جلدی کرو، ختم کرو یہ سلسلہ۔

اللہ تبارک وتعالی نے کیا ان حضرات کو مقام عطا فرمایا تھا، تو حضرت درخواستی کے حالات بیان کرتے ہوئے میں اپنی ڈگر سے اِدھر اُدھر ہوگیا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کتنا پیار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیار کی کتنی قدر۔

الحدیث المسلسل بالأ ولیۃ اور ختمِ مسلسلات

اچھا ابھی یہ وقت ختم ہورہا ہے، پانچ منٹ ہیں، ابھی یہ میں پہلی حدیث پڑھ دوں، سبق چھوڑ دیتے ہیں۔ پہلے میں حدیثِ مسلسل بالأ ولیۃ پڑھ دیتا ہوں تا کہ جو پہلی دفعہ مجھ سے حدیث سن رہی ہیں، ان کا تسلسل بالأ ولیۃ باقی رہے۔

یہ متمنی رہتے تھے ہندوستان بھر کے علماء کہ کب تاریخ متعین ہوتی ہے ختمِ مسلسلات کی، تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں تاریخ متعین ہوکر جب اعلان ہوتا تھا، تو ہندوستان بھر سے بڑے بڑے علماء، محدثین اس میں شرکت کے لئے آتے تھے، مسلسلات، جو پہلے اجازت لے چکے وہ بھی اور نئے بھی، تو ہر سال یہ شعبان میں ختمِ مسلسلات۔ کسی دن فجر کی نماز کے بعد چائے کے بعد سے مجلس شروع ہوتی اور دوپہر کھانے تک میں کتاب ختم ہوجاتی۔

اس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مسلسلات میں وہ حدیثیں جمع کی ہیں جس میں تسلسل ہے۔ مدنیین کا کسی سند میں تسلسل، کسی میں مکیین کا تسلسل ہے، کسی میں قراءۃ صف میں مُتِمُّ نُوْرِہٖ، مُتِمُّ نُوْرَہُ اور مُتِمُّ نُوْرِہٖ کی قراءۃ کی وجہ سے اس کا تسلسل، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک جن کا نام صرف محمد ہے ان کا تسلسل کہ سند میں سارے ہی محمد، ایک سند میں سارے ہی احمد، ان کا تسلسل، ایک سند میں سب قراء، ایک سند میں سب

فقہاء، صحابۂ کرام سے کراب تک فقیہ سارے کے سارے ان کا تسلسل۔

یہ جو میں سناؤں گا یہ الحدیث المسلسل بالأ ولیۃ ہے کہ سب سے پہلے شاگرد نے اپنے استاذ سے، صحابی عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث سب سے پہلے سنی۔ فرماتے ہیں کہ یہ جو ہزاروں احادیث میں نے سنیں تو سب سے پہلی حدیث جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی وہ الحدیث المسلسل بالأ ولیۃ ہے۔ اگرچہ اس کی سند میں انقطاع بھی بیان کیا جاتا ہے، مگر شاہ صاحب کے نزدیک انقطاع نہیں، مسلسل ہوگی۔ یہ حدیث الرحمۃ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی، اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْأَرْضِ یَرْحَمكُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ. وَفِی رِوَایَةٍ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا.

اللہ تبارک وتعالی رحم کو عام فرمائے، دنیا بھر میں ہر جگہ انسانیت پریشان، سب سے زیادہ اسلامی ملکوں میں انسانیت پریشان اور انسانیت کی توہین تذلیل جس درجہ تک کر سکتے ہیں اس میں دریغ نہیں کیا جاتا ہے اِنَّـا لِـلّٰهِ اللہ تبارک وتعالی رحمتِ خاصہ نازل فرمائے کہ تمام مظالم دور ہوں، اب میں پہلی حدیث پڑھتا ہوں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

بَابُ کَیفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَ النَّبِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِهِ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثنا سُفْیَان قَال حَدَّثَنَا یَحْیٰ بْنُ سَعِیْدِ الْأَنْصَارِیُّ قَالَ اَخبَرَنِی مُحَمَّد بْنُ اِبْرَاهِیمُ التَّیْمِیُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاص اللَّیْثِی یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَلَی الْمِنبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّیّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَی دُنْیَا یُصِیْبُهَا أَوْ اِلَی امْرَأَةٍ یَنْکِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ

وہاں میں نے پریسٹن میں بسم اللہ کرائی، تو وہاں میں نے بتایا تھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی حدیث حدیثِ نیت بیان فرمائی، تو حدیثِ نیت لائے مگر یہ حمیدی کی سند سے لائے کہ یہ استاذ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت زیادہ پسند ہوں گے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے **حَدَّثَنَا الحُمَیْدِیُّ** یہاں بیان فرمایا۔ حمیدی تو وہ ہیں کہ سب سے زیادہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر نقد و تنقید یہ کیا کرتے تھے، اتنا بڑا ایک امام گزرا ہے، تو ان کے متعلق حمیدی اپنی زبان کیوں کھولتے تھے؟

لیکن کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ہے، ایسا ہوا ہے، اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسا امام، قریشی امام، سید امام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے امام شافعی، تو ان کے متعلق عجلی زبان کھولتے تھے، تو ہم نہیں کہتے، یہ خود آج کل کے سلفیوں کے سب سے بڑے امام ابن تیمیہ ان کے شاگرد ابن قیم۔ ابن قیم لکھتے ہیں، اور کہاں لکھتے ہیں ابن قیم؟

ابن قیم نے ابو داؤد کی وجہ تألیف بیان فرمائی کہ امام ابو داؤد نے ابو داؤد کیوں لکھی؟ تو فرماتے ہیں اس لئے لکھی کہ انہوں نے یہ دیکھا کہ ان ائمہ سے لوگوں کو دور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، تو مثال کے طور پر یہی کہا کہ جیسے حمیدی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان کے خلاف کلمات کہتے تھے، عجلی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کہتے تھے، تو یہ سن کر، یہ پڑھ کر امام ابو داؤد کو یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ان ائمہ کے جو دلائل ہیں وہ ایک جگہ میں کتاب میں جمع کروں۔ تو امام ابو داؤد نے اپنی کتاب لکھی ائمہ اربعہ کی نصرت کے خاطر، ائمہ اربعہ کی نصرت کی نیت سے انہوں نے ابو داؤد تألیف فرمائی۔ اللہ پاک اس کو قبول فرمائے، درود شریف پڑھ لیں پھر دعا کر لیتے ہیں،

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ.

الْحمدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْکَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه.صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

اللہ تبارک وتعالی ان حفاظ کو قبول فرمائے، پڑھنے پڑھانے والوں میں برکت عطا فرمائے، امتِ مسلمہ اور اسلام کی طرف سے انہیں بے حد جزائے خیر دے۔

یہ ننھی ننھی چھوٹی سی جانیں قرآنِ پاک کی محبت حق تعالی شانہ کس طرح ان کے دل میں ڈالتے ہیں کہ ان کے لئے اس میں لگ جانا اور لگے رہنا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا، یہ بظاہر عقل میں تو نہیں آتا۔ اتنی ضخیم کتاب، ایک چھوٹی سی جان محنت کر کے، اس کے ایک کلمہ کا معنی وہ نہیں جانتی، اس کی زبان اپنی اردو ہے، پنجابی ہے، پشتو ہے مگر یہ عربی زبان کا قرآن اس کی تھوڑی سی توجہ اور محنت پر حق تعالی شانہ ٹیپ کی طرح سے اس کے سینے میں اتارتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ تو صرف اور صرف قرآن کریم کا معجزہ ہے، ہر زمانہ میں، ہر وقت اس کا ظہور ہوتا رہا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کا حفظ

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کا جب وصال ہوا، تو جمعیۃ کی طرف سے ایک شیخ الاسلام نمبر شائع کیا گیا تھا۔ اس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کے متعلق ایک واقعہ تحریر تھا کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ حجاز کے سفر پر ہیں۔

اس زمانہ میں ہمارے یہاں ہندو پاک سے شعبان میں بحری جہاز چلا کرتے تھے، تو شعبان کے اخیر میں جہاز چلا، جہاز میں چاند نظر آیا، یکم رمضان متعین ہوئی۔ جب پہلی تراویح کے لئے اعلان کیا گیا کہ جو حفاظ مسافروں میں ہوں وہ سامنے آئے۔ مسافرین میں کوئی حافظ نہیں تھا جو تراویح پڑھا سکے، تو لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ روز روزے کے ساتھ دن میں ایک پارہ یاد فرماتے اور رات کو سناتے۔ لکھا ہے کہ حضرت نے ایک ماہ میں قرآنِ کریم حفظ کیا۔

مولانا محمد یوسف سامرودی رحمۃ اللہ علیہ

یہ ہمارے محمد بھائی کلیکٹر سامرود اور سامرود میں ایک علمی خاندان رہا ہے، ان سے وہ واقف ہیں۔ اس خاندان کے ایک فرد تھے حضرت مولانا محمد یوسف سامرودی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ مسلکاً اہلِ حدیث تھے اور میری پیدائش سے بھی پانچ برس قبل ان کا انتقال ہوا ہے۔

ان کے حالات میں ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا، تو حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ نے تعزیتی مضمون کسی رسالہ میں لکھا تھا، جس میں ان کے علمی کمالات کا ذکر کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالی نے ان کو ایسا حافظہ عطا فرمایا تھا جس سے متقدمین اور سلف کی یاد تازہ ہوتی تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ کے واقعات سن کر لوگ افسانہ سمجھتے ہوں گے، تو حضرت نے لکھا ہے کہ بطورِ دلیل اور حجت کے اللہ تبارک وتعالی نے انہیں، مولانا محمد سامرودی کو اس زمانہ میں پیدا کیا تھا۔

فرماتے ہیں کہ ان کا بھی حافظہ ایسا کہ جو چیز ایک دفعہ دیکھ لی دماغ میں محفوظ ہوگئی اور اسی بنا پر حق تعالی شانہ نے علمی طور پر انہیں بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔لکھ رہے ہیں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، کوئی چھوٹا موٹا آدمی نہیں، وہ لکھتے ہیں کہ کئی ایک علوم میں وہ امام تھے اور پھر وہ علوم گنوائے کہ لغت میں، ادب میں۔

اب ہندوستان میں رہنے والا انسان، ہندوستان میں پیدا ہوا، سامرود میں ان کی ولادت اور ابتدائی تعلیم سورت میں پائی، پھر دہلی منتقل ہوئے وہاں تکمیل کی، پھر لکھنؤ گئے، حیدرآباد گئے، کہیں عرب کا سفر نہیں تعلیم کے دوران، مگر لکھا ہے کہ عربی زبان پر اتنا عبور تھا کہ لغت اور ادب کے وہ امام تھے، اور ان کی کتابیں سب عربی انہوں نے گنوائی ہیں، بڑی عظیم الشان کتابیں۔

پھر آگے لکھا ہے کہ وہ تاریخ میں اور انساب میں بھی امام تھے، اور فنِ حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ فنِ حدیث میں جو اسماءِ رجال کا فن ہے جس میں رجالِ حدیث کی توثیق اور تجریح کی جاتی ہے تو اس کے وہ امام تھے، حالانکہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بزرگوں میں سے ہیں اور حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے عظیم خلفاء میں سے ہیں، مگر وہ ایک حقیقت تھی کہ اگر چہ وہ مسلکاً اہلِ حدیث تھے، مگر انہوں نے ان کی بڑی تاریخ لکھی ہے۔

اسی ذیل میں انہوں نے لکھا کہ ان کے حافظہ کا عالم یہ تھا کہ جب بڑی عمر میں انہوں نے سوچا کہ اللہ تبارک وتعالی نے ہر طرح کے کمالات عطا فرمائے اور ہر طرح کے علوم سے مجھے نوازا ہے مگر ایک حفظ کی دولت، اس سے میں محروم ہوں۔تو لکھا ہے ان کے حالات میں کہ انہوں نے حفظ کے لئے کوشش شروع کی، تو بڑی عمر میں صرف تین ماہ میں اللہ تعالی نے یہ نعمت انہیں عطا فرمائی، تین ماہ میں وہ حافظ ہوگئے۔

اگر چہ یہ جو خاندان رہا، ان کا مولانا محمد سامرودی کا، وہ اپنے طور پر بڑے خلیق اور ائمہ اربعہ کا احترام تعظیم ان کے دل میں، مگر ان کے پیچھے والوں میں، بعد والوں میں ایسے حضرات نہیں تھے۔

مجھے یاد ہے کہ شب براءت گزرتی اور گجراتی میں اور اردو میں لیفلٹ (leaflet) شروع

ہو جاتے سامرود سے، اور چیلنج ہوا کرتا تھا حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ اور ایسے حضرات کے نام کہ آؤ مناظرہ کرلو، کہ تراویح آٹھ رکعت ہے یا بیس رکعت ہے۔ ان کا مزاج جدا تھا۔ ہمارے بزرگ بھی ان چیزوں کو صرف (ignore) کرتے تھے۔

دو ہاتھ سے مصافحہ

میں عربی کی ابتدائی درجات میں تھا راندیر میں، وہاں مغرب سے لے کر عشاء تک مطالعہ کا وقت ہوا کرتا تھا۔ ابھی بھی وہی ٹائم ٹیبل (timetable) ہے، طلبہ میں شور شروع ہوا، کہ کوئی غیر مقلد آ گیا، کوئی سلفی آ گیا۔

وہاں جہاں مین گیٹ (main gate) تھا وہاں داخل ہوتے ہی طلبہ نے دیکھا کہ کوئی نو وارد مہمان ہے، انہوں نے السلام علیکم، دو ہاتھ سے ویلکم (welcome) کیا، اور استقبال کے لئے ہاتھ بڑھایا، آنے والا مہمان جھڑک کر کہتا ہے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ بدعت ہے۔ طلبہ جو میزبان ہیں، مقیم ہیں، وہ تو ان کا ویلکم کر رہے تھے، استقبال، اچھی طرح انہیں بلا رہے تھے، مگر انہوں نے یہاں ابھی جوتے نکالے نہیں اور مناظرہ شروع کر دیا۔ کہ دو ہاتھ سے مصافحہ بدعت ہے۔

اب طلبہ اور وہ بھی اپنے مرکز میں، انہوں نے شور مچایا کہ غیر مقلد آ گیا، غیر مقلد آ گیا۔ جو منتہی طلبہ مشکوۃ اور دورہ کے تھے، انہوں نے سوچا کہ بیچارے، ہم میزبان ہیں، یہ ایک نو وارد مہمان ہیں، غریب کہیں پھنس گیا ہے۔ انہوں نے ان کو بچانے کے خاطر اچھی طرح سلام مصافحہ کر کے ان کو الگ لے جا کر پوچھا کہ بھائی کیا بات ہے؟ خیر تو ہے؟ آپ تو نئی جگہ، آپ شاید پہلی دفعہ یہاں تشریف لائے ہوں گے۔ پتہ چلا کہ وہ لکھنؤ سے سامرود کچھ کتابیں پڑھنے کے لئے چند ماہ کے لئے آئے ہوئے ہیں۔

یہ جن کا میں نے قصہ سنایا حضرت مولانا محمد سامرودی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے خاندان میں جو

افراد ہوں گے ان کی وجہ سے، حضرت مولانا محمد سامرودی کی وجہ سے اس خاندان کا ساری دنیا میں ایک نام تھا، وہاں سامرود چند ہفتہ رہ کر کے پھر ان کو شوق ہوا چیلنج کا، جامعہ حسینیہ راندیر پہنچ گئے چیلنج کرنے کے لئے، اب جو دورہ کے طلبہ تھے ان کے ساتھ بحث شروع ہوئی۔

اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لا يُنَجِّسُهُ شَیْءٌ

ہمارے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب وہ دورہ میں تھے، انہوں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک تو صرف حدیث حجت ہے اور صرف آپ حدیث پر عمل کرتے ہیں، نہ ائمہ کو مانتے ہیں، نہ ائمہ کے فتاوی کو مانتے ہیں، ہم آپ کے سامنے حدیث کو پیش کرتے ہیں، **اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لا يُنَجِّسُهُ شَیْءٌ** کہ پانی ہر حال میں پاک رہتا ہے، **لا يُنَجِّسُهُ شَیْءٌ**، کوئی چیز اس کو ناپاک کر ہی نہیں سکتی، اور انہوں نے کہا کہ یہ بہت عام حدیث بھی ہم نے آپ کو سنادی اور آگے ایک اور حدیث جس میں تھوڑی سی قید ہے وہ بھی سنا دیتے ہیں **مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ اَوْ لَوْنُهُ اَوْ رِيْحُهُ**، کہ جب تک اس کا رنگ بو مزہ نہ بدلے، تو یہ حدیث تو آپ نے پڑھی ہوگی۔

کہنے لگے جی ہاں۔ کہا اچھا۔ کسی طالبِ علم کو کہتے ہیں اچھا بھائی ان کے نزدیک پانی ہر حال میں پاک رہتا ہے، جب تک اس کا رنگ بو مزہ نہ بدلے وہاں تک پانی پاک رہتا ہے، ناپاک نہیں ہوتا۔ پھر کہلوایا کہ بالکل ایسا ہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایسا ہی ہے۔ کہا کہ ایک گلاس پانی کا لے آؤ، ایک قطرہ پیشاب کا اس میں ڈال دو، یہ پی لیں گے ابھی، کیوں؟ ان کے نزدیک تو پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی، ایک قطرہ پیشاب تو کیا ناپاک کرے گا پانی کو؟ اور رنگ بو مزہ نہ بدلے وہاں تک پانی ناپاک نہیں ہوتا، تو ایک قطرہ سے تو نہ رنگ بدلا ہے پانی کا، نہ مزہ بدلا ہے نہ بو بدلی ہے۔

اس طرح طلبہ ان کے ساتھ الجھتے رہے۔ پھر ان کو اچھی طرح ٹھہرایا، کھلایا، پلایا، رات کو رکھا، پھر دن کو حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سبق میں لے کر گئے۔

حضرت تو بڑے حلیم تھے۔

اس کے بعد جب ترمذی کا گھنٹہ ہوا تو حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سواتی تھے۔کئی ایک کتابیں ہم نے ان سے پڑھیں، منطق، فلسفہ ادب سارا انہی سے پڑھا میں نے، بہت بڑے امام تھے، وہ ان تمام علوم کے بڑے ماہر، اور طالبِ علمی کے زمانہ میں یہ منطق اور فلسفہ کے اتنے ماہر ہو چکے تھے کہ وہ خود فرماتے تھے کہ بندہ نے طالبِ علمی کے زمانہ میں صدرا، شمس بازغۃ، اور فلاں فلاں کتابوں پر حواشی لکھیں اور پیشاور سے لے کر پنجاب تک کے علماء پر رد کیا، اور آج تک ان اعتراضات کا کوئی عالم جواب نہیں دے سکا، بہت بڑے ماہر تھے۔

ان کے درس میں جب طلبہ لے گئے، تو حضرت نے نہایت جوش میں زبردست ایک بیان شروع فرمایا۔ابن جوزی نے اگر امام ابوحنیفہ پر یہ یہ اعتراضات کئے جس طرح کہ آج کل وہ ابو اسامہ کے اعتراضات مشہور ہیں، فرمایا کہ خود انہی کے خاندان میں سے، انہی کی اولاد اور نسل میں سے سبط ابن جوزی نے یہ قرض چکا دیا ہے اور انہوں نے فلاں جگہ یہ لکھا۔

اللہ تبارک وتعالی ان جھگڑوں سے امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے، ہمیں اہلِ سنت والجماعۃ کے مسلک پر قائم رکھے، ائمہ اربعہ کے مسلک پر ہمیں زندہ رکھے، اسی پر ہمیں موت دے اور یہ تمام ہمارے مدارس یہ اسلام اور حق کی حفاظت کے قلعے ہیں، ان کے ذریعہ اسلام کی حفاظت ہوتی ہے اور انہی کے ذریعہ حق کی حفاظت ہوتی ہے۔

ایک ماہ میں حفظ

جس طرح یہ مولانا محمد سامرودی انہوں نے بڑی عمر میں تین ماہ میں حفظ مکمل کرلیا، اسی طرح ایک اور مولانا محمد پانڈور رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک ماہ میں حفظ کیا، حضرت مولانا اسماعیل واڈی والا بلیکبرن دام ظلھم نے بتایا کہ وہ ہمارے ساتھی تھے۔انہوں نے صرف ایک ماہ میں قرآنِ کریم حفظ ختم کیا۔اب یہ انسانی قدرت اور طاقت کے باہر کی چیز ہے، ایک ماہ میں قرآنِ کریم جیسی

ضخیم کتاب کو حفظ کر لینا، اور وہ بھی بڑی عمر میں مولانا محمد سامرودی نے حفظ کیا، بڑی عمر میں حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے روز ایک ایک پارہ تراویح میں سنا کر حفظ ختم کیا۔

معجزۂ حفظ قرآن

حفظ صرف قرآنِ کریم کا معجزہ ہے اور یہ جتنا آپ پڑھتے چلے جائیں گے، اترتا چلا جائے گا۔ اس کے پڑھنے کا، تلاوت کا ہمیں حکم دیا گیا۔ اصل قرآنِ کریم کی تلاوت ہے۔ اللہ تعالی قرآنِ کریم کا حق ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، کہ سب سے پہلا کلمہ اِقْرَأْ، اِقْرَأْبِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم، کائنات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی امی نہیں۔ امیِ محض، قرآنِ کریم نے النبی الامی کا خطاب دیا، مگر جیسے ہی فرشتہ لے کر آتا ہے، اِقْرَأْبِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، فرشتہ پڑھتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں حق تعالی شانہ اس کو محفوظ فرما دیتے ہیں اور آپ کی زبان سے اس کو جاری فرما دیتے ہیں، جیسے یہ معجزہ کہ ایک امی کی زبان سے اتنا فصیح اور بلیغ کلام کا ادا ہونا، اسی طرح یہ تمام، روز روئے زمین پر کہیں نہ کہیں کوئی حافظ ہوتا رہے گا اور یہ معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قرآن کا ظاہر ہوتا رہے گا۔

فصیح و بلیغ قرآن!

اور کیسا فصیح اور بلیغ اور کیسا منظّم قرآن کہ جو اس کی آیات ہیں، کلمات ہیں، چونکہ حق تعالی شانہ کا کلام ہے اور بطورِ اعجاز کے، چیلنج کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا، اس لئے ہر چیز میں چیلنج۔

پہلے تو فرمایا کہ اس جیسی کوئی کتاب لے آؤ۔ پھر فرمایا کہ اس جیسی ایک سورت لے آؤ، کوئی چھوٹی سی سورت اس جیسی بنالو۔ پھر اخیر میں چیلنج کہ اس جیسی کتاب نہیں لا سکتے، سورت نہیں لا سکتے تو اس جیسی کوئی ایک آیت لے آؤ۔ ایک آیت بھی نہیں لا سکے۔

اور بطورِ اعجاز کے جو کتاب دی گئی کتنی معجز! کتنی معجز! اور کتنی مرتب، منظّم کہ اس میں ایک طرف

جہاں نعمتیں آخرت کی ذکر کی گئی ہیں، اس میں آخرت کی نعمتوں کا ذکر ہے، وعدہ کی آیات ہیں، تو وہ بھی وعدہ کی آیات بھی کتنی؟ ایک ہزار اور وعدہ کی آیات کے مقابلہ میں وعید ہے جس میں جہنم سے ڈرایا گیا، آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا وہ آیات بھی کتنی؟ ایک ہزار۔

جتنے قرآنِ کریم نے ہمیں حکم دیئے کہ یوں کرو، یوں نہ کرو، تو جو اوامر ہیں وہ بھی ایک ہزار اور جو نواہی ہیں کہ یوں مت کرو وہ بھی ایک ہزار۔

اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے قصے اس میں ذکر کئے گئے اور پچھلی قوموں کے اس میں ذکر کئے گئے، تو جو قصص ہیں وہ بھی ایک ہزار، جو خبریں ہیں وہ بھی ایک ہزار۔ کتنا مرتب قرآن!

کتنا مرتب قرآن! اور ہم سے کہا گیا کہ یہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں، یہ حرام ہیں، تو لکھا ہے کہ جیسے حلت کی آیات ہیں کہ یہ چیزیں حلال ہیں وہ دوسو پچاس، اور اس کے مقابل جو تحریم کی آیات ہیں کہ یہ چیزیں حرام ہیں وہ بھی دوسو پچاس۔ اسی لئے تو حق تعالیٰ شانہ نے پہلے دن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے چیلنج کروایا کفارِ مکہ کو اور قرآنِ کریم کا ایک ایک کلمہ سچا، اس کی ایک ایک خبر سچی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس قرآن کریم کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کی توفیق دے۔

نورِ ہدایت کی آمد

کافی عرصہ سے آنے جانے کا سلسلہ کم کر رکھا تھا، یہ تو ہمارے مولانا احمد علی صاحب کی محبت ہے، آپ حضرات کی شفقت ہے کہ مجھے آنا پڑا، ورنہ یہاں میں مولانا عبدالواحد صاحب کے یہاں شاید آخری مرتبہ دوسال ہو گئے ہوں گے اس وقت آیا تھا۔

میں نے آخری بیان وہاں دار العلوم میں عید کی نماز سے پہلے کیا تھا، وہاں میں نے سورہ والضحیٰ پڑھی تھی اور میں نے ساتھیوں سے عرض کیا کہ آج **اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ** یہ تکبیر کا دن ہے، آج تکبیر پڑھی جاتی ہے اور یہ

تکبیر پھر میں نے ان کو بتایا کہ سورۂ والضحیٰ کے ختم پر آپ نے قراء سے سنا ہوگا قراءۃ پڑھتے ہوئے تو واَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ، ختم کر کے تکبیر شروع کرتے ہیں اللّٰہُ اَکْبَرُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وہاں عرض کیا تھا کہ دیکھئے، یہ سورۂ والضحیٰ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو دنیا میں، کائنات میں جو روشنی پھیلی، تو اس ضحیٰ اور اس روشنی اور اس نور کی خبر پر یہ تکبیر پڑھی جاتی ہے، کہ کائنات تاریک تھی، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے نور سے جگمگا گئی اور پھر وہاں میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ یہ خوشی کے موقع پر نعرہ بلند کیا جاتا ہے اللہ اکبر!

نعرۂ تکبیر

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مقابلہ کے موقع پر بھی تلقین فرمائی نعرہ کی، کہ جنگِ احد میں پہلے مسلمانوں کو فتح ہوئی اور بعد میں عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی ایک چھوٹی سی جماعت، ان کے ساتھیوں کی ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے جو فتح ہو چکی تھی وہ شکست میں تبدیل ہوگئی۔ تو کفار اپنی فتح پر خوشی مناتے ہوئے جا رہے ہیں اور نعرے لگا رہے ہیں اُعْلُ هُبَل، کہ آج ہمارا بت ہبل، یہ بلند رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کا یہ نعرہ سنا تو صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا کہ یہ نعرہ لگا رہے ہیں، تم نعرہ کا جواب نعرہ سے کیوں نہیں دیتے ہیں؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم کیا نعرہ لگائیں؟ وہ نعرہ لگا رہے تھے کہ اُعْلُ هُبَل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نعرہ بھی لامیّہ، جس طرح قصیدۂ لامیہ، رائیہ، کہ جس کے اخیر میں جو حرف ہوتا ہے اس کی طرف وہ قصیدہ، وہ شعر منسوب کیا جاتا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جس طرح اُعْلُ هُبَل کہہ رہے ہیں، تم کہو اللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ. اسی وزن اور قافیہ پر ان کو جواب دو، وہاں جنگِ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ نعرہ دیا تھا۔

ولادت پر تکبیر

اس سے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے جاتے ہیں، قیام فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے مہاجرین کی ایک بڑی جماعت ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچ چکی تھی، کئی ایک حضرات اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہیں، مگر کئی ماہ گزر گئے کہ کسی کے یہاں اولاد نہیں ہو رہی ہے، کچھ اندر اندر مسلمان بھی پریشان ہوں گے۔ جب پریشانی کا دشمنوں کو علم ہوا، یہودیوں کی طرف سے مشہور کیا گیا کہ ان مہاجرین کے یہاں اولاد نہیں ہوسکتی کیوں کہ ہم نے ان پر جادو کر دیا ہے۔

روایات میں لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو سارا مدینہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، نعرۂ تکبیر سے گونج گیا، کہ اللہ تبارک وتعالی نے دشمنوں کا منہ کالا کیا اور مہاجرین میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، اور لکھا ہے کہ جیسے مہاجرین میں سے سب پہلی ولادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ہے، اسی طرح انصار میں سب سے پہلی ولادت حضرت سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کی ہے، وہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں لایا گیا، تحنیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی تھا عبداللہ، یہ فرمایا کہ ان کے نام پر ان کا نام عبداللہ رکھا جائے۔ نام رکھا گیا، اس کی برکت سے حق تعالی شانہ نے بہت نوازا تھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کو، ساری زندگی ان کی کارناموں سے بھری ہوئی اور ڈیل ڈول حق تعالی شانہ نے ایسا عطا فرمایا تھا کہ۔۔۔

فرزدق اور نوار

اس زمانہ کے شعراء میں مشہور شاعر تھے فرزدق۔ فرزدق کے حالات میں لکھا ہے کہ فرزدق کی بیوی تھی نوار۔ اب کیسے فرزدق کے نکاح میں آئی یہ قصہ لکھا ہے کہ نوار کے رشتہ داروں میں کوئی قریبی رشتہ دار نہیں تھا، نہ چچا، نہ والد، نہ والد تھے، نہ بڑے بھائی تھے، نہ ماموں تھے، رشتہ داروں میں سب سے قریبی رشتہ دار تھے، تو چچازاد بھائی تھے اور یہ چچازاد بھائی خود فرزدق تھے۔

انہوں نے فرزدق کو بلایا کہ بھائی، تمہیں معلوم ہے میرا کوئی ولی اور وارث نہیں ہے اور میری نکاح کی عمر ہو چکی ہے۔ فرزدق نے کہا کہ اچھا اس کا اختیار آپ مجھے دینا چاہتی ہو کہ میں آپ کا کہیں نکاح کرادوں؟ نوار نے کہا ہاں میرا یہی منشا ہے اسی لئے میں نے آپ کو تکلیف دی۔ فرزدق نے کہا کہ اچھا میں دو گواہ لے کر آتا ہوں۔ گواہ لے کر پہنچے فرزدق اور نوار سے کہا کہ ان کے سامنے اپنے کلمات دہرا دیجئے کہ آپ نے مجھے وکیل بنایا کہ آپ جہاں چاہیں میرا نکاح کرادیں۔

یہاں سے فرزدق اٹھے، اپنے گواہوں کو لے کر کہ چلو جامع مسجد۔ نماز کے بعد کھڑے ہو گئے۔ اعلان کیا کہ بھائی یہ گواہ ہیں، ان کے سامنے میری چچازاد بہن نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں جہاں چاہوں ان کا نکاح کرادوں۔ گواہوں سے پوچھا کہ یہ میں کہہ رہا ہوں صحیح ہے؟ انہوں نے تصدیق کی کہ ہاں ہمارے سامنے اختیار دیا ہے۔ اب اگلا جملہ فرزدق نے کہا کہ آپ نے سن لیا کہ یہ گواہ ہیں اور نوار نے مجھے اس کا اختیار دیا ہے اور میں اسی کے نتیجہ میں نوار کا میرے اپنے ساتھ میں نکاح کرا رہا ہوں۔

جب نوار کو پھر بعد میں معلوم ہوا تو بڑی خفا ہوئی لیکن تیر نکل چکا تھا زبان سے، وہ اختیار دے چکی تھی، تو جھگڑے آپس میں رہتے تھے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ہمیں مکہ مکرمہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر المؤمنین ہیں، ان کی خدمت میں جانا چاہئے۔ اس وقت حجاج بن یوسف کا زمانہ تھا

اور مکہ مکرمہ پر عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کی حکومت تھی اور شام پر بنو امیہ کا راج تھا، تو یہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس دونوں میاں بیوی پہنچے۔

جب وہاں پہنچے، تو نوار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے گھر میں، اندر پردہ میں چلی گئی ان کی اہلیہ کے پاس اور فرزدق باہر مردوں میں رہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اپنی داستان سنائی۔ مستورات کے ذریعہ ان کی بیوی نے، نوار نے اپنی داستان سنائی، تو داستان سن کر فیصلہ آسان تھا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تفریق کا فیصلہ فرمایا، کہ بھئی، ان دونوں میں تفریق کرتے ہیں کیوں کہ جب نوار نے تمہیں اختیار دیا تھا، تو اس کا منشاء یہ نہیں تھا کہ وہ تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ وہ تو تم سے مدد لینا چاہتی تھی کسی اور اچھی جگہ پر نکاح کے سلسلہ میں۔ آپ نے اس اختیار کو ان کے منشا کے خلاف غلط استعمال کیا۔ یہ فیصلہ فرزدق کو پسند نہیں آیا، انہوں نے چونکہ اپنی بیوی سے بہت محبت تھی، تو انہوں نے ایک بیہودہ قسم کا شعر کہا:

لَیُسَ الشَّفِیُعُ الَّذِیُ یَاُتِیکَ مُتَّزِرًا   مِثُلَ الشَّفِیُعِ الَّذِیُ یَاُتِیکَ عُرُیَانًا

کہ میرا سفارشی تو مردوں میں سے کوئی ہوگا جو کپڑے پہن کر تمہارے سامنے آتا ہے اور میری بیوی کا سفارشی اندر ہے جو یَاُتِیکَ عُرُیَانًا۔

اب یہ بیہودہ شعر جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرزدق کی زبان سے سنا، لکھا ہے کہ نماز سے نکلتے ہوئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو گلے سے پکڑ لیا۔

اس قصہ کے راوی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے فرزدق کو کوئی بچا نہیں سکتا تھا، یہ تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شفقت تھی کہ ان کو رحم آیا اور انہوں نے اس کو چھوڑ دیا ورنہ اتنا بڑا مجمع مل کر بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پنجہ سے اس کو چھڑا نہیں سکتا تھا۔

لعابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت

کیوں کہ عام آدمیوں کی جو جتنی موٹی ران ہوتی ہے اتنی موٹی یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ کلائی تھی۔ اس وقت بھی صحابہ کرام اور تابعین کا جو مجمع تھا اس مجمع میں ان کی جتنی موٹی رانیں ہوتی تھیں اتنی موٹی کلائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی، اس پنجہ سے کون چھڑا سکتا تھا؟

یہی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جسامت کے متعلق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحنیک کی برکت ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گود میں لیا اور تحنیک فرمائی۔

اس قوت کو انھوں نے کیسے استعمال فرمایا جو حق تعالیٰ شانہ نے معجزانہ طور پر عطا فرمائی تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے، ہمیں تو دو فرض، تین فرض چار فرض پڑھنا مشکل ہوتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے یہاں جو ٹائم ٹیبل تقسیم تھا، وہ اس طرح تقسیم تھا کہ آج رات پوری رات قیام میں گزاریں گے، پوری رات، کھڑے ہوئے عشاء کے بعد سے پڑھنا شروع کرتے الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، پوری رات قیام میں، اور کل والی رات جب آتی فرماتے کہ آج ساری رات سجدہ میں رہنا ہے، پوری رات سجدہ میں گذارتے۔

یہ سجدہ میں پڑے رہنے والے، قیام کرنے والے یہ واقعات تو آپ نے بہت سنے ہوں گے۔ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ رمضان مبارک میں ایک رمضان حضرت نے ایسا گزارا کہ دن میں ایک ختم، رات میں ایک ختم۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے زمانہ میں اپنے ہم عصروں کے یہاں کتنا مقام و مرتبہ تھا۔ اس وقت بھی یہ جو شیبی خاندان ہے انہی کے پاس بیت اللہ کی چابی رہتی تھی اور وہ

جب کبھی مناسب سمجھتے، اس وقت کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولتے، مگر جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے جاتے تو فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے لئے کھول دیا کرتے تھے تاکہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کعبہ میں کھڑے ہوکر ایک رات میں اپنے قرآن کا جو معمول ہے وہ پورا کرسکیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ان حضرات نے کعبہ میں قرآنِ پاک ختم کیا ہے، تو بارہا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کعبہ شریف میں قرآن کریم ختم کیا۔

یہ قیام میں ساری رات گزرتی حضرت عبداللہ بن زبیر کی، مگر تیسری قسم کہ قیام انسان کرسکتا ہے، سجدہ میں ساری رات پڑا رہ سکتا ہے مگر یہ تیسری قسم جو میں بیان کرنے جا رہا ہوں آپ ڈھونڈھیں گے، تو آپ کو مشکل سے کوئی دوسری نظیر آپ کو مل سکے گی کہ حق تعالیٰ شانہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کس قدر طاقت اور توانائی عطا فرمائی تھی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تحنیک کے نتیجہ میں کہ آپ تیسری رات کو یہ اعلان فرماتے، گھر والوں سے فرماتے کہ آج کی میری رات یہ رکوع کی رات ہے، ساری رات رکوع میں گذار دیتے۔

رکوع میں ساری رات؟ کوئی رہ سکتا ہے اور جس طرح میں نے بتایا کہ آپ کتابیں تلاش کریں گے، حالات تلاش کریں گے، تو آپ کو رکوع والی نظیر نہیں ملے گی، اور یہ ایک رات نہیں گزاری۔ ان کا معمول تھا، ہر آنے والی تیسری رات رکوع کی ہوا کرتی تھی۔ ہم میں سے کوئی ایک رات بھی رکوع میں رہنے کی ہمت کرسکتا ہے؟

اور یہی طاقت اور توانائی اور ہمت اور قوت تھی کہ، جیسے ابھی تو مصر کے حالات خراب ہیں، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں اسلام کی حفاظت فرمائے، مسلمانوں کی حفاظت فرمائے، اس ملک میں، مصر میں جو عقیدہ کے تحفظ کے خاطر محنتیں، کوششیں، مجاہدے کر رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔ اس لئے کہ یہ مصر، یہ مکہ اور مدینہ کا سپاہی ہے، یہ سعودی عرب سامنے والے کنارہ پر ہے، اس کے سامنے والے کنارہ پر مصر ہے، اور دوسرے اسلامی ملک تو بہت دور ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں والوں کے اسلام اور اہلِ حق کی اور مسلمانوں کی

حفاظت فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو حق تعالی شانہ نے وہ ہمت عطا فرمائی تھی کہ جیسے مصر سارا کا سارا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے کھاتہ میں، تو اسی طرح یہ سارا افریقہ یہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کھاتہ میں ہے۔ یہ تمام الجزائر، تونس، لیبیا اور مورتانیا اور یہ سارے ممالک جو فتح کئے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور کیسے فتح کئے کہ جس طرح میں کہا کرتا ہوں کہ آج کل کے جو چیف ہوتے ہیں وہ تو کہیں اپنے محل میں کہیں آرام سے سوئے رہتے ہیں، ملیٹری (military) لڑتی رہتی ہے، مگر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خود اپنے ہاتھوں سے بادشاہ جرجیر کو قتل کیا تھا۔

اب کتنے دور تک، کہاں تک پہنچ کر اپنی میلٹری کو سب کو چھوڑ کر کہاں تک وہ پہنچے، انہوں نے طاقت اور توانائی کو حق تعالی شانہ کے سامنے کھڑے ہونے میں استعمال کیا، جھکنے میں استعمال کیا، اس کے سامنے ماتھا ساری ساری رات ٹیکنے میں استعمال کیا، اس طاقت اور توانائی کو سارا افریقہ کو فتح کرنے میں انہوں نے استعمال کیا۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

مگر جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ بنو امیہ نے جیسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، تو ان سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں شہید کیا گیا تھا۔

یہ ایک تکبیر تو احد میں بلند ہوئی تھی اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ، اور میں نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جب ولادت ہوئی ہے مدینہ طیبہ میں، تو افواہ پھیلا رکھی تھی کہ ان کے یہاں اولاد نہیں ہوسکتی، انہیں جادو کر رکھا ہے، تو جیسے ہی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، تو سارا مدینہ تکبیر سے گونج اٹھا، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، ان کی ولادت پر۔

جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ پر بنو امیہ نے چڑھائی کی ہے اور انہوں نے گولے

پھینکے ہیں منجنیق سے کعبہ کی ایک طرف کی دیوار انہوں نے ڈھادی، یہاں تک کہ جو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے لئے جنت سے دنبہ بھیجا گیا تھا، اسماعیل علیہ الصلوۃ و السلام کے قربانی کے بدلہ میں، اس کے جو سینگ تھے وہ کعبۃ اللہ کے اندر لٹکے ہوئے تھے۔ دیوار گری اور کعبہ شریف کا وہ حصہ جلا ہے، تو اسی میں وہ برکت والے دو سینگ وہ بھی اسی میں جلے ہیں اسی جھگڑے کے نتیجہ میں۔

جب بنو امیہ کو اور آگے کامیابی ملی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو انہوں نے شہید کیا کہ ایک منجنیق کا گولا اور پتھر ان کے سر پر آ کر لگا اور وہ شہید ہوئے، تو ادھر بنو امیہ کی فوج نے خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کی، لیکن ادھر جو صحابہ کرام اور تابعین تھے انہوں نے ان سے کہا ظالمو! تمہیں نہیں معلوم کہ تم کس شخص کی موت پر خوشی منا رہے ہو اور نعرۂ تکبیر بلند کر رہے ہو، ان کی ولادت پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے صحابہ کرام نے اور تمام اہلِ مدینہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا۔

یہ دنیا بدلتی رہتی ہے، حالات، واقعات ہوتے رہتے ہیں، کسی کے جانے پر، کسی کے مرنے پر کسی کو خوشی ہوتی ہے اور کوئی رنج اور افسوس کرتا ہے۔ اب یہی جو مصر کے حالات ہیں تو اس پر رونا چاہئے، دعائیں کرنی چاہئے کہ اللہ تبارک و تعالی اسلامی ملکوں میں سیاسی، اقتصادی، انتظامی، فوجی، ہر لحاظ سے استحکام پیدا فرمائے، کہ جس طرح یہ جو حالات بنتے جا رہے ہیں تمام ایک کے بعد ایک ایک اسلامی ملک کے، اللہ تبارک و تعالی اس افراتفری سے ان ملکوں کی حفاظت فرمائے۔

یہ قرآنِ کریم کے متعلق میں نے عرض کیا کہ اللہ تبارک وتعالی نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، اس کا ایک ایک کلمہ سچا، اس کی ایک ایک خبر سچی اور کیسے سچی؟

فریابی کون؟

ایک محدث ہیں ابوسِنان۔ان کی خدمت میں ایک دوسرے محدث محمد بن یوسف الفریابی پہنچتے ہیں تو جیسے ہی فریابی ابوسنان کے یہاں پہنچے،تو تھوڑی دیر کے بعد ابوسنان فرمانے لگے کہ چلو بھائی آج ہمیں ہمارے پڑوسی کے یہاں تعزیت کے لئے جانا ہے، ان کے بھائی فوت ہوگئے،ان کا انتقال ہوگیا،تو ان کی تعزیت کے لئے جاتے ہیں۔دونوں بزرگ پڑوسی کے یہاں پہنچے۔

یہ فریابی کون ہیں؟ ان کا مقام کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ آپ کو اس سے ہوگا کہ ایک کتاب ہے مصنَّفِ عبدالرزاق، حدیث کی ایک بڑی کتاب ہے،کوئی پچیس،تیس جلدوں میں ہے۔ایک طالبِ علم محدِّث عبدالرزاق کے یہاں ان کی کتاب ان کی مصنَّف سننے کے لئے پہنچے، پڑے رہے، پڑے رہے اورانہوں نے صبر کیا ایک دن، دودن، ایک ہفتہ، ایک مہینہ، پھر طویل عرصہ گزرگیا، میں تو ان سے یہ کتاب سننے کے لئے آیا ہوں۔

جس طرح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح بخاری تأ لیف فرمائی، برس ہا برس پڑھاتے بھی رہے،تو اسی طرح ان سے یہ کتاب سننے کے لئے طالبِ علم پہنچے۔ان کا بیان ہے کہ انہوں نے کتاب پڑھانی شروع نہیں کی تو میں بہت پریشان رہا کرتا تھا۔

ایک دفعہ اسی پریشانی میں سویا کہ میں اتنے دور سے سفر کر کے یہاں پہنچا ہوں اورابھی یہ درس شروع نہیں ہوتا اب میں کیا کروں؟ رات کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا کہ آپ بہت مغموم،محزون، پریشان، کیا بات ہے؟

انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اتنے دن ہوگئے، پڑا ہوا ہوں اور یہ کتاب ہمیں نہیں پڑھا رہے ہیں، میں حدیث سننے کے لئے آیا ہوں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِذْھَبْ

اِلَی الْمَدِیْنَۃِ وَ اسْمَعْ مِنَ الْقَعْنَبِیْ کِتَابَ الْمُوطَا، کیا مقام ہوگا موطا کا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس ہدایت فرمارہے ہیں کہ تم جاؤ، **اِذْھَبْ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ وَ اسْمَعْ مِنَ الْقَعْنَبِیْ کِتَابَ الْمُوطَا**، اورفرمارہے ہیں کہ **وَاذْھَبْ اِلَی الشَّام وَ اسْمَعْ مِنَ مُحَمَّد بِنْ یُوْسُف الْفِرْیَابِی کِتَابَ الثَّوْرِی**، کہ سفیان ثوری کی کتاب ان سے جا کر پڑھو۔

سفیانِ ثوری کے آپ حالات پڑھیں گے تو حیران ہوں گے۔ ہم تو اپنے دنیوی دھندوں سے فارغ ہی نہیں ہوتے۔ ایک لمحہ کے لئے ہمارا دماغ نہ آخرت کو سوچتا ہے، نہ اللہ کو سوچتا ہے، نہ اس کے رسول کو سوچتا ہے، نہ مرنے کے بعد جہاں جانا ہے، اسے سوچتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی جو چند سیکنڈ اور لمحے، چند لمحے کی زندگی، یہ فانی دنیا، فانی زندگی اسی میں ہم الجھ کر رہ گئے ہیں۔ کبھی خیال بھی نہیں آتا اُس عالم کا، کتنا لمبا عالم، دائمی، جہاں موت ہی نہیں انسان کو، سفیانِ ثوری کے حالات آپ پڑھیں گے تو حیران ہوں گے۔

سفیانِ ثوری کے متعلق سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا **وَاذْھَبْ اِلَی الشَّام وَ اسْمَعْ کِتَابَ الثَّوْرِی، مِنَ الْفِرْیَابِی**، پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وَ اذْھَبْ اِلَی الْبَصْرۃ وَ اسْمَعْ کِتَابَ حمَّاد مِنْ ابْنِ النُّعْمَان** .

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہنمائی فرمائی کہ **اذْھَبْ اِلَی المدینۃ، اذْھَبْ اِلَی الشَّام، اذْھَبْ اِلَی الْبَصْرۃ** حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا جوانی کا زمانہ ہے اور حضرت نے اپنی موطا کی شرح لکھنی شروع فرمائی اور حضرت فرماتے ہیں کہ چند مہینے میں ایک جلد مکمل ہوگئی۔ یعنی عربی کی جلدیں آپ اس کی دیکھیں تو تقریباً چار یا پانچ جلدیں بنی ہیں، اس کی چند ماہ میں حضرت نے تکمیل فرمالی، چار پانچ عربی ٹائپ پر جو چھپی ہو، اس کے برابر شرح حضرت نے لکھ دی۔

حضرت فرماتے ہیں کہ وہاں مدینہ منورہ میں میرا قیام تھا۔ میں نے سوچا کہ اوہو، یہاں کے برکات سے میری کتاب اتنی جلدی جلدی میں لکھ پایا، اب یہیں پڑے رہنا ہے۔ حضرت نے

واپسی کا ارادہ، ہندوستان واپسی کا ارادہ دل سے نکال دیا۔حضرت فرماتے ہیں کہ اسی دوران میں ایک مرتبہ اقدامِ عالیہ میں بیٹھا ہوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ **اِذْهَبْ اِلَى الْهِنْد** اس قصہ میں ان کو حکم ہوا کہ **اذْهَبْ اِلَى الْمَدِيْنَة، اذْهَبْ اِلَى الشَّام، اذْهَبْ اِلَى الْبَصْرة**.

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **اِذْهَبْ اِلَى الْهِنْد** کہ ابھی تو ہندوستان چلے جاؤ، **اِذَا جَاءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ** کہ جب آپ کا وقت آئے گا، آخری وقت آئے گا تو پھر ہم آپ کو یہاں بلالیں گے۔

کیسے بلایا کہ جس زمانہ میں حضرت کا سیونٹی (70) میں اقامہ بنا ہے، اس وقت اقامہ کا تصور بھی نہیں، اقامہ بھی نہیں مل سکتا تھا اور چند سال نہیں گزرے کہ کوئی ترتیب نہیں، کوئی تحریر نہیں اور جس طرح سفارشیں ہوتی ہیں اور حکومت تک پہنچنے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں، بغیر کسی سفارش کے سعودی حکومت نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو وہاں کی نیشنیلٹی (nationality) اور تابعیہ دے دیا، اس کا ظہور تھا، **اِذْهَبْ اِلَى الْهِنْد اِذَا جَاءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ**.

اسی لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب یہاں تشریف لائے تھے دوسرے سفر میں اور بیمار ہوئے اور ہسپتال حضرت کو رکھا گیا، ہسپتال تین دن رہے، جب ہسپتال سے دار العلوم واپس پہنچے، تو ہم نے ساری داستان سنائی کہ حضرت کے بارے میں ہم اتنے متفکر ہو چکے تھے کہ ہم نے حضرت کو زندہ یا حضرت کا جنازہ مدینہ طیبہ لے جانے کے لئے چھوٹا ہوائی جہاز کرایہ پر بک کروادیا تھا۔اس پر حضرت مسکرائے اور حضرت نے فرمایا کہ تمہیں وہ وعدہ یاد نہیں ہے؟

کتنا حضرت کو یقین اور کتنا اعتماد حضرت کو اس وعدہ پر کہ فوراً برجستہ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں وہ وعدہ یاد نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا تھا کہ **اِذْهَبْ اِلَى الْهِنْد اِذَا جَاءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ**؟ اس لئے پھر اس کے بعد حضرت نے اس کو ذکر کر کے فرمایا کہ میرے بارے میں فکر نہ کرو، میں مرتا ورتا نہیں ہوں، میرے ساتھ تو مدینہ منورہ کا وعدہ ہے۔

جب یہاں سے واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اس کے بعد حضرت چند ماہ وہاں رہے۔ شوال میں یہاں سے تشریف لے گئے، وہاں مکہ مکرمہ پہنچے، حضرت نے حج فرمایا، اور حج کے بعد پھر جب حضرت یہاں اتنے زیادہ بیمار تھے، تو وہاں تو اور طبیعت گرگئی، مگر اسی میں حضرت فرمانے لگے کہ چلو بھئی ہندوستان جانا ہے۔

اب سب متفکر کہ کیسے جائیں گے، کیسے آئیں گے، کسی کی رائے نہ تھی، نہ خدام میں، نہ مشائخ میں، مگر حضرت تشریف لے گئے اور وہاں بھی جب حضرت تشریف لے گئے، تو وہاں والوں سب نے ہی کہنا شروع کیا کہ حضرت کا ضعف تو دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے اور خدانہ خواستہ کوئی بات ہوگئی، انتقال ہوگیا تو؟

جب کبھی کوئی عرض کرتا کہ حضرت اب مدینہ شریف کا سفر فرمالیجئے تو فرماتے کہ سفر کے لئے ہم نے آنے سے پہلے وہاں سے نظام بنایا تھا کہ اتنے مہینے یہاں ٹھہرنا ہے اور جب زیادہ کوئی زور دیتا، تو حضرت فرماتے کہ اس کا فکر نہ کرو، میں مرتا ورتا نہیں ہوں میرے ساتھ تو وہاں کا وعدہ ہے، **اِذْھَبْ اِلَی الْھِنْد اِذَا جَاءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ** اللہ تبارک وتعالی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ہمیں بھی منظورِ نظر بنائے۔

مدینہ منورہ سے محبت

اللہ تبارک وتعالی نے کس طرح ان حضرات کو نوازا، کس طرح ان حضرات کو نوازا اور یہ کیسے نوازا کہ ہر وقت، جس طرح حضرت نے وہاں ارادہ فرمالیا تھا کہ اب یہیں پڑے رہنا ہے، یہاں سے واپس نہیں جانا ہے، اسی طرح حضرت کو وہاں کی نیشنیلٹی مل گئی اور حضرت وہاں مقیم تھے مدینہ طیبہ میں، ایک دفعہ عشاء کی نماز کے بعد جب حرم شریف سے باہر نکلے، ٹریفیک (traffic) وغیرہ کی وجہ سے کبھی کار اپنی جگہ پر پہنچ نہیں پاتی۔ جہاں حضرت کو لے کر خدام وہیل چیر کے ساتھ انتظار کرتے تھے، وہاں حضرت کو لے کر پہنچے تو دیکھا کہ ابھی کار

نہیں پہنچی۔

حضرت کا انداز کل میں نے بتایا تھا طلبہ کو کہ حضرت کھڑے ہوئے ہیں، دونوں طرف خدام نے پکڑا ہوا ہے، اب حضرت نے ہاتھ جھٹکنے شروع فرمائے، ہاتھ چھوڑ دو۔ خدام نے فرمایا کہ یہ تو نیچے ریت ہے، راستہ ہے، کنکر ہے، پتھر ہے، پھر حضرت نے صاف فرمادیا کہ مجھے بٹھا دو۔ خدام کہنے لگے ذرا مصلی لے آؤ، ذرا کپڑا لے آؤ، بچھا دو۔ ارے بٹھا دو! حضرت نے ہاتھ جھٹک دیئے اور نیچے بیٹھ گئے اور کیا جملہ فرمایا کہ میں تو یہاں کا کتا ہوں، اور کتوں کو دیکھتے نہیں ہم، کیسے بیٹھتے ہیں یہاں، ان کو کوئی بچھانے کے لئے گدا اور بستر چاہیئے؟ میں تو یہاں کا کتا ہوں۔ مدینہ پاک کی سرزمین سے حق تعالی شانہ ہمیں بھی اس طرح کی محبت، اس طرح کا احترام اور عقیدت عطا فرمائے۔

اب دعا کر لیتے ہیں اللہ تبارک وتعالی ان حفاظ کو قبول فرمائے، پڑھنے والوں کو قبول فرمائے، پڑھانے والوں کو قبول فرمائے اور حق تعالی شانہ اس مدرسہ کو اس کی تمام شاخوں کو قبول فرمائے۔

وہ جو میں قصہ بتا رہا تھا کہ ابو سِنان اور فِریابی دونوں پڑوسی کے یہاں تعزیت کے لئے گئے۔ میں نے اس پر سنانا شروع کیا تھا کہ قرآنِ کریم کی ایک ایک خبر سچی۔

جب وہاں پہنچے تو ان کے بھائی کو دیکھا کہ وہ زاروقطار روئے جارہے ہیں۔ ابو سنان نے ان سے کہا کہ مرنا تو ہر ایک کو ہے۔ یعنی آپ تو جب سے ان کا انتقال ہوا ہے ایک پل آپ کو چین نہیں ہے۔ ہر وقت آپ چیختے چلاّتے ہیں۔ یہ تو تعزیت کے آداب کے بھی خلاف ہے۔

انہوں نے اپنا ہاتھ نکالا۔ جس طرح جل کر کوئی لکڑی بالکل کوئلہ بن جاتی ہے، اس طرح دیکھا کہ ان کا ہاتھ بالکل کالا، پوچھا کہ یہ کیا؟ کہنے لگے کہ میں صرف میرے بھائی پر نہیں رو رہا ہوں، میں تو اپنے اوپر رو رہا ہوں کہ جب بھائی کو دفن کر کے سب لوگ واپس آ گئے، تو میں بیٹھ کر وہاں روتا رہا۔ میرے سوا جب کوئی وہاں موجود نہیں تھا، تو میں نے قبر میں سے آواز سنی کہ میرا بھائی چلاّ رہا ہے، چیخ رہا ہے کہ مجھے بچاؤ، بچاؤ!

میں نے سوچا کہیں یہ زندہ ہوگا اور ہم نے اس کو زندہ ہی دفن کر دیا ہوگا، اس لئے میں نے جلدی جلدی قبر سے مٹی ہٹانی شروع کی۔ جب میں نے مٹی ہٹائی اور ذرا سا سوراخ ہوا، دیکھا کہ دہکتی ہوئی آگ ہے اور اس میں سے جو مٹی ہٹاتے ہوئے میرے ہاتھ پر جو لپٹیں آئیں، تو اس سے میرا ہاتھ اتنا جل کر گر گیا اور یہ کالا ہاتھ اتنا باقی رہ گیا۔

اللہ تبارک وتعالی وہاں کی وعیدوں پر اور آخرت کے عذاب پر بھی ہمیں عقیدہ اور یقین عطا فرمائے، اور ایک ایک خبر، وعدے بھی سچے، وعیدیں بھی سچی، اللہ تبارک وتعالی ہمیں حق تعالی شانہ کے فرمان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّد وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ.

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا قرآن کتنا مرتب ومنتظم ہے

لفظ شہر (مہینہ)	۱۲ مرتبہ	لفظ یوم (دن)	۳۶۵ مرتبہ
ذکر صبر	۷۵ مرتبہ	ذکر شکر	۷۵ مرتبہ
ذکر ملائکہ	۸۸ مرتبہ	ذکر شیاطین	۸۸ مرتبہ
ذکر دنیا	۱۱۵ مرتبہ	ذکر آخرت	۱۱۵ مرتبہ
ذکر موت	۱۴۳ مرتبہ	ذکر حیات	۱۴۳ مرتبہ
آیات وعدہ	۱۰۰۰	آیات وعید	۱۰۰۰
آیات اوامر	۱۰۰۰	آیات نواہی	۱۰۰۰
آیات امثال	۱۰۰۰	آیات قصص	۱۰۰۰
آیات تحلیل	۲۵۰	آیات تحریم	۲۵۰

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اما بعد:

دوستو! ابھی دسترخوان پر ہمارے ایک دوست نے مجھ سے ایک سوال کیا۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ مختصر مدت کے لئے آئے ہیں، تین چار دن کے لئے، اور اس میں یہاں سے وہاں کا سفر، ناشتہ کہیں، دوپہر کا کھانا کہیں، شام کا کھانا کہیں، اور پھر روز بیان، تو آپ تھک نہیں جاتے؟ اس پر میں نے ان کو ایک قصہ سنایا۔

میں نے ان سے کہا کہ اس سے بھی زیادہ مشقت اٹھانے والے ہوتے ہیں اس کام کے لئے اور دوسرے کاموں کے لئے، مگر ایک چیز انسان میں ایسی رکھی گئی ہے کہ جس کی بنا پر اُس کے لئے یہ کیا، اس سے بڑے بڑے کام، بڑی بڑی مشقتیں، بڑے بڑے مجاہدے، ریاضتیں، سب

آسان ہوجاتی ہیں۔

خواہش نفس

قصہ پھر میں نے ان کو سنایا کہ ایک شخص کا کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ جس طرح ہمارے یہاں ایک مخصوص مدت کے لئے شریعت نے روزے مقرر کیئے، مگر اس میں ایک مخصوص وقت میں کھانا نہیں ہوتا، باقی وقت میں رات بھر، جو چاہو کھاؤ پیو، جتنا چاہو، کھاؤ پیو، تو بہت سارے مذاہب میں ریاضت اور مجاہدوں کے طریقے انسانوں کے بنائے ہوئے، بڑے عجیب وغریب ہیں، اور سارے مجاہدے وہ کر لیتے ہیں، انسان ان کو سن کر، دیکھ کر محو حیرت ہوتا ہے، بظاہر عام انسانوں کی طاقت سے باہر کی چیز ہے۔

ایک بڑا عابد اور مجاہدہ کرنے والا شخص تھا، بڑا عابد مشہور تھا، بڑا امرتاض، ریاضت کرنے والا۔ تو اس کی شہرت تھی کہ ایک ہی چھوٹے سے کمرے میں، چھوٹے سے حجرہ میں بند، اور اُس حجرہ میں نیچے سے، اوپر سے، چاروں طرف سے جانے کا اور کوئی راستہ نہیں، نہ نکلنے کا کوئی راستہ۔ وہ شخص نہ اپنے حجرہ سے باہر آتا تھا، نہ حجرہ میں کوئی جاتا تھا۔ سارا سال اُس تنگ حجرہ میں وہ شخص گزارتا تھا۔ سال بھر میں صرف ایک دن اس نے مخصوص کر رکھا تھا، ایک وقت مخصوص کر رکھا تھا، خاص اسی وقت میں، اسی دن، وہ دروازہ کھولتا اور باہر آتا۔

جب اس نے اس کی ابتدا کی ہوگی تو اس کے جاننے والے، ماننے والے، چاہنے والے کم رہے ہوں، لیکن بڑھتے، بڑھتے، بڑھتے، یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی، شہرت ہوگئی چاروں طرف اور ہر طرف سے لوگ اس دن کے منتظر رہتے کہ کب وہ دن آئے اور ہم اس کی زیارت کریں اور اس کو جا کر دیکھیں، لاکھوں کی تعداد میں لوگ آکر وہاں جمع ہوجاتے تھے، تو ہر سال ایک یہ تماشہ ہوتا تھا۔

اس ملک کے بادشاہ نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ میں سوچتا ہوں اس شخص کے متعلق کہ یہ

کہاں سے کھاتا ہوگا؟ کہاں سے پیتا ہوگا؟ زندہ کیسے رہتا ہوگا؟ اور یہ بظاہر انسانی قدرت سے باہر ہے اور میں دیکھتا ہوں، ہم نے ہر طرح معلومات بھی کی تو اور کوئی راستہ نہیں اس کے پاس دانہ پانی، کھانا جانے کا، تو یہ شخص زندہ کیسے رہتا ہے؟ وزراء، درباری سوچنے لگے، ایک وزیر نے، جو بڑا زیرک اور عقل مند تھا، اس نے کہا کہ میں سوچ کر آپ کو بتا سکتا ہوں۔

چند روز کے بعد اس نے بادشاہ سلامت سے کہا کہ میں اس راز کو تھوڑا سا معلوم کرنے کے قریب پہنچا ہوں، شاید میں اس میں غلط بھی ہوں، میرا دعویٰ اس وقت تو میں نہیں کر سکتا کہ بالکل میں نے صحیح سوچا ہے، لیکن میری درخواست پر اگر بادشاہ سلامت عمل کریں تو شاید یہ مسئلہ حل ہو کہ راز کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ضرور فرمائیے۔

اس نے کہا کہ جو دن اور وقت متعین ہے، اس دن آپ دور تک فوج کا پہرہ، پولیس کا پہرہ بٹھا دیں، کہ کوئی شخص اس کے قریب جا نہ سکے۔ بادشاہ نے کہا یہ تو بہت آسان ہے، کہا کہ پھر؟ کہا اور کچھ نہیں، بس آپ اس کا انتظام فرمالیں، یہ حکم دے دیں۔

بہت دور تک، جہاں تک دروازہ کھول کر اور اس کے حجرہ سے باہر نکل کر اس کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی تھی، وہاں تک آواز نہیں پہنچ سکتی کہ کون کہاں ہے، اتنے دور سے انسانوں کو روک دیا گیا۔ وہ ساری مخلوق آتی تھی، لاکھوں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے تھے، تو لوگوں کو بھی بڑا تعجب ہوا، ان کو ٹھہرایا گیا کہ کوئی بات نہیں، جلدی نہیں، آپ لوگ یہیں ٹھہریں، انتظام ہوتا ہے۔

اب وہ جو دن اس نے اپنے لئے خاص کیا تھا، دن طلوع ہوا، سورج چڑھ رہا ہے، اور وہ خاص گھڑی، جتنے بجے اس کا دروازہ کھلتا تھا وہ آئی اور اس عابد نے، مرتاض شخص نے اپنا دروازہ کھولا، دروازہ کھول کر اِدھر دیکھا، اُدھر دیکھا، دھڑم سے نیچے گرا، مر گیا۔

وزیر فرطِ مسرت میں چلّا اٹھا اور بادشاہ سے کہا کہ مسئلہ حل ہوگیا۔ بادشاہ نے کہا کہ بھائی کیا مسئلہ حل ہوگیا؟ وہ تو دروازہ کھلا اور مر گیا۔ کہا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ سال بھر یہ شخص نہ کھاتا تھا، نہ پیتا تھا، اور پھر بھی زندہ رہتا تھا۔ یہ نام اور نمود کی خواہش نے اس کو زندہ رکھا تھا، کہ لاکھوں کی

تعداد میں مخلوق مجھ کو دیکھنے کے لئے آئے گی، پچھلے سال اتنے تھے، اب تو اتنے ہو گئے، اب اتنے ہو گئے۔ تو یہ خواہش، دکھاوے کی اور ایک نام حاصل کرنے کی صرف اس نے اس کو زندہ رکھا ہوا تھا۔

روز نہیں آپ سنتے کہ کتنے کتنے خطرناک کھیل کھیلے جاتے ہیں، کیا کھیل اور کیا خطرناک جگہوں کو پار کرنا، بہت سارے کھیل اتنے خطرناک ہیں کہ کھیلنے والے مرجاتے ہیں، لہولہان ہو جاتے ہیں، تو یہ صرف ایک خواہش ہوتی ہے، نام کمانے کی اور نام اور نمود کی اور ریاء کی، کہ جس کی وجہ سے یہ سارے کے سارے کام کر گزرتے ہیں۔

وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ یہ شخص سال بھر اسی ریاء ونمود کے خاطر، نام کمانے کے خاطر اس کے لئے بھوکا رہنا، پیاسا رہنا آسان ہو گیا تھا، اس کے نفس کی یہ خواہش تھی جس پر وہ زندہ رہتا تھا۔ جب اس نے دروازہ کھولا کہ اوہو! مجھے دیکھنے کے لئے کوئی نہیں آیا، تو مقصد میں ناکام ہوا، گرا اور مر گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ریا کاری سے ہماری حفاظت فرمائے، نام اور نمود سے حفاظت فرمائے۔

تین آدمی

جیسے اس زیرک وزیر نے اس راز کو معلوم کیا تو سید الرسل، آقاءِ نامدار، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم بیماری سے ہمیں پہلے ہی سے متنبہ فرمایا، **اَوَّلُ مَنْ تُسْجَرَ بِهِمْ نَارُ جَهَنَّمُ**، تین آدمیوں کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیثِ پاک میں ذکر فرمایا، کہ تمام گناہ ایک طرف، بڑے بڑے گناہگار، بڑے بڑے پاپی، چور، ڈاکو، زانی، ظالم سب ایک طرف، مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جہنم میں جن کو دھکیلا جائے گا تو وہ تین شخص ہوں گے۔

حق تعالیٰ شانہ عالم سے پوچھیں گے کہ ہم نے تمہیں علم دیا تھا تو تم نے اس کا کیا حق ادا کیا؟ تو

وہ کہے گا کہ الٰہی ! میں نے علم پڑھا بھی ، آگے پڑھایا بھی ، اور میں عمر بھر یہی کام کرتا رہا ، اور دوسرے بہت سارے دھندے اور کام میرے لئے تھے ، دنیا ، مخلوق کرتی بھی تھی ، لیکن میں نے صرف اسی راستہ کو اختیار کیا ، اور میں نے خود جو علم پڑھا تھا ، آگے میں اسی کو پڑھاتا رہا۔

اللہ تبارک وتعالی جو علیم بذات الصدور ہے ، دلوں کے حال کو جاننے والا ہے ، وہ کہے گا کہ جھوٹ کہتے ہو ، یہ سب اس لئے کیا تاکہ تمہیں دنیا میں بڑا عالم کہا جائے ۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ دھکیل دو جہنم میں ۔

صاحبِ مال کو لایا جائے گا ، اللہ تعالی پوچھیں گے کہ ہم نے تمہیں مال جیسی ایک عظیم نعمت دی تھی ، تم نے اُس نعمت میں کیا کیا ؟ تو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی ! میں نے مال کمایا اور اکٹھا کیا اور میں نے نیکی کا کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا کہ جس میں میں نے مال خرچ نہ کیا ہو ، مسجدیں بنوائی ہوں گی ، مدرسے بنوائے ہوں گے ، کتنی انسانوں کے لئے خیر اور راحت کے راستوں میں اپنے مال کو اس نے خرچ کیا ہوگا ، وہ گنوائے گا کہ میں نے مال کے ذریعہ خیرات کے کام کئے ۔

اللہ تعالی اس کو بھی فرمائیں گے کہ جھوٹ کہتا ہے ، یہ سب اس لئے کیا تاکہ دنیا میں تمہارا نام ہو ، لوگ تمہیں سخی کہیں ، کہ فلاں صاحب نے یہ مدرسہ بنوایا ، فلاں نے یہ مسجد بنوائی ، اس کے متعلق بھی حکم ہوگا ، پھینک دو اسے جہنم میں ۔

سب سے بڑی قربانی جو انسان کرسکتا ہے وہ جان ہے ، کہتے ہیں اللہ کے راستہ میں جو قتل کیا گیا ہوگا اس کو لایا جائے گا ۔ حق تعالی شانہ اس سے پوچھیں گے کہ ہم نے تمہیں زندگی دی تھی ، جسم دیا تھا ، صحت وقوت دی تھی ، تو تم نے کیا کیا ؟ تو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی ! میں نے تیرے راستہ میں اپنی جان کٹوادی ۔

اللہ تعالی فرمائیں گے کہ جھوٹ کہتے ہو ، یہ اس لئے کٹوائی تھی تاکہ تمہیں بڑا بہادر کہا جائے ، شہیدوں میں تمہارا نام لکھا جاسکے ، مشہور ہو کہ تم نے جان دی ہے اللہ کے راستہ میں ، تو جاؤ ، جن کے خاطر تم نے یہ کارنامہ انجام دیا ان سے اس کا ثواب مانگو ۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انسانیت کے طبیب ہیں، ایک ایک مرض، انسانی مرض سے آپ واقف تھے اور اس کا علاج پہلے سے ہمیں بتایا اور بیماریاں بتائیں تاکہ ان بیماریوں سے انسان محفوظ رہے، ریاکاری سے محفوظ رہے، نام اور نمود سے محفوظ رہے۔

ہم اس دنیوی زندگی میں، اگر کوئی عقل مند، اپنے آپ کو عقل مند سمجھنے والا یہ سوچے کہ ہم انسانوں کو دھوکا دے سکتے ہیں تو ایک وقتی چیز ہے، بیچارے بھولے بھالے مسجد میں سمجھیں گے کہ جبہ ہے، عمامہ ہے، داڑھی ہے، تو وہ دھوکا کھا سکتے ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالی جس نے تمہیں پیدا کیا، اس خالق سے اپنے آپ کو انسان کہاں چھپا سکتا ہے؟

وہ تو جیسے ہی آنکھ بند ہوگی اور دیکھئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءِ خلق سے لے کر ابدالآباد تک کی تمام چیزیں ہمیں بتا دیں، تو اسی طرح انسان، اسی راستہ پر انسانیت چل رہی ہے۔ تو جب وقت موعود آئے گا، آخری وقت آئے گا اور آنکھیں بند ہوئیں کہ فوراً وہاں کا جیسا عالم آشکارا ہوا، کہ سارے کے سارے بھید کھل جائیں گے، اپنے آپ کو احساس ہوگا کہ اوہو! یہ میں نے کیا کیا؟ میں تو دنیا میں سمجھتا تھا کہ انسانوں کو دھوکا دے سکتا ہوں، یہاں تو خالق اور مالک کی طرف سے پورا پورا، ایک ایک لمحہ، ایک ایک سانس، ایک ایک اشارہ کے ضبط کرنے کا پورا نظام اور انتظام موجود تھا، اور وہیں سے ملک الموت جیسے ہی آئیں گے، وہاں سے سلسلہ بدل جائے گا، اور پھر آگے قبر میں رکھے جائیں گے۔

اللہ والی خاتون

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب فرماتے تھے کہ ہمارے یہاں پنجاب میں ایک عورت کا آخری وقت ہوا، سکرات کا وقت تھا تو وہ خاتون اللہ والی ہوگی، نیک ہوگی، تو وہ ہنستے ہوئے اس جہان سے رخصت ہو رہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمارے لئے بھی موت کو آسان کر

دے، تو وہ ہنستے ہوئے پوچھتی ہے عیادت کرنے والوں کو کہ ایک عجیب بات ہے کہ جو بھی اس جہان سے جاتے ہیں وہ اس جہان کی ہمیں کوئی خبر نہیں سناتے؟ یعنی اس کو اس کا تو یقین تھا کہ جیسا قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا اسی طرح ہوتا ہے، مگر جانے والے ہمیں خبر کیوں نہیں دیتے، تازہ بتازہ خبر؟ اب لوگ اس کا کیا جواب دیں؟

خود ہی وہ کہنے لگی کہ اچھا، جب میں مرجاؤں، تو جس دن میرا انتقال ہو، جس وقت انتقال ہو، اس وقت سے لے کر پورے تین دن کے بعد تم میری قبر پر آجانا، میں تمہیں بتاؤں گی کہ وہ عالم کیسا ہے اور وہاں کیا ہوتا ہے۔ تو لوگ بڑے متعجب ہوئے اور اس کا انتقال ہو گیا اپنے وقت پر، تو لوگوں نے نوٹ کر لیا کہ دو دن کے بعد تیسرے دن اتنے بجے اس کی قبر پر قبرستان میں پہنچنا ہے تو سارا گاؤں اکھٹا ہو گیا۔

جس وقت اس کی جان نکلی تھی عین اس وقت قبر سے آواز آئی، اسی عورت کی آواز۔ اس نے کہا کہ یہ عالم تو بڑا انرالا عالم ہے، یہاں تو چوروں کو تو چھوڑ دیا جاتا ہے، جو سا ہو بنتے ہیں ان کو پکڑا جاتا ہے۔

چوروں کو تو اس لئے چھوڑا جاتا ہے کہ انہیں اس کا حساس ہے کہ ہم غلط کام کرتے ہیں، انہیں اس کا اقرار ہے کہ ہم غلط کرتے ہیں اسی لئے تو چھپ کر کرتے ہیں۔ جو شرابی ہوگا، شراب پی کر آرہا ہے، دیکھا کہ مہذب اور نیک لوگوں کا مجمع ہے تو میری بدبو کہیں ان کو پہنچ نہ جائے، تو اپنے آپ کو چھپانے کے لئے بے چارہ دور سے گزرے گا، وہ سمجھتا ہے کہ مجھے گندے کام کی عادت ہے۔ مگر جو نیکوں کا لباس پہن کر کے، اس کے ذریعہ سے لوگوں کو دھوکا دینا چاہے، تو یہ کب چھوٹیں گے؟ تو یہ قبر کی منزل بڑی کٹھن ہے، بڑی کٹھن، وہیں سے سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا ثابت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجھے اس پر ایک لطیفہ بھی یاد آیا کہ ہمارے یہاں سہارنپور مظاہر العلوم میں، حضرت مولانا

ثابت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ پرانے بزرگوں میں سے تھے، تو یہ جو ہمارے سٹیوڈنٹ ہوتے ہیں، چاہے یونیورسٹی کے ہوں، کالج کے ہوں، مدرسہ کے ہوں، ہم عمر ہوتے ہیں، تو ان میں ہر طرح کی دل لگی، ہر طرح کی باتیں چلتی رہتی ہیں، تو اس میں وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتے، یہ نہیں سوچتے کہ ہم حدود کو پھلانگ رہے ہیں۔

ادھر تو اتنے بڑے اپنے مدرسہ کے نامی گرامی استاذ کا انتقال ہوا کہ جن کا منطق، فلسفہ، نحو، صرف، عربی زبان، اس میں ڈنکا بج رہا تھا ہر جگہ، سب کو افسوس کہ اتنا بڑا انسان چلا گیا، مگر شام کو دفن کر کے آئے اور مطالعہ ہو رہا ہے تو اس میں ایک طالب علم پوچھتا ہے کہ ہم تو دفن کر کے آ گئے۔ کسی نے افسوس ظاہر کیا، تو دوسرے شرارتی نے کہا کہ ہاں ہم آ گئے، ابھی منکر نکیر ان کے پاس آئے ہوں گے، تو تیسرا کہتا ہے کہ ہاں منکر نکیر آئے ہوں گے اور انہوں نے سوال کیا ہوگا، **مَن ربُّکَ مَا دینُکَ** تو چوتھا بولا کہ میں بتاؤں کہ کیا جواب دیا ہوگا؟ کہا کیا جواب دیا ہوگا؟ جواب؟ تو اتنے بڑے ادارے کے استاذ، اتنے بڑے عالم تو وہ کہتا ہے پاس ہو گئے ہوں گے، تو وہ کہتا ہے کہ نہیں جواب کیا دیا ہوگا، میں بتاتا ہوں۔

وہ کہتا ہے کہ جب فرشتوں نے پوچھا ہوگا کہ **من ربُّکَ** تو انہوں نے جواب میں کہا ہوگا **من ربُّکَ**، فرشتوں نے پوچھا ہوگا **مَا دینُکَ** تو انہوں نے کہا ہوگا **مَا دینُکَ**، تو فرشتوں نے پھر ڈانٹا ہوگا، یہ کیا بدتمیزی؟! صحیح جواب دو! تو انہوں نے کہا ہوگا جواب دے تو دیا، کہا کیا جواب دیا؟ کہا کہ تمہارا **من** استفہامیہ، میرا **من** موصولہ، تمہارا **مَا** استفہامیہ، میرا **مَا** موصولہ۔

یہ **من** سوال کے لئے بھی آتا ہے، کہ **من ربُّکَ**، کہ تمہارا رب کون ہے تو انہوں نے کہا **من ربُّکَ** جو تمہارا رب ہے، **مَا دینُکَ** تمہارا دین کیا ہے، تو یہ **مَا** استفہامیہ ہوا اور موصولہ میں اس کا ترجمہ ہوگا **مَا دینُکَ** یعنی جو تمہارا دین ہے وہ میرا دین ہے۔

طلبہ نے تو دل لگی اس قصہ سے کر لی، لیکن سچ مچ **وَیُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِینَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ** کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی کے ساتھ براہِ راست، ڈائریکٹ جن کا مضبوط شدید

تعلق ہوتا ہے، تو اس کی مخلوق میں سے کوئی مخلوق ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

لکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو جب انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ حضرت! آپ پر کیا گزری، سب، مسئلہ ٹھیک رہا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں، میرے پاس منکر نکیر سوال کے لئے آئے، پوچھا کہ مَن ربُّکَ تو میں نے اس کے جواب میں ان سے کہا کہ بھائی یہ دیکھو، اگر میں یہ دعوی کروں کہ وہ میرا رب ہے اور میں اس کا بندہ ہوں لیکن اگر وہ نا کہہ دے کہ نہیں وہ میرا بندہ نہیں ہے تو؟

کتنی زبردست تثبیت، کتنی ثابت قدمی اور اس منزل میں جس میں، ملینوں ملینوں انسان ڈگمگا جاتے ہیں، اور ایک خوف اور ڈر، اسی لئے تو اس منزل سے ڈرایا گیا، مگر یہ ساری عمر اللہ تبارک وتعالی کی ذات کے ساتھ ایسی لو لگی ہوئی تھی کہ وہاں بھی اسی ذات عالی کا خیال۔ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے تم پوچھتے ہو کہ مَنْ رَبُّکَ؟ اگر اس کے جواب میں میں تم لوگوں سے کہوں کہ ہاں، وہ میرا رب ہے اور میں اس کا بندہ ہوں، یہ تو میری طرف سے ہوا، لیکن اگر وہ مجھ سے کہہ دے کہ نہیں تو میرا بندہ نہیں تو؟ اس لئے ذرا جاؤ، پہلے پوچھ کر آؤ کہ وہ بھی مجھے اپنا بندہ مانتا ہے؟

لکھا ہے کہ فرشتے آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ چلو، یہ تو محبت کے نشہ میں چور ہیں، اس پر تو اللہ تبارک وتعالی کی ذاتِ عالی کا نشہ اس قدر اس کے دماغ میں ہے کہ ہمیں بھیج رہا ہے کہ تم جا کر پہلے اللہ تعالی سے پوچھ کر آؤ کہ میں تو اسے اپنا رب مانتا ہوں، لیکن مجھے وہ اپنا عبد اور بندہ مانتا ہے یا نہیں؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح حضرت جنید بغدادی خواب میں کسی کے پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ کوئی پوچھتا ہے کہ

حضرت کیا گزری؟ کہا کہ میرے پاس بھی منکر نکیر آئے تھے اور انہوں نے پوچھا کہ مَنْ رَبُّکَ؟ تمہارا رب کون؟ تو حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو جواب دیا کہ تمہیں یاد ہے کہ ایک اس سے پہلے عہد الست۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو حق تعالیٰ شانہ نے جب پیدا فرمایا، تو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک آخری پیدا ہونے والا جو انسان ہے ان سب کو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی صلب میں، پیٹھ میں رکھ دیا گیا، سٹور وہ تھا آدم علیہ السلام کی پیٹھ۔ اسی کے مطابق انسان پیدا ہوتے رہتے ہیں، اسی لئے قرآن پاک میں بھی بَیْنَ الصُّلُبِ وَ التَّرَائِب.

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جب نکاح ہوا، تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی کے وقت رخصتی کی سنتوں میں سے ہے کہ باپ کو ایسا کرنا چاہیئے، پانی پیالہ میں منگوایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ ذرا ادھر منہ کرو، اور ان کی پیٹھ پر پانی چھینکتے ہوئے دعا دی اِنِّیْ اُعِیْذُھا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر یہاں، گلے کے نیچے وہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پھینک کر دعا دی ان کو بھی، اُعِیْذُھا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم.

یہ اسی لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صلب میں جو اولاد ہیں، ان کے تحفظ کے لئے دعا پڑھی جا رہی ہے، تو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جب حق تعالیٰ شانہ نے پیدا فرمایا، تو ان کی صلب میں سے قیامت تک جتنے انسان اس دنیا میں آنے والے تھے ان سب کو آپ کی پیٹھ میں سے، صلب میں سے نکال کر کے اکھٹا فرمایا، ایک عہد لینے کے لئے، قسم لینے کے لئے، جس کو عہد الست کہا جاتا ہے۔۔

اور حدیث پاک میں اس میدان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہاں پر اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْھَا اِئْتَلَفَ، وَ مَا تَنَاکَرَ مِنْھَا اِخْتَلَفَ، کہ وہاں عالم ارواح میں جب سب ارواح کو اکھٹا کیا گیا تھا عہد الست لینے کے لئے، تو جو، جس

کے پاس تھا، دنیا میں بھی اگر اس کا ساتھ ہوگیا ،تو انسان ان سے انسیت محسوس کرتا ہے اور وہاں جو دوری رہی، جتنے دور تھا تو کہتے ہیں اتنی دوری دنیا میں آنے کے بعد بھی رہتی ہے۔

اس عہد الست میں جب سب ارواح کو حق تعالی شانہ نے آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالا ،تو ان سے ایک سوال کیا، سب سے پوچھا، اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ، کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو سب نے جواب دیا بَلٰی کیوں نہیں؟ ہمیں تو یاد نہیں، ہم نے بھی سب نے بھی جواب دیا ہوگا، مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے وہ عہدِ الست یاد ہے۔

حضرت جنید بغدادی نے ان منکر نکیر کو اس عہد الست کا حوالہ دیا اور کہا کہ تم بڑے عجیب ہو، ابھی پوچھتے ہو مجھ سے کہ مَنْ رَبُّکَ یہ سوال مجھ سے خود میرے اور تمہارے آقا اللہ تبارک و تعالی نے وہاں ازل میں کیا تھا اور میں وہاں اس کا جواب دے چکا ہوں بَلٰی! اب آقا کے غلام آ کر پھر مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں، کہ مَنْ رَبُّکَ؟

یہ جو حالات اور واقعات آپ کو سنائے جا رہے ہیں، سچے اور صحیح ہیں اور مستند سیرت وسوانح کی کتابوں میں مذکور ہیں جس میں ان اللہ والوں کی سیرت، ان کے حالات، ان کی سوانح عمریہ مذکور ہیں۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ

آخری حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ عرض کر کے میں ختم کروں گا، کہ جب ان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ حضرت آپ پر کیا گزری؟ تو ان اللہ والوں کا کیا ٹھکانہ ہوگا کہ جنہوں نے اس دنیوی زندگی میں ایک ایک لمحہ کی حفاظت کی، اس کو اللہ تبارک وتعالی کی یاد کے لئے مختص کیا، اس میں لگے رہے، ایک ہی طرف لو لگائے رکھی، اللہ تبارک وتعالی کی ذاتِ عالی کی طرف، تو وہاں یہ ساری منزلیں ان کے لئے آسان ہو جائیں گی، قبر کی منزل، وہاں سے اٹھنے کی منزل، پل صراط اور اس کے بعد حساب اور کتاب، اللہ تبارک وتعالی ساری منازل ہمارے لئے بھی آسان

فرمائے۔

ان سے خواب میں پوچھا گیا حضرت شبلی سے کہ حضرت، کیا گزری؟ تو وہ کہنے لگے کہ ہاں میرے پاس بھی منکر نکیر آئے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا، تو میں نے جواب میں ان سے کہا کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں، حالانکہ ان کا نام ہی منکر اور نکیر، کہتے ہیں جن کو پہلی دفعہ انسان دیکھے گا، پہلے کبھی نہ دیکھا ہو اور شکل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بالکل ڈراؤنی شکل، مگر حضرت شبلی ان سے فرماتے ہیں کہ جس طرح کسی ملنے والے سے کوئی کہتا ہے کہ ہاں، میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے، تو حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو دیکھا ہے، تو وہ کہنے لگے کہاں دیکھا؟

حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ تمہیں یاد ہے کہ ہمارے جدِّ امجد حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام کو حق تعالیٰ شانہ نے جب پیدا فرمایا تو تمام ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا تھا؟ کہا ہاں حکم ہوا تھا، تو شبلی کہتے ہیں کہ تمام ملائکہ میں سجدہ کرنے والوں میں تم بھی شامل تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ، ہم بھی شامل تھے، تو انہوں نے کہا کہ میں اس وقت حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی صلب میں تھا، اس میں سے میں تمہیں دیکھ رہا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ایسا بنائے کہ جس کی وجہ سے ہم ان ساری منازل کو اس طرح ہنستے ہنستے پار کرسکیں، اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں کی رسوائی سے ہماری حفاظت فرمائے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

دوستو! یہ شبلی اور جنید بغدادی اور بڑے بڑے اولیاء اللہ، وہ تو اپنے اپنے زمانہ میں ہوگئے، لیکن ہم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ تھے، تو ہر وقت ایسے ایسے واقعات کا مشاہدہ کرتے تھے کہ ہم سوچا کرتے تھے کہ حضرت اس زمانہ میں ہیں، حضرت کو تو کہیں پہلی صدی میں ہونا چاہئے تھا۔ ہر چیز الگ، ایسے عظیم عظیم واقعات، ملک الموت سے، فرشتوں سے گفتگو کے حضرت

کے واقعات ہیں۔

حضرت نے ملک الموت کو بیداری میں، جاگتے میں دو مرتبہ دیکھا، خواب میں تو تین مرتبہ۔ حضرت کا انتقال پیر کے دن ہوا، تین دن پہلے فجر کی نماز کی اذان سے پہلے، پانی ہمارے حکیم عبدالقدوس صاحب کے ہاتھ میں لوٹا تھا، اور میں نے تسلا لیا ہوا تھا وضو کرانے کے لئے، تو ٹاول حضرت کے لئے میں نے کندھے پر ڈالا اور تسلا پکڑے ہوئے میں کھڑا ہو گیا، تو حضرت نے نگاہ فرمائی، پوچھا کون؟ میں نے کہا یوسف، فرمایا حکیم صاحب سے کون؟ کہا عبدالقدوس۔

پھر حضرت فرمانے لگے کہ پیارے، آج پھر ملک الموت آ گئے تھے۔ ''پھر'' اس لئے کہ اس سے پہلے کے واقعات ہمیں معلوم تھے، تو میں نے عرض کیا کہ حضرت نے کوئی خواب دیکھا؟ تو فرمانے لگے کہ نہیں، عشاء کے بعد جب میں لیٹا ہوں تو میں بیدار تھا اور بیداری ہی میں ملک الموت آ گئے اور بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔

یہ جتنے ہم واقعات پڑھتے ہیں اولیاء اللہ کے، ان کی کرامات کے، اور کیا کسی کی ہزاروں میل دور کی اطلاع، کبھی کسی واقعہ کی خبر، ایسے روز واقعات پیش آتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالی ہمارے دل کے سیاہ پردوں کو زائل فرمائے، ہمارے دلوں میں نور ڈال دے، ہمیں سراپا نور بنا دے کہ ہم نے تو اپنے دلوں کو سیاہ کر رکھا ہے، اس سیاہی کی وجہ سے ہمارے دل ان تمام چیزوں سے غفلت میں ہیں، ہزار اس کو ہم بیدار کرنے کی کوشش کریں مگر وہ **كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْن،** کہ وہ کرتوت کی وجہ سے وہ دل بالکل زنگ آلود، سیاہ ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالی ہمارے دلوں کو پاک اور صاف فرمائے، ہمیں نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے، جن کاموں سے دل زنگ پکڑتا ہے، دل کالا ہوتا ہے ان کاموں سے، ان سیاہ کاریوں سے، ان گناہوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ . رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَ فِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیَّاتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا،

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! گناہوں کی عادتیں ہم سے چھڑا دے، یا اللہ نفس اور شیطان کی غلامی سے ہمیں نجات دے، یا اللہ! نفس اور شیطان کی غلامی میں ہم چھوٹے اور بڑے کیا کیا گناہ کر رہے ہیں، ہم اپنی عاقبت، آخرت تباہ کر رہے ہیں، یا اللہ! ہمیں اس سے بچالے، یا اللہ! ہمیں تیرا نیک بندہ بننے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ہمیں تیرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر چلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل ہمارے لئے آسان فرما، نماز پڑھنا ہمارے لئے آسان بنا دے، یا اللہ! ہمیں تلاوت کا شوق نصیب فرما، خشوع اور خضوع کے ساتھ ہمیں نماز پڑھنے اور تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! مادی دنیا اور فانی انسانوں سے تعلق میں تیری ذات عالی کا تعلق غالب فرما، یا اللہ! ہم نے اپنے آپ کو ان مادی چیزوں میں کھو دیا ہے، یا اللہ! ہمیں صحیح راستہ پر لے آ، ہمیں تیرے راستہ پر لے آ، تجھے پہچاننے کی توفیق عطا فرما، تیرے رسول کو پہچاننے کی توفیق عطا فرما، الٰہی تیری معرفت نصیب فرما، تیری معرفت کے حصول کے لئے ہمیں مجاہدے کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے لئے ذکر آسان بنا دے، یا اللہ! درود شریف پڑھنا آسان بنا دے، یا اللہ! اتنے گناہوں کے بعد بھی ہم سے استغفار نہیں ہوتا، یا اللہ! ہماری زبانوں کو استغفار میں مشغول رکھ، ہماری دلوں کی سیاہی کو دھو دے، یا اللہ! ہمارے دل بالکل کالے ہو چکے ہیں، یا اللہ! اسی بنا پر ہمارے ہر وقت کے تصورات نیکی کے نہیں، گناہوں کے ہیں، یا اللہ! ہمیں اس سے بچالے، یا اللہ! ہماری عاقبت کی تباہی کو ہم اپنی نظروں سے سامنے دیکھ رہے ہیں، یا اللہ! اس تباہی سے ہمیں بچالے، یا اللہ! انسانیت پر رحم فرما، یا اللہ! انسانیت پر رحم فرما، جہاں کہیں انسان پریشان ہیں ان کی پریشانیوں کا خاتمہ فرما، دنیا میں امن و امان قائم

فرما، جہاں کہیں عذاب نازل ہورہے ہیں ان عذابوں کوختم فرما،

و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و آله و صحبه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم. اما بعد:

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: فِی جَنَّاتٍ یَتَسَائَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِیْن مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرقَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْن.

مرشدِ عالم حضرت پیر غلام حبیب صاحب نور اللہ مرقدہ

یہ آیات جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کیں، جن حضرات کا حافظہ ساتھ دے گا، انہیں یاد ہوگا کہ روانگی کے آخری بیان میں مرشد عالم حضرت پیر غلام حبیب صاحب نور اللہ مرقدہ آپ کی پرانی مسجد میں ان آیات پر بیان فرما رہے تھے۔

اور جیسا حضرت کا بیان کا انداز تھا، عصر کے بعد سے بیان ہو رہا تھا، مغرب کا وقت ہوگیا، ایک منٹ، دو منٹ، پانچ منٹ، سات منٹ، اذان کا وقت ہو رہا تھا اور حضرت کا بیان جاری۔ حضرت بعض دوستوں کی بے چینی کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ ابھی مغرب میں بہت وقت ہے، سنو! میں تمہیں عصر کے بعد سے سنا رہا ہوں اور تمہیں سننا پڑے گا! اور فرمایا کہ میں ہر سال، پہلے سے زیادہ جوان ہو کر آتا ہوں اور اسی جوش کی، جلال کی، حضرت کی برکات ہیں کہ آپ اس جگہ پر تشریف فرما ہیں، اوپر سے وہ دیکھ رہے ہوں گے اوڈلی والوں، کہ آج عید ہے۔

قیامت آجائے گی، قیامت!

مگر جیسے جوش میں اور جلال میں، یہاں مسندِ درس اور مسندِ ارشاد پر وہ بیان فرماتے تھے، تو جلال ہر جگہ ہی تھا۔ افریقہ کا بیابان جنگل ہے، جہاں انسان یا ربِّ سلِّم، سلِّم پڑھ کر گاڑی ڈرایو کرتا ہے کہ خدانخواستہ یہاں کوئی تکلیف ہوئی اور گاڑی رکی، تو کچھ بھی ہوسکتا ہے، جان بھی خطرہ میں ہوسکتی ہے۔

ایسے جنگل بیابان میں، مولانا قاری ابراہیم سارودی ڈرایور ہیں، تو ایک جگہ چیک پوینٹ (checkpoint) آتا ہے، جگہ جگہ زامبیا میں کسی وقت چیک پوینٹ ہوتے تھے، گاڑی رکی، افریقی پہرہ دار گن لئے ہوئے، تانے ہوئے، ڈرایور سے پوچھتا ہے کہ آپ کا لائسنس پاسپورٹ نکالو، انہوں نے اپنا لائسنس نکالا۔ کہا کہ ان کا؟ حضرت کا پاسپورٹ بتایا، حضرت کے گھر والے بھی ساتھ تھے، پہرہ دار نے کہا کہ ان کا؟ حضرت کے گھر والوں کا، تو ان کا پاسپورٹ بھی بتایا، تو وہ فوٹو دیکھتا ہے۔

اب خالہ جان پردے میں ہیں، حضرت کے گھر والوں کے متعلق وہ افریقی زامبین سیکیورٹی والا کہتا ہے کہ ان سے کہو کہ نقاب اٹھائیں۔ پاسپورٹ میں جو فوٹو ہے، تو دیکھنا ہے۔ تو پہلے مولوی ابراہیم سارودی نے سمجھانے کی کوشش کی، وہ سمجھ نہیں رہا ہے۔ حضرت پیر غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت، یہ کہتا ہے کہ نقاب اٹھا کر اس کو دیکھنا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسے کہہ دو قیامت آجائے گی، قیامت!

جنگل بیابان میں ہیں، اور وہ گن بالکل سر پر تانے ہوئے کھڑا ہے، اور مرشدِ عالم کیا فرماتے ہیں اس کے جواب میں اس کو، کہ اس سے کہہ دو کہ قیامت آجائے گی، قیامت!

یہ میں نے عرض کیا کہ حضرت کا درس دیدنی ہوتا تھا، کہ کیسا جلال، کیسا بیان حضرت کا، تو یہ رگ و پے میں سرایت کیا ہوا ہوتا ہے، انسان ایکٹنگ نہیں کرسکتا، جنگل بیابان میں بھی حضرت

نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ قیامت آجائے گی۔

حضرت مدنی حرم میں

میں نے بارہا جلسوں میں قصہ بھی سنایا، کہ مدینہ شریف کے کوئی درجن بھر ملاقات کے حضرت کے واقعات ہیں۔ میں نے ایک دفعہ ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کر کے سارے قصے لکھ کر دئے تھے، بڑے دلچسپ ہیں۔ ایک دفعہ حرم شریف کے پہلے اور دوسرے صحن کے درمیان میں جو برآمدہ ہے، وہاں میں نے دیکھا کہ حضرت اپنے لشکر کے ساتھ، لشکر ہی کہیں گے، حضرت کے پیچھے پیچھے، سب ہی پگڑی والے چل رہے ہیں اور حضرت تشریف لا رہے ہیں۔

میں پہنچا، سلام کیا، کہا حضرت خیریت تو ہے؟ حضرت فرمانے لگے کہ مجھے لے گئے تھے مطوع اور ہمیشہ لے جاتے ہیں۔ حضرت کی خاص جگہ تھی، دو صحن کے بیچ میں برآمدہ پر، وہاں سے گنبدِ خضراء صاف نظر آتا ہے، حضرت وہاں مراقب ہوتے تھے، وہ حضرت کی جگہ تھی۔ اب وہاں کے سلفیوں کو چڑ، تو آکر حضرت کو پریشان کرتے، زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتے تھے، وہ کہیں گے کہ چلو پولیس کے دفتر میں، حضرت کو وہاں لے گئے، حضرت نے فرمایا کہ مجھے وہاں لے گئے تھے اور وہاں سے میں آرہا ہوں، اور فرماتے کہ ہمیشہ لے جاتے ہیں۔

حضرت کو یہ پتہ ہے کہ یہ ابھی کوئی آئے گا اور لے جائے گا اور اتنے مجمع کے ساتھ اٹھنا ہوگا مگر وہ ہی جلال، میں نے عرض کیا کہ روحانی طور پر وراثت میں جو چیز ملی ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے، تو ان کے متعلق سلفیوں کو کیا اندازہ کہ ہم انہیں مرعوب کر سکتے ہیں، پولیس کا نام لے کر، پولیس افسر کے پاس لے جا کر کے، پولیس کے دفتر میں لے جا کر کے مرعوب کر دیں گے:

ایں خیال است محال است وجنوں

حضرت فرماتے ہیں کہ ہمیشہ لے جاتے ہیں اور پھر بھی حضرت کی نشست گاہ وہی، وہیں

بیٹھتے تھے، جیسا میں نے عرض کیا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے وراثت میں حضرت نے یہ انداز پایا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور جہانگیر بادشاہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیۃ من آیات اللّٰہ کے طور پر پیدا فرمایا تھا، اور کس چیز کے لئے؟ ایک لمبی کہانی ہے علماءِ سوء اور سرکاری مولویوں کی، جنہوں نے اکبر کو مجبور کر کے اسلام کی شکل ایسی بنادی اکبر کے دربار کی، اور اسے یہ باور کرادیا کہ اب تو یہ اسلام کو ہزار سال گزر گئے، بہت پرانا ہوگیا یہ اسلام، ایک نئے دین کی اب ضرورت ہے، اسلام کا زمانہ ایک ہزار سال پر ختم ہے۔

انہوں نے اکبر سے نئے دین کی ایجاد کروائی، جو ایک مجموعہ تھا آتش پرستوں کا، عیسائیوں کا، ہندوؤں کا، شیعے، سب کو ملا کر کے ایک مشکّل تیار کیا دینِ اکبری۔ تو ادھر اس نے نعرہ لگایا، علماءِ سوء نے اور اکبر نے، کہ ایک ہزار سال ہوگئے، اسلام کی مدت ختم، نئے دین کی اب ضرورت پیش آئی ہے، نیا دین تم تیار کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے دفعیہ کے لئے اور علاج کے طور پر امام ربانی کو پیدا فرمایا۔

مجدد الف ثانی، الفِ ثانی کے مجدد، وہ کہتے تھے کہ ہزار سال گزر گئے اسلام ختم، مگر مجدد الف ثانی آگیا، کہ جو کچھ علماءِ سوء نے پیدا کی ہیں، یہ رسوم اور بدعات، ان تمام کا ازالہ ایک ہستی کرے گی، وہ شیخ احمد سرہندی۔

جب آپ کی اصلاحات شروع ہوئیں، تو یہ حکومتیں کب برداشت کرسکتی ہیں، حضرت امام ربانی کو پہلے فہمائش کی گئی، جب اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا تو دھمکی دی گئی، پھر گرفتاری عمل میں آئی، اور گرفتار کر کے شاہی دربار میں لے جارہے ہیں، اور جو حضرت کے چاہنے والے تھے، وہ حضرت کو مشورہ دیتے ہیں کہ حضرت بادشاہ تو قتل پر تلا ہوا ہے اور اس نے فیصلہ کر رکھا ہے، اس

لئے آپ سے ہماری درخواست ہے کہ تھوڑا سا، ذرا نرمی کا معاملہ فرمائیں۔ پوچھا کیا نرمی؟ فرمایا کہ بادشاہ کو جو سجدہ کیا جاتا ہے؛ سجدۂ تحیہ، سلام کے طور پر سجدہ ہے، اگر اس کی اجازت نہ بھی ہو، تو جان بچانے کے لئے تو کیا جا سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا! عزیمت کو چھوڑ کر مجھ سے رخصت پر عمل کروانا چاہتے ہو؟ یہ جہانگیر کے دربار کے دروازہ پر گفتگو ہو رہی ہے، اور حضرت سے پھر انہوں نے کہا کہ اچھا، حضرت! اگر یہ نہیں، تو کم از کم ذرا جھک کر سلام فرمالیں، لیکن حضرت اس کے لئے بھی تیار نہیں ہوئے۔

اور جب وہاں جہانگیر کے پاس حضرت کو لے جایا گیا، وہاں علماءِ سوء جہانگیر سے کہتے ہیں کہ دیکھو، ہم آپ سے کہتے تھے کہ یہ شخص باغی ہے، آپ کے حکومت کے مدِّ مقابل اس نے حکومت قائم کر رکھی ہے، اور آپ کی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہے، اس نے تمام شہروں میں اپنے خلفاء کے نام سے آدمی تیار کر رکھے ہیں، اور آپ کی حکومت کو ان سے سخت ترین خطرہ ہے، چنانچہ آپ کو لے جا کر کے گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔

اب جہانگیر کو کس قدر نفرت تھی، اس کا پتہ اس عبارت سے چلتا ہے جو خود اس نے اپنی ڈائری (diary) میں لکھے ہیں۔ اس نے کہا کہ ایک شخص احمد نامی، سرہند کا رہنے والا، اس نے ہماری حکومت کو نقصان پہنچانے کے لئے جو جو آدمی اس کے لئے زیادہ کار آمد تھے، ان کو خلیفہ کا ٹائٹل دے کر کے، مختلف جگہوں پر اس نے ان کو بھیج کر تیاری کر رکھی تھی۔ ہمیں پتہ چلا، ہم نے اس کو قید خانہ میں بند کر دیا تا کہ اسے ادب سکھائیں اور تا کہ دماغ درست ہو؛ یہ اس کے، جہانگیر کے الفاظ ہیں۔

جہانگیر کے لئے بشارت

کبھی میں کوئی مضمون شروع کرتا ہوں، پھر اس کا اختتام بھول جایا کرتا ہوں، بعض دفعہ ساتھی پوچھتے ہیں کہ وہ جو آپ نے سنایا تھا، اس لئے میں اس کا اختتام پہلے بتا دوں کہ کہاں تو اس قدر

نفرت تھی جہانگیر کو، جو اس نے اپنی ڈائری میں الفاظ لکھے، اور کہاں جہانگیر اپنے مرنے کے وقت، اپنے وزراء، امراء اور اپنے گھر والوں کے سامنے رو رہا ہے اور ایک چٹھی اپنے دل پر رکھتا ہے، پھر اس کو چومتا ہے، پھر ہٹاتا ہے، پھر روتا ہے، اور وہ جہانگیر کہتا ہے کہ میں تو بہت گناہ گار انسان، مگر حق تعالیٰ شانہ مجھ سے اگر کل قیامت میں پوچھیں گے کہ تم کیا لے کر آئے؟ تو میں کہوں گا کہ یہ پروانہ۔

اور یہ پروانہ وہ تھا کہ جہانگیر کہتا ہے کہ جب میں نے اس قدر مظالم کرنے کے بعد، جیل میں رکھنے کے بعد، پھر کئی سال اپنے ساتھ حراست میں رکھنے کے بعد جب معاملہ مجھ پر کھلا، اور میں نے ان سے معافی مانگی شیخ احمد سرہندی سے، اور معافی مانگنے پر انہوں نے مجھے یہ لکھ کر دیا۔ اتنے بڑے ظالم بادشاہ جس نے اس قدر توہین کی، حضرت کو گرفتار کیا، جیل میں ڈالا اور اتنی قیامتوں سے گزارا کہ حضرت کا کتنا عظیم روحانی اور نسلی خاندان حضرت کا، دونوں کو تتر بتر کر کے رکھ دیا حکومت نے، خاص طور پر ذکر آتا ہے خانقاہ کا، حویلی کا، باغ کا، اور حضرت کے گھر والے کہاں، بیٹے کہاں، پوتے کہاں اور حضرت کہاں جیل میں۔

ان سب مظالم پر جب اس نے معافی مانگی، جہانگیر نے، تو حضرت نے ان سے، جہانگیر سے کیا فرمایا؟ وہ روحانی طور پر وراثت میں ملا تھا امام ربانی کو، وہ جملہ حضرت نے فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے میرے لئے جنت کا فیصلہ ہوگا، تو جہانگیر میں تجھے ساتھ لئے بغیر جنت میں نہیں جاؤں گا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ وراثت میں ملا تھا امام ربانی کو یہ جملہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دیا گیا اور سکرات کا عالم ہے، اس جہان سے جا رہے ہیں، تو چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوچھتے ہیں کہ بھائی جان، اللہ کے واسطے آپ ہمیں بتا دیں کہ کس

نے آپ کو یہ زہر دیا؟ حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نام معلوم کر کے تم کیا کرو گے؟ مجھے تو اس سے پہلے بھی چھ دفعہ دیا جا چکا، لیکن میں نے نہیں بتایا، بس اس دفعہ اللہ کی طرف سے اجل کا فیصلہ ہے، جو مجھے منظور ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ نام بتائیں کہ کس نے آپ کو زہر دیا؟ فرمایا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ اگر کل قیامت میں، حق تعالی شانہ نے میرے لئے جنت کا فیصلہ فرمایا، تو جس نے مجھ زہر دیا ہے، اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں پکڑ کر جنت میں ساتھ لے کر جاؤں گا۔

امام ربانی نے جہانگیر کو یہ لکھ کر دیا تھا، جہانگیر یہ پڑھتا جا رہا ہے سکرات کے عالم میں اور رو رہا ہے کہ یہ پروانہ میرے ساتھ ہے۔ تو دوستو! حضرت پیر غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی، میں نے عرض کیا کہ انہوں نے وہاں جنگل میں، سر پر گن لے کر وہ سیکیورٹی والا کھڑا ہوا ہے اور فرماتے ہیں کہ قیامت آ جائے گی، قیامت!

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ

لیکن یہ نشے ہوتے ہیں حکومتوں کے، اور نشہ میں اتنے بدمست ہوتے ہیں کہ انہیں کسی طرح کا کوئی خیال، نہ انسانیت کا گزرتا ہے، نہ عقل و دانش انہیں صحیح راستہ بتاتی ہے، بس نشہ میں مدہوش ہوتے ہیں۔

وہاں علامہ سرخسی کا میں نے قصہ سنایا تھا کہ صرف انہوں نے حکومت کو اتنا مشورہ دیا تھا کہ یہ جو رعایا پر ٹیکس ہے، یہ بہت زیادہ ہے، اتنا ٹیکس نہیں ہونا چاہئے، اسی پر یہ ہنگامہ برپا کر رہے ہیں اور ان کو ڈال دو جیل میں، کنویں میں اتار دیا گیا، پوری فتاوی سرخسی کی عظیم کتاب، وہاں اس جیل خانہ کے کنویں سے آپ نے لکھوائی تھی۔

امام ربانی

یہ دنیا میں حالات اور واقعات ہوتے رہتے ہیں، مگر جس طرح ہزار سال پر اکبر نے سوچا اور

علماءِ سوء نے اُسے مشورہ دیا کہ یہ اسلام کی مدت تو اب ختم ہوگئی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجدد الف ثانی کو پیدا فرمایا، اور انہیں کے ذریعہ پھر جہانگیر کی بھی اصلاح ہوئی، اسی کے نتیجہ میں عالمگیر آئے، مگر امام ربانی کے واقعہ کے دوسو، تین سوسال کے بعد پھر وہی قیامت آجاتی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں لکھا ہے جس طرح کہ یہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیل میں ہیں، لاکھوں مریدین سب پریشان، تو حضرت نے سب کو منع فرمایا اور فرمایا کہ تلاوتِ کلام پاک اور کلمہ طیبہ کا ورد رکھیں، اور کلمہ طیبہ کا ورد حضرت نے بتایا کہ اس میں ہر چیز کی نفی کریں، اور نفی، ہم تو کہتے کہ **لا معبود الا اللّٰہ، لا مسجود الا اللّٰہ، لا مقصود الا اللّٰہ،**

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''لا الٰہ'' میں اس کی بھی نفی کرو کہ میری رہائی تم چاہتے ہو۔ رہائی کے لئے لوگ تو دعا کرتے تھے کہ حضرت رہا ہوکر جیل سے باہر آجائیں، حضرت فرماتے کہ لا الٰہ میں اس کی بھی نفی کرو۔ کیوں؟ کہ میرا رب مجھے وہاں جیل میں رکھنا چاہتا ہے، جہاں وہ مجھے رکھنا چاہتا ہے، اس کے خلاف کی تمہیں خواہش اور تمنا کیوں ہوتی ہے؟ جیسی مالک الملک کی خواہش، اور اس کا ارادہ، اس کا حکم، میں اس کے لئے تیار ہوں۔

حضرت نے پچاسوں مکاتیب میں اس کی نفی فرمادی، کہ لا الٰہ میں اس کی خاص طور پر نفی کرو اور حضرت نے فرمایا کہ تم وہ حویلی اور باغ اور خانقاہ اور بالخصوص کتابوں کے متعلق افسوس کرتے ہو۔ ادھر حضرت کو گرفتار کرکے جیل میں لانے کا جہانگیر نے آرڈر دیا اور ساتھ آرڈر یہ بھی دیا کہ ان کی تمام املاک لوٹ لی جائیں، کتنی عظیم دولت، ساری عمر کی کمائی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ علوم ہیں، اس کے متعلق سب افسوس کررہے تھے، تو حضرت نے فرمایا کہ وہ کتابیں اور حویلی اور کسی پر افسوس کی ضرورت نہیں، وہ سب مالک کے امر کے تحت سب کچھ ہوا ہے، کسی چیز پر افسوس نہ کرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر وہ دن دکھائے کہ وہی جہانگیر اپنے بیٹے خرّم کو پیش کرتا ہے کہ

حضرت اس کو بیعت فرمالیں، اور پھر خاندان کے افراد، مغل شہنشاہ کے خاندان کے افراد، ایک کے بعد ایک بیعت ہوتے ہیں اور پھر وہ دین، جو ایک ہزار سال کی وجہ سے چھوڑنے کے قابل ہوگیا تھا، اس کو گلے لگانے والے پیدا ہوئے، سب سے بڑی کتاب عالمگیر کی، فتاویٰ عالمگیری وہ تیار کی گئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے عرض کیا کہ یہ آزمائشیں تو آتی رہتی ہیں۔ادھر دو سو تین سو سال کے بعد پھر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ہے۔ جب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا وصال ہو رہا تھا، تو حضرت متفکر تھے، کہ میری چھوٹی چھوٹی اولاد ہے اور میں اس جہان سے جا رہا ہوں۔

ایک دن صبح اٹھے اور فرمانے لگے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آج خواب میں زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں چھوٹی چھوٹی اولاد کا فکر ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی یا رسول اللہ! میں اس جہان سے اب جاؤں گا، پیچھے چھوٹی چھوٹی اولاد، جن کی تربیت، تعلیم کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، تو اس کا مجھے فکر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسی تیری ایسی میری۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے مجھے اطمینان ہوگیا کہ میں ان کی تربیت کرتا اور انہیں تعلیم دیتا، اس کے بدلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے متعلق فرمایا کہ جیسی یہ اولاد تیری، ویسی میری۔ اسی بشارت کے نتیجہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے علوم میں، معارف میں، اور روحانیت میں کہاں سے کہاں پہنچایا۔

اور ان میں سب سے بڑے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، تو جس طرح

امام ربانی کو گرفتار کیا گیا، انہیں گرفتار کر کے دہلی سے جانور کی طرح سے، گھر والوں کے ساتھ ہنکایا جاتا ہے۔لکھا ہے تاریخ میں کہ دہلی کے قلعہ سے لے کر شاہراہ تک پیدل آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو ہانک دیا گیا (یہی کلمہ ہانک دیا گیا لکھا گیا ہے)،لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ اسی طرح شاہ ولی اللہ زندہ اور ان کے علوم زندہ، اللہ تبارک وتعالی ہمارے ان اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، مسلمان جہاں کہیں پریشان حال ہیں ان کی پریشانیاں ہمیشہ کے لئے ختم فرمائے۔

الحمدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِیَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰه اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْکَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه.صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

اَمَّا بَعْد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم. الٓمّٓ. ذٰلِکَ الْكِتٰبُ لا رَيْبَ فِيْهِ. هُدًى لِلْمُتَّقِيْن.

دوستو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں کہ اگر کوئی منکر، خلافِ شرع بات تم دیکھو، تو اگر اللہ نے حکومت دی ہے، تمہیں حاکم بنایا ہے، تو تمہیں ہاتھ سے روکنا چاہئے۔ اور اگر یہ بات نہیں، تو پھر زبان سے منع کرنا چاہئے، اور اگر حالات ایسے ہوں کہ آپ زبان سے بھی نہ روک سکیں، تو پھر آخری درجہ ہے کہ اُسے دل سے برا سمجھنا چاہئے۔

یہ ہم دینی تقریبات میں اپنے ہی دوستوں کی دعوت پر، اُن کے حکم پر اُن کے یہاں جاتے ہیں، تو یہ ایک عجیب مصیبت ہے، ہر جگہ ان کو یہ کہنا پڑتا ہے، کہ سٹیج stage پر سب کے سامنے کسی کو بٹھا کر کے اس کے متعلق تعریفی جملے کہے جاتے ہیں، یہ نا جائز ہے۔

اس لئے کہ میرا اندرون، میرا حال، میرا اعمال نامہ، اس کی سیاہی سفیدی آپ کو کیا معلوم؟ وہ تو علام الغیوب، اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے یہ غیروں سے جو طریقے ہم نے اپنائے، اُن میں سے یہ چیز ہماری مساجد میں، دینی تقریبات میں، علماء کی مجالس میں، یہ اس حد تک پہنچ گئی کہ گویا ایک لازم ملزوم اور فرض کے درجہ میں ہوگئی، اس کے بغیر تقریب شروع نہیں ہوتی۔ حالانکہ کسی کے سامنے اسی کی تعریف کئے جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ۔**

ختمِ قرآن اور دعا

آج اس تقریب میں ہم شریک ہیں، ایک بچہ نے قرآن پاک حفظ ختم کیا ہے، اس کے آخری سبق اور ختمِ قرآن کی دعا میں شرکت کے لئے ہم حاضر ہوئے ہیں۔ یہ بڑا قبولیت کا موقع ہے۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم حدیث پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ختمِ قرآن کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اور اس مبارک موقع پر جس چیز کے لئے ہمیں دعا کرنی ہے وہ بھی قرآن ہی ہے۔ اس بچہ کو، اس کے والدین کو، اس کے اساتذہ کو، اس مدرسہ اور مسجد کے منتظمین کو اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے۔ اس مدرسہ کو اور ترقیات سے نوازے، ہم سب کے لئے قرآنِ پاک کو نجات کا ذریعہ بنائے۔

خود ہمیں اس وقت اس مبارک موقعہ پر بھی، اور اپنی انفرادی اجتماعی دعاؤں میں بھی قرآن کے لئے خاص طور پر دعا کرنی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سب سے بڑی نعمتیں دو ہیں۔ ایک: اللہ کا کلام اور دوسرے: حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم، اور ان دونوں چیزوں کے لئے ہمیں اس وقت فکر کی، دعا کی ضرورت ہے کہ جو ایک مسلم کے لئے سب سے بڑا سرمایہ ہوسکتی ہے جو چیزیں، اس سے بڑھ کر ایک مسلمان کے لئے نہ اور کوئی مال ودنیا کوئی حیثیت رکھتی ہے، نہ اپنی جان اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ

دونوں نعمتیں، قرآن بھی اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی، دونوں کی حق جل مجدہ ہمیں قدر دانی عطا فرمائے۔

تعلیم قرآن

جن مکاتب میں اور مساجد میں چھوٹے چھوٹے بچے قرآنِ پاک ناظرہ پڑھتے ہیں، حفظ کرتے ہیں یہ ایک سنت ہے، دینی ضرورت ہے۔ سیاسی تحریکات کی طرح سے، نہ کوئی تحریک چلاتا ہے، نہ اس کے لئے لوگوں کو جوش دلانے کی کوئی ضرورت پیش آتی ہے، نہ اس کے لئے لاکھوں ملینوں کا سرمایہ اکھٹا کیا جاتا ہے۔ یہ تو انسان جہاں کہیں ہوتا ہے اسے کھانے پینے کی حاجت اور ضرورت جس طرح وہ اپنی پورا کرتا ہے، اس طرح ایک مسلمان، جہاں کہیں بھی بسے گا، رہے گا اس کی ایک فطری ضرورت ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دے۔

میں نے وہاں باٹلی کے جلسہ میں بتایا تھا کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سات یا اس کے قریب جو مساجد تھیں مدینہ طیبہ میں، تو ہر مسجد کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ اُس میں قرآن پاک کی تعلیم کا مدرسہ تھا۔ جہاں مسجد ہوگی وہاں بچے پڑھیں گے، اور ہم میں سے ہر ایک کی عمریں گذر گئیں، اس سلسلہ کو اپنے یہاں، ہندوستان پاکستان میں پایا اور وہاں سے ہجرت کر کے مسلمان جہاں کہیں بھی گئے، وہاں ہم نے دیکھا کہ یہ سلسلہ ہر جگہ جاری ہے، اچھے پیمانہ پر، کہیں جس طرح غرباء اپنے طریق پر چلاتے ہیں اُس طرح۔ لیکن یہ سلسلہ جاری ضرور رہا۔

لیکن وقفہ وقفہ کے بعد قرآن کے خلاف اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے خلاف کوئی نہ کوئی سازش آجاتی ہے۔ اسی طرح اب ان مدارس کے خلاف ایک منظّم سازش کی جارہی ہے، اور ایک الزام تیار کیا جارہا ہے، کہ ان مدارس میں بچوں کو ظلم اور زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کہیں کسی مدرسہ میں غلطی سے ذہنی مریض کو مدرس بنا کر بٹھا دیا ہو تو الگ بات ہے۔

بچوں کو اسلامی تعلیم از حد ضروری ہے کہ اب یہ قیامت نزدیک ہے اور حضورِ پاک صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو قیامت کی نشانیاں بیان فرمائیں، اُن نشانیوں میں اولاد کا باغی، طاغی ہونا، سرکش، نافرمان ہونا ہے۔

ابھی وہاں بولٹن (Bolton) زکریا مسجد میں، جمعہ پڑھایا تو میں نے وہاں اس مضمون پر بیان کیا تھا کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ نے ایسی نگاہ عطا فرمائی تھی جو مسجدِ نبوی اوراس کے باہراور مدینہ طیبہ اوراس کے باہراور قیصر وکسریٰ کے محلات اور سال کے بعد کیا ہوگا، اور دس سال کے بعد کیا ہوگا اور میرے اس دنیا سے جانے کے بعد کیا ہوگا اور قیامت سے پہلے کیا کیا چیزیں پیش آئیں گی، جزئیات، چھوٹے چھوٹے واقعات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادئے۔

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کی اولاد کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ والدین کے لئے تو ہوں گی نافرمان وَ بَرَّ صَدِیْقَهٗ، اور اپنے دوستوں کی فرمانبردار۔ والدین کے متعلق دل میں شکوک وشبہات ہوں گے ان کی خیر خواہی کے بارے میں، ان کی محبت کے بارے میں، اور دوستوں کے بارے میں اعتماد ہوگا۔

میں نے وہاں بتایا کہ پچاس سال پہلے تو ایک تبرک کے طور پر لوگ اس کو پڑھتے تھے۔ اب جو والدین ان مراحل سے گزر رہے ہیں، اُن کا ایمان اور پختہ ہوتا ہے کہ ہمارے دونوں جہان کے سردار نے کیسی عظیم پیشینگوئی فرمائی کہ جو ایک ایک گھر میں پیش آنے والا قصہ ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا۔

حفظِ قرآنِ پاک

یہ قرآن بڑی بابرکت کتاب ہے، اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا عظیم معجزہ ہے۔ ہمیشہ آپ سنتے رہتے ہیں کہ کسی بھی بچہ کو اپنی زبان میں، انگریزی میں، یا اردو میں، اُس کی مادری زبان میں، چھوٹی سی کوئی آپ کتاب دے دے کہ اس کو قرآن کی طرح سے، جس طرح بچہ حفظ

کرتا ہے وہ حفظ کر کے دکھا دو۔اس کے لئے انتہائی مشکل ہوگا، کربھی لے گا چند دن میں بھول جائے گا۔لیکن قرآنِ پاک جتنا جلدی حفظ کیا جائے گا اتنا دیر تک محفوظ رہے گا۔

بچپن سے لے کر جوانی تک کا حفظِ قرآن، اس وقت میں جو قرآن پاک حفظ کیا جا تا ہے، وہ حافظہ میں محفوظ ہو جا تا ہے۔ وہ حافظ کتنا ہی غلط راستہ پر چلا جائے مگر اللہ تبارک تعالیٰ کسی وقت بھی اسے توفیق دے، پھر قرآن کھول کر اس کو یاد کرنا، پڑھنا شروع کرے، تو جس طرح دو چار مہینے کوشش کرے گا، گویا کہ اتنے سالوں تک قرآن پاک کے ساتھ مسلسل لگاؤ اس کا تھا، اس طرح وہ پڑھنا شروع کر دے گا۔

میں جب یہاں آیا تو ایک وہاں ہندوستان کے عربی مدرسہ کے مدرس سے ملاقات ہوئی۔ کہاں تو وہاں وہ کسی عربی مدرسہ کے مدرس تھے،اور یہاں کی اس وقت کے ماحول میں غلط ماحول میں پھنس گئے، داڑھی بھی صاف اور غلط ماحول اور غلط دوستی،سولہ سال تک۔

جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے خود روتے ہوئے اپنا حال بیان کیا کہ سولہ سال ہو گئے، نہ میں نے تراویح پڑھائی ہے نہ دور سنایا ہے، نہ قرآن۔ میں نے کہا کوئی نہیں، آج ہی سے شروع کر دیں۔ وہ ہفتہ، عشرہ کے بعد میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میرا ایک دور ختم ہو گیا۔سولہ سال تک نہیں سنایا تھا،نہیں پڑھا تھا،مگر قرآن پھر بھی تازہ رہا۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوانی کا حفظ رگ و پے میں بس جا تا ہے۔ اور جو بڑھاپے میں حفظ کیا جائے تو فرمایا کہ **فَلَـهُ اَجْرَان** ۔تو اس کو یاد کرنے میں بھی تھوڑی سی دشواری پیش آئے گی، یاد رہنے میں بھی تھوڑی دشواری پیش آئے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عام حفظ کرنے والوں کی بہ نسبت اسے دہرا اجر ملے گا۔تو یہ جتنا جلدی حفظ کیا جائے، نہ اس کی زبان، نہ اس کے ایک کلمہ کا معنی سمجھتا ہے وہ بچہ،مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسان فرما دیتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ سمندری، بحری جہاز سے ان کا سفر شروع ہوا، جہاز میں چاند دیکھا گیا، تو تین سو سے زائد مسافر تھے۔ تو عشاء کے بعد جب تراویح شروع کی، تو کوئی حافظ نہیں پورے جہاز میں۔ تو پہلے دن تو اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے حضرت فرماتے ہیں کہ تراویح پڑھائی۔ پھر مجھے بڑی شرم آئی کہ اتنے سارے مسافر، اتنا مبارک حج کا سفر، اور اس میں تراویح اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے پڑھی جا رہی ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ روز ایک پارہ یاد فرماتے، وہ پارہ تراویح میں سناتے، اور اس طرح ایک مہینہ میں قرآن پاک حفظ ختم کیا۔

مولانا اسماعیل صاحب واڈی والا بلیکبرن، اُن کے ساتھی، مولانا محمد پانڈور جو احمد آباد کے شاہی کتب خانہ کے نگراں رہے۔ انہوں نے بھی ایک مہینہ میں قرآن پاک کا حفظ ختم کیا۔ اب یہ کتنا ہی کوئی ذہین شخص ہو، لیکن اتنی عظیم کتاب کیسے یاد ہو سکتی ہے ایک مہینہ میں، اگر یہ معجزہ نہ ہوتا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ کی مجلس میں حاضری دیتے ہیں۔ گئے تو تھے ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے، دیکھا کہ حضرت امامِ اعظم وہاں درس دے رہے ہیں، پڑھا رہے ہیں، تو پہنچ گئے مجلس میں اور پوچھا کہ حضرت! اگر کوئی شخص عشاء کی نماز پڑھ کر سویا، تو اس کی چودہ پندرہ سال کی عمر اگر وہ اور عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے، صبح اسے پتہ چلے کہ میں آج سے بالغ ہو گیا، تو عشاء کی نماز جو اس نے پڑھی تھی وہ کافی ہے یا دہرانے کی ضرورت ہے؟ حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ ہاں نماز اسے عشاء کی دوبارہ پڑھنی ہوگی، بس حضرت امام اعظم سے مناسبت ہو گئی۔

پھر ایک مرتبہ حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ حضرت! میں آپ کے شاگردوں میں شامل ہونا

چاہتا ہوں۔تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں شرط تھی کہ اُسی طالبِ علم کو اپنے حلقہ میں قبول فرماتے تھے جو حافظ ہو۔حضرت نے پوچھا کہ قرآنِ پاک آپ نے حفظ کیا ہے؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ نہیں، قرآن کا میں حافظ نہیں ہوں۔فرمایا کہ اچھا ابھی تو ہم آپ کو نہیں لے سکتے جب یہ شرط پوری ہوجائے گی، آپ قرآن پاک حفظ ختم کرلیں گے اس کے بعد ہم آپ کو لے سکتے ہیں۔

ایک ہفتہ نہیں گزرا، سات دن ہوئے اور پھر حاضر ہوگئے، عرض کیا کہ وہ شرط پوری ہوگئی، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں پورا قرآن تم نے حفظ کرلیا؟ حضرت امام محمد نے فرمایا ہاں! لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم نے اُن کا باقاعدہ امتحان لیا، جگہ جگہ سے، جس طرح حافظ کا امتحان لیا جاتا ہے۔اُن سے پڑھوایا، دیکھا کہ باقاعدہ یہ حافظ ہے، تب جاکر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے حلقہ میں قبول فرمایا۔صرف سات دن میں حافظ قرآن ہوگئے۔

نو ے دن میں حفظ

اس سے پہلے میں نے بتایا تھا کہ ہمارے یہاں ایک طالبِ علم نے فارغ ہونے کے بعد یونیورسٹی شروع کرنے سے پہلے نوے دن میں قرآن حفظ ختم کیا تھا۔وہ اتفاق سے میرے پاس آئے کہ میں بسم اللہ کرنا چاہتا ہوں۔تو میں نے اُن سے کہا کہ بسم اللہ نہیں، میں چند روز تک آپ کا روز سن سکتا ہوں بشرطیکہ آپ پاؤ پارہ سنائیں۔ جب وہ اچھی طرح لائن پر لگ گئے، کئی روز تک وہ پاؤ پارہ، پاؤ پارہ سناتے رہے، کئی پارے ہوگئے، تب میں نے کسی اور استاذ کے پاس اُن کو بھیجا، اس طرح انہوں نے نوّے دن میں قرآن حفظ ختم کیا تھا۔

پیدائشی حافظہ

انسانی قدرت سے باہر ہے، انسان کی طاقت سے باہر ہے۔اور آگے سنئے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے پاکستان کے شیخ

الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی صاحب۔

ان کا بیان ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب میں راندیر میں تھا، ایک بچی میرے پاس لائی گئی جو اپنے والدین کے ساتھ رنگون سے آئی تھی، اُس بچی کی عمر صرف چار سال، اور جو والدین لے کر آئے اُنہوں نے بتایا کہ یہ بچی پیدائشی حافظہ ہے۔

لطیفہ مجھے یاد آیا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ میرے والد صاحب نے جب بولنا سیکھا اور دودھ چھڑایا گیا، اس وقت وہ پاؤ پارہ کے حافظ تھے۔ بعضوں نے حضرت کو خط لکھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

مگر مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں کہ خود اس بچی کو میرے پاس لایا گیا، چار سالہ بچی، کہ یہ پیدائشی حافظہ ہے۔ اور آپ پورے قرآن میں سے جہاں کہیں سے چاہیں اس سے پڑھوا سکتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے اس بچی سے کئی جگہوں سے پڑھوایا، تو اس نے جید حافظ کی طرح سے، اچھی طرح پڑھ کر سنایا۔ مگر ساتھ میں نے اُس کے والدین اور دوست جو وہاں موجود تھے مجلس میں ایک بات اور کہی۔

میں نے اُن سے کہا کہ یہ بچی زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکے گی، اللہ کی طرف سے ایک معجزہ کے طور پر تھی۔ کبھی کبھی ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ ہم جس عقیدہ پر ہیں، یہ مذہب سچ ہے، ہمارا عقیدہ درست ہے۔

عظیم الشان معجزہ

یہ قرآن پاک ایک معجزہ ہے اور کیسا عظیم الشان معجزہ۔ کہ ہم لوگ تو عجمی ہیں۔ ہمارے اچھے سے اچھے علماء جنہوں نے سالہا سال عربی پڑھی ہو، پڑھائی ہو، مگر جو اُس زمانہ میں فصاحت اور بلاغت کا ایک عام دور چل رہا تھا مکہ مکرمہ میں۔ اور ہر وقت شعر شاعری اور قصائد اور اس میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ اور چیلنج۔ وہ قرآنِ پاک کو صحیح طور پر، اس کی ایک ایک آیت کو، اور

ایک ایک کلمہ کو سمجھ سکتے تھے کہ یہ کلمہ اس جگہ کس طرح لایا گیا ہے۔

اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام؛ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں علم طب زوروں پر تھا تو اُس لائن کا آپ کو معجزہ انتہائی آخری درجہ کا ملے گا جس سے، وہ اطباء عاجز تھے، کہ مردہ کو زندہ نہیں کر سکتے تھے، وہ معجزہ آپ کو دیا گیا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا، جادوگروں کا غلبہ تھا، تو اس کی توڑ کا معجزہ دیا گیا جس سے وہ عاجز ہو گئے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ فصاحت اور بلاغت جو زوروں پر تھی، اور وہ اپنے سوا ساری دنیا کو گونگا کہا کرتے تھے، عجمی کہتے تھے، اُن کے لئے قرآن پاک کا ایک چیلنج تھا۔ اور مفسرین لکھتے ہیں کہ اسی لئے، جیسے اُن کے یہاں دیوان ہوتا تھا، ایک شاعر، اُس کی عمر بھر کی شاعری میں سے جو منتخب کلام ہوتا تھا، اس کو جمع کرتے تھے، کہ یہ فلاں شاعر کا دیوان ہے۔ اس طرح حق تعالیٰ شانہ کی اس کتاب کو فرقان اور قرآن نام دیا گیا۔

جیسے کہ اُس میں الگ الگ قصیدے ہوتے تھے، اس میں سورتیں رکھی گئیں۔

جیسے اُن کے یہاں بیت اشعار ہوا کرتے تھے، ایسے اُس میں آیات رکھی گئیں۔ اُن اشعار اور ابیات کے اخیر میں قافیہ بندی ہوتی تھی، قرآن پاک میں اس کو فاصلہ کہا گیا۔

آپ دیکھیں گے کہ وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا، وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا، اخیر میں الف آرہا ہے، سورۃ الرحمٰن میں، ہر آیت کے اخیر میں نون ساکن ہے۔ اور اُن کو چیلنج کیا گیا کہ تم اس کے جیسی ایک کوئی آیت بنا کر لے آؤ۔ پہلے تو پورے قرآن کا چیلنج، اس کے بعد ایک سورت کا چیلنج، اس کے بعد ایک آیت کا چیلنج، مگر وہ نہیں بنا سکتے تھے۔

قرآن کی حلاوت

اُن کے بڑے بڑے زباں داں جب اِنَّا اَعْطَيْنَا جیسی ایک سورت سن لیتے تھے۔ تو اُن کو اپنا

آبائی مذہب اتنا پسند تھا، اس پر اتنے فداء تھے، کہ کہیں میں اپنے مذہب کو خیر باد کہہ دوں گا یہ قرآن اور کلام سن کر، تو اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ دیا کرتے تھے کہ اس میں اس قدر حلاوت اور لذت ہے کہ جو بیان سے باہر ہے، کوئی شاعر ایسا کلام نہیں بنا سکتا۔

نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس طرح انتظام فرمایا ۔۔۔ کہ ریگستان بیابان صحراء سے گزر رہے ہیں، ایک ماں حضرت آمنہ، اور ایک خادمہ ساتھ ہیں، اور وہیں وہ ماں بھی اللہ کو پیاری ہو جاتی ہے۔ تو جن حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ہوئی ہے، نہ کوئی تعلیم دینے والا، نہ کوئی مدرس، نہ کوئی معلم۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یتیم ایسی کتاب لایا کہ جس نے سابقہ تمام مذاہب کی کتابوں کو دھو ڈالا، ساری کتابوں کو منسوخ کر دیا۔

اور قرآن پاک میں ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دعویٰ کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی معلم سے پڑھا نہیں۔ نہ کس سے ادب سیکھا، آپ کا کوئی اُستاذ نہیں۔ براہِ راست اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ اور سچ مچ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمی، نہ لکھنا جانتے تھے، نہ پڑھنا جانتے تھے۔ اور اُمی اسے کہا جاتا ہے کہ جسے جو کچھ ملا ہو، ماں سے ملا ہو۔

اب یہ بہت بڑا چیلنج تھا عرب کے لئے، آپ کی ساری زندگی اُن کے سامنے تھی، کہ ایک یتیم اور اُمی اور ان کی تعلیم اور تربیت کا کوئی انتظام نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوا تو وہ دنگ رہ گئے، کہ اِن کی ساری زندگی ہمارے سامنے ہے، اور یہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ایک امی ہو کر؟

اسی لئے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے چاند کے متعلق جو کلمات ارشاد

فرمائے، کہ مہینہ کب شروع ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ مہینہ کبھی انتیس کا ہوتا ہے اور کبھی مہینہ تیس کا ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ گنتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے نہیں تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ہمارے نانا جان گجراتی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، قرآن شریف پابندی سے تلاوت کا معمول تھا اور ہماری نانی بالکل ان پڑھ تھیں۔ ہماری نانی جان کلمہ بھی صحیح تلفظ کے ساتھ پورا نہیں پڑھ سکتی تھیں، وہی دیسی زبان میں پڑھتی تھیں۔ تو ہم بچپن میں لطف لینے کے لئے کہتے کہ نانی کلمہ سناؤ، تو وہ پڑھنا شروع کرتی پھر ہم اُن کی تصحیح کی کوشش کرتے۔ تو ہنستے کہتی کہ بیٹا میں تو اسی طرح پڑھ سکتی ہوں۔

اور ہمارے نانا نے قرآن شریف پڑھا تھا مگر حساب کتاب، لکھنا پڑھنا گجراتی زبان میں یا اور کسی زبان میں یہ نہیں جانتے تھے، صرف دستخط کر سکتے تھے۔ تو جہاں کہیں دستخط کرنا ہوتا تو وہ قلم لے کر فرماتے چل بیٹا بتاؤ کس جگہ؟ تو وہ لکھتے، تو ہم محمد لکھتے ہوئے اُن سے کہتے کہ دیکھو ابا آپ نے یہ تو ذرا اس طرح لکھا۔ تو وہ کہتے بیٹا، میں تو اسی طرح لکھ سکتا ہوں، میں تو ان پڑھ ہوں۔

اسی لئے جو ہمارے یہاں نانا جان کی کافی زمینیں تھیں، تو رُوئی کی کاشت بہت بڑی ہے، کبھی وہاں ایک بیل گاڑی میں جتنی رُوئی آجاتی تھی، اس کو گجراتی میں بھاڑ کہتے ہیں۔ جب اس کا گزر ہوتا تھا، کوئی چالیس کیلو کے قریب کا ایک ایک بتہ تولا جاتا، کوئی چالیس مرتبہ اس کو تول کر کے بیل گاڑی میں ڈالا جاتا تھا، تو اس کو جو گننا ہے، جب اس کو تولتے تھے تو تولنے والے بولتے رہتے تھے، جو حساب جانتے تھے، کہ ایک، دو، تین۔

لیکن نانا جان وہ دو تین اور چار اور پانچ کا فرق نہیں سمجھ سکتے تھے۔ تو وہ اپنے پاس رُوئی تھوڑی سی لے کر بیٹھتے تھے، اور ایک ٹیبل کے اوپر جب ایک مرتبہ تول کر کے بیل گاڑی میں ڈال دیا تو ایک رُوئی کا ٹکڑا اُٹھا کر یہاں رکھا۔ پھر اس کے بعد جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو فرماتے چلو بھائی یہ گنو کہ کتنے ہو گئے؟ کیوں کہ گنتی نہیں جانتے تھے۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی گنتی نہیں جانتے تھے، اللہ اکبر! اسی لئے جب چاند کے متعلق ارشاد فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا ھٰکَذَا ھٰکَذَا اَوْ ھٰکَذَا ،فرمایا کہ جو مہینہ ہوتا ہے وہ اتنے دن کا ہوتا ہے تین دفعہ، تو یہ دس دس کو دہرایا تو یہ تیس ہو گیا اور ایک مرتبہ انگوٹھا بند فرمالیا۔ کہ یا تو پھر انتیس کا ہوگا۔ گنتی نہیں جانتے تھے النَّبِیّ الْاُمِّیُّ۔

صلحِ حدیبیہ

اَلشَّھْرُ پر مجھے یاد آیا کہ کتنا بڑا چیلنج، قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے، آج تک کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکا کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے تعلیم لی تھی۔ اور کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی گنتی یا کوئی لکھنا جانتے تھے۔

اسی لئے جب مکہ مکرمہ میں صلحِ حدیبیہ کے موقع پر معاہدہ کفار سے ہو رہا تھا، معاہدہ لکھا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کاتب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا کہ لکھو، مِنْ مُحَمَّد رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلیٰ رُؤَسَاءِ قُرَیْش ۔ کہ یہ جو معاہدہ ہے، اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے سرداروں کے مابین ہو رہا ہے۔ وہ مانع ہوئے، انہوں نے کہا کہ دیکھو یہ آپ نے محمد رسول اللہ کیوں لکھا؟ یہی تو ہمارا آپ کے ساتھ جھگڑا ہے۔ اگر ہم یہ مان لیتے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں، تو جھگڑا ہی کیا تھا۔ اس لئے آپ یہ رسول اللہ نہ لکھیں۔

فرمایا کیا لکھیں؟ کہا کہ یہ لکھیں مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اچھا مجھے بتاؤ کہاں ہے؟ کیوں کہ آپ امی تھے۔ حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم جو گنتی نہیں جانتے تھے، لکھنا نہیں جانتے تھے، اور انگلیوں کے اشارہ سے کہ پانچ کتنے ہوتے ہیں، تو انگلیوں کے اشارہ سے۔ عرب میں بہت زمانہ تک یہ حال رہا۔

ایک قصہ مقامات میں آتا ہے۔ کہ ایک آدمی جا رہا تھا، رابٹ لے کر، خرگوش لے کر۔ پوچھا کہ یہ کتنے میں لیا؟ تو وہ بیچارہ کتنے میں لیا، گنتی تو جانتا نہیں، بول نہیں سکتا، تو اُس نے خرگوش

ایک ہاتھ ایسے کیا پھر سوچا کہ کیسے بتاؤں؟ تو اس نے خرگوش نیچے رکھا، دونوں ہاتھ ایسے کیئے اور زبان نکالی کہ گیارہ درہم میں خریدا ہے۔ پھر زبان اندر لی اور ہاتھ نمازی کی طرح اوپر اٹھا رکھے تھے، وہ نیچے کیئے اور خرگوش کو دیکھا تو وہ غائب۔

قرآن کریم: ایک چیلنج

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مہینہ بتایا کہ اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا ھٰکَذَا ھٰکَذَااَوْ ھٰکَذَا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی امیت پر ہم سب قربان۔ کہ جس طرح حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ وہ کتاب لائے کہ جس نے تمام کتب خانہ کی کتابوں کو دھوڈالا، سب کو منسوخ کر دیا۔ سب کے لئے چیلنج، تمام دنیا بھر کی کتابوں کے لئے چیلنج۔

آپ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اور اَلْبُرْھَانُ فِیْ عُلُوْمِ الْقُرْاٰن پڑھیں، اَلْقَوْلُ الْوَجِیْزِ پڑھیں، علامہ سیوطی کی اَلْاِتْقَان پڑھیں، تو ہماری عقلیں دنگ رہ جائیں گی، کہ اللہ اکبر! ایک نبی اُمی کہ جو گنتی جانتے نہیں کہ کیا ہے، انتیس اور تیس نہیں بول سکتے اور وہ جو ہزاروں آیات کی کتاب ہمیں دے کر گئے۔ اس میں کیا کیا خزانے رکھ رکھے ہیں، مثلاً یہ میں نے بتایا کہ اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا، شھر کے معنی مہینہ۔ اب یہ شھر کا لفظ قرآن پاک میں آیا، شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰن کہ رمضان کا مہینہ، شہر رمضان کا وہ مہینہ کہ جس میں یہ قرآن اُترا۔ تو پورے قرآن میں لفظِ شھر بارہ مرتبہ آیا ہے۔ اور سال میں مہینے کتنے ہوتے ہیں؟ بارہ۔

اور یہ چھبیس ہزار مرتبہ میں الگ الگ طور پر وحی نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ جبرئیل امین چھبیس ہزار مرتبہ آئے اور تیئیس برس میں اگر اس کو منقسم کیا جائے، تو ایک دن میں اگر روز آئے ہوں، اگر چہ بہت سے ہفتے اور بعض مہینے ایسے گذرتے تھے کہ حضرت جبرئیل امین وحی لے کر نہیں آتے تھے، مگر اس کو تقسیم کیا جائے، تو روزانہ دن میں تین مرتبہ اُن کا نزول ہو سکتا ہے۔

اب تیئیس سال میں جو قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اُترا اُس میں کیسا زبردست ایک نظام ہے اور

انتظام ہے اور کیسی ترتیب ہے کہ شھر کا لفظ پورے قرآن میں کتنی جگہ آیا؟ بارہ جگہ آیا ہے، اور مہینے بھی پورے سال میں بارہ ہیں۔

قرآن پاک میں ایام کا ذکر ہے، اَیَّاماً مَعْدُوْدَاتٍ، وَاِنَّ یَوْماًعِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّوْن ۔وَاِنَّ یَوْماً ، یوم کے معنی دن، تو یوم اور ایام کا ذکر قرآن پاک میں تین سو پینسٹھ جگہ آیا ہے، یہ اس وقت کوئی کتاب لکھنا شروع کرے، وہ بھی ایسی مرتب کتاب لکھ سکتے ہیں؟ اتنی بڑی کتاب کہ جس میں ایسی چیزوں کی رعایت رکھی گئی ہو۔

قرآنِ پاک میں پچھتر seventy five جگہیں ایسی ہیں کہ جہاں صبر کا ذکر ہے، مصائب کا ذکر ہے۔ وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِنَ الْاَمْوالِ وَ الْاَنْفُسِ.

جو اس وقت حالات چل رہے ہیں، اور مصائب آ رہے ہیں، تو ہم دوستوں کو تلقین کرتے ہیں کہ یہ دنیوی زندگی ہے کل کو ختم ہو جائے گی۔ مگر یہ مصیبتیں جو اس وقت درپیش ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی جو دوسری نعمتیں ہم پر ہیں، اس ایک مصیبت کی وجہ سے ہمیں ان کو بھول نہیں جانا چاہئے۔ ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ پریشان ہو جاتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے فریاد میں حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

اس وقت جو اللہ نے ہمیں زندگی دی ہے، صحت دی ہے، مصیبت تو اپنی جگہ ہے لیکن زندگی بھی ہے، صحت بھی ہے، مکان بھی ہے، مال بھی ہے، اولاد بھی ہیں، گاڑی بھی ہے، کھانا پینا سب کچھ مل رہا ہے، تمام نعمتیں موجود ہیں، ایک مصیبت اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے اس شکل میں جو تم کو ستایا جا رہا ہے۔ تو ہم ان کو سمجھاتے ہیں دیکھو کہ یہ ایک مصیبت کی وجہ سے یہ ساری نعمتیں اس کو تم کیوں بھول گئے؟

اللہ تعالیٰ سے فریاد اور استغاثہ میں، اور شکایت میں ان سب نعمتوں کو مت بھول جاؤ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ کہ اللہ تیرا شکر ہے تو نے ایک ہی مصیبت دی اور ساری نعمتیں موجود ہیں تو

اس مصیبت میں بھی انسان کو کیا ادا کرنا چاہئے؟ شکر ادا کرنا چاہئے۔اور قرآن پاک میں مصائب پر صبر کا ذکر 75 پچھتر جگہ پر آیا ہےاور شکر کا ذکر پچھتر جگہ آیا ہے۔

اب ایسے موقع پر جب انسان کسی بھی تکلیف میں مبتلا ہو، چھوٹی یا بڑی، اس وقت ہم کیوں ڈانواں ڈول ہوجاتے ہیں؟ جیسے آج یہ ختم کی تقریب بڑا مبارک دن ہے تو بہت سے دوست احباب جن کو اس خاندان سے، اس مسجد سے، مدرسہ سے تعلق ہوگا، ہم سے تعلق ہوگا، تو فرشتہ کی طرف سے دل میں ڈالا گیا ہوگا کہ یہ مبارک جلسہ ہے، جانا چاہئے، اس میں گدگدی اٹھتی ہے، خیال آتا ہے کہ ہاں جانا چاہئے۔

مگر پھر شیطان کی طرف سے وسوسہ آتا ہے کہ ذرا فلاں کوئی کام ہے، اور آج کل نوجوانوں کے لئے جو یہ ان کی ورلڈ کپ کے دن چل رہے ہیں، تو وہ شیطان دل میں ڈالتا ہے۔ تو ادھر سے فرشتہ دل میں ڈالے گا، ہر کام کے لئے جو آپ کے لئے خیر کا پہلو ہے، وہ ایک بہت آہستہ آواز جو آپ کو دل میں نظر آتی ہے وہ فرشتہ کی آواز ہوتی ہے۔اور جو ایک دم حملہ کرتی ہوئی اور زور کے ساتھ، دھماکے کے ساتھ آواز معلوم ہوتی ہے، کسی شخص کو اس کا نفس کسی گناہ میں مبتلا کرنے والا ہو، تو اُس وقت جو جوش آتا ہے، جو چیز اُبھارتی ہے اس کو، وہ ایک شیطانی اثر ہے۔ شیطان کی طرف سے جو انجکشن injection ملتا ہے اس کا اثر ہے۔

قرآنِ پاک میں ملائکہ کا بھی اللہ نے ذکر کیا، اور شیاطین کا بھی ذکر کیا اور میں نے کہا کہ ہر نیکی کے کام کے وقت، اور ہر برائی کے ارادہ کے وقت، آپ نیک کام کا ارادہ کریں تو بھی، فرشتہ نیک کام کا ارادہ دل میں ڈالے گا، اُدھر سے شیطان رخنہ ڈالے گا دل میں۔ برائی کی طرف انسان جانا چاہے گا، فرشتہ دل میں ڈالے گا نہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔کوئی برے سے برا نوجوان ہوگا کتنا ہی پاپی، کتنا ہی گنہگار مگر اُس کے دل میں بھی وہ فرشتہ خیال ڈالے گا کہ نہیں بری بات ہے۔اور شیطان بھی اثر ڈالے گا۔

اٹھاسی (88) جگہ قرآن پاک میں ایسی ہیں کہ جہاں ملائکہ کا ذکر ہے اور اس کے مقابلہ میں

اٹھاسی (88) جگہیں ایسی ہیں کہ جس میں شیاطین کا ذکر ہے۔ یہ نبیِ اُمی کس تدقیق سے اس کو جمع کر سکتے تھے؟ کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اٹھاسی، آٹھ اور آٹھ کی جمع سمجھتے بھی نہیں تھے، کہ اس جگہ ملائکہ کا ذکر آیا ہے اٹھاسی مرتبہ اور شیاطین کا اٹھاسی مرتبہ۔

دنیا و عقبیٰ

اور آگے چلیئے۔ ہم اس وقت تھوڑے سے دینی کام کے لئے، دینی مقصد سے یہاں کہ ہماری آخرت کا بھلا ہو جائے، اس کے لئے ہم حاضر ہوئے، تو میں نے منع کیا کہ بھئی، دیکھئے اول ہم لوگ عمل تو کرتے نہیں ہیں اور اس طرح کسی کی موجودگی میں اس کی تعریف کر دی جائے، تو ساری عمر بھر کی کی نیکیاں، کمائی ختم ہو جاتی ہے۔ تو ہم آخرت کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔

اور بہت سارے دوست، جو اپنی دوسری مصروفیات کی وجہ سے، رزقِ حلال کی مصروفیات کی وجہ سے، کوئی دکان کی وجہ سے، فیکٹری کی وجہ، ملازمت کی وجہ سے، اور کسی کام کی وجہ سے، جو جائز کام، اس کی وجہ سے نہیں آسکا، تو اس کو بھی دنیا نہیں کہیں گے۔

جو دکان چلاتا ہے، فیکٹری چلاتا ہے، ملازمت کرتا ہے اس کو آج کل جہالت کی وجہ سے دنیا دراری کہا گیا ہے، یہ غلط ہے۔ یہ تو رزقِ حلال کمانا ہر مسلمان پر فرض ہے، خود اپنے لئے کمانا بھی فرض، اپنی اولاد کے لئے بھی کمانا فرض ہے۔

آپ مال و دولت اکٹھا بھی کر سکتے ہیں، اس کا حق ادا کریں، زکوٰۃ دیں، یہ دنیا داری نہیں ہے۔ دنیا داری کہ جس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو توڑ کر کے آپ دنیا کی طرف جائیں، یہ ہے دنیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہوئے آپ دنیا کمائیں، مال کمائیں، دکان چلائیں، فیکٹری چلائیں تو یہ دنیا نہیں۔ یہ دین ہے، یہ آخرت کی کمائی ہے۔

تو قرآن پاک میں جگہ جگہ، **اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِب وَ لَھْو**، دنیا کا ذکر ہے، اور **وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرًا**، آخرت کا جگہ جگہ ذکر ہے، ایک سو پندرہ جگہ دنیا کا ذکر آیا، ایک سو پندرہ

جگہ آخرت کا ذکر آیا ہے۔ کتنا بڑا چیلنج رہتی دنیا تک کے لئے، کہ نبیِ اُمی اور ان کے قرآن میں کس درجہ کا تدقیق کے ساتھ حساب رکھا گیا۔

کتنا زبردست تناسب، کہ ۷۵ جگہ ان دونوں چیزوں کا ذکر مصیبت کا ذکر، شکر کا ذکر۔ اٹھاسی جگہ ملائکہ کا ذکر، اٹھاسی جگہ شیاطین کا ذکر، ایک سو پندرہ جگہ دنیا کا ذکر ہے ایک سو پندرہ جگہ آخرت کا ذکر ہے۔

اب جگہ جگہ قرآن پاک میں انسان کو موت یاد دلائی گئی، **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ** ، اور ابھی میں نے، **اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا** ، تو موت بھی حیات بھی، دونوں کا ذکر کیا گیا، مگر قرآن پاک میں موت کا ذکر ایک سو تینتالیس جگہ، اور حیات کا ذکر بھی ایک سو تینتالیس جگہ۔ کتنا تناسب۔

کتنے زبردست حساب کے ساتھ، کہ کمپیوٹر بھی آج کل کا وہ خطا کر جائے گا، کہ کچھ اس میں آپ ڈالیں، انسان کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں کو جگہ جگہ اپنی طرف بلانے کے لئے وعدے کئے۔ جنت کا وعدہ آخرت کی نعمتوں کا وعدہ، **جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ** ۔ اور ان کو دھمکانے کے لئے، روکنے کے لئے عذاب کا ذکر، تو ایک ہزار جگہ وعدہ بھی ہے نعمتوں کا، اور ایک ہزار جگہ عذاب کا بھی ذکر ہے، وعید کا ذکر ہے۔

اب میں جلدی جلدی ختم کرتا ہوں۔ اسی طرح ایک ہزار جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اوامر فرمائے، حکم دئے، آرڈر order، کہ یوں کرو۔ **اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا** ، اعلموا امر ہے کہ تم سمجھ لو جان لو۔ اور **فَكُلُوْا وَ اشْرَبُوْا** کھاؤ پیو، یہ امر ہے۔ آرڈر order، دیا، اللہ کی طرف سے، اور اس کا مقابل ہے، نہی۔

جو بہت بڑے علماء ہوتے ہیں اُن کے یہاں تو ذرا زبان کھول نہیں سکتے ہیں۔ ان کی پرواز کتنی اونچی ہوتی ہے۔ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سے حضرات نے دیکھا ہوگا، کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا جج بھی اتنا ذہین نہیں ہوگا کہ ان کے سامنے زبان سے ایک

کلمہ نکلا اوراسی پرشروع ہوگئے۔

ہمارے ایک استاذ تھے حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جن سے ہم نے گلستاں بوستاں، فارسی پڑھی، وہ نَہی پر ٹوکتے تھے، کہ عام طور پر اس کو بولا جاتا ہے اَمَر نَہِیْ ۔تو ہمارے ایک ساتھی تھے، مولانا یعقوب کاوی تھے ، اُن کا انتقال ہوگیا، وہاں ہندوستان میں ۔ ہمارے ساتھیوں میں سے تھے۔توان کو

بخت وتخت وامرونہی وگیرودار

ایں ہماہیچ است چوں می بگزرد

وہ پڑھتے تھے امراورنَہِیُ ، ہاء کے نیچے زیردے کراوراس سے وزن ٹوٹ جاتا تھا۔ ناراض ہوتے تھے، کیوں کہ بہت بڑے شاعر تھے۔ساکن اورحرکت دوکالحاظ ہوتاہےاس میں ۔ایک ہی چیز۔

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجرمکی رحمۃ اللہ علیہ امام تھے شعراء کے،فرماتے تھے کہ شعر کے لئے سب سے ضروری چیز ایک تو ہے وزن، حرکت اور سکون، کہ پہلے بیت میں جس جس جگہ پرحرکت ہے،تو دوسری میں اسی جگہ حرکت، پہلے میں جہاں سکون ہے وہاں دوسرے میں اسی جگہ سکون ہونا چاہئے۔یہ وزن ہے ، پھر آگے اُن کے یہاں بہت سارے اوزان ہیں مفاعلن مفاعیل مفاعلات۔

اوردوسرا فرماتے تھے کہ شعر کے ارکان میں سے جودوسرا رکن ہے وہ یہ کہ جس زبان میں بھی وہ شعر ہو، وہ فصیح ترین زبان ہو، معیاری زبان ہو۔

اورتیسرارکن عظم شعرکا یہ ہے کہ ہرایک مصرع میں کم سے کم ایک تشبیہ لازما ہونی چاہئے۔ یہ شعراء کے ذوق کی چیزیں ہیں۔

وہ ہمارے استاذ چونکہ بہت بڑے شاعر تھے، اورشاعر گر تھے، بڑے بڑے شعراء اُن کے پاس اپنے کلام کی تصحیح کے لئے آیا کرتے تھے۔تو بہت ناراض ہوئے، فرمایا کہ تم نے نہِی کیوں

پڑھا؟ فرمایا کہ نہْی ھاء ساکن ہے تو وہ ہمارے ساتھی بہت دیر میں سمجھ پائے۔

ایک ہزار جگہ امر ہیں اور ایک ہزار جگہ نواہی کا ذکر ہے۔ تو ایک ہزار جگہ اوامر اور ایک ہزار جگہ نواہی۔ دوستو! اور آگے بیان کرتے، مگر وقت ختم ہو رہا ہے، واپس جانا بھی ہے، بچے سے آخری سورتیں سن لیتے ہیں۔ اور دعا دیتے ہیں اللہ تبارک وتعالی اس بچہ کو قبول فرمائے، اور اس مسجد کو، مسجد والوں کو، انتظامیہ کو، اساتذہ کو سب کو قبول فرمائے۔

وَ آخِرُ دَعْوانَا اَنِ الْحَمْد لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن.

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ، رَبَّنَااٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَفِی الآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَ قِنَا عَذابَ النَّارِ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخطَأْنَا، رَبَّنَا وَ لَا تَحمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہُ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبلِنَا، رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہِ و اعْفُ عَنَّا و اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ ،رَبَّنَا لَا تُزِ غْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحمۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَء وُفٌ رَحِیْمٌ، رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیَّاتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا،

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیئات سے درگذر فرما! یا اللہ! ہمیں قرآن پاک سے محبت دے، یا اللہ! قرآن پاک حفظ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے بچوں کو حافظ بنانے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! مسلمانوں پر مصیبت کے یہ سلسلہ کو ہمیشہ کے لئے ختم فرما۔ امن چین نصیب فرما۔ بھائی چارہ، مودت، محبت نصیب فرما۔ ایک دوسروں کے ساتھ الفت اور محبت دے، یا اللہ جن دلوں میں بغض اور نفاق بھرا ہوا ہے، یا اللہ اس حقد اور بغض کو ختم فرما۔ یا اللہ بھائی چارہ کو عام فرما، یا اللہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرما، ہماری مساجد کی حفاظت فرما، مکاتب کی حفاظت فرما۔ پڑھنے پڑھانے والوں کی حفاظت فرما۔ ہمارے ان پڑھنے والے بچوں کی

حفاظت فرما۔ یا اللہ! والدین کو شوق عطا فرما کہ اپنے بچوں کو حافظ اور عالم بنائے، یا اللہ بچوں کو پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! والدین کو اولاد پر شفیق بنا، یا اللہ! اولاد کو والدین کا اطاعت شعار بنا۔ یا اللہ ہمارے گھروں میں آپس کی گھریلو زندگی کو بہتر فرما، یا اللہ آپس کی نفرتوں کو ختم فرما۔ آپس کے جھگڑوں کو ختم فرما، گھروں میں محبت نصیب فرما۔ سکون چین نصیب فرما، یا اللہ اسلام اور مسلمانوں کا ہر جگہ بول بالا فرما، یا اللہ! اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

معلومات قرآن

لفظ شہر (مہینہ)	۱۲ مرتبہ	لفظ یوم (دن)	۳۶۵ مرتبہ
ذکر صبر	۷۵ مرتبہ	ذکر شکر	۷۵ مرتبہ
ذکر ملائکہ	۸۸ مرتبہ	ذکر شیاطین	۸۸ مرتبہ
ذکر دنیا	۱۱۵ مرتبہ	ذکر آخرت	۱۱۵ مرتبہ
ذکر موت	۱۴۳ مرتبہ	ذکر حیات	۱۴۳ مرتبہ
آیات وعدہ	۱۰۰۰	آیات وعید	۱۰۰۰
آیات اوامر	۱۰۰۰	آیات نواہی	۱۰۰۰
آیات امثال	۱۰۰۰	آیات قصص	۱۰۰۰
آیات تحلیل	۲۵۰	آیات تحریم	۲۵۰

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے یہاں کئی تقریبیں جمع ہوگئیں، گذشتہ کل مولانا محمود چاندیہ صاحب کی پی ایچ ڈی پران کا یہاں دارالعلوم میں دستار بندی کا جلسہ ہوا، اللہ تبارک وتعالی اس کوان کے لئے باعثِ برکت فرمائے، عالم کے مسلمانوں کے لئے اس کو رحمتوں کا ذریعہ بنائے، ہماری نوجوان نسل کو زیادہ سے زیادہ تعلیم کی طرف توجہ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ

خاص طور پر انہوں نے جس شخصیت کے اوپر پی ایچ ڈی کی، تو ان کا تعارف جو انہوں نے کرایا کہ شیخ علی متقی کون ہیں۔ ان کے ایک شاگرد حاضر ہوتے ہیں جو شیخ علی متقی کو اپنا خواب سنانا چاہتے ہیں، تو قبل اس کے خود شیخ علی متقی نے اپنا خواب سنایا کہ آج میں نے یہ خواب دیکھا۔

شیخ علی متقی کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، پوچھا یا رسول اللہ! ہمارے اِس زمانہ میں، روئے زمین پر، سوال دیکھئے کہ ہمارے اِس زمانہ میں روئے زمین پر سب سے زیادہ افضل انسان کون ہیں؟ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم۔ اوراسی رات میں ان کے خادم کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، تو انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ!

سب سے افضل اس زمانہ میں کون؟ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے شیخ۔

یہ ابھی ایک ہی وقت میں متعدد بار، کہ ادھر شیخ نے بھی وہی خواب دیکھا، وہی سوال، وہی جواب، اور ان کے خادم نے بھی وہی خواب دیکھا، وہی سوال، وہی جواب۔ یہ جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ عالی میں ان کی قدر و منزلت کا یہ خواب مظہر ہوتا ہے، تو اسی طرح مزید تصدیق کے لئے ایسا کیا جاتا ہے کہ کبھی ایک یا اس سے زیادہ آدمی دیکھ لیتے ہیں تاکہ پورے طور پر اس کا یقین ہو جائے اور کوئی ابہام نہ رہے۔

حضرت موسی جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ

میں نے غالباً پچھلے سال خواب سنایا تھا کہ حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، لکھنؤ میں اپنے استاذ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں درس کے لئے، پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے، تو خواب عرض کیا کہ آج سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ترکیسر جاکر موسی جی مہتر سے بیعت ہو جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کس طرح پہنچے، تو اس کی پورے طور پر نشاندہی فرمائی کہ لکھنؤ سے سفر کر کے بمبئی پہنچو، وہاں سے کیم اترو، کیم سے پیادہ پا ترکیسر کا راستہ ہے، پیدل وہاں پہنچ کر معلوم کرو کہ جامع مسجد کہاں ہے، تو جامع مسجد کے محلّہ میں ان کا یہ مکان ہے اور یہ ان کی شکل و صورت ہے۔

استاذ محترم مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خواب سنا، تو ارشاد فرمایا کہ تأمل کی کیا بات، جب کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر واضح حکم موجود ہے اتنی تفصیل کے ساتھ، وضاحت کے ساتھ؟

چنانچہ سفر کیا، بمبئی، کیم اترے، وہاں سے پیادہ پا ترکیسر پہنچے، وہاں پہنچ کر جامع مسجد کا محلّہ معلوم کیا اور حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے سامنے جب پہنچے، تو دیکھا کہ حضرت موسیٰ جی بیلوں کو چارہ ڈال رہے ہیں۔

انہوں نے پہنچ کر جب سلام کیا، السلام علیکم، تو حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ ان کی طرف متوجہ ہوئے، دیکھا اور فرمایا کہ وعلیکم السلام، خواب دیکھ کر تشریف لے آئے؟ دیکھئے، جس طرح انہوں نے دیکھا تھا، تو یا تو حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کو کشف ہو گیا ہوگا، یا اسی طرح کا خواب انہوں نے بھی دیکھا ہوگا۔ ان کا قصہ بھی بتایا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سماع ہوتا تھا۔ حکومت وقت کے محتسب تھے قاضی سنامی، انہیں اس پر اشکال تھا کہ یہ سماع کیوں منعقد کرتے ہیں، بار بار انہیں ٹوکا اور ٹوکنے کے باوجود بھی جب حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سماع ہوتا رہا، تو ایک دن خود حاضر ہوئے اور خود گفتگو کی۔ تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا دیں تو؟ تو انہوں نے کہا بہت اچھا۔

چنانچہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کی برکت سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت ہوئی، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ معذور ہیں، ان کو ان کے حال پر رہنے دو۔ تو قاضی سنامی نے عرض کیا کہ حضرت! ہم تو آپ کی ظاہری شریعت کے مکلّف ہیں، تو اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

مراقبہ کے بعد نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی آپ نے خود ارشاد سن لیا؟ تو کہنے لگے کہ آپ نے میرا جواب بھی سن لیا کہ میں نے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم تو یا رسول اللہ! آپ کی ظاہری شریعت کے

مکلّف ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر بھی حجت ہے، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک اور فعل مبارک حجت ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب نے ایک مرتبہ بہت اچھا جملہ ارشاد فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اتفاق پر ایمان نہیں رکھتا، یعنی لوگ یوں کہتے ہیں کبھی کہ اتفاقاً ایسا ہوگیا کہ میں وہاں کھڑا ہوگیا ورنہ ایسا ہوجاتا، اتفاقاً یوں ہوگیا، تو یہ جملہ غلط، گویا یہ جملہ اتفاقیہ کہنا، یہ تقدیر سے ایمان کو ہٹاتا ہے، تو یہ اتفاقاً ایسا نہیں ہوجاتا کہ دونوں خواب دیکھ لیتے ہیں، بلکہ ایسا باقاعدہ ترتیب سے اور انتظامی طور پر ایسا ہوتا ہے۔

سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ رقدہ کے متعلق اس زمانہ کے ایک بزرگ تھے انبالہ کے، سائیں توکل شاہ صاحب، تو انہیں کشف بہت ہوتا تھا۔

علماء، طلبہ کبھی ان کے پاس تحریر لے کر جاتے، تو بالکل امی تھے، پڑھے ہوئے نہیں تھے، مگر جیسے ہی قرآن پاک کی آیت کا کوئی ٹکڑا ایک کاغذ کے اوپر لکھ کر ان کے سامنے کیا، تو اس کی طرف ایک نظر فرما کر ارشاد فرماتے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

کوئی حدیث کا ٹکڑا کاغذ کے اوپر لکھ کر سامنے کیا تو فرماتے کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔

کسی اور کا کوئی قول لکھ کر کاغذ کے اوپر دکھایا گیا، تو اس تحریر کو دیکھ کر فرما دیتے کہ یہ نہ اللہ کا کلام ہے، نہ اس کے رسول کا کلام ہے۔

کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ تو پڑھے ہوئے نہیں ہیں، تو آپ کو یہ کیسے پتہ چل جاتا ہے

کہ یہ خدا کا کلام ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے؟

انہوں نے کہا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی کلمات، بابرکت کلمات کا ایک خاص نور ہے، اور یہ اللہ کے کلام سے ایک الگ روشنی اور نورانیت رکھتے ہیں، تو مجھے، نور کے رنگ کو دیکھ کر، اس کی نورانیت کو دیکھ کر پتہ چل جاتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اور جب میں ان دونوں میں سے کسی قسم کی نورانیت اس میں نہیں دیکھتا، تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ اور کسی کا کلام ہے۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

وہ مجذوب تھے، تو انہوں نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں میاں مولوی رشید احمد کو دربارِ رسالت میں مسندِ افتاء پر فائز دیکھتا ہوں، کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں، افتاء کا کام ان کو سونپا گیا ہے اور مفتی بن کر فتوے دے رہے ہیں۔ تو یہ تو ان کا اپنا خواب ہوگا یا بیداری میں مکاشفہ ہوگا۔

ادھر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک منبر کے اوپر بٹھایا اور منبر پر بٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مسائل معلوم کرنا شروع فرمائے امتحان کے لئے۔ جس طرح طلبہ سے امتحان لیا جاتا ہے، تو مجلس میں بٹھا کر، منبر کے اوپر بٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائل پوچھنے شروع فرمائے۔ ایک مسئلہ، دوسرا، تیسرا، سو سوالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمائے، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سو (۱۰۰) سوالات فرما کر، جب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے اس کا صحیح جواب دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو افتاء کی سند دی گئی۔

یہ یہاں گنگوہ میں سند پا رہے ہیں، اور سائیں توکل شاہ صاحب ایک امی ہیں، مجذوب ہیں،

وہ انبالہ کے گلی کوچوں میں رہتے ہیں، مگر دونوں ایک ہی طرح کے، ان کا کشف، وہ بھی وہی کہتا ہے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دیکھا، وہ بھی وہی، تو یہ توافق اور اتفاقیہ ایسا نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تبارک وتعالی باقاعدہ اس کا انتظام فرماتے ہیں، اور یہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبین میں سے ہوتے ہیں، ان کے ساتھ یہ خصوصی طور پر اس کا انتظام کیا جاتا ہے۔

اسی لئے طلبہ کو بھی جب انہوں نے اعتکاف چالیس دن کا چلہ شروع کیا، اور اعتکاف کیا، تو اس دوران میں میں نے ان سے یہی عرض کیا کہ دیکھئے، ہمیں ہمارے اکابرین کے حالات کو دیکھنا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالی نے ان کو کس قدر نوازا تھا۔ یہی کتابیں، یہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اور کلام اور وہ اس کے شغف کے نتیجہ میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے تھے، ان کے دلوں کو صفاءِ قلب کس قدر نصیب ہوتا تھا۔

جلاءِ قلب کا ایک اور واقعہ

ایک فقیہ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ مجلسِ درس میں درس دے رہے ہیں، اللہ کے ایک نیک بندہ کا ان پر گزر ہوا، تو دیکھا کہ وہ حدیث بیان کر رہے ہیں، بیان کرتے ہوئے انہوں نے جب ایک حدیث پڑھی تو انہوں نے ان کو ٹوکا۔ مولانا صاحب سے، جو مدرس اور فقیہ ہے انہوں نے ان سے کہا کہ حضرت! یہ حدیث نہیں ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ آپ کو اس کا کیا پتہ؟

انہوں نے اشارہ کیا، اس طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ آپ کے سامنے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ میری حدیث نہیں ہے۔

جب انہوں نے وہ حدیث بیان کرنی شروع کی تھی، تو اس وقت تک ان کے سامنے جو مدرس تھے، ان کے سامنے وہ منظر نہیں تھا، اس لئے انہوں نے وہ حدیث پڑھی کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کا کلام ہے، مگر جب اس بزرگ نے ٹوکا اور یہ کہا کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ میرا کلام نہیں ہے، تو خود مدرس کے سامنے بھی وہ منظر آ گیا، اور وہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ میری حدیث نہیں ہے۔ تو کس قدر ان کے قلوب میں جلاء اور صفاء قلب پیدا ہو جاتا ہوگا۔

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوالحسن شاذلی، شاذلیہ سلسلہ کے بہت بڑے بزرگ ہیں، یہ مصر اور مغرب اور افریقہ کے ملکوں میں شاذلیہ سلسلہ ہے، جس طرح ہمارے ملکوں میں سلسلہ چشتیہ اور نقشبندیہ رائج ہے اس سے زیادہ وہاں یہ شاذلیہ سلسلہ رائج ہے، تو اس کے بہت بڑے شیخ ہیں ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ۔

وہ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اللہ اکبر! وہ فرماتے تھے ایک پلک جھپکنے کے بقدر بھی اگر میرے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں حجاب واقع ہو جائے اور پردہ ہو جائے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم رہوں، تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے شمار نہ کروں۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ ایک مرتبہ کوئی گفتگو ہو رہی تھی اور اس طرح کا بیان چل رہا تھا، تو حضرت فرمانے لگے کہ میرے ساتھ، میرے اوپر ایک زمانہ گزرا ہے، ایک طویل عرصہ گزرا ہے کہ میں نے اپنا کوئی کام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھے بغیر نہیں کیا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق میں نے کسی جلسہ میں یہ عرض کیا تھا کہ جب انگلینڈ کے پہلے سفر کے موقع پر میں نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے جا کر عرض کیا کہ حضرت!

اس مرتبہ ہندوستان جاتے ہوئے انگلینڈ ہوتے ہوئے تشریف لے جائیں، تو حضرت نے فرمایا تھا کہ تمہیں تو میرا حال معلوم ہے، یعنی میں اپنی طرف سے کوئی رائے نہیں رکھتا، فیصلہ وہاں سے ہوتا ہے، مجھے کہنے کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا شروع کیا، تو اس کے بعد ایک نے، دوسرے نے، تیسرے نے، ہندوستان، پاکستان سے متعدد خطوط آنے شروع ہو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حضرت شیخ کا سفر ہو رہا ہے اور بعضوں نے صراحت کے ساتھ دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیخ کے ساتھ انگلینڈ کے سفر میں ساتھ ہیں، تو یہ ان حضرات کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے، ان کی محبوبیت کے نتیجہ میں، ایک انعام کے طور پر یہ دولت ملتی ہے۔

اس کی کوشش ہر مسلمان کو کرنی چاہئے کہ میرے اندر وہ اوصاف پیدا ہوں، کس طرح یہ اوصاف اپنے اندر پیدا کئے جائیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق مناسبت سے ہوتا ہے۔ انسان اپنی طبیعت میں جتنی زیادہ سے زیادہ مناسبت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ کرے گا اور اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرے گا کہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی میں ودیعت تھے اور انداز، چلنا، پھرنا، لباس، جو لباس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا وہ اس کو پسند ہو، جو چیزیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھیں وہ اسے پسند ہوں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میں نے پچھلے سال بھی عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ تبلیغی جماعت کے بانی، سب رات کو جب سو گئے، تو ایک بجے کے بعد حضرت کے خادم نے دیکھا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب صحن میں اکیلے چل رہے ہیں، کہ صحن کے ایک کنارہ سے چلنا شروع کرتے ہیں، دوسرے کنارہ تک پہنچتے ہیں، پھر وہاں سے واپس لوٹتے ہیں، پہلی جگہ پر واپس

آتے ہیں، تو جب حضرت نے اس طرح کئی چکر لگائے، تو حضرت کے خادم فرماتے ہیں کہ مجھے یہ دیکھ کر اشکال ہوا کہ شاید حضرت کی کچھ طبیعت ناساز ہوگی، تو میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا کہ حضرت! کیا بات ہے؟ کوئی تکلیف ہے؟

حضرت مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال چلنے کی مشق کر رہا ہوں۔ حدیث میں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ہموار زمین پر چلتے تھے کہ جس طرح کسی بلند جگہ سے پہاڑ پر سے انسان اتر رہا ہو، تو اس وقت اترنے کے وقت انسان ذرا سا آگے جھکا ہوتا ہے، پیر کے اگلے حصہ کی طرف وزن زیادہ، پچھلے حصہ پر وزن کم ہوتا ہے، تو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے، تو میں اس طرح چلنے کی مشق کر رہا ہوں۔ تو اس طرح انسان اپنی وضع قطع میں، چال ڈھال میں، ہر چیز میں اس کی کوشش کرے کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ نہایت نرم، طبیعت میں نہایت نرمی تھی، قرآن خود کہتا ہے **وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ**، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں سختی نہیں تھی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرہ شریفہ میں ہیں، ان کی باری ہے، ان کے یہاں کھانا نوش فرما رہے ہیں۔ اتنے میں باندی ایک پیالہ لے کر آئی جس میں سالن تھا۔ چونکہ دوسری زوجہ مطہرہ کے یہاں سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں اس نے وہ پیالہ پہنچایا، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ گوارا نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں ہیں اور تم نے یہاں کھانا بھیجا۔

ان کو غصہ آیا۔ انہوں نے باندی کے پیالہ پر ہاتھ مارا اور وہ پیالہ گر گیا، سالن بھی گر گیا، برتن

بھی ٹوٹ گیا، مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی غصہ نہیں فرمایا، مسکرا کر ایک جملہ فرمایا **غَارَتْ اُمُّکِ**، باندی سے فرمایا کہ یہ تمہاری ماں نے غیرت میں ایسا کیا ہے، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سے پیالہ اٹھا کر ان کو دے دیا۔ تو انسان کوشش کرے کہ میری طبیعت میں بھی سختی، غصہ اور جتنی طبیعت کی، مزاج کی برائیاں ہیں، وہ ساری دفع ہو جائیں۔

اس طرح انسان اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پڑھ کر اس کو اپنے اندر اتارنے کی کوشش کرے، کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ظلم دیکھا نہیں جاتا تھا، کوئی برائی، کوئی بری چیز، کوئی برا منظر، تو اس طرح میری طبیعت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نرم اور نازک ہو جائے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ جب یہاں تشریف لائے تھے، تو میں نے اس وقت اساتذہ کا ایکسیڈنٹ کا حادثہ پیش آیا تھا، تو میں نے بیان کرنا شروع کیا، تو حضرت نے مجھے ٹوک دیا۔

حضرت کی طبیعت بھی اتنی نرم اور نازک تھی کہ اس کی تفصیل سن نہیں سکتے تھے، کہ اس طرح کار کا ایکسیڈنٹ ہوا، سر میں سے خون بہہ رہا تھا، اور بازو کٹ گیا تھا اور ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اور بے ہوش پڑے تھے، تو یہ طبیعت میں اس قدر رحمت ہو، انسانوں پر رأفت ہو، دوسروں پر ترحم ہو۔

یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جس قدر زیادہ انسان کے اندر ہوں گی، تو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی مناسبت کے نتیجہ میں حق تعالیٰ شانہ اسے نوازتے ہیں۔ کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح بیداری میں زیارت نصیب ہوتی ہے، کسی کو خواب میں زیارت ہوتی ہے، اس کے بعد انہوں نے پھر ایک درجن بزرگوں کے نام گنوائے کہ یہ بزرگ وہ

ہیں کہ جن کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں بھی زیارت ہوتی تھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

یہ جو آپ کی کتاب ہے صحیح بخاری، آپ کہیں جانا چاہتے ہوں، تو کوشش کرتے ہیں کہ آسان سے آسان تر راستہ کہیں سے مل جائے، تو یہ مشقتیں اٹھا کر کے، ریاضتیں کر کے، مجاہدے کر کے اور عبادات کی کثرت کے ذریعہ بھی انسان مقبولین میں سے ہو سکتا ہے، مگر آسان ترین راستہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے انسان مناسبت پیدا کر لے، اس کو سب کچھ مل جائے گا، ان سے زیادہ ملے گا جو ہزاروں رکعت نفل پڑھنے والے ہیں، صائم رہنے والے ہیں، ان سے زیادہ صرف اتنی مناسبت پیدا ہو جانے کی برکت سے ملے گا۔

اب یہ اتنا بڑا کارنامہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو انجام دیا کہ انہوں نے یہ ایسی عظیم الشان کتاب تالیف فرمائی، کتنے بارہ سو سال سے زیادہ گذر گئے ہیں، اب تک اس کا اسی طرح درس ہو رہا ہے جس طرح ان کے زمانہ میں اس کا درس ہوتا تھا، تو آخر اس کی کیا وجہ تھی؟

میں نے بتایا کہ اس کی وجہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظرِ کرم۔ بس انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی مناسبت پیدا کر لے، اس دربارِ عالی سے ایسی ایک نظرِ کرم ہو گئی بیڑا پار، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو کارنامہ انجام دیا، کیسے؟ کہ ان کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ کوئی صحیحِ بخاری اور صحیح حدیثیں جمع کرنے کا اور صحیح، **الجامع الصحیح** یا کوئی کتاب حدیث کی لکھنے کا کوئی ارادہ نہیں، کوئی خیال نہیں، مگر طبیعت میں پہلے سے صلاح، تقوی، اور درستی تھی، تو اس کے نتیجہ میں ادھر سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم ہوئی۔

خواب میں دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ پنکھا جھل رہے ہیں، مکھیاں اڑا رہے ہیں، تو ان کو کوئی تعبیر سمجھ میں نہیں آئی اس لئے کہ نوعمر تھے، معبر سے جا کر انہوں نے اپنا خواب بتایا کہ میں خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکھیاں دور کر رہا ہوں اور پنکھا جھل رہا ہوں، اس کی کیا تعبیر؟

انہوں نے اس کی تعبیر یہ دی کہ تم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے کذب کو اور جھوٹ کو دور کرو گے اور صحیح حدیثیں لکھنے کا کام تم سے لیا جائے گا۔ بس اس کے بعد انہوں نے یہ سولہ سال کی عمر میں یہ کام شروع کیا اور سولہ سال کے عرصہ میں یہ ایسی عظیم الشان کتاب انہوں نے مکمل کر لی۔

چونکہ انہوں نے اس کی عظمت کو سمجھا۔ اب ہم سارا سال، یہ ہزاروں حدیثیں پڑھ لیتے ہیں، مگر ہمارے اندر وہ عظمت اس کلام کی نہیں ہوتی، اس مجلس کا جو ادب ہونا چاہیئے وہ نہیں ہوتا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ کام شروع کیا، تو اب اتنی ہزاروں حدیثیں اپنے ہاتھ سے لکھنا، ایک یہ کیا کام کم تھا کہ انہوں نے تہیہ کر لیا کہ ہر حدیث کو اپنی کتاب میں جگہ دینے سے پہلے وہ باقاعدہ غسل فرماتے۔ ظاہر ہے کہ سولہ سال کے عرصہ میں وہ کوئی پندرہ بیس ملکوں میں رہے، جس کے دوران یہ کتاب مکمل ہوئی اور وہاں سردی کا، سخت سردی کا زمانہ بھی آیا ہوگا، اور ایسے حالات میں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا وہ معمول جاری رکھا کہ ہر حدیث کو اپنی کتاب میں لکھنے سے پہلے غسل فرماتے، دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر اس کے بعد استخارہ فرماتے، کہ میں یہ حدیث اپنی کتاب میں لکھوں یا نہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ یہ وہی صوفیہ والا مراقبہ ہوتا تھا کہ انہیں ضرور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس میں بتایا جاتا ہوگا کہ ہاں، یہ حدیث صحیح ہے یا صحیح نہیں ہے، تو اس استخارہ کے بعد، غسل، دو رکعت نماز، پھر استخارہ، پھر اس کے بعد اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حدیث ہونے کا اطمینان ہوتا تب اس حدیث کو وہ اپنی کتاب میں جگہ دیتے۔

اس قدر تعظیم کا نتیجہ آپ نے دیکھا کہ ہر سال آپ کے حالات میں سنتے ہیں کہ جب ادھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوتا ہے اور دوسرے علاقہ میں، دوسری جگہ پر ایک صاحب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی ہے اور دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گویا کسی کے انتظار میں ہیں، انہوں نے پہنچ کر پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کو کسی کا انتظار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، ابوعبداللہ محمد ابن اسماعیل بخاری کا انتظار ہے۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا، تو پھر مجھے یاد آیا کہ اوہو! یہ جس وقت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہورہا تھا، عین اسی وقت میں میں نے یہ خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے انتظار میں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبتِ تامہ نصیب فرمائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبین میں سے فرمائے۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان پاکستان میں کئی ہزار مدارس ہمارے حنفیوں کے ہیں، شوافع کے ہیں، اور جتنے ہزار ہمارے ہیں، اگر دس ہزار ہمارے مدارس ہیں، تو مشکل سے ان کے دس مدارس میں صحیح بخاری کی تعلیم ہوتی ہوگی۔ وہاں دارالعلوم دیوبند میں ایک مدرسہ میں جتنی طلبہ کی تعداد ہے، ان کی وہاں ہندوستان پاکستان، پورے مشرق کے طلبہ ملا کر اتنے نہیں ہوتے ہوں گے صحیح بخاری کے پڑھنے والے، مگر چونکہ جب کوئی فتنہ پھیلایا جاتا ہے تو اس کے لئے ایک نعرہ لگایا جاتا ہے۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ بالکل نوجوان تھے اور ابھی آپ نے تدریس بھی شروع نہیں فرمائی تھی، تو سنا کہ گنگوہ میں کوئی مناظرہ ہونے والا ہے، تو سب سے پہلے طلبہ ایسے موقع پر پہنچ جاتے ہیں، تو وقت سے پہلے غیر مقلدین کے مناظر وہاں پہنچے ہوئے تھے، تو انہوں نے اپنا بیان شروع کردیا اور وہاں ہمارے بزرگوں میں سے جو مناظر تھے ان کو پہنچنے میں

دیر ہو گئی۔

انہوں نے چیلنج شروع کر دیا، للکارنا شروع کر دیا، اور بیان میں کہنے لگے کہ یہ صحیح بخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا، حدیثیں پڑھنی شروع کر دیں، تو حضرت مولانا انور شاہ کشمیری نوجوان تھے، طالب علم تھے، ان سے رہا نہیں گیا، وہ فوراً پہنچے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اسٹیج پر جا کر کے ان سے کہا کہ آپ نے یہ حدیث بیان کی، تو تم نے یہ بخاری شریف پڑھی ہے؟ تو وہ ہنسنے لگے، کہنے لگے کہ اتنے سال پڑھائی ہے اور اس قدر خدمت کی ہے، تو وہ کہنے لگے بیٹے! مولانا انور شاہ صاحب تو نوجوان تھے، طالب علم تھے، وہ کہنے لگے بیٹے! تمہیں بخاری سے کیا واسطہ؟

مولانا انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں بخاری شریف سناؤں؟ تو جس طرح حافظ اپنے استاذ کو پارہ سناتا ہے، تو اس طرح مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف، **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، باب کیف کان** سے پڑھنی شروع کر دی، ایک صفحہ، دو صفحے، تین صفحے، ایک جزء ہوا، ایک پارہ ہوا، دوسرا پارہ ہوا، مسلسل پڑھتے چلے گئے۔

وہ آخران کا عالم تھا، ان کی جماعت کا، تو جب اس نے ڈھائی پارے سنے کہ یہ تو بغیر رکے حافظ جس طرح سے تراویح میں پڑھتے ہیں، تیز تیز پڑھتے چلے جا رہے ہیں، تو وہ اسٹیج پر سے اتر کر میدانِ مناظرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ہم ان سے کہتے ہیں کہ تمہیں صحیح بخاری سے کیا تعلق؟ اور ہر جگہ بخاری، بخاری۔ تو قصہ یہ ہے کہ الحمد للہ، دارالعلوم کے قیام سے جہاں مسلمانوں کو دینی نفع پہنچا، تو اسی طرح ہمارا جو بریڈ فورڈ میں بچیوں کا جامعہ ہے اس سے بھی مسلمانوں کو کچھ نہ کچھ نفع، فائدہ پہنچا ہوا ہوگا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ وہاں کی ایک بچی، اس کے والدین نے اس بچی کا رشتہ کسی جگہ کرنا چاہا، تو بچی نے اس پر اشکال کیا کہ مجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے، والدین نے کہا کیوں؟ تو بچی نے کہا کہ یہ سلفی ہے، تو بے چارے عوام، وہ کیا جانے کہ غیر مقلد کیا، سلفی کیا، کہا کہ سب مسلمان ایک ہیں، تو

بچی نے کہا کہ ایسا نہیں ہے، ان کے عقائد، ان کے مسائل، ان کے فتاویٰ ہم سے بہت مختلف ہیں۔ پھر اس بچی نے وہ مسائل اور وہ فتاویٰ جن میں ہمارا ان کے ساتھ اختلاف ہے وہ ان کو لکھ کر دئے، ان کے اپنے والدین کو، کہ اتنا شدید اختلاف ہے، اس پر پوری تحقیق کی اور مواد جمع کیا۔

انگلینڈ دار الحرب نہیں ہے

ایک مرتبہ سیونتیز میں ایک دوست کا فون آیا گلوسٹر سے، وہ کہنے لگے کہ یہاں ایک بزرگ تشریف لائے ہیں، انہوں نے عام مجمع میں یہ بیان فرمایا، کہ یہ انگلینڈ دار الحرب ہے اور یہاں سود لینا جائز ہے۔ تو میں نے کہا کہ یہ ملک دار الحرب نہیں ہے دوبارہ اچھی طرح پوچھ لیں، تحقیق کر لیں، انہوں نے کہا اچھی بات ہے، بے چارے نے حجت نہیں کی، فوراً مان گئے۔

پھر دوسرے دن فون کیا، کہ کل آپ نے کہا تھا کہ پھر پوچھ لیں، تو ہم گئے دوبارہ مجمع میں، جہاں مجلس ہو رہی تھی مسجد میں سب کے سامنے، کہ حضرت! کل آپ نے فرمایا تھا کہ انگلینڈ دار الحرب ہے سود لینا جائز ہے، تو لے سکتے ہیں؟ استعمال کر سکتے ہیں؟

وہ کہنے لگے، ہمارے پاس اس کی ٹیپ ہے، انہوں نے کہا کہ لے سکتے ہیں، کھا سکتے ہیں، کھلا سکتے ہیں، تو عوام میں سے کچھ لوگ تو ذرا لطف لینے والے ہوتے ہیں، تو کسی نے پیچھے سے پوچھا کہ حضرت چندے میں دے سکتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ان پیسوں سے چندہ بھی دیا جا سکتا ہے، مسجد میں بھی دے سکتے ہیں، کعبۃ اللہ پر بھی خرچ کر سکتے ہیں۔

جب یہ ہم نے فتویٰ سنا، تو جس طرح اس بچی نے تمام مواد جمع کیا، تو ہم نے بھی اس کے متعلق مسائل جہاں جہاں دار الحرب سے متعلق آتے ہیں، وہ جمع کئے کہ اگر کوئی ملک دار الحرب ہو، تو اس کے احکام اور کیا ہیں، صرف یہ کہ سود لینا جائز کہہ دینا آسان ہے مگر سود کے علاوہ دار الحرب کے اور احکام کیا ہیں وہ بھی جاننا چاہئے۔

اس طرح کے بہت سے علماء جو باہر سے آتے ہیں، تو یہاں کے رہنے والوں کے لئے حکومتی، انتظامی اور سیاسی طور پر بڑی مشکلات پیدا کر جاتے ہیں۔ اب یہ جملہ کہنا اس ملک میں رہتے ہوئے کہ یہ ملک دار الحرب ہے، جہاں اتنے لاکھوں مسلمان آباد، اتنی مساجد یہاں آباد، کوئی انسان کسی فیصلہ سے پہلے، فتوی سے پہلے کچھ تو عقل کو استعمال کرے کہ حکومت کیا سوچے گی، یہاں کے عوام مسلمانوں کے متعلق، آگے ان کے متعلق کیا رائے رکھیں گے۔

ابھی مولانا چاند یہ صاحب نے بتایا کہ انہوں نے اس ملک میں پرائمری سے لے کر پی ایچ ڈی تک پڑھا، ایک پینی ان کو خرچ نہیں کرنی پڑی، حکومت نے ان کو تمام سہولتیں مہیا کی، اتنے ملکوں میں یہاں بیٹھ کر یا وہاں جا کر کے انہوں نے جو پی ایچ ڈی سے متعلقہ مواد حاصل کیا، تمام اخراجات انہوں نے ان کو ادا کیئے۔ آخر ان کو کیا پڑی کہ شیخ علی متقی کا ایک مخطوطہ اگر اتنے صدیوں سے کہیں گمنامی میں پڑا ہوا ہے، تو وہ دوبارہ منظر عام پر آنا چاہیئے، لیکن جس طرح انہوں نے بتایا کہ ایک جستجو ہے، تشنگی اور پیاس ہے، علم کے خاطر سب کچھ کرتے ہیں۔

احکامِ دار الحرب

انہوں نے یہ کچھ نہیں سوچا ہوگا، اس طرح کے فتوے دینے والے حضرات، کہ یہاں کے مسلمانوں کا کیا ہوگا، تو پھر ہم نے وہ تمام احکام جمع کئے، تو بہت سی چیزیں ہیں۔

اس میں ایک چیز آپ یہ آسانی سے یاد رکھ سکتے ہیں کہ اگر کسی ملک کو دار الحرب مان لیا جائے، تو وہاں اپنی بیوی سے ہمبستری ناجائز ہے۔ کسی ملک کو دار الحرب مان لیا جائے، تو وہاں جو کچھ ملک، مملوکہ چیزیں ہیں وہ اس ملک سے جاتے وقت جتنی آپ لے جا سکتے ہیں باہر لے جائیں، جب اس ملک کے حدود سے آپ باہر نکلے تو وہ آپ کی نہیں رہیں گی، وہاں بیت المال میں آپ کے لئے جمع کرانا فرض ہو گیا، آپ کی نہیں وہ اور ان میں سے کوئی چیز ایک تنکا بھی اس کی ملکیت نہیں رہتی۔

اس لئے حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ تشریف لائے، تو ان سے میں نے کہا تھا، انہوں نے والسال میں پھر اس پر بیان بھی کیا اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو کسی ملک کو دار الحرب مان بھی لیا جائے اور اول تو یہ ملک دار الحرب ہے یا نہیں، اس کا تو خود ہی انہوں نے کہا فیصلہ کر لیا کہ دار الحرب ہے، لیکن کسی ملک کے متعلق اگر یہ فیصلہ بھی ہو کہ یہ دار الحرب ہے، تو اس میں سود کے لینے کا جواز کسی طرح بھی نہیں ہوسکتا، کیوں کہ انہوں نے پھر اس کو سمجھایا اور ارشاد فرمایا کہ جو ان حضرات کی بنیاد ہے، جو یوں کہتے ہیں کہ دار الحرب میں سود لینا جائز، وہ کہتے ہیں کہ مقولہ ہے آدھی سطر کا، کہ **لا ربا بین مسلم و حربی فی دار الحرب.**

انہوں نے کہا کہ اول تو یہ حدیث نہیں، ایک تابعی کا قول ہے، مکحول شامی کا قول تو کہاں یہ بیچارے مکحول شامی اور ان کا یہ قول اور وہ قول بھی محتمل کہ **لا ربا** میں اس کے معنی کیا ہیں، یا متیقن نہیں کہ یہ کہنا کہ ربا جائز نہیں ہے، یہ تو زیادتی ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ قرآن پاک کا پورا رکوع ہے، حدیث پاک کا پورا ذخیرہ ہے، جس میں ربا کی لعنت اور اس کی برائی بیان فرمائی گئی، اور اس کی برائی مفتی صاحب نے فرمایا کہ ایک حدیث میں ہے کہ سود کا ایک درہم اپنی ماں سے چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی برا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر مقدس زبان مبارک اور کس چیز سے تشبیہ دی جا رہی ہے، زنا سے، وہ بھی اپنی ماں سے اور وہ بھی چھتیس مرتبہ، جس قدر برائی ہوسکتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی برائی بیان فرما دی۔ تو یہ تمام احادیث ایک طرف، قرآن پاک کا رکوع فرمایا کہ اس کو ایک پلڑے میں رکھو، بیچارے مکحول شامی کا یہ قول لے لینا کہ **لا ربا بین مسلم و حربی فی دار الحرب**، تو یہ اجتہاد، ایسے مجتہدین ہی ایسا اجتہاد کر سکتے ہیں، تو اس وقت ہم نے کافی پھر ان مسائل کی تحقیق کی جو سود سے اور دار الحرب سے متعلق تھے۔

اسی طرح اس بچی پر یہ مصیبت آفت آئی، تو اس نے بھی بہت سارے مسائل جو کسی طرح عقل میں بھی نہیں آتے، اس نے پوری ایک فہرست لکھ کر اپنے والدین کو لکھ کو دی۔

اس نے لکھا کہ چاروں مذاہب کا اس پر اجماع ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مرتبہ میں اکھٹی تین طلاق دے دے تو تین طلاق دے، ہوگئی، واقع ہوگئی۔ تو بچی کہتی ہے کہ ابا یہ تو مجھے تین طلاق دینے کے بعد مجھے بھی یہ کہے گا تم تو میری بیوی ہو، کیا آپ اس کو مانو گے؟، تو باپ کہتا ہے کہ واقعی یہ ایسا کہتے ہیں، کہ تین طلاق دینے کے بعد بھی وہ بیوی طلاق سے نہیں نکلتی، تو عقل دیکھیں کہ ایک طلاق دے دے تو نکل جاتی ہے اور تین طلاق دے دے تو نہیں نکلتی۔

اچھا میں جلدی جلدی اور لمبی بحث میں نہیں جاتا۔ اس پر تو تقریباً بارہ سو، چودہ سو صفحات کا ایک ضخیم، ایک خصوصی نمبر خود ان کے دار الافتاء ریاض سے شائع ہوا ہے، اور اس وقت کے موقر مفتیانِ کرام کے سب اس پر دستخط ہیں کہ بالاجماع یہ تین طلاق ایک دفعہ میں دی جائے واقع ہو جاتی ہے۔

پھر وہ بچی لکھتی ہے کہ یہ طلاق دینے کے بعد مجھے طلاق دے دے گا اور کہے گا کہ تم تو میری بیوی ہو، اور میں کہوں گی کہ تم نے مجھے طلاق دی، تو وہ کہے گا کہ میں نے تو غصہ میں دے دی تھی، تو ان کے یہاں غصہ میں طلاق واقع نہیں ہوتی، تو آپ بتائیں کہ جس بیوی سے پیار ہوگا تو کوئی طلاق دے گا بیوی کو؟ وہ طلاق تو دی ہی جاتی ہے غصہ کی حالت میں، تو جن کے یہاں تین طلاق واقع نہیں ہوتی، جن کے نزدیک غصہ کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی، تو بچی کہتی ہے کہ میں ایسے شوہر کے ساتھ کیسے رہ سکتی ہوں؟

پھر آگے وہ لکھتی ہے کہ ایک سنت طلاق کا مسئلہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ ہو، تو اس کی عدت خواہ مخواہ لمبی ہو جائے، اس سے بچنے کے لئے ایسے طہر میں اس کو طلاق دی جائے، ایسے مہینہ میں کہ جس طہر میں، جس مہینہ میں اس سے صحبت نہ کی ہو، تاکہ آسانی سے اس کی عدت جلدی ختم ہو جائے، تو کہتے ہیں کہ ان کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ جس مہینہ میں بیوی سے صحبت کی، پھر اسی مہینہ میں طلاق دیتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح، بڑا کام کیا ہے

اس بچی نے جس نے یہ سب جمع کیا۔

وہ لکھتی ہے کہ ان کے سب سے بڑے سمجھے جاتے ہیں ابن تیمیہ۔ عام مسلمان سمجھتے ہیں کہ یہ جو انجیل اور تورات ہے تو یہ محرف ہے، اس میں تحریف ہوئی ہے، کیوں جی، تحریف ہوئی ہے، کہ اللہ تبارک وتعالی نے جو انجیل حضرت عیسی علیہ السلام پر اتاری تھی یہ وہ انجیل نہیں، جو توریت حضرت موسی علیہ السلام پر اتاری تھی یہ وہ توریت نہیں، تو ان کے ابن تیمیہ کی رائے یہ ہے کہ ایسا نہیں، یہ وہی انجیل ہے اور وہی کلمات ہیں جو حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام پر انجیل میں اتارے گئے تھے، وہی کلمات ہیں۔

حالانکہ دار العلوم کے پہلے یا دوسرے سال میں مجھے یاد ہے کہ اس وقت ہمارے پاس یہ ہمارے نوجوان انگریزی بولنے والے علماء اب ہیں اس طرح کے علماء بھی نہیں تھے، کسی مترجم سے کام چلانا پڑتا تھا، تو ایک ان کے پادریوں کی بس بھر کر ٹیم آئی یہاں دار العلوم میں۔ پہلے انہوں نے وقت لیا کہ ہم چند آدمی آنا چاہتے ہیں، تو میں نے ان کو وقت دیا، مجھے اندازہ نہیں تھا ورنہ کسی کو بلاتے تاکہ بیٹھ کر باتیں کرتے۔

خیر وہ آئے تھے ویسے ہی دار العلوم دیکھنے کے لئے اور ایک طرح سے گویا تعلق پیدا کرنے کے لئے، کوئی اشکالات، اعتراضات، مناظرات والی بات انہوں نے نہیں کی، اور جاتے ہوئے وہ دے کر گئے انجیل اور انہوں نے کہا کہ یہ بائبل، یہ چند ماہ پہلے ہی طبع ہوئی ہے، اور اس میں بہت سی اصلاحات کی گئی ہیں جو اس سے پہلے ایسی اصلاحات نہیں کی گئی تھیں، تو خود یہ اس کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمیشہ ان کے یہاں یہ کام ہوتا رہتا ہے۔

اب یہ اللہ تبارک وتعالی کے لئے کیا لکھا جائے، مذکر کا کلمہ یا مؤنث کا، ابھی ابھی یہ مسئلہ زیر بحث ہے اور پتہ نہیں کیسے کیسے مسائل، یہ ابھی لواطت کا مسئلہ بھی ان کے یہاں زیر غور ہے، تو اب یہ تمام تحریفات تو ان کے یہاں شروع سے چلی آرہی ہیں۔

وہ بچی کہتی ہے کہ توریت اور انجیل میں وہ کہتے ہیں کہ لفظی تحریف بالکل نہیں ہوئی، صرف اس

کے معنی اور مطلب میں تحریف ہوئی، تو یہ اجماعی مسئلہ، صدیوں سے جو اجماع چلا آرہا ہے اس کے خلاف۔

اسی طرح اور آگے چلیں، جب یہ انسان کا اس طرح کا مزاج ہو جاتا ہے تو وہ آگے ہی بڑھتا رہتا ہے ہر چیز میں، تو انہوں نے ابن تیمیہ نے ایک جگہ لکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تین سو سے زیادہ غلطیاں مجھے معلوم ہیں، اور آپ ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق خطبے میں سنتے ہیں و اَقْضَاهُم علی، کہ ان کے قضا اور فیصلہ میں غلطی ہوتی ہی نہیں تھی اور پوری ایک لمبی فہرست ہے، میں آپ کو اب وقت نہیں کہ اس کو سنا سکوں۔

یہ میں نے اس پر سنایا کہ اللہ تبارک وتعالی کا فضل وکرم ہے کہ اب یہ دارالعلوم اور جامعہ کی برکت سے اس طرح علمی مزاج پیدا ہورہا ہے۔ خیر اب یہ تمام دلائل کو دیکھ کر ہمارے مفتی صاحب یا اساتذہ جو کچھ اس کو لکھیں گے لکھیں گے اور بھی اس میں مسئلہ لکھا کہ اگر کہیں ہمارے یہاں آتا ہے کہ حوض میں یا جو پانی کہیں ٹھہرا ہوا ہو، یا پانی کوئی دہ در دہ (10x10) نہ ہو، تھوڑا پانی ہو، اس میں اگر ذراسی کوئی نجاست ڈال دے یا ناپاک ہاتھ اس میں ڈبو دے، تو سارا پانی ناپاک۔ تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں، حدیث میں تو صرف ایک چیز کی ممانعت ہے کہ اگر اس میں کوئی پیشاب کرے تو ناپاک، ہاں اگر کوئی پیشاب کرے بوتل میں اور لے کر اس میں ڈال دے پانی میں، تو کہتے ہیں پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ یعنی سلفیوں کا ہر مسئلہ عقل سے دور۔

اسی طرح اس نے لکھا کہ ابا جان، تم نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہو، تو جمعہ کی نماز میں خطبہ بھی ہوتا ہے، دو رکعت نماز بھی ہوتی ہے تو ان کے یہاں ان کے سب سے بڑے مفتی مولانا صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ کے لئے خطبہ کی کوئی ضرورت نہیں، جس طرح اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں اس طرح یہ بھی ہے۔

کہا اور اس سے آگے، تو ان کے بڑوں میں سے دو کا حوالہ دیا ہے اس نے کہ علامہ شوکانی اور صدیق حسن خان دونوں نے لکھا ہے کہ قرآن پاک میں لکھا ہے کہ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ

مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَ ثُلاثَ وَ رُبَاعَ، کہ عورتوں سے تم نکاح کرو، دودو، تین تین، چار چار، تو دودو، تین تین، تو دودو چار، تین تین چھ، تو وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کہتی ہے کہ چار سے بھی زیادہ نکاح کئے جاسکتے ہیں۔ اباحیت اس کو کہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں جس طرح ان کے یہاں آزادی کے نام سے مزے کئے جاتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان دونوں فتنوں سے بچائے، یہ کچھ سولہ سے زیادہ اس طرح کے گندے فتاویٰ اس میں جمع کئے ہیں، میں اخیر میں حدیث پڑھ دیتا ہوں اور پھر دعا کر لیتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. بابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْط لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ اَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَ قَوْلَهُمْ يُوْزَنَ وَ قَالَ مُجَاهِد الْقِسْطَاس الْعَدْلُ بِالرُّومِيَة وَ يُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِط وَهُو الْعَادِل وَ اَمَّا الْقَاسِط فَهُو الْجَائِر حَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ اشْكَاب قَالَ حَدَّثَنا مُحَمّدُ بْنُ فُضَيْل عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعقَاع عَنْ اَبِی زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰن ، آپ بھی آخری حدیث میرے ساتھ پڑھتے جائیں، **كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰن، خَفِيْفَتَانِ عَلَی اللِّسَان، ثَقِيْلَتَانِ فِی الْمِيْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم...**

۲۳/اکتوبر ۱۹۹۹ء کا یہ بیان انٹر اسلام ویب سائٹ پر سے لیا گیا ہے۔

الحمد للّٰہ، الحمد للّٰہ کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد!

اللہ تبارک وتعالی اس مسجد کو قبول فرمائے، مسجد کے بنانے والوں، تعاون کرنے والوں، جانی مالی جس طرح جس نے امداد کی ہو، ان سب کو اللہ تبارک وتعالی قبول فرمائے۔ اس مسجد کو آباد رکھے، یہاں کی تمام مساجد، دینی مراکز، مدارس اور دینی درس گاہوں کی اللہ تعالی ہر طرح سے حفاظت فرمائے۔

دوستو! یہ مسجد کی تعمیر اور بنا لینا بڑا مبارک کام ہے، ہمارے یہاں بلیکبرن (Blackburn) میں بھی گذشتہ مہینے عظیم الشان دو مسجدوں کا افتتاح ہوا، ایک میں درسگاہوں کو ملا کر چھ ہزار نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں اس کی گنجائش ہے اور ایک مسجد میں ڈھائی ہزار کی گنجائش ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور جہانگیر

وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کے متعلق جہانگیر سے شکایت کی گئی اور شکایت کچھ اس انداز سے کی گئی۔ یہ حکومتیں بڑی کمزور اپنے آپ کو تصور کرتی

ہیں، اور اپنے آپ کو کمزور سمجھتی ہیں۔ ذراسی کسی طرف سے انہیں کوئی خطرہ کی ذراسی نشان دہی کردے، تو اوپر نیچے تہلکہ مچ جاتا ہے اور بلا وجہ، حالانکہ اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی۔

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کے متعلق مغل امپائر کا اتنا مضبوط قوی ترین بادشاہ جہانگیر، جس کا دور بہت مضبوط اور مستحکم دور رہا ہے، لیکن جب دنیا پرست علماءِ سوء سے اللہ کے ایک مقبول بندہ حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کی مقبولیت عند اللہ اور مقبولیت عند الناس نہیں دیکھی گئی، انہوں نے جہانگیر سے شکایتیں شروع کی۔ ایک شکایت، دوسری تیسری، ایک دفعہ، دوسری، تیسری، اپنی طرف سے شواہد پیش کرتے چلے گئے، یہاں تک کہ اس نے مجبور کر دیا۔ اتنی شرارتیں ہوتی ہیں، حکومتوں کو مجبور کرتی ہیں، جو اقدام وہ نہیں چاہتی، جو قوانین وہ نہیں چاہتے، انہیں بلا وجہ مجبور کیا جاتا ہے۔

جب جہانگیر کو اس کام کے لئے مجبور کیا گیا اور یہاں تک کہا گیا کہ ایک شخص ہے جس سے آپ کی حکومت کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ کیوں؟ کہ اس نے ایک بہت منظّم پیمانہ پر اپنا کام شروع کر رکھا ہے اور پہلے ماننے والے چند سو تھے، پھر ہزاروں ہوئے اور اب لاکھوں ہیں۔

پہلے پنجاب کے سرہند شریف میں ایک جگہ پر ان کا حلقہ رہتا تھا، اب انہوں نے وہاں پر اپنے آدمی تیار کئے اور آدمی تیار کر کے صرف ہندوستان نہیں، ہندوستان سے باہر بھی مختلف علاقوں میں اپنے آدمی وہ بھیج رہے ہیں اور جہاں ان کے آدمی بیٹھتے ہیں، ان کے ارد گرد لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ جہانگیر کے لئے کیا چیز مانع تھی، فوراً آرڈر دیا، امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا گیا، کہ دربار میں ان کو لایا جائے اور بادشاہ کو باور کرانے کے لئے ان کے نزدیک آخری حربہ اور دلیل کے طور پر جو چیز ہوسکتی تھی وہ انہوں نے آزمالی۔

ادھر ان لوگوں کو پتہ تھا کہ کسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس کام کے لئے تیار نہیں ہوسکتے، جس کے لئے ہم انہیں مجبور کر رہے ہیں، تو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ

اللہ علیہ سے کہا کہ اب تو اکبری دربار کا قاعدہ سجدے کا ہے۔ سجدہ تو اسلامی شریعت سے پہلے جو شریعتیں گزری ہیں، اس میں تعظیم کے طور پر تو سجدہ ہوتا رہا ہے۔

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ **فسجد الملائکۃ** ملائکہ نے انہیں سجدہ کیا۔ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے نام پر پوری ایک سورۃ نازل ہوئی۔ ان کا قصہ سورہ یوسف میں مذکور ہے۔ جب حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اپنے کنبہ کو لے کر پہنچے ہیں تو سب نے حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو تعظیماً سجدہ کیا۔

حضرت امام ربانی نے فرمایا میرا عمل، میرا عقیدہ اس سلسلہ میں واضح ہے، تمہیں معلوم ہے ہمارے یہاں شریعتِ اسلامی میں اس کی کسی طرح گنجائش نہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ روم، رومن امپائر اور پرشین امپائر کے یہاں درباری آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ! جب ان بادشاہوں کو تعظیماً سجدہ کیا جاتا ہے تو آپ تو اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سجدہ کسی کے لئے روا نہیں، وہ تو ایک ہی کے لئے ہے۔

التحیات للّٰہ

حضرت امام ربانی کا جواب سن کر وہ کہنے لگے کہ اچھا، اگر آپ درباری آداب کی بجا آوری میں جو سجدہ ہے اس کے لئے اگر آپ تیار نہیں، تو جب آپ دروازے پر قدم رکھیں، بادشاہ پر آپ کی نظر پڑے تو جھک کر سلام کر لیں۔

حضرت امام کا جواب یہ تھا کہ اس کا جواب بھی تمہیں معلوم اور میرا مزاج بھی معلوم اور شریعت کا حکم بھی تمہیں معلوم کہ جھکنا صرف اسی ایک ذات کے آگے ہے۔

اسی لئے جب ہم التحیات پڑھتے ہیں، **التحیات للّٰہ، و الصلوات و الطیبات،** یہ ہم اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ الٰہی! اگر زبان سے کسی کی تعریف کی جائے اور اسے معبود قرار دیا جائے تو وہ صرف تیری ہی ذات ہے، الوہیت کے لائق اور معبود بنانے کے لائق تیری ذات کے سوا اور کوئی نہیں۔

اگر کوئی کسی پر فدا ہو اور یوں کہے کہ میں اس کی محبت میں اس درجہ تک پہنچ چکا ہوں کہ میں اسے اپنا معبود سمجھتا ہوں، تو ان کلمات کی وجہ سے اس کا ایمان رخصت ہو جائے گا۔ زبان سے بھی کسی کو معبود قرار نہیں دیا جا سکتا، **التحیات للّٰہ و الصلوات،** تو خدا کے سوا کسی کے لئے یہ زبانی اقرار اور تلفظ کی اجازت نہیں۔

اسی طرح زبان تو ایک عضو ہے۔ انسان کا اس کے سوا جو دوسرے اعضاء ہیں، ان اعضاء کے ذریعہ بھی کسی کی تعظیم جو عبادت کی حد تک پہنچتی ہو روا نہیں۔ اسی لئے ہماری شریعتِ اسلامیہ میں سجدہ جس طرح روا نہیں، تو اسی طرح جو نماز کا جز و سجدہ کی طرح رکوع ہے، تو کسی کے سامنے جھکنے کی بھی اجازت نہیں۔

اسی لئے امام ربانی نے فرمایا کہ نہیں، نہ سجدہ کی اجازت، نہ جھکنے کی اجازت، جتنا شریعت میں حکم ہے کہ کسی مسلمان سے ملاقات ہو تو السلام علیکم اور مصافحہ، زیادہ سے زیادہ معانقہ۔

مگر امام ربانی سے گفتگو کر کے وہ بادشاہ سے ذکر کرتے ہیں کہ یہ جو ہمارے درباری آداب ہیں ان میں سے کسی کی بجا آوری کے لئے یہ شخص تیار نہیں ہے، آپ خود مشاہدہ کریں گے، دیکھیں گے کہ ہماری یہ جو اطلاع ہے، ہم آپ تک یہ خبر پہنچاتے ہیں یہ بالکل سچی ہے۔

چنانچہ امام ربانی جب پہنچے ہیں، تو جس طرح مجلس میں پہنچتے ہوئے السلام علیکم آپ کہتے ہیں امام ربانی نے بادشاہ کو اور حاضرین تمام مسلمان کو سنت کے مطابق سلام عرض کیا۔ علماءِ سوء نے بادشاہ سے کہا کہ دیکھو، ہم نے تو کہا تھا کہ یہ جھک کر سلام کے لئے بھی تیار نہیں۔ سجدہ کے لئے تیار نہیں، لیکن جھک کر سلام کے لئے بھی تیار نہیں۔

چنانچہ فوراً شاہی آرڈر جاری ہو گیا۔ بادشاہت تو ایسی ہی ہوتی ہے، جمہوریت میں کچھ نہ کچھ رواداری ہوتی ہے، کچھ مشاورت، کچھ ووٹنگ، صلاح ومشورہ۔ انہوں نے فوراً آرڈر دیا کہ ان کی تمام مملوکہ جائدادیں منقول اور غیر منقول تمام ضبط کر لی جائیں اور انہیں جیل بھیج دیا جائے۔ جہانگیر نے باقاعدہ اپنی ڈائری لکھی، اس میں اس قصہ کو لکھا۔

لکھا کہ ہمیں بتایا گیا کہ ایک شخص احمد نامی سرہند میں بزرگ بنا ہوا ہے اور بہت چالاک اور عیار ہے یہ الفاظ ہیں۔ فارسی میں اس نے عیار کا لفظ استعمال کیا اور اس نے اپنے اطراف میں ایک جماعت اکٹھی کر رکھی تھی اور اب ان کو مختلف شہروں میں اور ہندوستان کے کونہ کونہ میں ان کو خلیفہ کے نام سے بھیجنا شروع کیا ہے اور حکومت کے لئے وہ خطرہ بنتے جا رہے ہیں، اس لئے ہم نے حکم دیا کہ ان کی حویلی، ان کا باغ، ان کی تمام جائدادیں ضبط کر لی جائیں، چنانچہ اس پر عمل ہو گیا۔

جیل کے معمولات

ادھر بادشاہ نے حکم کیا کہ ان کو گوالیار کے ایک قلعہ میں لے جا کر بند کر دیا جائے، اور آگے اس میں وجہ لکھی تاکہ ان کا دماغ درست ہو، الفاظ دیکھئے۔ اب اللہ تبارک وتعالی نے بڑا خاندان عطا فرمایا تھا، نسبی، روحانی، بہت بڑا خاندان مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا، لاکھوں آپ کے ماننے والے تھے۔

وہاں گوالیار کے قلعہ سے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات لکھتے ہیں اور ان کو صبر کی تلقین فرماتے ہیں اور حضرت نے فرمایا کہ میرا یہاں پر معمول یہ ہے کہ میں داخلِ صلوۃ اور خارجِ صلوۃ، نماز کے اندر اور نماز کے باہر زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کی کوشش کرتا ہوں، اور یہاں فراغت کی وجہ سے کبھی نفلوں میں قرآن پاک کی تلاوت کی توفیق ہوتی ہے اور خارج وقت میں تلاوت کے علاوہ ذکر اللہ اور انہیں تینوں کاموں کی میں آپ لوگوں کو تلقین کرتا

ہوں کہ نہ باغ کا فکر کریں، نہ حویلی کا فکر کریں۔

اگر غم کیا جاسکتا تھا، تو کتابوں کا کیا جاسکتا تھا، ساری عمر کی کمائی وہی تھیں۔ فرمایا کہ اس کا غم ہوسکتا تھا مگر وہ بھی سب اللہ کی راہ میں، جو بھی مولیٰ قبول فرمالے اس کی بارگاہ میں ہیچ ہے۔ اس لئے کسی چیز کا غم نہ کیا جائے، بلکہ ان تین چیزوں کی پابندی کی کوشش کی جائے۔

تراویح کے بعد نفلوں میں پندرہ پارے

حضرت مجدد کے جتنے بھی مکاتیب ہوتے تھے، اکثر مکاتیب میں اور خطوط میں حضرت ان تین چیزوں کی تاکید فرماتے تھے: ایک قرآن پاک طویل نفلوں میں پڑھا جائے۔

ابھی میں یہاں آرہا تھا تو اسی وقت ہمارے یہاں سے ایک ٹیکسٹ آیا مولانا بلال ناخدا کا۔ ہمارا ایک مدرسہ ہے پریسٹن میں، اس مدرسہ میں چھ سات درجہ حفظ کی کلاسیں ہیں، اس میں حفظ کی ذمہ داری بھی ان کے سر ہے۔ اور رمضان المبارک میں ہمارے یہاں دارالعلوم میں وہ اعتکاف میں رات کو نفلوں میں قرآن سناتے ہیں۔ جب انہیں جوش آتا ہے گزشتہ سال بھی اور اس کے پچھلے سال بھی، انہوں نے ایک دن تراویح کے بعد پڑھنا شروع کیا، پندرہ پارے پڑھ لئے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے ساتھ ہم لوگ اسٹینگر میں تھے، وہاں ہزاروں سٹینگر کی مسجد میں معتکف تھے۔ جب تراویح سے فراغت ہوگئی تو ہم نے آواز سنی کہ قاری صاحب اوران کے پیچھے تین چار صفیں ہیں اور وہ نفلوں میں قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اتنی پیاری آواز، سحر کے کھانے تک انہوں نے پندرہ پارے پڑھے، اور اگلی رات باقی پندرہ پارے پڑھ کر قرآن شریف ختم کیا۔

ان کا جب قرآن ختم ہوگیا، اس کے بعد پھر دسترخوان پر ملاقات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا کہ ماشاءاللہ، آپ نے پندرہ پندرہ پارے دورات میں قرآن سنایا اور اللہ تبارک وتعالی نے

آواز، صحت ہر چیز سے ان کو نوازا تھا، اتنی پیاری آواز، اور حفظ اور یاد اس درجہ کا کہ پورے قرآن میں ایک جگہ غلطی بھی نہیں ہوئی، غلطی تو درکنار، کسی لفظ کو مکرر دوبارہ بھی انہوں نے نہیں پڑھا۔ جس طرح الحمد شریف آپ پڑھ سکتے ہیں اسی روانی کے ساتھ الحمد سے لے کر والناس تک قرآن انہوں نے سنایا۔

میں نے ان سے پوچھا کہ قاری صاحب، آپ نے ماشاء اللہ بہت اچھا قرآن دورات میں سنایا، تو آپ کا قرآن پاک کی تلاوت کا معمول کیا ہے؟

ہم لوگوں کے لئے بڑی عبرت کا یہ ان کا جواب کہ دوستو، یہ کتنے مبارک ایام گزر رہے ہیں، یہ رجب گزر گیا، شعبان شبِ براءت بھی گزر گئی، ہفتہ عشرہ ابھی شعبان کا باقی ہے، رمضان کی آمد آمد ہے لیکن ہم لوگ ہیں، اتنی مبارک ساعتیں گزر رہی ہیں اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں کہ کتنی عظیم الشان راتیں، کتنے عظیم الشان دن یہ گزر رہے ہیں اور کتنی مبارک ساعتیں گزر رہی ہیں۔

شیخ محمود مصری

ہم لوگ اوجز المسالک کی طباعت کے لئے گئے ہوئے تھے، تو ہمارے ساتھ معاون تھے شیخ محمود۔ ان کا معمول تھا کہ جیسے ہی رجب کا چاند انہوں نے دیکھا کہ رجب، شعبان، رمضان مسلسل تین مہینہ کے روزے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحابہ کرام روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ رجب اور شعبان میں روزے رکھا کرتے تھے، اس سنت کی اقتدا میں ہمارے شیخ محمود رجب اور شعبان پورا رمضان تک دو مہینے کے مکمل روزے، یہ سالہا سال سے ان کا معمول رہا۔

یہ روزوں کی سنت کی توفیق اللہ تبارک وتعالی نے اوروں کی بہ نسبت عربوں کو زیادہ عطا فرما رکھی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں وہاں مدینہ طیبہ کے یونیورسٹی میں پڑھنے والے، کالج میں پڑھنے والے

، عام مدارس میں پڑھنے والے، نوجوان طالبِ علم رجب شعبان میں ہمیشہ روزے سے ہوتے تھے۔ بالکل اسی طرح ان کے لئے جس طرح رمضان، تو یہ قدر دانی اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی عطا فرمائے، ان کے لئے جس طرح یہ تین تین مہینے مسلسل روزے رکھنا آسان ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بھی آسان فرمائے۔

یومیہ ایک قرآن شریف پڑھنے کا معمول

پندرہ پارہ پڑھنے والے قاری صاحب کو جب میں نے پوچھا کہ آپ کا معمول کیا ہے؟ تو وہ فرماتے ہیں کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ روز ایک قرآن شریف پڑھ لوں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا مشغلہ اور کام کیا ہے؟

ہم تو سوچتے ہیں کہ ان کا کوئی کام ہی نہیں ہوگا، کوئی مشغلہ ہی نہیں ہوگا، بس مسجد میں بزرگوں کی طرح سے قرآن شریف کو لے کر بیٹھ کر پڑھتے رہتے ہوں گے، میں نے پوچھا کہ آپ کا شغل کیا ہے؟

کہنے لگے کہ میں سیمپل لے کر پھرتا ہوں، مختلف کمپنیوں کے سیمپل مختلف چیزوں کے لے کر کار میں رکھ لیتا ہوں، اور دوستوں کی، جاننے والوں کی دکانوں پر جا کر ان کو سیمپل دکھاتا ہوں۔ جب وہ اس کا آرڈر کرتے ہیں، میں ان کا وہ آرڈر کمپنی کو آگے بھیج دیتا ہوں۔ یہ میں سیمپل پھیرتا ہوں اور جب صبح گھر سے نکلتا ہوں، تو میں اپنا قرآن شریف جہاں کہیں جانا ہوتا ہے سفر میں پڑھتا رہتا ہوں، الحمدللہ شام تک میرا قرآن شریف پورا ہو جاتا ہے۔ ساری عمر ان کا معمول، روز ایک قرآن شریف، ان کے لئے کتنا آسان۔

مولانا بلال صاحب

یہ جن کا ابھی ٹیکسٹ آیا مولانا بلال ناخدا۔ آپ کے یہاں جب میں آرہا تھا، چونکہ راستہ میں ان کا ٹیکسٹ آیا، میں نے سوچا کہ اگر یہ پرتگال والے اس کے لئے تیار ہوں، تو ہم انہیں یہاں

بھی بھیج سکتے ہیں۔ مولانا بلال صاحب کا معمول ہمارے یہاں دارالعلوم میں بھی گزشتہ سال بھی، اس سے پچھلے سال بھی انہوں نے تراویح کے بعد نفلوں میں قرآن سنانا شروع کیا۔ نوجوان ان کے پیچھے، ماشاءاللہ صفیں چار پانچ ہوگئیں، اور ایک رات میں انہوں نے پندرہ پارے پڑھے اور اگلی رات دوسرے پندرہ پارے، قرآن شریف ختم۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ صبر کی تلقین فرماتے ہیں اور ان کو لکھتے ہیں کہ میرا یہاں معمول یہ ہے کہ میں جتنا وقت فارغ ہے، وہ نماز کے اندر اور نماز کے باہر قرآن پاک کی تلاوت میں اور ذکر اللہ میں گزارتا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالی اس مسجد کو بھی ذکر اور تلاوت سے آباد رکھے، ہر وقت یہاں تلاوت کرنے والے تلاوت کر رہے ہوں، اللہ کی یاد کرنے والے اس کو یاد کر رہے ہوں، نمازی ہر وقت نماز پڑھ رہے ہوں، کتنے مبارک لوگ ہیں جنہوں نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا، کتنے فرش پر سجدے ہوں گے۔

ایک سجدہ بھی نہیں

سجدہ پر مجھے یاد آیا کہ ایک مرتبہ ہمارے تبلیغی جماعت کے حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری نور اللہ مرقدہ نظام الدین کے اکابر میں سے ہیں۔ تو انہوں ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کو خط لکھا۔

انہوں نے لکھا کہ حضرت بہت دعا کا محتاج ہوں، بہت گناہ گار ہوں، کوئی عمل آج تک ایسا نہیں کہ جس کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کر سکے اور پیش کرنے کے قابل ہو اور جو اعتماد اور سہارا بن سکے، ایک نماز بھی ایسی نہیں کہ جس پر امید بندھی ہوئی ہو کہ اس سے کوئی نجات ہو سکے گی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جب جواب لکھوایا تو حضرت نے اس میں لکھوایا کہ ارے مولوی صاحب! ارے مولوی صاحب! تم تو ایک نماز کو روتے ہو، کہ ایک نماز بھی ایسی نہیں جو

بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے کے قابل ہو، یہاں تو ایک سجدہ بھی ایسا نہیں کہ جو پیش کرنے کے قابل ہو۔

اپنے زمانہ کا اتنا بڑا قطبِ وقت اور ان کے لاکھوں صفحات، کیا اردو کی کتابیں، کیا عربی کتابیں، کیا اردو کے حضرت کے خطوط۔ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے میرے پاس کوئی آٹھ سو، نو سو خطوط ہوں گے، یہ ان کی اپنے مسترشدین کی کس انداز سے تربیت، اتنا کام اور وہ فرماتے ہیں کہ ارے مولوی صاحب! تم تو ایک نماز کے لئے روتے ہو یہاں تو ایک سجدہ بھی نہیں اپنے پاس۔

اللہ تبارک وتعالی یہاں جتنے سجدہ کرنے والے سجدہ کریں، ان سجدوں کو اللہ تبارک وتعالی قبول فرمائے، اور بنانے والوں اور اس میں جس طرح جنہوں نے حصہ لیا ان سب کو اللہ تبارک و تعالی قبول فرمائے۔

اب اس کے بن جانے کے بعد اس کی سب سے بڑی ذمہ داری اس کی آبادی ہے۔ ہر طرح کی خلفشار سے اللہ تبارک وتعالی ہمارے تمام دینی مراکز کو محفوظ رکھے اور بالخصوص یہ ماہِ مبارک کی ساعتیں ہفتہ عشرہ میں آرہی ہیں، اللہ تبارک وتعالی اسے ہر طرف سے وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام ربانی

دوستو! یہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، ہر وقت ہم سنتے رہتے ہیں کہ صحتمند بیمار، ہر ایک اس عالم کی طرف رواں ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا میں نے قصہ سنایا کہ کس طرح جہانگیر نے ان کو اپنے یہاں بلایا اور کس طرح ان کے ساتھ معاملہ پیش آیا، لیکن وہ تو امامِ وقت تھے۔

کوئی تو امامِ وقت، ایک وقت کے لئے ہوتا ہے اور اللہ تبارک وتعالی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ کام لیا کہ ان کا لقب ہی مجدد الف ثانی کہ ایک ہزار سال میں جتنی

بدعات اسلام میں داخل ہوئی تھیں ان سب کا ان کے ذریعہ صفایا ہوا، خالص سنت کو نکھار کر کے امت کے سامنے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا۔

وہ اپنے اہلِ وعیال کو جو خطوط لکھتے تھے اس میں ان کو صبر کی تلقین کے ساتھ یہ تحریر فرماتے تھے کہ یہاں تمہیں اندازہ نہیں کہ اللہ تبارک وتعالی نے کتنا عظیم الشان کام یہاں مجھے گوالیار کے جیل خانہ اور قلعہ میں مجھ سے لیا، کہ یہاں ہزاروں کی تعداد میں اللہ تبارک وتعالی نے جو شرابی کبابی اور اللہ تبارک وتعالی کی ذاتِ عالی اا ور اسلام سے دور طبقہ تھا، ان میں اللہ نے مجھ سے کام لیا اور یہاں کتنے حفاظ پیدا ہوئے، کتنے علماء ہوئے، کتنے یہاں حلقے لگ رہے ہیں ذکر کے، تحفیظ کے، تعلیم کے، تمہیں اس کا اندازہ نہیں۔

چنانچہ اسی کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالی نے کایا کو پلٹ دیا اور مغل امپائر کا، اکبری مذہب کا جو رخ تھا، شیعہ، علماءِ سوء اور ہندوؤں کی کوشش کی وجہ سے اسلام کو یہ بدلنے کی سازش ہوئی تھی، اللہ تبارک وتعالی نے ان کو نا کام فرما کر اس مجدد الف ثانی کے ذریعہ اس گھرانے کو دوبارہ درست کیا اور وہی، وہ ہی جہانگیر جو کل تو امام ربانی کو گوالیار کے قلعہ میں بھیج رہا تھا، تو آج وہ اپنے بیٹے کو امام مجدد الف ثانی کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

جب گوالیار کے قلعہ سے معافی مانگ کر اس نے وہاں سے آزاد کرنے کی اور رہا کرنے کے لئے جو آرڈر دیا، تو اس کے ساتھ یہ کہا کہ ان کو یہاں ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ جو پیش کیا گیا تو اپنے بیٹے کو قریب بٹھایا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حضرت اس کو بیعت فرما لیجئے۔ اپنے شاہزادوں کو بیعت کروایا، شاہی خاندان ان سے بیعت ہوا اور اس کے بعد پھر آگے جو سلسلہ چلا، تو اسی کے نتیجہ میں۔ پھر آپ نے نام سنا ہوگا فتاویٰ عالمگیری کا، جہانگیر کے بعد عالمگیر نے پوری ایک کتاب تیار کروائی۔

اللہ تبارک وتعالی ان بزرگوں کے طریق پر ہمیں زندہ رکھے، اللہ تبارک وتعالی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں صحیح اتباع نصیب فرمائے۔ دعا کریں۔

اللهم صل علی سیدنا و نبینا و شفیعنا حبیبنا و سندنا و مولانا محمد و بارک و سلم.

۱۷ر رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیم.

رمضان المبارک کی تو ہر ساعت نہایت قیمتی اور بابرکت ہے۔ مگر اب جو ہمارے سامنے سترہ رمضان المبارک، یوم بدر ہے، یہ برکتوں کے اعتبار سے، کئی وجوہ سے، اور ساعتوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ کیوں کہ جو جنگ بدر واقعہ ہوئی، اس کے نتیجہ میں قرآنِ پاک کا ایک خاصہ حصہ حق تعالیٰ شانہ نے نازل فرمایا۔ جگہ جگہ، آیات میں اس کا ذکر ہے، اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ اُمت مسلمہ میں سرورِ کائنات فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اونچا مرتبہ خلفاءِ اربعہ کا، کیوں کہ یہ سب بدریین ہیں۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی کی عیادت کے لئے، اور تیمارداری کے لئے، ان کی بیمار پرسی کے لئے حکم فرما کر روک دیا تھا، اور اِسی لئے مالِ غنیمت میں اِن کا حصہ لگایا گیا۔ خلفاءِ اربعہ کے بعد پھر عشرہ مبشرہ، کہ وہ بھی سب بدری، عشرہ مبشرہ کے بعد پھر سب سے اونچا مرتبہ ساری امتِ اسلامیہ میں بدریین کا ہے۔

اس لئے اس موقعہ پر بھی وہ قصہ آپ حضرات یاد رکھیں، جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے عاشوراء کے موقع پر مدینہ پاک میں ہم سے سوال فرمایا تھا کہ آج شہدائے کربلا کے لئے کتنا تم

نے قرآن پڑھا؟ اور حضرت نے اپنے متعلق فرمایا تھا کہ میں ایک قرآن اُن کے لئے آج پڑھ چکا ہوں۔ اسی طرح کم از کم اُس دن، یومِ بدر، جنگ بدر کے دن، اُنہیں خاص طور پر یاد رکھ کر جتنا ہم سے ہو سکے، ہر طرح سے، جانی مالی، ایصالِ ثواب اِن حضرات کے لئے کرتے رہنا چاہئے۔

دعاءِ قنوت میں درود شریف

دوسرے یہ کہ ابھی ہم نے وتر پڑھی۔ پہلے بھی میں نے عرض کیا ہوگا کہ ایک قنوت جو ہمارے یہاں نازلہ اور مصیبت کے موقعہ پر پڑھا جاتا ہے، وہ شوافع کے یہاں، اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْت ہے، وہ اُن کے یہاں ہمیشہ وتروں میں پڑھا جاتا ہے۔ اور ہمارے یہاں اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ پڑھا جاتا ہے۔ مگر عام طور پر جتنی کتابیں چھپی ہوئی ہیں، جن میں دعاءِ قنوت مذکور ہے، اُن میں اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِق، پر یہ قنوت ختم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ جیسا شوافع کا قنوت، اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْت، اس کا خاتمہ ہے وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی النَّبِیِّ الْکَرِیْم پر ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے یہاں فقہاء نے مستقل طور پر لکھا ہے، تصریح کی ہے کہ دعاءِ قنوت کے اخیر میں درود شریف پڑھنا چاہئے۔ مگر جب دعائیں چھپی، وتر نماز کی ترکیب اور اس کے وجوب کو لکھا گیا کہ واجب ہے، اس طرح پڑھیں اور یہ دعا پڑھیں، مگر اس میں دعا کے ساتھ وہ درود شریف نہیں لکھا گیا۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی نسیان واقعہ ہوا، اسی طرح دیکھئے، کیسا نسیان اور کیسی غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ روز پڑھنا ہے اور روز وتر پڑھنی ہے، مگر اس میں یہ جملہ رہ گیا، وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی النَّبِیِّ الْکَرِیْم۔ تو یہ لکھنے والے بھی انسان تھے۔

فتنۂ ارتداد

اشعث ابن قیس صحابی، کندہ کے وفد میں شامل ہوکر حاضرِ خدمت ہوئے، کوئی ساٹھ سے

زیادہ افراد کا وفد تھا، سب اسلام لائے، سب سوار ہو کر آئے تھے، تو یہ بھی اُن میں شامل ہو کر آئے تھے، سب نے اسلام قبول کیا، انہوں نے بھی اسلام قبول کیا۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا سے رحلت کے بعد کہیں کہیں فتنۂ ارتداد واقعہ ہوا، فسادیوں نے جگہ جگہ طوفان مچایا۔ گذشتہ دنوں میں جو ہمارے یہاں فسادیوں نے ملک میں فساد مچایا، اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی قیامتوں سے اس ملک کی ہمیشہ کے لئے حفاظت فرمائے، اور جن کا بھی جانی مالی نقصان ہوا ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کی تلافی فرمائے۔ اور آئندہ کے لئے ہر طرح سے اس ملک کو، یہاں کے رہنے والے کو ایسی ناگہانی آفتوں سے محفوظ رکھے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد فسادیوں نے جگہ جگہ یہی سلسلہ شروع کیا، قتل وغارت اور لوٹ مچائی، جگہ جگہ آگ لگائی۔ تو جو کمزور ایمان والے تھے، وہ ہل گئے۔ کچھ لوگوں نے سوچا کہ واقعی، نبی نہیں رہے، تو مذہب بھی ختم۔ اُن میں سے یمن میں اشعث ابن قیس تھے، وہ بھی اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اللہ کا شکر حضرت صدیقِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے موقع پر امت کو سختی سے سنبھالا، جس کی اُن سے توقع نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ جیسے انسان، جن کی زبان پر خدا بولتا تھا، اور جن کی نظر سب کچھ دیکھ لیتی تھی، کہ مدینہ شریف میں منبر پر کھڑے ہو کر نہاوند تک دیکھ رہے ہیں، یَا سَارِیَۃَ الْجبلَ کہہ کر پکارتے ہیں، آواز بھی پہنچ جاتی ہے وہاں تک دیکھ بھی لیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اور یہاں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیصلے فرما رہے ہیں جن سے اُن کو اختلاف ہے۔

حضرت صدیقِ اکبر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سے ایک مُکا مارا اِن کے سینہ پر، فرمایا کہ اَجَبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَ خَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامَ؟ اور اُس کے بعد حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاروائی شروع فرمائی۔ تمام علاقوں میں ایک ساتھ فوج بھیجی، کوئی جگہ نہیں باقی چھوڑی کہ جہاں انہوں نے فوج نہ بھیجی ہو۔

حضرت عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اشعث ابن قیس کے یہاں یمن میں حضرت عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا گیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تھے، اُس وقت انہوں نے عہد کیا تھا کہ او ہو! ہم تو بہت پیچھے رہ گئے ہیں، بدر، احد احزاب، خندق، ان تمام جنگوں میں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا۔ اسی وقت عہد کیا تھا کہ یا رسول اللہ! جتنا میں نے آج تک اپنی جان کو خرچ کیا ہے اسلام کے خلاف، اس سے زیادہ اب میں اسلام کے لئے خرچ کروں گا۔ جتنا مال میں نے خرچ کیا ہے اسلام کے خلاف، اُتنا مال میں اسلام کے لئے خرچ کروں گا۔

ایک جگہ کے لئے تیاری ہو رہی تھی، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ چکر لگا کر ملاحظہ فرما رہے تھے، دیکھ رہے تھے، کہ کیا تیاری ہو رہی ہے۔ ایک جگہ پہنچے تو بہت سارے گھوڑے سوار اور بہت سارا سامان، دیکھا کہ حضرت عکرمہ کا بیچ میں خیمہ ہے، اور چاروں طرف اُن کے جانور، اُن کے لوگ، اور اُن کا سامان ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے کچھ پیش کرنا چاہا کہ بیت المال کا بھی اس میں حصہ لگے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک حبہ بھی نہیں۔ میں نے بہت کچھ اسلام کے خلاف اپنا لُٹایا تھا، میں اس سے زیادہ، کئی گُنا زیادہ اسلام کے لئے لٹاوں گا، یہ ان کا عہد تھا۔

فتنۂ ارتداد میں اُن کو جب یمن بھیجا گیا، تو حضرت عکرمہ نے ہر جگہ کامیابی حاصل کی۔ ہر جگہ یہ فتنہ فِرو ہوا اور اشعث ابن قیس مع اپنے فوج کے سرندر (surrender) ہوئے اور گرفتار کئے گئے۔ ان کو جب پکڑ کر لایا گیا، تو انہوں نے اپنی طرف سے لسٹ (list) پیش کی، کہ ہم سے غلطی ہوئی، ہم نہیں چاہتے کہ کفر کی موت مریں، اور ہمیں قتل کیا جائے، ہم امان کے طلب گار ہیں۔ ہم صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کر رہے ہیں کہ امیر المؤمنین! ہمارے ساتھ رحم کا معاملہ کیجئے کہ ہمیں معاف کر دیجئے اور امان دے دیجئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھی بات ہے، ٹھیک ہے، آپ سب رفقاء کے نام، تفصیل لکھ کر دیں۔ پوری فوج کے سب کے نام انہوں نے لکھ کر دئے اور پیش کر دئے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھی بات، ٹھیک ہے، امان منظور ہے، اور فرمایا جاؤ بھائی! تو اشعث بھی مڑنے لگے، فرمایا کہ آپ کہاں جارہے ہو؟ اشعث نے عرض کیا کہ آپ نے سب کو امان دیا، فرمایا آپ کا نام تو لسٹ میں نہیں ہے۔ ساری فوج کے نام لکھے اپنا نام بھول گئے۔ یہ اس پر میں نے عرض کیا کہ یہ کتنی بڑی غلطی۔

اب پھر کہانی شروع ہوئی، اُنہوں نے پھر درخواست کی، انہوں نے کہا کہ آپ سے میں یہ توقع نہیں کرتا کہ آپ میرے متعلق یہ فیصلہ کریں گے، میں جہنمی بن کر مروں اور جہنم میں جاؤں، اس سے آپ کو یقیناً خوشی نہیں ہوگی، اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ مجھے معاف فرمادیں۔ اور میں عہد کرتا ہوں، وہی عہد حضرت عکرمہ والا، انہوں نے کہا کہ میں نے بہت کچھ اس فتنہ کے ذریعہ نقصان اُٹھایا، اب میں عہد کرتا ہوں کہ آپ جہاں ضرورت ہو میری جان کھپانے کی، اور میری جان کی آپ کو ضرورت ہو، وہاں آپ مجھے بھیج دیا کریں۔ کچھ دو تین باتیں اور بھی کہی۔ غرض غلطی کبھی ہو جاتی ہے، ان حضرات سے بھی یہ غلطی ہوئی، اور کبھی اوپر سے غلطی کروائی جاتی ہے۔

ہم راستہ بھٹک گئے !

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حج کو جارہے ہیں، قافلوں کا راستہ تو معروف ہوتا ہے، جہاں سے قافلے گذرتے ہیں۔ لیکن اللہ کی شان یکایک کسی طرح راستہ بھٹک گئے، کھڑے ہیں سوچ رہے ہیں ہم کہاں ہیں؟ ادھر اُدھر راستہ تلاش کیا۔

بہت سو کو یاد ہوگا، کہ seventies میں ہماری اُس وقت کی وزیرِ اعظم (Thatcher)، اُن کا بیٹا کار (car) کی دوڑ (race) میں حصہ لے رہا تھا۔ اور افریقہ کے صحراء میں جو راستے

ہوتے ہیں، وہ طوفانی ہوا ایسی چلتی ہے کہ جہاں روڈ ہوتا ہے اُس کے اوپر بھی جگہ جگہ مٹی اور ریت اتنی ہو جاتی ہے کہ راستہ پتہ ہی نہیں چلتا۔ جس طرح کہ برف میں آپ چلیں گے تو آپ کو نہیں پتہ ہوگا کہ یہاں روڈ کدھر ہے، سارا سفید ہی سفید نظر آتا ہے۔ اسی طرح وہاں ساری ریت ہی ریت نظر آئے گی۔ اب تھیچر کے بیٹے راستہ بھول گئے، ایک دن، دو دن، تین دن، کئی دن گذر گئے تھے۔ اوراس وقت جگہ جگہ دعائیں ہوئیں، ہماری وزیرِ اعظم کے اُس وقت فوٹو شائع ہوتے تھے کہ کس طرح وہ بیچاری زار وقطار رو رہی ہوتی تھی۔ ہم بھی اُس وقت دعا کرتے تھے، کہ بیچاری ماں کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی اپنے بیٹے کے خاطر، بالآخر کئی دنوں کے بعد اُس کو تلاش کرلیا گیا تھا۔

اسی طرح حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ راستہ بھٹک گئے۔ ایک اعرابی کو دیکھا۔ اُس کو دیکھ کر جب قریب پہنچے، قریب پہنچ کر جا کر سلام کے بعد انہوں نے پہلا جملہ یہ کہا کہ ہم راستہ بھٹک گئے۔ بس اتنا کہنا تھا، کہ اُس نے تو زار و قطار سسکیاں مار کر رونا شروع کیا، اوہو! اُن کے ذہن میں اُس جملہ سے کہ راستہ بھٹک گئے، ایک طوفان برپا ہو گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ ہمارے صوفیاء کی باتوں کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ کہ لفظ کچھ ہوتا ہے، اور اُس کو کھینچ تان کر، کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں اور کیا معنیٰ اس کو پہناتے ہیں، اُس کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ اور امامِ احمد نے تو سیدھی سادھی بات کی، آپ بھی بہت دفعہ راستہ بھولتے ہوں گے، کسی سے پوچھتے ہوں گے۔ جیسے ہی انہوں نے پوچھا کہ راستہ میں بھول گیا ہوں، مجھے راستہ بتاؤ۔ اب وہ اعرابی سسکیاں مار کر، چیخیں مار کر رو رہے ہیں۔

ہم سب بھی مجرم ہیں

یہاں مجھے حضرت مولانا یوسف لُدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یاد آئے۔ کہ یہ سامنے اوپر فوّارے کے سامنے جو کھڑکی نظر آتی ہے اس کے سامنے کمرے ہیں، وہاں بیٹھ کر میں حضرت شیخ

اوران کے خلفاء کی کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں اُن کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں سے کچھ اقتباسات میں نے سنائے تو کہنے لگے کہ نہیں، مجھے تو، سارے خطوط سناؤ۔ تصنیف تالیف سب چھوڑ کر کے محبت نامے کا بہت بڑا حصہ اُنہوں نے مجھ سے سنا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں تو نہیں پڑھ سکتا، کہ بہت باریک قلم سے لکھے ہوئے خطوط ہیں، اوراس وقت یہ چھپے ہوئے نہیں تھے، اصل خطوط ہی میں سے اُن کو میں نے سنایا۔

فرش پر بیٹھ کر میں اُن کو سنا رہا تھا، تو اُس میں قصہ آیا کہ بولٹن زکریا مسجد میں چور یا فسادی لوگ گھس گئے اور اُنہوں نے جو نقد وغیرہ تھا وہ چوری کرلیا، پھر مسجد میں آگ لگادی۔ چند ماہ کے بعد پولیس نے جو ھووڑ (hoover) وغیرہ چیزیں لے گئے تھے، کہیں سے اُس کے نشانات ملے اور بیل مونٹ ایریا (Belmont area) سے اُن کو پکڑلیا۔ میں نے حضرت کو لکھا کہ شکر ہے کہ الحمدللہ مجرم پکڑے گئے۔ اُس پر حضرت نے فرمایا کہ آپ نے اُن مجرموں کے پکڑے جانے پر مسرت کا اظہار کیا، یہ نہیں کرنا چاہئے، پیارے۔ یہ امور بہت باریک ہوتے ہیں۔ اب دیکھئے، کیا باریکی ہے؟ ارے وہ مجرم پکڑے گئے، مگر ہم سب بھی تو چور ہیں، ہم سب بھی تو مجرم ہیں، ہم بھی تو اُسی کی جماعت میں ہیں۔ اس لئے خوشی واظہار مسرت کس بات پر؟

جب پوچھا امام احمد نے، کہ میں راستہ بھٹک گیا، تو بدوی چیخیں مار رہے ہیں، زاروقطار، راستہ بتانے کے بجائے۔ کیوں؟ انہوں نے سوچا کہ اوہو! یہ بیچارا راستہ بھٹک گیا اور حق تعالیٰ شانہ نے جنت کا سیدھا سیدھا راستہ بتایا تھا اُس سے بھٹک کر میں بھی پتہ نہیں کہاں پہنچ گیا ہوں۔ ہم میں سے ہر ایک کا یہی حال ہے۔ ہم جنت کے راستہ سے بھٹک کر کہاں کہاں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ چلیں آگے قصہ کل پورا کریں گے، درود شریف پڑھ کر دعا کرلیتے ہیں۔

۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق عرض کیا تھا کہ آپ سفر میں ہیں، راستہ بھول گئے، کسی اعرابی کو دیکھا، جب ان سے جا کر راستہ پوچھا تو روتے روتے ایک چیخ ماری۔

حضرت کے فِقرے

اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ یہ جو ہمارے یہاں بزرگ ہوتے ہیں، وہ ایک ایک کلمہ سے، جملہ سے کتنی عبرت نکال لیتے ہیں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ایک جملہ تھا، جو خدام میں، گھر والوں میں بہت مشہور تھا۔ حضرت کے فِقرے۔ ایک ایک فقرہ میں ساری داستان حضرت بیان فرما دیا کرتے تھے، اب جس کو فقرہ کہا گیا وہ ہی سمجھے گا جو اس میں مبتلا ہوگا کہ مجھے کیا کہا گیا، اور فِقرے ہر وقت چلتے تھے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ حضرت کی خدمت میں حاضری سے پہلے **یَا سَتَّار، یَا سَتَّار، یَا سَتَّار، یَا سَتَّار العیوب**، کا ورد رہتا۔ ہر وقت اس کا ڈر خوف رہتا تھا۔

آج ہی میں نے ریڈیو والوں کے بیان میں عرض کیا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو جو فرمایا تھا **یَا اَبا عُمَیر! مَا فَعَلَ النُّغَیر؟** عام طور پر تو اس کو باب المزاح میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر چہ یہ بھی بہت بڑی امت کے لئے تعلیم ہے، بہت بڑا سبق ہے کہ ہر وقت ایک حال پر نہیں رہنا چاہیئے، احوال مختلف ہوتے ہیں، کبھی ضرورت ہوتی ہے تعلیم کی، کبھی تأدیب کی، کبھی مصنوعی غصہ کے اظہار کی، کبھی مزاح دل لگی کی۔

جہاں تک شریعت نے اجازت دی ہو اس میں بھی ایسا نہ ہو کہ ہر وقت گھر والے ڈرتے رہیں، پڑوسیوں کو اور رشتہ داروں کو، ملنے والوں کو شکایت ہو۔ اللہ تعالی ہمارے گھروں کو جنت

بنائے۔

ہمیں روزوں میں تو اور زیادہ احتیاط چاہئے، ذرا ذرا سی بات پر بھڑک جانا، بیچارے بچے ڈرتے ہیں، بیوی ہر وقت ڈرتی رہے، اس مزاج وغصہ کی شریعت میں کوئی اجازت نہیں۔صرف زبان سے بلا وجہ اجازت نہیں ہے، تو پھر اُس سے آگے مار پیٹ، اس کی تو کہاں شریعت میں اجازت ہوگی، وہ تو حرام ہے، کسی طرح جائز نہیں، ایک تھپڑ بھی جائز نہیں۔

حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بیان میں ارشاد فرمایا تھا کہ وَاضۡرِبُوۡھُنَّ قرآن پاک میں آیا ضرور ہے کہ ان کو مارو۔

ہم نے تو ہمارے ترجمہ میں بھی لکھوایا، چونکہ ہر جگہ یہی اشکال ہوتا ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ بیوی کو مارو۔ میں نے تو مولانا رشید صاحب پورٹگل سے تشریف لائے ہوئے تھے، وہ ترجمہ دیکھ رہے تھے تو میں نے کہا یہاں کیا لکھا ہے، دیکھا آپ نے؟ انہوں نے پڑھا جو لکھا ہوا تھا، تو میں نے کہا کہ اس کے ساتھ بیچ میں بڑھا دو' ان کو مارو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح' کہ حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم ہوا تھا کہ میں تمہیں سو سوٹیاں ماروں گا، تو سوا کٹھی کر کے ایک دفعہ مارا۔

حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وَاضۡرِبُوۡھُنَّ کے معنی یہ ہیں کہ اسی کا دوپٹہ لو، اس کو گول گول رول کرو بچے جس طرح کھیلتے ہیں ٹاول سے ایک دوسرے کے ساتھ، صرف اس کی اجازت ہے، اس سے زیادہ کی قطعاً اجازت نہیں۔ گھروں کو جہنم کدہ ہم بنا رہے ہیں، اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ جن اور بھوت اور جادو تو سوار نہیں ہوتا، ہاں، شیطان ضرور سوار ہوتا ہے، مار پیٹ کی قطعاً ہمارے یہاں کوئی اجازت نہیں۔

یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جب بدوی سے جا کر راستہ پوچھا، تو انہوں نے

ایک چیخ ماری۔اب وہ رو رہے ہیں زار و قطار اور حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حیران ہیں۔

اُسی پر سنایا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مکاتیب جب میں حضرت مولانا لدھیانوی صاحب کو سنا رہا تھا، جب میں نے یہ پڑھا کہ زکریا مسجد کے چور پکڑے گئے، اور حضرت نے جو اس پر تحریر فرمایا تھا کہ ان چوروں کے پکڑے جانے پر مسرت کا اظہار نہیں چاہئے، ایسے امور بہت باریک ہوتے ہیں۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہماری طرح سے آرام سے زمین پر بیٹھے ہوئے تھے، ٹیک لگائے ہوئے، چشمہ نکالے ہوئے، آرام سے تھے، مگر وہ ایک دم اپنی عینک ہاتھ میں لے کر کے کھڑے ہوگئے، ان پر ایک حال طاری ہوگیا، ابھی وہ منظر میرے سامنے ہے کہ کس طرح وہ کھڑے ہوگئے اور جس طرح کوئی زور سے اعلان کرتا ہے، ایک ہی جملہ دہرائے جا رہے ہیں کہ یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے! اللہ اکبر!

حضرت مولانا الیاس نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا ہاشم بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اسٹیج کا قصہ سنایا تھا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ بانیِ تبلیغ اسٹیج پر تشریف فرما ہیں اور نعت پڑھی گئی، جس طرح یہ افریقہ والوں کو آپ نے دیکھا اور شامیوں کو دیکھا رقص کرتے ہوئے تو حضرت دہلوی بھی جھوم رہے ہیں، کھڑے ہوکر کے، حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ بھی، حال طاری ہوگیا تھا۔

اسی طرح حضرت لدھیانوی بھی، روتے ہوئے فرماتے ہیں، یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے۔ کیوں؟ کہ کیسے قطب کہہ سکتا ہے کہ قطب وہ ہی ہوگا جو اپنے آپ کو چور سے بدتر سمجھتا ہو۔ میں نے کہا ابھی کہ یہ گھر جہنم کدہ کیوں بنتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو فرعون سمجھتا ہے، کہ میں ہوں اور یہ سب کچھ ہو رہا ہے، تو میں، میں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ پیارو! میں کبھی نہ کہنا! میں کے گلے پر چھری۔ یعنی بکری کو جب ذبح کرتے ہیں تو وہ بولتی ہے میں میں، اور چھری

اس کے اوپر چلتی ہے، تو فرماتے ہیں کہ تم بھی اپنے آپ پر، اس انانیت پر، میں پر چھری پھیر دو، میں کبھی نہ کہو، یہ انانیت ختم کر دو، جب آپ اپنے آپ کو فرعون حاکم نہیں سمجھیں گے گھر کا، تو پھر گھر جنت بن جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جب راستہ پوچھا، تو انہوں نے بھی یہ سوچا کہ او ہو! یہ جیسے راستہ بھٹک گئے ہیں تو میں بھی بھٹکا ہوا ہوں ۔ جنت کا جو راستہ خدا نے دکھایا ہے اس کو چھوڑ کر میں دوسرے راستہ پر چل رہا ہوں ۔ اس پر انہوں نے آہ کی اور بے ہوش ہو گئے ۔

جب ان کے حواس ٹھیک ہوئے تو آگے اور سنئے کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ میں تو کھڑا سوچ رہا ہوں کہ یہ میں نے تو راستہ پوچھا اور یہ کاہے پر اتنا چلاّ رہے ہیں اور رو رہے ہیں اور ان کا حال خراب ہو رہا ہے؟ میں نے دل میں یہ سوچا کہ یہ بیچارے بہت مضطر، پریشان ہوں گے، اور مصیبت زدہ ہوں گے، کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں ہوگا، بہت دنوں کے فاقے ہوں گے اور اس پریشانی کا اظہار کسی کے سامنے نہیں کر سکتے ، مصیبت کے مارے ہیں، تو اس لئے ایک دم اچانک ان کو رونا آ گیا، تو میرے پاس جو کچھ کھانا ہے توشہ اپنا میں ان کو پیش کر دوں ۔

یہ دل میں خیال آیا، تو وہی بدوی جواب تک صوفی بن کر رو رہے تھے، چلاّ رہے تھے، آنکھیں دکھانے لگے ۔ انہوں نے فرمایا کہ حج پر جا رہا ہے اور مالک کے رازق ہونے تجھے پر اطمینان نہیں ؟ تو مجھے روزی دے گا؟ اور یہ فرما کر انہوں نے اشارہ کیا کہ اللہ کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ چاہیں تو یہ سارا جنگل سونے سے بھر جائے ۔ تو جیسے ہی اشارہ کیا تو دیکھا کہ دولت ہی دولت کے انبار سامنے ہیں ۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یا اللہ! یہ میں کہاں پہنچ گیا اور ان کو کیا سمجھا میں نے حالانکہ کتنا اللہ کا بلند مرتبہ انسان ہے اور اس کو میں نے کیا سمجھ رکھا تھا ۔ اتنے میں غیب سے آواز

آئی، وہ تو یہ فرما کر بدوی چپ ہو گیا مگر غیب سے آواز آئی۔۔۔

مارو اس کو!

اب ہم کہتے ہیں کہ ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مرض الوصال میں ادھر دیکھا اور فرمایا کہ مارو اس کو۔ فرماتے ہیں کہ ویسے ہی مرید کہانیاں بنا لیتے ہوں گے، مگر یہ تو اوپر سے چلا آرہا ہے، ہر چیز متوارث ہے اس امت میں، ان آوازوں کے بھی کئی قصے ہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے میں نے حالات میں لکھا بھی تھا وصال والے ہفتہ رات کو ایک آواز آئی اور میں نے جا کر دیکھا تو کہنے والا نہ کوئی وہاں انسان، نہ کوئی مادر زاد، رات کو دو بجے تھے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ آواز آئی کہ جو اِنہوں نے تمہیں دکھایا کہ جنگل سونے سے بھر جائے لیکن آواز آئی، ہاتفِ غیبی کہتا ہے کہ اگر ابھی یہ اشارہ کر دیں تو آسمان زمین سے لگ جائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی اساتذہ

اب یہ سلفی امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کیا سے کیا بنانا چاہتے ہیں، اور ہیں کیا اصل میں صوفی ہیں صوفی۔ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، یہ ہمارا وقت بہت محدود ہوتا ہے ورنہ میں ابھی بیان کرتا کہ ثَلاثٌ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ اسی کے ذیل میں جوان کی پسند کی چیزیں، حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کی گئی ہیں، تو یہ جو امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ سیکھا وہ کن سے سیکھا؟ جو ائمہ تصوف ہیں، جن کا ذکر بکثرت ہے صوفیاء کے یہاں، بِشرِ حافی، ان سے سیکھا، معروف کرخی، ان سے سیکھا، حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ان سے سیکھا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

پہلے بھی حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا، گزشتہ سال بھی شعر سنایا تھا کہ آخری وقت

میں طبیب کو لایا گیا، تو فرمایا کہ طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا، عربی کا شعر پڑھا ہوگا انہوں نے جس کا فارسی ترجمہ کیا گیا:

از بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب   کہ دردمند عشق رادا روئے جز دیدار نیست

جوانہوں نے تو عربی میں کہا تھا اس کا کسی نے فارسی میں بنایا **الطَّبِیبُ هُوَ الَّذِیْ اَمْرَضَنِیْ،** کہ طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے تو کونسے طبیب کو لاؤ گے؟

حضرت بشرِ حافی رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ذوالنون مصری سے سیکھا، بشرِ حافی سے سیکھا، کیسے سیکھا بشرِ حافی سے کہ حضرت بشرِ حافی سے ان کی عقیدت ایسی تھی، ایسی تھی جیسی کہ شاید ہماری۔۔ ہمارے پیرومرشد قطب الاقطاب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نہیں ہوگی، ہم تو جھوٹی محبت کے مدّعی ہیں۔

ان سے سوال کیا گیا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے، اتنے بڑے امام، ان کی سب سے بڑی مُسند اور امام بخاری نے بخارا سے جا کر ان کے پاس احادیث پڑھیں اور تمام محدثین دنیا بھر سے پڑھنے کے لئے ان کے پاس جاتے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ محبت کیا ہے؟ محبت، یہ میم پر زبر ہے پیش نہیں ہے، محبت کیا ہے؟ تو امام احمد نے فرمایا کہ جب تک بشرِ حافی زندہ ہیں میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ کتنا ادب بشر حافی کا، اور ادب کیسے سکھاتے تھے۔

ان کے صاحبزادہ کو دیکھا، امام احمد دیکھ رہے ہیں اور صاحبزادہ کوئی درس دے رہے ہیں یا کسی حدیث کی تشریح کر رہے ہیں جو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے متعلق ہے کہ **خَلَقْتُهُ بِیَدَیَّ،** قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھ سے ان کو بنایا۔ اس کو جب وہ بیان کر رہے تھے تو **بِیَدَیَّ** کو، انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کرنے کے لئے آستین

چوڑی یہاں تک تھی، تو اس کو ایسے اوپر چڑھا کر ایسے ہاتھ ابھی کرنے جا رہے تھے، دو ہاتھ کہ میں نے ہاتھ سے بنایا، امام احمد نے فرمایا کہ نہیں نہیں، یہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرنا، انسان، کسی انسان کی کوپی جائز چیز میں تو کر سکتا ہے، مخلوق مخلوق کی کوپی، نقل اتار سکتی ہے لیکن حق تعالی شانہ کا جو فعل ہے بِیَدَیَّ اس کی کوپی نہیں کی جا سکتی، اس کی نقل جائز نہیں، ورنہ تو پھر وہ ہو جائے گا، کہ منبر پر اللہ جل شانہ کیسے براجمان ہیں، کیسے تشریف رکھتے ہیں، اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْش کی تشریح کرتے ہوئے کوئی اگر یوں کہے کہ کَجُلُوسی عَلَی هَذَا الْمِنبَر، کہ ایسے بیٹھے ہیں کہ جس طرح میں منبر پر بیٹھا ہوں۔ حالانکہ امام احمد تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ خَلَقْتُهُ بِیَدَیَّ میں اشارہ بھی مت کرو اپنے ہاتھ سے، ہاتھ بند رکھو، کہ وہ ہاتھ سے بھی پاک ہے جس کے متعلق وہ خود اپنے متعلق فرماتا ہے کہ خَلَقْتُهُ بِیَدَی.

اللہ تبارک وتعالی یہ ادب ہمیں بھی نصیب فرمائے، جو کچھ انہیں ملا، اسی ادب کی وجہ سے ملا، آگے فرماتے ہیں بِشرِ حافی کے متعلق کہ جب تک یہ زندہ ہیں، میں نہیں بتاؤں گا کہ محبت کیا ہے؟

۱۹/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیم.

ہمارا موضوع حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا چل رہا تھا۔ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو صوفیاء کرام کی ساری جماعت سے اور اُن کے اماموں سے کتنا تعلق تھا۔ اُس پر سنایا تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ **ما المحبۃ**؟، کہ محبت کیا چیز ہے؟ انہوں نے جواب کا وعدہ تو فرمایا کہ ہاں میں اس کا جواب دوں گا، مگر کب؟ فرمایا کہ بشر حافی جب تک زندہ ہیں اس وقت تک میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

اسی طرح حضرت امام احمد کے متعلق لکھا گیا ہے کہ جیسے محبت کا انہوں نے جواب نہیں دیا کہ محبت کسے کہتے ہیں، ہم میں سے ہر ایک سے کوئی پوچھے تو فوراً کہہ دے گا کہ محبت اسے کہتے ہے۔ لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نہیں کہ میں اس کا جواب نہیں دیتا۔ اسی طرح اُن کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت امامِ احمد سے اگر معاملات اور شرعی چیزوں کے متعلق کوئی سوال کیا جاتا، تو اس کا جواب اپنی طرف سے عنایت فرماتے۔ لیکن اگر وہ سوال حقائق سے متعلق ہوتا تو فرماتے کہ یہ بشرِ حافی سے پوچھو، جواب نہیں دیتے تھے۔

شریعت اور طریقت کا تلازم

اسی لئے آج یہ کتاب کے متعلق کسی نے پوچھا، کہ یہ کیا موضوع ہے؟ میں نے کہا کہ یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی کتاب کا ترجمہ ہے انگلش (English) میں اور حضرت کی اردو میں کتاب ہے ''شریعت وطریقت کا تلازم'' کہ شریعت اور طریقت دو الگ چیزیں نہیں، بلکہ وہ لازم ملزوم ہے۔ طریقت شریعت کے بغیر نہیں، اور شریعت طریقت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

اسی لئے امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آج کل کے سلفیوں کی طرح سے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیا

حقائق حقائق کے پیچھے پڑے ہو؟ حقائق کیا چیز؟ علم ظاہر کے متعلق پوچھئے، لیکن آپ نے دیکھا کہ میں نے تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو لکھا تھا کہ وہ مسجد والے چور پکڑے گئے، تو حضرت نے منع فرمایا کہ اوہو! نہیں نہیں، اس پر خوشی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، اُن کے پکڑے جانے پر، اور یہ بہت باریک چیز ہے۔ اور باریک، جب میں نے یہ خط سناتے ہوئے یہ پڑھا، تو حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روتے رہے، روتے، روتے، چشمہ ہاتھ میں، اور جس طرح کوئی چلاّ رہا ہو، اسی طرح فرما رہے ہیں کہ یہ بات تو قطب ہی کہہ سکتا ہے۔

کیوں کہ انہوں نے دیکھا کہ اس جملہ کی حقیقت اور اس کا گُر حضرت جانتے تھے کہ یہ کیا کہا جا رہا ہے۔ اب جب کہ اس کی شرح میں نے آپ کے سامنے کی، تو ہم میں سے ہر ایک سمجھے گا کہ ہم میں سے ہر ایک چور ہے۔ ہر چیز میں ہم چوری کرتے ہیں، پڑوسی کی زمین مار لیتے ہیں، پڑوسی گاڑی یہاں کیوں کھڑی کرتا ہے، اُس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، یہ سب چوری ہی تو ہے، کسی کا حق مار لینا، کسی کو جہاں وہ گاڑی کھڑی کر سکتا ہے وہاں کھڑی نہ کرنے دینا۔ کھانے میں، پینے میں، بھائیوں کے ساتھ، ماں باپ کے ساتھ، بھائی بہنوں کے ساتھ، وراثت میں، پیسے دبانے میں، ہر چیز میں ہم ماہر۔ تو یہ ساری چوری ہی تو ہے۔

سب سے بڑی چوری نماز کی

اور سب سے بڑی چوری فرمایا کہ نماز کی ہے جس کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ اوہو! ہماری شریعت کتنی پیاری، کہ جانوروں کے ساتھ تشبیہ دی۔ کہ سجدہ میں گیا، سر اُٹھا لیا، تو فرمایا کہ جس طرح وہ مرغ کی طرح سے، وہ دانہ چگتا ہے، اُس کے ساتھ تشبیہ دی۔ اور اچھی طرح رکوع نہ کرنے کو گدھے کے مشابہ بتایا گیا، کس طرح کھڑا ہوتا ہے، سر جھکا کر کے سر، پیٹھ یہ تمام اعضاء بالکل سیدھے ہونے چاہیے رکوع میں، فرمایا گدھے کی طرح سر اونچا رکھتا ہے۔ دس جانوروں کے ساتھ نماز کی غلطیوں کو تشبیہ دی گئی ہے۔ اور ایک شاعر نے عربی میں نظم

بھی کیا ہے۔

حضرت بِشرِ حافی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ سیکھا، حضرت بشرِ حافی سے ان حقائق کو سیکھا۔ ہر چیز میں آپ دیکھیں گے حقیقت، کیسے حقیقت؟ کہ کیسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اُن سے متأثر ہوئے کہ اُن کو اپنا اتنا بڑا امام مانتے تھے کہ بولنے کے لئے تیار نہیں کہ وہ جواب دیں گے، ہم تو نہیں بول سکتے۔

کیوں کہ بشرِ حافی کے پاس ایک عورت پہنچی، ایک خاتون پہنچی، نقاب پوش، اور اُس نے اپنے شوہر کی شکایت کی، تو سنتے رہے اور اس کا جواب دیتے رہے، سمجھاتے رہے کہ یہ تو ہر گھر میں ہوتا ہے۔ خاتون نے کہا کہ نہیں وہ تو دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا کہ دوسرا نکاح؟ شریعت میں تو تیسرا ابھی چوتھا بھی کر سکتے ہیں، اُس پر کیوں تکلیف محسوس کر رہی ہو تم؟

اُس کے جواب میں وہ خاتون کہتی ہے کہ اگر شریعت نے اجازت دی ہوتی کہ نامحرم کے سامنے چہرہ کھولا جا سکتا، تو میں چہرہ کھولتی آپ کے سامنے تو آپ بھی اپنی رائے بدل دیتے، اور کہتے کہ ایسی خوبصورت بیوی جس کو ملی ہو، اُسے دوسری اور تیسری کرنے کی کیا ضرورت؟

اب وہ ایک مسئلہ پوچھنے آئی، اپنی مصیبت، آفت، تکلیف بیان کر رہی ہے کہ شوہر دوسری شادی کرنے جا رہا ہے، اور اس کے لئے اس نے یہ دلیل کے طور پر کہا کہ اللہ نے مجھے ایسا حسن اور جمال دیا ہے کہ دوسری کرنے کی کیا ضرورت اس کو۔ اور کہا کہ اگر شریعت نے اجازت دی ہوتی، کہ میں نقاب ہٹاؤں تو میں ہٹاتی، تو آپ کی رائے بھی بدل جاتی۔

یہ سن کر وہی علمِ حقائق بشرِ حافی پر کھل گئے۔ انہوں نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔ کہ حق تعالیٰ شانہ بھی کہتے ہیں کہ مجھی سے محبت کرو، مجھی سے محبت کرو اور پوری فہرست گنوا کر، کہ جن جن سے محبت ہو سکتی ہے، قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاؤُکُمْ وَ اَبْنَاؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ

عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَاوَ تِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَا ، گنوا کر، کہ باپ، ماں باپ، آباءاجداد، بھائی بہن، بیویاں، کنبہ، قبیلہ، رشتہ دار، مال جو تم نے کمایا، جو تمہاری کوٹھیاں بلڈنگیں (Buildings) اور مکانات بنگلے، ان تمام چیزوں سے، اگر تمہیں اللہ سے زیادہ محبت ان چیزوں سے ہے، تو یہ جن چیزوں کو انسان دل دیتا ہے، ان سب کو بیان فرمایا کہ ان چیزوں کو پھینکو اور مجھے اپنے دل میں بساؤ۔

کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے مجھے دیکھا نہیں۔ تم نے میرے متعلق پڑھا نہیں۔ اگر ذرا سا حجاب ہٹایا جاتا، تم میں دیکھنے کی تاب ہوتی اور میں ہٹاتا تو تمہیں پتہ چلتا کہ تم کتنی بڑی غلطی کر رہے ہو، اور کتنی بڑی گمراہی میں ہو۔

اکبرالکبائر

اسی کو حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی کے لئے مالک کو بھلانا یہ اعظم الکبائر ہے، اکبرالکبائر ہے، کبائر کی فہرست میں۔ ابھی کتابیں ماشاءاللہ روز چھپتی ہیں، تو اُس میں کوئی اسّی لکھتا ہے کوئی نوّے، کسی نے سو سے زیادہ تلاش کر لی، مگر کسی نے یہ نہیں لکھا جو حضرت نے لکھا۔ کہ سب سے بڑا گناہ، اکبرالکبائر، ایک لمحہ کے لئے اُس مالک کو بھول جانا۔

اسی لئے حضرت بشرِ حافی اُدھر چلے گئے، جب یہ عورت کہتی ہے کہ میں اگر نقاب ہٹا دوں تو تمہاری رائے بھی بدل جائے، تو وہ خدا بھی، میرا محبوب بھی یہی کہتا ہے۔ ساری دنیا اس کو بھولی بیٹھی ہے، اولیاءاللہ نے اسی کو مانگا کہ الٰہی تو ہی مل جا، اور ہمیں اور کچھ نہیں چاہئے، اسی لئے تمام بزرگانِ دین کے یہاں اسی کی تعلیم کہ سب کو بھلاؤ اور اسی کو دل میں بساؤ۔

حضرت بشرِ حافی کے انتقال کے بعد کے قصے لکھے ہیں، جیسے ہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے وصال کے بعد کسی نے خواب میں یہ دیکھا، مکاشفہ میں یہ دیکھا۔ اسی طرح ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم اپنے کتابوں میں جگہ جگہ اُن کے حوالہ دیتے ہیں، اور خاص طور پر جو

انتقال کے بعداُن کے بارے میں مبشرات تھے، وہ انہوں نے جگہ جگہ بیان کئے۔

ایک جگہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ فلاں نے خواب میں دیکھا بشرِ حافی اور معروف کرخی کو، اور پوچھا کہ کیا گذری؟ کیا حال ہے؟ کہاں سے آرہے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم جنت الفردوس سے آرہے ہیں۔ اور وہاں گئے تھے جنت الفردوس میں زُرْنَا مُوْسیٰ کَلِیْمَ اللّٰہ، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کے لئے ہم گئے تھے۔

ایک دوسری بشارت نقل کی، اُس میں فرماتے ہیں کہ اُن کی، بشرِ حافی کی زیارت ہوئی، پوچھا کہ کیا حال ہے؟ کہنے لگے کہ میں اعلیٰ علیین سے آرہا ہوں۔ علیین سے آرہا ہوں اور میں اور فلاں فلاں رب جل مجدہ کی بارگاہ میں حاضر تھے، اور میں وہاں سے آگیا، اور میرے دونوں ساتھی وہاں رب جل مجدہ کے پاس ہیں، حضرت امام احمد ابن حنبل بھی ان میں شامل کہ وہ وہاں حق تعالیٰ شانہ کے سامنے یَأْکُلاَنِ وَ یَشْرَبَان، کہا کہ کھا پی رہے ہیں اور مزہ کررہے ہیں۔ تو پوچھا کہ آپ کیوں اُن کے ساتھ شریک نہیں ہوئے؟ وہاں بھی جو دنیا میں رغبت نہیں تھی نہ کھانے کی نہ پینے کی، ہر چیز۔

ترکِ زوائد

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ ہمارے ایک دن کی غذا، ایک دن کی اکٹھی کرو، روزوں کی، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ ہماری غذا ایک دن کی اکٹھا کرو، ایک دن کے روزوں کی غذا، مشکل سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے پورے رمضان کی بنتی ہوگی۔

اور حضرت نے سالہا سال یہ تہیہ کرلیا تھا، کہ جو بقدرِ رمق اور چند لقمے اس جسم کو باقی رکھنے کے لئے کافی ہوجائے اُس کے سوا کوئی چیز نہیں کھانی ہے۔ ساری چیزیں جو بھی آتیں، اس عہد کا نام رکھا تھا حضرت نے ترکِ زوائد، کہ وہ میرا زمانہ ترکِ زوائد کا تھا کہ زائد چیزوں کو میں نے

حذف کرر کھا تھا۔کوئی چیز برس ہا برس تک حضرت نے زائد نہیں کھائی۔

اَبَاحَ لِیُ نِصُفَ الُجَنَّت

اُسی کا نتیجہ کہ بشر حافی فرماتے ہیں کہ وہ تو کھا رہے ہیں، مگر مجھے کوئی رغبت نہیں کھانے پینے کی، میرے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر قت اجازت دے رکھی ہے کہ میرا دیدار کرتے رہو۔

اور آگے سنئے، حضرت ابن قیم ایک اور بشارت اُن کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ اُن کی زیارت ہوئی، فلاں نے پوچھا کہ کیا گذری؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر بڑا لطف اور کرم فرمایا، مجھ پر رحم فرمایا، ایک بات تو یہ ارشاد فرمائی۔

اور اُس کے بعد دوسری چیز فرمائی کہ اَبَاحَ لِیُ نِصُفَ الُجَنَّة، جو جنت ہے ساری کے ساری اسّی صفیں ہیں، اس امت کی، تو جو بہت بشرِ حافی کے مرتبہ سے بھی اوپر والے جو ہوں گے، اُن کی جنت تو ظاہر ہے کہ وہاں تو ہر وقت بغیر اجازت کے نہیں جاسکتے۔مگر آپ کے نیچے کے جتنے لوگ ہیں، تو فرمایا کہ اُن سب کی نصف جنت میں میں جا سکتا ہوں۔ یہ اللہ نے میرے لئے مباح کر دیا کہ تم جا سکتے ہو۔

اور تیسری چیز ہماری وہ تین سال پہلی والی بشارت۔ یہاں آخری دن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی زیارت ہوئی ہمارے گلاسگو والے دوست کو کہ حضرت کے متعلق حق تعالیٰ شانہ خود فرما رہے ہیں، حضرت شیخ کی طرف اشارہ فرما کر کہ جن کو انہوں نے دیکھا اُن کی بھی مغفرت کردی گئی، اور بھی آگے بشارت ہے۔

اُس وقت مولانا محمد صاحب سہارنپور والے بھی موجود تھے، کہنے لگے کہ اس خواب کی نقل کی اجازت ہے؟ تو ابن قیم یہ بشارت نقل کرتے ہیں کہ بشر حافی کو دیکھا گیا، انہوں نے فرمایا کہ ایک تو بات فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر لطف اور کرم فرمایا، مجھ پر رحم فرمایا بڑا۔ دوسری بات ارشاد فرمائی کہ میرے لئے جنت مباح فرمادی، اور تیسری بات یہ فرمائی کہ اے بشر! دیکھو،

اگر چہ دنیا میں تم نے بہت عبادت کی، لیکن تم دنیا میں جب عبادت کرتے تھے، اگر تم دہکتی ہوئی آگ پر اور انگاروں پر مجھے سجدہ کرتے، تب بھی ایک نعمت میں نے تمہیں دی تھی، اس کا شکریہ ادا نہ ہوتا۔ وہ نعمت کیا؟ فرمایا کہ لوگوں کے دلوں میں میں نے تمہاری محبت ڈال دی تھی، اس نعمت کا شکریہ ادا نہ ہوتا۔

اَنَا اَغْفِرُ لِمَنْ تَبِعَ جَنَازَتک

اور چوتھی چیز جو میں ابھی سنا رہا تھا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے متعلق بشارت کہ جن کو انہوں نے دیکھا اور اس سے بھی اور آگے ہے کہ انہوں نے جن کو دیکھا ان سب کی میں نے مغفرت فرمادی۔ اور حضرت بشر حافی، چوتھی چیز اپنے متعلق جو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اُنہیں وہاں ملی جو اُن کو وہاں ملی، اُس کو نقل فرماتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ کہا گیا کہ اَنَا اَغْفِرُ لِمَنْ تَبِعَ جَنَازَتک کہ جو بھی تیرے جنازے کے پیچھے چلے ہیں اُن سب کی میں نے بخشش کردی۔

ابن قیم کو تو خوف نہیں ہوا کہ، کوئی کہے گا کہ دیکھ، یہ تو سیکریٹ (secret) چیزیں ہیں اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر وہ لکھ سکتے ہیں، تو ہم بھی ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی بشارتیں نقل کرسکتے ہیں۔ اس لئے میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ حضرت کو ہم نے جس حال میں، جس مزاج کا دیکھا، ہم دیکھتے تھے کہ حضرت کو تو ابتدائی صدیوں میں آنا تھا، صدیوں پرانا حضرت کا مزاج تھا۔

ایک معجزہ

وقت ختم ہو رہا ہے، کل میں نے ایک بات شروع کی تھی وہ یَا اَبَا عُمَیْر مَا فَعَلَ النُّغَیْر؟ والی، اس میں ایک علمی نکتہ تھا۔ کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اس کو باب المزاح میں محدثین ذکر فرماتے ہیں۔ لیکن جیسا کل بتایا تھا، کہ یَا اَبَا عُمَیْر اس ایک کلمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کتنی عظیم پیشینگوئی فرمادی، کتنا بڑا معجزہ۔ کہ یہ بچپن ہی میں فوت ہو جائے گا، **اَبَا عُمَیْر** یہ چھوٹی سی عمر لے کر آنے والا بچہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا، اس لئے وہ بچپن ہی میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ کتنا بڑا معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اس حدیثِ پاک کی جگہ کہ **یَا اَبَا عُمَیْر مَا فَعَلَ النُّغَیْر**؟ جس طرح باب المزاح میں ہے اسی طرح کتاب المعجزات اس کی جگہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی ہمیں قدردانی کی ہمیں توفیق دے۔ اور حق تعالیٰ شانہ ہمیں ایسی زندگی گذارنے کی توفیق دے کہ کل مرنے کے بعد حق تعالیٰ شانہ کے روبرو اپنے آپ کو ہم پیش کر سکیں، اور ہمارا خاتمہ ٹھیک ہو۔

آج بتایا گیا کہ ہمارے دار العلوم کے فارغ التحصیل مولانا کمال الدین اولدھام (Oldham)، اُن کے والد صاحب کا انتقال ہوا۔ ایک اور بلیک برن میں شوکت بھائی، اُن کی ہمشیرہ کا انتقال ہوا، مبارک گھڑیوں میں، کتنے خوش نصیب لوگ ہیں۔ اور تیسرا لیسٹر (Leicester) میں، ہمارے بھائی عبدالسلام صاحب کے اہلیہ کے عزیزوں میں کسی کا انتقال ہوا۔ کتنی پیاری موت اُن کی۔ فرماتے ہیں کہ روزہ سے تھے، اور جامع مسجد میں جماعت ٹھیری ہوئی ہے، تو جماعت کے لئے افطاری کا سامان لے کر مسجد میں داخل ہو رہے ہیں، ایک پیر ابھی مسجد میں رکھا اور ایک پیر باہر، اور وہیں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۲۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

یہ جو ہمارا سلسلہ ہے اسے تصوف بھی کہتے ہیں، سلوک بھی کہتے ہیں، طریقِ محبت بھی کہتے ہیں اوراسی لئے امام احمد سے سوال کیا گیا تھا کہ یہ محبت کیا؟ جس کا کوئی راستہ بھی ہے؟ فرمایا کہ یہ تو بشرِ حافی جب تک زندہ ہیں، میں اس کا جواب نہیں دوں گا۔

قدیمی سلسلہ

یہ کتنا پرانا سلسلہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک، مسلسل چلا آ رہا ہے جس کی ہم پیروی کر رہے ہیں، ہر چیز میں ہم تو بہت اوپر سے لیتے ہیں۔ ہماری عبادت، ہمارے معاملات، معاشرت، ہر چیز، ہم اس کے پابند ہیں کہ وہیں سے لیں، کوئی نئی چیز اختیار کرنے کے، پسند کرنے کے، برتنے کے ہم مجاز نہیں۔

اسی لئے ہمارے یہاں جو ہم نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں وہ کہاں سے ہم نے لی؟ نسائی میں حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے۔فرماتے ہیں کہ اَنَّ الْمَلَائِکَۃَ صَلَّتْ عَلٰی اٰدَمَ وَ کَبَّرُوْا اَرْبَعًا کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی وفات جب ہوئی تو آپ کی وفات پر آپ کی ذریت، خاندان نے نماز پڑھی اور ملائکہ نے بھی پڑھی، جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ملائکہ کا سب سے بڑا اجتماع ہوا، کوئی فرشتہ اوپر نیچے کا باقی نہیں کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کی ہو۔

اسی لئے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی بھی نمازِ جنازہ جب پڑھی گئی، تو حضرت اُبی فرماتے ہیں کہ ان کی نمازِ جنازہ کیا تھی کہ کَبَّرُوْا اَرْبَعًا ان کی نمازِ جنازہ فرشتوں کی تھی، جس میں ہماری طرح سے ثنا، درود شریف، دعا کچھ مذکور نہیں، کہتے ہیں کہ بس چار تکبیر کہی گئی۔

اسی لئے میں بعض دفعہ جنازہ پڑھانے سے پہلے اعلان کر دیا کرتا تھا، دیکھتے کہ مجمع میں بہت سارے دوست ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جنہیں نمازِ جنازہ کی دعائیں نہیں معلوم، وہ اپنے کسی دوست کی محبت میں، ان کے ساتھ تعلق کی وجہ سے جنازہ میں تو شریک ہوگئے، مگر انہیں نہیں معلوم کہ دعائیں کیا ہیں۔ وہ بیچارے دل میں کڑھتے رہتے ہیں، ان کا کوئی خاص دوست ہے، رشتہ دار ہے کہ اس کی نماز جنازہ ہے، تو میں کھڑا ہوگیا پڑھنے کے لئے، مگر مجھے دعا بھی نہیں معلوم۔

میں ان کی تسلی کے لئے اعلان کر دیا کرتا تھا کہ جن کو جنازہ کی نماز کی دعا یاد نہ ہو، تو کوئی حرج نہیں، آئندہ کے لئے تیاری کر سکتے ہیں، بعد میں یاد کر سکتے ہیں، لیکن یہ جو جنازہ سامنے ہے اس کے امام کے ساتھ آپ چار دفعہ اللہ اکبر کہہ دیں گے، تو آپ کی نمازِ جنازہ مکمل ہوگئی، کیوں کہ اس روایت میں حضرت اُبی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے کَبَّرُوْا اَرْبَعًا چار تکبیریں کہی، تو ہم ہر چیز وہاں اوپر سے لیتے ہیں۔

اکابرین کی تحقیق

اسی لئے ہمارے اکابرین کے بارے میں بھی ہمیں اس کا یقین ہے کہ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو فقہ ہمیں مرتب کر کے دیا، آج کل کی کتابوں میں چاہے وہ حدیث ملے نہ ملے، لیکن وہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے کہ ہم نے بارہا دیکھا، بارہا آزمایا بہت سی چیزوں کے بارے میں، کہ جو ہمارے اکابرین فرماتے ہیں، وہ چاہے اس وقت نہ ملے، چند سال تک نہ ملے، کسی نہ کسی وقت آپ کو ضرور ملے گی۔

اس لئے میں نے مثال دی تھی کہ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کہ کبھی درس بخاری میں فرماتے تھے کہ ابھی اس وقت تو اس کے سنانے کا موقع نہیں ہے عشاء کے بعد مجلس میں یاد دلانا ، میں وہ قصہ سناؤں گا، تو پھر وہ عشاء کے بعد کی مجلس میں حضرت سے ہم عرض کرتے کہ وہ قصہ

آج بخاری شریف میں حضرت نے فرمایا تھا، پھر حضرت وہ قصہ سناتے۔

''اس میں تو کچھ کدّ ے''

یہ امانت کی حفاظت کے بارے میں اوراسمِ اعظم کے بارے میں، وَ اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَم اِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ یہاں جب حضرت پہنچتے ،تو یہ قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کے پاس کوئی صاحب پہنچے کہ ہمیں اسمِ اعظم سکھا دیجئے۔انہوں نے فرمایا کہ اچھا ٹھہرو، رہو، سکھائیں گے۔وہ رہے، اور رہے، کچھ عرصہ کے بعد ان کو ایک ڈبہ دیا کہ اس کو فلاں بزرگ کے یہاں لے کر جاؤ، ان کو پہنچادو۔

اب وہ لے کر جارہے ہیں، دیکھا کہ راستہ میں اس میں کچھ حرکت ہے،تو سہارنپوری زبان میں حضرت فرماتے تھے کہ راستہ میں خادم نے دیکھا کہ اس میں تو کچھ کدّ ے، اس میں تو کچھ کدّ ے۔جیسا ہی انہوں نے ڈھکن کھولا ، ایک چوہا اچھل کر بھاگ گیا۔پھر ڈبہ بند کر دیا۔اب پریشان کہ اب میں کیا لے کر جاؤں، پھر سوچا شاید یہ برتن ہی واپس کرنا ہوگا، اس لئے لے کر پہنچ گئے۔

وہاں پہنچ کر جب ڈبہ پیش کیا ،انہوں نے کھولا تو خالی، کہا کہ اس میں کچھ تھا نہیں؟ کہا کہ نہیں۔فرمایا کہ ایسے ہی دیا تھا حضرت نے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، صرف میں نے دیکھا کہ کچھ کود رہا ہے، اس میں کچھ کدّ ے، تو پھر میں نے اس کو کھولا ، اس میں سے چوہا بھاگ گیا۔فرمایا کہ جب ایک چوہے کی وہاں سے یہاں تک تم حفاظت نہیں کر سکتے تو اسمِ اعظم کی حفاظت کیسے کروگے؟

بظاہر یہ قصہ ویسے ہی بناوٹی سا معلوم ہوتا ہے کہ ویسے ہی لوگوں کو سمجھانے کے لئے کسی نے قصہ گھڑ لیا ہوگا، مگر میں حیران رہ گیا کہ جب حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں مجھے یہ قصہ ملا، یہ سلفی جن کو پیر مانتے ہیں حضرت امام احمد ابن حنبل، میں نے تین نام اس دن لئے

تھے کہ بشرِ حافی، معروفِ کرخی اور ذوالنون مصری، جن سے امام احمد مستفید ہوئے، تو ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے پاس کسی بزرگ نے خادم کو بھیجا تھا حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے اسم اعظم سیکھنے کے لئے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت نظر

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر چیز ہمیں ملی ہے۔ ایک بڑی عجیب چیز کہ حضرت سے بیسیوں مرتبہ ہم نے سنا کہ میں نے والد صاحب سے ایک حدیث، ایک روایت سنی، بہت تلاش کی، مگر کہیں مل کر ہی نہ دی۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مولویوں کو بددعا دے گئیں کہ اے خدا! ان مولویوں کی روزی پریشان رکھیو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے بہت تلاش کیا مگر مجھے کہیں یہ روایت ملی نہیں۔ ابھی گذشتہ سال مجھے یہ روایت بھی مل گئی جو ساری عمر کتنے برسہا برس حضرت نے تلاش کی ہوگی اور یہ ویسے چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں کوئی تلاش کرے گا اور جگہ لیکن یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ہے **اَللّٰھُمَّ اَفْقِرِ الْمُعَلِّمِیْنَ**.

حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عبور دیکھئے دونوں زبانوں پر، عربی اور اردو پر، کہ انہوں نے کیسا پیارا ترجمہ کیا **اَللّٰھُمَّ اَفْقِرِ الْمُعَلِّمِیْنَ**، یہ ترجمہ نہیں کیا ہماری طرح سے، جاہلوں جیسا کہ اے اللہ! ان معلمین کو، علم سکھانے والوں کو فقیر بنا دیجیو۔ فقیر وہ چند لقمے جس سے پیٹ بھر جائے، اس کے لئے برتن لے کر در بدر بیچارہ مارا مارا پھرتا ہے پریشان کہ کہاں سے کوئی ایک لقمہ دے۔ تو فقر کا صحیح ترجمہ کیا حضرت مولانا یحییٰ صاحب نے کہ اے خدا! ان مولویوں کی روزی پریشان رکھیو۔ ابھی یہ کتنے برسوں کے بعد یہ روایت ملی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فقہ

ہم کیسے چھوڑیں ان بزرگوں کو کسی کے کہنے کی وجہ سے، کہ اس مسئلہ میں حنفیہ کے پاس کوئی

دلیل نہیں۔ کیسے چھوڑیں جب کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بنایا ہوا فقہ، اس کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں کہ جس کے لئے حدیث نہ ہو، بس اس کے لئے نظر چاہئے۔ اسی لئے ہم ان کی ہر چیز میں تقلید کرتے ہیں۔

نبوت کا چھیالیسواں جزء

اسی لئے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو خوابوں کی اربعین تیار کی، مکاشفات کی اربعین تیار کی، وہ بھی اسی لئے کہ انہوں نے دیکھا کہ ابن قیم نے اپنی کتاب میں اتنے خواب لکھے ہیں جو میں نے آپ کو اس دن ان دو تین بزرگوں کے صرف سنائے اور ان کی کتابیں آپ دیکھیں، تو صرف ابن قیم کی کتابوں سے ایک سے زیادہ اربعین تیار ہو سکتی ہے۔

کیوں اتنی اہمیت دی ان لوگوں نے؟ کہ لوگ تو خوابوں کو کچھ سمجھتے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس کے معنی نہیں جانتے ورنہ خواب تو اتنی عظیم الشان چیز ہے کہ یہ بھی وحی ہے، خود وحی ہے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صاحبِ ایمان کا سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے۔ تو چھیالیسواں جزء وحی تو ہوا، اگر چہ یہ جو قرآن ہے، حدیث ہے یہ وحیِ کامل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ مبارک سے جو کلمات ارشاد فرمائے وہ وحی، قرآن پاک یہ وحی ہے۔ وہ وحیِ کامل اور یہ وحی کا چھیالیسواں جزء۔ اسی بناء پر ان حضرات نے اس طرف توجہ دی اور اتنے بڑے امام، اتنے بڑے محدث ابن قیم، انہوں نے خواہ مخواہ کے لئے یہ سارے خواب جمع نہیں کئے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس کا شریعت میں بہت اونچا مقام ہے، بہت اونچا مرتبہ ہے اور یہ چھیالیسواں جزء یہ خواب ہے اور جو قرآن ہے، حدیث ہے، یہ وحیِ کامل، مکمل وحی ہے۔

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دَخَلَ الْجَنَّة

جیسے مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دَخَلَ الْجَنَّة، تو ہم جس طرح یہاں مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دَخَلَ الْجَنَّة، اس میں ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہاں سرٹیفیکٹ لے کر کھڑے ہو جائیں روڈ پر

کہ جو کوئی گزرے مسلم، غیر مسلم ہر ایک سے کہیں ایک دفعہ پڑھ لو لا الٰہ الا اللہ، یہ سرٹیفکیٹ ہم دیتے ہیں جنت میں چلے جاؤ گے، ایسا کر سکتے ہیں؟ نہیں کر سکتے۔

کیوں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ **مَنْ قَالَ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ دَخَلَ الْجَنَّۃ**، کہ جو قید ہے لا الٰہ الا اللہ وہ جنت میں جائے گا، یہ معنی رکھتا ہے، اور معنٰی کیا رکھتا ہے کہ جو زبان سے کہے بھی، اور دل سے اس کا اقرار بھی کرے، اور پھر اس اقرار کے بعد موانع سے بچے، جو دخولِ جنت کے موانع ہیں ان سے بچے، تب جا کر وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ہاں البتہ جس نے اقرار کرلیا اور دل سے مان لیا اور صحیح طور پر ایمان لے آیا، اب اگر یہ موانع بھی ساتھ لے کر چلتا ہے، گناہ بھی کرتا ہے، نماز بھی نہیں پڑھتا، تو بھی ہم اس کے بارے میں کہیں گے کہ یہ جنت میں تو جائے گا مگر یہ جو کچھ کر رہا ہے، موانع جو اس نے کھڑے کئے ہیں، اس کا خدا کے یہاں حساب دینا ہوگا۔ خدا اگر اس کو اپنی دریائے رحمت سے معاف کر دے، تو یہ جا سکتا ہے ورنہ اس کی جو جزا سزا ہے وہ بھگت کر جا سکتا ہے۔ جیسے وہاں ہم **مَنْ قَالَ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰــہ دَخَلَ الْجَنَّۃ**، کو اپنے عموم پر نہیں رکھتے ہیں، اسی طرح خوابوں کو بھی ہم جو اہمیت دیتے ہیں، تو اپنے عموم پر نہیں رکھتے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو جس نے دیکھا اس کی مغفرت ہوگئی اور جو بشرِ حافی کے جنازہ کے پیچھے چلے اس کی مغفرت ہوگئی۔

ہم کہتے ہیں کہ ہاں بشارت تو ہے، لیکن اگر کوئی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، بعد میں مرتد ہوگیا، تو یہ بہت بڑا مانع اس نے کھڑا کر دیا جنت کے داخلہ کے لئے، وہ سیدھا جہنم میں جائے گا اگر ارتداد سے توبہ نہ کی۔ اسی طرح یہاں بھی بشارت تو ہے، مگر اس بشارت کے بعد اگر دیگر موانع نہیں ہوں گے، تو اس کی مغفرت ہوگی اور موانع اس نے کھڑے کئے، تو اس کا حساب دینا ہوگا۔ یہ جو ہم **مَنْ قَالَ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ** میں اس کو مقید کرتے ہیں کہ اس میں اقرار بھی ہو، تصدیق بھی ہو، تصدیق بھی کیسی، اس درجہ کی، جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو فرمایا۔

اقرار اور تصدیق

ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے سب کو چھوڑ دیا ہے اور میں آپ کے دستِ مبارک پر ایمان کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیعت فرمایا، وہ مسلمان ہوئے اور اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے آپ کی طرف ہجرت کر لی ہے، مجھ سے جو خدمت لینا ہو، میں نے سب کچھ چھوڑ دیا، ہر خدمت میں انجام دینے کے لئے تیار ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے اور ایک صحابی کے ذمہ لگا دیا کہ ان کا خیال رکھیں، پھر ان کے ذمہ تھا کہ یَرْعیٰ ظُھُوْرَھُمْ کہ ان حضرات صحابہ کی جو سواریاں ہوتی تھیں ان کو چرانے کے لئے لے جایا کرتے تھے، یہ خدمت ان کے سپرد ہوئی۔

ایک دفعہ وہ چرا کر شام کو واپس آ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مالِ غنیمت کچھ آیا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو تقسیم فرمایا۔ یہ غیر حاضر تھے تو ان کا حصہ بھی رکھا گیا۔ جب یہ شام کو واپس آئے تو وہ صحابی ان کا حصہ لے کر پہنچے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا۔ پوچھا کہ یہ کیسا؟ یہ پیسے، درہم، دینار، یہ سونا؟

فرمایا کہ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو تقسیم فرمایا، اس میں سے آپ کا بھی حصہ ہے۔ اس وقت ان صحابی سے تو کچھ فرمایا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ کیا بھیجا آپ نے میرے پاس؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب کے حصے ہم نے رکھے تھے تو آپ کا بھی حصہ تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس کے لئے تو ایمان نہیں لایا، میں تو؛ تیر ہاتھ میں لیا اور تیر ہاتھ میں لے کر اشارہ کیا ایسا رکھ کر کے، کہ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ آپ کی حفاظت پر رہوں اور ایک تیر ایسے لگے اور میں پہنچ جاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کوفرمایا کہ اِنْ تَصْدُقِ اللّٰہَ یَصْدُق، کہ اگر تم یہ جو کچھ کہہ رہے ہو، اگر تم اس میں سچے ہو حق تعالیٰ شانہ کے سامنے، تمہارے اس قول میں صداقت ہے، تو اللہ بھی تمہارے ساتھ سچا رہے گا۔

"اَھُوَ ھُوَ؟"

خیر، یہ بات ختم ہوگئی، اس کے بعد غزوۂ خیبر پیش آیا، اور اس سفر میں کسی موقع پر کسی کو اٹھا کر لایا جارہا ہے، تو لاش اٹھا کر لائی جارہی تھی، کوئی شہید ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے ہاتھ میں اس لاش کو دیکھ کر فرمایا، کتنا پیارا جملہ فرمایا اَھُوَ ھُوَ؟

او! کتنا پیارا کہ صحابۂ کرام، ان کے دلوں میں بھی اس شخص کی کتنی محبت ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر میں کتنی محبت ہوگی کہ نام اس کا نہیں لیا اَھُوَ ھُوَ کہ وہ جو جس آدمی کا قصہ تھا، جس کو اتنی تمنا اور تڑپ تھی یہ وہی ہیں؟

میں بہت دفعہ سوچا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ کے اسماء، اسماء حسنیٰ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِی لا اِلٰہ اِلا ھُوَ الرَّحمٰنُ الرَّحِیمُ الْمَلِکُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُوْمِن، توھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لا اِلٰہ الا ھُو، ھُوَ سے شروع ہوتا ہے کہ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، الرَّحمٰنُ الْمَلِکُ الْقُدُّوسُ ، اسماءِ حسنیٰ جب شروع ہوتے ہیں تو کس سے شروع ہوتے ہیں ھُوَ اللّٰہُ سے، تو ھُو پہلے آتا ہے، اسی طرح قُلْ ھُوَ اللّٰہُ جب شروع کرتے ہیں تو قُلْ ھُو، ھُو پہلے۔ اسماءِ حسنی کی جہاں بحث جب شروع ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے ایک ہزار اسماء ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں، فلاں نے اتنے جمع کئے، فلاں نے اتنے جمع کئے، لیکن میں پھر آگے اس میں تلاش کر رہا ہوں کہ ھُو کو کسی نے لیا؟

وہ، اور یہ تو کتنی محبت کی چیز، انتہائی غصہ ہو کسی کو کسی سے، کسی کو بغض ہو، عداوت ہو تو اس کا کبھی نام نہیں لے گا اور کوئی نام لے تو بھی غصہ آئے گا، اسے برا لگے گا، اور کبھی تذکرہ کیا تو 'وہ'۔

اسی طرح انتہائی محبت میں بھی کوئی اپنے محبوب کا نام لے لے کہ اتنے برس پہلے اس کا ایکسیڈنٹ ہوا، تو فوراً اسی وقت ہچکیاں شروع ہو جائیں گی اور بے ہوش ہو جائے گا، نام سنتے ہی محبت کی وجہ سے تو وہاں بھی نام کے بجائے کہتے ہیں 'وہ'۔ کہ اس عاشق محبّ میں اپنے محبوب کے نام سننے کی بھی تاب نہیں ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بالکل انوکھا برتاؤ تھا، بالکل عجیب وغریب برتاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ محبت مجھ سے عائشہ کو ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ اس کے بہت قصے ہیں۔

ایک دفعہ جب خیبر سے واپسی پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، تو سارے مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا کہ او ہو! سردار کی بیٹی آرہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرما لیا ہے، ایک اور ام المؤمنین آرہی ہیں تو سارا مدینہ پہنچ گیا۔ مدینہ منورہ سے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ جہاں تھا، سب دیکھنے آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موقع نکال کر اس بھیڑ میں، مجمع میں پہنچ گئیں، خیمہ کی دو چادریں ذرا سی ہٹا کر کے دیکھنے کی کوشش کر رہی ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ میں سے صرف آنکھیں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ عائشہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کَیْفَ وَجَدْتِیْهَا کہ تم نے دیکھا تو سہی، کیسا پایا، کیسی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بہت سخت جملہ اس کے جواب میں فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیسے گوارا کر سکتی تھیں؟

جیسے ہمارے یہاں چونکہ مجھے زیادہ روشنی نماز، ذکر، درود شریف کے وقت پسند نہیں ہے،

تھوڑی سی ہو، جس میں کسی کو الجھن بھی نہ ہو، سب لائٹیں آف کر دیتے ہیں، صرف ایمرجنسی لائٹیں ہیں، وہ کھلی رہتی ہیں، ان کی اتنی روشنی ہوتی ہے جتنی ہمارے یہاں بچپن میں مسجد میں جب یہ کیروسین تو جلتے نہیں تھے بدبو کی وجہ سے، اور دو تین قسم کے تیل تھے کڑوا تیل اور وہ دوسرا تیل، ارنڈی کا تیل وہ ڈال کر کے مؤذن جلایا کرتے تھے۔ اتنی روشنی ہو جاتی ہے، وہ کافی ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ازواجِ مطہرات کے حجراتِ شریفہ ایسے تھے کہ ان میں روشنی ہی نہیں تھی، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب گھر میں وصال ہو رہا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روتے ہوئے باندی سے فرمایا کہ ذرا پڑوس میں جا کر کہیں سے کچھ تیل لے آؤ۔ بیچاری روتی جا رہی ہیں اور کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہیں اور گھر میں اندھیرا ہے، کوئی تیل تھوڑا سا اس میں ڈال دو، چونکہ ازواجِ مطہرات کے حجراتِ شریفہ سارے ہی ایسے تھے، اس میں روشنی کی عادت ہی نہیں تھی، اندھیرا رہتا تھا۔

''یا رسول اللہ! ادھر تو زینب ہے''

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ایسے موقع پر ہوئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا پہلے سے آ کر تشریف فرما تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ داخل ہونے کے بعد جس طرف تشریف رکھنے کی تھی تو سیدھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر جا رہے ہیں۔ ابھی چند قدم آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہونے کے بعد چلے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زور سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ادھر تو زینب ہیں۔

اب حجت شروع ہو گئی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو تکلیف ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لا رہے تھے تم نے روک کیوں دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے بھی باہر سے یہ جھگڑا سنا تھا۔

خیر میں تو ایک اور قصہ بیان کر رہا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ تھا کہ اس کو سب سے زیادہ محبت ہے۔ اسی لئے ایک دفعہ بنو کلب کی طرف سے پیغام آیا کہ ایک ایسی خاتون جس کے حسن و جمال کا سارے عرب میں بڑا شہرہ تھا، تو مختلف طریقوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی گئی کہ یا رسول اللہ! آپ اس کو اپنے نکاح میں، اپنے عقد میں قبول فرمالیں۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو بیٹیاں پیش کی جاتی تھیں، بڑے بڑے گھرانوں کی، سرداروں کی، اور باندیاں آتی تھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت محدود تعداد اپنے پاس رکھیں۔

جس طرح سب کا تقاضا ہوتا تھا، تو یہ تقاضا ہوا ہر طرف سے کہ بنو کلب کی خاتون اس کا شہرہ ہے پورے عرب میں، بہت خوب صورت خاتون ہے، آپ اس کو قبول فرمالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمایا کہ عائشہ! تم ذرا جا کر دیکھ کر آؤ، پھر آ کر مجھے بتاؤ۔ اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جانا پڑا، کتنا کٹھن دشوار کام ان کے لئے کہ ایک اور زوجہ کو گھر میں لانا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لے گئیں، جب واپس پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا کیا رپورٹ؟ تو وہ عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ! کوئی خاص چیز میں نے تو نہیں دیکھی ،کوئی خاص نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ نہیں نہیں بتاؤ، فرمایا کہ کوئی خاص چیز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر جو فرمایا، اس کو اردو اور عربی ملا کر کے میں پیش کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا پہلے تو، هُــوَ ، وہ وہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اشارہ فرمایا یعنی **الخال علی الگال** کہ **الخال علی الخد**، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایسی حسین و جمیل ہے اور اس کے حسن و

جمال کو اللہ جل شانہ، خالق نے **فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡن،** اس نے اس جمال کو دوبالا کرنے کے لئے اس کے سرخ گالوں پر ایک خال سیاہ تِل بنایا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کا حسن دوبالا ہے، اور میں بتاؤں کہ جب تم نے اس خال کو دیکھا اور اس گال کو دیکھا تو تمہاری کیفیت کیا ہوئی تھی کہ **اِقۡشَعَرَّتۡ،** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے جسم کا ہر رواں کھڑا ہو گیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ **یا رسول اللّٰہ! لا یَخۡفٰی مِنۡکَ شَیۡءٌ،**

اللہ کرے کہ ہمارے گناہ سیئات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی رہیں اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے محشر میں ہماری سیئات کی وجہ سے رسوائی نہ ہو۔

۲۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم.

دوعشرے ختم ہوگئے، ابھی ہم نے تیسرے آخری عشرہ کا استقبال کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ بقیہ ایام عافیت کے ساتھ پورے فرمائے۔ ان مبارک اوقات کی جیسی قدردانی ہونی چاہیے، اُس کی قدر کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ یہاں جو ہم اکھٹے ہوئے ہیں، بالخصوص یہ اعتکاف، ابھی عصر کے بعد اعتکاف کے کچھ آداب پڑھے جا رہے تھے، تو اُن آداب کی کما حقہ ادائیگی کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

بہت سارے آداب کی کتابیں آپ کو پڑھنی پڑھیں گی، اعتکاف کے آداب، روزے کے آداب، سفر کے آداب کہ آپ سفر میں ہیں۔ اخوانِ طریقت کے آداب کہ ایک ہی طریق اور راستہ پر ہم سب چل رہے ہیں، جنہیں اخوانِ طریقت کہا جاتا ہے۔ اس پر مستقل کتابیں ہیں، آدابِ اخوانِ طریقت۔ یہاں آپ کے اس مجمع میں بہت سارے حفاظ، علماء، قراء ہوں گے، تو اُن مشائخ کے آداب، دسترخوان پر اکٹھا کھانا ہوگا۔ پتہ نہیں کتنی کتابیں آپ کے لئے کھل گئی ہیں جو آپ کے ذہن میں ہونے چاہئیں۔ اور سب سے اہم ترین جیسے گذشتہ کل عرض کیا تھا، آدابِ مساجد، اُس پر کتنی کتابیں ہیں۔ تو ہم مسجد میں ہیں دس دن کے لئے، اور مسجد کے آداب بھی بڑے سخت ترین ہیں۔ میں نے جتنی قسم کے آداب اور جتنی کتاب آداب کی گنوائیں، ان سب پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اگر ان کی رعایت ہم کریں گے، تب تو ہم کچھ حاصل کر پائیں گے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر:

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

اور

بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

یہ ابلیس نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ کے وقت جو اشکال کیا تھا، تو اُسی کو شاعر نے یہاں بیان کیا، بے ادبی کی وجہ سے وہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ جتنی عبادتیں، ریاضتیں اُس وقت تک ابلیس نے کی تھیں، حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت تک اتنی نہیں کی تھیں۔ مگر آپ اُس کا حال جانتے ہیں کہ کہاں سے کہاں وہ پہنچا۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ایک چوک ہوئی، وَ ضَلَّ وَ غَوىٰ بعض جاہلوں نے ترجمہ کیا، کہ وہ گمراہی کے گڑھے میں جا گرے۔ اب میں نے اس لئے لفظ استعمال کیا کہ اُن سے جو چوک ہوگئی۔ جو حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے چوک ہوئی، جو اُن کے لئے تو بہت بڑی نعمت ثابت ہوئی، اُن کے لئے کیا، کائنات کے لئے بہت بڑی رحمت ثابت ہوئی اُن کی یہ چوک۔ کیوں کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنت میں رہتے تو جنت میں کیا تھا، کھاؤ، پیو، نعمتوں سے مزہ اُڑاؤ، اتنا ہی تھا۔

کبھی ایسی کوئی چوک ہو جاتی ہے، غلطی ہو جاتی ہے، تو بڑی نعمتیں انسان کبھی پا جاتا ہے، بشرطیکہ اب کیسے سنبھلنا چاہئے، اس طرح وہ سنبھل سکے۔ جیسے ابلیس کہاں سے کہاں گرا، اور حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو سنبھال لیا، خود کہاں پہنچ گئے اور اپنی ذریت کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔

جیسا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد پہنچا، نجران میں عیسائیوں کی حکومت تھی، اور نجران میں عیسائی رہتے تھے، جو سعودی عرب میں ہے اور یمن کی بورڈر (border) پر ہے۔ تو وہاں سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک وفد آیا، جس میں وہاں کے اساقفہ اور رؤساء پر وہ وفد مشتمل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور واپس جب جا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گرامی نامہ اہل نجران کے لئے تحریر

فرما کر عنایت فرمایا۔

اب وہ سفر میں ہیں، واپس جا رہے ہیں۔ جو اُس وفد کے رئیس تھے، اُسقف،، اُن کے ایک بھائی تھے، اُن کا نام تھا بشیر، وہ جا رہے ہیں، سفر ہو رہا ہے، انہوں نے راستہ میں سوچا کہ میں تو رئیس ہوں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ یہ گرامی نامہ وہاں لے جا کر اہل نجران کو پہنچانا ہے، اُن کے سامنے پڑھنا ہے۔ انہوں نے اُس کو پڑھنے کے لئے کھولا۔ روایت میں ہے کہ عجیب اتفاق، کہ انہوں نے وہ گرامی نامہ پڑھنے کے لئے کھولا، اور اچانک جس اونٹنی پر وہ سوار تھے، اُس نے ٹھوکر کھائی اور وہ گری۔ اس طرح سے یہ حادثہ ہو گیا۔

گھوڑے کے بہت سارے قصے ہیں ہمارے، گھوڑے سواری کے۔ ایک دفعہ ہم تین چار تھے، ابھی حفظ کر رہے تھے، ہمارے نانا جان نے صرف میری سواری کے لئے گھوڑا رکھا ہوا تھا، ہم کبھی نکل جاتے تھے، ریس (race) کرتے تھے۔ ایک دفعہ زین کا پٹہ بیلٹ ٹوٹ گیا۔ اور زین اُلٹ گیا، اور میں نیچے آ گیا۔

جس طرح میں نے اُس دن دوسرے گھوڑے کا قصہ سنایا تھا، یوسف بھائی پٹیل صاحب کا گھوڑا، کہ میں تو بہت تیز چلاتا ہوا جا رہا ہوں، دیکھا کہ یہ ہموار راستہ ہے، مجھے نہیں پتہ کہ اس راستہ میں بیچ میں کہیں کوئی کھاڑی آتی ہے، اور اُس میں پانی ہے، اور وہ کافی چوڑی ہے اور اس میں کافی نیچے اُترنا ہے۔ تو میں تو اپنے دُھن میں دیکھ رہا ہوں، کہ چاروں طرف کھیت ہیں، گھوڑے نے اچانک دیکھا کہ اوہو! سامنے یہ تو بانک (bank) آ گیا۔ تو اب گھوڑا اتنا تیز ہے کہ اپنے آپ کو روک بھی نہیں سکتا۔ وہاں پہنچ کر اپنے آپ کو روکنے کی کوشش کرے گا، تو بھی وہ گر جائے گا۔ تو گھوڑے نے فیصلہ کیا، کہ کیا کرنا ہے، اُس نے چھلانگ لگائی تو اس بینک سے اُس بینک تک۔ کافی چوڑی وہ کھاڑی، تو میں نیچے اُترا اور گھوڑے سے لپٹ گیا، اور اس کو بوسے دئے گھوڑے کو۔ یہ گھوڑا تو کسی کا تھا، اور جو ہمارا اپنا گھوڑا تھا تو اُس نے دیکھا کہ مالک گر گیا، تو میں زمین پر پڑے پڑے دیکھ رہا ہوں کہ آسمان کے بجائے گھوڑے کا پیٹ نظر آ رہا ہے، میں

بالکل بیچ میں، ایک قدم اُس نے آگے پیچھے نہیں کیا۔

نَبِّیُ هٰذَا الزَّمَان

اب جیسے ہی وہ اونٹنی ٹھوکر کھا کر گری کہ جو اس وقت بھائی تھے بشیر، تو انہوں نے بدفالی لے لی، اُن کے یہاں بدفالی بہت چلتی تھی۔ بعض گھروں میں بھی چلتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس جاہلیت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ تو وہ کہنے لگا اپنے بھائی سے، اس کو دیکھو کہ تم نے یہ خط کھولا اور یہ اونٹنی ٹھوکر کھا کر گری، اور یہ کہہ کر اس نے دو جہان کے سردار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف کوئی کلمہ زبان سے نکالا۔

یہ بے ادبی پر میں سنا رہا ہوں، تو فوراً بھائی نے کہا توبہ کر، توبہ، استغفر اللہ۔ حالانکہ اب تک وہ سارے اسلام نہیں لائے تھے۔ ٹوکا اور اُس نے کہا کہ یہ **نَبِیُّ هٰذِهِ الْاُمَّة** ہیں، **نَبِّیُ هٰذَا الزَّمَان**، اس زمانہ کے وہ نبی ہیں، اور آخری نبی ہیں، تم نے یہ کیا اُن کے متعلق کلمہ کہا۔

اِس وقت تو وہ بشیر چپ ہو گئے، لیکن اُن کو افسوس ہوا، اتنا افسوس ہوا، کیوں؟ کیوں کہ اب تک وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم تو عیسائی ہیں، اور انہوں نے خط کسی کے نام دیا ہے، اور وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ اور بھائی نے جب ڈانٹا تو عقل آئی، کہ اچھا واقعی نبی ہیں؟ یہ بے ادبی جو مجھ سے سرزد ہوئی، جو کلمہ میری زبان سے نکلا اس کی معذرت کے لئے حاضر ہونا چاہئے۔

بے ادبی بھی مبارک ثابت ہوئی

وہ سوچتے رہے، کچھ دور جا کر انہوں نے فیصلہ کیا، کہ میں گھر واپس نہیں جا سکتا جب تک کہ میں واپس جا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی نہ مانگ لوں۔ فوراً رُخ موڑا سواری کا اور جب مدینہ منورہ پہنچے۔ جو وہاں کو پہنچتا تھا وہ تو پھر دنیا اور آخرت کا ساتھی بن جاتا۔ دنیا اور آخرت میں غلامی اس کو مل جاتی تھی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اخیر تک رہے، پھر واپس گئے ہی نہیں۔ تو یہ اُن کے لئے بے ادبی کتنی مبارک ثابت ہوئی۔

جیسے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے، کہ بے ادبی ابلیس سے بھی ہوئی، مگر وہ گرتا چلا جارہا ہے ابھی بھی، **لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِيْن**، اور اپنے لئے خندق زیادہ گہری کررہا ہے۔ لیکن حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو چوک ہوگئی، تو اس چوک پر حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حق تعالیٰ شانہ کے سامنے گڑگڑانا، معافی مانگنی شروع کی۔ اس کے نتیجہ میں میں نے عرض کیا کہ جیسے کہتے ہیں کہ **اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِن**، جس طرح کہ یہ قید خانہ کے طور پر یہ ملا ہے، مگر بہت ساری نعمتیں بھی ملی ہیں۔ کیا نعمت ملی؟ یہ گذشتہ کل میں نے عرض کیا تھا کہ یہ لفظِ محبت بڑا پیارا ہے، حضرت جب یہ کہیں آجاتا تھا، تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ دسیوں شعر پڑھ دیتے تھے:۔

اے عشقِ خوش سودائے ما طبیبِ جملہ علت ہائے ما

کہ اے عشق! تو کتنا اچھا ہے، کہ ہماری ساری بیماریوں کا مُداوا تیرے پاس ہے۔ اسی طرح لفظِ محبت پر حضرت کتنے سارے شعر سناتے تھے۔

محبت: سب سے بڑا انعام

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے چوک کیا ہوئی؟ کہ حکم تھا کہ یہ پودا اس کا، یہ دانہ مت کھانا۔ اس لفظِ محبت کے لئے میں نے آج تلاش کیا، کہ آپ لوگوں سے کہا بھی تھا کہ بھائی محبت کی تعریف لکھی گئی ہے، اور محبت کسے کہتے ہیں۔

ابن قیم نے کوئی پچیس سے زیادہ قول بیان کئے ہیں، کہ محبت کیا ہے؟ جس کے لئے امامِ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کے خاطر یہ جواب دیا تھا، کہ جب تک یہ بشرِ حافی زندہ ہیں، میں اس کا جواب نہیں دوں گا، اُن سے پوچھو۔ تو وہ میں تلاش کرتا رہا، وہ سارے اقوال دیکھے کہ کیا کہتے ہیں، اس کی تعریف کیا کی گئی ہے۔ لیکن یہ چونکہ کوئی بابِ شریعت نہیں ہے، قرآن اور حدیث کی تشریح نہیں ہے، یہ تو اشاراتِ صوفیہ ہوتے ہیں، لطائف ہیں۔ آج آپ لوگوں کی

برکت سے ابھی نماز میں مجھے خیال آیا کہ یہ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو چوک ہوئی، اوراُس کے نتیجہ میں جو انعامات ملے اُن میں سب سے بڑاانعام یہ ملا، محبت۔ اور یہ انعام کیسے ملا؟ کہ جس طرح میں نے کہا کہ حضرت فرمایا کرتے تھے، محبت پراشعار پڑھتے، لفظ عشق پر اشعار پڑھتے۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ االسلام سے چوک ہوئی، تواب محبوب روٹھ گئے، کہ ہم نے تو کہا تھا کہ اس کومت کھاؤ۔ تو کس کومت کھاؤ؟ یہ اکل شجرہ، اس شجرہ سے تم مت کھاؤ۔ اس سے تم نے کھایا، اب ہم تم سے ناراض، چلو یہاں سے نیچے جاؤ۔

اب رورہے ہیں آدم علیہ السلام، تو رُلایا، رُلایا، رُلایا، کس چیز پر رُلایا؟ وہ حبہ، ایک دانہ کھایا تھا۔ کیا کھایا تھا؟ دانہ، تو اس حبہ دانہ کے کھانے کی وجہ آدم علیہ السلام کو جو نعمت دی گئی، کیا؟ محبت۔ تو یہ محبت ایسی دی گئی کہ وہ ساری عمر روتے رہے۔ یہ جو لطف، اس نعمت میں ہے لطف، وہ دنیا کی کسی نعمت میں نہیں ہے جو حق تعالیٰ شانہ کو منانے میں ہے۔ کہ وہ ہم سے روٹھے ہوئے ہیں، اور یہ ساری ساری زندگی، تمام اولیاء کرام حق تعالیٰ شانہ کی یاد میں، اُس کے منانے میں روتے رہتے ہیں، کہ جس طرح ہمارے باوا آدم سے چوک ہوئی تھی، تو ہم ہر قدم چوک نہیں، جان بوجھ کر غلطیاں کر رہے ہیں، تیری معصیت کر رہے ہیں، اب اُس کے لئے روؤ! روؤ، اور کتنا روتے تھے؟ کہ جیسے گذشتہ سال میں نے سنایا تھا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ

کہ حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ نے حضرت حاجی امداداللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت، دل بہت سخت ہوگیا، بہت دل پتھر کی طرح سخت ہوگیا ہے۔ حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ پھر حضرت کی کیا توجہ ہوئی تو جو گریہ اور رونے کی کیفیت شروع ہوئی۔ شروع میں تو مزہ آتا تھا، روتے، روتے، روتے یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آیا کہ

اب تو دوبارہ حضرت کی خدمت میں جارہے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکرعرض کرتے ہیں کہ حضرت، اب تو برداشت نہیں ہوتا، پسلیاں ٹوٹتی ہیں۔ روتے روتے برداشت نہیں ہوا۔ حضرت کی پھر توجہ ہوئی، وہ حال بدل گیا، موقوف ہوگیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد، پھر وہ لطف یاد آیا کہ اوہو! اسی رونے میں مزہ تھا۔ تو پھر آ کر حضرت سے عرض کیا، حضرت نے ہنس کر ارشاد فرمایا کہ اگر پھر پسلیاں ٹوٹیں گی تو؟

یہ تمام اولیاء اللہ کو جو رونے میں مزہ آتا ہے وہ صرف اسی محبت کے خاطر۔ حق تعالیٰ شانہ یہ دولت ہمیں بھی عطا فرمائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام اسی وجہ سے خلوت میں جا کر اسی ایک محبوب کو دل میں بسا کر، اُسی کی تلاش میں، اور اُسی کو منانے میں لگے رہتے تھے۔ تو ہم بھی چند دن کے لئے جو یہاں حاضر ہوئے ہیں، ان دنوں کی حق تعالیٰ شانہ کما حقہ قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم ہر وقت اپنے آپ کو مشغول اسی کی یاد میں مشغول رکھیں۔

حضرت پیر صاحب

اعتکاف میں ہم نے ہمارے پیر صاحب کو ایک دفعہ دیکھا کہ وہاں سہارنپور میں مسجد سے لے کر جو بیت الخلاء کا فاصلہ ہے، اِس وقت کا حال ہمیں نہیں معلوم، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں سالہا سال جو رہا تو بالکل آخری کونہ پر دور جا کر بیت الخلاء بنے ہوئے تھے، کافی فاصلہ تھا۔

ہم نے دیکھا، کہ ایک صاحب ہیں، حضرت پیر صاحب مسجد سے نکلے تیز تیز جارہے ہیں بیت الخلاء کی طرف، تو وہ بھی اُن کے پیچھے پیچھے تیز تیز، اُن کو کوئی کام ہوگا۔ جب حضرت وہاں سے فارغ ہوکر نکلے تو حضرت کے قریب پہنچ کر وہ کچھ کہہ رہے تھے۔ حضرت پیر صاحب اپنے دُھن

میں آگے چل رہے ہیں، جواب نہیں دے رہے ہیں۔ اور پھر انہوں نے سوچا ہوگا، کہ سنا نہیں تو اور ذرا زور سے عرض کیا، مگر نہ ڈانٹ رہے ہیں، نہ غصہ، نہ کچھ، وہ اپنا کام کئے جا رہے ہیں۔ وہ بار بار اپنی بات پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جب حضرت پیر صاحب وضوء فرمانے لگے، تو میں نے اُن سے چپکے سے اشارہ کیا، میں نے کہا کہ ابھی یہ بات نہیں کریں گے۔ مسجد میں تم واپس پہنچو تو وہاں مختصراً عرض کر دینا تو صرف سُن لیں گے، اگر جواب دینا ہوا تو ہاں یا نا۔ اعتکاف میں اتنا ہی بولنا چاہئے۔ مسجد سے باہر قطعاً نہیں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حضرت پیر صاحب نے سیکھا کہ مسجد سے ، معتکف سے باہر نکلے، تو وہاں قطعاً کوئی گفتگو نہ کرنی چاہئے ، جس کام کے لئے نکلا ، وہ کام، استنجاء، وضوء، فارغ ہو کر واپس مسجد میں آجائے۔ اور وہاں مسجد میں بھی جو دنیوی ضرورت کی باتیں ہیں وہ مختصر جتنی ہاں، نا۔ اُس سے زیادہ نہیں، ورنہ باقی سارا اپنا وقت ذکرِ لسانی، ذکر باللسان، ذکر بالجنان، ذکر بالسر، زبان سے تلاوت، ذکر ہوتا رہے، زبان تھک جائے تو پھر دل سے ہوتا رہے۔ دل سے آگے ایک اور مقام ہے، پھر روح کے ذریعہ، سِر کے ذریعہ اللہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جو اِن بزرگان دین نے طریقہ جاری کیا ہے، اس سے لطف اندوز ہونے کی اور اس کو اپنانے کی حق تعالیٰ شانہ توفیق عطا فرمائے۔

۲۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

ہمارے امام نے ابھی آ یَـاتٌ لِـلْمُوْقِنِیْن کو لِـلْمُؤْمِنِیْن پڑھا ان دونوں میں تو ایمان اور یقین ہے، یقین کے ساتھ لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه کہنا یہ ایمان ہے یہ یَعْلَمُوْن، یَـعْرِفُوْن تھوڑا سا فرق ہو جاتا ہے اگر چہ جان بوجھ کر اتنی تبدیلی کی بھی قطعاً اسلام میں تو گنجائش نہیں لیکن بھول سے ہو جائے، تو بھی آپ دیکھتے ہیں کہ پیچھے سے لقمہ دیا جاتا ہے اور یَـعْـلَمُوْن، تَعْلَمُوْن کو بھی درست کیا جاتی ہے، کہ اتنی غلطی بھی برداشت نہیں کی جا سکتی ہے۔

لیکن جو اس سے پہلے والی غلطی پیچھے سے بتائی گئی اُولَائِکَ هُـمُ الـصّٰـادِقُـوْن کی جگہ اُولَائِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ، غلطی سے پڑھ دیا گیا اور پیچھے سے لقمہ دیا، انہوں نے درست کر بھی لیا۔ اب سب مفتیانِ کرام تو یہ فتویٰ دیں گے کہ غلطی درست کر لی، تو درست ہوگئی، نماز ہوگئی، لیکن ہمارے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے متعلق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسی غلطی اگر ہو جائے اور پیچھے سے لقمہ دے کر اسے درست بھی کیا جائے، تو بھی نماز ٹوٹ گئی، کیوں؟ کہ خدا تو ان کے متعلق کہتا ہے کہ وہ صدیق ہیں، صادق ہیں، تو اس کی جگہ پر ان کو کیا کہا گیا؟ فاسق ہیں۔

اگر ایسی آیات جو صحابۂ کرام کے شان میں وارد ہوئیں، کوئی شیعہ کوئی بد بخت جان بوجھ کر ایسی حرکت کرے، تو وہ اہلِ نار میں سے ہوگا۔ اگر مؤمن ہے پہلے سے، تو وہ کافر ہو گیا، اسی وقت اس کا ایمان رخصت، اسی طرح وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰی اور اَشْقٰی ایک ہی نقطہ کا فرق ہے وہاں تو ایک کی جگہ اَتْقٰی کی جگہ الْاَشْـقٰی، الْاَشْقٰی کی جگہ اَتْقٰی، اگر پڑھ لیا تو وہاں بھی یہی حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ والا اختلاف ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نماز درست نہیں ہوگی اور حضرت کی دلیل بہت مضبوط ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ جیسے ہی اس کی زبان سے نکلا اَتْقٰی کی جگہ اَلْاَشْقٰی، اور صَادِقُوْن کی جگہ فَاسِقُوْن، تو نماز ٹوٹ گئی، پھر وہ جڑے گی کیسے، جڑ ہی نہیں سکتی، اب تو دوبارہ پڑھنی ہوگی، اتنی تبدیلی، غلطی سے، چوک سے ہو جائے، تو اس کا پاور کتنا ہے کہ فرماتے ہیں کہ ہوتی ہی نہیں، ٹوٹ گئی، اتنی چوک بھی نماز کو توڑ دے گی، پھر دوبارہ پڑھو۔ اب جو جان بوجھ کر ایسا کرے، کسی بے گناہ کو گنہگار بتائے، صالح کو فاسق بتائے، تو ان کا پھر کیا حال ہوگا؟

غیبت کے درجات

ہمارا موضوع کل تھا آداب پر کہ مساجد کے آداب، کہ ہم مسجد میں ہیں، بہت دیر تک ہیں، عشرہ کے ختم تک ہیں۔ ہر وقت، ہر گھڑی اس مسجد کی، اس پاک جگہ کی بے ادبی نہ ہو۔ ہم روزہ سے ہیں، روزہ کی بے ادبی نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاتون کے متعلق قے کرنے کا حکم فرمایا کہ حلق میں انگلی ڈال کر ہلاؤ زبان کو اور قے کرو، تو قے کی تو گوشت نکلا۔ فرمایا کہ روزہ رکھا مگر غیبت کر کے اسے توڑ دیا۔ تو یہ غیبت، جو کسی اپنے مؤمن بھائی کا کھایا ہوا گوشت اس برتن میں قے کی شکل میں نکلا۔

یہ تو اس وقت ہے جب کہ ایسی اس کی برائی کی گئی جو اس نے کی ہو، لیکن اگر ایسے کلمات کہے جس سے وہ بے گناہ ہے اور اس پر بہتان لگایا، تو پھر اس کا کیا حال ہوگا؟ اور یہ غیبت بھی اپنے جیسے بد عمل کی کی، پھر تو ایک جیسا حال ہے دونوں کا، اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا غیبت کا ہونا چاہئے۔ اگر کسی بلند مرتبہ انسان کی برائی کی، صالح اور نیک کی، تو اس غیبت کا درجہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

دیکھئے، گوشت کا بھاؤ آپ جانتے ہیں، کتنی اس کی اقسام ہیں۔ اخبار میں آیا تھا کہ ایک ٹکڑا سُکھایا ہوا گوشت پہلی جنگِ عظیم کا کسی نے فریزر میں رکھا ہوا تھا اس کا نیلام ہوا، تو اس وہ ایک ٹکڑا کئی لاکھ میں بِکا ہے۔ اس طرح جو جا چکے یا اپنے سے جو اوپر ہیں، ان کی شان میں بے ادبی کی جائے تو پھر تو اللہ ہی محافظ ہے۔

اسی لئے صاحبِ تفہیم القرآن کے خلاف ہمارے اکابر جو سخت رہے، اسی وجہ سے، کہ جو جنتیوں میں کتنے بڑے بڑے گروہ کے سردار، ان کی شان کے خلاف یہ لکھا۔ اگر غیبت کر لی، دو آدمی بیٹھے ہوئے ہیں، تو ایک نے سنی اتنا گناہ ہوگا۔ اس مجمع میں میں غیبت کروں تو جتنے آدمی سن رہے ہیں موجود اور جو انٹرنٹ پر سن رہے ہیں، تو وہ جتنے سنیں گے اتنا گناہ بڑھ جائے گا اس غیبت کا۔ تو افراد کا جو درجہ ہے اس کے اعتبار سے بھی وہ غیبت کا گناہ بڑھتا ہے اور بہتان کا گناہ بڑھتا ہے اور جتنے آدمیوں کو وہ غیبت اور بہتان پہنچے گا یا وہ خود پہنچائے گا یا دوسروں کے ذریعہ پھر نقل ہو کر پہنچے گا اس کا بھی گناہ ہوگا، تو اگر کتابوں میں لکھا جائے، تو پھر وہ کہاں تک پہنچے گا؟

حضرت رائپوری اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہما اللہ

اسی لئے ہمارے حضرات صاحب تفہیم سے زیادہ خفا رہے، کیوں؟ کہ ان کا مقام ان حضرات کا کیا تھا۔ تقسیم کے وقت جو اختلافات چل رہے تھے، تو اس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کی شان کے خلاف لکھا بھی گیا، کہا بھی گیا اور خود آپ کے ساتھ عملی طور پر دست درازیاں بھی کی گئیں، تو یہ سب سن رہے تھے قطب الاقطاب حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا عبد المنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے حضرت مدنی کے پاس اور رونے لگے ،تو حضرت شیخ الاسلام حیرت میں ہیں کہ کیا، کیا بات ہے؟ کیوں رو رہے ہیں؟ پھر حضرت رائپوری نے حضرت مدنی کے پیر پکڑ لئے۔ کیا سنگین مسئلہ ہے کہ پیر پکڑ رہے ہیں اور رو رہے ہیں، فرمایا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو آپ معاف کر دیجئے۔

اب حضرت کو جو صفات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون سے انہیں ملی ہیں، بہت دریا دل تھے ہر چیز میں، مگر اس میں حضرت کو جو تکالیف پہنچی ہوں گی، دل دکھا ہوگا، حضرت سنتے

رہے۔ دوسری دفعہ حضرت نے عرض کیا، روتے ہوئے پیر پکڑ کر کے، حضرت معاف کر دیجئے، تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری دفعہ کے بعد فرمایا اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہ.

یہ سن کر حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آسمان سے عذاب چل چکا ہے۔ آپ نے پھر دیکھا سارا مشرقی پنجاب، جہاں پر آپ کے ساتھ اسٹیشن پر، ریلوے اسٹیشن پر زیادتیاں کی گئی تھیں اور وہ سارا اطراف کا علاقہ نام ونشان مٹا دیا گیا۔ کہتے ہیں دس دس لاکھ کے قافلے چلتے تھے اور کیا سے کیا حال ہوا۔ تو یہ لکھے جانے کا اور زیادہ بڑے مجمع میں اور دور تک برائی پھیلائی جائے اس کا یہ اثر ہوتا ہے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ یہ بھاؤ گوشت کا، ایک ٹکڑے کا کتنا بڑھ گیا جنگِ عظیم کا ایک پیس چھوٹا سا اور یہ کتنے لاکھوں میں نیلام ہوا ہے، تو اسی طرح اِن کی غیبت کا بھی بھاؤ بڑھتا رہتا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی شان میں، جو کسی صحابی کو سب وشتم کرے، تو فوراً ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ کسی مسلمان بھائی کو کوئی دوسرا مسلمان گالی دے، تو یہ کبیرہ گناہ ہے، لیکن کسی صحابی کے متعلق وہی کلمہ کہے گا تو ایمان رخصت ہو جائے گا۔ حالانکہ دونوں ایک ہی چیز، گالی ہے، مگر فرق ہو گیا نتیجہ کے اعتبار سے، ایک کا نتیجہ نکلا کہ ایمان رخصت ہو گیا، ایک میں کبیرہ گناہ بنا۔

روزہ: ایک نعمت

اس لئے یہ جو ایام ہیں مبارک اور یہ جو روزے ہیں، یہ بڑی عجیب نعمت ہے۔ یہ عبادت، آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا بھر میں کتنے ملینوں مسلمان ایسے ہوں گے جو حج کر سکتے ہیں، مگر وہ حج نہیں کرتے، حج کے لئے نہیں جاتے، کتنے ملینوں ہیں جو نماز نہیں پڑھتے آپ کا مشاہدہ ہے، زکوۃ نہیں دیتے، لیکن یہ عبادت روزہ کی ہے تو انفرادی، مگر حق تعالی شانہ نے اس میں ایسی اجتماعیت پیدا فرمادی کہ کوئی سارے سال نہ جمعہ پڑھتا ہوگا، عید بھی نہیں پڑھتا ہوگا، مگر روزہ

ضرور اسے رکھنا پڑے گا، رکھنا پڑے گا یا وہ رکھے گا، دوسروں کے دیکھا دیکھی، تو یہ تناسب اور ارکانِ اربعہ میں تناسب کے اعتبار سے یہ فریضہ ادا کرنے والے مسلمان زیادہ ہیں۔

اسے بھی ایک کلمہ برائی کا، غیبت کا زبان سے نکال کر کے ہم اس کو ختم کر بیٹھیں، اس سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ اگر چہ ہمارے یہاں کہا جائے گا کہ جو حدیث میں آتا ہے کہ جس نے غیبت کی تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا، تو ہمارے یہاں تو فتوی ہے کہ غیبت سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن نماز کے متعلق جس طرح حضرت سہارنپوری نے فرمایا کہ نہیں وہ تو ٹوٹ ہی گئی، جُڑ نہیں سکتی، اسی طرح امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ وہ تو حدیث کہتی ہے کہ روزہ تو ٹوٹ گیا غیبت کرنے کی وجہ سے، تو اب کیسے جُڑے گا، تو امام اوزاعی کا فتویٰ یہ ہے کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ گیا۔

امام اوزاعی کتنے بڑے امام ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے وہ مناظرہ کیا کرتے تھے، ان کے مناظرے آپس میں ہوئے ہیں۔ بڑے شاندار ان کے مناظرے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ، امام اعظم کے ساتھ، اتنا بڑے امام، ان کا فتویٰ یہ ہے کہ وہ روزہ تو گیا غیبت کر کے، اس لئے اتنی مشقت کے ساتھ اتنا لمبا ہم روزہ رکھتے ہیں اس کی حفاظت کرنی چاہئے۔

''میرے پیارو! بات ہرگز مت کرو''

اب یہ اصل موضوع ہمارا جو چل رہا تھا؛ آداب، تو مسجد میں ہم نیکی کے لئے جمع ہوئے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ کچھ ہمیں مل جائے، مگر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے رمضان المبارک کی کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی کہ حضرت یہ نہ فرماتے ہوں، میرے پیارو! بات ہرگز مت کرو!

اسی نصیحت کا اثر کہ حضرت پیر صاحب مسجد سے، اعتکاف سے استنجاء کے لئے نکلے، وہاں کوئی بات کرنا چاہتا ہے، تو گم سم، بات کا جواب نہیں دیں گے، اندر مسجد میں آنے کے بعد بھی اعتکاف میں کوئی پوچھے گا تو ہاں، نا، جی جاؤ، آؤ، بس، لمبی بات نہیں۔

ہمارے مہتمم صاحب تھے حضرت مولانا سعید احمد صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ، وہ طلبہ کے

ساتھ ایک ہی، عصر کی نماز عام طور پر پڑھتے تھے، باقی اپنے شہر کی مسجد میں چار نمازیں ادا فرماتے تھے۔ حضرت مولانا داؤد صاحب کو بھی یاد ہوگا کہ وہ مسجد میں تشریف لاتے تو طلبہ بچے ہیں، تو شور ہو رہا ہے، نماز کے وقت تکبیر سے پہلے، جیسے ہی مسجد میں داخل ہوتے، حضرت اعلان فرماتے کہ مسجد میں دنیا کی بات کرنے سے چالیس سال کے مقبول عمل حبط ہو جاتے ہیں۔ ایک دفعہ بات کرنے سے، تو ایک دفعہ کی، تو حبط ہو گئے، ابھی ہے کیا آپ کے پاس، پھر گناہ لاڈے جائیں گے، تو آئے تو تھے نیکی کمانے کو اور گناہوں کی گٹھری لے کر جائیں گے، اللہ تعالی ہماری اس سے حفاظت فرمائے۔

مسجدِ حرام کی حرمت و تعظیم

جس طرح میں نے بتایا کہ وہاں غیبت میں اور بہتان میں جن کو لگایا جا رہا ہے، ان افراد کے اعتبار سے جن پر لگایا گیا ایک حکم نہیں، وہ درجہ بدلتا رہے گا۔ تو یہی حال اس کا بھی ہے، اس ہماری مسجد کا یہ حال ہے کہ چالیس سال کے مقبول عمل حبط، لیکن ابھی ہمارے ساتھی جو وہاں سب عمرہ پر گئے ہوئے ہیں اللہ تبارک وتعالی ان کے عمرے، طواف قبول فرمائے، تو وہاں ان کو اس سے بھی زیادہ حفاظت کی ضرورت ہے، حرم پاک میں، مسجدِ حرام میں۔ وہاں اگر بیٹھ کر، فارغ وقت میں یہ حرکت کی، تو جتنا یہاں چالیس سال کا حساب ہے وہاں پتہ نہیں کتنا بڑھ جائے گا، اور یہ تو صرف دنیوی بات کرنے پر ہے، پھر اگر دنیوی بات میں اور چیزیں شامل ہو جائیں غیبت، بہتان، اس کا تو پھر اور کیا حال ہوگا؟

اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بالکل پست آواز سے بات کرو، صرف آواز ذرا سی بلند کی، یعنی جتنی آواز نورمل ہونی چاہئے، جو پہنچ سکتی ہے اس سے زیادہ اونچی آواز سے بات کی۔ قرآن نے کہا کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں گے، تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔

حضرت ثابت ابن قیس ابن شماس رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اصطبل میں اندر سے کیلیں ٹھوک کر بند کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا کہ ثابت نظر نہیں آئے، ایک صحابی کو دیکھنے کے لئے بھیجا، فرمایا قرآن تو یہ کہتا ہے اور میری آواز اونچی ہے میں تو آہستہ بول ہی نہیں سکتا۔ کاش کہ اس طرح ہمیں بھی احساس ہو، کہیں ہمارے اعمال حبط نہ ہو جائیں، اعمال حبط ہوتے ہیں، پھر کمزور ایمان رہ جاتا ہے۔

''آپ کیسے ہو؟''

ہر چیز کے الگ الگ درجات ہیں، تو آداب کی رعایت نہایت ضروری ہے، مسجد کے آداب، اور یہ ادب ہمیں صحابۂ کرام نے سکھایا۔

ہمارے یہاں جب برما سے لوگ نکل کر ہندوستان پہنچے ہیں، تو وہ گجراتی بہت کم بول سکتے تھے، اردو ان کے یہاں زیادہ تھی، وہاں والوں کے ساتھ اردو بولتے تھے۔ ایک عزیز ہمارے گاؤں میں آئے ہوئے تھے، تو میں ابھی حفظ میں بھی نہیں پہنچا تھا، ناظرہ پڑھ رہا تھا، میں نے انہیں، مسجد کے قریب ملے، تو کہا السلام علیکم! تم کیسے ہو؟ وہ فرمانے لگے کہ نہیں، آپ نے سوال صحیح نہیں کیا۔ پھر میں نے ذرا اونچی آواز سے سوال وہی دہرایا تم کیسے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں ،تم نہیں کہنا چاہئے ،آپ کیسے ہو؟

ہمارے خالہ زاد بھائی ہیں، ابھی نوّے برس کی ان کی عمر ہو چکی ہے۔ تو ان کے یہاں ایک دفعہ میں گیا تو مجھے فرمانے لگے کہ ہمارے دادا جان بہت بارعب ہیں، آپ جب ان سے ملیں تو ذرا خیال رکھئے، واقعۃً ایسا ہی ہوا۔

میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، ہمیں ان سے بڑا پیار تھا، اور بہت نفع پہنچا ان سے، سب سے بڑا نفع یہ کہ ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے وہ پیر بھائی تھے، اور ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے پیر و مرشد حضرت مولانا عبد الغفور صاحب جو مکہ مکرمہ میں تھے وہ مجذوب تھے،

ان کی کسی سے کوئی خط وکتابت، جان پہچان، کچھ نہیں تھی، لیکن چونکہ یہ ان کے مرید تھے اور جب سے یہاں سے تشریف لے گئے، اس وقت سے انہوں نے مسلسل ان سے رابطہ باقی رکھا، ہر جانے والے کے ساتھ کوئی چیز بھیجتے۔ تو وہ انہیں تھوڑے سے یادرہ گئے ہوں گے، یہ ایک مرید۔ تو ان کے پاس پتہ تھا جو ہم نے ان سے حاصل کیا کہ مکہ مکرمہ میں کس جگہ وہ مقیم ہیں۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ رباط آغا الماس جس میں حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ کا قیام رہا ہے انہی حجروں میں اسی رباط میں ان کا قیام ہے، والدصاحب کے پیر صاحب کا۔

خالہ زاد بھائی کے دادا کی ملاقات کے لئے جب میں پہنچا، بڑے امیر آدمی تھے، چائے ناشتہ منگوایا اوراس کے بعد فارغ ہوکر مجھ سے فرمانے لگے کہ اچھا ابھی میں آپ کا امتحان لیتا ہوں۔ تو میں نے عرض کیا کہ میں تو ابھی طالبِ علم ہوں میں کیسے امتحان دے سکوں گا؟

فرمانے لگے کہ نہیں یہ سوال ایسا ہے کہ اس کا جواب آپ کے پاس ہونا ہی چاہئے، اور صحیح جواب آپ کو دینا چاہئے۔ وہی ہمارے خالہ زاد بھائی نے جو فرمایا تھا وہ صحیح نکلا، میں سوچنے لگا کہ وہ صحیح کہہ رہے تھے۔ پھر مجھ سے فرمانے لگے کہ اچھا آپ تیار ہو جائیں، سوال آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

تھوڑی دیر چپ رہے، پھر فرمانے لگے کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ میں نے کہا الحمد للہ اچھی ہے۔ فرمانے لگے پاس۔ وہ مسجد کے متولی بھی تھے، کسی کو امام مدرس رکھتے، ان کا بھی اسی طرح امتحان لیتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ وہ جو ہمارے یہاں امام مدرس میں رکھتا ہوں مسجد میں، تو ان کا امتحان لیتا ہوں، تو اکثریت فیل ہو جاتی ہے اس سوال کے جواب میں، کیوں؟ کہ وہ جواب میں کہتے ہیں کہ اچھے ہیں، ٹھیک ہیں، تو بڑے بزرگ بھی ہمیں آداب سکھاتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب

ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہوں نے

ادب سکھایا، کیسے؟ یہاں دار العلوم میں جہاں مطبخ ہے اس کے اوپر والے فلور پر حضرت مولانا یعقوب صاحب، حضرت مولانا اسلام الحق صاحب کا قیام ہوتا تھا اور اس کے اوپر والے فلور پر میں مقیم تھا، وہاں ایک دفعہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہم نے بالکل ابتدائی دنوں میں دار العلوم تشریف آوری کی دعوت دی تھی، حضرت کے قیام کے لئے وہ حجرہ ہم نے تجویز کیا اور وہاں اس کا جو پیسج ہے وہاں دستر خوان بچھایا اور ہم صبح ناشتہ کر رہے تھے۔

حضرت مولانا ہاشم صاحب نے پوچھا حضرت قاری طیب صاحب سے، قاری صاحب سے پوچھا کہ حضرت آپ بڑے ہیں یا حضرت شیخ؟ پہلے حضرت قاری صاحب مسکرائے، اس کے بعد فرمانے لگے کہ هُوَ اَكْبَرُ مِنِّىْ وَ اَنَا اَسَنّ پھر کتنے اَسَنّ اور کتنے؟ فرمایا کہ حضرت شیخ مجھ سے بڑے ہیں درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے، لیکن میں عمر میں ان سے زیادہ ہوں، اور اس کے بعد دن بتائے کہ میں چھ یا سات دن ان سے بڑا ہوں۔ تو یہی حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا گیا کہ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آپ بڑے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے؟ تو ان کا جواب بھی یہ تھا هُوَ اَكْبَرُ مِنِّىْ وَ اَنَا اَسَنّ.

اللہ تبارک وتعالی ہمیں بولنے میں ادب نصیب فرمائے، مسجد کے آداب کی رعایت کی توفیق دے، قرآن پاک کا ادب نصیب فرمائے، نمازوں کا ادب نصیب فرمائے۔

۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيم.

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم

آپ حضرات کی تشریف آوری سے ایک دو دن پہلے یہ ہماری نمازِ وتر کا ایک ادب میں نے عرض کیا تھا، کہ جو ہماری نماز کی دعاؤں میں قنوت چھپا ہوا ہے، اُس میں ایک ادب رہ گیا ہے۔ کہ قنوت جو شوافع کے یہاں پڑھا جاتا ہے، وہ قنوت ہے جو ہمارے یہاں نازلہ اور کسی مصیبت کے موقع پر پڑھا جاتا ہے، اس لئے اس کا نام ہی قنوتِ نازلہ۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيمَنْ هَدَيْت. تو اُن کا قنوت ختم ہوتا ہے وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ النَّبِيِّ الْكَرِيْم پر، اور ہمارا جو وتر کا قنوت ہے وہ ختم ہوتا ہے اِنَّ عَذَابَکَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِق پر۔ حالانکہ ہمارے فقہاء نے بھی درود شریف کو مستحب لکھا ہے، اس لئے اس کے ساتھ درود شریف ملانا چاہئے۔ مگر جہاں انہوں نے لکھا وہیں رہ گیا، جن حضرات نے یہ قنوت کو اپنی کتابوں میں چھاپا، تو اُس کے ساتھ درود شریف نہیں ملایا۔ اس لئے پابندی سے اس کو یاد کر لینے کی ضرورت ہے کہ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِق کہ بعد قنوت کم از کم صرف اتنا کہ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ النَّبِيِّ الْكَرِيْم پڑھ لیجئے ایک دفعہ، پھر تو یہ زبان پر ان شاء اللہ جاری ہو جائے گا۔

حضرت سعید ابن یربوع رضی اللہ عنہ

یہ ادب ہی پر بات ہو رہی تھی کہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کہ ہم میں بڑا کون؟ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بڑا پیارا جواب دیا تھا، کہ بڑے تو آپ ہی ہیں، وَ اَنَا اَسَنُّ، عمر میری آپ سے زیادہ ہے۔

یہی ادب حضرت سعید ابن یربوع رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا جب یہی سوال آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اُن سے کیا۔

حضرتِ سعید کا اصل نام تھا، صرم، **لَتُصْرِ مُنَّهَا**، کہ ہم اس باغ کے پھلوں کو توڑیں گے، کھیتی کو کاٹیں گے۔ تو صرم ٹورنے اور کاٹنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نام تمہارا بدل دو، آج سے تمہارا نام ہے سعید۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی، کہ افراد کے نام، جگہوں کے نام، سواریوں کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو مناسب نہیں ہوتے تھے، اُن ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔ تو اُن کا نام رکھا گیا سعید۔

یہ بڑے پیارے صحابی تھے، صحابہ کرام سارے ہی پیارے تھے، مگر اُن کی خصوصیت ایک یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اِن سے پوچھا کہ آپ بڑے یا میں؟ اُس وقت حضرت سعید ابن یربوع رضی اللہ عنہ نے جتنے اُس وقت ذہن میں آئے سارے افعل التفضیل کے صیغے انہوں نے استعمال کر لئے۔ عرض کیا کہ **يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْتَ اَفْضَلُ وَ اَرْفَعُ وَ اَكْبَرُ مِنِّیْ**، کہ آپ مجھ سے افضل بھی ہیں، مجھ سے بہت بلند اور بالا بھی ہیں، اور آپ مجھ سے بڑے بھی ہیں۔

مجھے بڑائی چھوٹائی پر یہ یاد آیا، کہ آج ہمارے یہاں ننیٹن (Nuneaton) سے ہمارے دوست مولانا عثمان صاحب بھی تشریف لائے ہیں۔ جب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ یہاں سے (seventy nine) میں پہلے سفر کے بعد تشریف لے گئے، تو کسی دن میں نے حضرت کو اِن کا خواب سنایا تھا۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت انہوں نے یہ خواب دیکھا کہ حضرت شیخ کا جس طرح یہاں اعتکاف سہارنپور میں ہوتا ہے، تو یہ رمضان المبارک کا اعتکاف قدس میں، بیت المقدس میں ہو رہا ہے۔ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سنا، تو فرمانے لگے کہ اس کی تعبیر کہ حضرت وہاں اعتکاف فرمائیں گے یہ نہیں۔ بلکہ جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے، انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ السلام کی پیچھے صفیں تھیں، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم امام تھے۔ مفتی صاحب نے کتنی اچھی تعبیر دی کہ اس وقت سب سے بڑے روئے زمین پر حضرت شیخ ہیں۔ امامت حضرت کی ہے، اور یہ تمام مشائخ دنیا بھر سے، عرب وعجم سے جو حضرت کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں، یہ حضرت کی امامت، اور حضرت کی دینی سیادت ہے۔

لَا تَتْرُکِ الْجَمَاعَة

انہوں نے بھی، حضرت سعید ابن یربوع رضی اللہ عنہ نے تمام افعل التفضیل کے صیغے جو اُس وقت یاد آئے، سب بیان کر دئے کہ یارسول اللہ! آپ ہی سب سے افضل، آپ ہی سب سے اونچے، آپ ہی سب سے بڑے لیکن **اَنَا وُلِدْتُ قَبْلَک** ۔ کہ آپ سے پہلے میری پیدائش ہے، کئی سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، کئی سال کا فرق تھا۔

اسی لئے صحابہ کرام اُن کی بڑی قدر کیا کرتے تھے۔ جب عمر زیادہ ہوگئی، ایک سو سے کہیں اوپر ہوگئی، اوران کی بینائی نہ رہی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خبر گیری رکھا کرتے تھے، کہ کون نماز میں آتا ہے پابندی سے؟ کون نہیں آتا؟ ان کے متعلق جب پتہ چلا، تو اِن کے یہاں عیادت اور بیمار پُرسی کے لئے تشریف لے گئے۔

بیمار پُرسی کے بعد اُن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو معذوری تو ہوگئی، بینائی اللہ ہی دیتا ہے، اور وہی واپس لیتا ہے، مگر ایک کام آپ کریں کہ **لَا تَتْرُکِ الْجَمَاعَة** کہ جماعت کے ساتھ نماز آپ ہرگز نہ چھوڑیئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین! میں تو چاہتا ہوں کہ پنج وقتہ نماز میں حاضری دوں، آپ کے پیچھے نماز پڑھوں۔ لیکن میرے پاس کوئی مجھے لانے والا نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے انہیں خادم مرحمت فرمایا کہ جس کا مستقل ایک ہی کام تھا، کہ پنج وقتہ نمازوں میں اُن کو لے کر آنا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں ادب سکھایا۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو آپ

صلی اللہ علیہ سے بچپن سے بے حد محبت تھی۔ یہ بات الگ ہے کہ اُن کے ساتھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے دوسرے حضرات اُن کے ساتھیوں میں ہیں، وہ ان سے سبقت لے گئے۔ اور یہ غزوہِ خیبر کے وقت اسلام لائے ہیں، اور اس کے بعد پھر علانیہ طور پر اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جحفہ میں، ابواء میں آ کر ملے ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتحِ مکہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ تھا کہ یہ پہلے سے مسلمان ہو چکے ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو ہمارے ساتھ چلو اور اُن کے خدام، سامان بیوی بچوں سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ بھجوا دیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کے رنگ بھی سب کے الگ الگ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء کے متعلق ہے کہ اَلْاَنْبِیَـــــاءُ اَشَـــدُّ بَلاءً دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تو نہایت موذی، کسی قسم کی ایذاء انہوں نے باقی نہیں چھوڑی، جو بھتیجے کے ساتھ روا نہ رکھی ہو۔ اور دو چچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن سے لے کر اخیر تک بہت زیادہ خبر گیری رکھتے رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت فرماتے رہے۔ اُن میں ایک کو اللہ تعالیٰ نے اسلام عطا فرمایا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اِس سے محروم رہ گئے، ابو طالب۔ اور پانچویں ایک انتہائی فدائی اور جاں نثار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔

جب کوئی مجھے نام کے لئے پوچھتا ہے، میں کہتا ہوں کہ تین نام لکھ کر دو، اُن میں سے میں بتا سکتا ہوں۔ اُن میں اگر حمزہ ہوتا ہے، تو میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بتا کر کہتا ہوں کہ ان کا نام حمزہ رکھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن سے بے حد پیار تھا، اور کیوں نہ ہو؟ کسی نے آ کر اُن سے، بالکل ابتدائی ایام میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا کہ آپ کو پتہ چلا کہ آج کیا ہوا۔ کہا کیا ہوا؟ ابو جہل ستایا کرتا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی

آپ صلی اللہ علیہ کو جو ابو جہل ہمیشہ ستایا کرتا تھا۔ کسی نے آ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج تو اُس نے حد کر دی۔ فرمایا کیا کیا؟ اُس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کر دیا۔

اُسی وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھاگ کر گئے، تلوار اُٹھائی، اور جس جگہ اُس نے بتایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اُس نے زخمی کیا ہے، ابو جہل کے سر پر وہیں زبردست ایک وار کیا، جو ساری عمر کے لئے اس کے پاس رہ گیا، ہدیہ کے طور پر۔ اور اُس دن سے لے کر وہ تلوار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر ننگی ہی رہی۔

حضرت عمر کا قصہ کہ آپ پڑھتے ہیں کہ آ رہے تھے، دارِ ارقم میں، کسی نے کہا کہ عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے چلے آ رہے ہیں، تو حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ آیا تو یہ تلوار موجود ہے۔ اور آخری دم تک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائیت کا اُن کا یہی حال رہا، اور کس درجہ کی فدائیت؟ کہ شناخت بھی نہیں ہو سکتی تھی کہ یہ حمزہ ہیں۔ جسم کا، لاش کا یہ حال تھا، اور پھر اخیر میں جو کچھ تھا، اسے بھی، ہندہ نے کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی، کلیجہ اور جگر نکال کر چبایا۔ کس درجہ کی فدائیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی جس طرح وہ چاہتے تھے، ایسا اپنے کو حضور کے خاطر فداء کیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

اگرچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس درجہ فداء تھے، مگر بے ادبی ایک دفعہ اُن سے بھی ہوئی۔ جس طرح اُس دن عرض کیا تھا کہ بشیر ابن معاویہ سے بے ادبی ہوئی، مگر یہ بے ادبی اُن کے لئے، دونوں جہاں کے لئے بہت بڑی نعمت ثابت ہوئی۔ اسی طرح یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ بے ادبی ہوئی اور بے ادبی بھی کیسی کہ آپ سُن نہیں پائیں گے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، تو اس طرح آنکھیں نکالی، اور کیا کلمہ اس طرح آنکھیں دکھا کر فرما

رہے ہیں، کہ هَلْ اَنْتُمْ عَبِيْدٌ لِآبَائِىْ؟ کہ تم کون ہوتے ہو؟ تم ہمارے آباء واجداد کے غلام ہی تو ہو۔اس سے بڑی گستاخی کیا ہوسکتی ہے؟ گستاخانہ کلمات اس سے زیادہ ہوسکتے ہیں؟ اس حرکت میں، اور آنکھیں نکال کر، اور اس لہجہ میں یہ کہنا۔

یہ کاہے پر انہوں نے یہ جملہ کہا تھا۔تو ہوا یہ تھا، کہ اسلام میں اب تک شراب ممنوع نہیں ہوئی تھی۔اور شراب کا دَور ایک جگہ چل رہا تھا، ایک مکان میں سب اکٹھے ہوتے تھے، شراب پیتے تھے۔تو شراب کے نشہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مدہوش اور شراب کے نشہ میں مست۔اسی حال میں باہر ایک گانے والی نے اُن کو چھیڑنے کے لئے گانا شروع کیا۔ اَلَا يَا حَمْزُ! اے حمزہ! دیکھو یہ اونٹنیاں کتنی تازی اونٹنیاں ہیں، اِن کی کوہان ان کی کلیجی بھون کر آپ ہمیں کھلاؤ تو مزہ آجائے۔

اب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شراب میں مست ہیں، یہ شعر سنا، اور باہر جو اونٹنیاں تھیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ولیمہ کی تیاری کے لئے تشریف لے جانے والے تھے، کہ کسی سنار کے یہاں کچھ گھاس اور اُن کو جو جلانے کی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہیں، وہ لاکر بیچیں اور اُس سے اپنا ولیمہ کی تیاری کریں۔ یہ شعر سنتے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر نکلے اور اونٹنی کا اوپر سے کوہان کاٹا، ایک وار اس کے پیٹ پر کیا، کلیجی کاٹ کر نکال کر پھینکی، کہ جاؤ، بھونو اور کھاؤ!

هَلْ اَنْتُمْ عَبِيْدٌ لِآبَائِىْ؟

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تو اپنا کام تمام کر چکے۔کسی نے جا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قصہ عرض کیا، کہ جا کر دیکھو کہ آپ کی اونٹنیوں کا کیا ہوا۔آکر انہوں نے دیکھا کہ اونٹنیاں پڑی ہوئی ہیں، کٹی پڑی ہوئی ہیں۔انہیں بتایا گیا کہ یہ اندر آپ کے چچا حضرت حمزہ ہیں، دیکھا کہ وہ تو شراب کے نشہ میں مدہوش۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر شکایت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول وہلہ میں تو اندر مکان میں

تشریف لے گئے، اندر جا کر دیکھا کہ سب مست پڑے ہوئے ہیں، شراب پی کر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن کو ڈانٹنا شروع کیا، اُس ڈانٹ کے جواب میں، اس طرح انہوں نے نشہ میں یہ کلمات بکے تھے۔ ایک شرابی کا بکواس کہئے اُسے۔ ھَلْ اَنْتُمْ عَبِیْدٌ لِاٰبَائِیْ؟ لیکن چونکہ اُس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی، اس لئے یہ اللہ کے یہاں معاف ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھی۔ اس بے ادبی کا نہ کبھی ذکر کسی اور موقعہ پر آیا، اور نہ اسے یاد کیا گیا، اور نہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اُس کی ضرورت پیش آئی کہ وہ جا کر اس کی مستقل معافی مانگیں۔

دنیا دار الاسباب

حق تعالیٰ شانہ اس طرح اسباب پیدا فرماتے تھے، کہ دنیا چونکہ دار الاسباب ہے، حق تعالیٰ شانہ بلا سبب بھی حکم نازل فرما سکتے ہیں، مگر بتدریج کہ یہ حکم کہ اب شراب کو منع کیوں کیا گیا، یہ فلاں نماز میں قُلْ یَاۤاَیُّھَاالْکَافِرُون پڑھی گئی تو اُس میں جہاں لا تھا وہاں سے ہٹا دیا، اور جہاں نہیں تھا وہاں لگا دیا۔ جس طرح کل میں نے عرض کیا تھا، اُس طرح نماز میں قراءت میں گڑبڑ ہوگئی، وہ قصہ ہوا اور یہ قصہ ہوا۔ چونکہ دنیا دار الاسباب ہے۔

دار الاسباب پر یاد آیا، کہ کوئی پروفسر ہے، برونو (Bruno)۔ اس نے لکھا ہے کہ جب خلافتِ عباسیہ چل رہی تھی، اُس زمانہ میں وہاں ایک مسئلہ مسلمانوں کے یہاں پہنچا۔ کہ یہ دنیا فلاٹ (flat) ہے یا گولا ہے، بال (ball) ہے؟ تو وہاں پر بھی اس پر بحثیں چلیں، مگر خاص اس کا کوئی نوٹس (notice) نہیں لیا گیا، اثر نہیں لیا گیا۔ کسی نے کہا کہ ہموار ہے، کسی نے کہا کہ گول ہے، کوئی فرق نہیں پڑا۔ کہتے ہیں کہ جب یہ بحث یہاں پہنچی، یورپ میں، تو کوئی پچاس سو بڑے بڑے سائینٹسٹ (scientists) اُن کو قتل کر دیا گیا کہ یہ دنیا کے گولے کو ہموار نہیں مانتے، اس کو گیند مانتے ہیں، اور گول مانتے ہیں۔ اسی طرح ایک موقع پر کسی نے کہہ دیا کہ یہ دنیا دار الاسباب ہے، تو اس جملہ پر اُن سب کو قتل کیا گیا، کہ جو بھی دنیا کو دار الاسباب مانتے تھے۔

خیر تو یہ چونکہ دنیا دارالاسباب ہے، اس لئے حق تعالیٰ شانہ کسی حکم کی تبدیلی کے لئے حالات، واقعات پیدا فرماتے ہیں۔ تاکہ انسانی طبیعتیں اس کو قبول کریں۔ اگر چہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ایمان تو ہماری طرح سے کمزور نہیں تھا، چنانچہ اس کے بعد پھر شراب کی حرمت آئی ہے۔

اس وقت یہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ کلمات نکل گئے تھے۔ خیر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا، سب میں الگ الگ رنگ تھا۔ اُس کو میں بیان کر رہا تھا، ہمارا وقت بھی ختم ہوگیا، دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ادب نصیب فرمائے، اور مسجد کے آداب، روزے کے آداب، اعتکاف کے آداب، نماز کے، عبادتوں کے، ہر چیز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی رعایت، اُس کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۴/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

ہم لوگ 60's کے اخیر میں یہاں بچوں کے ساتھ منتقل ہونا شروع ہوئے، تو ان ابتدائی سالوں میں 70's میں جو رمضان ہوتے تھے وہ برفانی موسم میں ہوا کرتے تھے، پھر اس کے بعد 80's میں پھر یہ گرمی والے روزے شروع ہو گئے۔

فتاویٰ کا ادب

اس وقت جب یہ پہلی مرتبہ ٹائم ٹیبل کے جھگڑے شروع ہوئے، تو اس وقت حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو میں یہاں دارالعلوم سے ہاورڈ سٹریٹ مسجد لے گیا تھا، وہاں علماء میں حضرت نے جو نصیحتیں فرمائی تھیں اس میں سے ایک فتاویٰ کے ادب کا مسئلہ بھی تھا۔

یہ ہمارا موضوع ادب اور بے ادبی پر چل رہا ہے کہ حضرت نے وہاں فرمایا تھا کہ یہ جو ڈیڑھ بجے روزہ شروع کرتے ہیں، جو ڈھائی بجے شروع کرتے ہیں، جو ساڑھے تین بجے شروع کرتے ہیں آپ لوگوں کی طرح، تو حضرت نے فرمایا کہ یہ تینوں جماعتیں ہیں جن کے پاس فتاویٰ ہیں اور ہر ایک اپنی پسند کے فتوے پر عمل کر رہا ہے، اس لئے کسی کو یہ حق نہیں کہ دوسرے کو غلط ٹھہرائے۔

کتنا پیارا فتویٰ، کتنی پیاری نصیحت، اور فرمایا کہ جو ڈیڑھ بجے روزہ شروع کرتے ہیں وہ ڈھائی اور ساڑھے تین والوں کو یہ نہ کہیں کہ تمہارا روزہ نہیں ہوا اور ڈھائی بجے والے اور ساڑھے تین والے ڈیڑھ بجے والوں سے یہ نہ کہیں کہ تمہاری فجر کی نماز نہیں ہوئی کہ تینوں کے پاس فتاوٰی ہیں اور ہم مقلد ہیں اور مقلد کا کام پوچھ پوچھ کر چلنا ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ کسی کو جواب ملا ڈیڑھ بجے کا، کسی مفتی صاحب نے جواب دیا ڈھائی بجے کا، کسی نے ساڑھے تین بجے کا، اب

حجت اور جھگڑے کی بات ہی کیا ہے، ہر ایک دلیل پر عمل کر رہا ہے۔

مذہبی جھگڑے

یہ مذہبی جھگڑے بڑے خطرناک قیامتیں برپا کرتے ہیں، ابھی جو کل پرسوں نام آیا تھا برونو اٹلی کے زبردست صاحب علم، مانے ہوئے دنیا کے بڑے اہلِ علم میں سے، مگر میں نے عرض کیا تھا کہ ان کا یہ کہنا لوگوں کو پسند نہیں آیا کہ یہ عالَم جس میں ہم رہتے ہیں یہ عالم دارالاسباب ہے، اور بھی کوئی عالم ہے، تو اسی طرح وہ جھگڑے اُن کے یہاں اتنے بڑھے، اتنے بڑھے کہ خود برونو کو اٹلی میں فروری ۱۶۰۰ء میں نہ صرف قتل کیا گیا، بلکہ جلا دیا گیا اسی جھگڑے کے نتیجہ میں، اور اس سے کوئی پینتالیس برس پہلے، ۱۵۵۵ء میں یہ پوپ اور پروٹیسٹنٹ کے جھگڑوں میں پورا یورپ ہل گیا۔ وہ جس ترقی کی راہ پر گامزن تھے، ان کی ترقی نہ صرف رک گئی بلکہ بڑے بڑے سائنٹسٹ، بڑے بڑے لوگ انہی جھگڑوں میں نہ صرف قتل کئے گئے اور ان جھگڑوں میں لاکھوں انسان مارے گئے۔

اس طرح انہیں مجبور کیا جاتا تھا کہ تم اپنی رائے بدلو، ورنہ تمہیں قتل کیا جائے گا، تو ڈر کے مارے کسی بیچارے نے اپنے توبہ نامہ پر دستخط کر دئے اور رائے بدل دی۔ کہا کہ اچھا میں نے مان لیا اور میں اپنے سابقہ فیصلہ سے رجوع کرتا ہوں۔

پھر اس کے بعد چونکہ وہ صاحبِ علم تھا اس کی ضمیر نے اسے ملامت کی کہ تم جو حق بات کہہ رہے تھے اپنی جان بچانے کے لئے تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس کو اتنی ندامت ہوئی، اتنی ندامت ہوئی کہ اس نے پھر علی الاعلان کہنا شروع کیا کہ نہیں میں اپنے پہلے فیصلہ پر ہی قائم ہوں۔ پھر دوبارہ پکڑا گیا، پکڑ کر موت کی جب اسے سزا دی جارہی تھی تو جس طرح میں نے بتایا کہ برونو کو جلایا گیا، تو اسے بھی جب جلایا جارہا تھا، تو جو جلانے پر متعین تھے وہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ آگ تو ابھی دور ہے، بہت دور سے اپنا ہاتھ اس میں ڈال رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ تمہیں کیوں اتنا جلنے

کا شوق ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں یہی ہاتھ ہے کہ جس نے توبہ نامہ پر دستخط کئے تھے اور رجوع کیا تھا، جس حق پر میں قائم تھا اس سے رجوع کرنے کے لئے اس ہاتھ نے دستخط کئے تھے، اس لئے اس ہاتھ کو میں پہلے جلاؤں گا۔

یہ مذہبی منافرتیں بڑی خطرناک ہیں، اس کے نتائج بڑے خطرناک ہوتے ہیں، قوموں کے لئے، جماعتوں کے لئے، فیملیز کے لئے، افراد کے لئے، اس سے بچنا نہایت ضروری ہے جیسا حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے یہاں تو بالکل صاف صاف ہے کہ ہم تو مقلد ہیں، فتوے پر عمل کریں گے۔

سلب خلافت

فتوے کی بے ادبی پر پچھلے سال بھی سنایا تھا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے اپنے ایک خلیفہ کو بہت بڑے علامہ، بہت بڑے عالم، خلافت ان کی واپس لے لی تھی۔ حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے یہاں کتنی چیزوں پر خلافتیں واپس لی جاتی تھیں، فہرست خلفاء کی چھپتی تھی تو پھر اس میں ہوتا کہ فلاں کی خلافت واپس لے لی گئی، منسوخ کر دی گئی اور ایک صاحب کے متعلق تو مستقل پھر حضرت نے ایک رسالہ لکھا، کتاب لکھی 'موذی مرید'۔

یہ جو ذہن ہوتا ہے جھگڑوں کا، اس سے خدا کی پناہ مانگنا چاہئے، اللہ تبارک وتعالی ایسے ذہن سے بچائے۔

اللہ تبارک تعالی اس امت کو ان جھگڑوں سے بچائے، خاص طور پر ہمارے اس ملک کو بچائے، چونکہ اب یہ روزے آئندہ سال اس سے تھوڑے سے اور لمبے ہوں گے، پھر اور لمبے ہوں گے، آٹھ دس سال تک یہ سلسلہ چلے گا، تو اس سے بچنے کی بہت ضرورت ہے، اور اسی کے نتیجہ میں جیسا میں نے عرض کیا کہ یورپ کو بہت نقصان ہوا، کہ ان کا سارا علمی ذخیرہ انہی جھگڑوں کی نذر ہو گیا۔

اسکندریہ کا کتب خانہ

ایک آر۔او۔رامسیس جس نے افریقہ کی تاریخ لکھی ہے بہت پرانی، وہ لکھتا ہے کہ میں فلاں سن میں جب اسکندریہ مصر پہنچا، تو مجھے معلوم تھا کہ یہاں سکندر مقدونی، سکندرِ اعظم سکندر مقدونی نے اوراس کے ایک سپہ سالار نے بہت بڑا عظیم کتب خانہ قائم کیا ہے، اوراس اسکندریہ کے کتب خانہ میں کتابوں کی تعداد کتنی تھیں جانتے ہو؟ لکھا ہے کہ سات لاکھ کتابیں اس کتب خانہ میں تھیں۔ایک ایک کتاب کی جلدیں کتنی ہوتی ہیں، ہمارے اسپین کے بزرگ محدث ابن عربی اندلسی، ان کی ایک تفسیر اسّی جلدوں میں تھی، تو یہ ان کے اپنے مذہب کے ذخیرے ہوں گے اس زمانہ میں اور مذہبی علوم کے علاوہ اور بھی بہت سارے علوم اس میں ہوں گے، سات لاکھ جب کتابیں تھیں، تو اس کا بیان ہے کہ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ساری عمارت خالی، معلوم ہوا کہ سب کتابیں جلادی گئیں، تو یہ اسی کا نتیجہ، مذہبی منافرت کا نتیجہ تھا۔

جھگڑوں کے تذکرے

جس نے یہ کتب خانہ بنایا تھا یہ سکندرِ مقدونی اس کے تین سپہ سالار تھے۔اس کے بعد اس کی سلطنت ان تین سپہ سالاروں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ جو مصر میں سپہ سالار تھا، بطلیموس، اس نے یہ کتب خانہ قائم کیا تھا۔

چھوڑئے اب یہ مبارک راتیں ہیں، حق تعالی شانہ کی رحمت کے ہم امیدوار ہیں، ہر وقت اسی کی طرف ہماری لَو لگی رہنی چاہئے، کہاں کے یہ جھگڑے اور ان جھگڑوں کے تذکرے سے بھی ایک ظلمت محسوس ہوتی ہے۔ ہم پیاری پیاری باتیں کرتے ہیں، آخرت کی باتیں کرتے ہیں، بزرگوں کے رونے کی باتیں کرتے ہیں، اس وقت ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ رحمت برس رہی ہے، اور یہ مار پٹائی، قتل وغارت، قتل کرنا، جلانا اس کے تذکرے، اور سننے سے بھی ایک قسم کی وحشت اور ظلمت محسوس ہوتی ہے، اللہ تبارک وتعالی انسانیت کو ان قیامتوں سے بچائے۔

سکندر اور ارسطو

چلئے ہمارا جو موضوع ہے اُسی پر آجاتے ہیں، سکندر مقدونی مصاحب تھے ارسطو کے۔ بے ادبی اور ادب پر آجاتے ہیں۔ سکندر اپنے مصاحب کے ساتھ، ارسطو کے ساتھ کہیں سفر پر ہیں، جنگل میں کہیں کوئی نالہ آگیا، اس میں پانی کیچڑ ہے۔ سکندر تو ساری دنیا کا فاتح، اب وہ کیسے پیدل، لیکن کہیں مشی کے لئے اور چلنے کے لئے، سیر کے لئے پیدل نکلا ہوگا، سیاحت کے طور پر، کہیں پھنس گئے جنگل میں، تو دیکھا کہ سامنے ایک نالہ ہے اور نالہ میں کیچڑ اور پانی میں پتہ نہیں ہوتا کہ اندر کیا صورتِ حال ہے، اس لئے کہ ایسے نالوں میں اکثر و بیشتر ہوتا ہے وہاں دَلدل ہوا کرتے ہیں، جس میں انسان اگر گیا تو کسی طرح کوئی اس کو نکال بھی نہیں سکتا۔

اسی لئے بچپن میں ہمارے یہاں مدرسہ کے جلسوں میں ایک نظم پڑھی جاتی تھی:

نہ کچھ مال و دولت نہ دَھن جائے گا

فقط ساتھ تیرے کفن جائے گا

نہ کچھ کام آئے گی دولت نہ عزت

فقیری سے کچھ کام بن جائے گا

اس میں آگے دنیا کے تذکرہ میں ہے کہ

یہ دلدل ہے جس میں توسَن جائے گا

اس دلدل میں گیا کہ دنیا ایک دلدل ہے، اس میں سے انسان نکل ہی نہیں سکتا۔

اب وہاں کھڑے ہیں دونوں ارسطو بھی اور سکندر بھی۔ سکندر کہتا ہے کہ میں پہلے جاتا ہوں، ارسطو کہتا ہے کہ نہیں بادشاہ سلامت، آپ کی انسانوں کو زیادہ ضرورت ہے میں پہلے جاتا ہوں۔ تو تو میں میں ہو رہی تھی اتنے میں سکندر نے چھلانگ لگادی اور کود پڑا اور خیر سے مقدر تھا اس پار پہنچ گیا۔ ارسطو کو ہدایت کی کہ اس طرف سے آؤ، ایسے آؤ، اب ادھر پانی ہے، ادھر پتھر ہے، اس

طرح ارسطو بھی پہنچ گیا۔

ارسطو نے پوچھا کہ میں آپ کے لئے فدا ہونا چاہتا تھا، آپ نے کیوں سبقت کی؟ کتنا پیارا جواب دیا سکندر نے، کتنا ادب علم کا، اس نے کہا کہ اگر ارسطو زندہ رہا تو ہزار میرے جیسے سکندر تیار کرسکتا ہے، لیکن اگر ارسطو مر گیا تو دنیا سکندروں سے خالی ہو جائے گی۔ اور سکندر اگر زندہ رہا تو ارسطو پیدا نہیں کرسکتا۔

یہ جو ادب تھا ان کے یہاں، سکندر کے یہاں، اسی نے اس کو ہر جگہ فتح و نصرت اور کامیابی سے ہم کنار کیا کہ اپنے استاذ ارسطو کا کس درجہ اس نے ادب کیا۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں جیسا میں نے پہلے بھی عرض کیا، اس وقت یہ ٹنسل (tonsil) کا آپریشن نہیں ہوا تھا تو میری آواز اچھی تھی ۔ حضرت روز عشاء کے بعد فرماتے کہ آج قصیدہ قاسمی سناؤ، قصیدہ جامی سناؤ۔ کبھی حضرت فرماتے کہ پیارے! وہ موت کی یاد کا قصیدہ سناؤ، موت کی یاد کا قصیدہ ہے، وہ حضرت اکثر و بیشتر جب حضرت سنتے تھے، تو زار و قطار آنکھوں سے آنسو جاری، تو اس میں سکندر کا ذکر ہے:

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ۔۔۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اس میں آگے وہ فرماتے ہیں کہ

زمین چمن میں گُل کھلاتی ہے کیا کیا ۔۔۔ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
نہ گورِ سکندر رہے نہ قبرِ دارا ۔۔۔ مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ۔۔۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ نہ ارسطو رہا، نہ سکندر رہا، یہ حضرت کو ہمیشہ میں سناتا رہا۔

ہمارے یہاں، طلبہ کو جب کبھی میں سبع معلقہ پڑھاتے ہوئے اوزان بتایا کرتا تھا، ان سے کہا

کرتا تھا کہ یہ: جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے، یہ قصیدہ فَعُوْلن کے وزن پر ہے۔ اس میں ہے جگہ جی، لگانے، کی دنیا، نہیں ہے، یہ عبرت، کی جا ہے، تماشا، نہیں ہے، تو یہ چار چار فَعُوْلن سے بنا۔

جیسے دوسری مثال دیتا تھا، ان سے کہتا کہ ایک بلالی صاحب ہمارے یہاں نعت پڑھا کرتے تھے:

محمد، نہ ہوتے، تو کچھ بھی، نہ ہوتا، تو اس میں بھی چار فعُوْلن۔

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا	ادا آج مسلم کی ہے والہانہ
بسا ہے نگاہوں میں منظر سہانہ	انوکھی کہانی، انوکھا فسانہ
سناؤں نرالا، نرالا ترانہ	محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
لبھاتی نہ دل میرا کوئل کی کوکو	نہ بستی دماغوں میں پھولوں کی خوشبو
چمن میں نہ لالا، صدف میں نہ لولو	نہ دل کش مناظر ہوتے لبِ جو

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

اس میں بھی ہر جگہ آپ دیکھتے ہیں کہ یہ فعولن، فعولن، فعولن، اور اس میں بھی ہر جگہ فعولن، فعولن آرہا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا ادب

یہ ہمارا جو موضوع تھا کہ ادب اور بے ادبی، یہ یہاں سے چلا تھا سلسلہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے تذکرہ سے، کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم؟ انہوں نے ادب کے خاطر کیا جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں وَاَنــا اَسن، کہ عمر میری زیادہ ہے۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق میں نے عرض کیا کہ یہ ان کے جو ساتھی تھے وہ تو کافی آگے بڑھ گئے اور گھر کے فرد ہونے کی بناء پر حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو ان حضرات کے مقابلہ میں موقع زیادہ ملا، مگر وہ خیبر کی فتح کے موقع پر

اسلام قبول کر رہے ہیں۔

شق القمر کا معجزہ

حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ جب شیر خوار تھے، تو اس وقت میں آپ کو دیکھا کرتا تھا کہ دنیا نے تو ایک شَقُّ الْقَمَرُ کو ذکر کیا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةَ وَ انْشَقَّ الْقَمَر، مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب آپ مہد میں تھے، رضاعت کی حالت تھی آپ کی، دودھ پی رہے تھے تو اس عمر میں میں نے آپ کو دیکھا کہ چاندنی رات ہوتی تھی اور آپ چاند کی طرف نگاہ فرماتے تھے اور چاند جیسے جیسے آپ کی انگلی جدھر گھومتی تھی ادھر چاند گھومتا تھا، یہ کیا تھا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ چاند کے ساتھ میں بات کرتا تھا، وَ یُلْهِیْنِیْ عَنِ الْبُکَاءِ جس طرح بچے روتے ہیں، بشر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی رونا، کبھی ہنسنا تو یُلْهِیْنِیْ عَنِ الْبُکَاءِ، مجھے رونے سے روکنے کے لئے میرے ساتھ چاند کھیلتا تھا، اور وہ انگلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا تھا چاند کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک کے ساتھ ساتھ وہ چاند ہلا کرتا تھا۔ کتنا بڑا معجزہ!

خَرَّ صلی اللہ علیہ وسلم مَغْشِیًّا عَلَیْهِ

اور بار بار دیکھا اور ایک جگہ تو خود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک معجزہ دیکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، مگر میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا، کس وقت؟ فرماتے ہیں کہ میں وہاں جب کعبہ شریف کی مشرکین تعمیر کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعمیر میں حصہ لے رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گورا گورا، پیارا پیارا جسم، لنگی مبارک پہنی ہوئی، باقی اوپر والا جسم خالی، کپڑے سے خالی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھا رہے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ یہ پتھر اٹھاتے ہیں، اپنے

گورے گورے نازک کندھوں پر، تو یہ کندھا آپ کا چھل جائے گا، تو وہاں تو ننگے طواف کا بھی رواج تھا، ان کے یہاں عریانی کوئی عیب نہیں تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی مبارک کھول کر کے یہاں کندھے پر رکھ دی تا کہ پتھر اٹھائیں، تو آپ کا کندھا مبارک نہ چھلے، جیسے ہی وہ کھلی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک آواز آئی آسمان سے کہ نہیں! یا محمد! ایسا نہ کرو! اور یہ آواز سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم **خَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ** آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو کر گر گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی جلدی اٹھ کر لنگی مبارک سمیٹ لی، باندھ لی، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو آواز وہاں سے سنی تھی، تو اس وقت سے مجھے یہ یقین تھا کہ یہ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

اور دیکھئے، اور آگے چلیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایمان نہیں لائے تھے اور ادھر جب جنگِ بدر کے موقع پر مشرکین تیار ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کے لئے چلے ہیں، تو ابوجہل نے لام بندی کر دی تھی کہ سب کے لئے نکلنا ضروری ہے، کوئی رہ نہیں سکتا، عام اعلان، سب کے لئے ضروری، ہر ایک کو جانا ہوگا۔

اب بہت سارے ایسے تھے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرح سے وہ جانا نہیں چاہتے تھے، مگر مجبوراً ان کو اصرار کی وجہ سے اور ظلم کی وجہ سے، ظلم سے بچنے کے خاطر ان کو نکلنا پڑا، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے آپ سنتے ہیں بار بار روایات میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر شروع ہونے سے پہلے میدان میں، جنگ بدر میں صحابۂ کرام کو جگہ بتا رہے ہیں، **هٰذَا مَصْرَعُ اَبِىْ جَهْل**، ابوجہل کو کاٹ کر یہاں پھینکا جائے گا، یہ اس کے گرنے کی جگہ ہے، فلاں قتل ہو کر یہاں گرے گا، فلاں قتل ہو کر یہاں گرے گا، صحابۂ کرام فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے جوان مشرکینِ بدر کی قتل گاہیں بتائی تھیں، فرماتے ہیں کہ ایک بال برابر بھی جگہ ادھر اُدھر نہیں تھی، فرماتے ہیں کہ اسی جگہ وہ کٹ کر گرے، یہ تو ایک اور معجزہ۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ جیسوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مشرکین وہاں جمع ہوگئے، اب جنگ شروع ہونے والی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا، کیا اعلان فرمایا کہ دیکھئے یہ لوگ جو اکٹھے ہو کر مکہ مکرمہ سے چلے ہیں، تو ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ جو مجبور اور مضطر ہو کر آئے ہیں جس طرح کہ ان کے ساتھ کام کرنے والے، ان کے خادم اور ان کے غلام تو ان کو نہ مارنا، اگر جنگ میں تمہاری تلوار کی زد میں آجائے تو ان کو چھوڑ دینا۔

دنیا کا کوئی کمانڈر ایسا کر سکتا ہے؟ اور فرمایا کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ جو زبردستی لائے گئے ہیں، تو نام گنوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، فلاں، فلاں، حق تعالی شانہ کی طرف سے تمام اطلاعات ادھر کہ کون کس طرح آرہا ہے۔ فرمایا کہ پوری جو فہرست آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سنائی ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی بھی تھا، یہ اگر تمہاری تلوار کی زد میں آئیں تو ان کو مت چھیڑنا اس لئے کہ یہ آنا نہیں چاہتے تھے ان کو زبردستی لایا گیا ہے۔

خیر، جنگ ہوگئی، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسی طرح فتح بھی ہوئی، اب یہ اُسارٰی بدر کو جو قیدی، ستر قیدی پکڑے گئے، ان کو باندھ کر لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ چچا جان بھی ہیں حضرت عباس۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ورنہ جس طرح وہ قیدی کے طور پر پکڑے گئے ان کو قتل بھی کیا جا سکتا تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی وجہ سے کسی نے ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حق تعالی شانہ نے بہت لحیم شحیم بنایا تھا، بڑے خوبصورت اور دراز قد، بھاری جسم نہایت خوبصورت توانا تندرست، ان کو جو پکڑ کر لانے والے صحابی تھے حضرت ابو الیُسر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ فرمایا ابو الیُسر، ادھر آؤ! پوچھا کہ تم تو بہت چھوٹے سے اور تم نے اتنا زبردست پہلوان جیسا عباس اس کو تم نے کیسے گرفتار کیا؟ اور کیسے قید کیا؟

حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ **اَعَانَنِیْ عَلَیْہِ رَجُلٌ کَرِیْم**، ایک بہت خوبصورت نوجوان تھا اس نے میری مدد کی ان کو گرفتار کرنے میں، اور ساتھ آگے فرماتے ہیں کہ میں نے **مَا رَأَیْتُہُ قَبْلُ وَ لَا بَعْدُ**، فرماتے ہیں کہ یہ تین سو تیرہ جو وہاں سے چلے تھے ہم سب کو جانتے ہیں ہمارے ساتھیوں کو، کہتے ہیں کہ نہ میں نے اس وقت دیکھا نہ بعد میں کہیں دیکھا، جنگ ختم ہونے کے بعد میں نے نظر دوڑائی کہ وہ کدھر گیا جس نے میرے مدد کی تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ وہ **رَجُلٌ کَرِیْم** جسے تم کہہ رہے ہو، وہ فرشتہ تھا حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے، جس نے تمہاری مدد کی کہ تم عباس کو گرفتار کر سکے۔ اتنے معجزات بار بار دیکھتے رہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، مگر پھر بھی مقدر کہ تاخیر ہوگئی مگر جوان کا ادب تھا وہ آخری عمر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح رہا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں شریعت کا ادب نصیب فرمائے، مسجد کے آداب کی رعایت کی توفیق عطا فرمائے، علم اور فتاویٰ اور شرعی احکام ان کے آداب کی رعایت کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۴/ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ کہ ساری عمر انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بے شمار معجزات دیکھے۔ کہ دنیا نے تو ایک شق القمر دیکھا، اور وہ روز دیکھتے تھے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ آپ چاند کی طرف اشارہ فرماتے تھے، اور آپ اس کی طرف دیکھتے تھے۔

اُس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ یُکَلِّمُنِیۡ وَیُلۡهِیۡنِیۡ عَنِ الۡبُکَاءِ، کہ وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا، اور بچہ روتا ہے، تو دل بہلانے کے لئے تسلی دیتا تھا اور میں اس کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ تو وہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ پوچھنا چاہتے تھے، کہ وہ اشارہ سے، ادھر اشارہ ہوتا اور چاند اُدھر۔ روز دیکھتے، اُس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وَاَسۡمَعُ وَجۡبَتُہٗ، کہ سورج کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باقاعدہ پوچھا گیا، کہ یا رسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ غروب ہوجاتا ہے تو پھر کہاں جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حق تعالیٰ شانہ کے عرش کے سامنے سجدہ میں گر جاتا ہے۔ تو یہاں اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے متعلق ارشاد فرمایا کہ میں، جب وہ عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوتا ہے، سجدہ کرتا ہے تو اس کی آہٹ بھی میں سنتا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا فدیہ

کتنے معجزات حضرت عباس رضی اللہ عنہ بچپن سے لے کر دیکھتے رہے، میں نے اور بھی گنوائے۔ اور کتنی شفقتیں، کہ جب اُساریٰ بدر کے ساتھ گرفتار ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ پہنچے، تو اُس وقت بھی شفقت ہی شفقت۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے متعلق فرمادیا کہ

جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں، تو اُن کا فدیہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں اور چلے جائیں۔ اُن سے کوئی اور درہم دنا نیر وصول نہیں کئے جائیں گے۔ باقی اُن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن سے اتنا اتنا فدیہ وصول کیا جائے۔

انصار نے رشتہ داری کی بناء پر، اور یہ دیکھ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا نام لے کر فرمایا تھا، جس طرح کہ بہت سے قیدیوں کے متعلق کہ اگر وہ تمہارے تلوار کے زد میں آتے بھی ہوں، تو بھی اُن کو نہ مارنا، کیوں کہ وہ آنا نہیں چاہتے تھے۔ تو اُن کا بھی نام لے کر ارشاد فرمایا تھا۔ اِس لئے انصار نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! چچا جان کا فدیہ معاف کر دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، ایک حبہ بھی معاف نہیں ہوگا، جس طرح کہ سب سے لیا جاتا ہے، اُن سے بھی لیا جائے گا۔

پھر فدیہ لیا گیا، کیش (cash) اُن کے پاس غالباً چوبیس دینار تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصول فرمائے۔ اور پھر فرمایا کہ حکیم کا بھی فدیہ دو، نوفل کا بھی فدیہ دو، جو آپ کے قریبی عزیز ہے اُن کا بھی فدیہ آپ کے ذمہ، آپ مالدار ہیں۔ اور جو آپ کے حلیف ہیں ان اساری میں، قیدیوں میں، اُن کا بھی فدیہ آپ کے ذمہ۔ تو انہوں نے عرض کیا، کہ یا رسول اللہ میرے پاس پیسے کہاں ہیں؟

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جیسا میں نے حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ، گاندھی کو مہاتما بنانے والے یہ حضرات تھے، کیوں کہ بمبئی (Bombay) جب پہنچے ہیں تو وہاں میٹنگ میں، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جو نوجوان ہے، اُن کو آگے لانا چاہئے۔ تو وہاں سے قصہ شروع ہوا گاندھی جی کا۔

یہاں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب گرفتار کیا گیا، اور اُن سے فدیہ لیا گیا، اور جو

حلیف تھے اُن کا فدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ذمہ لگایا۔تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس مال کہاں ہیں؟

ایسے عظیم انسان حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ، دارالحدیث میں سبق پڑھا رہے ہیں، اور جیسے ہی حاجی بدرالدین پہنچے اور اپنے وقت پر سبق جیسے ہی بند ہوا، تو حضرت فرماتے ہیں طلبہ کو، کہ حاجی بدرالدین بہت مالدار ہیں، ان کی بسیں چلتی ہیں، اِن سے آج مٹھائی کھائیں گے۔ وہ تو عرض کرتے ہیں کہ حضرت میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں۔حضرت فرماتے کہ بخیل ہے، اس نے کہیں چُھپائیں ہوں گے۔

دیکھئے، ساری عمر جنہوں نے مدینہ شریف میں درس دیا احادیث کا، عرب اور عجم کے اُستاذ۔ اور وہ قصہ بھی عرض کیا تھا کہ سبق پڑھا رہے ہیں۔روایت آتی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر میں زندہ ہیں، اس پر تقریر فرمائی، پھر پوچھا طلبہ کو کہ سمجھ میں آیا؟ تو نفی میں سر ہلایا۔کہ نہیں برابر سمجھ میں نہیں آیا۔

یہاں ریاض الجنۃ میں سبق ہو رہا ہے دائیں طرف قبرِ اطہر کی طرف جیسے ہی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے گردن پھیری اور اُدھر دیکھنا شروع کیا، تو ظاہر ہے کہ سب نے سوچا کہ استاذ اُدھر کیا دیکھ رہے ہیں۔دورانِ سبق اُن کو کہ انبیاء علیہم السلام اپنے قبور میں کیسے زندہ ہیں، جلوئے محمدی وہاں بیداری کی حالت میں اُن کو دکھا دیا۔

مگر بے نفسی کا عالم دیکھئے کہ حضرت اتنے عظیم انسان، اور جیسے ہی حاجی بدرالدین پہنچتے ہیں، تو اعلان فرما دیتے ہیں کہ حاجی صاحب سے آج مٹھائی کھائیں گے۔اُن کو بھی پتہ تھا کہ حضرت کی شفقت ہے، پیار ہے، حضرت مجھے چھیڑنا چاہتے ہیں۔تو وہ عرض کرتے ہیں، کہ نہیں حضرت میرے پاس تو پیسے نہیں۔حضرت فرماتے ہیں، کہ نہیں اِس نے کہیں چھپائے ہوں گے۔

حضرت اپنی جگہ سے اُٹھ کر ایک جیب ٹٹولتے ہیں، طلبہ سے فرماتے ہیں کہ دوسری جیب میں دیکھو۔ادھر اُدھر دیکھا، دیکھا کہ جیب میں نہیں۔فرمایا کہ ازار بند میں چھپائے ہوں گے، لیکن

ہمارے یہاں تو ازار بند ہوتے ہی نہیں، یہ تو (elastic)،تو وہ ازار بند وہاں وہ سئے ہوئے ہوتے تھے، جس طرح یہ ٹوپیاں، دھاگوں سے بنائی جاتی ہیں، اس طرح کے دھاگوں سے ازار بند بنے جاتے تھے۔

ایک جونپور کے ہمارے ایک دوست تھے، اُن کی شادی ہوئی تو انہوں نے کچھ ہدایا بھیجے اور کہا کہ دلہن نے آپ کے لئے ازار بند بنا کر بھیجا ہے۔ تو وہ کافی چوڑے ہوتے تھے، تو اُس کے اندر وہ چھپا کر پیسے رکھتے تھے، ازار بند کے اندر۔ تو حضرت پھر وہاں سے لے کر طلبہ پر پھینکتے کہ جاؤ! حاجی صاحب کی طرف سے مٹھائی لاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

جیسے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس تو مال نہیں، میں نے اپنا فدیہ تو دے دیا، جو میرے ذمہ تھا۔ اور عقیل اور نوفل اور دوسرے حلفاء اُن کا فدیہ میں کیسے ادا کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر معجزہ، میں نے عرض کیا کہ وہ ساری عمر دیکھتے رہے معجزہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا! جب آپ بدر کے لئے چلے ہیں، تو آپ نے جو سونا اور دولت اور خزانہ سارا تھا، ام فضل کو چھپانے کے لئے دیا تھا، اور فلاں جگہ وہاں چھپایا گیا، اُس وقت اقرار کرتے ہیں، کہ یا رسول اللہ! آپ برحق نبی ہیں۔

اب فدیہ طے ہو گیا اُن کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ، اِن کا فدیہ بھی آپ کے ذمہ، یہ رہیں گے یہاں جب آپ اُن کا فدیہ دو گے تو پھر اِن کو بھی ہم یہاں سے رہا کر کے مکہ مکرمہ بھیج دیں گے۔ مکہ پہنچ گئے، اب وہاں سے انہوں نے فدیہ عقیل اور نوفل کا تو بھیجا، مگر جو حلیف تھے، اُن کا فدیہ پھر بھی نہیں بھیجا۔ ابورافع جو غلام تھے، وہ فدیہ لے کر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ اِن کا، حلفاء کا، حلیف کا فدیہ نہیں بھیجا، تو جن کا بھیجا گیا تھا، اُن کو تو رہا فرما دیا۔ اب جو حلیف ہیں، اُن کا فدیہ نہیں بھیجا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے،

شفقتیں کس درجہ میں، اور کس طرح، کوئی مطالبہ نہیں فرمایا۔ آگے ابورافع کو کوئی خط دانٹ ڈپٹ کا نہیں دیا، کہ تم یہاں سے عہد کر کے گئے، اور وعدہ کر کے گئے، کہ سب کا فدیہ بھیجو گے، ابھی تم نے اُن کا فدیہ نہیں بھیجا جن کا میرے کہنے کی وجہ سے آپ نے ذمہ لیا تھا۔

عرب کے اشعار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور اُن سے تذکرہ کیا کہ اس طرح یہ یہاں سے عہد کر کے گئے تھے کہ اُن کا فدیہ بھیجیں گے۔ انہوں نے بھیجا نہیں۔ پھر ابورافع جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے، اُن کو بھیج دیا، انہوں نے جا کر ساری کہانی سنائی، کہ ایسا ہوا۔

انہوں نے فرمایا کہ ابھی اسی اونٹنی پر اسی طرح سوار رہو، گھر میں سے جلدی سے پیسے لاکر دئے، اور فرمایا کہ ابھی تم چلے جاؤ واپس باقی فدیہ دے کر آؤ۔ کیوں؟ اس لئے کہ عرب میں اشعار میں کسی کی مدح اور منقبت بیان کی جاتی تھی، وہ بھی سارے عرب میں فوراً پھیل جاتی تھی۔ کسی کی تعریف کی گئی، تو سارے عرب میں اس کا شہرہ ہوا اور وہ اشعار چلیں گے، اور اگر کسی کی ہجو اور برائی کی گئی، تو سارا عرب جان لے گا کہ او ہو! یہ آدمی خیانت کرنے والا ہے، غدار ہے، دھوکہ باز ہے، بدعہدی کرنے ولا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ان اشعار کا اتنا ڈر لگا، کہ حضرت حسان کے اگر اشعار شروع ہو گئے عرب میں، تو کیا ٹھکانا رہے گا؟ فوراً انہوں نے وہ فدیہ بھیج دیا۔

دو چچا

جب قید تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں، تو پہلی رات کا قصہ لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بدر سے واپس مدینہ منورہ پہنچے ہیں، پہلی شب ہے، اور ستر قیدی رسیوں میں بندھے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اور مسجد کے باہر صحن میں اور مختلف جگہوں پر موجود

ہیں۔

صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ آج مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔ عرض کیا کہ کیا بات پیش آئی؟ فرمایا کہ ہمارے چچا جان حضرت عباس کے کراہنے کی وجہ سے۔ کہ جو اُن کو باندھا گیا ہے، تو کسی باندھنے والے نے ذرا زور سے، ٹائیٹ (tight) باندھ دیا ہوگا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساری عمر تنعم میں رہے ہے، بڑی عافیت، راحت میں، کبھی یہ مصیبت دیکھی نہ ہوگی۔ انہوں نے بھی سوچا ہوگا کہ اب کیا کریں؟

کس طرح فریاد کرتے ہیں، بتادو قاعدہ

اے اسیرانِ قفس میں نوگرفتاروں میں ہوں

کہ پہلی دفعہ معاملہ یہ پیش آیا ہے تو کیا کریں؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کراہنے کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی رہی، فرمایا کہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ یہ شفقت بھی سنئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، کہ کس درجہ میرے اوپر شفقت ہے، میں لڑنے والوں کے ساتھ شامل ہو کر آیا، قیدی ہوں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری وجہ سے رات بھر نہیں سو سکے۔ اور پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صحابہ کرام اُن کو کھول رہے ہیں کہ ڈھیلا کر دیں۔ فرمایا کہ نہیں اُن کو بالکل چھوڑ دو اور جتنے ستر ہیں، سب کے بند کھول دو۔

اتنی شفقتیں ملنے کے باوجود بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اصلی مذہب ہی پر اب تک قائم ہیں۔ واپس گئے، اگرچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی، جس طرح کہ میں نے عرض کیا کہ یہ دونوں چچا، ابو طالب اور حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ، ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے پناہ محبت، اور بے پناہ شفقت تھی۔ اور ہر طرح کی خدمت بچپن سے لے کر اخیر تک وہ کرتے رہے۔ لیکن ابو طالب کو پھر بھی اسلام نہیں ملا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خیبر میں جا کر ملا۔

اور شفقت اتنی تھی کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی اعلان شروع فرمایا، اور دعوت

عرب میں پہنچنی شروع ہوئی، اور وہاں مدینہ منورہ سے کچھ لوگ پہنچے، موسمِ حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں بیان سنا، تقریر سے متأثر ہوئے، اسلام لائے اور انہوں نے جا کر جب وہاں مدینہ منورہ میں دعوت دی۔ اور جو لوگ اسلام لائے، تو وہ جب حج میں پہنچے، تو وہاں منی میں تلاش کر رہے ہیں کہ یہ جو نبی ہیں، جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ کہاں ہیں، تو بتایا کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہیں۔

مکہ مکرمہ یہ وفد پہنچا جس میں حضرت عویم تھے، اسعد ابن زرارہ، ابوالہیثم ہیں، حضرت براء ہیں، عبداللہ ابن حرام ہیں۔ یہ حضرات پہنچے تلاش کرتے ہوئے، پتہ چلا کہ حضرت عباس کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقیم ہیں۔ حضرت عباس سے عرض کیا کہ ہمیں ملنا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اسی طرح جلدی یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ یہاں تم نہیں مل سکتے تمہیں بھی مکہ والے ستائیں گے۔ کہ تم اُنہیں ملنے کے لئے آئے ہو۔ اس لئے ایسا کرو کہ میں وہاں مِنی میں عقبہ کے نیچے، گھاٹی کے نیچے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جو مِنی سے حجاج کی روانگی کا آخری دن ہے، اُس آخری دن کی صبح کو وہاں گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پہنچوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر وہاں پہنچے۔ یہ حضرات پہنچے۔ اور جب پہنچے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ سب اکٹھے مت آؤ، بھیڑ میں ایک ایک کر کے چھپ چھپا کر کے یہاں آؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایک آؤ تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔

جب پہنچے، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک لمبی تقریر کی اور فرمایا کہ دیکھئے یہ جو پیغام لے کر اُٹھے ہیں، تو پورا مکہ، اور خود اُن کا خاندان قریش، اور سارا عرب اُس سے خفا ہے۔ اگر اس طرح کھلم کھلا تم اُن کا ساتھ دینا چاہتے ہو، تو پہلے اپنے متعلق سوچ لو کہ اگر تمہارے پاس اتنی قوت اور طاقت ہے کہ تم سارے عرب کا مقابلہ کر سکو؟ پھر تو تم اس طرح علانیہ ان کے ساتھ مل سکتے ہو، اور اِن کو تمہارے اپنے یہاں کی جو تم دعوت دے رہے ہو اپنے یہاں لے جانے کی،

دے سکتے ہو، مگر پہلے اس کو سوچ لو۔

حَتّٰی یَمُوتَ الاَعْجَلُ مِنَّا

یہ تقریر سُن کر حضرت براء رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قوت اور طاقت تو دوسری چیز ہے۔ لیکن اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں سے لے جاتے ہیں، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہم میں سے ہر ایک اُس وقت تک نہیں مرے گا، جب کہ پہلے دشمن کو نہیں مارے گا۔ حَتّٰی یَمُوتَ الاَعْجَلُ مِنَّا، کہ جس کی پہلے آئی ہوگی، کہ اگر ہماری پہلے آئی ہے، تو ہم مریں گے، ورنہ دشمن کو مار کر رہیں گے۔

اُن کی یہ تقریر سُن کر پھر حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ نے تقریر کی۔ کہ جب تک ہماری جانوں میں جان ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم بال بیکا نہیں ہونے دیں گے۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیار تھا، شفقت تھی کہ اپنے مذہب پر ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لے جانا چاہتے تھے، اُس کا بھی اُن کو فکر، حالانکہ اُس وقت تک وہ اسلام نہیں لا سکے تھے۔

چچا ابو طالب

یہی حال چچا ابو طالب کا۔ کہ چچا ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن سے پرورش کرتے رہے، بچپن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھتے رہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر وہ کھانا شروع نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ وہ دیکھتے تھے، کہ تھوڑا سا اگر کھانا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہیں، تو جتنے آدمی ہیں سب کھانا کھالیں، اور اتنے اور آجائیں، تو اُس میں برکت ہی برکت ہمیشہ ہوتی رہتی تھی۔

روز کے معجزات دیکھنے کے باوجود بھی ابو طالب اپنے ہی مذہب پر اور اپنے ہی مسلک پر رہے۔ اور جب عربوں نے سب نے مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ کیا کہ اِن کو ہمارے

حوالہ کردیں، تو حضرت ابوطالب نے پہلے تو منع کیا۔ پھر اُس سے بڑا وفد آیا، قریش کے دوسرے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر آئے، تب انہوں نے سوچا کہ او! یہ تو معاملہ بڑھ گیا، ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ بھتیجے! یہ تو سارا عرب اکٹھا ہو رہا ہے، آہستہ آہستہ، اور تمہارا چچا تو بہت کمزور ہے۔ اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں برداشت نہ کرسکوں۔ کچھ سوچ لو اس کے متعلق۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری جواب دیا کہ چچا جان اگر میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے میں سورج رکھ دیں، پھر بھی میں اس دعوت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ چاہیں آپ اپنی ذمہ داری سے براءت کا اعلان فرمادیں، تو آپ کر سکتے ہیں۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلے ہیں، دیکھا ابوطالب نے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہو گئے، تو پھر بھاگے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، اور عرض کیا کہ جس طرح آپ کا کام ہے اس طرح جاری رکھئے اور جب تک میری زندگی ہے، جب تک میری جان میں جان ہے، میں آپ کی حفاظت میں کسی طرح کی کمی اور کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور جب قریش نے دیکھا کہ وہ کسی طرح قابو میں نہیں آتے، پھر انہوں نے مقاطعہ اور بائیکاٹ (boycott) کیا ہے۔

وَ اَبۡیَضُ یُسۡتَسۡقیٰ الۡغَمَامُ مِنۡ وَجۡهِه

اسی پر وہ مشہور قصیدہ جس کے اشعار حدیث کی کتابوں میں آتے ہیں:

وَ اَبۡیَضُ یُسۡتَسۡقیٰ الۡغَمَامُ مِنۡ وَجۡهِه
ثِمَالُ الۡیَتَامیٰ وَ عِصۡمَةٌ لِلۡاَرَامِلِ

یہ ایک سو اشعار کا لمبا قصیدہ ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ ایک سو بیس اشعار ہیں اس قصیدہ کے۔ کہ جس میں وہ عرض کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، خود اسلام نہیں لائے تھے، مگر معجزات ذکر کرتے ہیں۔

کیوں؟ کہ ایک دفعہ انہوں نے دیکھا تھا کہ حضرت عبدالمطلب سے شکایت کی گئی کہ آپ مکہ کے سردار ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ اتنے عرصہ سے بارش نہیں ہوئی، حضرت عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں اُٹھا کر کعبہ شریف لے جاتے ہیں۔ اور وہاں گود میں اُٹھائے ہوئے خود دعا فرما رہے ہیں عبدالمطلب کہ اے خدا! میں اس خوبصورت بچہ کا تجھے واسطہ دیتا ہوں کہ تو ہمیں تیری رحمت عطا فرما۔ دیکھا تمام اُمین کہنے والوں نے کہ اُسی وقت بارش شروع ہوگئی۔

یہ حضرت ابو طالب دیکھ چکے تھے، پھر خود اُن کے پاس بھی ابن عرفطۃ آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ابو طالب اتنے دن ہوگئے، بارش نہیں ہو رہی ہے، تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پہنچتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے وہ دعا کرتے ہیں، تو یہیں سے شروع کرتے ہیں، کہ وَ اَبْیَضُ یُسْتَسْقیٰ الْغَمَامُ مِنْ وَجْهِهِ. کہ آپ کے چہرہ انور کا واسطہ دے کر کے، آپ کی خوبصورتی، اور آپ کے حسن و جمال کا اے خدا ہم تجھے واسطہ دیتے ہیں۔

زینتِ قریش

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم کا لقب ہے زینتِ قریش، قریش کی زینت۔ بعضوں نے اُس کو اور آگے فرمایا کہ صرف قریش نہیں، بلکہ زینۃ العرب۔ کہ تمام عرب کے اجمل العرب، حضرت عبداللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہیں۔

پھر یہ حسن نسبی طور پر منتقل ہوا حضراتِ حسنین میں، اسی لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق اُس دن عرض کیا تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تمام اہل بیت میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سب سے زیادہ شادیاں اور نکاح اُن کے ہوئے۔ کیوں؟ کہ اللہ تعالیٰ نے وہ حسن اور جمال دیا تھا کہ روز پیغام، روز پیغام، اور نہایت شرمیلی طبیعت۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایک دو کو رخصت فرماتے، دوسری سے نکاح فرماتے، اُن کو رخصت فرماتے اور نکاح فرماتے۔

یہ حضرت عبد اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد، تو اُن کے ساتھ بھی یہ پیغامات کا سلسلہ مسلسل رہتا تھا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوتا ہے اور وہ نورِ نبوت منتقل ہو جاتا ہے، اُس کے بعد پھر کوئی پیغام نہیں۔

مجھے جمال پر یاد آیا، ایک عجیب قصہ لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ بصرہ میں مصعب ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دے رہے ہیں، بصرہ کی جامع مسجد، عظیم الشان جامع مسجد، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیر کروائی تھی، آپ کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی۔ تو تمام آل زبیر میں سب سے زیادہ حسین اور جمیل حضرت مصعب ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بہت سے لوگ آپ کے پیچھے جمعہ پڑھنے کے لئے آتے تھے، اور ایک مجمع آتا تھا صرف آپ کی زیارت کے لئے، آپ کو دیکھنے کے لئے۔

لوگوں نے دیکھا کہ آپ خطبہ دے رہے ہیں، اتنے میں اچانک خطبہ دیتے دیتے، **وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن،** خطبہ بند **اِنَّ اللّٰهَ یَأمُرُ بِالْعَدْل** کہہ کر خطبہ بند کر دیا۔ تو کسی نے کہا کہ دیکھو یہ خطبہ جو انہوں نے بند کیا، یہ اس پر بند کیا کہ انہوں نے دائیں طرف سے ابن جودان کو آتے ہوئے دیکھا۔ مسجد بہت بڑی تھی، تو دائیں طرف دروازہ، بائیں طرف دروازہ، امام کے پیچھے بھی دروازہ، تو انہوں نے دائیں طرف آتے ہوئے ابن جودان کو آتے ہوئے دیکھا، اور بائیں طرف سے ابن جبران کو آتے ہوئے دیکھا۔ اور جو امام کے پیچھے والا دروازہ تھا تو کہتے ہیں، کہ جب اُن کی نگاہ دائیں طرف پڑی، تو اس طرف رُخ کیا، تو اس طرف جب رُخ کیا، تو ابن جبران۔ اور یہ بھی حسن اور جمال میں مشہور۔ بصرہ میں یہ چار شخص مشہور تھے، حضرت مصعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ، اور ابن جودان، اور ابن جبران۔ فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر تو انہوں نے صبر کیا، اور جب دیکھا کہ پیچھے کی طرف سے حضرت حسنِ بصری پہنچ گئے، تو ان کو پھر اُن کا خطبہ ختم کرنا پڑا، **اِنَّ اللّٰهَ یَأمُرُ بِالْعَدْل** کہہ کر آگے کہتے ہیں کہ پڑھ نہیں سکے۔

ایک نذر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کو حق تعالیٰ شانہ نے وہ حسن عطا فرمایا تھا کہ اِن کو زینتِ قریش کہا جاتا تھا۔ اور صرف اٹھارہ برس کی عمر حضرت عبد اللہ نے پائی ہے، صرف اٹھارہ برس۔ کہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری ہی کے لئے گویا اُن کو پیدا کیا گیا۔

اسی لئے جب عبد المطلب، بیٹوں کی اُن کو خواہش تھی، اور چونکہ حضرت عبد المطلب بہت بڑے رئیس اور سرادر تھے، رومن ایمپائر کی طرف سے آپ کو پروانہ ملا ہوا تھا، کہ کسی بھی وقت بھی، پوری، ہمارے مملکہ میں جہاں آپ کو کوئی حاجت ضرورت ہو اور کہیں بھی آپ تشریف لے جائیں، تو ہمارا یہ پروانہ آپ کے ساتھ رہے گا، آپ یہ بتا دیا کیجئے۔ اور آپ کے اسفار ہوتے تھے بڑے شان کے ساتھ۔ بیٹے تھے نہیں تو حضرت عبد المطلب نے دعا کی تھی، کہ اے خدا تو مجھے اگر دس بیٹے دے گا تو میں ایک بیٹا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح قربانی کرنا چاہا تھا، اس طرح میں قربان کر دوں گا۔

اُن کی دعا قبول ہوئی، ایک بیٹا ملا، دو، تین، جب دسویں نمبر پر حضرت عبد اللہ آئے، تو اب قربانی کی نذر تو مانی ہوئی ہے، عہد کیا ہوا ہے، مگر وہ سوچتے رہے، مؤخر کرتے رہے، مؤخر کرتے رہے، یہاں تک کہ جب جوانی کو پہنچ گئے۔ تو اب سوچا کہ حق تعالیٰ شانہ سے میں نے یہ عہد کر رکھا ہے۔ حضرت عبد المطلب نے ایک وہاں فیصلہ کے لئے جن کے پاس وہ رجوع کرتے تھے، ایسے مشکل مسائل میں، اُن کے پاس مدینہ منورہ میں آدمی بھیجا۔ وہ بڑا مشہور آدمی تھا۔ اُس نے کہا کہ یہ تو بہت آسان ہے، اُن کے نام کا قرعہ ڈالو اور دس اُونٹ اور اُن کا قرعہ، اور یہ کسی سے کہو کہ وہ دو چٹھیوں میں سے ایک کھینچے، تو اگر ان کے نام کی نکلے تو تم اِن کی قربانی کر سکتے ہو، لیکن اگر اُونٹ نکلے تو اُونٹ قربان کرو۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دس اونٹ نکلے۔ دوسری دفعہ چٹھی آپ کے نام کے ساتھ ڈالی گئی تو انہوں نے کہا کہ جب یہ دس کے بعد دوسرے دس، تو یہ بیس ہو گئے، تو بیس کو ایک طرف ڈالا گیا، پھر بھی آپ کا نام نہیں نکلا، بیس اونٹ نکلے۔ یہاں تک کہ سو اُونٹ تک دس دفعہ چٹھی اونٹوں پر ہی نکلتی رہی۔ جب سو اونٹ پورے ہو گئے اُس کے بعد جب وہ قرعہ ڈالا گیا، اور حضرت عبداللہ کا نام اور سو اونٹ ایک طرف، اِن دونوں چٹھیوں میں سے جب بچہ نے چٹھی اُٹھائی تو اب نکلا گیارھویں دفعہ میں حضرت عبداللہ کا نام۔

حضرت عبدالمطلب کہنے لگے، کہ نہیں ایک دفعہ اور کرنا چاہیئے، تو اس کے بعد انہوں نے جب چٹھی ڈالی، پھر جب اُونٹ نکلے تو انہوں نے فیصلہ کیا، کہ نہیں کہ اب یہ اونٹوں کی قربانی ہی پر، گیارہ دفعہ اونٹ نکلے ہیں قربانی کے لئے۔ چنانچہ پھر انہوں نے مکہ والوں کی اور سارے عرب کی دعوت کی۔ لکھا ہے کہ کوئی باقی نہیں رہا جس نے اُس دعوت میں شرکت نہ کی ہو۔ تو یہ حضرت عبداللہ کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری کے لئے خصوصی انتظام تھا۔ اسی لئے وہ حسن و جمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں منتقل ہوا جس کے لئے حضرت ابوطالب نے کہا

وَ اَبۡیَضُ یُسۡتَسۡقیٰ الۡغَمَامُ مِنۡ وَجۡهِهٖ

ثِمَالُ الۡیَتَامیٰ وَ عِصۡمَةٌ لِلۡاَرَامِلِ

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے دلوں میں ہمیں بسانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مبارک راتوں میں جب اور دعائیں مانگیں، اپنی ضرورتیں تو مانگنی ہی چاہیئے، وہاں اُس کے ساتھ ساتھ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مانگیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح اپنے منظورِ نظر، جو تمام کی، امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، اور صوفیاء کرام اور محدثین سب کی تاریخ آپ پڑھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اُن کا ایک مقام اور مرتبہ تھا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جب ہم ہوتے تھے، تو بڑے بڑے لوگ، ان کی صرف، اتنی

تمنا ہوتی تھی کہ کسی طرح حضرت سے میرا تعارف ہو جائے، اور حضرت مجھے پہچاننے لگیں کہ یہ فلاں شخص ہے۔

دعا کرتے رہیں کہ یا اللہ، الٰہی یہ مبارک راتیں ہیں، میرا اعمال نامہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ نبوی میں جب پہنچتا ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی تکلیف محسوس فرماتے ہوں گے، اُس کو میرے لئے اس طرح بدل دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میں تکلیف کا سبب بننے کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منظورِ نظر بنوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے ساتھ شفقت اور آپ کا پیار ہو۔

۲۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ حضرات کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ اتنے لمبے روزوں میں، چھوٹی راتوں میں مشقت اٹھا کر یہاں مقیم ہیں۔ گھر پر ہوتے، محلّہ کی مسجد میں ہوتے، آرام بھی رہتا، گھر سے چیزیں بھی پہنچ سکتی تھیں۔ یہاں تو آج مجھے یاد آیا کہ گذشتہ سال اور پیوستہ سال بھی تاکید منتظمین سے کرتا رہا کہ ہر بستر پر عشاء کے وقت ٹھنڈے پانی کی ایک بوتل رکھ دیا کریں۔ آج مجھے یاد آیا، بڑا افسوس ہوا، چونکہ کئی گھنٹے جسم کو پانی نہیں ملتا، اس لئے یہی چند گھنٹے ہیں رات کے جس میں پانی اہتمام سے پیتے رہئے۔

مدینہ منورہ

ہمارے بھائی زبیر، مولانا زبیر صاحب کی وجہ سے اور بھی طبیعت پر آج بوجھ ہوتا رہا کہ یہ آج جمعہ کی شب ہے، کل جمعہ ہے، یہاں چھوٹی سی مسجد میں، چھوٹی سی جماعت کے ساتھ یہ جمعہ پڑھیں گے۔ وہاں مدینہ شریف میں ہوتے تو وہاں کے جمعہ کی جماعت میں شریک ہوتے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مدینہ طیبہ، مسجد نبوی کا ایک جمعہ اور مساجد کے ایک ہزار جمعہ کے برابر ہے اور ایک روایت میں رمضان المبارک میں بھی اسی طرح ہے۔ ارشاد فرمایا کہ وہاں مدینہ طیبہ کا ایک رمضان اور جگہوں کے ایک ہزار رمضان کے برابر۔ کتنی اونچی نسبت قربان کی، اللہ تبارک وتعالیٰ اِن کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت عباس اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہ جو ہمارا موضوع چل رہا تھا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تو انہیں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بہت پیار تھا اور بڑی محبت تھی، اسلام سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی،

اور سید نا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کا اس قدر احترام فرماتے تھے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ جب کبھی وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر کہیں جا رہے ہیں، راستہ میں نظر پڑ گئی، دور سے دیکھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے ہیں یا راستہ میں ہیں، تو ان کو دیکھتے ہی سواری سے اتر جاتے، ان کے سامنے سوار ہونا ان کی بے ادبی سمجھتے تھے، کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی جگہ پر ہیں۔

اسی لئے ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ان کا بھی بے حد احترام فرماتے تھے۔ وہ تو بچہ ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے، مگر سب سے ممتاز جگہ ان کے لئے ہوتی۔ کبارِ صحابہ کو اس پر اشکال بھی ہوا کہ ہمارے بھی بچے ہیں، وہ بھی عالم ہیں، وہ بھی صاحبِ علم ہیں، تو جب یہ اشکال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کان میں پڑا تو اس کا عملی جواب پیش فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ایک دفعہ سب حضرات جمع تھے، پوچھا کہ اچھا بھائی بتاؤ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ کا شانِ نزول کیا ہے؟ یہ سورت کس چیز کی خبر دیتی ہے؟ کاہے پر نازل ہوئی؟ کسی نے کیا بیان کیا، کسی نے کیا بیان کیا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ یہ سب کہہ رہے ہیں صحیح ہے؟ آپ کی کیا رائے ہے؟

انہوں نے سب سے الگ اس کا شانِ نزول بیان فرمایا۔ وہ سب کہہ رہے تھے کہ اس میں فتوحات کی خبر ہے، اسلام کے پھیلنے کی خبر ہے، مگر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس سورت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جہان سے تشریف لے جانے کی خبر ہے، آپ کی وفات کی اطلاع ہے۔ سب چونک گئے، واقعی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس کام

کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے اور نبی اور رسول بنا کر مبعوث کئے گئے تھے وہ کام جب ختم ہو گیا، اس کے بعد آپ اس دنیا سے، اس جہان سے تشریف لے جائیں گے، تب سب کی آنکھیں کھلیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیسے رجال شناس ہیں، لوگوں کو کتنا پہچانتے ہیں۔

توسیع مسجدِ نبوی

اتنے تعلق کے باوجود جب مسجدِ نبوی آبادی کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہونے لگی اور امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی توسیع کا ارادہ فرمایا، تو آپ نے جو اطراف میں مسجد سے ملحقہ مکانات تھے ان کے مالکوں سے بات کرنی شروع کی۔

مسجد سے ملحق حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان بھی تھا، ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین پیش کشیں فرمائیں کہ یہ تین چیزیں میں آپ کو پیش کرتا ہوں، ان تینوں میں سے جو آپ کو قبول ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہیں فرمایا اور مکان چھوڑنے پر تیار نہیں ہوئے، حالانکہ وہ مسجدِ نبوی کی توسیع کی ضرورت دیکھ رہے تھے، مگر آپ نے انکار فرما دیا اور بات پھر یہاں تک بڑھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اور کوئی راستہ نہیں رہا، حکومت جبراً لے سکتی ہے، اس موضوع پر وہ سوچنے لگے اور سوچتے سوچتے یہاں تک پہنچ گئے کہ آپ نے یہ ارادہ اوروں کے سامنے ظاہر فرما دیا کہ یہ تو دینے کے لئے تیار نہیں ہیں اور مسجد کا حال آپ دیکھ رہے ہیں، توسیع کی کتنی ضرورت۔

اس کے لئے جب مشورہ ہوا، تو غالباً حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین، آپ اس طرح یہ مکان نہیں لے سکتے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں لے سکتے؟ ہم تو اس طرح سب کو معاوضہ دینے کے لئے تیار ہیں اور پھر بھی اگر وہ کسی طرح بھی تیار نہیں، راضی نہیں، کسی جگہ بھی ان کو مکان دینے کے لئے تیار ہیں، تو اس کے بعد پھر اور کوئی صورت اس کے سوا اور کیا رہ جاتی ہے؟

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نہیں لے سکتے کیوں کہ آپ کے سامنے شاید یہ روایت نہیں ہوگی کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰ ۃ والسلام نے بیت المقدس کی تعمیر فرمائی اور یہ کیسے ان کے حصہ میں آئی یہ تعمیر کہ آپ سے پہلے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰ ۃ والسلام نے اسی طرح مسجد اقصی تعمیر فرمانے کا ارادہ کیا تھا اور جس طرح آپ ابھی مسجدِ نبوی کی توسیع کا ارادہ کئے ہوئے ہیں، ان کے سامنے بھی یہی رکاوٹ درپیش تھی جو آپ کو ہے، اور انہوں نے جب کوئی صورت ملحقہ مکانات لینے کی نہیں بن سکی تو انہوں نے بھی صرف یہ ارادہ کیا کہ جب یہ مسجدِ اقصی کی تعمیر کے لئے اپنے آپ مکانات بلا معاوضہ یا معاوضہ لے کر کسی طرح بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں تو یہ جبراً ہم لے سکتے ہیں۔

یہ ارادہ دل میں ہوا کہ حق تعالی شانہ کی طرف سے وحی آئی کہ آپ نے ان لوگوں کے مکانات غصب کر کے زبردستی لینے کا ارادہ کیا؟ اب آپ اس مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر نہیں کر سکتے، موقوف، اب یہ مبارک کام آپ کی ذریتہ سے لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالی شانہ کی طرف سے اس ممانعت کے بعد اس ارادہ کو موقوف کرنا پڑا، وہ مسجدِ اقصیٰ تعمیر نہیں کر سکے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر فرمائی۔

اتنا سنتے ہی، جیسے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دروازہ پر نوک کیا اور تین دفعہ، ایک دفعہ آواز دی السلام علیکم، ابوموسیٰ اشعری اجازت چاہتا ہے، دوسری دفعہ، تیسری دفعہ، پھر وہ واپس چلے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے کام سے فارغ ہوئے، دروازہ کھولا، دیکھا کوئی نہیں، تو پوچھا کہ بھائی ابھی سلام کی آواز آئی تھی، تو انہوں نے، سب نے کہا ہاں۔ انہوں نے سلام تو کیا تھا، آدمی دوڑائے، راستہ میں سے ان کو بلا کر لائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ بھائی کیا بات ہے، آپ چلے کیوں گئے؟ انہوں نے حدیث سنائی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں حکم یہی ہے۔ اتنا سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے غصہ میں فرمایا کہ اس پر کوئی گواہ لاؤ ورنہ ابھی آپ کی پٹائی ہوگی۔ اب وہ سیدھے

مسجدِ نبوی میں پہنچے، دیکھا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درس ہے، ان کا حلقہ ہے، انہوں نے جب اعلان کیا کہ کسی نے یہ حدیث سنی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے کہ میں نے سنی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل واقعی یہ ارشاد فرمایا تھا۔

اسی طرح یہاں بھی جب یہ حدیث سنی داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام والی مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر والی، فوراً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ گواہ لاؤ اس پر، اور کس نے سنی یہ روایت؟

یہ سختی اس لئے تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں، کہ ہر کوئی جہاں کہیں پھنس جائے تو ایک حدیث پیش کر دے گا۔ اس سے امت کو بچانے کے لئے ہر چیز میں تحقیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں تھی۔ یہ حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ گئے تو حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، بزرگ صحابی، انہوں نے شہادت دی کہ میں نے یہ حدیث سنی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شہادت دی کہ میں نے بھی سنی ہے اور ایک تیسرے صحابی کا بھی نام آتا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے بھی سنی ہے، تب جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا بھائی، ہم موقوف رکھتے ہیں۔

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو اس کے بعد پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اب یہ مکان میں بلا معاوضہ پیش کرتا ہوں، میری طرف سے یہ مکان میرا حاضر ہے۔ یہ قصہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کا میں نے کاہے پر سنایا کہ انہیں مکان سے کیا لینا دینا، وہ تو بڑے امیر انسان تھے، بہت بڑی ان کی تجارت تھی، ہر چیز کی تجارت، چھوٹی سی چیز سے لے کر غلاموں کی، باندیوں کی اور چیزوں کی، تو یہ ایک مکان دینے پر کیوں راضی نہیں ہوئے؟

اس لئے کہ نسبت بہت اونچی تھی اس مکان کی، کہ جب فتح مکہ کے سفر کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت فرما کر یہ ملے ہیں اور ان کے بچوں کو، اہل وعیال کو یہاں بھیجا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ فتح مکہ میں رہے، جب وہاں سے واپس پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس جگہ مکان انہیں عطا فرمایا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا مکان کیسے میں خالی کردوں کسی کے لئے؟ تو اتنی اونچی نسبت کی خاطر انہوں نے اس پر اصرار کیا کہ اور کسی طرح کام چل جاتا ہو، اور کسی جانب مسجد کی توسیع ہو جائے، میرا مکان رہ جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا تھا۔

شیخ خیاط مدنی

اسی طرح جب ہم ۶۹ء میں پہلی مرتبہ عمرہ کے لئے پہنچے، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اطلاع دی تھی کہ ہم فلاں دن پہنچ رہے ہیں۔ اس وقت فون وغیرہ کی سہولت نہیں تھی تو خط لکھ دیا اور ہم نے ٹیلیگرام کر دیا کہ فلاں تاریخ کو ہم پہنچیں گے۔ حضرت نے جوابی ٹیلیگرام بھی ہمیں کیا، لیکن اس سے پہلے ہم لوگ نکل چکے تھے، وہ ہمارے یہاں سے روانگی کے بعد پہنچا ہوگا، تو ہم جدہ سے سیدھے ٹیکسی میں، مولانا ہاشم صاحب بھی تھے، بھائی بشیر چھڈات صاحب جو دارالعلوم میں کھانا پکاتے تھے وہ بھی تھے، اسماعیل بھائی کھینکھا تھے، ہم لوگ چاروں سیدھے ٹیکسی لے کر مدینہ طیبہ پہنچے۔ حضرت سے جب ملے، حضرت نے فرمایا کہ ارے میرے یار، میں نے تو تجھے ٹیلیگرام کیا تھا۔

ارے میرے پیارے، ارے میرے یار، یہ حضرت کا تکیہ کلام تھا، ہم لوگوں کے ساتھ خاص طور پر، حضرت نے فرمایا کہ میں نے ٹیلیگرام کیا تھا کہ کل صبح ہی ہماری روانگی ہے عمرہ کے لئے، بھائی سعدی جو حضرت کے عزیز مکہ مکرمہ کے لینڈ رجسٹرار تھے ساری عمر سے، تو انہیں اپنی کار سمیت لینے کے لئے بھیجا تھا کہ ان کو لے کر آئیں اور وہاں مکہ مکرمہ لے جائیں، عمرہ کرادیں اور ہم لوگ صبح پہنچ رہے ہیں۔ چونکہ ہم لوگ رات کو کوئی دو ڈھائی بجے پہنچے اور صبح حضرت کی روانگی تھی اس لئے حضرت نے انتظام فرمایا تھا کہ بھائی سعدی جدہ مطار سے مکہ مکرمہ ہمیں لے جائیں۔ حضرت نے اس وقت فرمایا کہ یاڑی، فرمایا یاڑی، اگر تو جدہ ٹھہر جاتا تو بڑے مزہ سے

وہاں محل میں رہتا ہمارے آنے تک۔اس لئے کہ حضرت کے جو عزیز تھے، لینڈ رجسٹرار مکہ مکرمہ کے، واقعی ان کا محل نما مکان تھا، جتنے مکان تھے بڑے بڑے محل، کئی کئی منزلیں اور کئی کئی مہمان خانے، ایک بہت بڑا باغ تھا اور ہر قسم کے اس میں پھل فروٹ، مکہ مکرمہ میں، اللہ تعالی نے بہت دولت عطا فرمائی تھی۔

مدینہ منورہ میں صبح حضرت نے شیخ خیاط صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ یوسف کو مسجد نبوی کی زیارت کرادو۔وہ تفصیل سے ایک ایک چیز کی زیارت کراتے تھے، کارپٹ ہٹا کر کے اس کو رول کر کے وہاں پر بتاتے تھے کہ کہیں گول دائرہ ہے کہ وہ شیعے جو مسجدِ نبوی میں حملہ کے ارادہ سے آئے تھے یہاں دفن ہوگئے تھے۔پھر اس جگہ ہٹا کر بتایا کہ تُرکوں نے فرش پر ٹائلز میں ہر چیز کے نشانات لگائے ہوئے تھے، اوپر بھی چھت میں اور یہاں نیچے، تو ایک جگہ وہ ٹھہر گئے اور انہوں نے بتایا کہ اس جگہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان تھا اور اس میں وہ جو پرنالہ کا قصہ ہے، گٹر کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ، وہ اس جگہ پیش آیا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا گھر

قصہ یہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان میں جو پرنالہ ہے، جو گٹر ہے، اس میں سے گزرنے والوں پر پانی گرتا رہتا ہے، ان کے کپڑے خراب ہوتے ہیں، انہیں تکلیف ہوتی ہے، راستہ خراب ہوتا ہے، کوئی گر جائے گا۔

شاید توجہ بھی دلائی ہوگی، یاد بھی دلایا ہوگا، کسی وجہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس کو repair نہیں کر سکے، یہ سوچ کر ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اتار کر نیچے رکھ دیا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو علم ہوا، وہ پہنچے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، یہاں تو کہیں گے فرمایا اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین ہیں، لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو فرما

سکتے ہیں، حضرت عباس رضی اللہ نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ پرنالہ لگایا تھا کس نے؟ پوچھا کس نے لگایا تھا؟ فرمایا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مکان میں اپنے مبارک ہاتھوں سے نصب کیا تھا۔

یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہوش اڑ گئے، رونے لگے زار وقطار، اور وہاں اس جگہ پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میرے اوپر کھڑے ہو کر کے تم یہ پرنالہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رکھا تھا وہیں پر رکھو۔ اللہ تبارک وتعالی یہ ادب ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

بہت مبارک رات ہے، ابھی آج تعلیم میں پڑھا گیا شبِ جمعہ کے متعلق، اس کی فضیلت اور وہ بھی پھر شبِ جمعہ اخیر عشرہ کی، کسی طرح وقت ضائع نہ ہو، اللہ تبارک وتعالی ہمیں ان مبارک اوقات کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۷ / رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

ہمارے شُعیب بھائی کے بچہ نے ابھی قرآنِ پاک حفظ ختم کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے لئے، اور ہم سب کے لئے اس کو مبارک فرمائے۔ حفظ کی اس دولت کو اُمت میں زیادہ سے زیادہ عام فرمائے۔ قرآنِ پاک سے محبت عطا فرمائے۔ قرآنِ پاک کی تلاوت کا شغف ہمیں عطا فرمائے۔ قرآنِ پاک کا ہمیں ادب عطا فرمائے۔

اور ادب۔۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تلاوت فرماتے تو قرآنِ پاک لیتے، اور لے کر اِس کو چومتے، آنکھوں پر رکھتے اور روتے جاتے اور یہ کہتے جاتے کہ کِتَابَ رَبِّیۡ، کِتَابَ رَبِّی کہ میرے رب کی کتاب۔

اور اس کے برعکس دار العلوم میں جس سال چابی ملنے کے بعد سب سے پہلی تراویح پڑھی گئی، اُس میں امام نے اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِنۡ ضُعۡفٍ پڑھا۔ تو ضَعۡفٍ ہے، یا ضُعۡفٍ ہے؟ ہم پیش پڑھتے ہیں، اور ایک قراءت فتحہ کے ساتھ ہے زبر کے ساتھ ہے ضَعف۔ جب پیش کے ساتھ امام نے تراویح میں پڑھا، تو ایک مصری استاذ تھے، اُن کو اشکال ہوا، وہ ساری عمر سے عرب میں جس طرح پڑھتے ہیں، اس طرح فتح کے ساتھ پڑھتے رہے۔ حرم شریف میں قرآن کریم کھولیں گے، تو اس جگہ اس آیت میں آپ کو زبر ملے گا۔ ہمارے یہاں پیش ہوتا ہے۔

اُن کو اشکال ہوا، نمازِ تراویح کے بعد ہم سے کہنے لگے، تو میں نے کہا کہ نہیں، یہ تو دو قراءتیں ہیں اور قراءتِ حفص میں پیش ہے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا قرآن شریف لاؤ، کسی طالبِ علم کو اشارہ کیا۔ انہوں نے لا کر قرآن شریف دیا، کھولا، دیکھا، تراویح ہو رہی تھی، حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جس کمرہ میں قیام تھا، وہ کمرہ بیچ میں سے پارٹشن نہیں تھا، کھلا ہوا تھا، toilet تک، hall کی طرح سے تھا، تو اُس میں ہم تراویح پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے

کھول کر اُس کو دیکھا تو سمجھے ہوں گے کہ یہ لوگ جو کہہ رہے ہیں اسی طرح اس میں پیش ہے۔ ہمارے ساتھ وہ بات کر رہے تھے۔ وہ طالبِ علم قرآن دے کر دور چلا گیا تھا، جس طرح بک (book) سرکاتے ہیں اِدھر سے اُدھر، اس طرح اُس نے قرآن پھینکا یہاں سے وہاں تک۔ استغفر اللہ۔ کہ یہ تو بک ہے۔

حضراتِ صحابہ اور قرآن پاک کا ادب

صاحبِ تفہیم القرآن نے بھی لکھا ہے کہ یہ تو بک ہے۔ اور جب یہ بک اِس کو سمجھیں گے، مانیں گے، تو طرزِ عمل بھی ان کا اسی طرح ہوگا۔

اور حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طرزِ عمل اس بک کے ساتھ کیا تھا؟ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھولتے تو سب سے پہلے اِس کو چُومتے اور اس کے بعد پھر اس کی تلاوت شروع فرماتے۔ اسی ادب نے اُن کو جامعِ قرآن بنایا حضرت عثمان کو۔ اسی ادب کا نتیجہ کہ آخری وقت میں جب گردن مبارک پر تلوار پڑی ہے اور شہید ہوئے ہیں، تو اُس وقت یہ قرآنِ پاک اسی طرح کھلا ہوا تھا۔ اور دیکھنے والوں نے بتایا، کہ سمرقند، تاشقند میں یہ قرآن، ان علاقوں میں منتقل ہوتا رہا، اور کومیونزم (Communism) کے خاتمہ کے بعد جب وہاں گئے، تو انہوں نے کہا کہ واقعی ہم نے اُس قرآنِ کریم میں، صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً پر خون کے دھبّے دیکھے۔ یہی قرآنِ کریم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، اسی میں تلاوت فرما رہے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضراتِ صحابہ کرام نے جو ہمیں ادب سکھایا اُن کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے، بے ادبی سے ہمیں بچائے۔

ورنہ بے ادبی، یہ تو گناہِ کبیرہ ہوا کہ اس طرح پھینک دیا انہوں نے، اور یہ بچپن سے تربیت کا نتیجہ ہے۔ حرم شریف میں آپ اس کی مثالیں، دسیوں دیکھیں گے۔ کہ کس طرح وہ قرآنِ کریم لیتے ہیں، کیسے اُس کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے۔ کیسے پڑھتے پڑھتے ران کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔

تکیہ کے طور پر رکھ دیتے ہیں، جب بک ہوئی تو پھر ادب کی ان کو ضرورت نہیں رہی۔

البیلا معشوق

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ نے اہلِ مدینہ سے سنا ہوا قصہ بیان فرمایا تھا۔ کہ ایک مؤذن تھے حرم شریف کے، ساری عمر حرم شریف میں اذان دی۔

دوستو! یہ بہت ڈرنے کی چیز ہے، جو بار بار حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہم نقل کرتے ہیں، کہ **اَکْثَرُ مَا یُنْزَعِ عند الموت** کہ جن کا ایمان سلب ہوتا ہے، وہ اکثر کا خاتمہ کے وقت ہوتا ہے۔ کیا چیز ناپسند آجائے، کوئی چھوٹی، کوئی بڑی، چھوٹی بڑی کی کوئی قید ہی نہیں ہے۔ وہ تو البیلا معشوق ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خدا، اللہ عزوجل البیلا معشوق ہے۔ اور پھر فرماتے تھے، کہ جانتے ہو، کہ البیلا معشوق کسے کہیں؟ کہ جسے عاشق کی کوئی پروانہ ہو، کہ وہ رو رہا ہے، سر چٹان سے ٹکرا رہا ہے، زہر کھا رہا ہے، بندوق لے رکھی ہے، کہ میں مر جاؤں گا، خودکشی کروں گا۔ کہتے ہیں، کہ وہ البیلا معشوق ہے، اُسے عاشق پر کیا گذر رہی ہے، اس کی کچھ پڑی نہیں ہے۔ تو چھوٹی حرکت، بڑی حرکت، چھوٹا گناہ، بڑا گناہ، جو ناپسند آ گیا، اُس پر فیصلہ ہو جاتا ہے۔

بڑی سخت گھڑی

اب یہ مؤذن ساری عمر مدینہ شریف میں، حرم شریف میں اذان دیتے ہیں۔ اور آخری وقت ہوتا ہے اور سب جمع ہیں **لا الٰـہ الاّ اللّٰـہ، لا الٰـہ الاّ اللّٰـہ**، کا ورد کر رہے ہیں۔ تو کاہے پر؟ وہ گھڑی بڑی سخت ہوتی ہے انسان کے لئے، بڑی سخت۔ بہت سخت گھڑی، تو کاہے پر وہ خفا ہوئے، یا تنگ ہوئے کہ سب **لا الٰہ الاّ اللّٰہ** پڑھ رہے ہیں، تو نزع اور سکرات کی ایسی تکلیف ہوگی کہ یہ یاد دلانا اُن پر ناگوار گذرا ہوگا، یا اور کوئی وجہ بنی ہوگی کہ انہوں نے سامنے قرآن شریف کی طرف اشارہ کیا کہ یہ دو۔ سب خوش ہوگئے، قرآن شریف دیا، ہاتھ میں لیا، اور یہ کر

کے پھینکا اور روح نکل گئی۔

سارے مدینہ منورہ میں اس کا چرچا ہو گیا، کہ ایسی، ساری عمر کی، یہ پاک جگہ کی، ایسی عظیم خدمت۔ اور ایسا خاتمہ؟ کچھ عرصہ کے بعد اُن کے بھائی، وہ بھی مؤذن تھے، ان کا بھی آخری وقت ہے، سب جمع ہیں، تلقین ہو رہی ہے، وہ رو رہے ہیں، تو روتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجھے قرآن شریف دو۔ لوگ اُٹھ کر چلے گئے، کہ دیکھو، یہ اپنی بھائی کی موت یہ بھی مرنے والا ہے۔ کہ یہ بھی قرآن شریف مانگتا ہے، اُس نے بھی پھینکا تھا۔ تو یہ روتا ہے، چلاتا ہے، فریاد کرتا ہے کہ مجھے تو قرآنِ کریم اپنی نجات کے لئے چاہیئے، میں اس کو اپنے سینہ پر لگانا چاہتا ہوں، آنکھوں پر رکھنا چاہتا ہوں پلیز (please) مجھے دے دو۔

جب بہت دفعہ انہوں نے گریہ وزاری کی، اور اصرار کیا، لوگوں نے سمجھا کہ واقعی یہ اُن کی دل کی بات ہے۔ انہوں نے قرآن شریف لیا، دل سے لگایا، اور جیسے ہی دل پر رکھا کہ روح پرواز کر گئی۔

یہ دونوں بھائی ہی تھے، ایک ہی کام تھا، ایک ہی جگہ، اور کیسی جگہ! کل عرض کیا تھا، کہ وہاں کا ایک رمضان، اور جگہوں کی ایک ہزار رمضان کے برابر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرآنِ کریم کا ادب نصیب فرمائے، اور جیسے میں نے عرض کیا کہ یہ گھڑی بڑی سخت ہے۔

امامِ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

حضرت امامِ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے۔ اُن کے صاحبزادہ عبداللہ، وہ تلقین کر رہے ہیں، کہ لا الٰہ الاّ اللّٰہ، لا الٰہ الاّ اللّٰہ، لا الٰہ الاّ اللّٰہ تو بیچ میں ایک آدھ دفعہ انہوں نے کہا کہ لا. پھر صاحبزادہ کو فکر ہوا، اور زور سے اور پڑھتے رہے، پھر تھوڑی دیر اور حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا لا۔ بیٹا لرز گیا، کہ الٰہی یہ امامِ وقت، روئے زمین پر ان سے بڑا اس وقت کوئی نہیں مانا جاتا، اور یہ میں لا الٰہ الاّ اللّٰہ کہہ رہا ہوں اور وہ کہتے ہیں کہ نہیں۔

انہوں نے پوچھا کہ ابا جان! یہ کیا تم کہہ رہے ہو؟ تو ابا جان نے ان کو ڈانٹا کہ اس وقت دعا سے میری مدد کرو، یہ پوچھنے کا وقت نہیں ہے، سوال جواب کا نہیں کہ ابا یہ کیا کر رہے ہو؟ تو وہ چُپ کا ہو گیا بیٹا۔ پھر اپنا آہستہ آہستہ **لا الٰہ الاّ اللّٰہ** کہتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب افاقہ ہوا۔ جیسے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مارو اُس کو۔ پہلے تو سمجھے کہ حضرت نے فرمایا کہ مارو اُس کو؟ تو ہم سمجھے نہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اور زور سے فرمایا، اُسی طرح اشارہ فرما کر مدینہ منورہ میں، حجرہ شریفہ میں، اشارہ فرمایا کہ مارو اُس کو۔ پھر ہم نے آہستہ سے پوچھا، کہ حضرت کس کو؟ کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری دفعہ فرمایا کہ مارو اس کو۔ اُس کے بعد پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت اپنے حال میں آئے، مسکرائے، فرمایا کہ ابلیس کھڑا ہوا تھا۔ ہر ایک کے پاس وہ پہنچ جاتا ہے۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا حال جب ٹھیک ہوا، تو بیٹے کو دوبارہ فرمایا کہ بیٹے! ایسے وقت میں پوچھا نہیں کرتے کہ ابا کیا بات ہے؟ کیا ہے؟ سوال جواب کا وقت نہیں ہوتا، جیسے میں نے کہا کہ دعا سے مدد کرو میری۔ کیوں کہ میں نے **لا**، تمہارے کلمہ پر تمہیں نہیں کہا تھا، ابلیس مجھے کہہ رہا تھا، کہ تو مجھ سے چھوٹ کر جا رہا ہے، تو مجھ سے چھوٹ گیا۔ تو میں اُس ابلیس کو کہہ رہا تھا کہ نہیں خبیث، تو ابھی بھی مجھے پھنسانا چاہتا ہے۔ کہ میں ابھی بھی تجھ سے چھوٹا نہیں ہوں، جب آخری سانس کلمہ کے ساتھ، اللہ، اللہ کے ساتھ میرا نکلے گا تب میں تجھ سے اطمینان میں ہوں۔ آخری سانس تک مجھے تیری طرف سے اطمینان نہیں ہے۔ تو میں اُس کو کہہ رہا تھا کہ **لا**۔ میں اب تجھ سے چھوٹا نہیں ہوں۔ کتنا سخت معاملہ اور کتنی سخت گھڑی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اُس گھڑی کے لئے تیاری کی توفیق عطا فرمائے، اور جیسا کل بھی میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بھائی، ادھر اُدھر کی باتوں میں نہ لگو، کہ یہ مبارک ساعتیں ہیں۔ میں خود آپ لوگوں کے سامنے بکواس کرتا رہتا ہوں، آپ کا وقت ضائع کرتا ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔

وہاں کیا گذری؟

اور جیسے یہ بولنا یہ قابلِ گرفت ہے، اسی طرح میں نے ایک جگہ پڑھا، کہ اُس زمانہ میں دستور تھا، کہ جس کسی کا انتقال ہورہا ہے، تو مشایخ جو موجود ہوتے تھے، وہ کہتے تھے مرنے والے سے، اپنے دوست سے کہ آپ وہاں جاکر، اُس عالم کی ہمیں خبر دینا۔ کہ وہاں کیسے گذری تمہارے ساتھ، اور کیا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کا دستور تھا۔

فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کا انتقال ہورہا تھا، اُن سے اسی طرح درخواست کی سب نے کہ وہاں جانے کے بعد ہمیں بتانا کہ وہاں کیا گذری۔ تو اُن کا انتقال ہوگیا، انتظار میں رہے سب، ساتھی ایک دوسرے سے پوچھتے تھے، کہ آپ نے کوئی خواب دیکھا، آپ کی کوئی ملاقات ہوئی، آپ کو کوئی مکاشفہ میں آئے؟

حکیم استغفر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح بخاری شریف کا جلسہ ہورہا تھا۔ تو یہ جس جماعت کا ختم بخاری تھا، اُس جماعت کو اچھی طرح یاد ہوگا، بالکل اس جگہ پر یہاں، طلبہ کے پیچھے ہمارے حکیم استغفر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدنی، وہ آئے ہوئے تھے۔ وہ طلبہ کے پیچھے، وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جمالِ محمدی کے جلوہ پر بیان ہورہا تھا، تو ایک دم میں دیکھ رہا تھا کہ وہ رو رہے ہیں، پھر اس کے بعد اُن کی ہچکیاں شروع ہوئیں، روتے روتے پھر کھڑے ہوگئے، اور وہ رقص کرتے ہیں اور رو رہے ہیں۔ اور پھر میں نے کسی کو اشارہ کیا کہ آہستہ سے ان کو بٹھادو، اُن کو بٹھادیا گیا، بہت سوں کو یاد بھی ہوگا۔

جب بیان ختم ہوا، سب ملنے لگے، وہ روتے ہوئے اسی طرح آئے تھے، کہنے لگے کہ معاف کیجئے مجھ سے یہ حرکت ہوگئی، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے تھے، یہاں میں زیارت کررہا تھا۔ تو مجھ سے برداشت نہیں ہوسکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زیارت کو۔

وہ سہارنپور تشریف لے گئے، تو مشہور تھا اُن کے متعلق کہ انہیں مکاشفہ بہت ہوتا ہے۔

ایک دوست تھے ہمارے شیخ اِنعام اللہ، اُن کا بیان ہے، ان کا اور مولانا اطہر صاحب کا مشورہ ہوا، کہ انہیں قبرستان شیخ انعام اللہ لے کر جائیں۔ پہلے تو جو ہمارے مشائخ میں سے جن کی قبریں ہیں، وہاں حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی بتائی گئی کہ اُن کی قبر ہے۔ وہاں انہوں نے بتایا کہ اس حال میں ہیں۔ پھر شرارت اُن کو سوجھی، ایک قبر پر لے جا کر اُن کو کھڑا کیا، اُن کو آزمانے کے لئے۔ وہ کسی عورت کی قبر تھی۔ وہاں لے جا کر کھڑا کیا، کہ حضرت یہ بھی کوئی بزرگ ہیں یہاں۔ تو وہاں کھڑے ہوئے، چند سیکنڈ گردن جھکائی، پھر فرمایا کہ نالائق، کم بخت کہیں کا، عورت کی قبر پر مجھے کھڑا کرتا ہے! اللہ اکبر! کیسے اُن کے دل روشن تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے دلوں کی اس تاریکی کو ختم فرمائے۔

مَا هَلَکَ مِنَّا اِلَّاالْاَحُرَضُ

وہ جو اپنے ساتھی کو کہہ رہے تھے کہ اگر تم چلے جاؤ اس بیماری میں، تو وہاں جا کر اُس عالم کی ہمیں خبر دینا۔ تو کچھ عرصہ تک تو وہ پوچھتے رہے کہ کوئی مکاشفہ؟ کوئی خواب؟ کسی نے نہیں بتایا۔ کہتے ہیں کہ اتنے مدت، مدت بھی لکھی ہے ابن جوزی نے، کہ اتنی مدت کے بعد پھر فلاں کے خواب میں آئے۔

انہوں نے پوچھا کہ کیا گذری؟ انہوں نے جواب دیا کہ: مَـا هَـلَکَ مِنَّـا اِلَّاالْاُحُرَضُ ضاد کے ساتھ، بڑی حا اور ضاد۔ کہ ہر ایک کو بخش دیا جاتا ہے، ہر ایک کو، جیسے لائن لگتی ہے، کہ جاؤ چھٹی، جاؤ چھٹی۔ اور صرف پکڑے کون گئے؟ فرمایا مَـا هَـلَکَ مِنَّا اِلَّاالْاَحُرَضُ. جو خواب دیکھ رہے ہیں، اُنھوں نے بھی یہ لفظ سنا نہیں تھا کہ اَحُـــرَضُ سے اِن کی مراد کیا ہے۔ تو انہوں نے بتانے والے ہی سے پوچھا کہ اَحُـرَضُ کیا؟ فرمایا کہ، اَلَّـذِیُ یُشَـارُ اِلَیْـهِ بِـالْاَصَـابِعِ، شہرت۔ کہ کوئی شخص اتنا مشہور ہو جائے کہ وہ جا رہا ہے، کہ وہ جا رہا ہے۔ جن کی طرف انگلیوں

سے اشارہ کیا جائے، اتنا معزز بن جائے، اور مشہور ہو جائے، تو کہتے ہیں کہ وہ ہلاک ہوئے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی ستاری فرمائے، حفاظت فرمائے۔ درود شریف پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّد

۲۸/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے، اتنے دنوں سے مشقت اٹھا کر دور دور سے آپ حضرات یہاں تشریف لائے، اور آپ کو بہانہ بنا کر مجھے اپنے آپ کو جو گستاخ اور بے ادب واقع ہوا ہے، آپ کے بہانہ سے اپنے نفس کو خطاب کر کے کچھ ادب کے بارے میں عرض کرنے کی نوبت آئی۔

ابھی آپ حضرات تو چلے جائیں گے، تو ابھی سے افسوس ہو رہا ہے کہ اتنے دنوں کی کہہ سن کے باوجود اس نفس پر تو کوئی اثر ہوا نہیں ہے، پھر اخوان طریقت سب چلے جائیں گے اور راستہ میں بھٹکتا ہوا مسافر گمراہ، راہ کی تلاش میں کہ اب پھر کیا کریں، کدھر جائیں، کوئی ساتھی بھی نہیں ہے، اس لئے بہت افسوس ہو رہا ہے۔ سچ مچ آپ کو اندازہ نہیں میری بے ادبی، گستاخی کا، کہ میں ہر وقت دم بھرتا ہوں، کہ میں مسلمان ہوں، کوئی نام پوچھے، فون دے کر کوئی کہ آپ کا مذہب؟ تو کہتے ہیں اسلام، اسلام اور ایمان کا دعویٰ بھی جھوٹا اور ہر آن، ہر گھڑی کوئی ساعت اُس ربِ بے نیاز کی معصیت سے خالی نہیں۔

اکبر الکبائر

ابھی بتایا تھا اس دن کہ حضرت رائے پوری قُدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو گھڑی مالک کی یاد سے خالی گئی وہ اکبر الکبائر میں شمار ہے۔ اتنے بڑے قطبِ وقت فرما رہے ہیں، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، تو جو شخص ان کے اس فتوی کے مطابق ہر وقت اتنے اکبر الکبائر میں مبتلا رہتا ہو اور وہ مالک، ربِ بے نیاز، خالقِ کائنات ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے اور اِس کا عقیدہ ہے جھوٹا سچا، لیکن اس کے باوجود کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے پھر بھی یہ ہاتھ پیر، یہ جسم گناہوں

سے باز نہیں آتا اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ دونوں جہان، سارے جہانوں کے لئے رحمت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یہ چوبیس گھنٹے ہمارے نامۂ اعمال جو چوبیس گھنٹے میں ہوتے ہیں، وہ کسی نہ کسی وقت پہنچتے رہتے ہیں، تو مشرکین مکہ آپ کے لئے موذی اور ایذاء رساں ثابت ہوئے، آپ کے گھرانہ کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ چچاؤں میں اتنے بے ادب گستاخ اور اتنے با ادب، تو میرا خود یہی حال ہے کہ میں میرا کوئی اعمال نامہ ایسا نہیں ہوتا ہوگا کہ جس سے سرکار کو تکلیف نہ پہنچتی ہو۔

کہتے ہیں کہ یہ جو اُس عالم میں پہنچ گئے، آپ کے دوست ہوں، رشتہ دار ہوں، والدین ہوں، اساتذہ ہوں، مشائخ ہوں، تو وہ بھی متلاشی رہتے ہیں آپ کے بارے میں، میرے بارے میں کہ ان کی کیسی گزر رہی ہے۔ ہماری ماں جب شروع کے چند دن جب یہاں سے گئیں، نئی نئی، تو دنیا میں تو پردہ اللہ عز وجل نے ڈال رکھا ہے کہ کسی کو پتہ نہیں کہ بدمعاش کس درجہ کا بے ادب اور گستاخ، مگر جب وہ وہاں پہنچی ہوں گی تو جس کو اتنا پیارا سمجھتی تھیں، وہ نامۂ اعمال میرا دیکھتی ہوں گی تو کیا گزرتی ہوگی، مایوس ہو کر دیکھنا چھوڑ دیا ہوگا۔

دوستو! یہ بے ادبی اور گستاخیاں ہماری ہر آن سرزد ہو رہی ہیں، کیا ہمارے خالق اور مالک، پیدا کرنے والے کے ساتھ، کیا دو جہان کے آقا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، کیا جو جا چکے اپنی قبروں میں ان کے لئے ہم کتنی اِیذاء کا باعث بنے ہوئے ہیں اور جو موجود ہیں وہ تو بھگت رہے ہیں، جن کے ساتھ بیتتی ہے، بیوی، بچے، بھائی، والدین ہر وقت برداشت کرتے رہتے ہیں، روتے رہتے ہیں آپ کی تکلیفوں سے اور میری تکلیفوں سے، تو کیا بنے گا؟

یہ اتنی مبارک ساعتیں، مبارک مجلس، مبارک گھڑیاں، ہم نے بیتائیں، مگر اس کا حال ایسا ہی ہے جیسا ہم پہلے دن یہاں آئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں تبدیلی کی توفیق عطا فرمائے اور حق تعالیٰ شانہ ہمیں دنیا اور آخرت میں رسوائی سے بچائے۔

از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

الٰہی ! اے خدائے دار و گیر   روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

جلدی میں ابھی پہلا حصہ یاد نہیں آیا، ویسے ہی تکلف سے اس میں ترمیم کر لی ورنہ اقبال کا پہلا مصرعہ تو کچھ اور ہے،

الٰہی ! اے خدائے دار و گیر   روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

کہ اے خدا تو ہی سب کی پکڑ دھکڑ کرتا ہے، دنیا میں بھی کبھی یہ بیماری، کبھی یہ پریشانی، کبھی ایکسیڈنٹ، کبھی اس کی طرف سے تکلیف، پڑوسی کی، کبھی دشمن کی طرف سے تکلیف، کبھی یہ خط، کبھی یہ نوٹس، تو یہ سب تکالیف، یہ ساری تکالیف جو پہنچتی ہیں خدا، دنیا میں، وہ تیری ہی طرف سے ہیں اور یہ بھی رحمت ہے ہمیں متوجہ کرنے کے لئے، بیدار کرنے کے لئے تو بھیجتا رہتا ہے لیکن ہم باز نہیں آتے اور اس کے نتیجہ میں آخرت میں کہیں روزِ محشر عذر ہائے من پذیر۔ سب کے سامنے میدانِ محشر میں جب میں یہ اپنا سیاہ نامہ، سیاہ دفتر اعمال کا لے کر پہنچوں، تو اس وقت ساری انسانیت کے سامنے میری رسوائی، روزِ محشر عذر ہائے من پذیر۔ وہاں میری طرف سے دنیا میں تو معذرت نہیں کی، میں ابھی سے وہاں کے لئے معذرت کرتا ہوں کہ اے خدا ! تو وہاں معاف کر دینا۔

ورگرنہ بینی حسابم ناگزیر   از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اول تو ہمارا حساب ہی نہ لینا اور اگر تجھے حساب لینا ہی ہے، تو از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روز میں تکلیف کا باعث بنتا تھا، ہر ہفتہ میرا اعمال نامہ پہنچتا تھا، آپ کو تکلیف ہوتی تھی تو وہاں بھی پھر باعثِ اِیذاء بنوں گا یارسول اللہ ! اس لئے اے خدا ! تو وہاں اس سے میری حفاظت کیجئے کہ اگر میرا حساب لینا ہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپ چھپا کر آڑ میں کہیں میرا حساب لینا۔

ہماری زندگی اسی طرح بے ادبیاں، گستاخیوں سے، ہر آن، ہر لحظہ، ہر ساعت مملوء ہے اور بھری ہوئی ہے۔ اسی کا مذاکرہ ہم کر رہے تھے، آپ کو سنانا بہانہ تھا، میں اپنے آپ کو سنا رہا ہوں کہ کوئی وقت، کسی وقت یہ باز آجائے۔

کتاب الادب

میں نے جب شروع کیا تھا تو یہ عرض کیا تھا کہ کتنی کتابیں آپ کے سامنے پڑھی جائیں کہ آداب المساجد، آداب القرآن، آداب رمضان، آداب الصوم، آداب الاعتکاف، آداب الاخوان۔ میں نے کہا کہ یہ تمام کتابیں ہم پڑھیں اور سچ مچ کتابیں ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا نام ہی **الادب المفرد** رکھا۔ جتنے میں نے نام گنوائے؛ مسجد، اعتکاف، روزہ، حج، نماز، قرآن، ان میں سے ہر ایک کا ذکر آپ کو ہر حدیث کی کتاب میں ملے گا۔ اس میں ہماری زندگی، معاشرتی پہلو اور دوسرے کے ساتھ ہمارا برتاؤ، معاملات کے آداب بھی انہوں نے بیان کئے۔ اس کتاب الادب میں ایک سو ستائیس باب قائم کئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور صحیح بخاری

صحیح بخاری کا تو مجھے استحضار نہیں ہے کہ ایک کتاب میں کتنے باب ہیں، یہ تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا حصہ تھا کہ فرماتے کہ اچھا، یہ روایت مغازی کھولو، کہاں سے شروع ہوتا ہے، اوپر سے شروع ہوتا ہے، تمہارے الٹے ہاتھ پر ہے اور اس سے آخری سطر سے تین سطر اوپر دیکھو، وہاں یہ روایت۔ ان کو استحضار تھا حافظوں کی طرح سے، حافظ ہیں ان کو اندازہ ہے کہ یہ جو میں کہہ رہا ہوں اس کے فلاں صفحہ پر یہ آیت ختم ہوتی ہے اور اس ختم سے پہلے فلاں آیت ہے تو پورا نقشہ، پورے قرآن کا حافظ کے ذہن میں ہوتا ہے کہ وہ پڑھ رہا ہوتا ہے، تو یہی حال حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا صحیح بخاری کے بارے میں تھا۔

ایک سو ستائیس کا عدد

میرا اپنا حال تو نہایت خراب ہے اور جو کچھ تھا وہ بھی گناہوں کی پاداش میں سب آہستہ آہستہ رخصت ہوگیا اور ہو رہا ہے، جیسے ہمارے قاری یعقوب صاحب کے پاس طلبہ پہنچتے تھے تو کوئی بات جا کر کہتے، تو وہ فرماتے کہ زور سے کہو، یہ کان 50% کم سنتا ہے، تو یہ دماغ بھی میرا 50% سے آگے ماؤوف ہو رہا ہے۔

جیسے حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فیصل آباد کے اعتکاف میں پوچھا کہ حضرت کیسی گزر رہی ہے؟ فرمایا گرمی کی وجہ سے دماغ، کبھی فرماتے کہ سکڑ کر اتنا ہوگیا ہے، کبھی فرماتے کہ دماغ سکڑ کر کے ایک چوتھائی گرمی کی وجہ سے رہ گیا ہے، تو یہ حال دماغ کا بھی ہے، مگر یہ جو ایک سو ستائیس یاد رہ گیا ہے، یہ اس لئے کہ ساری عمر ہم بچپن سے سنتے رہے یہ عدد، کہ جب کسی کا نکاح ہوتا تو وہ چاہے گاؤں میں کسی کی نکاح کی مجلس میں شرکت کی ہو، چاہے راندیر میں نکاح ہو، وہاں ایک ہی جملہ کہ اس خاتون کو تمہارے نکاح میں دیا۔ اور مہر کے تذکرہ میں کہتے تھے کہ ایک سو ساڑھے ستائیس روپے مہر کے عوض۔

اس وقت ہم نے تحقیق کی کہ یہ ایک سو ساڑھے ستائیس روپے کے کیا معنی؟ تو بتانے والوں نے بتایا کہ یہ جس زمانہ میں مغلیہ حکومت کے دور میں چاندی کے سکے ہوا کرتے تھے، پورا ایک کوئن چلتا تھا، وہ کوئن چاندی والا وہ ایک سو ستائیس اور آدھا، اس میں اتنی چاندی ہوتی تھی جتنی مہرِ فاطمی میں دی جاتی تھی، اس لئے ہمیشہ یہی سنتے رہے یہ ایک سو ساڑھے ستائیس، مراد یہ کہ مہرِ فاطمی، تو مہرِ فاطمی وہ نہیں کہتے تھے اس کے بجائے یہ ایک سو ساڑھے ستائیس۔ اس لئے ایک سو ستائیس بھی یاد رہ گیا یہ عدد، اتنے باب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیئے۔

استنجاء کے ستر آداب

جیسا میں نے بتایا کہ اس میں ایک معاشرتی پہلو کے آداب ہیں، اور چیزوں میں آپ

دیکھیں کہ صرف استنجے کے آداب، ہم استنجے کے لئے جاتے ہیں وہاں دروازہ کھولا، بیٹھ گئے، جلدی جلدی اور پاکی ہوئی ٹھیک سے، نہیں ہوئی، کپڑے جسم ناپاک ہوگا نہیں ہوگا، کوئی پرواہ نہیں، جلدی سے باہر نکل گئے، حالانکہ اس کے ایک دفعہ درس میں میں نے طلبہ کو لکھوائے تھے، 70 سے زیادہ آداب، ستر صرف استنجاء کے آداب۔

جزء ملت ابراہیمی: غسل

یہی حال آگے غسل کا ہے۔ ہم جو غسل کرتے ہیں، یہ غسل جو اسلام میں ہے، یہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ملت کا جزء ہے۔ بہت سی چیزیں مکہ والوں کے یہاں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے تبرکات میں سے رہ گئی تھیں، ان کے مذہب کو نہیں مانتے تھے مگر آپ کی برکات باقی رہ گئی تھیں، جن میں سے ختنہ ہے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مختون پیدا ہوئے تھے، تو ختنہ کی سنت عرب مشرکین کے ہاں بھی تھی۔

اسی طرح یہ غسل بھی ان کے یہاں تھا، جس طرح ہمارے یہاں کلی اور ناک میں پانی پہنچانے کو فرض اور ضروری سمجھا گیا اس کو بھی وہ ضروری سمجھتے تھے، پورے جسم پر پانی پہنچانا بھی ضروری سمجھتے تھے اور جنابت کے غسل کا بھی ان کے یہاں التزام تھا، ایک چیز ان کے یہاں زیادہ تھی وہ مسواک ہے، ان کے غسل میں مسواک کو بھی ضروری سمجھا گیا تھا۔

غسلِ توبہ

یہ غسل ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب غائبانہ کسی کی طرف سے درخواست آتی، خط آتا کہ حضرت میں آپ سے بیعت کا طلبگار ہوں، تو حضرت ان کو تحریر فرماتے کہ غسل کر کے، دو رکعت پڑھ کر اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کریں اور آئندہ کے لئے عہد کریں، تو یہ غسلِ توبہ ہے۔

یہ غسلِ توبہ کہاں سے لیا گیا؟ یہ کسی نو مسلم کے اسلام قبول کرنے کے لئے روایت میں آتا

ہے کہ ان کو غسل بھی کرایا گیا، جس طرح وہ ساری عمر بھر کے کفر اور شرک دھونے والا غسل، تو اس طرح یہ ساری عمر بھر کے گناہوں کے دھونے والا غسل، غسلِ توبہ اور غسلِ اسلام۔

اسی طرح غسل اور آگے وضوء، تو وضوء کے آداب میں گذشتہ سال بتایا تھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں دعاؤں کا کتنا اہتمام تھا، پھر وہ دعائیں، وہ چھاپ کر بھی یہاں آپ کو دی گئی تھیں، تو یہ تمام ابواب ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ہمیں ایک ایک ساعت کے ادب کی توفیق عطا فرمائے، وضوء کے آداب کی، استنجاء کے آداب کی، غسل کے آداب کی رعایت کی توفیق عطا فرمائے۔

وضوء کی تعلیم

یہ وضوء کتنا بابرکت کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوئی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی دنوں میں حرا سے نیچے اتر رہے ہیں، ابھی وادی میں پہنچے نہیں کہ جبرئیل امین پہنچ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو وضوء اور نماز سکھالیں؟

اب صحراء ہے، جنگل ہے، جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہاں سے جنت کا قالین لائے ہوں گے، سب سے پہلے قالین بچھایا کہ آپ اس پر تشریف رکھیں۔ کاش کہ ہم بھی قالین بچھادیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر رہیں، اور ایسا قالین ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جیسے جبرئیلِ امین نے بچھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے ہمارے دل کی قالین پر بھی فروکش ہوں۔ یہ دنیا دارالاسباب ہے، تو پانی کا جنت سے لوٹا بھی لا سکتے تھے مگر جبریل امین نے اپنا پَر مارا جیسے حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایڑی مبارک کی رگڑ سے زمزم کا کنواں جاری ہوا، تو ایسے انہوں نے ایک پر مارا اور پر جیسے ہی مارا، تو وہاں چشمہ جاری ہوگیا۔ پھر انہوں نے وضوء فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قالین پر تشریف فرما ہیں، آپ کو تکلیف نہ ہو صرف آپ دیکھیں اور وہ وضوء فرمارہے ہیں جبرئیلِ امین، کہ اتنی دفعہ

ہاتھ دھونا، اتنی دفعہ کلی، ناک میں پانی، چہرہ، ہاتھ، مسح، پیر، پورا وضوء کر کے دکھایا۔

پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز بتائی گئی اور نماز شروع میں طلوعِ شمس سے پہلے کی نماز تھی اور غروب شمس سے پہلے کی، دو نمازیں اور وہ بھی دو دو رکعتیں، پھر معراج میں پچاس ہوئیں اور پچاس سے پھر پانچ ہوئیں، تو اب دو کے بجائے پھر پانچ اور ان کے اوقات متعین ہو گئے اور وہ جو پہلے والی دو تھیں وہ حذف ہو گئیں اور ارکانِ خمسہ میں پانچ رہ گئیں۔

یہ میں نے عرض کیا کہ ہم ہر چیز میں کتنے گستاخ اور بے ادب اور لاپرواہ ہیں، ایک ایک چیز کو دیکھ لیجئے، نماز کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے بتایا اور فوراً شروع ہوئی۔ تذکرہ چل رہا تھا حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا، اُنہی کے تذکرہ میں ہے۔ ان کے ایک دوست عفیف کندی، وہ فرماتے ہیں کہ وہ یمن کے رہنے والے فرماتے ہیں کہ حضرت عباس میرے یہاں مہمان آیا کرتے تھے وہاں یمن عطر خریدنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

آج دوست بتا رہے تھے کہ عید کی تجارت کے لئے عود منگوایا تھا، تو کسٹم والوں نے روک رکھا ہے۔ عود کی لکڑیاں گھر میں جلائی جائیں گی تو دھواں ہو گا تو وہ بیچارہ pollution کی نذر عود ہو گیا اور کہتے ہیں کہ اس کے لئے درخت کاٹے جاتے ہیں، تو یہ بارش نہیں ہوتی ہے، دنیا میں قحط ہو رہا ہے۔

یہ جو عفیفِ کندی کے ساتھ تجارت تھی حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی، تو وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں وہ آیا کرتے تھے، عفیف کندی کے یہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے جاتے تھے، خوشبو خریدنے کے لئے، عطریات وہاں سے یمن سے لا کر مکہ مکرمہ میں بیچا کرتے تھے۔

اسی تجارت کے سلسلہ میں عفیف کندی فرماتے ہیں کہ موسمِ حج تھا، منیٰ میں پہنچا، حضرت عباس کے پاس میں بیٹھا ہوا ہوں، میں نے دور سے دیکھا کہ کوئی، ایک شخص آیا اور انہوں نے نماز شروع کی، یہ نہیں جانتے تھے عفیف کندی کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ تو دیکھ رہے ہیں کہ

کھڑے ہوئے، پھر جھک گئے پھر دیکھا کہ زمین پر لیٹ گئے، سجدہ میں چلے گئے، پوچھنے لگے حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ یہ کیا کررہے ہیں؟

دیکھا کہ ایک شخص ہے ان کے ساتھ، ایک مرد ہے، پھر تھوڑی دیر میں دیکھا کہ ایک بچہ آکر شامل ہوگیا، پھر اس کے بعد تھوڑی دیر میں دیکھا کہ ایک خاتون آکر شامل ہوگئیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ یہ میرے بھتیجے ہیں، یہ مکہ والوں کے دین کے برعکس ایک الگ دین کی دعوت دے رہے ہیں اور جو مرد ان کے ساتھ ہیں، آپ نے جن کو نماز میں ان کی طرح کرتے ہوئے دیکھا، یہ زید بن حارثہ ان کے غلام ہیں اور جو بچہ بعد میں آکر شامل ہوا وہ بھی ہمارا بھتیجا علی ہے اور جو خاتون شریک ہوئیں وہ ان کی اہلیہ محترمہ خدیجہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں منیٰ میں نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ دیکھ رہے ہیں، عفیفِ کندی بھی دیکھ رہے ہیں۔

عفیفِ کندی رضی اللہ تعالی عنہ

عفیفِ کندی بعد میں مسلمان ہوئے، وفدِ کندہ جب پہنچا ہے، اس وقت۔ وہ فرماتے ہیں افسوس کرتے ہوئے کہ کاش، اوہو ہو ہو، مجھ سے کتنی بڑی کوتاہی اور غلطی ہوگئی، گستاخی کہ میں دوڑ کر اسی وقت جا کر ان کے ساتھ شریک ہوگیا ہوتا، تو میں پانچواں مسلمان ہوتا اور ابھی تو مجھ سے پہلے ہزاروں کی تعداد میں آچکے مسلمان اور میں پیچھے رہ گیا۔

چچا ابو طالب

چھپ چھپا کر نماز پڑھا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابو طالب نے ایک دفعہ دیکھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی بھی کھڑے ہیں، تو پھر ان کو بعد میں بلا کر پوچھا کہ تم کیا کر رہے تھے؟ کھڑے ہوتے تھے، جھک جاتے تھے، زمین پر سر رکھ دیتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ ہم نماز پڑھتے ہیں،

حضرت ابو طالب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرح سے، اگرچہ اخیر تک ابو طالب تو اسلام نہیں لائے، مگر حضرت علی کو ہدایت دے رہے ہیں اور سمجھا رہے ہیں کہ دیکھو! میں تو ان کی دعوت قبول نہیں کرتا کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ ساری عمر اپنے آباء واجداد کے مذہب پر رہے اور پھر بھتیجے نے دعوت دی، ان کی دعوت قبول کر کے اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ دیا۔

اسی لئے جہاں کہیں ان کا تذکرہ آتا ہے تو کہتے ہیں کہ **اِخْتَارَ النَّار عَلَی العار**، کہ انہوں نے عار اور شرم کی وجہ سے جہنم کو اور آگ کو قبول کیا، کہ ان کو اس سے شرم محسوس ہوئی کہ مکہ والے، مکہ کی عورتیں مجھے کیا کہیں گی، مگر آگے انہوں نے پھر بڑا پیارا جملہ کہا، اور کہا کہ علی! تم ان کا ساتھ مت چھوڑنا، جس طرح وہ کہیں کرتے رہو، اس لئے کہ وہ آپ کو حق ہی کی طرف رہنمائی کریں گے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حق اور صداقت کی طرف رہنمائی فرما رہے ہیں، کتنی ساری صداقتیں، حق، ہمارے سامنے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نفس کو تابع کرنے کی توفیق عطا فرمائے، **اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ** ، سمجھدار عاقل وہ ہے جو اس کو، نفس کو تابع کر لے، اللہ کرے ہمارے لئے یہ کام آسان ہو جائے، دعا کریں۔

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

ہمارا آج کا یہ بڑا اجتماع ختم قرآن کی دعا کے خاطر ہے، جس کا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں بڑا اہتمام تھا۔ اُن کے یہاں تو ہفتہ میں کئی کئی ختم ہوتے تھے، ہر ختم پر سب کو اکھٹا فرماتے، سارے اہل وعیال کو، اور اجتماعی دعا فرماتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ان دعاؤں کو قبول فرمائے، اور اُمتِ مسلمہ جگہ جگہ مظالم کا شکار ہے، اہل سنت شیعوں کے مظالم کے شکار ہیں۔ کوئی حد اور نہایت نہیں ہماری مجبوریوں کی، اللہ تبارک و تعالیٰ ان سب سے اُمتِ مسلمہ کو نجات دے۔ اور ہماری دعائیں ایسی قبول فرمائے جیسی کہ اس وقت آخری سورتیں پڑھی گئیں۔

اِنِّیْ سُقِيْتُ بِهٰذِه

کہ آخری تین سورتوں میں پڑھا گیا تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَ تَبَّ۔ اگر یہ خبر ہے، تو وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا، وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا، کہ اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ابولہب کو دیکھا گیا خواب میں مرنے کے بعد، پوچھا، کیا گزری؟ تو کہتا ہے کہ مت پوچھو، کیا گزری۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے۔ صرف ایک چھوٹ، استثناء مجھے ملا ہوا ہے، کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی مجھے ثویبہ نے، باندی نے آکر خوش خبری سنائی تھی، اور میں نے اس اُنگلی کے اشارہ سے اُسے کہا تھا کہ تو آزاد۔ اِنِّیْ سُقِيْتُ بِهٰذِهِ، تو میرا سارا جسم آگ میں ہر وقت جل رہا ہوتا ہے، اور یہ انگلی میرے منہ میں ہے، اس سے مجھے پینے کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ مجھے پینے کے لئے دیا جاتا ہے۔

امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے تعلیقاً۔ اللہ کرے کہ اس تَبَّتْ یَدَا کی خبر اور دعا جیسی سچی ثابت ہوئی، اس طرح ہماری دعائیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں قبول اور مقبول ہوں۔ اور اُمتِ مسلمہ قیامت خیز طوفانوں میں گھری ہوئی ہے، اس سے نجات پائے۔

جادو سے نجات

اسی طرح اسی کے بعد کی دونوں سورتیں، یہ بھی دعاؤں پر مشتمل ہیں۔ اور یہ بھی مستجاب دعائیں ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود کی طرف سے سحر کیا گیا۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اُس سحر کے علاج کے لئے یہ دو سورتیں نازل ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق سے مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس تک پڑھتے چلے گئے، تو یہ گیارہ آیتیں ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جادو کیا گیا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک میں گیارہ گرہیں لگا کر کیا گیا تھا۔ وہ بال مبارک جن میں یہ جادو تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہے کہ بال کی گِرہ تو کوئی کھول نہیں سکتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ہر گِرہ، ایک ایک کر کے کھلتی چلی گئی، یہاں تک کہ گیارہ گرہیں کھل گئیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جادو سے نجات ملی۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ ان سورتوں کی برکت سے، جو پڑھی گئیں، اُمتِ مسلمہ کو اس وقت جو اُن پر ہر طرح کا، گوناگوں انواع اور اقسام کے جادو چلے ہوئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اُن سب کو فیل فرمائے، اور ان سب سے نجات دے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

جیسا میں نے عرض کیا کہ ہمارا یہ اجتماع، تو صرف دعا کے لئے ہے۔ اور ہم حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بددعا سے زیادہ، اگرچہ تَبَّتْ یَدَا میں تو بددعا ہی ہے۔ مگر حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ نقل فرماتے ہیں کہ میرے ابا

جان ہمیشہ دعا دیتے تھے۔ جنہوں نے سو سو کوڑے مارے، جنہوں نے مدتوں جیل (jail) میں رکھا، ساری پیٹھ مبارک کو زخمی کیا، اُنہیں بھی دعا دیتے۔

فرماتے تھے کہ جب سے کوڑا پڑتا تھا، اُس وقت سے میں اُس کو معاف کر کے، اُس کو دعا دیتا تھا۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ روز کی اُن کی دعا کیا ہوتی تھی۔ بڑی سبق آموز دعا ہے۔ ہمیں بھی یہی دعا کرنی چاہیئے، جو حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دعا مانگتے تھے۔ کہتے تھے کہ میرے ابا جان ہمیشہ دعا میں کہتے تھے، کہ الٰہی، جن کفار اور مشرکین، اور بے ایمانوں کو تو نے ایمان نہیں دیا اُنہیں ایمان دے دے۔ کتنی عظیم دعا!

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں مجھے بلایا۔ اعجاز حضرت کی خدمت میں تھے، وہ بلانے کے لئے آئے، کہ حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ میں پہنچا، تو زار و قطار رو رہے ہیں، ہچکی، بولا نہیں جاتا۔ فرمانے لگے پیارے، یہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت کے لئے کوئی صحیح بنیادی کام نہیں ہو رہا ہے۔ اگر کل قیامت میں ان کے متعلق ہمیں سوال ہو گیا تو؟

اسی طرح حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ روز دعا فرماتے کہ الٰہی، جن کو تو نے یہ ایمان کی دولت نہیں دی اِنہیں تو ایمان دے دے۔ اور دوسرا جملہ فرماتے تھے، کہ جن کو تو نے دیا ہے، اُن سے مت چھین۔

روز قصے آپ کو سنائے گئے، نصف رمضان سے لے کر اب تک، کہ ذرا سی بے ادبی پر چھن جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دولت کی حفاظت کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اور میں نے عرض کیا کہ ذرا سی بے ادبی پر چھن جاتا ہے، اور بے ادبی کے بجائے ادب پر کام بھی بن جاتا ہے۔

ادب سے کام بن گیا

اُنہی کا، حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ کسی جگہ نہر پر یا ندی پر وضوء فرما رہے ہیں، پانی کا بہاؤ اُس طرف سے ایسے جا رہا ہے، یہاں وضوء فرما رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے

بعد آپ ابھی وضوء سے فارغ نہیں ہوئے، وضوء فرما رہے ہیں، اتنے میں کوئی صاحب آ کر اوپر کی جانب جس طرف سے پانی آ رہا تھا، وہاں بیٹھ گئے۔انہوں نے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دیکھا کہ او! پہلے سوچا کہ نہ معلوم کون ہے، پھر دیکھا کہ یہ تو امام ہیں، امامِ اعظم، امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔تو انہوں نے پانی میں ہاتھ نہیں ڈالا ادب کے خاطر ٹھہرے رہے۔ یہ سوچ کر کہ میرا غسالہ، جس پانی میں ہاتھ دھوؤں گا، میرے گندے ہاتھوں اور گناہ والے ہاتھوں سے دھل کر جو پانی جائے گا، وہ امام تک پہنچے گا۔اس لئے وہ رُک گئے، خیر قصہ ہو گیا۔

پھر جب ان کا انتقال ہو گیا، تو کسی نے خواب میں دیکھا کہ کیا گذری؟ یہ گذشتہ کل میں نے عرض کیا تھا، کہ **كَلِمَةٌ مُبَارَكَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ** .کہ یہ ایک مبارک کلمہ، مرنے والے کے پاس اہل علم ہوتے، تو وہ اُن سے کہتے تھے کہ آپ جا رہے ہیں، اللہ آپ کو زندگی دے، لیکن اگر اس بیماری میں آپ وفات پا جائیں، تو وہاں اُس عالم میں آپ پر کیا گذرتی ہے، ذرا ہمیں اُس کی اطلاع دینا۔

شُریح ثماری فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی جانے والے سے کہا، غضیف سے، کہ تمہارا انتقال ہو جائے تو وہاں اُس عالم کی تم ہمیں خبر دینا، کہ کیا گزری۔تو شُریح فرماتے ہیں کہ انتظار کرتے رہے، بڑی مدت کے بعد میں نے خواب میں اُن کو دیکھا۔میں نے اُن سے پوچھا کہ ارے آپ نے بتایا نہیں ہمیں؟ آپ سے تو ہم نے عرض کیا تھا کہ وہاں جانے کے بعد وہاں کیا گذرتی ہے، اُس عالم کی ہمیں خبر دیجئے۔

انہوں نے کہا کہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ**، میری تو مغفرت ہو گئی۔پوچھا کہ کاہے پر ہوئی؟ تو انہوں نے یہی واقعہ سنایا۔کہ میں ایک دفعہ وضوء کرنے کے لئے پہنچا، نیچے کے جانب حضرتِ امام وضوء فرما رہے تھے، میں نے ادب کے خاطر پانی میں ہاتھ نہیں ڈالا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ امامِ احمد کا تو نے اتنا ادب اور پاس اور لحاظ کیا، اس پر تیری مغفرت کر دی جاتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام آداب جو مسجد کے بارے میں، قرآن کے بارے میں، قرآن کے

بارے میں گذشتہ کل واقعات سنائے تھے، کتنے سبق آموز، قرآن پاک کی بے ادبی پر۔ اور یہ بڑی خطرناک چیزیں ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے برے خاتموں سے حفاظت فرمائے۔ خیر، یہ تو دعا کا دن ہے، اور دعا بھی اللہ کرے کسی آمین کہنے والے کی بدولت ہم سب کی مغفرت ہو جائے۔

حضرت مولانا عبد الحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجھے حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب جو ہاورڈ اسٹریٹ (Howard street) مسجد کے امام تھے، چند ماہ پہلے اُن کا وصال ہو گیا۔ اُن کے خسر یاد آئے حضرت مولانا عبد الحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اوکاڑہ میں اُن کا بہت بڑا مدرسہ ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا جب فیصل آباد میں ایک ماہ کا اعتکاف تھا، تو اس وقت وہاں پہنچے۔ حضرت مولانا نے فون پر میرے متعلق بتایا ہو گا کہ میں حضرت کے ساتھ ہوں، تو مجھے تلاش کیا۔ میں پہنچا، تو فرمانے لگے کہ میں کوئی الگ سے تنہائی کا وقت چاہتا ہوں، حضرت سے مجھے دو منٹ کوئی درخواست کرنی ہے۔ چونکہ وہ جمعیتِ علماء اسلام کے مجلسِ عاملہ کے اراکین میں ساری عمر رہے، پاکستان میں، اور اس سے پہلے ہندوستان میں مظاہرِ علوم میں انہوں نے پڑھا تھا، اور سورت میں بھی وہ پڑھاتے رہے۔ تو میں نے حضرت سے عرض کیا، اور حضرت نے وقت دیا، اور وہ پہنچے۔

اب مصافحہ ملاقات کے بعد وہ روئے جا رہے ہیں، روئے جا رہے ہیں، کہا نہیں جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر وہ روتے رہے، اُس کے بعد وہ عرض کرنے لگے کہ حضرت، میں تو ایک دعا کے خاطر حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے مدینہ پاک کی موت دے۔

حضرت کی وہ آمین اور حضرت کی وہ دعا ایسی لگی کہ جب میں وہاں سے واپس آیا اُس سفر سے، تو مولانا لطف الرحمٰن صاحب کو میں نے قصہ سنایا۔ وہ کہنے لگے کہ وہ تو ماشاء اللہ مدینہ

شریف پہنچ گئے۔ حالانکہ کوئی سبیل نہیں تھی، کوئی امکان نہیں تھا اُن کے لئے۔ اور جا کر وہاں اُحد میں مقیم ہو گئے اور چند ماہ بعد وہیں وصال ہو گیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جو آمین کہنے والے تھے، شیخ کی آمین کی برکت سے ان کا کام بن گیا۔

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْهُ هَادِیًا مَهْدِیًّا

اور وہاں صحابہ کرام کے واقعات سنائے تھے، کہ اُن کا تو کام بن جاتا تھا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کے ایک دھکّے سے۔ حضرت جریر ابن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، احمس کے وفد کے ساتھ بھیج رہے ہیں اور فرمایا کہ تم اِن کے امیر ہو۔ یہ گھوڑے تیار ہیں جاؤ۔

وہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! میں تو گھوڑے سواری جانتا نہیں، **لَا اَثْبُتُ عَلَی الْخَیل**، سواری تو درکنار، میں تو اس پر بیٹھ بھی نہیں سکتا، فوراً گر جاؤں گا۔ بیٹھ ہی نہیں سکتا، کبھی بیٹھا ہی نہیں زندگی میں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ، قلب پر ایک دستِ مبارک مارا، اور ساتھ یہ کلمات **اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْهُ هَادِیًا مَهْدِیًّا**، پھر فرماتے ہیں اُن کے ساتھی کہ وہ ایسے زبردست شہ سوار بن گئے کہ پوری پوری فوج مل کر اُس ایک سوار کو گھوڑے سے گرا نہیں سکتی تھی۔ اللہ کرے کہ ہمیں بھی کوئی، کسی وقت، ایک اُنگلی کے اشارہ مبارک سے ہمارے قلب کی طرف بھی اشارہ ہو جائے۔

حضرت فضالۃ رضی اللہ عنہ

حضرت فضالۃ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں۔ حضرت فضالۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا، اور سب نے ہتھیار ڈال دئے، ساری دنیا تائب ہو گئی۔ اور جن کو توبہ نہیں کرنی تھی، وہ بھاگ گئے مکہ مکرمہ چھوڑ کر کے۔ پہاڑوں کا، یمن کا راستہ لیا، کسی نے حبشہ کا راستہ لیا، سمندر کے کناروں پر پہنچ گئے، بھاگنے کے لئے کشتیوں کی تلاش میں ہیں۔

حضرت فضالہ فرماتے ہیں کہ میں نے میرے ہتھیار نہیں ڈالے، میں نے اپنے ہتھیار چھپالئے۔اور موقع کی تلاش میں ہیں۔میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے لئے تشریف لے جارہے ہیں،تو میں نے دل میں سوچا کہ اس سے اچھا موقع کب ملے گا؟ طواف میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے آگے چل رہے ہوں گے،خنجر میرے پاس ہے۔تو طواف میں وہ ساتھ ساتھ چل رہے ہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہِ انور پیچھے کی طرف موڑ کر پوچھا کہ فضالہ کیا سوچ رہے ہو؟ اللہ! فضالہ کیا سوچ رہے ہو؟ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار فرمانے لگے، استغفر اللہ! اور استغفر اللہ فرماتے ہوئے اُن کے قلب پر ایسا ایک دھکا دیا۔

وہ فرماتے ہیں کہ کہاں میں تو خون کا پیاسا تھا، کتنا گندا، خطرناک میں نے اپنے طور پر پلان (plan) بنا رکھا تھا۔اور ایسے مجرم کے لئے وہ ایک دھکا ایسا کافی ہوگیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک کیا رکھا، میرا رُواں رُواں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائی بن گیا۔میں نے روتے ہوئے عرض کیا، کہ یارسول اللہ! مجھے اپنی غلامی میں داخل کرلیجئے۔اللہ کرے کہ ایسی دعا ہمیں بھی مل جائے۔

بیعت

آج ہم دعا کے خاطر حاضر ہوئے ہیں،اسی پر ختم کرتے ہیں۔اور ہم پچھلے سال یہاں سے دعا کے بعد فارغ ہوئے تو مصافحہ کرتے ہوئے بہت سارے دوست یہاں لے کر بیٹھ گئے کہ ہم بیعت کے لئے آئے ہیں۔ پھر راستہ میں مصافحہ کرتے کرتے وہاں بیچ میں پہنچے،انہوں نے کہا کہ ہمیں بیعت ہونا ہے، دوسری دفعہ ہوئی۔ پھر دروازہ پر ہوئی، اسی لئے مجھ سے کہا گیا کہ پچھلے سال بھی مولانا عبید صاحب جو وہاں بیعت ہو رہی تھی،تو مائک لے کر پہنچے۔

اس لئے میں نے سوچا کہ یہ کوئی سیکریٹ (secret) چیز نہیں ہے کہ جس کے لئے پردہ کا

اہتمام کیا جائے۔ ہم سب اکھٹی توبہ کر لیتے ہیں، اس لئے کہ یہ تو توبہ کے کلمات ہیں، ہر مسلمان کو، ہر وقت یہ توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ اس میں معاصی سے، گناہوں سے توبہ ہے، ایک۔ دوسرے آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عزم ہے۔ اور گناہوں سے توبہ، اور آئندہ نہ کرنے کا عزم، یہ تو ہر ایک کو ہر حال میں کرنا ہی کرنا ہے۔ اور تیسرا اس میں کچھ کلمات ہوتے ہیں کہ سلسلہ میں داخلہ کا اقرار، یہ کوئی ضروری نہیں کہ اس کو دہرایا جائے۔

ابھی دورہ حدیث سے جو طلبہ فارغ ہوئے، تو ایک طالبِ علم نے چند ماہ پہلے مجھ سے پوچھا کہ یہ بیعت ضروری ہے؟ میں نے کہا کہ بالکل نہیں۔ بالکل ضروری نہیں ہے۔ یہ بیعت بھی ضروری نہیں ہے، یہ بیعت کا سلسلہ میں داخل ہونے کا اقرار بھی ضروری نہیں ہے۔ مگر جو اس سے پہلے والے کلمات ہیں، گناہوں سے توبہ اور آئندہ نہ کرنے کا عزم، یہ ہر مسلمان کے لئے، ہر آن، ہر وقت ضروری ہے۔

اور یہ جو کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جو اقرار کیا جاتا ہے، اُن کے سامنے، تو وہ صرف اس لئے ہوتا ہے تا کہ وہ اس کی نگرانی رکھیں۔ جیسے باپ کبھی بیٹا بری صحبت سے خراب ہو گیا، درگز (drugs) میں پھنس گیا، تو وہ اس کو پھر ڈانٹتا ہے کہ تو نے میرے سامنے عہد کیا تھا، اقرار کیا تھا کہ آئندہ تو ایسا نہیں کرے گا، پھر بھی ایسا کر رہا ہے۔ تو ہم سب ہی اُن سے بدتر ہیں، اِن نوجوانوں سے بدتر ہمارا حال ہے۔ وہ بیچارے، اُس کے نشہ کی وجہ سے بدنام ہو جاتے ہیں۔ اور ہم سب کے سب اپنے اندرون کو خراب کر کے، سیاہ دل کے ساتھ، ہر وقت، ہر جگہ، مسجد کو بھی جاتے ہیں، کعبہ بھی جاتے ہیں، مکہ بھی جاتے ہیں، مدینہ بھی جاتے ہیں۔ تو یہ اُن سے بدتر ہیں ہم لوگ۔ جن گناہوں میں ہمارا ابتلاء ہے، یہ اُن سے بھی بدتر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُنہیں بھی اس سے نجات عطا فرمائے، ہمیں بھی اپنے گناہوں سے نجات عطا فرمائے۔

اس لئے یہ جو توبہ کے کلمات ہیں وہ تو سب دہرائے، اور اخیر میں جو بیعت کے کلمات کہلوائے جائیں، تو اگر کسی سے بیعت ہیں تو اس وقت اپنے پیر کا نام لیں کہ میں اُن سے اقرار

کرتا ہوں، میں بیعت ہوتا ہوں۔ اور جو کسی سے بیعت نہ ہو، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی برکتہً لے۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر صحابہ کرام بیعت کرتے تھے، اور یہ ہر قسم کی بیعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے لی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس اقرار پر ہمیں مرتے دم تک قائم رکھے۔ اور جب ہم اس جہان سے جائیں تو ہمارا نامہ اعمال صاف ستھرا ہو۔

کہئے **لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہ، مُحَمَّد رَسُوْلُ اللّٰہ**، نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے سچے رسول ہیں، ایمان لائے ہم اللہ پر، اُس کی کتابوں پر، اُس کے رسولوں پر، اُس کے فرشتوں پر، اور آخرت کے دن پر، اور تقدیر پر، بھلا ہو یا برا، سب اللہ کی طرف سے ہے، اور توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے، اور ہر گناہ سے، چھوٹا ہو یا بڑا، اور عہد کیا ہم نے، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، کوئی گناہ نہیں کریں گے اور اگر ہو گیا تو توبہ کریں گے۔

یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، ہمیں اپنی سچے بندوں میں شامل فرما، ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضا مندی کی، اپنے پاک رسول کی تابعداری کی۔ اور بیعت کی ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوسف کے ہاتھ پر۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس اقرار پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، نفس اور شیطان پر غلبہ عطا فرمائے۔

۱رشوال المکرّم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ، اَللّٰہُ اَکۡبَرُ، لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکۡبَرُ، اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وَ لِلّٰہِ الۡحَمۡدُ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

اَمَّا بَعۡدُ

آج جب گھر پر رات اٹھنے کے بعد ٹائم ٹیبل دیکھا اور وقت دیکھنے کے لئے جب گھڑی کی طرف نگاہ کی، تو **اُلفَجر** کی گھڑی میں جو سحری کا اینڈ بتایا گیا تھا کہ سحری کتنے بجے ختم ہوتی ہے، تو دیکھا کہ **الْفَجْر** والوں نے جو ٹائم ٹیبل سیٹ کیا ہے اپنی گھڑی میں، اس میں فجر کی نماز کا ابتدائی وقت ہمارے بلیک برن کی مساجد کے ٹائم ٹیبل سے مختلف ہے اور اچھا خاصہ فاصلہ تھا دونوں میں۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد جس ٹائم ٹیبل پر ہم ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں، روزمرہ کی تمام نمازیں سال بھر، تو عمل تو اسی پر کیا، مگر یہ خیال نہیں آیا کہ **اُلْفَجْر** والوں کو ای میل کریں کہ آپ کا ٹائم ٹیبل غلط ہے، اس لئے کہ وہاں کے عرب کے مشائخ اور علماء اور ماہرینِ تقویم سے رجوع کر کے ہی انہوں نے اپنے یہاں یہ ٹائم ٹیبل سیٹ کیا ہوگا۔

دینی اختلافات

اس طرح جتنے دینی اختلافات سامنے آئے، تو اس میں فراخ دلی کے ساتھ سوچ سمجھ کر وسعتِ ظرفی کو کام میں لانا چاہئے، جیسا کہ ابھی آج ہم عید کی نماز پڑھیں گے، ہمارے اطراف میں، ہمارے عزیزوں اور دوستوں میں کچھ لوگ ہوں گے کہ جن کا آج روزہ ہوگا، تو اس میں نہ کسی کو غلط کہنے کی ضرورت کہ تم غلط ہو، ہم صحیح ہیں۔ یہ نہایت غلط کام ہے، یہ شیطانی عمل ہے۔ ہر ایک اپنی جگہ درست ہے۔

کیوں؟ کہ ہم تو مقلد ہیں، جس کو جن کے فتوے پر اطمینان ہو اس کے مطابق وہ عمل کرے، جو آج کر رہے ہیں ان کی عید بھی درست، جو کل کریں گے ان کی عید بھی صحیح، ان کے بھی روزے تمام صحیح، نہ کسی کو قضا کرنے کی ضرورت، نہ کسی کو غلط کہنے کی ضرورت۔ کیوں کہ عملی طور پر ہم اس کو سہارنپور میں دیکھ چکے ہیں جس سے بڑا ہم نے اس ۶۸ سالہ زندگی میں، میں نے اتنا بڑا روحانی، علمی مرکز دنیا میں کہیں نہیں دیکھا، کہ جو تحقیق، جو بحثیں، حضرت شیخ قدس سرہ کی ہیں، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کی ہیں، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مفتیِ اعظم ہندوستان، مفتیِ اعظم دارالعلوم دیوبند کی ہیں، ان کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

۶۴ء کا رمضان اور عید

لیکن جس طرح میں نے پچھلے سال بھی شاید بتایا تھا، زکریا مسجد میں بولٹن میں بھی ایک دفعہ ذکر کیا تھا کہ ہمارا جو سب سے پہلا رمضان المبارک حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں گزرا ہے ۶۴ء کا رمضان، تو رات کو بارہ بجے گاؤں سے کچھ لوگ آئے، انہوں نے کہا کہ یہ ہم گواہ لے کر آئے ہیں اور انہوں نے چاند دیکھا ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ دفتر والی مسجد میں معتکف تھے، تو حضرت نے فرمایا کہ مفتی محمود صاحب جو حکیموں والی مسجد میں اعتکاف میں تھے، حکیم ایوب صاحب والی مسجد میں، تو حضرت نے فرمایا کہ ان گواہوں کو وہاں بھیج دو۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے شہادت لی اور شہادت قبول فرمائی اور چاند کا فیصلہ فرما دیا اور حضرت خود اپنے معتکف سے نکل کر اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اعتکاف ختم ہو گیا، کہ عید ہو گئی۔ یہاں حضرت شیخ قدس سرہ کو بتایا گیا تو حضرت بھی مسجد سے کچے گھر میں تشریف لے آئے۔

رات ہی کو جب یہ بات پھیلی تو مفتی محمود صاحب کے شاگرد، حضرت شیخ قدس سرہ کے

شاگرد، حضرت شیخ قدس سرہ کے مدرسہ کے ملازم اور استاذ، مفتی مظفر حسین صاحب، اُن کو اِن شہادتوں پر اطمینان نہیں ہوا اور انہوں نے ان گواہیوں کو قبول نہیں کیا اور ان کا فیصلہ یہی رہا کہ کل روزہ۔

اب دیکھئے، ایک ہی گھر میں ہیں اور شاگرد ہیں، اور حضرت کے شاگرد، مفتی محمود صاحب کے شاگرد، حضرت کے مدرسہ کے ملازم، استاذ مگر اسی استاذ کو انہوں نے، مفتی مظفر حسین صاحب کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس واقعہ کے بعد ہمیشہ upgrade کیا، ان کی ترقی ہوتی رہی، جو کتابیں پہلے نہیں پڑھائیں وہ کتابیں انہیں ملیں اور کتابوں سے آگے، سارے مدرسہ کے مہتمم ناظم وہ بنائے گئے۔

کوئی حضرت کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ واقعہ نہیں رہا ہوگا کہ انہوں نے فلاں موقع پر ہمارے ساتھ عید نہیں کی یا مفتی محمود صاحب کے فیصلہ اور فتوی کو نہیں مانا۔ حضرت نے ہماری طرح سے یہی سوچا ہوگا کہ دونوں درست۔ ان کو اس گواہی پر اطمینان نہیں ہوا، مفتی محمود صاحب کو اطمینان ہوگیا، انہوں نے فیصلہ فرمایا، ان کو اطمینان نہیں ہوا، انہوں نے روزہ کا فیصلہ فرمایا، کوئی جھگڑے کی بات نہیں۔ ساری عمر الحمدللہ استاذ شاگرد کے مابین احترام کے ساتھ گزری۔

دعاء ختم قرآن

جیسے ہم نے گذشتہ کل یہاں جو دعا ہے ختمِ قرآن کی، نماز کے بعد ہمارے یہاں، امام صاحب نے تراویح بیس رکعت پڑھائی، پھر وتر پڑھائی، اور وتر کے بعد پھر دعا کی اور آپ میں سے بہت سے حضرات جو سعودی عرب رمضان المبارک کر چکے ہیں، وہ وہاں دیکھتے ہیں کہ ان کی ختمِ قرآن کی دعامِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس قراءت ختم ہوئی، نماز ہی میں ہاتھ اٹھ جاتے ہیں، نماز ہی میں شروع ہو جاتی ہے دعا۔ اب ہم کہیں کہ نہیں تم نماز کے بعد دعا کرو، نماز پہلے پڑھ لو، دعا اس کے بعد ہونی چاہئے، یا وہ ہم سے کہیں کہ تم اتنا مؤخر کر کے دعا کیوں کرتے ہو، نماز کے اندر

کیوں نہیں کرتے ہماری طرح سے؟ تو یہ غلط ہے، شیطانی عمل ہے۔ دونوں درست۔

کیسے دونوں درست؟ کہ یہ جو نماز میں وہ ختمِ قرآن کی دعا کرتے ہیں، انہوں نے کہاں سے لیا؟ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عراق میں ہیں، بغداد میں ہیں اور ان کے یہاں بھی نماز میں دعا نہیں ہوتی تھی، مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس، قراءت ختم ہوئی اور نماز ہی میں دعا ہو جائے ایسا نہیں تھا۔

ایک رمضان میں جب ختمِ قرآن کی نوبت آئی، تو حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام کو بلایا تراویح سے پہلے اور فرمایا ادھر آؤ۔ وہ پہنچے، تو حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام سے فرمایا کہ دیکھو، آج آپ کو جو ختمِ قرآن کی دعا کرنی ہے وہ دعا نماز کے اندر ہوگی۔ وہ سوچ میں پڑ گئے، پوچھا قَبْلَ الرُّکُوْع اَوْ بَعْدَ الرُّکُوْعِ؟ کہ میں رکوع سے پہلے کراؤں یا جس طرح قنوت پڑھتے ہیں رکوع کے بعد تو میں اس وقت کراؤں؟ فرمایا قَبْلَ الرُّکُوْع، پھر آگے امام صاحب تشریح فرماتے ہیں کہ جب تم اپنی قراءت ختم کر چکو مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس یہ الفاظ ہیں اس قصہ کے کہ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس پر پہنچو تو اس کے بعد دعا شروع کر دو۔

اب امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، ان کے لئے تو امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا ہی کافی تھا کہ ایسا کرو۔ وہ تو خود صاحبِ مذہب، مجتہد امام ہیں، مگر انہوں نے، ان کے ذہن میں اپنی بڑائی اور امامیت کا تصور نہیں تھا کہ میں امام ہوں اور ان کو مجھے آگے سمجھانے کی کیا ضرورت، میں تو ایک فیصلہ کرتا ہوں، آرڈر دیتا ہوں، کافی ہو جانا چاہئے۔ ایسا نہیں۔ امام صاحب نے یہ نہیں سوچا بلکہ امام صاحب نے یہ سوچا کہ نئی بات میں ان کو بتا رہا ہوں، تو اس لئے مجھے آگے دلیل سے بھی ان کو سمجھانا چاہئے۔

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس امام سے فرمایا کہ رَأَیْتُ اَھْلَ مَکَّةَ یَفْعَلُوْنَهٗ، ایک تو انہوں نے عرف بیان کیا کہ اہل مکہ کا عرف ہے کہ ان کے یہاں میں نے یہ چیز دیکھی کہ

تراویح میں جب قرآن ختم ہوتا ہے، مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس پر پہنچتے ہیں، تو ان کا امام وہیں دعا شروع کر دیتے ہیں نماز ہی میں، ایک دلیل۔ اور دوسری دلیل ہم لوگوں کے لئے بڑی دلچسپ ہے کہ فرماتے ہیں کہ وَ سُفْيَان بْنُ عُيَيْنَة يَفْعَل مَعَهُمْ، کہ اہل مکہ کا یہ عمل ہے اور اہلِ مکہ ایسا کرتے ہیں اور سفیان بن عیینہ بھی، ان کے پیچھے نمازی ہوتے ہیں اور وہ بھی ان کے ساتھ اس دعا میں شامل ہوتے ہیں اور ان کا بھی عمل یہی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حنفیہ

میں نے مدینۃ العلوم کے ختمِ بخاری شریف کے جلسہ میں بتایا تھا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو حنفیہ سے کتنا پیار ہے، کتنا پیار ہے، اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتنی وہ تعظیم کرتے ہیں کہ اپنے یہاں جو بِسم اللہ کے بعد سب سے پہلی سند انہوں نے ذکر کی، تو اس کے راوی سفیان ابن عیینہ ہیں، اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم ہے کہ سفیان ابن عیینہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، تو وہ ان کا اکرام فرماتے ہوئے سب سے پہلے سفیان ابن عیینہ کی سند اور ان کی روایت کردہ حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَات سے اپنی کتاب کا افتتاح کرتے ہیں،۔

اور یہاں امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاذ تو ان کو کتنا پیار ہے حنفیہ سے اور کتنا احترام ہے حنفیہ کا، کہ وہ جب اپنے امام کو سمجھا رہے ہیں تو ان کو فرماتے ہیں کہ رَأَيْتُ اَهْلَ مَكَّةَ يَفْعَلُوْنَهُ کہ مکہ والے بھی نماز میں دعا کرتے ہیں ختم قرآن کی اور ان کے ساتھ سفیان بن عیینہ بھی شریک ہوتے ہیں۔ کتنی بڑی سند ان کے نزدیک، کتنی بڑی حجت سفیان ابن عیینہ کا عمل، کہ اس کو دلیل کے طور پر وہ پیش کر رہے ہیں۔

دوستو! جتنے، یہ ختم قرآن کی دعا کا اختلاف ہو، عید کا اختلاف ہو، روزہ کا اختلاف ہو، چاند کا ہو، ٹائم ٹیبل کا ہو، اس کو اپنے محمل پر صحیح طریقہ سے سوچ کر اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اللہ تبارک و

تعالیٰ ہی امت کو ان جھگڑوں سے نجات دلائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ پیار محبت کے ساتھ رہنے کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ہر چیز میں یہ اتباع کہ اتنے بڑے امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، یہ تقلید واتباع کی کوشش، اور اتباع بھی کن کن چیزوں میں کیا گیا۔ ہمارے یہاں حضرت امام اعظم ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرنے سے پہلے ایک وصیت فرمائی۔ حکومت نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ قاضی بن جایئے، جج بن کر کورٹ میں بیٹھیں، فیصلہ کریں، آپ کے علم سے امت کو نفع پہنچے۔

بہت سے ملکوں میں اس وقت بھی آپ سنتے ہیں کہ یہ کورٹ اور جج حکومت کے اندر ان کے اشاروں پر کام کرتے ہیں، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے یہاں کا حال دیکھ کر منع فرمایا کہ نہیں۔ اسی لئے ان کے انکار پر انہیں جیل میں ڈالا گیا، اور کوڑے مارے گئے۔ جب اس سے بھی وہ اپنی بات منوا نہیں سکے اور دیکھا کہ یہ تو جیل میں ہیں اور ان کی شہرت اور ان کی تعظیم تو امت میں اور بڑھ رہی ہے، تو پھر پلان بنایا گیا کہ ان کا جلدی خاتمہ کرو، تو زہر پلایا گیا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ محسوس ہوا کہ یہ مجھے مارنے کے لئے زہر دیا گیا ہے تو اسی وقت سجدہ میں گر جاتے ہیں اور سجدہ کی حالت میں، جیل میں آپ کی وفات ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ جن ظالموں سے وہ ساری عمر ٹکر لیتے رہے اور کوئی چیز ان کو رام اور غلام نہیں بنا سکی، نہ ظلم وستم، نہ کوئی رشوت، نہ لالچ، نہ مال ومتاع اور دولت کی پیش کشیں، کوئی چیز ان کو رام نہیں کر سکی، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بالآخر حکومت نے شہید کیا۔

یہ جوان کی ٹکڑ تھی، جیل میں جانے کے بعد جب آپ کو اس کا اندیشہ ہو گیا کہ اب میں شاید زندہ یہاں سے واپس نہ جا سکوں، تب بھی آپ نے ان کو، ظالموں کو نہیں بخشا اور وصیت فرمائی، اور وصیت یہ فرمائی اپنے خدام کو، کہ دیکھو مجھے یہاں بغداد میں دفن نہ کرنا۔ عرض کیا گیا کہ یہاں تو فلاں، فلاں، فلاں بزرگوں کی قبریں ہیں، فلاں بڑوں کی بھی ہیں۔ فرمایا کہ ہوں گے، مجھے یہاں دفن نہ کرنا۔ پوچھا کیوں؟

فرمایا کہ یہ حکومت نے ساری زمین غصب کر لی تھی، یہ کسی کی مِلک ہے یہ زمین، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، جب یہ علاقہ فتح ہوا تھا تو جو اس کے فتح میں مجاہدین شامل تھے ان پر یہ زمین تقسیم فرمائی تھی، ان خاندانوں کی یہ زمین ہے اور ظالم حکومت نے ان خاندانوں کا حق غصب کر کے اس پر قبضہ کر رکھا ہے۔

جب وفات ہوگئی اور آپ کی تدفین کا معاملہ سامنے آیا، تو پتہ چلا حکومت کو کہ خیزران میں کہیں اور بغداد سے باہر قبر کھودی جا رہی ہے، تو ان سے کہا گیا کہ بھائی یہاں کیوں دفن نہیں کر دیتے؟ انہوں نے کہا کہ وہ وصیت کر گئے، وہ جو ظالم حکمران تھے وہ کہتے کہ ساری زندگی ہم انہیں تابع اپنے اندر نہیں کر سکے اور مرتے مرتے بھی ہمیں لٹھ مار گئے۔

حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ

یہ لٹھ مارنا کیسے سیکھا؟ حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، صغارِ صحابہ میں سے ہیں، کِبارِ صحابہ کا حال تو کیا ہوگا، یہ تو صغارِ صحابہ میں، چھوٹے صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

ان کا قصہ ہے کہ میں خیبر کے غزوہ میں شریک تھا۔ ایک جگہ انہوں نے کوئی چیز پھینکی، میں لینے کے لئے بھاگ کر گیا تو چربی تھی اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ اس پر مجھے بڑی شرم محسوس ہوئی۔

انہی کا قصہ ہے کہ فتحِ مکہ میں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس پیارے انداز میں اِنَّـا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُبِیْنًا، کی قراءت فرمارہے تھے، تو فرماتے ہیں کہ اوہوہوہو، وہ منظر تو میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ وہ کیا تلاوت تھی اور کیا لطف تھا، کہ جس کی مدت پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِنَّـا فَتَحْنَـا میں خبر دی گئی، آج وہی فاتحِ مکہ انہی آیات کی تلاوت مکہ مکرمہ میں فتح کے بعد کررہا ہے۔ ان کے بہت سارے قصے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ کا وقت وفات

حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بصرہ میں معلم بنا کر بھیجے گئے تھے کہ وہاں علم کو عام کریں، اس کے بعد بھی وہیں مقیم تھے، تو یہی حکومتیں بنوامیہ والی ظالم حکمران، یزیدی ذہن کے چل رہے تھے، جنھوں نے کربلا میں حضرت امام کو شہید کیا تھا۔ اسی لئے ان کی شہادت کے بعد جتنی حکومت کے خلاف جماعتیں اٹھیں، چاہے وہ کمزور ہی رہی ہو، یقین ہو کہ یہ کامیاب نہیں ہوں گے، مگر امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اہلِ بیت کا ساتھ دیا، کہ حالات کچھ بھی ہوں، یہ صاحبِ حق ہیں، ان کا، اہلِ حق کا ساتھ دیں گے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان ہی کا ہمیشہ ساتھ دیتے تھے۔

یہ سلسلہ چل رہا تھا، جب حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی۔ فرمایا کہ بھائی دیکھو، سنت کے مطابق مجھے غسل دیا جائے اور میرا غسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے مبارک ہاتھوں سے دیا جائے۔ صحابۂ کرام جو موجود ہیں وہ مجھے غسل دیں اور اس کے بعد مجھے سجدہ کی جگہوں پر کافور ملا جائے اور کفن جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن تھا، اتنا کفن مجھے دیا جائے، نہ اس میں کمی ہو، نہ زیادتی ہو۔ پھر یہ تمام وصیتیں جب ہو چکیں اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن

مغفل رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ دیکھو، اب میرا جنازہ جب تیار ہو جائے، تو میری نمازِ جنازہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ پڑھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی۔ کیوں؟ کہ یہ جتنی نمازیں ہوتی تھیں تو جہاں کہیں بنوامیہ، یہ حکمران موجود ہوتے تھے، تو وہ آگے بڑھ جاتے تھے۔

جنزل ضیاء کی امامت

جنزل ضیاء کا قصہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ لکھا ہے لکھنے والوں نے کہ مکہ مکرمہ میں کسی جگہ عشاء کی نماز میں انہیں دعوت میں دیر ہوگئی، اور ٹریفک وغیرہ کی وجہ سے وہاں حرم تک پہنچنے میں دیر ہوئی، تو جب یہ اور ان کا قافلہ حرم میں پہنچا، تو عشاء کی نماز ہو چکی تھی اور خود امام حرم شیخ عبداللہ بن السبیّل، وہ جنزل ضیاء کے ساتھ میزبانوں میں شامل تھے، وہ بھی ساتھ تھے اور نماز ہو چکی، اپنی عشاء جماعت سے یہ حضرات ادا کر رہے ہیں۔

جب امام کو آگے بڑھانے کا موقع آیا، تو جنزل ضیاء اشارہ فرما رہے ہیں حضرت امام صاحب کو اور امام صاحب اشارہ کے ساتھ جنزل ضیاء کو دھکا دے رہے ہیں کہ آپ پڑھاؤ۔ بنوامیہ والوں کے ہاں تو امام جو مصلی کا، جامع مسجد کا، عیدگاہ کا جو امام ہوتا تھا اس کو دھکّے دے کر بنوامیہ والے حکمران خود آگے بڑھ جاتے تھے اور یہاں امامِ حرم شیخ عبداللہ بن السبیل دیکھ رہے ہیں کہ ان کی ڈاڑھی بھی صاف ہے اور ان کو میں امام بنا رہا ہوں، مگر کتنا پیار ہوگا انہیں بھی، شیخ سبیل کو، امام صاحب کو جنزل ضیاء سے کہ انہوں نے، کہتے ہیں زبردستی مجھے دھکّے دے کر امام صاحب نے آگے کھڑے کر کے تکبیر شروع کر دی اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

کہتے ہیں میری زندگی میں میرے لئے سب سے مشکل نماز جو رہی ہوگی وہ یہی نماز کہ پیچھے امام حرم موجود ہیں، وہ مقتدی ہیں اور میں نماز پڑھا رہا ہوں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور امام حسین رضی اللہ عنہ

ادھر تو معاملہ الٹا تھا کہ ابن زیاد جو ظالم تھا، اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی

تو اس سے دل ٹھنڈا نہیں ہوا ظالم کا۔ جب اطلاع دی گئی تو کہا کہ سر کاٹ کر لاؤ۔ وہ بھی لایا گیا۔ کہتے ہیں وہ بیٹھا ہوا ہے، سامنے ٹیبل پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر سامنے رکھا ہے، اس کے پاس چھڑی تھی، تو اس چھڑی سے ہونٹوں کو اوپر نیچے کر رہا تھا۔ ظلم کی انتہا دیکھئے، کس درجہ کے ظالم! ایک صحابی رضی اللہ عنہ جو موجود تھے، انہوں نے فرمایا خبیث! یہ وہی ہونٹ ہیں جنہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے چوما کرتے تھے!

''اس جنازہ کو ہاتھ مت لگانا''

حضرت عبد اللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی۔ ایک تو یہ کہ میری نمازِ جنازہ ابو برزہ پڑھائیں اور پھر اور آگے بڑھ کر فرمایا کہ دیکھو! میرے جنازہ میں ابن زیاد نہ ہو، میرے جنازہ کو وہ ہاتھ نہیں لگا سکتا اور جو ظالم اس درجہ ظلم کر سکتا ہے تو ان کو دھکّے دے کر کون بھگا سکتا ہے۔ مگر لوگوں نے، خدام دیکھتے رہے چاروں طرف سے، جیسے ہی دیکھا کہ وہ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آرہا ہے، تو ٹھہر گئے۔ مجمع نے کہہ دیا رخصت ہو یہاں سے، جاؤ یہاں سے کہ ان کی یہ وصیت ہے۔

انہوں نے جیسے ہی اس کو آتے ہوئے دیکھا، تو جنازہ روک دیا اور پہلے ہی اشارہ کیا کہ تم ہاتھ نہیں لگا سکتے اس جنازہ کو۔ جن ہاتھوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں کے ساتھ اس طرح کا کھیل کھیلا ہو، تو وہ ہاتھ میرے جنازہ کو کیسے چھو سکتے ہیں۔

حضرت عائذ ابن عمرو رضی اللہ عنہ

یہی وصیت حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور صحابی انہوں نے بھی کی۔ یہ میں اس پر عرض کر رہا تھا کہ ہر چیز میں تقلید۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ان ظالموں کے ساتھ برتاؤ حضرت عبد اللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے کیسا کیا، حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کیسا کیا، تو انہوں نے بھی وصیت کی، لٹھ مارا ان کو

مرتے وقت بھی کہ مجھے بغداد میں دفن نہ کرنا۔

اللہ تبارک وتعالی اہلِ حق کے ساتھ ہمیں ہمیشہ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آج کا دن ہم سب کے لئے مبارک فرمائے، جو آج عید کر رہے ہیں، جو کل کریں، ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْدُ

مشکوۃ شریف کے ختم کرنے اور بخاری شریف اور دورہ کی کتابیں شروع کرنے کی اور اس کی بسم اللہ کی یہ تقریب ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالی کا محض فضل وانعام ہے کہ اس نے آپ لوگوں کے لئے، ایسی بچیوں کے لئے جن کے لئے عربی زبان اور اردو زبان بالکل ایک نئی اور انوکھی چیز تھی، کوئی بھی زبان بولنا، سمجھنا، یہ عربی زبان، اس کو سمجھنا، پڑھنا پڑھانا اتنا مشکل کام تھا، مگر اللہ تبارک وتعالی جب کسی فرد یا جماعت کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمادے، تو تمام مشاکل اور دشواریاں لاشیء ہوجاتی ہیں، تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں کی صرف اور صرف انگریزی زبان جاننے والیاں، اور وہ اردو زبان بھی پڑھیں گی، عربی زبان بھی پڑھیں گی، اور درسِ نظامی کا پورا نصاب مکمل کر کے یہ آخری سال دورۂ حدیث کو بھی مکمل کریں گی۔

بڑی خوشی کی بات ہے، اللہ تبارک وتعالی ان کی جانفشانی قبول فرمائے، پڑھانے والی معلمات نے جو محنت کی، ان کی محنتوں کو قبول فرمائے، پڑھنے والی بچیوں نے رات دن جو دماغ کھپایا، محنت کی، کوشش کی، جدوجہد کی، اللہ تعالی انہیں اس کا اجر نصیب فرمائے، ورنہ حقیقت میں دیکھا جائے تو واقعی بہت مشکل ہے۔

دورۂ حدیث تک پہنچ جانا، آپ کو اس پر مبارک ہو، اللہ تعالی ان کے لئے اس کو باعثِ برکت بنائے، ان کے والدین، گھر والوں، رشتہ داروں، اہلِ مدرسہ، شہر والوں سب کے لئے برکت کا باعث بنائے، اور اس سلسلہ کو جگہ جگہ قائم فرمائے۔

یہ ہم نے جو بریڈفورڈ میں، بلیکبرن میں جہاں جہاں بھی بچیوں کے لئے بورڈنگ وغیرہ ادارے کھولے، اگر ہر شہر میں بچیوں کے لئے اس طرح کا ماحول اور انتظام ہو جاتا ہے، وہاں اسکول کے ماحول سے بچ جائے اور جو اسلامیات پڑھنا چاہتی ہیں، عربی پڑھنا چاہتی ہیں، اپنے شہر میں ان کے لئے انتظام ہو جائے، واقعی بورڈنگ کی اتنی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لئے ہم نے کوشش کی کہ جگہ جگہ، ہر شہر میں جہاں کہیں مسلمان رہتے ہیں، تو جس طرح یہاں انتظام ہے وہاں بھی ہو جائے۔

کتب احادیث اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم

ان بچیوں نے ماشاء اللہ مشکوۃ شریف پوری کی، اس سے پہلے بھی انہوں نے حدیث کی کتابیں ریاض الصالحین وغیرہ پڑھیں، ابھی یہ دورہ حدیث کی کتابیں پڑھنے جارہی ہیں، تو یہ تمام حدیث کی کتابیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی تصویر ہے اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہیں۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت کیسی تھی اور کتنے حسین تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح چلتے تھے، کیا پہنتے تھے، کیا کھاتے تھے، کیا پیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے

پینے کا طریقہ، رہن سہن کا طریق، آپ صلی اللہ علیہ علیہ اپنے گھر میں کیسے رہتے تھے، مسجد میں کیسے رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیتِ معلم کے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کو جو تعلیم وتدریس دیتے تھے، وہ کس طرح؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد سے نکل کر بازار میں تشریف لے جاتے تھے، تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہوتا تھا، سنت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائیں، وہ کیسے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت فرمائی یہ کیسے فرمائی؟

ایک انسان؛ غریب سے لے کر امیر تک، بادشاہ سے لے کر رعایا تک، غلام سے لے کر آقا تک، اور پھر ایک انسان اپنی بشری صفات میں، صحت کی حالت میں، بیماری کی حالت میں، غصہ کی حالت میں، خوشی کی حالت میں، جتنے احوال سے گذر سکتا ہے، ہر ہر چیز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ پیش آئی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، آپ کی امامت، قیامت تک کے لئے باقی رہنے والی ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک عمل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہم تک پہنچایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اس قدر تفصیل سے جمع کئے گئے ہیں، اگر تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے حالات جمع کر دئے جائیں، ایک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے مقابلہ میں تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے جو حالات انسانوں کے پاس موجود ہیں، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ کی مشیت کام کر رہی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک کے لئے اور آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور ریسرچ کرنے والے اگر آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تک کے تمام انبیاء کے حالات اگر جمع کر لیں، تو جیسا میں نے بتایا کہ ایک چیلنج ہے ہمارا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو وہ نہیں پہنچ سکتے۔

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَّا لَہُ لَحافِظُون

اللہ تعالی نے فرمایااِنَّـا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَا لَہُ لَحافِظُونَ، ہم نے یہ قرآن اتارا، ہم قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جیسے اللہ تعالی کا حفاظت کا وعدہ قرآن کے لئے، قرآنی احکام کی حفاظت کا وعدہ، جو قرآنی احکام ہیں وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے، اس کی تفسیر قرآنِ پاک سے، تو یہ تفسیر، جیسے قرآن محفوظ رہے گا، تو اس کی تفسیر بھی محفوظ رہے گی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات سے جو علم نکلا ہے تفسیر کے طور پر، قرآن پاک کی تفسیر اور حدیث کے نام سے، یہ باقی رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی باقی رہے گی، کیوں کہ اس کا باقی رہنا انسانیت کو ضرورت ہے۔

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا قیامت تک کے لئے ہے، قیامت تک آنے والے انسان کے لئے ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت باقی رہے۔ تا کہ کوئی تجارت کرنا چاہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے پوچھ سکے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ڈیڑھ ہزار سال کے بعد دنیا میں آیا، تو تجارت کیسے کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بتائے گی کہ میں نے شام کی طرف تجارت کے لئے سفر کیا۔

اس لئے ایک جنگل میں رہنے والا، وہ اللہ سے شکایت کرتا ہے، یہ لاکھوں کروڑ عیش کی زندگی گزار رہے ہیں، انہیں کبھی اس کا احساس نہیں ہوا، انہوں نے سوچا بھی نہیں کہ تشنگی کیا ہوگی، بھوک اور پیاس کیا ہوتی ہے، جس طرح یہ تیری مخلوق، وہ بھی تیری مخلوق۔ اس نے تمام نعمتوں سے ہمیں مالا مال فرما رکھا ہے، اور وہ، کبھی پینے کے لئے پانی نہ ہوتا ہوگا، کھانے کے لئے روٹی نہ ہوتی ہوگی، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اسے پکارے گی۔

اسے جواب ملے گا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس حق تعالی شانہ کی تمام مخلوق

میں سب سے زیادہ محبوب، اللہ سے ایک بھوکے کی شکایت کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ملے گا. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہ میرے سب سے لاڈلے، تمام مخلوق میں سب سے میرے پیارے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہم نے اسی راہ سے گزارا، اسی راہ سے تو چرواہا بن کر بھوکا اور پیاسا، یہاں جنگل میں مارا مارا پھرتا آیا۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین درخت سے پھل چن رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چرواہے کو ارشاد فرمایا، صحابہؓ کرام سے فرمایا عَلَيْكُمْ بالاسود کہ تم ان میں سے جو پکے پکے کالے کالے ہوں ان کو چنو، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یہ تو صرف وہی لوگ جانتے ہیں جو سالہا سال جنگل میں رہتے ہو، آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے یہاں ایک مرتبہ سن ۵۶، ۵۷ میں سورت میں جمعیۃ العلماء کی طرف سے کنونشن بلایا گیا، جس میں دینی اور مذہبی طور پر جو بڑے حضرات تھے انہیں بلایا گیا۔ سرکاری طور پر وزیرِ اعظم سے لے کر گورنمنٹ تمام اس میں موجود تھے، جواہر لال نہرو جو اس وقت وزیرِ اعظم تھے، انہوں نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس کے اصل مہمان اور اس کے روح رواں، داعی بھی، مدعو بھی، مہمان بھی اور میزبان بھی، اس وقت جمعیۃ العلماء کے صدر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

سورت سے، کافی لمبی تفصیل ہے آپ کے اس سفر کی، جتنا حصہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا اطراف کے دیہاتوں میں سفر ہوا۔ ضلع بھروچ میں حضرت جن جن دیہاتوں میں تشریف لے گئے، جہاں جہاں سے حضرت کا گزر ہوا، اس وقت وہاں ضلع بھروچ میں کوئی دار العلوم نہیں تھا، کوئی بڑا دینی ادارہ نہیں تھا، اور اکثر و بیشتر دیہات پر بدعات کا غلبہ، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت شیخ الاسلام کو ایسی محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ

حضرت کا جس جس بستی میں قدم پڑا، وہاں پر بدعت کا آج نام ونشان بھی نہیں ہے۔

ہمارے یہاں حضرت تشریف لائے اور حضرت کے تشریف لانے کو غنیمت سمجھ کر حفظ، درجۂ حفظ شروع کیا گیا، تو ؟ سے بھی پانچ سو سے زیادہ حفاظ اس درجۂ حفظ سے تیار ہوئے اور اطراف سے کئی سو ہوں گے۔ حضرت کا وہاں جس محلّہ میں جلسہ رکھا گیا، تو حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد ہر ایک کے زبان پر حضرت کی کرامات، برکات، حضرت کے تشریف لانے کی برکات سب کو محسوس ہو رہی تھیں اور کیوں نہ ہوتی ؟

ہمارے یہاں حافظ سورتی تھے، حافظ محمد سورتی، تو انہیں وجد آیا کرتا تھا۔ کوئی اچھی قراءت میں قرآن شروع کرے، انہیں وجد شروع ہو جاتا تھا۔ کوئی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا نام ان کے سامنے لے لے، تو اپنے پیر، اپنے شیخ سے انہیں اس قدر محبت اور عقیدت تھی کہ بس اسی وقت آنکھوں سے آنسو گرنے شروع ہوتے، پھر سسکی شروع ہوتی، پھر اسی میں ان کا حال شروع ہو جاتا، پھر زور زور سے ان کے قلب سے چیخیں آتی۔

خود انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت نرولی جلسہ میں تشریف لائے، تو بارہ بجے تک مولانا قاسم صاحب شاہ جہاں پوری کا بیان ہوتا رہا اور ساڑھے بارہ بجے حضرت اسٹیج پر تشریف لائے۔ ان کے تشریف لاتے ہی مقرِّر نے اپنا بیان ختم کیا اور حضرت کرسی پر تشریف لائے اور خطبہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ** شروع کرنے سے پہلے حضرت نے ایک نظر مجمع پر نگاہ فرمائی۔

فرماتے ہیں کہ جب دیکھتے دیکھتے حضرت کی نگاہ میرے اوپر پڑی، تو حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کی آنکھوں سے ایک نور نکلتا ہوا میں نے دیکھا کہ جو نور کی شکل میں میرے جسم میں پیوست ہو گیا اور اس سے میرے جسم میں ایک آگ لگ گئی، اور میں اسے برداشت کر رہا ہوں، کر رہا ہوں، مگر مجھ سے جب برداشت نہیں ہوا، تو وہیں میں نے زور سے چلّانا شروع کیا، آدھ گھنٹہ تک بے ہوشی رہی۔ کہتے ہیں پہلی مرتبہ میرے اوپر وہ حالت طاری ہو گئی، تو آدھ گھنٹہ تک

میں چلاّ تا رہا۔عجیب عجیب قصے پیش آئے۔

امام صاحب ہوں، آپ کے بچوں کے استاذ ہوں، جن کا بھی دین سے تعلق ہواور وہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ للہ، فی اللہ وہ دین کا کام جوان سے ہوسکتا ہے وہ کرر ہے ہیں، تو ان کی شان کے خلاف آپ کی زبان سے کبھی کوئی کلمہ نکلنا نہیں چاہئے۔ کبھی بزرگوں کی شان کے خلاف بھی زبان پر کوئی کلمہ نہیں لانا چاہئے۔

یہ جو غلط عادت پڑی ہوئی ہے غیبت کی، برائی کی، تنقید کی، بے جا بولتے رہنے کی، بہت بری بلا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انجام بتایا کہ کیا ہوتا ہے۔ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو جہنم میں پیر سے پکڑ کر اوندھے منہ سب سے زیادہ ڈالنے والی چیز کیا ہے؟ فرمایا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ، ان کی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتیاں۔ جو انسان دوسروں کے خلاف، دوسروں کی، دین والوں کی شان میں بولتا رہتا ہے، ہمارے فرشتے تو لکھتے رہتے ہیں۔جس طرح کسی کے لئے خیر کی کھیتی جمع ہوتی ہے، تو ان کے لئے شر کی کھیتی جمع ہوگئی اور کل اس کے نتیجہ میں فرشتے پیر سے پکڑ کر سیدھا اوندھے منہ اس کو ڈالیں گے۔

حضرت مدنی قدس سرہ کی ذات عالی سے بھی ایک گروہ دنیا وعقبیٰ کا اعزاز پا گیا اور ایک گروہ جو آپ کو صرف سیاسی لیڈر سمجھتا رہا، اس نے اپنا دین وآخرت برباد کی۔

حالانکہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کا جہاں جہاں وہاں ضلع بھروچ میں بھی گزر ہوا، آج وہاں سے بدعت کا نام ونشان مٹ گیا۔اللہ تبارک وتعالی نے انہیں بڑی محبوبیت عطا فرمائی تھی، اس پر میں نے کہنا شروع کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ارشاد فرمانے لگے صحابۂ کرام کو کہ میں نے یہ جس طرح تم بکریاں چراتے ہو مکہ مکرمہ میں، میں نے بکریاں چرائی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس طرح شوقیہ اور کبھی کبھار نہیں، بلکہ اپنی ضرورت کی وجہ سے جانور اور بکریاں لوگ مجھے دیتے تھے کہ چند قیراط دیتے تھے کہ ہماری بکری لے جاؤ، اتنے قیراط ملیں گے۔تو میں

نے بھی بکریاں چرانے کا کام کیا ہے، اس لئے مجھے معلوم ہے کہ یہاں جنگل میں، ریگستان میں، کونسا پودا ہے کہ اُس کے پتے کھائے جاتے ہیں، کونسا پودا ایسا کہ اس کے پھل کھائے جاتے ہیں، اور ان پھلوں میں اس طرح کے پھل پکے ہوئے ہو، اسے کھا سکتے ہو، اور کس کو نہیں کھا سکتے۔

روز فون آتے ہیں، کسی شوہر کو بیوی سے شکایت ہے، بیوی کو شوہر سے شکایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ یا نو ازواجِ مطہرات بیک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں۔ ایک ساتھ، ایک وقت میں نو ازواجِ مطہرات رہیں، اوران کے آپس کے قصے بھی ہیں۔ ہمارا دین کتنا سچا، صحابہ کرام کے آپس کے تنازعات، کوئی چیز نہیں چھپائی، جیسا واقعہ ہوا، ایسا ہی ہمارے سامنے نقل کیا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ایک ایک چیز نقل کر دی، کیوں؟ کہ اس طرح کے آپس کے گھر کے جھگڑے اگر نقل ہو کر ہمارے پاس آئے نہ ہوتے، تو آج جو جھگڑے پیش آرہے ہیں گھروں میں، ان کا جواب ہمارے پاس نہ ہوتا۔ ہمیں قانون کیا کہتا ہے، اگر جواب دینا پڑتا، لیکن آج ہم انہیں تسلی دے سکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی ایسا پیش آتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باری پر تشریف رکھتے ہیں، تو جس گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری ہوتی، وہیں کھانا، پینا، رہنا، سونا ہوتا۔ پڑوس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر میں سے یا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بالکل پڑوس میں تھیں، ساتھ مکان ملا ہوا تھا، تو کسی گھر سے ایک باندی پیالہ میں سالن لے کر آئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ اتنا بھی گوارا نہیں ہوا۔ ان سے رہا نہیں گیا، انہوں نے باندی کے ہاتھ پر تھپڑ مارا اور پیالہ زمین پر

گرا، سالن بھی گر گیا۔

اب آپ کے یہاں مہمان ہیں، آپ نے ایک سبق پڑھانے کے لئے مجھے بلایا، کوئی ذرا سی ادھر ادھر کی بد کلامی کی بات کرے، ذرا ادب تعظیم، تہذیب کو چھوڑ کر بات کرے تو آپ کو غصہ آئے۔

مولانا یعقوب صاحب ہدرز فیلڈ میں تھے، شاہ دین پرواز صاحب مرحوم ہوتے تھے۔ وہ ہمیشہ علماء مشائخ کو اپنے یہاں مدعو کرتے رہے۔

ایک دفعہ وہاں کسی مہمان کے ساتھ ایک دوست کے گھر میں کھانے سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کوئی اطراف میں واقف حضرات رہتے ہوں گے، ایک دو ساتھی ان میں سے آ گئے اور انہوں نے پوچھنا شروع کیا اور جواب الجواب میں سائل کی زبان سے کچھ ناشائستہ کلمات نکلے۔ اس پر میزبان نے کچھ سخت لہجہ میں کہا۔

اس کے بعد میزبان نے دیکھا کہ یہ اس کا جواب نہیں ہے، وہ پھر اٹھے اپنی جگہ سے، جوتے جہاں پڑے ہوئے تھے، ایک جوتا لے کر کے اس کے سر پر دے مارا۔ حالانکہ سر پر جوتہ دھمکی کے طور پر یا ضرب المثل کے طور پر بولا جاتا ہے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں باندی کے ہاتھ پر تھپڑ مارا اور پیالہ گر گیا، تو اس کے سر پر، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے رحمۃ للعالمین کہ برتن بھی ٹوٹ گیا، سالن بھی گر گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی غصہ نہیں، حدیث میں آتا ہے کہ **فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،** آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن جن مواقع میں مسکرائے ہیں، ان میں سے اس کو شمار کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بجائے غصہ کے مسکرائے اور صرف ایک کلمہ فرمایا، **غَارَتْ اُمُّک**، کہ تمہاری ماں، ان کو بھی برا نہیں فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو

، کہ نہیں تمہارا قصور ہے، تم نے غلط کیا، فرمایا مجبور ہے **غَارَتْ اُمُّکَ**، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سے ایک پیالہ اٹھا کر ان کو، باندی کو دے دیا۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کے متعلق ہم نے عرض کیا کہ اللہ تبارک وتعالی نے **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہُ لَحَافِظُوْنَ**، اس میں جو قرآن پاک کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، تو ان شاء اللہ یہ قیامت تک قرآنِ پاک بھی محفوظ رہے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ جو اس کی مفسرہ ہے اور اس کی تفسیر ہے، یہ بھی قیامت تک کے لئے محفوظ رہے گی۔

کیوں؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کو اللہ نے اب تک محفوظ رکھا اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سیرتیں ختم ہوگئیں، اس میں حکمتِ الٰہیہ یہ ہے کہ قیامت تک کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، تمام انبیاء کے دور ختم ہو چکے ہیں۔

عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ جو حدیث کی کتابیں اب تک تم نے پڑھیں، مشکوۃ، ریاض الصالحین وغیرہ، اب جو دورہ کی کتابیں پڑھیں گی، وہ بھی ساری کی ساری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک ہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ہی ہے۔

اب یہ جو ہمارے یہاں پڑھنے اور پڑھانے کا انداز ہے یہ تھوڑا قابلِ اشکال ہے، کہ ہمارے یہاں جو آج کل انداز رائج ہے، اس میں اس سیرتِ پاک کی بو کو ختم کر دیا گیا۔ زیادہ رجحان علمیت کی طرف ہو گیا کہ اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا، اس کی یہ دلیل ہے، اس میں یہ اختلاف ہے، یہ امام یہ فرماتے ہیں، یہ امام یہ فرماتے ہیں اور اس کی جو روح ہے، سیرتِ پاک کو عملی طور پر اپنے اندر جذب کرنے کی اور اس زاویہ نگاہ سے اس کو دیکھنے کی، اس سے نگاہیں اوجھل رہتی ہیں اور اس کی طرف کبھی کوئی خیال نہیں ہوتا۔

حالانکہ ان کے پڑھنے پڑھانے کا اصل مقصد یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو

رات دن یہ پڑھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی آرام فرما رہے ہیں، ابھی سو رہے ہیں، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہیں، ابھی حجرہ شریفہ میں ہیں، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ تبسم فرما رہے ہیں، مسکرا رہے ہیں، ابھی میدانِ جنگ میں ہیں، قتل وقتال ہو رہا ہے، مشرکین سے جہاد ہو رہا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کے تمام مختلف زاویے دیکھ کر انسان اپنے دل میں اس کو اتارتا چلا جائے اور ایک ایک حدیث جب پڑھے، تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھتی ہوئی ہو، یہ محسوس کرے اپنے دل میں کہ ہاں۔۔۔ کبھی تنہائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کی کتابیں، الگ اس کو رکھ کر صرف رونے کی نیت سے اس کو پڑھیں، پھر دیکھئے آپ کے دل کی دنیا کیسے بدلتی ہے!

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک سے بڑھ کر کوئی لذیذ کتاب نہیں، اس سے بہتر اور مفید اور لذیذ اور کوئی چیز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام سیرت کی کتابیں اور حدیث کی کتابیں اللہ تعالیٰ نے باقی اسی لئے رکھی کہ جس طرح میں نے آپ سے عرض کیا کہ جہاں عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کو عام کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی ہمیں نماز پڑھنی ہے، آپ کی طرح سے ہمیں زکوۃ دینا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح روزہ رکھنا ہے، حج کرنا ہے، تجارت کرنی ہے، جہاد کرنا ہے، کھیتی کرنی ہے، باغ لگانے ہیں، یہ تمام کام اس طرح کریں تو یہ عملی ہوگا، اور اس عملی زندگی سے بڑھ کر جو زندگی ہے، وہ یہ کہ اپنے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بسانا ہے۔ اپنے دل میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی محبت نہ رہے۔

جس طرح یہ صوفیاء ذکر تلقین کرتے ہیں کہ لا اِلٰہ تم لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ کا ذکر جب شروع کرو، تو

اس میں یہ تصور کرو کہ **لا الٰہ** تمام محبتوں کو نکال کر میں نے پیچھے پھینک دیا، **الا اللّٰہ** صرف اللہ کی محبت کے لئے میرے دل میں جگہ ہے۔ تو اس طرح انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک پڑھ کر کے تمام محبوبوں کو اپنے دل سے نکال دے۔

اگر کسی کی صورت اچھی لگے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، کسی کا لباس اچھا لگے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، کسی کا طرزِ معاشرت اچھا لگے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اگر کھانے کے لئے بیٹھنے کا طریقہ آپ کو اچھا لگے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے، جاگنے، کھانے، پینے، ایک ایک چیز کو انسان کرے یہ مزہ لے کر کہ اوہ، میرے محبوب نے اس طرح کیا ہے۔

کبھی نوجوانوں کو دیکھتے ہیں، ایک مرتبہ میں نے پوچھا کہ میں ادھر بلیکبرن میں جہاں رہتا ہوں تو وہاں ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ سب نوجوان جتنے نظر آرہے ہیں، پارٹیاں دس بیس کی ساتھ ساتھ جگہ جگہ چلتی ہیں، تو میں نے پوچھا کہ اس طرح کے بال سب نے کیوں کٹوائے ہیں؟ اس پر کہا گیا کہ ان کی کوشش ہے کہ میں فلاں جیسا لگوں۔ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ زندہ سیرت اس کی دعوت دیتی ہے کہ تمام محبوبوں کو چھوڑ کر اللہ تبارک وتعالی، رب العالمین کے محبوب کو اپناؤ، ان کے جیسا بننے کی کوشش کرو، ان کے جیسا بولنے کی کوشش کرو۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کی جامعیت

جس طرح میں نے بتایا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ ہمارے تمام اکابرین کی بہت خصوصیات ہیں۔ ہر ایک کی الگ الگ اپنی، مگر کچھ بزرگوں کو اللہ تعالی نے بالکل جامع رکھا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کو اللہ تعالی نے زبردست جامعیت عطا فرمائی تھی۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جب بیان فرماتے تھے، تو بہت ٹھہر ٹھہر کر، جس طرح کسی کو سمجھانے کے لئے، بولنے میں اس طرح ہمیشہ ہر تقریر، ہر درس۔ ہم یہ پڑھاتے ہوئے کبھی تیز ہو جاتے

ہیں، کبھی بولنے میں تیز ہو جاتے ہیں، حضرت کے یہاں بالکل نہیں۔ حضرت آہستہ آہستہ ہر ایک جملہ الگ الگ کر کے بولتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے سالہا سال تک اس طرح بولنے کے لئے مشق کی ہے، تب جا کر میں اس طرح بولنے کا عادی ہوا۔

حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے تا کہ ہر ایک شخص پوری پوری بات کو سمجھ لے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو پیغام دیا وہ انسانوں کو پہنچانا ہے، وہ پیغام صحیح طور پر وہ سن لیں، پورا پورا سمجھ لیں، اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے۔ صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اگر ہم چاہتے کہ آپ کے کلمات کو ایک، دو، تین، چار، گننا چاہیں تو لَنَعُدُّهَا عَدًّا، تو ہم اس کو گن سکتے تھے۔ تو اس نیت سے پڑھا جائے کہ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے تعلق ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے اور اس کو ٹٹولتے رہے۔

محی السنۃ امام بغوی

اب اخیر میں میں بطورِ دلیل کے اب دو باتیں اسی کے متعلق کہہ کر ختم کرتا ہوں۔ یہ دیکھئے، آپ کی یہ کتاب مشکوۃ المصابیح۔ مصابیح، یہ علامہ بغوی محی السنۃ کی کتاب ہے۔ اب ان کو صدیاں گزر گئیں، تو ان کا نام اور ان کی تعریف اور تعارف تو آپ لوگ جانتے ہوں گے، لیکن پہلے نام دیکھئے ان کا، محی السنۃ کہ سنت کو زندہ کرنے والے، کیسے؟

میں نے بتایا کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے انسان اتنا تعلق پیدا کر لے اتنی محبت پیدا کر لے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں آپ کا ایک مقام پیدا ہو جائے۔ حضرت علامہ بغوی کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب پر ان کو دعا دی، اور فرمایا کہ اَحْیَاکَ اللّٰہُ کَمَا اَحْیَیْتَ سُنَّتِیْ، اللہ تمہیں زندہ

رکھے کہ جس طرح تو نے میری سنت کو زندہ کیا اور کتاب لکھی۔ تو اُدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ان کو دعا دے رہے ہیں اور اِدھر حق تعالی شانہ ساری مخلوق کی زبان پر **محی السنۃ** ان کا نام جاری کر دیا۔ کتنا زبردست اللہ تعالی کا انتظام!

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے بزرگوں میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک مدنی بزرگ فرماتے ہیں۔ وہ عرب کے رہنے والے، خالص عرب اور مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ کوئی ہندوستان سے بزرگ آئے ہیں، پھر لوگوں سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہاں وہ ہندوستان میں، سہارنپور میں حدیث پڑھاتے ہیں اور ابھی یہاں تشریف لائے ہیں۔ مدرسہ علوم ِشرعیہ میں ان کا قیام ہے اور ابھی آ کر انہوں نے حج کیا۔

وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں صرف اتنا تعارف تھا کہ ان کا کام یہ ہے اور ان کا نام یہ ہے اور وہاں سے آئے ہیں اور یہاں بھی حج کے بعد معلوم نہیں ٹھہریں گے یا رہیں گے۔ تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس طرح کی گفتگو کی۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں پتہ نہیں کہ حج کے بعد چلے جائیں گے یا پھر قیام کریں گے۔

ایک دن وہ بزرگ اپنے خدام کو فرمانے لگے کہ مجھے ایک زمانہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تمنا تھی اور یہ جو ہندوستان سے بزرگ تشریف لائے ہیں ان کی برکت سے مجھے بھی آج سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ نے زیارت کرائی۔

میں نے آج سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح زیارت کی کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں جس طرح روز روضہ شریفہ پر صلوۃ وسلام کے لئے حاضری دیتا ہوں، تو معمول کے مطابق خواب میں دیکھا کہ معمول کے مطابق میں صلوۃ وسلام پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کے قریب میں جب پہنچا، تو وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی

محافظ وہاں کھڑے ہیں اوران سے میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنا ہے، میں اس لئے آیا ہوں۔انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی یہاں نہیں ہے۔ پوچھا کہاں تشریف لے گئے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس وقت ملأ اعلیٰ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔

شہداءِ دارالعلوم

ہمارے شہداء کا جب ایکسیڈنٹ ہوا تھا،تو اس کے بعدایک دوست نے خواب دیکھا،تو وہ فرمانے لگے کہ میں نے خواب میں حضرت مولانا ابراہیم صاحب،مولانا علی صاحب اورمولانا عمر جی صاحب ان کو دیکھا کہ وہ تینوں کہیں جارہے ہیں۔ پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ کہا کہ ہم اللہ تعالی کو پارہ سنانے جارہے ہیں۔تو پھر بعد میں ان کو بتایا گیا کہ صرف یہی ان میں حافظ تھے، ان کو پتہ بھی نہیں تھا کہ کون حافظ کون غیر حافظ۔

خیر،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محافظ نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ملِا اعلیٰ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں وہاں منتظر رہا۔تھوڑی دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان تخت پر۔۔حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کوحق تعالی شانہ نے دنیا میں تخت عطا فرمایا تو ایک عظیم الشان تخت پرآپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ دائیں بائیں حضراتِ شیخین؛صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ،حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم بیچ میں تشریف رکھتے ہیں اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ مولانا خلیل احمد صاحب جو آئے ہوئے ہیں ان کے جنازہ میں گیا۔تو فرماتے ہیں پھر میری آنکھ کھل گئی۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ وہ جو کل ہم بحث کررہے تھے کہ یہ جو

بزرگ آئے ہیں ہندوستان سے، تو یہ حج کر کے چلے جائیں گے یا یہاں رہیں گے، تو کہا کہ مجھے اس خواب سے اس کا جواب مل گیا۔ یہ بزرگ یہاں ضرور رہیں گے۔ رہے کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس وقت فرمایا کہ میں ان کے جنازہ میں گیا تھا، تو وہیں پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سفر کے بعد مقیم رہے یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالی نے مدینہ منورہ میں موت نصیب فرمائی اور وہیں بقیع میں دفن ہوئے۔

مراقبہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ اللہ تعالی کی طرف سے بہت پہلے سے انتظام ہوتا ہے اور یہ انتظام کیوں ہوتا ہے؟ میں نے بتایا کہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں انسان اپنا کوئی مقام پیدا کرے اور اس کے لئے جس طرح ہم رات دن لگے رہتے ہیں اپنے کام کے پیچھے، فیکٹری کے پیچھے، دنیا کمانے کے پیچھے اور صبح سے لے کر شام تک تھک جاتے ہیں، پھر پین کلر لینی پڑتی ہے، پھر یہاں درد ہوتا ہے، وہاں درد ہوتا ہے، پھر ذہنی پریشانی، پھر نیند نہیں آتی۔

اس لائن میں آپ کو کچھ کرنا نہیں ہے، نہ لا اِلٰہ اِلا اللہُ کا مسلسل ورد کرنا ہے، نہ پوری رات کھڑے ہو کر نماز پڑھنی ہے، نہ پوری رات تہجد میں کھڑے رہ کر کے تھکنا ہے، نہ رات دن مسلسل روزے رکھنے ہیں، آپ صرف یہ کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کی کتاب آپ رکھ لیں۔

سب کاموں سے ہٹ کر، فارغ ہو کر کے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نیت سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رونے کی نیت سے وہ کتاب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات پڑھتے رہیں۔ اپنے دل میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جیسے جیسے آپ کی بڑھتی چلے جائے گی، ادھر سے آپ کا آپ صلی اللہ علیہ کی بارگاہِ اقدس میں آپ کا ایک مقام بنتا چلا جائے گا۔ جس طرح میں نے بتایا کہ ابھی مولانا خلیل احمد صاحب تو ابھی وہاں گئے ہیں، ابھی پورا

رہنے کے لئے کوئی انتظام بھی نہیں ہوا ہوگا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آخری وقت تک کا اپنی بارگاہ میں فیصلہ فرمادیا، کہ بس ابھی یہاں رہیں گے۔

اور ہر بیان، ہر تقریر میں، میں اس کی کوشش کرتا ہوں، اور کبھی میں صاف الفاظ میں یہ کہتا بھی ہوں کہ ہماری جو جماعت ہے، اس کی خصوصیات میں سے تھی یہ چیز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی تعلق اور تعلق پیدا کرنے کی کوشش اور اس کے لئے مختلف راستے اختیار کرنا اور کوششیں کرنا۔

خاکِ شفا

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الخلیل میں فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سفرِ حج پر تھا۔ مدینہ منورہ حاضری ہوئی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی خدمت میں بھی حاضری ہوتی رہی، روز میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا، آپ کے قافلہ کے ساتھ بھی رہتا۔

ایک دن ہمارے چچا بہت بیمار ہوگئے اور بیماری ان کی بڑھتی چلی گئی، علاج کیا ہر طرح سے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تو کہتے ہیں کہ وہ ہمارے قافلہ کے لئے جتنے دن مقرر تھے رہنا، بدو سے روم کرایہ پر لیتے تھے اور ان سے معاملہ طے ہوتا تھا کہ اتنے دن مدینہ منورہ میں قیام رہے گا، پھر واپس ہمارے ملکوں کو جائیں گے۔ تو ان کے ساتھ جو ہمارا جتنے دن کا معاملہ تھا ختم ہونے آیا۔ ہمارے چچا بہت شدید بیمار تھے، ہم نے کوشش کی کہ کچھ مدت بڑھائی جائے، مگر اس کے لئے بدو تیار نہیں ہوئے۔ ہم نے چچا سے کہا کہ ٹھہر جاتے ہیں، کہا کہ ٹھہر جائیں گے، تو بعد میں یہاں سے کب اور کیسے جانا ہوسکے گا؟ تو وہاں تک کے اخراجات کا بھی مسئلہ ہے۔ تو کہتے ہیں کہ وہ تیار نہیں ہوئے، اور واپسی پر ان کا اصرار تھا۔

حکیم نے دیکھ کر کہا کہ تم کسی حال میں سفر نہیں کرسکتے، ان کو باہر کی ہوا لگنا نہایت مضر ہے،

ان کو ہر وقت ہوا سے بچانا ضروری ہے۔ بعض بیماریوں میں ایسا ہوتا ہے۔ انہوں نے جب سفر پر اصرار کیا تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ بھائی اب یہ جانے پر مصر ہیں، تم بھی مجبور ہو، ٹھیک ہے، چلے جاؤ، اب وہ مدینہ منورہ سے نکل کر مدینہ منورہ کے باہر، جہاں جا کر وہ قافلہ پھر پڑاؤ ڈالتا ہے تاکہ لوگ اگلے دن تک رک جائیں۔

اسی لئے وہاں تک پہنچا کر کے پھر یہ حضرت کی خدمت میں آئے، اور عرض کیا کہ حضرت! ہمارے چچا کی حالت تو بہت خراب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا تم ایسا کرو کہ روضہ شریف پر سلام کے لئے جب تم پہنچو، تو وہاں جو قالینیں بچھی ہوئی ہیں، تو ان قالینوں پر ذرا ہاتھ مار کر کے جتنا غبار تمہیں مل سکے وہ غبار اکھٹا کرلو، اور وہ خاکِ شفا، وہ غبار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درِاقدس کا، وہ لے جا کر تمہارے چچا کے چہرہ پر، پیشانی پر، جسم پر اچھی طرح ملو، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ان کو اس سے شفاء عطا فرمائیں گے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں لے گیا اور میں نے عصر کی نماز کے بعد وہ لے جا کر مل دیا۔ پھر میں واپس ادھر نماز کے لئے آیا اور پھر مغرب اور عشاء پڑھ کر کے میں واپس پہنچا اور ہمارے چچا جیسے میں پہنچا، تو پہلے تو بے جان نیم مردہ جنازہ میں سلایا ہوا، اس طرح وہ پڑے ہوئے ہوتے تھے۔ میں جب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ تو اٹھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ آپ ٹھیک ہیں؟ ارے میری تو آدھی بیماری چلی گئی، تم ایک مرتبہ پھر جاؤ اور جو حضرت نے تمہیں فرمایا وہ غبار پھر لا کر مجھے ملو۔

کہتے ہیں میں جلدی بھاگا ہوا آیا، مسجدِ نبوی میں سے جتنا زیادہ لے سکتا تھا وہ لے کر گیا اور ان کے سینہ پر اور چہرہ پر اور تمام جسم پر میں نے وہ غبار اور مٹی ملی، تو فجر کی نماز کے لئے وہ خود اٹھے اور انہوں نے وضو کر کے پھر نماز پڑھی۔ میں نے آکر حضرت کو اطلاع دی کہ حضرت یہ مٹی کا؟ اللہ اکبر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی درِاقدس کی برکت کہ آپ نے جو یہ وہاں کا غبار لگایا۔

سرمۂ چشم و دل

کچھ لوگ سلفی انداز میں کہتے ہیں کہ ان چیزوں میں کیا ہے؟ حالانکہ میں نے خود ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو دیکھا کہ حضرت مسجدِ نبوی میں جب حاضری دیتے تھے، تو حضرت کو جالی مبارک سے بالکل متصل ساتھ وہاں بٹھا دیا جاتا۔ تو اس وقت تو یہ تمام پہرہ دینے والے اور محافظ اتنے نہیں ہوتے تھے، صرف سامنے کی طرف مواجہہ شریف میں پولیس کھڑی ہوتی تھی، چاروں طرف نہیں ہوتے تھے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ نہیں، پچاسوں مرتبہ حضرت اس طرح ٹیک لگا کر، ہاتھ ٹیک کر بیٹھتے، پھر حضرت کا آہستہ سے ہاتھ وہاں جالی مبارک کے پاس پہنچتا اور جالی مبارک سے اس طرح انگلیوں سے حضرت غبار لیتے اور اپنے چہرہ پر ملتے، زبان پر ملتے، آنکھوں پر ملتے۔

دوستو! یہ ہمارا یہ جو تھوڑا سا راستہ اس طرف سے ان چیزوں سے ہٹا ہوا ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ سلفیت کا فتنہ وہ پھیلتے، پھیلتے، پھیلتے ہمارے خاص گھروں تک بھی پہنچ گیا اور ہمارے خاص طریق پر بھی اس کا اثر پڑا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر زندہ رکھے، اسی پر ہمیں موت دے۔ اب میں دونوں حدیثیں پڑھ کر کے دعا کرلیتا ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَنۡ بهز بُنِ حَکِیۡمٍ عَنۡ اَبِیۡهِ عَنۡ جَدِّهٖ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ فی قوله تَعَالٰی : کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ قَالَ انتم تتمون سبعين امة انتم خيرها و اكرمها عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی ، رَوَاهُ التِّرۡمِذِیُّ ، وَابۡنُ مَاجّة و الدَّارِمِیُّ وَ

قَال التِّرمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَن،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

بَابُ کَیفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَ النَّبِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِهِ حَدَّثَنَا الحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثنا سُفْیَان قَال حَدَّثَنَا یَحْیٰ بْنُ سَعِیْدِ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ اَخبَرَنِی مُحَمَّد بْنُ اِبْرَاهِیْم التَّیْمِیُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاص اللَّیْثِی یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّاب رَضِیَ اللّٰهُ تعَالَی عَنهُمَا عَلَی الْمِنبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَی دُنْیَا یُصِیْبُهَا أَوْ اِلَی امْرَأَةٍ یَنْکِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ

درود شریف پڑھ لیں،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ، رَبَّنَااٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذابَ النَّارِ رَبَّنَا لا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخطَأْنَا، رَبَّنَا وَ لا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهُ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبلِنَا، رَبَّنَا وَ لا تُحَمِّلْنَا مَا لا طَاقَةَ لَنَا بِهِ و اعْفُ عَنَّا و اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ، رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَان وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رءُوْفٌ رَحِیْمٌ، رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّئَاتنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَار، رَبَّنَا آتِنا مَا وَعدْتَّنَا عَلَی رُسُلِکَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادِ ،رَبَّنَا لا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحمةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ،اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ

رَسُوْلِکَ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنَا اِلٰی حُبِّکَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ قُلُوْبًا اَوَّاهَةً مُخْبِةً مُنِيْبَةً اِلَيْکَ، اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلًا وَ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزَنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَ الْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَ الْعِصْمَةَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَ لَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَ لَا كَرْبًا اِلَّا نَفَّسْتَهُ وَ لَا ضُرًّا اِلَّا كَشَفْتَهُ وَ لَا دَيْنًا اِلَّا قَضَيْتَهُ وَ لَا مَرَضًا اِلَّا شَفَيْتَهُ وَ لَا حَاجَةً هِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اِلَيْکَ رَبِّ فَحَبِّبْنَا وَ فِیْ اَنْفُسِنَا لَکَ رِبِّ فَذَلِّلْنَا وَ فِیْ اَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنَا

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرمایا، ہمارے سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے گناہوں کو بھی معاف فرما، ہمارے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما! یا اللہ! ہمارے جن گناہوں کو ہم نے گناہ سمجھا اس بھی معاف فرما، جسے گناہ نہ سمجھا اسے بھی معاف فرما! یا اللہ! ہماری تمام لغزشوں کو معاف کر دے! یا اللہ! ہمارے بڑوں کی اصلاح فرما! یا اللہ! ہمارے بوڑھوں کی اصلاح فرما! یا اللہ! ہمارے جوانوں کی اصلاح فرما! یا اللہ! ہماری بیٹیوں کو نیک ہدایت دے، ان کو نیک راستہ پر چلنے کی توفیق دے! یا اللہ! ہماری اس ملک کی نسل کو محفوظ فرما، غلط روی سے ان کی حفاظت فرما، شیطانی راستوں سے ان کی حفاظت فرما! یا اللہ! ماں باپ کو اولاد کے ساتھ شفقت نصیب فرما، ان کے دلوں میں اولاد کی شفقت ڈال دے،! یا اللہ! بچوں کے دلوں میں والدین کی اطاعت اور ان کی فرماں نبرداری کا جذبہ ڈال دے! یا اللہ! خاندانوں میں آپس میں محبت دے دے، یا اللہ! تمام گھروں سے جھگڑوں کو ختم فرما دے، آپس میں ایک بنا، نیک بنا! یا اللہ! آپس میں مل جل کر رہنے کی توفیق عطا فرما! یا اللہ! دشمنوں کی ہر طرف مسلمانوں پر نظریں ہیں اور ہم آپس میں جھگڑ رہے ہیں یا اللہ! بس ان جھگڑوں کو ختم فرما دے! یا اللہ! اسلامی ملکوں کی حفاظت

فرما، یا اللہ! حرمین شریفین کی حفاظت فرما، یا اللہ! مساجد، مراکز، دینی درس گاہوں کی حفاظت فرما! یا اللہ! تمام دینی مدارس کی حفاظت فرما، ہندوستان، پاکستان کے مسلمانوں کی بھی حفاظت فرما، تمام دنیا کے مسلمانوں کی حفاظت فرما! یا اللہ! جہاں جہاں دین کا کام ہورہا ہے اس کو قبول فرما، تبلیغی جماعت کو قبول فرما، تبلیغی کام کرنے والوں کو قبول فرما، تمام دینی جدوجہد کرنے والوں کو قبول فرما!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

الحمدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

اماَّ بعد! حَدَّثَنا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَاسُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ: قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَة اَوْ قَالَ اَخُو الْعَشِيْرَة ثُمّ اَذِنَ لَهُ فَاَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ، فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ اَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ فَقَالَ يَا عَائِشَة! اِنَّ مِنْ شَرِّالنَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اَوْ قَالَ وَدَعَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِهِ

طَیُّ الْاَرْضِ

معاف کیجئے، میں نے یہ سوچ کر کے فون کیا تھا کہ پندرہ بیس منٹ میں پہنچ جائیں گے، مگر

اندازہ نہیں تھا کہ ابھی یہ اسکول کے بچوں کے چھوٹنے کا وقت ہے، اس لئے تھوڑی دیر ہوگئی، آپ لوگوں کو انتظار کرنا پڑا۔

جیسے بزرگوں کے یہاں اور کرامات ہوتی ہیں، ایک ہوتا ہے طیّ الارض۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں عصر کی نماز کے بعد ٹہلنے کے لئے چلے۔ کسی نے کوئی سوال کیا، تو آپ نے اس کا عملی جواب دیا اور فرمایا کہ اگر کسی سے کہو نہیں، تو آج ابھی مغرب کی نماز حرمِ نبوی میں جا کر پڑھ لیتے ہیں۔ تو ان کے ایک سوال کا یہ عملی جواب تھا۔

چند قدم چل کر ایک جگہ فرمایا کہ اچھا آنکھیں بند کرو۔ تھوڑی دیر چل کر فرمایا کہ آنکھیں کھول لو۔ تو سائل نے دیکھا کہ سامنے حرمِ نبوی ہے، مسجدِ نبوی ہے۔ وہاں مغرب کی نماز پڑھی اور مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر سنت، نوافل، معمولات سے فارغ ہوکر وہاں سے واپس نکلے۔ تھوڑی دیر کے بعد چل کر حاجی صاحب نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرلو۔ چند قدم کے بعد فرمایا کہ کھولو۔ دیکھا تو وہیں مکہ مکرمہ میں جہاں سے چلے تھے، وہیں پر واپس پہنچ گئے۔

طی الارض کے ذیل میں ان کرامات کو ذکر کیا جاتا ہے، کہ ان کے لئے، جس طرح ہم کپڑے کو تہہ کر کے لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اِن کے لئے زمین کو اس طرح لپیٹ دیتے ہیں۔ جس طرح اُن کا ارادہ ہوتا ہے، جدھر قدم جاتے ہیں، جتنا وہ چاہتے ہیں اُس قدر زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔

وسعت زمانی

اسی طرح اوقات کے باب میں بسط الزمان۔ اس کے برعکس کہ وہی تھوڑا سا وقت جو ہمارے لئے بہت معمولی سا وقت ہے، تھوڑا سا، اور وہی وقت اُن بزرگوں کے لئے گھنٹوں، دنوں اور

مہینوں کے اعتبار سے کھول دیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مسجدِ نبوی سے افطاری اور مغرب کی نماز سے، سنت، نوافل سے فارغ ہوکر باہر تشریف لائے۔ راستہ پر چل رہے ہیں، کوئی بزرگ ملے انہوں نے دعوت دی کہ آج کھانا ہمارے ساتھ کھالیں۔ تو انہوں نے دعوت قبول کرلی۔

اُن کے ساتھ ساتھ چلتے رہے، مگر مدینہ منورہ کی آبادی ختم ہونے کو آئی، اُن کا مکان نہیں آرہا ہے۔ پریشان ہوئے کہ کتنے دور، اور اس کے بعد تو پھر آبادی بھی ختم ہوگئی، مکانات ختم ہوگئے، جنگل میں چل رہے ہیں۔ پریشان ہوئے کہ روزہ افطاری کا سہم ابھی ختم نہیں ہوا کہ پھر فکر ہوگیا تراویح کا کہ کیسے، کب واپس پہنچے گے؟ اتنا لمبا راستہ ہے، اور ابھی میزبان کا دولت کدہ بھی نہیں مل رہا ہے، جنگل میں بھی چلتے رہے ہیں۔

اب یہ عذر بھی نہیں کر سکتے تھے، دعوت قبول کر چکے تھے۔ تو جنگل میں تھوڑے دور چلنے کے بعد انہوں نے اپنے کسی خادم کو پکارا، آواز دی کہ اے فلان! تو کوئی خادم اُن کا بھاگا ہوا آیا۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ مہمان ہیں، ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے، اُن کے لئے چار پائی بچھادو۔ عرض کیا بہت اچھا۔ اور چار پائی بچھا کر کے جاؤ لکڑیاں اکھٹی کرو، اور کوئی شکار اچھا سا مار کر لاؤ۔ ذبح کرو، صاف کر کے جلدی جلدی پکاؤ۔

اب یہ سارے احکامات سن کر کے دہلوی بزرگ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کہ الٰہی! کب لکڑیاں اکھٹی ہوں گی، رات کے اندھیرے میں کب شکار ملے گا؟ کب ذبح ہوگا؟ کب یہ چولہا جلے گا اور کب یہ کھانا پکے گا؟ مگر میزبان کے تصرف میں ہیں، چُپ چاپ چار پائی پر پڑ گئے۔ جتنا وقت ان چیزوں میں لگ سکتا ہے، لکڑیاں جنگل سے چننے میں، شکار کے تلاش کرنے میں، پکڑنے میں، ذبح کرنے میں، صاف کرنے میں، اُس حساب سے وقت جا رہا ہے۔

یہ اپنے آپ کو مشغول رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر سوچا کہ اب تو حرم شریف میں عشاء کی اذان ہو رہی ہوگی، اب عشاء کی نماز ہو رہی ہوگی، اب تراویح ہو رہی ہوگی، اب تراویح ختم ہونے کو ہوگی، اب تراویح ختم ہوگئی ہوگی، لوگ گھر چلے گئے ہوں گے۔ آدھی رات ہوگئی، اب تو لوگ سحر کے لئے اُٹھنے کی تیاری میں ہوں گے۔

یہ سوچتے ہیں کہ میں نے کتنی بڑی غلطی کر لی کہ اِن کی دعوت قبول کر لی، پتہ نہیں کون ہیں، کیا ہے، کیوں اتنے دور یہاں لے آئے؟

غرض گھنٹوں گذرنے کے بعد وہ کھانا تیار ہوا، لایا گیا۔ ان سے کھانا تو کیا کھایا جاتا؟ بیچارے نے چند لقمے جلدی جلدی ڈرتے ڈرتے کھائے۔ اور کہہ دیا کہ اچھا اجازت دیجئے میں جاتا ہوں۔ بزرگ نے فلاں خادم سے فرمایا کہ اچھا، ان کو مسجدِ نبوی تک چھوڑ کر آؤ۔ تو خادم ساتھ ساتھ، یہ پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔

کَمْ بَقِیَ مِنَ السَّحَر؟

مسجدِ نبوی میں پہنچے، دیکھا تو سنّاٹا، کوئی اِکاّ دُکاّ اِدھر اُدھر کہیں نظر آ رہا ہے۔ جب باب جبرئیل سے داخل ہوئے تو یہاں روضہ شریف پر جو مراقب محافظ کھڑے ہوتے ہیں، وہ بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ تو انہوں نے جب دیکھا کہ کھانا کھا رہے ہیں، تو انہیں یقین ہے کہ یہ سحری کھا رہے ہیں، تو انہوں نے پوچھا **کَمْ بَقِیَ مِنَ السَّحَر**؟ کہ سحری میں کتنا وقت باقی رہ گیا؟

انہوں نے پوچھا 'کیا؟' انہوں نے پھر سوال دہرایا کہ **کَمْ بَقِیَ مِنَ السَّحَر**؟ سحر کا وقت ختم ہونے اور روزہ شروع کرنے میں کتنا وقت باقی ہے؟ تو دونوں ہنس پڑے۔ کہنے لگے کہ آپ ٹھیک تو ہیں؟ ابھی تو ہم نے مغرب کی نماز پڑھی ہے۔ ابھی مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے، آپ سحری کو پوچھتے ہیں۔

هَلُمَّ اِلیٰ الْغَدَاءِ الْمُبَارَکِ

اس کوسحری بولا جاتا ہے، بیچاری، گالی بنادیتے ہیں۔کتنا مبارک کھانا، **هَلُمَّ اِلیٰ الْغَدَاءِ الْمُبَارَکِ** اس کو کہا گیا، سحر کے کھانے کو۔تو یہ **سَحَر**، سین پر زبر، ح پر زبر، کیوں کہ سحر کے وقت میں یہ کھانا کھایا جاتا ہے۔

سحر کے ترانے خبر دے رہے ہیں سحر جلوہ گاہ ہے جہاں عید ہوگی
مگر جن کے دل مر چکے ہوں اِنہیں کیا جہاں عید ہوگی وہاں عید ہوگی

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے مدینہ طیبہ میں، عید کے دن اپنے خواص میں سے کسی کو خط لکھوایا، تو اس میں یہ شعر لکھوایا۔تو یہ انہوں نے پوچھا کہ **کَمْ بَقِیَ مِنَ السَّحَر**؟ تو یہ سَحَری ہے۔سِحری نہیں، سِحری تو جادو والے کھانے سے اللہ محفوظ رکھے۔

ایک مدنی بزرگ

اب یہ دہلوی بزرگ سوچنے لگے کہ اللہ! میں تو ابھی نکلا تھا اور کئی گھنٹے میں گذار کر آیا، اور دیکھا کہ جب مسجد میں داخل ہوئے، اندر پہنچے، تو جہاں سے یہ اُٹھے تھے، اور اس جگہ پر جو ہیئت تھی، کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہے، کوئی قرآن پڑھ رہا ہے، وہ لوگ ابھی اپنی نماز میں اسی طرح مصروف ہیں۔ان کی وہ مغرب کے بعد کی نفلیں ختم نہیں ہوئیں اور ان کا افطاری کا کھانا ابھی ختم نہیں ہوا اور میں اتنا سارا وقت وہاں گذر کر آیا کہ انہوں نے لکڑیاں اکھٹی کیں، شکار کیا، ذبح کیا، پکایا اور وہ بھی اُس زمانہ کے چولہوں پر جس میں گھنٹوں صرف لکڑیاں جلانے میں لگتے ہیں۔

میں سوچ رہا تھا اور دل میں کہا کہ میں نے تو ان سے کہا کہ پندرہ بیس منٹ میں ہم پہنچیں گے مگر دیر ہوگئی۔تو ہمارے پاس تو وہ مدنی بزرگ والا تصرف نہیں تھا۔آپ لوگوں نے انتظار کیا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سخاوت

یہ خُلقِ کریم کا ذکر ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کیا تھے اُس کا بیان ہے۔ تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھتیجے حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قصہ بیان کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بہت زبردست آپ کی سخاوت ہے، مشہور ہے اور ہونی بھی چاہئے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی جو چیز انصار کے یہاں سے پڑوسیوں کے یہاں سے آتی تھی، تو وہ دوسرے گھر پہنچ جاتی تھی۔ آگے اس کو چلتا کر دیتے تھے۔ ہماری طرح سے جمع کرنے اور رکھنے کا دستور نہیں تھا۔

جواد کریم صلی اللہ علیہ وسلم

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا، تو اس کے بعد تو دنیا جس طرح کڑوی اُن کی نگاہ میں ہونی چاہئے تھی، اور دنیا سے نفرت ہونی چاہئے تھی، وہ پہلے کے مقابلہ میں ہزار گُنا زیادہ ہوگئی ہوگی۔

اس لئے جب فتوحات کا دور شروع ہوا، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے قیصر اور کسریٰ کی دولتیں عطا فرمائیں، تو خلفاء خاص طور پر ازواجِ مطہرات کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں وہ بھیجتے وہ آگے فوراً اسی وقت خرچ کر دیتیں۔

ایک دفعہ ہزاروں کی تعداد میں دراہم آئے۔ آپ نے خادمہ سے فرمایا یہ فلاں کو دے دو، یہ فلاں کو دے دو، فلاں کو دے دو۔ کئی ہزار تھے، وہ سب تقسیم ہو گئے۔ شام کو جب افطاری کا وقت ہوا، تو سوال ہوا کہ افطاری کے لئے کوئی چیز ہے؟ شام کے کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں، سب تقسیم کر دیا۔ تو خادمہ نے عرض کیا کہ آج وہ اتنے سارے آئے تھے، تھوڑا سا ہم رکھ لیتے، تو اس

وقت کام آتا، کھا سکتے تھے۔تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اس وقت اگر تو یاد دلاتی تو کچھ رکھ لیتے۔تو یہ عادتِ شریفہ تھی، کہ جو آیا سارا تقسیم۔

ایک دفعہ حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے ایک کلمہ نکل گیا۔انہوں نے کہہ دیا کہ حضرت عائشہ جو کچھ بھی آتا ہے سارا خرچ کر دیتی ہیں، اور گھر میں فاقے ہوتے ہیں، کھانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا، استعمال کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی گھر میں، نہ کھانا، نہ پینا، نہ کوئی فرنچر (furniture) نہ کوئی کپڑے، کسی چیز کے لئے بھی نہیں رکھتی ہیں۔تو اب ان پر حجر کر دینا چاہئے، پابندی حکومت کی طرف سے کہ اُن کا تصرف باطل؛ یہ جو تصرف کریں، کسی سے لین دین کریں، ہدیہ دیں، یا کسی سے کوئی چیز بیچیں، خریدیں تو مجبور، تاکہ ٹھیک سے رہ تو سکیں، کھانا، پینا، اتنی تنگی، تکلیف تو نہ ہو۔

انہوں نے کس قدر سخاوت دیکھی ہوگی اور کس قدر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تکلیف میں دیکھا ہوگا، فاقوں کی زندگی، اور کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں وقت پر، تب جا کر اُن کی زبان سے یہ کلمات نکلے ہوں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کسی طرح یہ کلمات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کانوں میں پہنچ گئے، تو انہوں نے قسم کھالی کہ میں اُن سے عمر بھر بولوں گی نہیں۔کہ میرے متعلق یہ سوچتے ہیں، یہ کلمات انہوں نے کہے، جن کو میں نے بیٹے کی طرح پالا۔خیر لمبا قصہ ہے۔

بہرصورت، اُن کے ساتھیوں نے پروگرام بنایا۔اُنہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو آپ سے بہت ناراض ہیں اور خالہ جان کا اپنے بھانجے سے اس طرح ناراض ہونا، یہ اچھا نہیں ہے۔تو اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں کہ جا کر اجازت لیں گے، اور آپ اگر اجازت لو گے تو وہ دروازہ نہیں کھولیں گی، لیکن ہم آواز دیں گے۔

صحابہ کرام اور تابعین خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، احادیث پوچھا کرتے تھے، دینی سوالات کیا کرتے تھے۔ تو اُن کے ساتھیوں نے جا کر دروازے پر دستک دی، پوچھا کون؟ تو عرض کیا عبدالرحمٰن۔ پوچھا کیوں؟ کہا کہ میں اور میرے ساتھی ہیں، ہم خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ تو دروازہ کھول دیا، پوچھا کہ ہم داخل ہوجائیں؟ فرمایا ہاں، ہوسکتے ہیں۔ عرض کیا ہم سب داخل ہوجائیں؟ صراحت سے پوچھا۔ فرمایا اس کی بھی اجازت ہے، سب کے سب داخل ہوجائیں۔

جب یہ اندر پہنچ گئے، تو کپڑے کا پردہ بیچ میں پڑا ہوا تھا۔ ساتھیوں نے حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جا کر خالہ جان سے لپٹ جاؤ، پیر پکڑ لو، معافی مانگو۔ یہ اندر داخل ہوگئے اور خالہ جان کے پیر پکڑ لئے ہیں اور رو رہے ہیں اور معافی مانگ رہے ہیں۔ ادھر سے یہ ساتھی سفارش کررہے ہیں کہ انہیں معاف کردیں، ان سے غلطی ہوگئی، تب جا کر بہت مشکل سے انہوں نے معاف کردیا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے تو معاف کردیا لیکن میں نے تو قسم کھائی تھی، اور وہ بھی اللہ کا نام لے کر، اللہ کے مبارک نام کی حرمت کو میں نے توڑا۔ لکھا ہے کہ جب اس قصہ کو یاد کرتیں اپنی قسم کو اور اس کے ٹوٹنے کو یاد کرتیں، تو رویا کرتی تھیں۔ اور اس کے کفارہ میں پچاسوں غلام انہوں نے آزاد کئے، حالانکہ قسم ٹوٹنے کے کفارہ کے لئے ایک غلام آزاد کرنا کافی تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ

یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کے ذیل میں ایک قصہ نقل کیا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے کسی نے دستک دی، اجازت چاہی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس شخص کی آواز سنی، تو ارشاد فرمایا کہ یہ اپنے قبیلہ کا کتنا برا انسان اور کتنا برا آدمی ہے، اپنے سارے قبیلہ میں سب سے برا آدمی جو

اس وقت آنے کے لئے اجازت مانگ رہا ہے۔

یہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اور اُدھر اس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر داخل ہونے کی اجازت دی اور فرمایا کہ اندر آ جاؤ۔ جب اندر آ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بڑا آؤ بھگت کیا، اُن کا اکرام کیا، بہت نرمی سے گفتگو فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بڑا تعجب ہوا کہ جب یہ آ رہا تھا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی برتاؤ بالکل جدا تھا، تو اس کے نکلنے کے بعد پوچھا کہ یارسول اللہ، قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ اَلَنْتَ لَهُ الْقَوْل۔ کہ آپ نے جو پہلے فرمایا تھا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا سب سے برا انسان ہے، برا آدمی ہے، مگر جب آیا تو آپ نے ان کے ساتھ کتنی نرمی سے گفتگو فرمائی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا عائشہ! سب سے بدترین شخص وہ ہے کہ لوگ کسی شخص کی بدزبانی سے بچنے کے لئے جو بات اس شخص کے متعلق دل میں ہے وہ نہ کہہ سکے، اور دوسرا برتاؤ انہیں اس کے ساتھ کرنا پڑے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کونین کی سیادت عطا فرمائی تھی، دونوں جہان کے بادشاہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص سے ڈرنے کی کیا ضرورت؟ مگر یہ امت کے لئے ایک نمونہ قائم کرنے کے لئے تھا کہ اگر امت میں سے کسی کو ایسا موقع پیش آئے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

اس لئے کہ جتنی چیزیں انسانیت کو درپیش تھیں، اُن تمام چیزوں کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے عملی نمونہ پیش فرمایا۔ کیسے وضو کیا جاتا ہے، غسل کیا جاتا ہے، نماز پڑھی جاتی ہے، روزے، عبادات، معاملات، بیع، فسخِ بیع، تمام چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عملی طور پر کر کے دکھائیں۔

بہت سے بزرگوں کے متعلق لکھا ہے کہ وہ عمر بھر بازار میں نہیں گئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ زاہد کون ہوسکتا ہے؟ دنیا سے اور بازار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا لینا دینا؟

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار بھی تشریف لے جاتے تھے کیوں کہ یہ ایک انسانی ضرورت ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک مرتبہ چاشت کے وقت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر آواز دی، فرمایا کہ یَا فَاطِمَۃ! اَیْنَ لُکَع؟ وہ چھوٹا کدھر ہے؟ اُس وقت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوٹے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے میں ذرا بازار لے جاتا ہوں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں ذرا اِس کو ٹھیک کردوں، یعنی ذرا اس کا منہ صاف کردوں، چہرہ صاف کردوں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا منہ دھویا ہوگا، صاف کیا اور اُن کے گلے میں لونگ کا ہار ڈالا، یہ خوشبو کے لئے بھی، اور جراثیم سے تحفظ کے لئے بھی بڑا مفید ہے۔ اس کی خوشبو کی تیزابیت سے جراثیم منہ کے آس پاس ناک، آنکھ کان جہاں سے جراثیم داخل ہوتے ہیں وہاں تک نہیں پہنچ پاتے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اُٹھایا، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ اپنے باپ سے مشابہ نہیں ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے نانا جان سے مشابہ ہے۔ تو یہ بازار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا، یہ امت کے لئے، انسانیت کے لئے ایک عملی نمونہ کے طور پر ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَة

جتنی چیزیں منصبِ نبوت کے منافی نہیں تھیں، وہ ساری سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوئیں۔ ہر قسم کے معاملات، سودے، قرض لینا، قرض والوں کے کتنے سارے قصے ہیں۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، کرامات روز صحابہ کرام دیکھتے تھے، لیکن جب پانی، جہاں

سے وہم وگمان بھی نہیں، انسانی انگلیوں میں سے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک میں سے پانی نکلتا ہوا صحابہ کرام نے دیکھا، تو یہ قرض لینے کی کیا ضرورت؟ تو یہ ایک عملی نمونہ پیش کرنے کے لئے تھا۔ چونکہ **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَة**، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عملی نمونہ تھے، تو ہر چیز میں نمونہ پیش کرنا تھا، جتنی چیزیں انسانوں کو پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک پیش آسکتی تھیں۔

میں کے گلے پر چُھری

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لا رہے ہیں۔ پچھلا پہر شروع ہونے کو ہے، تمام صحابہ کرام تھکے ہوئے ہیں، سفر کی تھکاوٹ سے چور، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منزل فرمائی، آناً فاناً سب کے سب سو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ سب اتنے تھکے ہوئے ہیں کہ کوئی آج رات بھر جاگتا رہے ایسا کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کہ **مَنْ يَكْلَؤُنَا** ؟ کہ ہمیں کون جگائے گا، اگر ہم سب سو جائیں گے تو؟ حالانکہ پورا لشکر تھا، کئی سو کا لشکر تھا۔ تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، **اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰه**.

جب اس حدیث پر ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ پہنچے ہیں، تو فرمایا کہ دیکھو! حضرت بلال نے عرض کیا کہ **اَنَا**. میرے پیارو! حضرت نے ہمیں، دورہ والوں کو مخاطب ہو کر فرمایا، کہ میرے پیارو! کبھی 'میں' نہ کہنا، 'میں' کے گلے پر چُھری، یعنی جب بکری کو ذبح کیا جاتا ہے، تو بیچاری بولتی ہے میں میں، تو اسی پر چھری اسی وقت پھیری جاتی ہے۔ تو فرمایا کہ 'میں کے گلے پر چھری'۔ یعنی اس اپنی **اَنَا** کو ذبح کر دینا، اُس پر چھری پھیر دینا۔ حالانکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا **اَنَا** تو اس طرح کا نہیں تھا، مگر حضرت نے لفظی مناسبت سے یہ ارشاد فرمایا، کہ کبھی بھی 'میں' نہ کہنا۔

اِعُجَابُ کُلِّ ذِیُ رَاُیٍ بِرَاُیِه

یہ سب دنیا میں جتنا فساد ہو رہا ہے، اِعُجَابُ کُلِّ ذِیُ رَاُیٍ بِرَاُیِه، یہی اس کی جڑ ہے، کہ ہر شخص ہر چیز کے بارے میں یہی سمجھتا ہے کہ میں جو کہہ رہا ہوں، جو میری رائے ہے، یہ صحیح ہے، اور سامنے والے کی رائے غلط۔ اسی پر اصرار ہوتا ہے۔ آپس میں میاں بیوی کے جھگڑے اسی سے ہوتے ہیں، ایک گھر میں گھر والوں کے ساتھ گھریلو جھگڑے اسی سے ہوتے ہیں۔ ایک ادارے میں جھگڑے اسی سے ہوتے ہیں کہ اصرار ہوتا ہے کہ میں نے جو کہا تھا تو ایسا کیوں نہیں ہوا؟

اللہ اکبر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسے علاماتِ قیامت میں سے بتایا ہے، کہ اِعُجَابُ کُلِّ ذِیُ رَاُیٍ بِرَاُیِه کہ ہر شخص اپنی رائے پر مصر ہوگا، کہ جو جس طرح میں رائے دیتا ہوں، اسی کے مطابق ہونا چاہئے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میں کے گلے پر چھری کہ اَنَا نہ کہنا۔

فجر کی نماز قضا ہو جائے تو اس کے لئے عملی نمونہ موجود

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ مَنُ یَکْلَؤُنَا؟ کہ ہمیں کون جگائے گا؟ تو عرض کیا کہ اَنَا یَا رَسُوُلَ اللّٰه، میں جگاؤں گا۔ اب سب ہی تھکے ہوئے تھے، کتنا طویل راستہ طے کر کے تھکاوٹ سے چور سارے کے سارے، تو ان میں سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ وہ بھی ایک پالان سے ٹیک لگا کر صبح صادق کو دیکھنے کے لئے، آسمان کے کنارے پر جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے مشرق کی طرف منہ کر کے اس کو تک رہے تھے، اتنے میں ان کی آنکھ بھی لگ گئی۔ اب اُن کی آنکھ کھلی اس وقت کہ جب سورج ایک نیزہ اوپر چڑھ چکا تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زور سے ارشاد فرما رہے ہیں اللہ اکبر! اللہ اکبر! یہ کیا ہو گیا؟ اللہ اکبر! ہماری سب کی تو نماز قضا ہو گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تک کا قضا ہو جانا، اب سینکڑوں بزرگوں کے حالات میں آپ

پڑھیں گے، کہ عمر بھر اُن کی تہجد قضا نہیں ہوئی چہ جائیکہ فجر کی نماز۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر بھی قضا۔ یہ بھی اُمت کے لئے عملی نمونہ قائم کرنے کے لئے، کہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر قضا ہوئی۔ اگر کسی کی نماز قضا ہو جائے، تو اسے کیا کرنا چاہیئے، تو اس کے لئے عملی نمونہ موجود ہے۔

مشاجرات صحابہ

ایک مہمان آئے تھے، سعودی عرب سے، تو وہ مجھے کہنے لگے کہ کوئی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی علمی بات آپ مجھے سنائیں۔ تو میں نے یہ موضوع بسط کے ساتھ کافی دیر جس طرح حضرت شیخ بیان کیا کرتے تھے، اُن سے ذکر کیا۔

کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اس کے بعد پھر سلسلہ آپ دیکھتے ہیں، کہ جو ایک شاندار دورِ خلافت نظر آ رہا تھا، اس میں اب کمی آنی شروع ہوئی، حضرت عثمان کے آخری دور میں، یہاں تک کہ آپ کے خلاف بغاوت ہوگئی اور باغیوں نے خلیفہ کے گھر کو گھیر لیا، اس میں داخل ہو گئے یہاں تک کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔

دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس مصحف میں اُس وقت تلاوت فرما رہے تھے، تو شہادت کے وقت آپ کا جو خون گرا ہے قرانِ کریم پر، تو وہ اِن الفاظ پر، ان کلمات پر صِبْغَةَ اللّٰهِ، وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ کہ اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہوسکتا ہے؟ تو حالات یہاں تک بگڑے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں، کہ خلیفۂ وقت کو شہید کیا گیا۔

جہاں اس وقت مسجدِ نبوی میں ہم داخل ہوتے ہیں بابِ جبرئیل سے، تو بابِ جبرئیل سے آپ داخل ہوں، تو بائیں طرف چند قدم کے بعد صفہ آتا ہے، جس صفہ پر فقراء صحابہ، اور طالبِ

علم رہا کرتے تھے۔ تو بابِ جبرئیل سے داخل ہونے اور اس صفہ کے درمیان میں دائیں طرف ایک چھوٹا سا چبوترہ تھا، اب ختم کر دیا گیا ہے۔ وہاں حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کا مکان تھا، اور وہاں آپ کو شہید کیا گیا تھا۔ تو اتنی بڑی سلطنت کا بادشاہ عثمان غنی، کہ دنیا میں اُس وقت اسلام کے علاوہ کوئی سلطنت نہیں تھی۔ سب سے بڑی حکومت مسلمانوں کی تھی، اور اُن کا بادشاہ، اور وہ بھی شہید ہوا اپنے گھر میں، دارالخلافۃ میں۔ خیر یہ بھی لمبی کہانی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شہادت یہاں ہوئی۔ پھر اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور آتا ہے۔ آپ کے دور میں پھر باقاعدہ مسلمانوں میں آپس میں جنگیں ہوتی ہیں اور دونوں طرف صحابہ کرام ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بچوں میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ سب سے محبوب لاڈلے داماد، ساری عمر کے رفیق، بچپن سے لے کر، اور خادم اور انتہائی محبوب خادم، چچازاد بھائی اور اُن کے ساتھ صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت، اکثریت صحابہ کرام کی اُن کے ساتھ تھی۔ اور دوسری طرف کاتبِ وحی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور ان کے ساتھ بڑے بڑے صحابہ، عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے داہیۃ العرب، عقلمند ترین صحابہ میں سے ان کے ساتھ ہیں۔

یہ جو جنگیں ہوئیں، تو میں نے یہاں پہنچ کر اُن سے کہا کہ یہ وہ نکتہ ہے جس نکتہ پر پہنچ کر بہت سے مصنفین اور اصحاب قلم جس کے مقدر میں ہدایت تھی، تو وہ محفوظ رہے، اور بہت سے یہاں پہنچ کر گمراہی کے شکار ہو گئے۔ پھر میں نے نام لیا، میں نے کہا اُن میں، ہمارے زمانہ میں مودودی صاحب تھے کہ انہوں نے خلافت اور ملوکیت کے نام سے ایک کتاب لکھ ماری۔ کہ خلافت کہاں تک تھی اور پھر ملوکیت کہاں سے شروع ہوئی۔ اور پھر اُس کتاب میں نہ معلوم کیا کیا لکھا، نعوذ باللہ!

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کو امت عثمانِ غنی کہتے ہیں، اُن کی شان کے خلاف کیا کیا لکھ مارا کہ اپنے اقرباء اور رشتہ داروں پر بیت المال کا خزانہ لٹایا۔ نعوذ باللہ! اللہ اکبر! جن کی

دولت سے، صحابہ کرام میں سے، سب سے زیادہ فائدہ اسلام کو پہنچا، وہ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال کو خورد برد کر سکتے تھے؟

جب کسی ادارہ کے مہتمم اور ذمہ دار جس کو وہاں کے لوگ انہیں معتمد سمجھتے ہوں، تو ان کے بارے میں وہ تصور نہیں کر سکتے ہیں کہ بھئی یہ خیانت کر سکتے ہیں، وہ خورد برد کر سکتے ہیں، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی محبوب داماد ذی النورین کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیسری بیٹی ہوتی تو میں وہ بھی عثمان کی نذر کرتا۔ تو کب ایسا کر سکتے ہیں؟ لیکن انہوں نے لکھ مارا۔ کہ انہوں نے بیت المال کے خزانہ میں خورد برد کی، اور اقرباء پروری کے غلبہ میں اُن پر بیت المال کا خزانہ لٹایا۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جب قلم اُٹھایا، تو جب حضرت عثمان کے متعلق جو شخص یہ لکھ سکتا ہے، تو انہوں نے حضرت معاویہ کے متعلق کیا کیا نہ لکھا ہوگا۔

ایک دفعہ امریکا کسی جگہ یہ موضوع چھڑ گیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو واقعہ ہے۔ میں نے سوچا کہ اب یہ بیچارے، مبلغِ علم ان کا اتنا نہیں ہے کہ جس سے وہ علمی انداز میں سمجھ سکے۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ اچھا! میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہ آپ جب گھر واپس جائیں، اپنے یہاں اور دیکھے کہ والدین میں جھگڑا ہو رہا ہے، ماں اور باپ میں، تو آپ کس کی طرفداری کریں گے؟ ماں کی طرفداری کریں گے یا باپ کی؟ اب وہ چپ۔

فوراً چونکہ سمجھدار آدمی تھے، تو کہنے لگے کہ سمجھ میں آ گیا۔ میں نے کہا کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے جو آپس کے نزاع ہیں، جھگڑے ہیں، اُن کے متعلق لب کشائی کی ہمارے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ جیسے وہاں ایک فرمانبردار اولاد کا کام یہ ہوگا کہ وہ بیٹھ کر روئے، آنسو بہائے، نہ ماں کی طرفداری کر کے باپ کو کچھ کہہ سکتا ہے۔ نہ ماں کو نہ باپ کو۔ دونوں میں سے کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتا، وہ تو صرف روئے گا، افسوس کرے گا کہ والدین میں اس طرح یہ جھگڑا پڑا ہوا ہے۔ اور جو بھی اس کے خلاف کرے گا، کسی ایک کی طرف داری کر کے دوسرے کے

خلاف زبان کھولے گا، تو دنیا بھی اسے بدخلق کہے گی اور شریعت نے بھی اس کی اجازت نہیں دی۔ تو میں نے کہا کہ یہی حال صحابہ کرام کا ہے۔

تو مشق ناز کردن

خون دو عالم میری گردن پر

یہ موضوع حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے علوم کی مثال دیتے ہوئے میں اُن کے سامنے بیان کر رہا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ یہ جو چیزیں منصبِ نبوت کے شایان شان تھیں، وہ ساری کے ساری سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود کرائی گئیں، اور جو چیزیں منصبِ نبوت کے منافی تھیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد نہیں ہوسکتی تھیں۔

جیسے اب تکمیلِ شریعت کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ سرقہ سرزد ہو، تاکہ نبی امت کو یہ بتائیں کہ اگر کوئی چوری کی واردات کرے یا قصہ پیش آئے، تو اس کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے۔ تو اس کا عملی طور پر اپنے ہاتھ سے نفاذ کرے۔

اب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جو منتخب، مصطفیٰ اور مقدس جماعت کہ جس کے لئے سابقین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تمنا کی، تو اُن سے کب چوری سرزد ہوسکتی تھی، لیکن حق تعالیٰ شانہ نے ہماری شریعت کی تکمیل کے لئے، ایک قصہ چوری کا بھی ہوا، اور زنا کا بھی۔ مرد کا بھی، عورت کا بھی، امرأۃ غامدیہ اور ماعذ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سنگسار کیا گیا۔

غامدیہ کے متعلق، اُغْدُ یَا اُنَیس ، فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا، اور ماعذ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا۔ ایک طرف آکر وہ عرض کرتے ہیں، اقرار کرتے ہیں، دوسری طرف سامنے آکر، چار دفعہ اقرار کے بعد آپ صلی اللہ وسلم سوال فرماتے ہیں تحقیق فرماتے ہیں، اَلَمَسْتَ، اَمْ غَمَضْتَ ، تم نے تو ایسا کچھ نہیں کیا ہوگا، کوئی سہواً چیز سرزد ہوئی ہوگی۔ لیکن جب انہوں نے اقرار کیا، چار دفعہ کے اقرار کے بعد پھر آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے رجم کا فیصلہ فرمایا۔

جب ساری ساری عمر میں ایک رات کا تہجد ہزاروں بزرگوں سے ناغہ نہیں ہوسکتا، تو صحابی ہو کر، صحابی بن کر چوری کب کر سکتا ہے، زنا کب کر سکتا ہے، مگر یہ تکمیلِ شریعت کے لئے تھا۔ حکمت الٰہیہ اس میں کار گر تھی، اور حکمتِ الٰہیہ نے یہ سرقہ اور زنا کے واقعات سرزد کر وائے۔ جب یہ مضمون حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بیان فرماتے تھے، تو اتنا روتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

آتو مشق ناز کردن

خونِ دو عالم میری گردن پر

کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت ایسی مقدس ترین جماعت تھی، اوران کا ہم پر ایک عظیم احسان ہے کہ انہوں نے مکمل شریعت ہمارے سامنے پیش کی، **لَیْلُھَا کَنَھَارِھَا. لَیْلُھَا وَ نَھَارُھَا سَواء.** تو جو ہمارے سامنے مکمل شریعت ہے، آج، تو اس کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔

وہ چور بنے، وہ زانی بنے، اُن کے ہاتھ کاٹے گئے، اُن کو رجم کیا گیا، تو زبانِ حال سے وہ اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے تھے کہ تو مشق ناز کردن۔ ۔ کہ الٰہی کوئی ویسی مستی کرنے کے لئے ادھر اُدھر بندوق چلاتا ہو، اور کسی کی موت واقعہ ہو جائے، تو یہ اس طرح اللہ تعالیٰ کو کہہ رہے ہیں، کہ تو مشقِ ناز کردن۔ اور ساری دنیا بھی اگر مر جائے، قتل ہو جائے، تو اس کا خون میں میری گردن پر لینے کو تیار ہوں۔ تو صحابہ کرام نے اپنے آپ کو گویا پیش کیا اور اسی لئے ایک ایک واقعہ ان چیزوں کا سرزد ہوا۔

یہ چیز چونکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اور نبی کے منصب کے خلاف تھی کہ اُن سے زنا سرزد ہو، اُن سے سرقہ سرزد ہو۔ تو صحابہ کرام سے یہ چیزیں سرزد ہوئیں، حالانکہ یہ تصور میں نہیں آتا کہ ایک طرف وہ صحابہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادنیٰ سی تکلیف بھی نہ پہنچے،

ساری عمر کے لئے اس کا لحاظ رکھنے والے، تو اتنا بڑا گناہ کب کریں گے؟ مگر تکمیلِ شریعت کے لئے یہ اُن سے سرزد ہوا۔

اب آگے چل کر کے کچھ چیزیں ایسی تھیں، جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد نہیں ہو سکتی تھیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیاتِ طیبہ میں آپ کے سامنے بھی سرزد نہیں ہوسکتی تھیں۔ مگر جو خلافت ہے، یہ نبوت کے جو مسائل تشنہ طلب رہ گئے تھے، اُن کی تشنگی دور کرنے اور اُن کی تکمیل کے لئے یہ مدت تھی۔

اس لئے یہ جو آپس کی جنگیں ہوئیں، وہ اس لئے ہوئیں کہ اگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی اگر باغی بنتا، اسلامی حکومت کا باغی بن کر کھڑا ہوتا، جو نبی کی مخالفت کرے تو وہ تو مرتد ہو جاتا۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی باغی بن کر صحابہ کرام میں سے کھڑا ہو ہی نہیں سکتا تھا، ورنہ اُن کا ایمان سلب۔ اس لئے اس کو مؤخر کیا گیا خلافت تک، اور خلافت کے زمانہ میں پھر یہ پیش آیا۔ کہ اگر کوئی اسلامی حکومت ہو اور اس میں اگر کوئی باغی بن جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اُن کے ساتھ قتال کیا جائے یا نہ کیا جائے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ خلافت میں جو صحابہ کرام کی ہزاروں کی تعداد میں، جمعیت کی موجودگی میں یہ واقعہ پیش آیا، تو اس میں فیصلہ ہوگا کہ قتال کیا جائے۔ تو قتال میں بھی، جو اُن کے مقابل اور باغی فوج کے لوگ پکڑے جائیں تو اُن کا کیا حکم؟ تو جیسے دنیا بھر کی، اب تک کے واقعات میں، جہاں جہاں صدیق اکبر کے دور میں جنگیں ہوئیں مخالفین سے، مشرکین سے، کفار سے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہوئیں، تو اُن کے جو آدمی پکڑے جاتے تھے، وہ غلام اور باندیاں بنائی جاتی تھیں، تو فرمایا کہ یہ حکم یہاں نہیں۔ تو یہ ایک طرح سے ان مسائل کی تکمیل تھی، عملی طور پر ان مسائل کو عملی شکل دینا تھا، اس لئے یہ سب واقعات پیش آئے۔

جب میں نے اُن کو یہ سب تفصیل سنائی، تو وہ رو رہے تھے، کہنے لگے کہ اوہو، میں نے تو

ہمیشہ، جس طرح آپ نے بتایا کسی ایک فریق کی طرف چلا جاتا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کی طرف ذہن جاتا تھا، کبھی حضرت معاویہؓ کی مخالفت کی طرف ذہن جاتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کی طرف ذہن جاتا ہوگا، لیکن یہ آج سے میں ان تمام افکار سے توبہ کرتا ہوں، جو میں نے آج تک سوچا اللہ مجھے معاف کرے۔ یہ تو واقعی ان حضرات کی، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بھی، گویا کہ ایک بہت بڑی قربانی ہے، کہ انہوں نے ہمارے لئے شریعت کو مکمل کر کے پیش کیا۔

اور یہاں بھی پھر میں نے اُن سے کہا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر ہیں، اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی باغی نہیں، مگر وہ مجتہدِ مخطی ہیں۔ وہ مجتہد تھے، انہوں نے اجتہاد کیا، حق کو معلوم کرنے کی، حق کو پانے کی کوشش کی، مگر اس میں اُن سے خطا سرزد ہوئی، اور وہ حق کو نہ پاسکیں۔ اور حق ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف تھا۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کا باب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم کا کوئی حصہ عطا فرمائے۔

اور یہ مجھے بڑا اپنے اوپر تعجب بھی ہوا اُس دن جب آپ لوگوں کی جلسہ کے دن دعوت آئی، تو میں نے ہنستے ہوئے کہا کہ میں تو ان کے جلسہ میں ختم کرانے کے لئے کبھی گیا نہیں۔ اور اِن کی بڑی آپا سب کراتی ہیں مجھے کیوں دعوت؟ تو کہنے لگے کہ نہیں آپ سال بھر گئے نہیں۔ میں نے کہا کہ میں گیا ہوں گا۔ کہنے لگے کہ آپ نہیں گئے۔

پھر میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ اِن کی رائے صحیح ہو۔ اس لئے کہ جب میں رمضان المبارک میں وہاں سے آیا تھا تو مجھے ہاتھ کی تکلیف تھی۔ اور رمضان کے بعد پھر آپریشن operation کی تیاری میں کئی مہینے گذرے، پھر آپریشن ہوا، پھر اس آپریشن کے بعد اب تک بھی ہاتھ ذرا مکمل ٹھیک نہیں ہوپایا۔ اس لئے شاید ہوسکتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نہیں آیا تو میں نہیں گیا ہوں گا۔

معاف کیجئے، تو اس کے کفارہ کے طور پر آج تھوڑی دیر کے لئے حاضری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں سے دین کا کام لے، قبول فرمائے۔

سب سے بڑی دولت یہی ہے کہ انسان اپنی عاقبت کے لئے کچھ کر لے۔ اور اللہ تعالیٰ کچھ دین کی خدمت لے لے، تو یہ سب سے بڑی اس کی سعادت مندی، اس کے لئے ہمیشہ حق تعالیٰ شانہ سے دعا گو رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے دین کا کام لے۔ اور دین کے کام تو لوگ کرنے والے بہت سارے ہیں، لیکن اس کی دعا ساتھ ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ دین کا کام لے کر اسے قبول فرمائے۔ سب سے بڑی نعمتِ قبولیت آخرت میں، ورنہ بڑے سے بڑا عمل بھی کوئی درجہ نہیں رکھتا اگر وہاں سے مردود ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سے حفاظت فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں۔ **اللّٰھم صلِ علیٰ سیدنا ونبینا و حبیبنا و سندنا و مولانا محمد و بارک وسلم . ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار. و صلی اللّٰہ علیٰ سیدنا محمد وعلی اٰلہ وصحبه وسلم.**

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى أَمَّابَعْد!

دوستو! مسجد کی تعمیر کے کارِ خیر پر آپ حضرات مبارک باد کے مستحق ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اِس کام کو قبول فرمائے، ہم سب کے لئے مبارک فرمائے، ہمارے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ اور دنیا میں امن، چین، سکون اور راحت کا ذریعہ بنائے۔

حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ

مسجد بنانا بہت بڑا کام، بہت بڑی دین کی خدمت ہے، لیکن۔۔۔آپ سوچیں گے کہ جب یہ کام اِتنا بڑا خیر ہی خیر ہے، پھر اِس میں اِستدراک اور لیکن کیوں؟

جیسے حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابرین میں سے ہیں۔ تھانہ بھون میں ایک مسجد ہوا کرتی تھی، اُس مسجد میں تین بزرگ ایک وقت میں رہا کرتے تھے، صفِ اول کے بزرگوں میں سے ہیں۔ ایک کونہ میں ایک بزرگ، دوسرے کونہ میں ایک بزرگ، اور مسجد کے دروازہ پر ایک چارپائی رہتی تھی جس پر حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ آرام فرمارہتے تھے۔

جب کوئی وہاں آتا تو حضرت اُس سے پوچھتے کہ بھئی! آپ کیوں آئے؟ دیکھو! اگر کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے آئے ہو، تو ایک کونہ کی طرف اشارہ فرماتے کہ وہ مولانا محمد صاحب بیٹھے

ہیں وہ مسئلہ بتائیں گے، فتویٰ بتائیں گے، اُن سے جا کر پوچھو۔

اور اگر بیعت ہونے کے لئے، مرید ہونے کے لئے آئے ہو، تو دوسرے کونہ کی طرف اشارہ فرماتے کہ اِدھر یہ بزرگ بیٹھے ہیں، حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ فرماتے کہ اُن سے جا کر بیعت ہو جاؤ، اور اگر حُقہ پینا ہو تو یاروں کے پاس بیٹھ جاؤ۔

زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے؟

حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگوں میں سے تھے، بہت اونچی نسبت تھی۔ کوئی صاحب اُن کی قبر پر فاتحہ کے لئے حاضر ہوئے، وہ بھی صاحبِ دل تھے، اصحاب کشف میں سے تھے۔ جب وہ فارغ ہو کر لوٹنے لگے تو فرمایا کہ یہ تو بڑے عجیب بزرگ ہیں، مجھ سے پوچھا کیوں آئے؟ قبر میں سے پوچھ رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ فاتحہ پڑھنے آیا۔ تو ارشاد فرمایا کہ مُردوں پر جا کر فاتحہ پڑھو۔ حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ تو شہید ہوئے تھے، فرمایا کہ زندوں کے پاس فاتحہ پڑھنے آئے؟ قبر میں بھی وہی مزاح ہے، قبر میں پہونچنے کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے مراتب نصیب کرے کہ ہماری دنیا بھی اچھی رہے، آخرت بھی اچھی رہے۔

جنم روگ

حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کا لیکن مجھے یاد آ گیا، اس پر ان کا یہ قصہ سنایا۔ حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی بچہ لے کر آتا کہ حضرت! اِس بچہ کے لئے دعا فرمائیں، اِس نے قرآن حفظ کیا۔ تو حضرت فرماتے حفظ؟ قرآن کِتنی بڑی دولت، اپنے لئے، خاندان کے لئے، کتنے ساروں کے لئے نجات کا ذریعہ، لیکن حضرت فرماتے کہ اِس کو تم نے جنم روگ کیوں لگا دیا؟ حفظ کو جنم روگ فرمایا کرتے تھے۔

واقعی ہم اِس وقت ہمارے باٹلی ڈیوزبری کو دیکھیں، ہمارے بلیک برن کو دیکھیں، ایک طرف تو ہم خوشی مناتے ہیں کہ ماشاءاللہ! ہمارے یہاں درجۂ حفظ اِتنے سالوں سے ہے، بڑی خدمت ہورہی ہے، تو یہاں بھی، ڈیوزبری اور باٹلی میں بھی چالیس سال سے زیادہ ہوگئے ہوں گے کہ درجۂ حفظ کی خدمات مسلسل اُس وقت سے جاری ہیں، اور سینکڑوں حُفّاظ ہر ٹاؤن میں ملیں گے۔

مگر اُن میں سے اللہ معاف کرے کتنوں کے متعلق آپ خوشی منا سکتے ہیں کہ اِنہوں نے قرآن حفظ کیا اور یاد رکھا۔ وہ اپنے متعلق یہ کہنے سے خود بھی شرمائیں گے کہ میں حافظ ہوں، اور آپ بھی تعارف کرانے سے شرمائیں گے کہ یہ حافظ قرآن ہے۔

اِسی لئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ تم نے اِس کو جنم روگ کیوں لگادیا؟ کہ اب ساری عمر کے لئے اِس کی حفاظت مشکل، جیسے میں نے بتایا کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کی حفاظت بیچارے نہیں کرپائے۔ حفظ تو کرلیا تھا۔

اللہ تعالیٰ اُنہیں دوبارہ اپنی زندگی کا یُوٹرن کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جس راہ کو چھوڑ کر دوسری طرف چلے ہیں واپس اُسی راستہ پر آئیں، قرآن کو دوبارہ حفظ کریں، اور جس طرح ہم مدارس قائم کررہے ہیں، اور اُس میں الگ الگ شعبہ جات ہوتے ہیں، تو یہ شعبہ بھی پُرانے حفاظ کے لئے ضرور ہونا چاہئے کہ اُن کے سننے سنانے کا انتظام ہو۔

اِسی طرح آپ کی یہ مسجد بھی آپ نے بنائی، مگر اِس مسجد کے بڑے حقوق ہیں۔ مساجد تعمیر کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کی حفاظت کا انتظام فرمائے۔

ابھی گذشتہ ہفتہ، لندن میں ایک رات میں کئی مساجد نشانہ بنائی گئیں۔ پتہ چلا چار مسجدیں نشانہ بنائی گئیں، ایک رات میں چار مسجد، اِس میں ہماری اپنی ایک مسجد بھی تھی۔ شاید چوری کے نام سے ہو، ڈاکہ کے نام سے ہو، کسی نام سے ہو لیکن نشانہ مسجد تھی۔ بلیک برن میں ایک مسجد کے ماتحت جو اسکول یا مدرسہ چل رہا ہے، اُسی رات یا ایک رات، دو رات آگے پیچھے تھی، ایک رات

میں چوبیس شیشے اُس کے توڑ دیئے گئے۔

یہ توڑنے والے جتنے مجرم ہیں، اِن مسجدوں میں جانے والے، چوری کرنے والے، نقصان پہنچانے والے جتنے مجرم ہیں، اُتنے ہی مجرم وہ ہیں جنہوں نے ایک طویل عرصہ تک اسلام اور مسلمانوں کو اور مساجد کو، مدارس کو نشانہ بنا کر اُس کو برا بتایا اور غلط پروپیگنڈہ کیا۔

ہماری مساجد نشانہ پر، مکاتب نشانہ پر، مدارس، دارالعلوم وہ سب سے پہلے تھے۔ ابھی اُس دن ساتھی آئے کہ آپ مسجد کی افتتاح کے لئے دعا کے لئے آئیں، بتایا کہ اُس کا نام ہم نے **مسجدالھِدایۃ** رکھا ہے۔

اسلامی نظر میں، اسلامی نقطۂ نظر سے جو شہر مقدّس ہیں، تو برکت کی خاطر ان مقدس جگہوں کی طرف مسجدوں کو منسوب کیا جاتا ہے مثلاً مکی مسجد، مدینہ مسجد۔ کبھی افراد کی طرف، کہ مسجدِ سیدنا عمر، مسجدِ سیدنا ابوبکر صدیق، جامع صدیق اکبر، مسجدِ سیدنا عثمان، مسجدِ سیدنا علی۔ کبھی صفات کی طرف، کبھی ان صفات کے حاملین کی طرف۔ ہمارے یہاں بلیک برن میں ساجدین، صالحین نامی مساجد ہیں۔

الھدایۃ

آپ نے مسجد الہدایہ تجویز فرمایا۔ الہدایہ: ہمارے یہاں حنفی فقہ میں مہتم بالشان، عظیم الشان کتابوں میں سے جو حنفی فقہ میں ہیں، جس پر دنیائے اسلام کو ناز ہے وہ علامہ مرغینانی کی الہدایہ ہے۔ اِنہوں نے پہلے ایک چھوٹی کتاب لکھی بِدایہ، مختصر سی، پھر جب کسی نے کہا اُس کی شرح لکھو، تو اسّی (۸۰) جلدوں میں شرح لکھی، کفایۃ المنتہی۔ کہا یہ تو بہت بڑی ہوگئی اسّی جلدیں، تو اُنہوں نے پھر ایک درمیانی لکھی، الہدایہ، کل بِدایہ، ہدایہ، کفایہ تین شروح لکھیں۔

چار عظیم کتابیں

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد حضرات نے، حضرت بنّوری رحمۃ اللہ

علیہ نے بھی نقل کیا، مولانا شبلی نے بھی نقل کیا، وہ فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جتنی کتابیں ہیں، اُن تمام کتابوں کو اُس کتاب کے لکھنے والے کے طرز پر میں لکھ سکتا ہوں، ہر کتاب کے متعلق گویا اُن کا دعویٰ ہے۔

دنیا میں ہزاروں لاکھوں کتابیں ہیں، خود اُن کی نظر سے ہزاروں کتابیں گذریں، وہ فرماتے ہیں کہ ہر کتاب کو دیکھ کر اُس لکھنے والے کے طرز پر میں اس جیسی کتاب لکھ سکتا ہوں سوائے چار کتابوں کے۔

قرآن کریم کا تو یہ دعویٰ ہے کہ اُس جیسی چھوٹی سی کوئی ایک آیت نہیں بنا سکتا، عربوں کو چیلنج کیا گیا۔ دوسری صحیح بخاری اور تیسری مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی۔ باقاعدہ مولانا روم کی مثنوی کا حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں درس ہوتا تھا۔ فرمایا کہ چوتھی کتاب الہدایہ۔ ان تین کتابوں کو مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعجازی تصانیف گردانتے ہیں۔ یہ تینوں الہامی تصانیف ہیں۔

صاحب ہدایہ

اس لئے فرمایا کہ یہ ایسی کتاب ہے کہ اِس کے جیسی کتاب نہیں لکھی جاسکتی، اور کون لکھ سکے گا؟ اُن کی طرح سے مجاہدہ کون کر سکے گا؟

اُن کے حالات میں لکھا ہے کہ صاحب ہدایہ ہمیشہ روزہ سے رہتے، لیکن اُس عبادت میں بھی اِتنا اخفاء کہ اِس کے ساتھ اِس کا خیال ہوتا کہ اِس کا کسی کو پتہ نہ چلے کہ میں روزہ سے ہوں۔ تو جس طرح ساری مخلوق دن میں ایک دو مرتبہ کھانا کھاتی ہے، اپنا کھانا اِسی طرح آنے دیتے، اور چپکے سے غرباء میں تقسیم کر دیتے، برتن خالی پھر دھو کر رکھ دیتے تھے، جس سے دیکھنے والا سمجھے کہ آپ نے کھانا کھالیا ہے۔ سالہا سال تک اپنے روزہ کو اِس طرح چھپایا۔

تفسیر جلالین

میں نے ایک دفعہ جب شروع میں، دارالعلوم ابھی شروع نہیں ہوا تھا، تو اُس وقت میں نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو عریضہ لکھا کہ حضرت! نو یا دس سال کا نصاب ہمارے یہاں جاری کرنا مشکل ہے، تو ہم چاہتے ہیں کہ اُسے مختصر کیا جائے۔

کچھ کتابیں حذف کر کے، میں نے وہی نصاب مختصر کر کے بھیجا جو ہمارے یہاں سینکڑوں سالوں سے رائج ہے، درسِ نظامی کے نام سے، یہ ملاّ نظام الدین فرنگی محلی کی طرف منسوب کتابیں جو اِس نصاب میں ہیں، وہ صدیوں سے اِسی طرح پڑھائی جاتی ہیں، تفاسیر کی بھی، فقہ کی بھی، حدیث کی بھی، تو کتابیں وہی تھیں، صرف اُس میں کچھ کتابیں حذف کی گئیں۔

میں نے سوچا کہ یہ جلالین، یہ تو صرف عربی میں قرآن پاک کا ایک ترجمہ ہے، تفسیر اِس میں بہت کم ہے، ترجمہ کے انداز پر ہے، اس لئے اس کو نکالنے کا ارادہ کیا اور آپ کو تعجب ہوگا کہ کتنا اہتمام کیا گیا اِس کے ترجمہ میں بھی، یا اِس کی تفسیر میں کہ گننے والوں نے گنا، تو وہ بتاتے ہیں کہ الحمد سے لے کر سورۂ مزّمّل تک جتنے قرآن کریم کے کلمات ہیں اور حروف ہیں، اُتنے ہی اِس تفسیر کے ہیں۔ کتنی دقتِ نظر اور کتنا زبردست علم اور کس طرح گن گن کر حروف اُنہوں نے رکھے ہوں گے، کہتے ہیں سورۂ مزّمّل کے بعد قرآن کی تفسیر زیادہ ہو جاتی ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے جو جواب تحریر فرمایا، اُس میں تحریر فرمایا کہ سمجھ میں نہیں آیا کہ تو نے اپنے یہاں سے جلالین کے نکالنے کو کیوں سوچا؟ اِتنی مقدّس کتاب؟ اور یہ اگرچہ عام تفاسیر کی طرح لمبی تفسیر نہیں، مگر بطورِ ترجمہ کے اور تفسیر کے اُس میں جو کلمات بڑھائے گئے ہیں اس کی خوبیاں، اِس میں اس قدر خوبیاں ہیں کہ اُس کو سمجھنے والا اور بیان کرنے والا چاہیۓ، اور پھر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اِن ہاتھوں نے اس کو لکھا ہے جن کا مقام کیا ہے؟ جانتے ہو؟

ایک دفعہ حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مصر میں اپنے خدّام کے ساتھ عصر کی نماز کے بعد

ٹہل رہے ہیں۔ خدّام سے فرمارہے ہیں کہ اگر ایک چیز کا وعدہ کرو کہ عمر بھر جب تک میں زندہ ہوں وہاں تک کسی سے اِس کا تذکرہ نہیں کروگے، تو ایک بات میں تم سے کہتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا ہم اِس کا وعدہ کرتے ہیں کہ اِس کو راز بنا کر رکھیں گے۔

حضرت نے فرمایا کہ چلو! پھر ہم مکہ شریف جا کر مغرب کی نماز پڑھتے ہیں، اور خدّام سے فرمایا کہ اچھا! اپنی آنکھیں بند کرلو۔ چند قدم آگے چلے، فرمایا آنکھیں کھول لو، تو اُنہوں نے دیکھا کہ ہم تو مکہ مکرمہ پہنچ گئے، وہاں حرم شریف میں حج کا موسم تھا، تو حضرت نے فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے یہاں کے فلاں فلاں مصری حاجی بھی یہاں نظر آرہے ہیں جو حج کے لئے آئے ہیں، تو ساتھیوں نے کہا ہاں! دیکھ رہے تھے، کہ یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے۔

فرمایا کہ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ تم تو اِن کو دیکھ سکتے ہو، اور تم دیکھ کر پہچان سکتے ہو کہ یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے، یہ آپ کو دیکھ رہے ہیں مگر آپ کو نہیں پہچان رہے ہیں کہ آپ کون ہیں، مجھے دیکھ رہے ہیں لیکن پہچان نہیں رہے ہیں کہ میں کون ہوں۔ فرماتے ہیں کہ وہاں مغرب کی نماز حضرت نے پڑھی، ہم نے حرم شریف میں مغرب کی نماز ادا کی اور اُس کے بعد پھر واپس نکلے، حضرت نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو، چند قدم چلے، دیکھا کہ پھر مصر پہنچ گئے۔

جلالین کا نصفِ اوّل اُن کا لکھا ہوا ہے، نصفِ ثانی محلّی کا لکھا ہوا ہے، تو ایسی مقدّس ہستیوں کی یہ کتاب۔

ابھی جس طرح میں نے کہا کہ ان بچوں کے لئے کوئی نصاب بنایا گیا، ہم سے کہا جارہا ہے کہ ہم ایک نصاب لکھواتے ہیں، کتاب لکھواتے ہیں، اِس کا تم اپنے یہاں، اپنے نصاب میں اِضافہ کرو۔

اور کہنے والے تو کہتے رہے، لیکن جو لکھنے والے ہیں، اِس کام میں مددگار ہیں اُن کو بھی تو سوچنا چاہئے، اور دس دفعہ سوچنا چاہئے کہ یہ وہ مقدّس کتابیں ہیں، مقدّس ہاتھوں سے لکھی ہوئی ہیں اور صدیوں سے جو پڑھائی جارہی ہیں اور جن کتابوں کے متعلق دعویٰ ہے کہ آج اب دنیا

ایک ہزار سال تک کے لئے بھی چلے، تو بھی اُس جیسی کتابیں لکھنے والا پیدا نہیں ہوسکتا، پھر بھی اپنی روزی روٹی کے لئے اُسی طرح چلتے رہنا اور کتابیں لکھ کر دینا، اپنے اوپر بھی، اِن مدارس پر بھی، اِس نصاب پر بھی کتنا بڑا ظلم ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول تصنیف

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنی کوئی بھی تصنیف چاہے اردو کی ہو، چاہے وہ عربی کی ہو کسی کو بتائے بغیر حضرت اُس کو طباعت کے لئے آگے دیتے نہیں تھے۔

حضرت نے ایک جگہ لکھا ہے کہ جب تک مفتی سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے، وہ اور مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری جو ترمذی کے استاذ تھے، بعد میں پاکستان چلے گئے، اِن دو کا نام لے کر فرمایا کہ جب تک یہ حضرات تھے تو میں اپنی جو کتاب لکھتا اُن کو دے دیتا کہ اِس میں جو چاہیں آپ حذف و اِضافہ کر سکتے ہیں۔

ایک اردو کا رِسالہ ہے، رسالہ اسٹرائیک جو حضرت کی تصنیف ہے، تو اپنے شاگرد، اپنے مرید حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ رِسالہ دیا کہ آپ اِس کو دیکھیں۔ تو ایک جگہ مفتی صاحب نے اشکال کیا تو حضرت نے اُس کو حذف کر دیا، حالانکہ مضمون صحیح تھا، بہت آسان ہے سمجھنا آپ کے لئے کہ کیا اشکال تھا۔

وہ مضمون یہ تھا کہ حضرت نے تحریر فرمایا کہ گناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک گناہ کی قسم وہ ہے جو نفس کے غلبہ کی وجہ سے انسان کر لیتا ہے، جیسے چوری کرنا، چوری، زِنا، غصہ، غصہ میں جو کام ہو جائے، یہ سب اِسی زمرہ میں آتے ہیں۔

فرمایا کہ دوسرے گناہ وہ ہیں جو شیطانی اثر سے ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ شیطانی اثر سے جو گناہ ہوتے ہیں حسد، تکبر، غیبت، یہ سب قلبی امراض ہیں جو شیطانی اثر سے ہوتے ہیں۔ یہ گناہ ایسے ہیں کہ انسان کرتے وقت بھی اُن کو گناہ ہی نہیں سمجھتا۔ جو شخص کسی سے حسد رکھتا ہے اُس کو مدتوں

خیال بھی نہیں آتا کہ یہ گناہ ہے۔ جو دوسروں کو حقیر، اپنے آپ کو بڑا اور اچھا سمجھتا ہے، تو وہ تو یہ سمجھے گا کہ یہ تو واقعہ ہے، اِس کو واقعہ اور حقیقت پر محمول کرے گا، اس کو کبھی خیال نہیں آئے گا کہ میں کسی گناہ میں مبتلا ہوں، اور تکبر اِتنا بڑا شیطانی گناہ ہے۔ اِسی طرح غیبت، کسی کی برائی کرنا۔

لیکن حضرت نے فرمایا کہ جو گناہ نفسانی اثر سے ہوتے ہیں، کرتے وقت بھی انسان اُسے گناہ سمجھتا ہے۔ کوئی مسلمان شراب خانہ سے نکلے گا تو اِدھر دیکھے گا اُدھر دیکھے گا کہ مجھے کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے؟ تو شرم محسوس کرے گا۔

لیکن یہ دوسری قسم کے گناہ جو شیطان کے اثر سے ہوتے ہیں، اللہ ہماری مسجدوں کو محفوظ رکھے، ہمیں مسجد میں غیبت سے، تکبر سے، حسد سے اِن چیزوں سے بچائے، اللہ کے مقدس گھر میں بھی یہی گناہ، وہاں بھی اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ جب یہ گناہ انسان کرتا ہے اُس وقت بھی اِس کو گناہ نہیں سمجھتا ہے، تو جب گناہ ہی نہیں سمجھتا تو اُس کو اس سے توبہ کی توفیق کب ملے گی؟

حضرت مفتی صاحب نے اِس پر اشکال کیا کہ عوام اِس کو سمجھ نہیں پائیں گے اور وہ اِن چیزوں کو دوسرے قسم کے جو نفسانی گناہ ہیں اِن کو ہلکا سمجھیں گے پہلی قسم کے مقابلہ میں، حالانکہ کبیرہ گناہ یہ بھی ہیں، کبیرہ وہ بھی ہیں۔ تو حضرت نے فوراً اُس کو حذف کروادیا، کتابوں کے بارے میں اِس قدر احتیاط، اور اپنے بارے میں ہرگز اِس کا دعویٰ نہیں کہ ہم کوئی چیز، کوئی کتاب لکھ سکتے ہیں اور اپنی تقصیر ہر وقت مدِّ نظر رہا کرتی تھی۔

مشائخ احمد آباد

میں نے مشائخ احمد آباد لکھی، کتنی مدت تک پڑی رہی ۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم تشریف لائے، تو اُن کے ساتھ نظامی صاحب تھے، علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی کے شعبۂ تاریخ کے ڈائریکٹر، تو اُنہوں نے کہا کہ وہ آپ کے مضامین میں نے

معارف میں پڑھے، آپ اُن کو طبع کیوں نہیں کرواتے؟

میں نے مسوّدہ بتایا، میں نے کہا کہ تیار ہے لیکن ہمت نہیں ہوتی، تو وہ کہنے لگے کہ تم مجھے دے سکتے ہو؟ تو میں نے وہ کتاب اُن کو دی۔

دو ہفتہ کے بعد اُن کا فون آیا، ڈاکٹر فرحان نظامی صاحب کے گھر سے اُن کے والد صاحب نے فون کیا کہ وہ کتاب میں نے ساری پڑھ لی، یہ تو طباعت کے لئے بالکل تیار ہے، آپ پریس میں دے دیں، بس اُس میں ایک کمی ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا؟

کہنے لگے کہ اِس پر ایک مقدمہ آپ لکھیں، میں نے کہا کہ ایک دو صفحہ کا مقدمہ لکھنا آسان ہے۔ کہنے لگے نہیں! اِس طرح نہیں، بہت مبسوط مقدمہ جس طرح آپ نے بزرگوں کے، صرف احمد آباد کے پانچ سو بزرگوں کے حالات لکھے ہیں، تو اِس طرح شہر پر ایک مقدمہ ہونا چاہئے، جس میں شہر کے حالات ہوں، تب میں نے کچھ اسّی نوّے صفحات کا مقدمہ احمد آباد شہر کے متعلق بڑھایا اور کتاب کو طباعت کے لئے بھیجا۔

اپنی جو کاوشیں ہوں، اُس کو انسان اِس قابل سمجھے کہ میری یہ تحریر اِن مدارس میں پڑھائے جانے کے قابل ہے، اِن بچوں کو جو صدیوں پرانی کتابیں پڑھ رہے ہیں، اُن سے اُن کو ہٹا دیا جائے اور ہماری یہ کتاب پڑھائی جائے، اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔

غرض یہ ہماری مساجد نشانہ پر ہیں، مدارس نشانہ پر ہیں اور ایسے حالات میں آپ نے مسجد تعمیر کی، اللہ تعالیٰ اِس مسجد کو محفوظ رکھے، مسجد والوں کو محفوظ رکھے، اِس مسجد کو دینی تعلیم کا ذریعہ بنائے، اِس میں پڑھنے پڑھانے والوں کو قبول فرمائے، اِس مسجد کا تعاون کرنے والوں، سب کو قبول فرمائے۔

جس طرح میں نے بتایا کہ جس طرح ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ حافظ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ تم نے اِس کو ساری زندگی کے لئے مرض کیوں دے دیا؟ تو اِس طرح یہ بھی، مسجد تو بنا لی، لیکن جو مسجد کے حقوق ہیں، ان کا بھی ہر وقت اِس کا خیال لگا رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کا حق ادا

کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام عبادات کا مجموعہ

مسجد کو مسجد کہا ہی جاتا ہے اس لئے کہ وہ سجدہ کی جگہ ہے، اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں جو نماز کے نام سے ایک عبادت دی ہے، ابنِ عربی صوفیہ کے بہت بڑے امام ہیں، اُن کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہر مخلوق ﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ ہر وقت اللہ کی عبادت اور تسبیح میں، اللہ کی ہر مخلوق ہر وقت اُس کی عبادت میں لگی رہتی ہے، ایک آن کے لئے اُنہیں غفلت نہیں ہوتی، مگر انسان ہے کہ جو اپنے مالک سے غافل ہو جاتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ درخت ہر وقت قیام میں ہیں، تو قیام یہ درختوں کی عبادت، اور چوپائے، جانور یہ ہر وقت رکوع میں ہیں، اور زمین پر رینگنے والے حشرات، سانپ بچھو وغیرہ ہر وقت سجدہ میں ہیں۔ تو یہ تمام مخلوق میں سے ہر مخلوق کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ایک الگ الگ عبادت کا حکم دیا ہے، پھر اس کے مجموعہ کا حکم مسلمانوں کو دیا ہے کہ یہ تمام مخلوق کی تمام عبادات کا مجموعہ تمہارے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ یہ جو نماز ہے، جس میں قیام بھی ہے، رکوع بھی ہے سجدہ بھی ہے۔

نماز کی اہمیت

یہ نماز کسی حال میں معاف نہیں، جو کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے رکوع سجود کے ساتھ، تو اُس کو مکمل طور پر ادا کرنا چاہیئے، اُس میں بھی اگر مکمل طور پر رکوع کر سکتا ہے اور رکوع میں نہیں گیا ذرا سا جھکا اور اُٹھ گیا، تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔

یہ نماز ہر حال میں فرض، جو قیام رکوع سجود کے ساتھ ادا کر سکتا ہو اُس کے ساتھ ادا کرنا فرض، جو قیام نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھے، لیٹ کر بھی پڑھنے کی طاقت نہیں ہے تو اِشارہ سے پڑھے، اور جو اِشارہ سے بھی نہیں پڑھ سکتا اگر وہ نماز کو سمجھ سکتا ہے

کہ نماز کا وقت ہوگیا اور مجھے نماز پڑھنی چاہیئے، تو یہ مریض جب نہیں پڑھ سکتا تو اِسے فِدیہ دینا چاہیئے۔ ہمارے یہاں فِدیہ مقرر ہے کہ فِدیہ دے دے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِس حال میں بھی نماز معاف نہیں ہے، اگر آپ اُس سے کہلوائیں، صرف اللہ اکبر کہہ سکتا ہے، تو جس طرح ہمارے یہاں ایک نماز کے بدلہ میں فِدیہ ہے، اِس طرح اُن کے یہاں اگر نماز نہیں پڑھ سکتا تو اُس کے بدلہ میں سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر صرف کہہ دے اللہ اکبر! تو اُس کی نماز ہوگئی، اور اُن کے یہاں پھر بعد میں اگر وہ صحیح بھی ہوگیا تو اُس کی قضا بھی نہیں، تو یہ نماز کی اہمیت ہے۔

یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ کسی حال میں نماز معاف نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نمازی بنائے، ہمارے بچوں کو، خاندان کو، گھر والوں کو سب کو نمازی بنائے، ہمیں مسجد کو آباد کرنے کی توفیق دے، ہمارے گھروں کو بھی مسجد بنانے کی توفیق دے، درود شریف پڑھ لیں۔

اور یہ جو موجودہ حالات ہیں اُس کے لئے ضرور دعا کیا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس طرف یہ حالات گامزن ہیں، جارہے ہیں، اِن کو لے جایا جارہا ہے، اِس سے ہماری حفاظت فرمائے، عمدًا، جان بوجھ کر ایک پلان کے تحت، ایک طرف لے جایا جارہا ہے کہ یہ لباس، یہ اسلامی لباس، اِس کو خطرناک قرار دیا گیا، یہ مسجدیں، اِس کو بتایا گیا کہ خطرناک جگہیں ہیں، یہاں جانے والے لوگ برے ہیں، مدرسہ برا، مدرسہ میں پڑھنے والے برے، یہ کتابیں بری، اِنا للہ واِنا الیہ راجعون۔

آپ مشائخ احمد آباد میں دیکھیں گے کہ صدیوں سے یہی کتابیں پڑھی پڑھائی جارہی ہیں، کوئی اُس میں کسی ایک قسم کی نہ دہشت گردی سکھائی جاتی ہے، نہ کسی کو جوشیلا بنایا جاتا ہے، نہ بڑھا کر جوش بڑھایا جاتا ہے، حالانکہ انسانوں کو فرشتہ بنانے کی صفات اُس میں مذکور ہیں، کہ انسانوں سے کہا جاتا ہے کہ ملکوتی صفات اختیار کرو، شیطانی اور نفسانی صفات اپنے اندر سے ختم کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ اِن حکّام کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَسَنَدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

أمَّابَعْد!

اِس وقت آپ کے سامنے جس طالب علم نے نعت پڑھی یہ حضرت شیخ الحدیث مولانا احمداللہ صاحب جامعہ حسینیہ راندیر رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نواسے کو بھی اپنے نانا کی طرح بنائے، اور غالبًا یہ نعت بھی خود حضرت شیخ الحدیث مولانا احمداللہ صاحب کی ہے۔

حضرت مولانا احمداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کل رات ہی کسی کا فون آیا تو اُنہوں نے کہا کہ ایسا نام بتائیں کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی آجائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام یا اُس کی کوئی صفت آئے، تو میں نے کہا اُس کے لئے سب سے اچھا نام احمداللہ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں محمد بھی ہوں، احمد بھی ہوں۔ وہ بیچارے بالکل ناواقف معلوم ہوتے تھے، میں نے اُن کو حضرت مولانا احمد اللہ صاحب کا تھوڑا سا تعارف بتلا دیا۔ میں نے کہا بہت بڑے شیخ الحدیث تھے، پینتیس سال تک جامعہ حسینیہ راندیر میں اُنہوں نے بخاری شریف پڑھائی، اور بخاری شریف جیسی کتاب کے متعلق اُن کا حال یہ تھا، آج کل ہمارے یہاں جو فتنہ چل رہا ہے جگہ جگہ سلفی (یعنی غیر مقلدین) ہمارے نوجوانوں کو کہتے ہیں کہ تم نماز غلط پڑھتے ہو، نماز میں یوں کرتے ہو، اُس کی کیا اصل؟ تو اُن بیچاروں کو کیا پتہ کہ ہمارے اکابر صرف حدیث پڑھاتے نہیں تھے، بخاری شریف پڑھاتے نہیں تھے، بلکہ اُس کو پیئے ہوئے ہوتے تھے۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ گنگوہ میں غیر مقلدوں نے ہمارے اکابر کو چیلنج کیا، تو اکابر سے پہلے دارالعلوم دیوبند سے چند طلبہ پہنچے۔ اُس وقت اُن طلبہ میں جو منتہی طلبہ تھے، یا فارغ ہو چکے تھے اور فارغ ہو کر تخصص کر رہے تھے، اُن میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، تو وہاں عشاء کے بعد قبل اِس کے کہ اور اکابر اور بزرگ پہنچیں، یہ نوجوان پہنچ گئے، اور اُنہوں نے بات چیت شروع کر دی۔

کسی بات پر مخالف فریق کہنے لگا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ یہ بخاری شریف میں ہے؟ تو یہ نوجوان تھے اور وہ جو غیر مقلد عالم تھے وہ معمر تھے، کہنے لگے بیٹا بخاری شریف تم نے پڑھی ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ میں سناؤں؟ یہ فرما کر حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف پڑھنا شروع کیا، ایک صفحہ، دو صفحے، تین صفحے، جب کئی ایک صفحے پڑھتے چلے گئے تو آخر وہ بھی عالم تھا، بیچارا اسٹیج پر سے اترا اور گھر کی راہ لی۔ اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اِس طرح بخاری شریف کے بھی حافظ ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا بھی حال یہ تھا کہ حضرت کو دور دور سے لوگ تقریر کے لئے بلاتے اور حضرت ساری رات، ادھر کہیں رات کو ایک ڈیڑھ بجے تک کوئی جلسہ رہتا، وہاں سے حضرت فارغ ہوتے اور صبح تک کہیں راندیر پہنچتے، ایک آدھ گھنٹہ بھی اُن کو مشکل سے نیند ملتی ہوگی، اِسی حال میں مدرسہ تشریف لاتے اور پڑھانا شروع کرتے۔ تو ہمیشہ، ایک دفعہ نہیں، ہمیشہ ایسا ہوتا تھا کہ جب کبھی حضرت سفر سے واپس تشریف لائے اور پڑھا رہے ہیں، تو پڑھاتے پڑھاتے فرماتے کہ اِس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ۔۔۔اور سو گئے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔۔۔کر کے سو گئے۔

اب طلبہ بیٹھے ہوئے ہیں، ایک منٹ، دو منٹ، تین منٹ، خراٹے کی آواز آرہی ہے، اور ایک دم اچانک دو تین منٹ کے بعد وہی جملہ پورا کریں گے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِس سے نماز ٹوٹ جائے گی، اور مالکیہ یہ کہتے ہیں، سب کے دلائل، دلائل کا، مسائل کا اور بخاری شریف کا اِتنا استحضار تھا ۔

اب یہ طالب علم جس نے یہ نعت پڑھی، جب یہاں ریونین سے یہ آنے والا تھا تو اُسی رات میں نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا احمد اللہ صاحب تشریف لائے، تو میں نے خواب بیان کیا کہ میں نے آج حضرت کو دیکھا، کیا بات ہے؟ کیوں دیکھا ہوگا؟ تو ابھی شام نہیں ہوئی کہ یہ اور اِن کے والد ملنے کے لئے آئے، میں نے کہا دیکھو! اِس کی تعبیر پوری ہوگئی۔

مشائخ راندیر

میں تو اپنے متعلق کہا کرتا ہوں کہ میرے ایمان کی مضبوطی کے لئے صرف یہ خواب ہی کافی ہیں، کہ حضرت مولانا احمد اللہ صاحب، حضرت مولانا سعید صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ اور ایک حضرت مولانا صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ایک مرتبہ میں نے اِن سب کو خواب میں دیکھا کہ مخصوص ٹوپیاں یہ حضرات پہنتے تھے، اونچی سی، گول سی تو وہ ٹوپی ہوتی تھی، تو وہ ٹوپی سب نے

ایک جیسی پہن رکھی ہے،اور میرے یہاں تشریف لائے،اور بیٹھک میں آکر سب کے سب بغیر بات چیت کئے چپ چاپ بیٹھ گئے، جیسے کسی کے یہاں تعزیت کے لئے لوگ جاتے ہیں اور چپ چاپ بیٹھ جاتے ہیں،تو بالکل خاموشی کے ساتھ چپ چاپ بیٹھ گئے، بہت دیر تک بیٹھے رہے۔

میں بہت متفکر ہوا کہ یہ کیا بات ہوگی؟ کہ اِس طرح یہ سب حضرات تشریف لائے مرحومین، دوسرے دن اطلاع آئی کہ حضرت مولانا بورسدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا،تو وہ بھی ایسی ہی ٹوپی پہنتے تھے،تو ایمان کا خواب سے اِس طرح تعلق کہ آخر کوئی بات تو ہے کہ اِن سب کو پتہ چل جاتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے،حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اُدھر وہ لسٹ دیکھ لیتے ہیں۔

یہ حضرت مولانا احمداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے ہمارے اکابر میں حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ سال تک ہمارے یہاں بخاری شریف پڑھائی، اِنہیں کے متعلق گذشتہ کل ہی اُن کے صاحب زادہ نے مجھے بتایا کہ اُن کے گھر ولادت ہونے والی تھی، تو حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے گھر والوں نے خواب میں دیکھا،اور بیٹے کا نام بھی دے رہے ہیں اور صاف بتا رہے ہیں کہ صورالحق آنے والا ہے۔دو ہفتہ کے بعد بیٹے کی ولادت ہوگئی، پھر وہی نام رکھا گیا جو حضرت نے خواب میں دیا تھا۔

ایک عجیب اندر اندر سلسلہ ہے، یہاں سے ہم کو کچھ نظر نہیں آتا،جن کی آنکھیں ہوتی ہوں گی، وہ تو کچھ دیکھ لیتے ہوں گے،مگر ہمیں اِن ظاہری آنکھوں سے کوئی چیز نظر نہیں آتی،مگر حق تعالیٰ شانہ کا ایک پورا نظام ہے، پورا سلسلہ ہے،حق تعالیٰ شانہ ہماری دل کی آنکھیں کھول دے تو ہم بھی بہت کچھ دیکھ سکتے ہیں۔

آج آپ کی صحیح مسلم کے درس کی حدیث جو چل رہی تھی وہ اِسی سے متعلق تھی، مجھے اِنہوں نے بتایا کہ حدیثِ جبریل چل رہی تھی،اور اُس میں آگے آج کا سبق تھا مَـا الْاِحْسَـانُ ،جبریل امین آکر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال کرتے ہیں اس میں ایک سوال ہے

کہ مَاالْاِحْسَانُ ،احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہُ یَرَاکَ “ یہ اِس سے پہلے آپ کو سبق یاد ہوگا کہ دو سوال تھے ماالایمان، ماالاسلام ،اور یہ سوال ہے مَاالْاِحْسَانُ،تو آج الحمدللہ! ایمان بھی موجود ہے، اسلام بھی موجود ہے، کتنی بڑی تعداد میں دنیا میں مسلمان ہیں، اور عملی طور پر اسلام کو دیکھنے کے لئے آپ دیکھیں کہ دنیا کے کسی کونہ میں چلے جائیں وہاں مساجد آباد ہیں۔

زکریا مسجد کا ابتدائی حال

ماشاءاللہ، آپ کی یہ مسجد کس قدر آباد ہے۔مگر جب اِس مسجد میں، میں نے سب سے پہلا جمعہ ۶۸ ؁ میں پڑھایا تھا، اُس کے بعد ہفتہ کا دن گذرا تو ماشاءاللہ پانچوں نمازیں ہوئیں۔ اتوار کا دن گذرا، پھر مجھے شام کو دوست کہنے لگے کہ دیکھئے! یہ ہفتہ اتوار کو تو چونکہ چھٹی تھی اِس لئے مصلی تھے نمازوں میں، عشاء میں بھی اور فجر میں بھی،مگر اب سارا ہفتہ سب کے سب کام پر جائیں گے،تو عشاء میں اور فجر میں، یہاں ایک ہمارے دوست تھے حاجی صاحب سولیسٹر، وہ اوراُن کے ساتھی مجھے کہنے لگے کہ آپ عشاء میں بھی نہ آئیں اور فجر میں بھی نہ آئیں۔اِس لئے کہ اِن نمازوں میں کوئی نہیں آئے گا، خدانخواستہ رات کو آپ اکیلے عشاء کی نماز میں آئیں گے، اکیلے واپس جائیں گے، کہیں راستہ میں آپ کو کوئی گورے مل جائیں گے ،شرابی مل جائیں گے،اور آپ کو کوئی تکلیف پہنچائیں، اِس سے بہتر یہ ہے کہ آپ نہ آئیں۔

میں نے اُن سے عرض کیا کہ نہیں! میرا کام تو یہ ہے کہ میں آکر مسجد کھولوں گا،اور کوئی نہیں ہوا تو اذان دے دوں گا، انتظار کروں گا،تو واقعی جیسا اُنہوں نے کہا تھا،کبھی کبھار تو کوئی آجاتا تھا ورنہ عشاء میں اور فجر میں کوئی ہوتا ہی نہیں تھا، اِس لئے کہ سب کام پر ہوتے تھے۔

سب سے پہلے عشاء کی نماز میں نندیوار والے یونس بھائی وہ پابندی سے عشاء کی نماز میں آنا شروع ہوئے ،تو مجھے اِتنی خوشی ہوئی کہ الحمدللہ! چلو نماز کے لئے ساتھی مل گیا، وحشت بھی ہوتی

تھی، گھر سے یہاں تک آنے جانے میں کافی ڈر بھی محسوس ہوتا تھا، اور فجر کی نماز میں ایوب چوہان، وہ کہیں ہسپتال میں کام کرتے تھے وہ شروع ہوئے، تو یہ اِس مسجد کی ابتداء ہے، اور اب حال دیکھئے، الحمدللہ! پانچوں نمازوں میں ساری مسجد بھری ہوئی ہوتی ہے۔

یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ میں نے اِن حالات کے پیش نظر حضرت کو اُس زمانہ میں لکھا تھا کہ حضرت میں یہاں آتو گیا ہوں، مگر یہاں کا تو یہ حال ہے، مسجد کا یہ حال، نمازیوں کا یہ حال ہے، اور یہ کام تو صرف قرآنِ پاک حفظ کر کے بھی ہوسکتا تھا، اتنے سال تک جو کچھ پڑھا ہے، چند سال اگر یہاں رہیں گے تو سب ضائع ہوجائے گا۔ تو میں تو رو رہا ہوں کہ یہاں مسجد بھی نہیں، مکتب بھی نہیں، تھوڑے سے بچے ہوتے تھے، تقریباً ایک سو بیس پچیس تک مدرسہ میں بچے ہوں گے۔ یہ اوپر کا سب حصہ ویران تھا۔

قیام دارالعلوم

میں نے عرض کیا کہ یہاں کا ماحول ایسا ہے کہ یہاں رہنا مشکل ہے، میں واپسی کی اجازت چاہتا ہوں۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہاں واپسی کا ارادہ نہ کرو، تم وہیں رہو، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں وہاں ایسا دارالعلوم شروع کرادے جس میں حدیث اور تفسیر کا درس ہو۔

اب میں تو رو رہا ہوں کہ یہاں کچھ بھی نہیں ہے اور حضرت فرماتے ہیں کہ نہیں! وہاں سب کچھ ہوگا کہ دارالعلوم بھی بنے گا اور حدیث اور تفسیر کا درس بھی ہوگا۔

جیسا میں نے عرض کیا کہ مرحومین بھی اوپر سے دیکھ لیتے ہیں، تو اسی طرح بزرگانِ دین بھی، حق تعالیٰ شانہ جن کو بصیرت کی نگاہ عطا فرماتے ہیں وہ بھی دیکھ لیتے ہیں، تو حضرت دیکھ کر فرمارہے ہوں گے کہ تم واپس آنے کا ارادہ نہ کرو، وہیں رہو، اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید نہیں ہے کہ تمہارے ہاتھوں اللہ تعالیٰ وہاں ایسا دارالعلوم شروع کرادے جس میں حدیث اور تفسیر کا درس

ہو۔ پھر الحمدللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت کی اِن دعاؤں کے صدقہ یہ کیا کہ دارالعلوم بھی شروع ہوا، اورسب سے پہلا بخاری شریف کا ختم حضرت ہی نے کرایا اور حضرت اِس مسجد میں بھی تشریف لائے، یہاں اِس جگہ حضرت تشریف فرما ہوئے تھے۔

اِس جگہ سے بہت سی یادیں وابستہ ہیں، یہاں ہم اعتکاف کیا کرتے تھے، اِس کونہ میں، جہاں ہمارے مرحوم پاشا صاحب تھے، وہ کوشش یہ کرتے تھے کہ روز ایک قرآن شریف پڑھیں، روز ایک قرآن شریف پڑھنے کی پابندی کرتے تھے، یہیں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے، مسلسل پڑھتے رہتے تھے۔

زکریا مسجد میں پہلا اعتکاف

یہاں اعتکاف میں ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا، تو چونکہ کھڑکی اوپر کو ہے، اس لئے میں نے گھڑی پہلے تو نیچے رکھی تھی، پہلی رات تو سرہانے کے پاس رکھی، صبح اٹھنے کے لئے جو وقت میں نے سیٹ کیا تھا، تو دیکھا کہ اُس وقت میری آنکھ جو کھلی، وہ کسی کے نوک کرنے پر کھلی، لکڑی کے ساتھ وہاں اس طرح کسی نے نوک کیا، میری آنکھ کھلی، میں نے دیکھا کہ الارم تو اُس کا بٹن آف تھا، بند تھا، تو میں نے سوچا کہ مجھے یہ وہم ہوگا کسی کے نوک کا، اور میری الارم میں نے خود ہی نیند میں بند کردیا ہوگا، جب الارم بجا ہوگا تو بند کر کے میں سوگیا ہوں گا۔

میں نے دوسری رات کو گھڑی اوپر رکھ دی، یہاں اوپر کھڑکی کے پاس تاکہ میں نیند میں سے اُٹھ کر اُس کو بند کروں، تو میں جاگ جاؤں، تو دوسری رات پھر ایسا ہی ہوا کہ کوئی نوک کررہا ہے، میری آنکھ کھلی، تو میں نے اُٹھ کر گھڑی دیکھی تو پھر اُس کا بٹن دبا ہوا۔ تیسری رات پھر میں نے گھڑی وہاں اوپر رکھی اور اُٹھانے والے نے اِس طرح اٹھایا۔

میں نے جب گھڑی دیکھی، تو اُس کو مروڑ کر توڑ دیا تھا، اُس کی کمان ہی توڑ دی، اُس نے کہا کہ جب میں روز جگاتا ہوں تو تمہیں اِس کو رکھنے کی ضرورت کیا ہے؟

صفتِ احسان

آپ حضرات نے ماشاءاللہ اِس مسجد کو بہت زیادہ آباد کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ مزید آباد کرنے کی توفیق عطافرمائے، تمام مساجد کو اِسی طرح آباد فرمائے، (آمین) تو یہ ایمان بھی ہے، اسلام بھی ہے، اسلام کے اعمال بھی ہیں، مساجد بھی آباد ہیں، مگر سب سے بڑی کمی امت میں جس چیز کی ہے یہ آج کا آپ کا سبق، **ماالاحسان**، تو فرشتہ نے پوچھا کہ احسان کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ احسان یہ کہ **"اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ"** اوراب اس چیز کی جو کمی ہے امت میں اس کے ذمہ دار دو طبقے ہیں۔ ایک پہلے علماء کا طبقہ اور دوسرے نمبر پر حکام کا طبقہ، یہ صفت احسان کی علماء نے اپنے اندر سے کھو دی، جس کے نتیجہ میں تمام دنیا کے اندر فساد پھیلنا شروع ہوا، ورنہ ایک زمانہ تھا کہ جتنے بڑے بڑے سلاطین ہوتے تھے، اُن کی تاریخ اُٹھا کر آپ دیکھیں تو اُن کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ فلاں بزرگ سے بیعت تھے، فلاں بزرگ کی خدمت میں رہتے تھے۔

احمد آباد کے بانی سلطان احمد

یہ گجرات کا شہر احمد آباد، سلطان مظفر شاہ یہاں کا سب سے بڑا بادشاہ گزرا ہے، تو اِس کا بانی سلطان احمد ہے جس نے یہ شہر بنایا۔ اُس کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ شیخ احمد کھٹوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا۔

اُس نے اپنے شیخ سے درخواست کی، عرض کیا کہ حضرت! میں حضرت خضر کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا کہ بہت اچھا، تم ایک چلہ اعتکاف کرلو، تو کتنی بڑی سلطنت کا وہ بادشاہ، مگر اُس کا کام یہ الاحسان والا، کہ نہ صرف یہ کہ نام کا وہ بیعت، بلکہ کام کے لئے بھی تیار۔

چالیس دن کا اعتکاف

ہمارے یہاں دار العلوم میں طلبہ جو بخاری شریف میں ہوتے ہیں، تو بخاری شریف کے طلبہ سال کے ختم سے پہلے چالیس دن کا اعتکاف کرتے ہیں۔ جس طرح رمضان میں معتکفین روزے رکھتے ہیں، اپنا وقت مشغول گذارتے ہیں تو اِسی طرح دار العلوم میں وہ طلبہ جو اعتکاف میں ہوتے ہیں، چالیس دن تک وہ روزے رکھتے ہیں، قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے ہیں، تقریباً سات گھنٹے کے قریب اُن کے اسباق کی تعلیم ہوتی ہے۔ جو سبق ہوتا ہے اپنی جگہ، سات گھنٹے پابندی سے مسلسل اسباق ہوتے ہیں، اور اُس کے علاوہ اوقات میں اُن میں سے بہت سے طلبہ ایسے ہوتے ہیں کہ جو پندرہ پارے، بیس پارے روز پڑھ لیتے ہیں، تو اِس طرح اپنا مشغول وقت اعتکاف میں گذارتے ہیں، چالیس دن تک روزہ اعتکاف کے ساتھ مسجد میں ہوتے ہیں۔

اُس زمانہ میں سلاطین اور بادشاہ ایسے ہوا کرتے تھے کہ جب سلطان احمد شاہ نے یہ درخواست کی کہ مجھے حضرت خضر کی زیارت کرنی ہے، اُن کے شیخ احمد نے اُن کو بتایا کہ اچھا! تم ایک چلہ کا اعتکاف کرو، پہلا چلہ پورا ہونے سے پہلے فرمادیا کہ نہیں! آپ کو دوسرے چلہ کا اعتکاف بھی کرنا پڑے گا، دوسرا چلہ شروع کردیا، پھر دوسرے کے ختم سے پہلے اُنہوں نے کہا کہ نہیں! تیسرا چلہ بھی کرنا پڑے گا، تو اُنہوں نے تیسرے چلہ کا اعتکاف بھی شروع کردیا۔

اُس کے ختم سے پہلے ایک مرتبہ وہ اپنی خلوت میں، تنہائی میں، کمرہ میں تشریف فرما ہیں دروازہ بند ہے، مگر اُنہوں نے دیکھا کہ کوئی بزرگ تشریف لائے، پوچھا کہ آپ کون؟ تو فرمایا کہ جن کے لئے آپ تین چلوں سے منتظر ہیں، پوچھا کہ کیا آپ حضرت خضر ہیں؟ فرمایا کہ ہاں!

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور ملک الموت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سہارنپور میں اپنے کتب خانہ میں کتاب تصنیف فرما رہے تھے،

رمضان کا زمانہ تھا، تو تین دروازے مقفل کر کے حضرت اپنی تصنیف کے کمرہ میں تشریف فرماتھے، سیڑھی کا نیچے کا دروازہ بند، جہاں سیڑھی ختم ہوتی ہے دوسرا دروازہ بند، کتب خانہ کا دروازہ بند۔ وہاں حضرت نے اپنی دارالتصنیف میں دیکھا، اچانک کتاب لکھتے لکھتے حضرت نے محسوس کیا کہ کوئی آیا۔ سراٹھا کر دیکھا تو خوبصورت ایک نوجوان کھڑے ہوئے ہیں۔

یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی ملک الموت کی پہلی زیارت تھی، ملک الموت کو انسانی شکل میں حضرت نے پہلی مرتبہ دیکھا، اُس کے بعد پھر تین مرتبہ اور بھی ملک الموت کی حضرت کو زیارت ہوئی ہے۔

احمد آباد

اِس طرح خواجہ خضر سلطان احمد کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، اور بادشاہ نے اُن سے کہا کہ میری ایک تمنا ہے، وہ یہ کہ مجھے آپ کوئی ایسی بات بتائیں کہ جو بہت عجیب ہو، جو کسی نے مجھ سے پہلے سنی نہ ہو۔

وہ کہنے لگے کہ یہ جس جگہ آپ کا یہ کمرہ ہے اُس کے سامنے یہ جو ریگستان نظر آتا ہے، اِس ریگستان میں ایک مرتبہ میرا گذر رہوا، تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک میٹھائی والے کی دکان ہے، تو میں اُس کی دکان پر گیا، میٹھائی خریدی، تو اُس نے پیسے لینے سے انکار کیا، اور کہا کہ آپ بزرگ آدمی معلوم ہوتے ہیں مجھے آپ سے پیسے لیتے ہوئے حیا آتی ہے، تو میں نے اُن سے پوچھا کہ ماشاءاللہ! یہ آپ کا شہر بڑا عظیم الشان شہر ہے، دنیا میں اُس کی نظیر نہیں، تو یہ کتنے سالوں سے ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ یہ تو صدیوں سے چلا آرہا ہے، تو وہ شہر پانچ سو سال سے اُس جگہ آباد تھا، اُس کے بعد پانچ سو سال، کب سے یہ شہر بنا ہوگا، کب تک رہا ہوگا۔

کہتے ہیں اس کے بعد میرا اُس علاقہ میں ایک طویل عرصہ کے بعد پھر وہاں گذر رہوا، تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑا دریا بہہ رہا ہے، عین اُسی جگہ جہاں وہ شہر تھا، تو وہاں ایک مچھلی

پکڑنے والا تھا، اُس سے میں نے پوچھا کہ بھئی! یہ جس جگہ یہ دریا ہے یہاں تو کسی زمانہ میں بہت بڑا ایک شہر تھا، تو کہنے لگا کہ تم پاگل آدمی ہو، یہاں شہر کیسا؟ یہ تو صدیوں سے اسی طرح یہاں دریا بہہ رہا ہے۔ حضرت خضر فرماتے ہیں کہ تقریباً پانچ سو سال تک اس جگہ دریا بہتا رہا۔

کہتے ہیں پھر میرا ایک بڑی مدت کے بعد اسی جگہ سے گزر ہوا تو وہاں پانسو سال تک مسلسل جنگل ہی جنگل رہا، تو اب یہ تھوڑی سی آبادی اس جگہ شروع ہوئی ہے یہ جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ سلطان احمد نے دیکھا تو کہا کہ اچھا یہ تو بڑی تاریخی جگہ ہے کہ جہاں آپ کے بیان کے متعلق پانسو سال تک اتنا بڑا عظیم الشان شہر بھی رہا ہے، پانسو سال تک یہاں پانی بہتا رہا، پانسو سال تک جنگل رہا، تو میں یہ چاہتا ہوں کہ یہاں ایک شہر آباد کروں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا، خیر اس کی لمبی تفسیر ہے، اس کے سنگِ بنیاد کے لئے چار احمد تجویز ہوئے، ان کے بڑے شرائط تھے۔

یہ سلاطین کا اس زمانہ میں حال تھا کہ وہ اس لائن میں، احسان کی لائن میں جس طرح ایک عالم لگا ہوا ہوتا ہے اور اسے نسبت کے حصول کا اشتیاق ہوتا ہے کہ مجھے حق تعالیٰ شانہ کا قرب کیسے حاصل ہو، حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے ساتھ میرا تعلق کیسا ہو، تو اس طرح کے حکام اور سلاطین گذرے ہیں۔

آپ کسی جگہ کی بھی تاریخ اٹھا کر دیکھیں ان میں یہ چیزیں تھیں، اور علماء کا طبقہ ان کی قیادت کرتا تھا۔ جب سے ان دونوں طبقوں نے اس چیز کو چھوڑا، اس وقت سے عالم میں آہستہ آہستہ آہستہ شر وفساد شروع ہوا۔ اب آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارا جو حکام کا طبقہ ہے وہ تو بالکل مغرب کے طور وطرز پر اور علماء اور مدارس اور مدرسین، ان کا حال تو آپ جانتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایمان اور اسلام کے ساتھ احسان کی صفت بھی عطا فرمائے۔

تصوف کی تعریف

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں ایک بزرگ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن

صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مجلس احرار کے بانیوں میں سے تھے، وہ حضرت کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے حضرت سے ایک سوال کیا کہ حضرت! میں آپ کو ایک سوال دے کر جاتا ہوں اور میں رائے پور تین دن قیام کروں گا، جب وہاں سے واپس آؤں گا تب آپ مجھے اس کا جواب دیں، اور وہ سوال یہ ہے کہ جسے احسان اور تصوف کہتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟ میں وہاں سے آکر اس کا جواب آپ سے لوں گا۔

یہ اس لئے کہ وہ خود فرماتے تھے کہ میں تصوف کو سمجھنا چاہتا تھا، میں نے اپنے دل میں یہ سوچا تھا کہ حضرت یہ اس کی تعریف کریں گے تو میں اُس پر یہ اعتراض کروں گا۔ وہ یہ جواب دیں گے تو یہ اعتراض کروں گا، اِس لئے میں نے کہا کہ میں وہاں رائے پور جاتا ہوں، تین دن کے بعد میری واپسی ہوگی، آپ اِس کا جواب سوچ کر مجھے بتائیں، کہ احسان اور تصوف کسے کہتے ہیں؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ نہیں! اِس کی ضرورت نہیں، اِس کا جواب اپنے ساتھ ابھی لے کر جائیں، احسان اور تصوف صرف اور صرف نام ہے ''اخلاص نیت'' کا، کہ ہر چیز میں کوئی دنیا کا کام کر رہا ہو، کوئی کار خرید رہا ہو، کارخانہ بنا رہا ہو، دکان بیٹھا ہوا ہو، تجارت میں لگا ہوا ہو، شادی کر رہا ہو، بیوی بچوں کے ساتھ ہو، ہر کام میں اس کی نیت للہ، فی اللہ ہو، تو اخلاص نیت یہ احسان اور تصوف کا دوسرا نام ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس پر میں تو پوری تیاری کر کے آیا تھا، حضرت نے تو ایسی جامع اور مانع تعریف فرمائی کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا تھا اور جو منصوص ہو، اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احسان کی یہی تفسیر مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ احسان نام ہی ہے اخلاص کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی کرو کہ کَاَنَّکَ تَرَاہُ گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔

رؤیت باری تعالیٰ

شراح فرماتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حتمی طور، پر یقینی طور پر انسان ان آنکھوں سے حق تعالیٰ شانہ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتا۔

اِسی لئے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے جب درخواست کی ﴿رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ﴾ تو حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ اچھا! میرے نور کی ایک تجلی اِس پہاڑ کے اوپر ہوگی، اگر وہ اِس کی تاب لاسکتا ہے اور برداشت کرسکتا ہے تو آپ مجھے دیکھ سکتے ہیں، تو اُس نور کی تجلی کے ساتھ دیکھا کہ ﴿جَعَلَهٗ دَكًّا﴾ اِتنا بڑا پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا، اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بھی صرف ایک تجلی کے دیکھنے کی تاب نہ لاسکے اور بیہوش ہو کر گر گئے۔

یہیں سے آگے حق تعالیٰ شانہ کی ذات پر قیاس کر کے علماء کہتے ہیں کہ جتنے جواہر لطیفہ ہیں، جیسے جنات کا میں نے آپ کو قصہ بتایا، تو جناتوں کو بھی انسان دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ملائکہ کو بھی دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ غرض میں نے آپ سے عرض کیا کہ یہ جو علماء کا طبقہ ہے، یہ اور سلاطین کا طبقہ ہے، یہ ان سب کا ذمہ دار ہے، دنیا میں جو کچھ شر وفساد ہے۔

ایک لطیفہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اِس پر ایک لطیفہ سناتے تھے کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے، بہت بڑے عالم تھے۔ جب اُن کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے کو بلایا، بہت دیر تک روتے رہے، اور اخیر میں بیٹے سے کہنے لگے کہ بیٹا! مجھے اِس پر رونا آتا ہے کہ اب میں مرجاؤں گا، تو لوگ مجھے بہت بڑا عالم سمجھتے تھے، میرے پاس آتے تھے، سوالات کرتے تھے، میں نے عمر بھر بہت کوشش کی مگر تو نے کچھ پڑھ کے نہیں دیا، اب لوگ یہ سمجھ کر کہ اتنے بڑے عالم کا بیٹا ہے تیرے پاس آئیں گے، تجھ سے پوچھیں گے، تو تو کیا جواب دے گا؟

پھر خود ہی یہ بہت بڑے عالم تھے، تو کہنے لگے بیٹا! کوئی فکر کی بات نہیں، جب تجھ سے کوئی

مسئلہ پوچھے اور یقینی طور پر تو نے تو پڑھا نہیں، تجھے تو معلوم نہیں، تو بلا کھٹکے صاف یہ کہہ دینا، جب کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا تو اُس کے جواب میں کہہ دینا کہ اِس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات سے لے کر کوئی مسئلہ دنیا میں ایسا مولویوں نے باقی نہیں چھوڑا کہ جس میں اختلاف نہ کیا ہو۔

یہ غیر مقلد حضرات، جن کے بہت بڑے امام، اِن کے بزرگوں میں سے ہیں، جن کا نام ہے داؤد ظاہری، تو اِن کے متعلق ابن عربی شارِح ترمذی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ ایسا لیا جائے کہ جس میں کسی کا اختلاف نہ ہو اور قرآن اور حدیث سب ایک طرف ہو، اور سب سے پوچھا جائے کہ بھئی! یہ مسئلہ تو ایسا ہے کہ اِس میں تو کسی کو اختلاف نہیں ہونا چاہئے، تو سب کہیں گے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، اور تمام ائمہ کہیں گے کہ ہاں! ہمارا کوئی اختلاف نہیں، ہم سب کا اِس پر اتفاق ہے، مگر کہتے ہیں کہ ایک انگلی ضرور آپ اُٹھی ہوئی دیکھیں گے وہ ہے داؤد ظاہری کی، کہتے ہیں ہمارا اختلاف ہے۔

وہ بزرگ اُن کو نصیحت کر کے کہتے ہیں کہ بیٹے! جب تم سے کوئی مسئلہ پوچھے اور تمہیں اُس کا جواب معلوم نہیں ہوگا، تو اُس کے جواب میں کہہ دینا کہ اِس مسئلہ میں اختلاف ہے، کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے لے کر کوئی مسئلہ دنیا کا ایسا نہیں کہ جس میں اختلاف نہ ہو۔

یہ سارا کا سارا جو نقصان ہوا اِسی طبقہ کی وجہ سے ہیں، اور سب سے زیادہ جو نقصان ہوا اِسی وجہ سے کہ انہوں نے صفتِ احسان کو چھوڑا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا "**اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ**" کہ تم حق تعالیٰ شانہ کی ایسی عبادت کرو کہ گویا کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

رمضان المبارک میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو ہم نے سہارنپور میں دیکھا کہ اِدھر اشراق کا

وقت شروع ہوا اور حضرت نفلوں کی نیت باندھتے تھے، اور اُس میں حضرت دس پارے پڑھتے تھے، اور سردیاں تھیں تو حضرت دفتر کی مسجد کے صحن میں باہر دھوپ میں مصلیٰ بچھوا کر وہاں نماز پڑھتے تھے۔ دار جدید کے شروع کے رمضانوں میں صحن کی پہلی صف میں دائیں کونے پر دھوپ میں اس وقت نماز کا معمول تھا جس میں آٹھ دس پارے دو ڈھائی گھنٹہ میں حضرت پڑھ لیتے تھے۔

اُس وقت ہم حضرت کے پیچھے وہاں تھوڑی دیر نماز میں رہتے تھے، قرآن شریف پڑھتے، حضرت کی ڈاک وغیرہ دیکھتے، کوئی اور کام کرتے، تو اُس وقت دیکھتے تھے کہ حضرت کا یہ حصہ گردن والا سارا کا سارا، جس طرح شہد مکھیوں کا چھتہ ہوتا ہے، تو اس طرح مکھیاں پورے حصہ پر بیٹھی ہوئی ہوتی تھیں، ہمیں تو ایک مکھی بھی آئی تو چاہے نماز میں ہوں، تو بھی ہاتھ ہمارا اِس طرح چلتا رہے گا، پریشان ہو جاتے ہیں، مگر حضرت کا استغراق اِس قدر ہوتا تھا کہ حضرت کو پتہ ہی نہیں ہوتا تھا، اور اِس طرح پورے ڈھائی تین گھنٹے خشوع سے نماز جاری رہتی۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں۔ حضرت کے ایک خادم کا بیان ہے کہ حضرت کا معمول ہم نے دیکھا کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر لوگ سب کے سب چلے جاتے مگر حضرت اُس وقت بھی مسجد میں نماز میں مشغول ہوتے۔ تو کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے اپنی نماز لمبی کی، تسبیح دیر تک پڑھتا رہا، مگر دیکھا کہ حضرت ابھی نماز میں مشغول ہیں۔

ایک مرتبہ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ حضرت آخر مسجد میں کب تک رہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لئے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کیا کہ جہاں پر مسجد کی صفیں کھڑی کی جاتی ہیں، ہندوستان پاکستان میں مسجد کی صفوں کو لپیٹ کر ایک جگہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں

میں اُس کے پیچھے، اُس کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔

عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد تقریباً ایک آدھ گھنٹے کے بعد دیکھا کہ حضرت اپنی نماز سے، نفلوں سے فارغ ہوئے، اور حضرت نے اچھی طرح مڑ کر دیکھا کہ مسجد میں پیچھے کوئی ہے تو نہیں؟ دیکھ لیا کہ کوئی نہیں ہے، تو حضرت اُٹھے اور مسجد کا دروازہ اندر سے بند کیا اور اپنی جگہ مصلیٰ پر واپس تشریف لائے اور حضرت نے نماز کی نیت باندھ کر الٓمٓ سے پڑھنا شروع کیا، ایک پارہ، دو پارے، تین پارے۔

اُن کا بیان ہے کہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رکعت میں سولہ پارے پڑھے، اور دوسری رکعت میں باقی چودہ پارے، تو دو رکعت میں پورا قرآن شریف حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ختم کیا کرتے تھے، یہ اِن حضرات کی عبادت کا حال تھا، اور آج کل ہم اِس سے اپنے حالات کا موازنہ کریں۔

خیر، حق تعالیٰ شانہ نے جو احسان کی نعمت اِن حضرات کو عطا فرما رکھی تھی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرمائے، اور ابھی بھی اِس زمانہ میں بھی کوشش کریں گے تو حق تعالیٰ شانہ کسی کی کوشش کو رائگاں اور ضائع نہیں کرتے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا معمولِ تلاوت

ہمارے طلبہ جن کے متعلق میں نے عرض کیا کہ وہ اعتکاف کرتے ہیں، تو میں اُن کو ترغیب دیا کرتا ہوں کہ دیکھئے! ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول یہ تھا کہ حضرت کا معمول رمضان شریف میں روزانہ ایک قرآن شریف سے زیادہ پڑھنے کا معمول تھا، کہ پینتیس پارے، چھتیس پارے رمضان میں، دن اور رات میں حضرت پڑھ لیا کرتے تھے۔

ایک رمضان حضرت نے ایسا بھی گذارا کہ جس میں حضرت شیخ، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ایک تیسرے بزرگ تھے، تینوں نے یہ طے کیا کہ ایک رمضان ہمیں ایسا

بھی گذارنا چاہئے کہ جس میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اورامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کہ اُن کا معمول یہ تھا کہ وہ دن میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے، تو ہم یہ رمضان ایسا گذارتے ہیں کہ اس میں ایک قرآن شریف رات میں ختم کریں اور ایک دن میں ختم کریں، تو اُس رمضان میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے چھپّن قرآن شریف پڑھے تھے۔

میں نے کہا کہ یہ تو رمضان کا حال تھا، رمضان کے علاوہ اور عام دنوں میں حضرت کا معمول ساری عمر دس پارے قرآن شریف کا تھا، اور وہ کیسے؟ کہ حضرت پابندی سے ہر نماز کی اذان پر مسجد میں تشریف لے جاتے، نماز سے پہلے ایک پارہ اور نماز کے بعد کی سنتوں میں ایک پارہ، اور جن نمازوں سے پہلے جس طرح کہ مغرب اور جن کے بعد جس طرح کہ فجر اور عصر سنتیں نہیں ہیں، نفلیں نہیں ہیں، تو اُن کے پارے حضرت تہجد میں پڑھتے تھے، ساڑھے تین پارے، اور کچھ پارے عشاء کی نماز کے بعد کی سنتوں میں پڑھ لیتے تھے، تو کم سے کم حضرت کا روزانہ کا معمول دس پارے، اور ہر ڈھائی دن کے بعد تیسرے دن کے غروب سے پہلے تک حضرت کا قرآن شریف ختم ہوتا تھا۔

میں طلبہ کو کہا کرتا ہوں کہ آپ لوگ بھی اگر ہر نماز سے پہلے ایک پارہ پڑھ لیں اور اُس کے بعد ایک پارہ تو آپ کا بھی تیسرے دن قرآن شریف ختم ہوسکتا ہے، تو اکثر طلبہ الحمدللہ! اِس کا اہتمام کرتے ہیں، اور کئی ایک طلبہ نے یہ بھی بتایا کہ ہم نے جس سال اعتکاف کیا تھا تو اُس سال دس پارے پڑھنے کا معمول بنایا تھا اور فراغت کے بعد مجھے اتنا عرصہ ہوگیا گھر پر آئے ہوئے، مگر اب تک الحمدللہ! میں روز دس پارے آسانی سے پڑھ لیتا ہوں، تو یہ بہت بڑی دولت ہے۔

حضرت شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر واشغال سے نسبت

کی جو دیوار تعمیر ہوتی ہے وہ ایسی جیسے ریت کی دیوار اور تلاوت قرآن سے جو نسبت تعمیر ہوتی ہے وہ مضبوط اور پختہ ہوتی ہے۔ آپ حضرت تھانوی قدس سرہ کے خلفاء میں ہیں اور اونچے خلفاء میں سے ہیں، آپ عمرہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، تو سفر سے پہلے حضرت ایک شعر پڑھا کرتے تھے کہ

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالو گے تم تربت پر میری
خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

یہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عمرہ پر تشریف لے جا رہے ہیں، اُس سے پہلے یہ شعر آپ نے پڑھا بھی، مگر کوئی اِس کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔ جب دس بارہ دن کے بعد راستہ سے اطلاع آئی کہ حضرت کا جہاز ہی میں، اسٹیمر میں وصال ہو گیا، اور بہت زیادہ کوششوں کے باوجود بھی حضرت کی میت کو جدّہ کے ساحل تک وہ نہیں لے جا سکے اور حضرت کو سمندر ہی میں دفن کرنا پڑا، تو وہ شعر صادق آیا کہ

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالو گے تم تربت پر میری
خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

تلاوت کی نسبت

غرض حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر، تسبیح، اور دوسرے معمولات کے ذریعہ بھی نسبت اور احسان کی دیوار تیار ہوتی ہے، اُس کی عمارت تیار

ہوتی ہے، مگر قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعہ جو نسبت حاصل ہوتی ہے وہ بہت زیادہ پائیدار اور مضبوط۔

فرماتے ہیں کہ اُس کی مثال یوں سمجھئے! جس طرح کہ بچہ ریت سے کوئی دیوار تیار کرتا ہے، تو ذکر اور اذکار اور معمولات کے ذریعہ جو تیار ہوتی ہے وہ ریت والی دیوار اور ریت والی تعمیر، اور جو قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعہ نسبت حاصل ہوتی ہے وہ اِس قدر پختہ ہوتی ہے جس طرح کہ پکی عمارت۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " **اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ** "کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرو، اِس طرح گویا کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار تو آخرت میں ہوگا، جنت میں ہوگا، اور وہاں عام جنتیوں کو جمعہ کے دن، جمعہ کا دن اُس کے لئے مخصوص ہوگا، خاص طور پر جمعہ کے دن تمام اہل جنت کو حق تعالیٰ شانہ کا دیدار ہوگا۔ یہاں علماء نے ایک اور بحث چھیڑی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جیسے حق تعالیٰ شانہ کا دیدار اہل ایمان کو اور جنتیوں کو ہوگا، تو آیا ملائکہ کو بھی ہوگا کہ نہیں ہوگا؟

ملائکہ اور رؤیت باری تعالیٰ

ایک بزرگ گذرے ہیں حضرت مولانا قطب عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اُن کے ایک صاحب زادے میاں مخدوم، وہ اپنے استاذ حضرت صدر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پڑھنے کے لئے جایا کرتے تھے۔

حضرت مولانا صدر جہاں معقولات، منقولات کے بہت بڑے عالم، اِن کو یہ تصوف اور مشائخ سے زیادہ تعلق اور اُنسیت نہیں تھی، بلکہ اعتراض تھا، تو حضرت قطب عالم کے صاحب زادے جب اُن کی خدمت میں جاتے، تو اُن کے ابّا کے متعلق کوئی نہ کوئی وہ کلمات کہتے، جس سے اِن کو بڑا دُکھ ہوتا تھا، مگر والد صاحب اُن کو بھیجتے اُنہیں کے پاس پڑھنے کے لئے، تو جانا پڑتا

تھا۔

ایک مرتبہ اُنہوں نے حضرت قطب عالم کے متعلق کچھ کلمات کہے جس کی وجہ سے اِن کو رونا آ گیا، بہت زیادہ روئے۔ تو صدر جہاں کہنے لگے میں تمہیں روز کچھ نہ کچھ سناتا تو ہوں، مگر تم آج روئے کیوں؟ کہنے لگے آپ میرے استاذ ہیں، اتنے بڑے عالم ہیں اور مجھے آپ پر حیرت ہے کہ آپ کتنے بڑے شیخ کے فیض سے محروم ہیں، کہ جس سے ساری دنیا فیض یاب ہو رہی ہے اور آپ اُس سے محروم، بلکہ معترض اور منکر، تو مجھے آپ کے حال پر رونا آتا ہے، کہ آپ میرے استاذ بھی ہو۔

اِن کا رونا دیکھ کر اُن کا دل پسیج گیا، وہ کہنے لگے اچھا! میں تمہارے ابّا کی خدمت میں آ سکتا ہوں مگر میری چند شرطیں ہیں۔ ایک شرط یہ کہ میں نے سنا ہے کہ وہ ریشمی لباس پہنتے ہیں، دوسرے یہ کہ ریشمی بستر اُن کا ہوتا ہے، تو کم از کم میں جاؤں اُس دن میں اِس حال میں اُن کو نہ دیکھوں، مجھ سے نہیں رہا جائے گا اور میں اُن کو سب کے سامنے ٹوک دوں گا۔ وہ روتے ہوئے کہنے لگے کہ وہ تو فقیر آدمی ہیں اُن کو ریشم سے کیا تعلق؟ آپ کو جس طرح کسی نے بیان کر دیا بلا تحقیق آپ نے اُس کو مان لیا۔

تیسری بات یہ کہ جب میں اُن کے پاس پہنچوں تو وہ کوئی ایسا علمی مسئلہ بیان کریں کہ جو علماء تک بھی نہ جانتے ہوں، اور علماء میں وہ مسئلہ متداول نہ ہو، اور چوتھی شرط یہ ہے کہ میں جب اُن کی خدمت میں جاؤں تو جو کوئی ان کے پاس جاتا ہے ان کو پیسے دیتے ہیں، ہدایا دیتے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اُن کی آمدنی کوئی نہیں، اور یہ ہدایا وغیرہ اِتنا خزانہ اُن کے پاس کہاں سے آتا ہے؟ کہ کسی کو ہیرے کی انگوٹھی دے دی، سونے کی انگوٹھی دے دی، کسی کو پیسے دے دئے، تو ضرور اُنہوں نے جن تابع کر رکھا ہے کہ جو دوسروں کے پیسے چرا کر اِن کو لا کر دیتے ہیں اور وہ آگے اپنے ماننے والوں کو دیتے ہیں۔

دستِ غیب

ایک مرتبہ ہمارے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ جب یہاں تشریف لائے تھے تو مجھے کہنے لگے کہ مولوی یوسف تمہیں دستِ غیب چاہئے؟ میں نے کہا نہیں حضرت۔ کہا کیوں؟ فلاں فلاں تو مجھ سے مانگ رہے تھے، میں نے کہا نہیں! حضرت مجھے نہیں چاہئے، کہا کیوں؟ کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اِس پر بھی میں دنیا کا بڑا حریص اور کتّا بنا ہوا ہوں اور کچھ آجائے گا تو آخرت سے اور زیادہ غفلت ہوجائے گی۔ بس جس حال میں ہوں وہی مجھے پسند ہے۔

پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ اچھا! یہ بتایئے! کہ یہ دستِ غیب جو کسی کو حاصل ہوتا ہے تو اُس میں امداد کہاں سے آتی ہے؟ تو میں نے کہا کہ ایک صورت تو اُس کی یہ ہے کہ جنات لاکر رکھتے ہیں۔ دوسری یہ کہ حق تعالیٰ شانہ خود اپنے کسی بندہ کے ساتھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے، پینے کے جو معجزات ظاہر ہوئے، اُسی طریق پر حق تعالیٰ شانہ اُن کے لئے ذریعہ برکت فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ

اِس پر حضرت مفتی صاحب نے قصہ سنایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ کا لکھنؤ کا سفر ہوا۔ جن دنوں حضرت لکھنؤ تشریف لے گئے تو اُن دنوں وہاں لکھنؤ میں حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تمام شہر والوں کی، کیا مسلمان، کیا ہندو، کیا ہریجن، کیا غریب، فقیر، سب کی دعوت ہوتی تھی، اور سب کی باقاعدہ الگ الگ دعوت، جو گوشت نہیں کھاتے اُن کے لئے سبزیاں، اور اُس کے لئے مَنوں مشک اور عنبر اور زعفران لایا جاتا تھا، اور اُس کو کوٹا جاتا تھا اور تیار کیا جاتا تھا۔

حضرت تھانوی قدس سرہ اُن دنوں لکھنؤ پہنچے اور دعوت ہورہی تھی، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ

علیہ نے یہی جملہ فرمایا جو مولانا صدر جہاں نے فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اُن کی آمدنی کا حال معلوم نہیں اور وہ ہر سال اتنی بڑی دعوت کرتے ہیں تین دن تک، لاکھوں انسانوں کی۔ حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے کسی پرچہ میں اُس دعوت کی تفصیل لکھی ہے، اس سے بہت زیادہ کہ جو کوئی بادشاہ بھی نہیں کرسکتا، تو اُنہیں بھی دستِ غیب حاصل تھا جیسا کہ شاہ یعقوب صاحب مجددی کا دست غیب مشہور تھا۔

شاہ یعقوب مجددی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی صاحب نے بتایا کہ اُن کے دستِ غیب پر کسی کو اشکال ہوا۔ معترض نے دل میں سوچا کہ خود ہی اِن کے ماننے والے پیسے اُس جگہ رکھ دیتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ دستِ غیب حاصل ہوگیا۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک الماری تھی، تو اُس کی چابی ہر وقت حضرت کے جیب میں رہتی تھی، جب کبھی کہیں کسی رقم کی ضرورت پیش آئی تو حضرت نے وہ چابی دی، الماری کھولی اور اُس میں سے اتنے پیسے جتنے حضرت نے فرمائے مل گئے۔

جب یہ صاحب جن کو اشکال ہوا تھا، وہ حضرت کے یہاں تشریف لے گئے، تو حضرت نے وہ چابی اُن کی طرف پھینکی اور فرمایا کہ اچھا بھئی! فلاں کو اِتنے پیسے اِس میں سے نکال کر دے دو۔ اُنہوں نے وہ رقم اُس میں سے نکال کر اُن کے حوالہ کردی۔ نماز کا وقت ہوگیا، حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُٹھ کر نماز کے لئے تشریف لے گئے، تو یہ اِس دوران میں چابی اِن صاحب کے پاس ہی رہی۔ نماز سے جب واپس تشریف لا رہے تھے تو حضرت نے پھر اِن سے فرمایا کہ اچھا بھئی! یہ جو فلاں صاحب ابھی آئیں گے تو اُن کو اتنے ہزار روپئے اُس میں سے نکال کر دے دینا۔

اُن کا بیان ہے، وہ کہتے ہیں کہ آج پتہ چلے گا کہ یہ سچ مچ دستِ غیب حاصل ہے یا کوئی یہاں

رکھ دیتا ہے؟ اِس لئے کہ چابی میرے پاس ہے، میں نے الماری بند کی تو اُس وقت اُس میں ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔ لیکن جیسے ہی حضرت کے فرمانے کے مطابق انہوں نے الماری کھولی تو جتنی دس ہزار رقم حضرت نے بتائی اِتنے پیسے وہاں رکھے ہوئے تھے، تب اُن کو اطمینان ہوا کہ نہیں! یہ کوئی پیسے اِس میں رکھتا نہیں ہے۔

یہاں بھی حضرت صدر جہاں نے شرط کی کہ مجھے اِن کی آمدنی کا حال معلوم ہے مگر یہ ہر جانے والے کو سونا اور چاندی اپنی طرف سے عطا فرماتے ہیں، یہ میرے نزدیک قابلِ اشکال ہے، تو میری شرط یہ کہ جب میں اُن کے پاس جاؤں تو یہ مجھے کوئی چیز نہ دیں، کوئی ہدیہ میں اُن سے لوں گا نہیں۔

پھر چلے، دونوں استاذ شاگرد۔ قطب عالم کے یہاں جب پہنچے تو میاں مخدوم کہنے لگے کہ دیکھئے! اگر میں پہلے اندر گیا تو آپ یہ سوچو گے کہ میں نے حضرت سے کچھ کہہ دیا ہوگا۔ یہ جتنی باتیں آپ نے میرے ساتھ کی ہیں، سوائے آپ کے اور میرے اور کوئی اِس کو جانتا نہیں، اِس لئے میں یہیں ٹھہر جاتا ہوں اور اندر کسی خادم کو آواز دے کر بلاتے ہیں اور وہ حضرت کو آپ کے آنے کی اطلاع دیں گے، تا کہ آپ کو میرے متعلق یہ اشکال نہ ہو کہ میں نے حضرت سے کوئی بات کی ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب یہاں دارالعلوم تشریف لائے تو ہمارے گلاسگو والے شاہین صاحب حضرت کے کمرہ سے باہر نکلے روتے ہوئے، کہنے لگے کہ عجیب بات ہے، میں حضرت کی خدمت میں پہنچا، دو چیزوں کی درخواست کرنی تھی، ایک تو یہ کہ حضرت کو وہاں گلاسگو لے جانا ہے، تو جس طرح حضرت فرمائیں گے ہیلی کوپٹر یہاں دارالعلوم اترے گا، دارالعلوم ہی سے سیدھا وہاں مسجد، اور جتنی دیر حضرت منظور فرمائیں گے اُتنی دیر کے لئے حضرت کو وہاں لے

جائیں گے، اور دوسری درخواست یہ تھی کہ ہمارے یہاں جو مسجد تعمیر ہونے والی ہے، اُس مسجد کے لئے حضرت سے برکت کے طور پر کچھ چندہ کی درخواست کرنی ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے جیسے ہی مصافحہ کیا، تو مصافحہ کے ساتھ ہی حضرت نے فرمایا کہ ارے چودھری صاحب! میں نے تو آپ کی مسجد کے لئے کچھ دینے کی نیت کر رکھی ہے، لاؤ بھئی! ابوالحسن، اور پیسے اُن کو نکال کر دے دئے، یہ تو آپ کی مسجد کے لئے اور دوسرا یہ کہ میں نے یوسف سے یہ وعدہ لیا ہوا ہے کہ میں کہیں جاؤں گا نہیں، لوگ دعوت دیں گے کہ ہمارے شہر بھی حضرت کو لے آؤ، تو اِنکار کر دینا، میں نے کہا ہے یوسف سے کہ اِنکار تجھے کرنا ہوگا اور میں کہیں جاؤں گا نہیں، تو حضرت کو، جیسے ہی داخل ہوئے تو اِس پر اطلاع ہوگئی، بارہا حضرت کے یہاں ایسا ہوتا تھا۔

اسی طرح یہاں میاں مخدوم نے قطب عالم کی خدمت میں کسی خادم کو بھیجا کہ حضرت صدر جہاں آپ کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہوئے ہیں، اِن کو بٹھایا۔ اِتنے میں تھوڑی دیر کے بعد حضرت تشریف لائے، تو دیکھا کہ بالکل فقیرانہ لباس، اور جس مسند پر حضرت بیٹھتے ہیں وہ چمڑے کی، اس کے اندر بھوسہ بھرا ہوا ہے، تو اپنے شاگرد کو کہنے لگے کہ دو شرطیں تو پوری ہوگئیں، کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ایسا ریشمی اور شاہانہ لباس پہنتے ہیں اور شاہانہ بستر گدّے استعمال کرتے ہیں، یہ تو دونوں چیزیں غلط نکلیں۔

اِتنے میں حضرت قطب عالم فرمانے لگے کہ اچھا! مولانا صدر جہاں! آپ یہ تو بتایئے کہ ملائکہ کو بھی آخرت میں حق تعالیٰ شانہ کی رؤیت اور زیارت اور دیدار ہوگا یا نہیں؟ تو اِنھوں نے عرض کیا کہ نہیں، نہیں ہوگا، اُن کو حق تعالیٰ شانہ کی زیارت نہیں ہو سکے گی، وہ حق تعالیٰ شانہ کی زیارت کی تاب نہیں لا سکتے، کیوں کہ اُن کی ارواحِ لطیفہ اور جواہر لطیفہ سے حق تعالیٰ شانہ نے تخلیق فرمائی ہے۔

اِس پر پھر حضرت مولانا قطب عالم نے دلائل قائم کرنے شروع کئے اور ایک رسالہ کا ذکر کیا،

کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا اِس پر مستقل ایک رسالہ ہے کہ ملائکہ کو حق تعالیٰ شانہ کی زیارت ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اور اُس میں جتنے ادلہ مذکور تھے تمام کے تمام حضرت نے دہرائے، اور ہر دلیل کو ذکر کر کے اُس کا جواب، ہر ایک کو ذکر کرتے اور اُس پر اعتراض وارد کرتے، اور اخیر میں حضرت نے اپنی طرف سے ایک جواب دیا، تو وہ جواب سن کر صدر جہاں کہنے لگے کہ ماشاء اللہ! یہ تو آپ کا علم علمِ لدُنّی، علمِ وہبی معلوم ہوتا ہے۔

حضرت قطب عالم فرمانے لگے کہ اچھا! آپ علم وہبی کہہ کر میری سالہا سال کی محنتوں کو رد کرنا چاہتے ہیں؟ یہ دیکھئے! سارے نشانات پڑ گئے، وہ اِس طرح کہنیاں ٹیک لگا کر مطالعہ کیا کرتے تھے، تو یہ دونوں ٹخنوں پر جس طرح ہمارے پیر پر نشان پڑ جاتے ہیں، کالے ہو جاتے ہیں سائڈ سے، تو اِس طرح اُن کی دونوں کہنیاں بتائیں کہ دیکھو! مطالعہ کرتے کرتے میری کہنیوں کا یہ حال ہے، اور آپ علم وہبی کہہ کر سالہا سال کی میری محنت کو ٹھکرانا چاہتے ہو؟ یہ علم وہبی نہیں، میں نے اِس کو الحمد للہ! محنت کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔

وہ اپنے خادم کو فرمانے لگے کہ تینوں شرطیں تو پوری ہوگئیں، ایک شرط یہ تھی کہ ایسا مسئلہ کہ جو علماء میں متداول نہ ہو، وہ بحث کے لئے چھیڑ دیں، تو یہ ملائکہ کو رویت ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اور جتنا اِس کے متعلق مجھے بھی معلوم نہیں تھا اُتنے دلائل اور جواب اِنہوں نے سنا دئے۔

اب مصافحہ کر کے واپس جانے لگے تو صدر جہاں اونی چادر اوڑھے ہوئے تھے، تو صدر جہاں نے دیکھا کہ چادر کے کونہ میں کوئی چیز باندھی ہوئی ہے، لٹک رہی ہے، تو اُنہوں نے ٹٹولا دیکھا تو سونے کی ڈلی، تو وہ اپنے شاگرد کو، میاں مخدوم کو کہنے لگے کہ دیکھئے! تین شرطیں تو پوری ہوگئیں، مگر یہ ایک چوتھی شرط میں نے جو آپ سے کہی تھی کہ میں ہدیہ نہیں لوں گا، اِس لئے کہ اِن کی آمدنی کا حال مجھے معلوم نہیں، اِس لئے میں نہیں لے سکتا، اِس لئے آپ اِن سے میری طرف سے درخواست کریں کہ میری یہ شرط تھی کہ میں ہدیہ نہیں لوں گا۔

اُنہوں نے جا کر جب عرض کیا تو حضرت قطب عالم فرمانے لگے کہ اچھا! مولانا آپ تو اِتنے

بڑے عالم ہیں میں نے آپ کو یہ سونا کب پیش کیا کہ آپ میرے ذمہ یہ تہمت لگا رہے ہیں کہ میں نے آپ کو دیا ہے؟ یا میرا خادم آپ کے پاس کوئی آیا نہیں کہ جس نے آپ کی چادر کے ساتھ اِس کو باندھ دیا ہو، آپ اپنی جگہ پر جب سے آئے ہیں تشریف فرما ہیں، اور! جو حق تعالیٰ شانہ سونے کو اپنی معدن میں کان میں پیدا کرسکتا ہے وہ کسی فقیر کی دعا کے ذریعہ آپ کی چادر کے کونہ میں بھی اس کو پیدا کرسکتا ہے۔

یہ رؤیت کے اوپر میں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ شانہ کی رویت ملائکہ کو ہوگی یا نہیں؟ اسی حدیث پر کہ ''اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ''آگے سارا مضمون آپ کے مولانا عبدالرحیم صاحب آئندہ ہفتہ پورا کریں گے۔

دعا کرلیجئے حق تعالیٰ شانہ ہمیں نسبت اوراحسان سے متصف ہونے کی توفیق عطا فرمائے، جس طرح اکابر نوراللہ مراقدہم نے مجاہدات کئے، ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

یہ جو حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کو دستِ غیب حاصل تھا، لکھنؤ کے بہت بڑے پیر تھے، وہاں کسی زمانہ میں لکھنؤ میں قرأت کا مدرسہ بڑا مشہور تھا، مدرسہ فرقانیہ، اُس کے بانی تھے۔ان کے پیر حضرت مولانا موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ یہ ترکیسر میں رہتے تھے، تو حضرت موسیٰ جی رحمۃ اللہ علیہ مجاہدات اِس قدر کرتے تھے کہ جب حضرت کا معمول سردیوں کی راتوں میں پورا نہیں ہوتا تھا اور حضرت کو خطرہ ہوتا تھا کہ مجھے نیند آجائے گی اور میرا معمول ادھورا رہ جائے گا، تو حضرت حوض میں اپنے پیر لٹکا کر مسجد میں بیٹھ کر معمول پورا کیا کرتے تھے تاکہ نیند نہ آئے۔

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ میں رہتے تھے، کبھی ترکیسر کا اور موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی سنا نہیں تھا۔ اُن کے استاذ تھے حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی

رحمۃ اللہ علیہ، بہت بڑے بزرگ تھے، بہت بڑے عالم، جن کی تصانیف عرب میں آج کل بہت مشہور ہیں، شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی کتابیں وہاں عرب میں بہت شائع کیں۔

ایک دن صبح اپنے استاذ سے عرض کرنے لگے کہ حضرت! آج میں نے عجیب خواب دیکھا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ تم یہاں لکھنؤ سے بمبئی جاؤ، اور بمبئی سے ریل میں سفر کرکے کیم پہنچو، اور کیم ریل سے اُتر کر آٹھ دس میل پر ایک ترکیسر نامی قصبہ ہے وہاں پیدل جاؤ، جب وہاں پہنچو گے تو وہاں اِس طرح بستی ہے اور اُس میں یہ جامع مسجد ہے، اور اُس محلّہ میں حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ یہ بزرگ ہیں، اُن کی صورت دکھائی۔

استاذ نے، مولانا عبدالحی صاحب نے جب خواب سنا تو بہت مبارک باد دی اور ارشاد فرمایا کہ اس میں تعبیر کی کیا ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، تمہیں ضرور جانا چاہئے، تو فوراً سفر کیا، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اُسی طرح بمبئی، وہاں سے کیم، اور کیم اُتر کر پیدل اُس زمانہ میں بسیں نہیں تھیں، تو پیدل ترکیسر پہنچے، اور معلوم کیا کہ جامع مسجد کس طرف، اس جامع مسجد کے محلّہ میں جب پہنچے تو جامع مسجد کے پیچھے والے محلّہ میں حضرت کا مکان تھا، تو حضرت مولانا موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے قریب جب پہنچے، تو خود حضرت بیلوں کو چارہ ڈال رہے تھے، تو اُنہوں نے دور سے کھڑے ہوکر کہا السلام علیکم، تو حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وعلیکم السلام، اچھا! خواب دیکھ کر تشریف لے آئے؟

میں نے عرض کیا کہ یہ پورا ایک نظام ہے کہ حضرت موسیٰ جی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہے کہ کیا خواب دیکھ کر آئے ہیں اور حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھر والوں کو ایک ہفتہ پہلے ہی اطلاع دے رہے ہیں کہ بیٹا آنے والا ہے، مولانا احمداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سارے جامعہ حسینیہ والے تعزیت کے لئے ہمارے یہاں پہلے ہی آگئے کہ مولانا بورسدی

صاحب کا کل انتقال ہونے والا ہے،تو یہ غیبی نظام ہے،حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں وہ دل عطا فرمائے، وہ آنکھیں عطا فرمائے،جس سے ہم اِس کو دیکھ پائیں،اورحق تعالیٰ شانہ اِس احسان اورنسبت کی صفت سے ہمیں متصف فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین.

أَلْحَمْدُ لِلّٰه! أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلِ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ نَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْکَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَ مَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْه وَ عَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَکَ و سَلَّمَ تَسْلِيْمًا کَثِيْرًا کَثِيْرًا.

أَمَّـا بَـعْـد! فاعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم. بسم اللّٰه الرحمن الرحيم﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ . وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت یہ دعا فرمائی تھی، ہم بھی آج یہ دعا کرتے ہیں﴿ **رَبَّـنَـا تَـقَـبَّـلْ مِـنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ . وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْــتَ التَّـوَّابُ الــرَّحِيْـمُ** ﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ اِس کارِ عظیم کو قبول فرمائے، جن جن دوستوں نے جس طرح اِس کارِ خیر میں حصہ لیا، اللہ اُن کو جزائے خیر دے، اُن کی جان، مال، عزت میں، دنیا اور آخرت میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ واقعی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ ایسی عظیم الشان مسجد مختصر وقت میں تعمیر ہوگئی اور اب یہ بھی اِس وقت ناکافی ہے۔

اِس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مصلیوں نے، بچوں نے تیئیس سال تک پرانی مسجد میں گذارہ کیا ہوگا، اُس سے پہلے بینک کے دفتر والی جو مسجد تھی اُس میں کئی سال گذارہ کرتے رہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک کمرہ کی وہ چھوٹی سی ایک مسجد تھی۔

ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ اُس میں چھوٹا سا مجمع تھا، دس پندرہ آدمی سامنے ہوں گے اور ایک بہت بڑا عظیم انسان، علم کے اعتبار سے، جثہ کے اعتبار سے، قد وقامت کے اعتبار سے، حضرت مولانا احمد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ منبر پر تشریف فرماتھے اور بیان فرما رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اپنے علم کے اعتبار سے بھی، روحانیت میں بھی وہ بڑے عظیم تھے۔اس کے کئی واقعات ہیں۔

اللھم نور قلبی

آپ کی یہ مسجد مسجد نور ہے، اور قرآن پاک میں ہے ﴿ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ﴾ نور کے تام ہونے کی ، پورا ہونے کی، اِتمام کی دعا کی جاتی ہے، اور وہ حاصل ہوتا ہے "بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ " کہ تاریکیوں میں، رات کے وقت، مغرب، عشاء، فجر میں خاص طور پر جماعت میں حاضری کے لئے جو قدم مسجد میں چلتے ہوں گے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اُن کو خوش خبری سنا دیجئے" بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " وہ نور بھی کونسا؟ جو اِس آیت میں مانگا گیا ہے ﴿ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا ﴾

یہ آپ کی مسجدِ نور بڑی مبارک مسجد ہے، اِس کا نام بڑا مبارک، کہ کہاں مدینہ منورہ سے حضرت مولانا سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سے یہ چلا۔ پوری دنیا میں جہاں کہیں جاؤ، مرکز جہاں بھی ہوتا ہے، جہاں تبلیغی کام ہوتا ہے اُس کا نام مسجد نور ہے۔

نور، قرآن پاک میں اُس کا ذکر، احادیث میں اُس کا ذکر، ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ شانہ کے متعلق سوال کیا گیا، ارشاد فرمایا ”نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ“ دوسری روایت ہے ” نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ “تیسری روایت ہے ” نُوْرَانِیٌّ اُرَاہُ “ تو یہ نور واقعی ایک حقیقت ہے اور ہر مسلمان اگر اُس نے اِس دنیا میں اُس کا مشاہدہ نہ کیا، تو جب آنکھ بند ہونے لگے گی تب وہ ضرور دیکھے گا۔

کعبۃ اللہ تک نور ہی نور

حدیث پاک میں نور کا ذکر آتا ہے کہ جو جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرتے ہیں، تو جہاں اُس نے سورۂ کہف کی تلاوت کی، اُس جگہ سے لے کر کعبۃ اللہ تک اُس کے لئے نور بنادیا جاتا ہے، نور کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس تو وہ آنکھیں، وہ دل نہیں کہ جس سے ہم اِس نور کو دیکھ پائیں، مگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی مبارک جماعت کتنی بابرکت، کتنی مبارک، وہ حضرات فرماتے ہیں، آپ نے قصہ سنا ہوگا، اُحد کے ذکر میں بارہا سنا ہے۔

جب کوئی ساتھی استنبول جا کر وہاں جو تبرکات ہیں اُس کی زیارت کر کے آتے ہیں، اُس فہرست میں جب سناتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک، دانت مبارک بھی وہاں ہیں، تو تعجب ہوتا ہے کہ گھڑنے والوں نے کیا کیا چیزیں گھڑ لی ہیں اور کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی۔

حالانکہ احد میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دانت مبارک مکمل شہید نہیں ہوا تھا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جو سامنے والے دانت مبارک رُباعی دانت تھے، تو اُس کا تھوڑا سا حصہ، ذرا سا ٹوٹ گیا تھا۔ تو آپ نے بھی دیکھا ہوگا بچوں میں، بڑوں میں کہ جس کے دانت کا کوئی ذرا سا حصہ صحیح جگہ سے ٹوٹا ہوا ہو، تو وہ بہت پیارا لگتا ہے۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین تھے مگر دو دانت کے بیچ

کا یہ ٹوٹا ہوا حصہ نظر آتا تھا تو آپ کا حسن دوبالا ہو جاتا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے تو اس ٹوٹے ہوئے دانت کے حصہ سے ہم نور نکلتا ہوا دیکھتے تھے۔

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میں نے جو مولانا احمد اللہ صاحب کا یہاں ذکر کیا ہے وہ اِس لئے کہ ہمارا دارالعلوم جب خریدا گیا، تو آپ کے یہاں اِس مجمع میں تو سینکڑوں ہوں گے کہ جنہوں نے ہمارے اُس ٹوٹے پھوٹے دارالعلوم کو اُس وقت دیکھا تھا، کہ اُس میں کئی سو شیشوں میں ایک شیشہ اُس کا سلامت نہیں تھا۔ اُس کی چھت کہیں سے محفوظ نہیں تھی، اندر تالاب بنا رہتا تھا، چھت سے پانی اندر آتا تھا۔

ایسی عمارت میں ایک جگہ چھوٹی سی صاف کر کے ہم نے جلسہ کیا۔ سب سے پہلا جلسہ جس میں حضرت مولانا احمد اللہ صاحب تشریف لائے اور اُنہوں نے بیان فرمایا تھا۔ اور کوئی ہزاروں کا مجمع سامنے نہیں تھا کہ مقرّر جوش میں کچھ کہہ دے، ساتھی دو سو، تین سو کے درمیان رہے ہوں گے۔

حضرت ایسی ٹوٹی پھوٹی جگہ میں بیان فرما رہے ہیں، اُس ٹوٹی پھوٹی عمارت کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے کہ ''میں یہاں سے ایک نور اُٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں جو پورے عالم میں پھیلے گا'' اور صرف وہ اُن کے اِس دعوے کی، اِس پیشین گوئی کی تصدیق اور اُس کی دلیل کے طور پر میں صرف ایک چیز کا ذکر کرتا ہوں کہ جولائی میں ہماری جو دارالعلوم کی ویب سائٹ ہے تو اُس کے جو نوجوان سیٹ کرنے والے ہیں اُن سے میں نے پوچھا، اور میں انہیں پوچھتا رہتا ہوں کہ اِس مہینہ کتنے دنیا بھر کے انسانوں نے اِس کو دیکھا۔

اُنہوں نے کہا کہ چار لاکھ اور ستر ہزار انسانوں نے دنیا بھر سے ہماری وَیب سائٹ کا مشاہدہ کیا اور اُس سے فائدہ اُٹھایا، ہاف ملین کے قریب لوگ اُس وَیب سائٹ پر آئے ہیں، تو اللہ

تبارک وتعالیٰ جب دل کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں، تو نہ صرف دیوار کے پیچھے کی چیز، بلکہ سالوں بعد کے واقعات منکشف ہوتے ہیں۔

دارالعلوم کا یہ قصہ تو یہ ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء کا ہے، اور اُنہوں نے کیسے وہ نور وہاں سے اُٹھتا ہوا دیکھا ہوگا؟ کہ میں دارالعلوم سے ایک نور اُٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں، جو پورے عالم کو منوّر کرے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دل کی آنکھوں کو کھول دے۔

حضرت رائے پوری قدس سرہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا۔ رمضان شریف کا روزہ بہت بابرکت، اُس کی راتیں بھی روشن، اُس کا دن بھی روشن، دن بھی نورانی، رات بھی نورانی، اس میں اور عبادات کے ساتھ تلاوت سب سے زیادہ ہونی چاہئے، کہ خاص تلاوت کا مہینہ ہے، تو اُن عبادتوں کا نور تو یقیناً ہوتا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت بیمار تھے، اور بیماری کی وجہ سے حضرت روزہ نہیں رکھ سکتے تھے، تو اپنے زمانہ کا قطب اور رمضان کا مہینہ ہو اور مجبوری کی وجہ سے بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے، تو عام انسان کو تکلیف ہوتی ہے رمضان میں، اگر ڈاکٹر مشورہ دے کہ روزہ نہ رکھو، تو کتنی انسان کلفت محسوس کرتا ہے، تو حضرت رائے پوری قدس سرہٗ اپنے زمانہ کے قطب، اُن کو ظاہر ہے کہ کس قدر طبیعت پر بوجھ ہوتا ہوگا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ بیماری کی وجہ سے حضرت روزہ نہیں رکھ سکتے تھے، تو جس کمرہ میں حضرت کا قیام تھا، ایک کونہ میں حضرت کے لئے چارپائی رکھی گئی تھی اور دوسرے کونہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے انتظام کیا گیا تھا، تو حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ دوا کا

وقت ہوا، خادم پانی اور دوا لے کر حاضر ہوئے، جیسے ہی حضرت نے پانی کا گھونٹ اپنے منھ میں لیا، تو حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سارا کمرہ نور سے روشن ہوگیا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ جن کے روزہ نہ رکھنے کی صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے ساتھ یہ معاملہ فرماتے ہیں تو اُن حضرات کی عبادات کے نور کی حقیقت کیا ہوگی؟

دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کے لئے کچھ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ حضرات، جو ہمارے اکابر ہمارے لئے راستہ بنا کر گئے اِس پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

اِسی نور کے سلسلہ میں میں نے پہلے بھی آپ حضرات کو سنایا ہوگا کہ وہاں ہمارے گاؤں میں نانی نرولی میں جلسہ ہورہا تھا، تو حافظ سورتی، حافظ محمد سورتی مرحوم۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نہ اُن کا شاگرد، میں نہ اُن کا مرید، مگر اِس وقت روئے زمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے سب سے بڑے مقبول بندے حضرت شیخ الاسلام ہیں۔

ایک شخص جارہے تھے دیوبند، تو حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے روتے ہوئے اُن سے فرمایا کہ بھئی! ایک بات راز کی ہے، تم سے کہنی ہے اور ایک درخواست ہے، اور وہ تمہیں ضرور پوری کرنی ہے، وہ یہ کہ میں جب کنگھی کرتا تھا، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی مبارک ناف تک تھی، یہی حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا حال تھا، اُن کی داڑھی مبارک بھی اتنی ہی لمبی تھی، اُن ہی کے خلیفہ تھے۔

حضرت لاہوری فرماتے ہیں کہ میں کنگھی کرتا تھا تو میری داڑھی کے بال میں نے رکھ رکھے ہیں، جب تم دیوبند پہنچو تو حضرت کو دیکھتے رہنا، حضرت جوتے جہاں نکالتے ہوں تو کنگھی کے

میرے داڑھی کے بال حضرت کی جوتی کے اندر کہیں رکھ دینا۔تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نہ اُن کا شاگرد، نہ اُن کا مرید،مگرحق تعالیٰ شانہ نے روئے زمین پر اِس وقت انسانوں میں سب سے بڑا مقبول انسان حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا ہے۔

مدنی خانوادہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس خاندان سے آج کتنا عظیم کام لیا، کہ ابھی ایک دو ہفتہ ہوئے پریسٹن کی جامع مسجد کے انتظامیہ نے احمد آباد میں جو مسلمان جلائے گئے،شہید کئے گئے، بے گھر کئے گئے، اُن کے لئے کچھ رقم اِکھٹی کی تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اُنہیں یاد کرنے کی توفیق دے۔

ابھی پچھلے ہفتہ ڈاکٹر عبدالرحیم اُندرے بمبئی سے آئے تھے، وہ بتاتے تھے کہ اُن مظلوموں میں سے ایک سوساٹھ بچے ہمارے پاس کوکن میں ہیں، ایک بچہ وہ ہے کہ جس کے سامنے اُس کے خاندان کے آٹھ افراد کو زندہ آگ میں ڈالا گیا اور اُس بچہ کو بھی، خود اُسے بھی اُن کے ساتھ آگ میں ڈالا گیا، اور وہ لڑھکتا ہوا آگ سے تھوڑا دور پہنچ گیا۔

فسادیوں نے سمجھا کہ مرگیا، وہ بے ہوش ہو چکا تھا، جب سب نعشیں اُٹھانے والے پہنچے تو اُنہوں نے دیکھا کہ اِس میں کچھ زندگی باقی ہے اور ہسپتال اُسے لے گئے،تو آج وہاں کوکن میں بورلی کے مدرسہ میں وہ بچہ پڑھ رہا ہے۔اُس کا ایک ہاتھ اور اُس کے جسم کا ایک حصہ اس کا جلا ہوا ہے،تو اُن بچوں کے لئے میں نے پچھلے ہفتہ بمبئی کسی کو فون کیا، کہ تم وہاں جاؤ اور جو ہو سکے اُن بچوں کا خیال کرو، اُن کی مدد کرو۔

یہ پریسٹن کی انتظامیہ نے اَسّی ہزار پاؤنڈ اپنے یہاں سے اکٹھے کئے اور حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب کو بھیجے کہ جو بے گھر ہو چکے ہیں، کوئی کالونی اُن کے لئے بنادی جائے،تو جب اُن کی یہ کالونی تیار ہوئی تو اُنہوں نے جمعیت کی طرف سے پریسٹن والی انتظامیہ سے کہا کہ تم اپنے

یہاں سے اپنے کسی نمائندہ کو بھیجو کہ وہ خود اِس کا اِفتتاح کرے۔

اُن کا بیان ہے کہ ہم نے پریسٹن کی طرف سے تو ایک کالونی بنائی تھی اور جمعیت والوں نے اُس کے جیسی کل سینتالیس (۴۷) کالونیاں تعمیر کر لی تھیں ، اُس کے علاوہ سینتالیس (۴۷) بنائیں، جس میں ہزاروں بے گھر مسلمانوں کو رکھا جا رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ یہ جو بُرے دن ہیں، اور قیامت مسلمانوں پر سے گذر رہی ہے ان سیاہ ایام کا خاتمہ فرمائے، مسلمانوں کا مستقبل تابناک اور روشن بنائے ، اِس مسجد کی تعمیر کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین.

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ! أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ نَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَ نَبِيَّنَا وَ مَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

أَمَّابَعْد!

دوستو! آج جس بچہ نے قرآن کریم حفظ ختم کیا اللہ تعالیٰ اُس کے لئے اِس ختم کو قبول فرمائے۔ اِس بچہ کو، اِس کے خاندان کو دین کے لئے قبول فرمائے، اِس مسجد کی انتظامیہ اور مدرسہ کی انتظامیہ کو قبول فرمائے۔

حفظ قرآن ایک معجزہ

دوستو! یہ قرآن پاک حفظ کرنا، یہ صرف اور صرف ایک معجزہ ہے۔

آپ علماء اور محدثین کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں گے، تو آپ کو اُس میں بڑے بڑے محدثین، بڑے بڑے مفسرین اور علماء ایسے ملیں گے کہ جنہوں نے اپنی ساری زندگیاں قرآن اور حدیث

کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھیں، کوئی لمحہ اِس خدمت کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر صرف نہیں ہوتا تھا، سو فیصد ہر لمحہ ایک ہی کام، کتابیں دیکھنا، کتابیں لکھنا، کتابیں پڑھنا پڑھانا، اِن کے سوا اُن کا اور کوئی کام نہیں تھا، اور اُنہوں نے اپنی ساری زندگی میں حدیث اور تفسیر کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ پچاسوں، سینکڑوں کتابیں ان کی آپ کو ملیں گی، اور اُن کے دروس، اُن کے بیانات کے متعلق اُن کے طلبہ اُن کے حافظہ اور اتقان کی گواہی دینے والے ملیں گے، لیکن اِن سب کے باوجود، ہر چیز اُن کی زندگی میں آپ کو ملے گی، ایک نہیں ملے گا تو حفظِ قرآن۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بچہ، یہاں کی انگلش اسکول میں جانے والا، یہ تو قرآن کو حفظ کرلے لیکن اِتنا بڑا عالم، اِتنا بڑا محدث، اِتنا بڑا مفسر، اِتنا عظیم فقیہ کہ جس کو لاکھوں مسائل ازبر تھے اور مستحضر تھے، جو مسئلہ پوچھو اُس کی عبارتوں کے ساتھ حاضر کہ فلاں کتاب میں یہ مسئلہ لکھا ہے، فلاں کتاب میں فلاں جگہ یہ عبارت لکھی ہے، وہ عبارتیں حفظ، اُن سب کو نقل کر کے اُس میں جو کہیں کمی ہے، کہیں زیادتی ہے اور کسی نے کوئی نکتہ بیان کیا ہے، کوئی لطیفہ بیان کیا ہے، ہر چیز وہ آپ کے سامنے بیان کریں گے۔ کتنا عظیم حافظہ، لیکن میں نے عرض کیا کہ اِن سب کے باوجود آپ اُن کے حالات میں پڑھیں گے، کوئی پوچھے گا کہ وہ قرآن کے حافظ تھے؟ تو کہیں گے نہیں، وہ حافظ نہیں تھے۔

کیا بات کہ ایک بچہ، یہ انتہائی مشغول بچہ، اُس کے پاس اپنے کھیلنے کے لئے وقت نہیں، اور کسی کام کے لئے وقت نہیں۔ صبح سے، نیند میں سے مشکل سے ماں اُٹھاتی ہوگی اور اُس نے تیاری کی اور اسکول بھاگا بھاگا گیا، اور شام تک اسکول میں رہا، وہاں سے تھکا ہارا آیا، اور پورے دن کی تھکاوٹ، اور اُس نے کھانا کھایا پیا، پورا دن جب اسکول میں جائے گا کہاں فرصت ملے گی؟

یہ، تو اِس کے لئے قرآن کریم کتنا آسان، اور ابھی اِس نے ماشاء اللہ! کتنا تجوید کے ساتھ بالکل صحیح پڑھا، تو کیا بات ہے کہ یہ قرآن حفظ کرنا اِس کے لئے تو اِتنا آسان ہوگیا، اور یہ علماء، یہ

فقہاء، یہ مفسرین جو غیر حافظ ہیں، جنہوں نے ساری زندگیاں وقف کر دی تھیں دین کے لئے، خدمت کے لئے، قرآن کے لئے، حدیث کے لئے، تو وہ حافظ نہیں۔

قدرت باری تعالیٰ

یہ قرآن کریم، اللہ تبارک وتعالیٰ اِن فقہاء، مفسرین، محدثین، ان کی خدمات کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ اِن کو محرومین کی فہرست میں نہیں رکھنا چاہتے اور یہ بتانے کے لئے نہیں کہ ہم اِن کو یہ دولت دینا نہیں چاہتے، اور اُن کی ایک الگ فہرست ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت بتانا چاہتے ہیں، تا کہ دنیا والے اِس کو دیکھیں، سمجھیں کہ یہ قرآن کریم حفظ کرنا یہ انسانی طاقت سے باہر کی چیز ہے۔

اور یہ بہت بڑا معجزہ ہے، تو اللہ تعالیٰ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر اپنے دماغ اور قوت حافظہ پر اِس کا مدار ہوتا، تو یہ سارے کے سارے جنہوں نے اپنی ساری زندگی اِسلامی علوم کے لئے وقف کر رکھی ہیں، وہ ضرور حافظ ہوتے۔

اِس بچہ کو تو بیچارہ کو تو فضائل بھی معلوم نہیں۔ جس نے حفظ کیا، اِس کو نہیں معلوم۔ اِس کو آپ پوچھیں کہ بھئی! تم نے کیوں حفظ کیا؟ حفظ کیا، شوق ہوا، یہ سارے فضائل کی اربعینات جو بیان کی جاتی ہیں، پچاسوں حدیثیں، کہ حفظ قرآن پر یہ دولت ملے گی، یہ دولت ملے گی، والدین کو تاج ملے گا، اُن کا اعزاز ہوگا، اُن کا جلسہ ہوگا میدانِ محشر میں، تو یہ سارے فضائل اِس نے نہیں پڑھے اور ہمارے یہاں کسی مدرسہ میں کوئی نظام نہیں ہے کہ بچہ کو شوق دلانے کے لئے اُس کو پہلے فضائل سنائے جاتے ہوں، پڑھائے جاتے ہوں، ایسا کوئی نظام نہیں، مگر اس نے حفظ شروع کیا اور دماغ میں ریکارڈ ہوتا چلا گیا اور یاد ہو گیا۔

بقاء حفظ قرآن بھی معجزہ

اور میں کہا کرتا ہوں کہ یہ کیسا یاد ہوتا ہے کہ میں جب اِس ملک میں آیا ہوں ۶۸ء میں، تو ایک

استاذ، وہاں اِنڈیا میں بڑے مدرسہ میں وہ استاذ تھے، یہاں آ کر جب مسجد میں اُن سے ملاقات ہوئی، میرے متعلق سنا ہوگا تو وہ آئے۔

دیکھا کہ اُنہوں نے پتلون ٹی شرٹ پہنا ہوا ہے، اور یہ (ڈاڑھی) سب صاف، تو دیکھ کر افسوس بھی ہوا اور خود اُنہیں بھی افسوس تھا، ندامت تھی، تو مصافحہ کیا، گلے ملے، رونے لگے۔ کہنے لگے، دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ سب قلوب، اللہ تعالیٰ اِیسے اُلٹ پُلٹ کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت نصیب فرمائے، ایمان پر رکھے، ایمان پر موت دے، نیکی پر رکھے اور نیکی کے راستہ پر ہمیں موت دے، اِسی پر رکھے۔ دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ کب، کس وقت دل کو پلٹ دے اِس کی کوئی گیرنٹی نہیں۔

غرض وہ ملے اور روتے رہے، اِس کے بعد چند مہینے کے بعد رمضان آیا تو مجھے ملے۔ باقاعدہ اُنہوں نے آنا شروع کیا، اور اُن کو بہت افسوس تھا، ندامت تھی اپنی اِس حالت پر، تو وہ کہنے لگے کہ دعا فرمائیں کہ آج سے میں نے فلاں کو اپنا قرآن سنانا شروع کیا ہے۔

اُنہوں نے چودہ پندرہ برس اُن کے بیان کے مطابق گذر گئے، اُنہوں نے نہ ایک قرآن ختم کیا تھا، نہ حفظ پڑھا تھا، نہ دیکھ کر پڑھا تھا، نہ قرآن کو چھویا اور ہاتھ لگایا تھا۔ اب چودہ پندرہ برس کے بعد وہ دوبارہ یوٹرن کرتے ہیں اور پھر اپنی اُس پرانی زندگی پر آنا چاہتے ہیں، تو اُنہوں نے کسی کو قرآن سنانا شروع کیا یکم رمضان سے، تو ابھی رمضان کے دو ڈھائی عشرے گذرے ہوں گے، ایک دن بڑے خوش میرے پاس آئے، اور کہنے لگے الحمدللہ! آج میرا قرآن، جو میں پارہ میں سنا رہا تھا آج میرا قرآن ختم ہوگیا، اور اُنہوں نے یہ بھی بتایا کہ کتنی غلطیاں گئیں، اللہ اکبر!

یہ اُنہوں نے حفظ کیا اور چودہ پندرہ برس تک پڑھا بھی نہیں۔ اب دیکھئے کہ کیسے محفوظ ہوگیا ٹیپ کی طرح سے اندر موجود ہے، اُس کو پڑھنا شروع کیا، پھر اسی طرح تازہ ہوگیا۔ اِس بچہ کو بھی

اللہ تعالیٰ نے دولت عطا فرمائی کہ تھوڑی بہت اِس نے کوشش کی اور وہ حفظ ہوگیا، اور ہمیشہ کے لئے حفظ ہوگیا۔

ابھی ہمارے یہاں دارالعلوم میں گذشتہ کل، جمعہ کے دن طلبہ نے حفظ ختم کیا۔ طلبہ جن کا حفظ ختم ہوتا ہے تو آخری سورتیں اِس بچہ کی طرح سے ہمارے یہاں جمعہ کی نماز کے بعد سب طلبہ اساتذہ کے سامنے بچہ پڑھتا ہے پھر دعا ہوتی ہے۔ تو تین طلبہ نے گذشتہ کل، گذشتہ جمعہ کو دارالعلوم میں قرآن ختم کیا۔ اکثر جمعہ کو ایسا ہوتا رہتا ہے، کبھی ایک طالب علم، کبھی دو، کبھی تین، پورا سال یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

اِس سے دو جمعہ پہلے دو بچوں نے حفظ ختم کیا، آخری سورتیں اُنہوں نے جمعہ کے دن پڑھی تھی۔ جب اِس کے بعد اسکول کے ریزلٹ آئے تو دو ہفتہ پہلے، تین ہفتہ پہلے، جن بچوں نے حفظ ختم کیا تھا، تو انہیں دو بچوں کے نام بورڈ پر آئے کہ اِنہوں نے پانچ چھ اے سٹار لئے، اور یہ بچے جو اِتنا اچھا اُن کا نتیجہ آیا اور حفظ بھی کر رہے تھے، اور حفظ بھی بہت عمدہ کیا اور اسکول کی تعلیم کا معیار بھی بلند رہا۔

ایک سے میں نے پوچھا کہ کتنی مدت میں تو نے حفظ ختم کیا؟ تو وہ کہنے لگا دو سال میں، اور ایک بچہ سے پوچھا، تو کہنے لگا ڈیڑھ سال میں۔ اللہ اکبر! آپ اندازہ لگائیں، حساب لگانے کی کوشش کریں کہ اب ڈیڑھ برس میں، اور دو برس میں بچہ جو اسکول جارہا ہے، اور اسکول پڑھ رہا ہے، سارا وقت اُس میں صرف کرتا ہے اور اُس کے لئے اسکول میں اُس کا گھنٹوں کے حساب سے جو وقت صرف ہوتا ہے، اُس کے علاوہ اُس کے لئے تیاری کرنا، امتحانات دینا، امتحانات میں بھی اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی ہوئی۔

ہم نے کل جمعہ کی نماز کے بعد اُن بچوں کو خصوصی اعزازی طور پر سند دی، سرٹیفکٹ دیا اور کچھ دارالعلوم کی طرف سے انعام دیا۔ میں نے مزاحًا اُن سے کہا کہ بھئی! آپ لوگوں نے تو دو تین ہفتے پہلے اپنا حفظ یہاں ختم کیا تھا۔ کہا ہاں! ہم نے کہا کیا دعا کی تھی؟ میں نے کہا کہ تو نے کوئی

نتیجہ تو نہیں بدل دیا، اُس میں کوئی چیلنج تو نہیں کر دیا، دعا کے زور سے نتیجہ بدل دیا۔

الحمدللہ! یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِن بچوں کو اِس کے لئے منتخب کیا اور یہ جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ تو معجزہ ہے۔

نابینا حفاظ

ابھی چند ہفتہ پہلے لندن کے سفر میں اِس طرح کا ایک جلسہ تھا، تو وہاں مسجد والوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں ایک بچہ، اس نے سوا سال میں قرآن حفظ کرلیا، گیارہ سال کا بچہ۔ کوئی کوٹھڑی میں اُس بچہ کو سوا سال کے لئے بند نہیں کر دیا، وہ تو اِن کی طرح سے اسکول، آنا جانا، اور تھوڑا سا وقت حفظ کے لئے، سارا دن تو اسکول کا رہا اور آپ کو تعجب ہوگا کہ وہ بچہ کون؟ گیارہ سال کا نابینا، اور کوئی اُس کی مدد کرتا رہا کہ ایک آیت اُس کو سنا دیتا۔

نابینا کو اسی طرح حفظ کراتے تھے، کہ کوئی ایک آیت، آدھی آدھی آیت اُن کو پڑھ دیتا ہے، دو چار دفعہ اُس نے پڑھا، اللہ تبارک وتعالیٰ ایک طرف اُن کی یہ بینائی سلب کر لیتے ہیں تو دوسری طرف دوسری نعمت دے دیتے ہیں۔

یہ جتنے نابینا حفاظ ہوتے ہیں، یہ بڑے جید حافظ ہوتے ہیں، اُن کی طرف سے چیلنج ہوتا ہے کہ وہ پورا قرآن سنا دیں گے اِس میں کہیں ایک غلطی نہیں ہوگی۔ نابینا حفاظ اکثر ہندوستان میں رمضان میں آتے تھے تو جس مسجد میں پہنچ جائیں، تو تراویح پڑھانے والے کے لئے مشکل، ذرہ برابر اِدھر اُدھر نہ ہونے دیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بینائی کی ایک نعمت سلب کی اِس کے بدلہ میں دوسری نعمت دے دی۔

آپ یہ فضائل نماز میں پڑھتے رہتے ہیں کہ بے نمازیوں کا حشر کیسے ہوگا، اور اُس میں احادیث حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمائی ہیں کہ فرعون اور ہامان اور قارون کے ساتھ بے نمازیوں کا حشر ہوگا۔

یہ دولت کی وجہ سے جس نے اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی ہوگی تو وہ قارون کے جھنڈے کے ساتھ جو جماعت چل رہی ہوگی اُن میں شامل ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے)

جو اپنی حکمرانی میں، چھوٹی حکومت ہو کسی ملک کی یا بڑے ملک کی یا کسی تنظیم کی حکومت اُس کو دی گئی ہو، تو اُس میں جو ظلم و جبر کے مرتکب ہوں گے فرعون کی طرح سے فرعون بنے ہوئے ہوں گے، تو وہ فرعون جھنڈا لے کر چل رہا ہوگا اُس کے پیچھے پیچھے وہ چل رہے ہوں گے۔

قادیانیت سے توبہ

حضرت مولانا لال حسین اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، یہ ہماری مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین میں سے ایک بہت پرانے مبلغ تھے، اللہ کو پیارے ہو گئے، اُنہوں نے وہاں فیجی میں بہت بڑا کام کیا۔ اِس کے بعد پھر شروع میں جو اِس ملک میں یہ کام شروع ہوا تو یہاں اُس کی داغ بیل ڈالنے والوں میں وہ تھے۔

ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ وہ بلیک برن تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت مولانا علی میاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ بھی اُس وقت یہاں تشریف رکھتے تھے۔ تو ہم حضرت کو لے کر وہاں جہاں جلسہ تھا وہاں پہنچے، تو مولانا لال حسین اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا علی میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے پوچھا کہ میں نے آپ کے قادیانیت سے توبہ کرنے اور اسلام لانے کا قصہ پڑھا تو ہے، مگر میں آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔

اُنہوں نے اپنا واقعہ سنایا۔ اُنہوں نے کہا کہ قادیانی جماعت نے بچپن سے میری پرورش کی تھی، اور اُنہوں نے مجھے اسکول بھیجا، اور اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کے جو پاکستان میں اسکول ہوتے تھے اُن اسکولوں میں بھیجا۔ پھر اخیر میں انہوں نے مجھے بورڈنگ میں رکھا، جہاں بہترین اعلیٰ تعلیم اسکول کی دی جاتی تھی۔ اور اُس کے بعد جب میں جوان ہو گیا تو مجھے اپنا مبلغ بنایا، اُن کی طرف سے میں مناظرے کیا کرتا تھا، جہاں کہیں مسلمانوں کی طرف سے مناظرہ کا چیلنج ہوتا تھا، تو

بطورِ مناظر کے وہ اسٹیج پر سامنے ہوتے تھے، تو جیسا میں نے شروع میں بتایا کہ یہ قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہیں، اُلٹ پُلٹ ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

وہ فرماتے ہیں کہ میرے مسلمانوں سے مناظرے ہوتے رہتے تھے، تو ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی اِسی طرح کے ایک مناظرہ کی نشست میں ملاقات ہوئی، تو حضرت نے مجھے ایک مناظرانہ انداز میں نہیں، اور ایک مخالف سے جس طرح گفتگو کی جاتی ہے اُس طرح نہیں، بڑے نصیحت کے انداز میں، خیر خواہانہ انداز میں حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میری ایک آپ سے درخواست ہے۔

پوچھا کیا؟ حالانکہ دونوں فریق آپس میں یہ اِن کے دشمن، وہ اُن کے دشمن، لیکن حضرت نے مجھے اِتنے پیارے انداز میں، نصیحت کے انداز میں فرمایا کہ میری آپ سے درخواست ہے۔ پوچھا وہ کیا؟ فرمایا کہ جو ہماری کتابیں ہیں، قادیانیت کے خلاف جو جو کتابیں لکھی گئیں، کچھ نام بھی حضرت نے گنوائے، فرمایا کہ یہ کتابیں پہلے بھی تم نے ضرور پڑھی ہوں گی اور ہمیں پتہ ہے کہ تم نے پڑھی ہیں، کیوں کہ تم مناظرہ میں اِن کے حوالے دیتے ہو، لیکن میری ایک درخواست ہے کہ اب تک تو آپ مناظرہ کرنے کے لئے اور اُس کا رد کرنے کے لئے اور اُس میں کہیں کجی، ٹیڑھا پن، غلطی تلاش کرنے کے لئے پڑھتے رہے۔

ابھی میری آپ سے ایک درخواست ہے کہ آپ اُن کتابوں کو پھر پڑھنا شروع کریں، اور حق اور سچائی اور صداقت اور صدق کی تلاش کے لئے پڑھیں، یہ مقابلہ جو آپ کا ہے اِس کو تھوڑی دیر کے لئے ایک طرف رخصت کر کے صرف حق کی تلاش کے لئے کہ حق کیا ہے؟ آیا اِدھر جو اسلام کہہ رہا ہے اِدھر حق ہے یا قادیانیت کہہ رہی ہے اس طرف حق ہے؟ تو حق کی تلاش کی نیت سے، اِسی نیت سے آپ اِس کا مطالعہ شروع کریں، تو میں نے ان سے وعدہ کرلیا۔

پہلے شروع میں کچھ دن تو مجھے ذرا یہ تشویش ہوئی کہ میں خواہ مخواہ کے لئے کیوں اِس اُلجھن میں پڑوں؟ اور میرا اپنا کام بھی جاری رہا، لیکن پھر کہتے ہیں حضرت کی نہ معلوم کیا توجہات تھیں، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی، کہ بار بار میرے دل میں خیال آتا کہ میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا، اور اُس وعدہ کے مطابق مجھے اِن کتابوں کا اِس نیت سے مطالعہ کرنا چاہئے۔

کہتے ہیں، پھر میں بار بار اِس خیال کے آنے پر مجبور ہوگیا اور میں نے اِسی نیت سے اِن کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ اُس کے بعد فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد میرے ساتھ عجیب معاملہ ہوا کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میدانِ محشر قائم ہے، اور ساری دنیا بھاگی جارہی ہے۔

پہلے بھی میں نے کہیں کسی مجلس میں سنایا ہوگا کہ ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں سہارنپور میں تراویح کے بعد مجلس ہوتی تھی، اور اُس میں فضائل درود شریف ہی میں سے چند حدیثیں پڑھی جاتی تھیں، چند صفحات پڑھے جاتے تھے، اور اُس کی تعلیم سے پہلے چہل درود پڑھا جاتا تھا، چالیس درود پہلے مولانا معین الدین صاحب پڑھتے تھے اور پھر کتاب میں سے پڑھتے تھے، لیکن جب جمعہ کی شب ہوتی تھی، تو شبِ جمعہ میں، فضائل درود شریف میں تین قصیدے ہیں، ایک چھوٹا سا عربی قصیدہ ہے اور دوسرا مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی کا قصیدہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں، اور قصیدہ بہاریہ اردو میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، تو یہ قصیدے جمعہ کی شب میں پڑھے جاتے تھے، یہ رمضان میں معمول تھا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس

ایک دن جمعہ کی شب میں وہ قصیدے پڑھے گئے پھر جو کتاب میں سے جو مضمون پڑھا جارہا تھا، اُس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کا باب بھی ہے، تو وہ پڑھا گیا۔ کچھ دیر تعلیم ہوتی تھی۔ اُس سے جب فراغت ہوئی، تو فارغ ہوکر سب اپنے اپنے بستروں پر جارہے تھے تو ہمارے سورت کے بھائی خالد صاحب، اُن کا حضرت مولانا طلحہ صاحب کے ساتھ شروع

ہی سے خصوصی تعلق تھا۔ وہ مجلس کے بعد حضرت مولانا طلحہ صاحب کے بستر پر پہنچے اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے صاحب زادہ حضرت مولانا طلحہ صاحب سے اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ جو آج تعلیم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واقعات پڑھے گئے، تو ہم نے تو ساری عمر بہت تمنا کی، اور جو کسی نے بتایا، کہیں پڑھا، اُس پر عمل کرنے کی کوشش کی، مگر اِس نعمت سے اب تک محرومی رہی۔

یہ اُنہوں نے حضرت مولانا طلحہ صاحب سے کہا۔ قبل اِس کے کہ حضرت مولانا طلحہ صاحب کوئی جواب دیں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اپنے معتکف میں ہیں، حضرت تو یہ گفتگو نہیں سن رہے ہیں، کافی فاصلہ پر اُن کا بستر تھا اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے معتکف کا پردہ پڑا ہوا تھا، تو حضرت نے اندر سے آواز دی ''طلحہ!''، تو حضرت مولانا طلحہ صاحب جواب دینے سے پہلے اُٹھ کر حضرت شیخ کے پاس پہنچ گئے۔

بھائی خالد صاحب جو بہت بڑے تاجر، پڑھے لکھے، نہایت منتظم آدمی ہیں، اُن کا بیان ہے کہ مولانا طلحہ صاحب اُٹھ کر حضرت کے پاس چلے گئے اور میں بیٹھا ہوا تھا۔ جس طرح یہ مجمع ہے اِس سے پچاسوں گنا بہت بڑا ہزاروں کا مجمع چاروں طرف، لیکن پھر بھی میں کیا دیکھتا ہوں کہ میدانِ محشر قائم ہے، اور سب اپنی قبروں سے اُٹھ کر بھاگے چلے جارہے ہیں، تو بھائی خالد صاحب کہتے ہیں کہ میں بھی اُن بھاگنے والوں میں شامل ہوں جس طرح سب لوگ، مجمع بھاگ رہا ہے ملینوں کا، اُن کے ساتھ میں بھی بھاگ رہا ہوں۔

اِتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک طرف عرش الٰہی ہے اور اُس عرش الٰہی کے سایہ میں کچھ لوگ کھڑے ہوئے ہیں، تو جو لوگ عرش الٰہی کے سایہ میں کھڑے ہوئے تھے اُن میں سے میں نے ایک کو پہچانا کہ ہماری رشتہ دار خواتین میں سے ایک مرحومہ جن کا چند سال پہلے انتقال ہوگیا تھا، وہ بھی وہاں کھڑی ہوئی ہے۔

جب اُنہوں نے مجھے بھاگتے ہوئے دیکھا تو اُنہوں نے مجھے ایک طرف اشارہ کیا کہ اِس

طرف بھاگو، اِس طرف۔تو جس طرف اُنہوں نے اشارہ کیا تو اُس طرف میں دیکھتا ہوں کہ ایک روشنی ہے۔اُنہوں نے جب مجھے یہ فرمایا تو پھر اُس طرف بھاگنے لگا، میں جیسے جیسے بھاگتا گیا تو وہ روشنی بڑھتی چلی گئی، جب میں بالکل عین اُس روشنی کے منبع کے پاس پہنچا تو دیکھا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس لگی ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں،تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر پڑا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری شفاعت فرمایئے۔

کتنا عظیم فیض حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرت میں زیارت نصیب فرمائے، شفاعت نصیب فرمائے۔

اسی طرح مولانا لال حسین اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ میدان محشر قائم ہے اور لوگ بھاگے چلے جارہے ہیں، اور اُن بھاگنے والوں میں مرزا غلام احمد قادیانی بھاگ رہا ہے اور لوگ اُس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہے ہیں،تو کہتے ہیں، اُن کا بیان ہے کہ میں بھی اُن کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا، بھاگتے بھاگتے دیکھا کہ سامنے بہت بڑی آگ جل رہی ہے اور وہ مرزا اُس آگ میں گرتا ہے، اُس کے پیچھے جو لوگ بھاگ رہے ہیں وہ اُس میں گر رہے ہیں،تو اُن کو آگ میں گرتا ہوا دیکھ کر میں وہاں سے لوٹ آتا ہوں، اور میں وہاں سے پلٹتا ہوں اور میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

کہتے ہیں یہ خواب میں نے ایک دفعہ دیکھا، دو دفعہ دیکھا، تین دفعہ دیکھا، کہتے ہیں بار بار دیکھتا رہا۔پہلے تو شروع میں میں نے سوچا کہ یہ کتابیں میں پڑھتا ہوں اُس کے تأثر سے میرے دماغ میں غلط خیال قائم ہوگیا، یہ اُس کی وجہ سے ہے۔لیکن کہتے ہیں کہ پھر تو جب دسیوں دفعہ میں نے یہ خواب دیکھا،تو پھر میں چھپ چھپا کر کے چپکے سے ایک مرتبہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ گیا اور میں نے جا کر حضرت سے یہ عرض کیا کہ حضرت! آپ نے جو مجھے نصیحت فرمائی تھی اُس پر میں نے عمل کیا اور میں نے یہ کتابیں دیکھیں، صرف دیکھی نہیں بلکہ اُس

کا مطالعہ کیا، غور سے مطالعہ کیا اور اُس کے نتیجہ میں اب یہ میرا حال ہوگیا کہ میں یہ خواب بار باراور مسلسل دیکھتا ہوں۔تو حضرت نے فرمایا کہ آپ تو ذی علم آدمی ہو، اِس میں نہ کسی تعبیر کی ضرورت، نہ آپ کو سمجھانے کی ضرورت، تو اُس کے بعد وہ مشرف باسلام ہوئے، اُنہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر مسلمانوں کی طرف سے وہ مناظر بنے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اِس بچہ کو قبول فرمائے، اِس مسجد کو بھی قبول فرمائے، اِس مدرسہ کو قبول فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَاوَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَاوَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

كِتَابُ الْفِتَن

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً

یہ آپ لوگوں کی تعلیمی زندگی کے آخری ایام ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی اب تک جو کچھ پڑھا، اس کی حفاظت کی اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں نجات کا اس کو ذریعہ بنائے اور آئندہ اسی طرح علومِ دینیہ میں لگے رہنے کی اللہ تعالی توفیق دے۔ اور آپ سب کے لئے دعا ہے اللہ تعالی آپ سب کو بھی اپنے وقت پر ماں بنائے جیسی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ماں ملی، ایسی نیک ماں بنائے، اور ایسی، امام بخاری جیسی اولاد نصیب فرمائے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ماں

دیکھئے، کتنی بڑی ان کی نیکی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آپ نے پڑھا کہ بچپن میں ان کی بینائی چلی جاتی ہے اور نابینا ہو جاتے ہیں۔ حالات میں لکھا ہے کہ ان کی ماں نے اللہ تبارک وتعالی کے سامنے اس قدر آہ وزاری اور فریاد کی کہ رحمتِ باری نہ صرف اس دعا کو اجابت کا درجہ دیتی ہے اور قبول کرتی ہے، بلکہ وہ رات کو سوئی ہیں، خواب دیکھتی ہیں۔

ایک رات میں دو خواب

ابھی میں یہاں آیا تو اس سے پہلے بولٹن سے قاری اسلم آئے، ان کے یہاں ختمِ بخاری کے جلسہ کے دعوت کے سلسلہ میں، تو میں نے ان کی، ان کے والد صاحب کے سلسلہ میں عیادت کی کہ اللہ تعالی آپ کے والد صاحب کو شفا دے۔

وہ اپنے والد صاحب کی وجہ سے اچانک ہندوستان سفر کر کے گئے، وہاں سے پھر فون کیا کہ میں اچانک والد صاحب کی بیماری کی وجہ سے یہاں آیا فون نہیں کر سکا۔ والد صاحب کی کیفیت انہوں نے فون پر بتائی، مجھے پیغام ملا، میں نہیں تھا۔ اسی رات ان کا فون آنے سے پہلے ایک رات پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ بلیکبرن (Blackburn) مولانا اسماعیل واڑی والا صاحب ہمارے یہاں مجمع کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، مردوں کا مجمع ہے، مجلس ہے اور وہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر اسی رات میں دوسرے خواب میں راندیر کے مفتی اساعل واڑی والا کو دیکھا، صرف اتنا ہے کہ وہ چل رہے ہیں، کہیں جا رہے ہیں، ان کو چلتے ہوئے دیکھا۔

ایک سنت

صبح میں نے گھر میں، دفتر میں، اور میری عادت ہے کہ جو کچھ دیکھتا ہوں، اچھا برا جیسا بھی، اس کا تذکرہ کر دیتا ہوں کہ یہ بھی سنت ہے۔ لوگوں کے یہاں تو یہ بڑی راز کی چیز ہے، نہیں کہنا

چاہتے۔ یا یہ کہ تنہائی میں مجھے ایک بات کہنی ہے اور سب کو اٹھا دینا۔ کیا راز کی بات ہے؟ کہا کہ آج میں نے خواب دیکھا۔

ہمارے یہاں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ غصہ ہوتے کہ تمہارے تخلیہ کی وجہ سے میں نے اپنی اوّابین مختصر کی تھی، میرا پارہ چھوڑ دیا، میرا سارا وقت ضائع کیا تم نے ایک خواب کی وجہ سے، بتا کیا دیکھا؟

حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

سچا خواب، یہ تو کوئی بزرگی کی چیز نہیں ہے۔ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا جو قرآن نے تذکرہ کیا کہ ان کے ساتھ جیل خانے میں **یَا صاحِبَیِ السِّجْن**، جیل خانے کے ان کے دو جو ساتھی تھے، خواب جس کو قرآن نے نقل کیا ہے، وہ مسلمان بھی نہیں تھے، ان کو بھی سچے خواب آئے، تعبیر سچی ہوئی۔

اس کا نہ کوئی بزرگی سے تعلق، جس طرح سے کوئی واقعہ ہو رہا ہے، تو ابھی باہر کوئی واقعہ پیش آتا ہے، ساری دنیا دیکھتی ہے، آپ بھی دیکھتے ہیں۔ مسلم، غیر مسلم سب دیکھتے ہیں، تو اسی طرح بعینہ یہ خواب بھی ایسا ہی ہے، کہ آئندہ مستقبل میں جو کچھ ہونے والا ہے یا دوسری جگہ اس وقت میں جو پیش آ رہا ہے، اس کو دیکھتے ہیں۔ یہ بزرگی سے تعلق نہیں رکھتا، یہ ایک عام سی چیز ہے جس طرح میں نے اس کو بہت زیادہ عام کر کے بتایا کہ بھئی آپ بھی دیکھیں، یہاں کوئی واقعہ پیش آ رہا ہے سب دیکھیں۔ اسی طرح یہ دوسرے ملک میں اس وقت جو حالات ہو رہے ہیں، مغیبات کو دیکھ لینا بیداری میں، خواب میں، تو بہت سے غیر مسلم کو بھی یہ چیز پیش آتی ہے۔

میں نے کہا مفتی قاری اسلم کو، کہ میں نے اس دن گھر والوں اور دفتر والوں کو بھی سنایا تھا کہ میں نے ایک رات میں ایک ہی نام کے دو آدمیوں کو کیوں دیکھا ہوگا آج؟ مولانا اسماعیل واڈی والا بلیکبرن میں، مفتی اسماعیل واڈی والا راندیر میں۔ پھر میں نے کہا کہ تمہارا فون آیا تب پتہ چلا

کہ اوہو! ان کے ساتھ یہ حادثہ ہونے والا تھا، اس لئے اللہ تعالی نے ایک دن پہلے دکھا دیا کہ بخاری شریف کو مولانا اسماعیل واڈی والا راندیر میں پڑھا رہے تھے، سبق پڑھاتے پڑھاتے لڑھک گئے، وہ بیان کر رہے تھے بولتے بولتے رک گئے، زبان بند ہوگئی، کومے میں چلے گئے، ہسپتال لے گئے، بتایا کہ بلڈ کلوٹ (blood clot) جمع ہو گیا دماغ میں، رگوں میں، اس کا آپریشن ہوا۔

اس وقت میں نے ان سے کہا کہ یہ خواب یا اس طرح پہلے سے کسی چیز کو دیکھ لینا، یہ ایک بہت بڑا اسبق دیتا ہے۔ آج کی یہ آپ کی کتاب الفِتَن، کہ یہ جو فتنے جتنے واقع ہو رہے ہیں، تو اس سے نہ مذہبِ اسلام پر کوئی فرق اور حرف آتا ہے، نہ اسلام اس سے کوئی کمزور ہوگا ان شاء اللہ اور نہ مسلمانوں کو ایسے حالات سے متأثر ہونا چاہئے، کیوں کہ یہ جس طرح ایک خواب ہے، یہ تو میں نے ادھر وہ بیمار ہونے والے تھے اور اس سے ایک شب پہلے فرشتے نے ان کو دکھایا، بعد میں شام کو فون آیا کہ وہ بیمار ہو گئے، تو یہ **اَلْقَدَرُ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی** ہم تو اقرار کرتے ہیں اعتقادیات میں کہ ہمارا تقدیر پر ایمان ہے کہ دنیا میں جو کچھ پیش آتا ہے اچھا، برا، کلیات، جزئیات مکمل ہر چیز کی تفصیل اللہ تعالی نے اپنے یہاں لوحِ محفوظ میں اس کی لکھ دی ہے، اسی کے مطابق واقع ہوتا ہے۔

ملک الرؤیا خواب کے فرشتہ نے ان کا نام دیکھا کہ آج ان کے ساتھ یہ حادثہ مفتی اسماعیل واڈی والا بیمار ہونے والے ہیں، تو اس نے رات میں ایک دفعہ نہیں دو دفعہ دکھائے، ان کے ہمنام کو پہلے دکھایا، میرا پہلا خواب مولانا اسماعیل واڈی والا کا دکھایا اور پھر سوچا ہوگا کہ بدھو جیسا آدمی ہے سمجھے گا نہیں، تو پھر ان کو بھی دکھایا چلتے ہوئے، مفتی اسماعیل واڈی والا کو اور پھر شام کو پتہ چلا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

خواب اور تقدیر

اس پر میں نے کہا قاری اسلم سے کہ کتنا بڑا سبق ہے اس خواب میں، کہ یہ ہمارا دین صحیح ہے، ہمارا دین سچا، ہمارا عقیدہ سچا، ہمارا ایمان جو تقدیر پر ہے کہ جو لکھا ہوا ہے اسی طرح دنیا چل رہی ہے یہ بھی سچا۔

پھر میں نے ان کو اور سنایا، میں نے کہا جہاں آپ بیٹھے ہیں، اسی جگہ مولوی فضلِ حق لانکاسٹر (Lancaster) والے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ تذکرہ کر رہے تھے کہ مولانا ابرار احمد صاحب ہسپتال میں ہیں اور ان کا یہ حال ہے، بیمار ہیں، حالات بیان کر رہے تھے۔

میں نے ان کو خواب سنایا، میں نے کہا آج رات میں نے ان کو خواب میں دیکھا، کہ وہ ہمارے بے تکلف ساتھی تھے، اور بہت بے تکلفی تھی۔ اسی طرح دیکھا بھی کہ میرا اور ان کا دوڑ میں مقابلہ ہو رہا ہے، جس میں وہ مجھ سے آگے نکل گئے۔ صاحب فراش مریض کو اس قوت سے دوڑتے خواب میں دیکھنا ان کی زندگی کے بارے میں خوف دلاتا ہے کہ شاید یہ **سابقوا الی مغفرة من ربکم وجنة** ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دفعہ وہاں میں زامبیا (Zambia) سے کہیں جا رہا تھا، جہاز میں بیٹھا تو دیکھا تھوڑی دیر بعد مولانا ابرار صاحب تشریف لائے، تو میں نے کہا او ہو!؟ کہنے لگے کہ ارے ظالم! میں نے تیری وجہ سے سیٹ اس میں کرائی، مجھے پتہ چلا کہ آپ کی سیٹ، اسی جہاز میں آپ جانے والے ہیں، اس لئے میں نے میرا سفر فلاں تاریخ پر تھا تو میں نے آج کی سیٹ کرائی۔ پھر وہ گپ شپ ہوتی رہی، پھر درمیان میں بیچ میں کہنے لگے کہ اچھا بتاؤ، آپ کے پاس پیسے کتنے ہیں؟ میں نے کہا کہ اتنے ہوں گے، کہا کہ مجھے اس میں سے ایک نوٹ دے دے۔ میں نے زیادہ دینے چاہے، انہوں نے کہا کہ نہیں۔ ہدیہ سے محبت بڑھتی ہے اس لئے میں نے مانگا، مجھے آپ سے بہت تعلق ہے۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وہاں اصل میں ان کے پیرومرشد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کی خدمت میں یہ رہے، ان سے بیعت ہوئے، ان سے فیض حاصل کیا، ان کی ہو بہو نقل اتارا کرتے تھے۔ جس طرح حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈانٹا کرتے تھے، ان پر حال طاری ہوتا تھا، حال میں اس طرح تیز تیز بولتے تھے۔

پہلے بھی میں نے یہاں سنایا تھا کہ ان کا انتقال بحری جہاز میں ہوا تھا، تو ہندوستان سے سفر کر کے شعبان میں اس وقت جہاز چلا کرتے تھے۔ رمضان سے پہلے جہاز پہنچ جاتا جدہ، تو اس میں اپنے قافلہ کے ساتھ حرمین میں رمضان گزارنے کی نیت سے عمرہ کی نیت سے سفر فرما رہے تھے۔ راستہ میں بیمار ہوئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا، بہت کوششیں ہوئیں کہ تدفین مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ میں ہو، مگر کسی طرح یہ اجازت وہاں کپتان تک قانونی شکل میں جس طرح ہونی چاہیے پہنچ نہ سکی اور ان کی اپنی پیشینگوئی پوری ہوئی۔ سفر سے پہلے شاہ وصی اللہ صاحب پیشینگوئی کے طور پر ایک شعر پڑھا کرتے تھے:

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی، جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالو گے تم تربت پر میری، خاک بھی نہ تم سے ڈالی جائے گی

لوگوں نے سمجھا کہ ویسے ہی موت کو یاد کرکے پڑھ رہے ہوں گے، جب یہ واقعہ پیش آیا تب ان کو یقین آیا کہ اوہو! کتنی بڑی پیشینگوئی!

یہاں بھی ایک دفعہ اس طرح کوئی تذکرہ ہوا۔ میں نے کہا کہ بھائی دیکھو، ہمارا مذہب کتنا سچا۔ ہمارا عقیدہ کتنا سچا کہ خواب کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں کہ خواب دیکھا کسی نے، بوڑھیا نے کہ میرے بیٹے کا ایکسیڈنٹ (accident) ہوا تو سچ مچ دوسرے دن دیکھا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ یہ جو ایکسیدنٹ دیکھا کوئی معمولی چیز نہیں ہے، بہت بڑا اسبق ہے، بہت بڑی ہمارے لئے

ڈھارس ہے، اور یہ تحریض ہے دین اسلام کی حقانیت کو قبول کرنے کی طرف، کہ یہ مذہب کتنا سچا ہے کہ تم یہ جو ایمان رکھتے ہو کہ تقدیر اللہ کی طرف سے ہے، ہر چیز لکھی ہوئی ہے اللہ کے یہاں اور تمام دنیا اسی طرح چل رہی ہے، ایک پتہ بھی خشک اور تر درخت سے جدا ہو کر گرتا نہیں، اس کا وقت گرنے کا، وہ لمحہ ساعت، وہ گھڑی پہلے سے لکھی جا چکی ہے۔ میں نے کہا کہ اسی لئے تو بڑھیا نے دیکھا اور اسی طرح واقع ہوا۔ تو یہ ہماری عقیدہ کی سچائی کہ تقدیر پر ہمارا ایمان سچا ہے، اسلام کو اگر ہم مذہب مانتے ہیں وہ سچا ہے۔

ایسے منامات اور کشوف سے نہ کوئی بزرگ بنتا ہے، نہ بڑا اور نہ بہت بڑا ۔۔۔

کنوئیں کا مینڈک

میں نے پچھلے سال شاید یہ واقعہ بھی سنایا تھا کہ بخاری شریف میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بہت بڑے کے لئے ۔۔ یہ کھینچ کر کے کہ بہت بڑے ۔۔۔ تو فرماتے تھے کہ بچوں نے کہیں سے اٹھا کر کے ایک مچھلی کو کنویں میں پھینک دیا۔

یہاں والیوں نے کنواں بھی نہیں دیکھا ہوگا کہ کنواں کیسا ہوتا ہے، تو وہاں انڈیا جو گئی ہیں، وہ کنویں سے پانی بھرتے ہیں، گول کنواں ہوتا ہے، تو اوپر سے کہیں وہ بچے مچھلی کو پکڑ کر تالاب میں سے لے آئے اور وہاں پھینک دیا مچھلی کو۔ اب مچھلی وہاں کنویں میں چلی گئی، بیچاری پریشان، اپنے وطن کو، اپنی جگہ کو یاد کر کے پریشان ہے۔

اب مینڈک اس کو بار بار تسلی دے کہ دیکھو وہاں بھی پانی تھا تمہارے پاس یہاں بھی پانی ہے، یہاں بھی تم زندہ ہو، یہاں بھی کھانے کی چیزیں اِدھر ہیں، اُدھر ہیں، سب دکھا کر اس کو تسلی دینے کی مینڈک کوشش کرتا ہے مگر اس کی پریشانی اور بڑھتی ہے، تو پوچھتا ہے کہ آخر تم کیوں پریشان ہو؟ کہنے لگی کہ یہ تمہارا گھر تو بہت چھوٹا اور ہمارا سمندر تو بہت بڑا، جو میرا وطن تھا میرا گھر وہ تو بہت بڑا تھا، یہ تو بہت چھوٹا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ مینڈک نے ایک بالشت کے برابر ایک چھلانگ لگائی، یہاں سے وہاں تک کود کر کہا کہ اتنا بڑا؟ کہا کہ نہیں نہیں اس سے تو بہت بڑا۔ پھر اس نے دو بالشت کی چھلانگ لگائی، کہ اتنا بڑا؟ کہا کہ نا وہ تو بہت بڑا۔ پھر ایک ہاتھ کی لگائی چھلانگ، پھر پوچھتا ہے کہ اتنا بڑا؟ کہا نہیں نہیں اس سے تو بہت بڑا۔ پھر اس دیوار سے اس دیوار تک چھلانگ لگائی، کہ اتنا بڑا؟ کہنے لگے وہ تو بہت بڑا سمندر۔ وہیں سے مثل مشہور ہوئی، کہاوت لوگوں نے بنائی کہ بیچارا کنوئیں کا مینڈک سمندر کی وسعت کیا جانے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ یہ سمجھانے کے لئے، کیا کہہ رہا تھا؟ سننے والے ہی بھول گئے کہ کہاں سے میں نے یہ مثال حضرت کی سنائی، آپ لوگوں کی آواز تو ادھر آتی نہیں، تو یہ جتنے فتنے ہیں۔

واقعی یہ اس طرح کے جتنے سچے خواب ہیں، یہ ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم سچے مذہب پر ہیں، ایک صاف شفاف لَیْلُھَا کَنَھَارِھَا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تر کتکم یہ کتنا روشن دین، روشن مذہب ہمیں دے کر گئے۔

یہ مولانا قاری اسلم صاحب سے میں نے کہا، اسی کے ذیل میں میں نے آپ کو مولانا ابرار صاحب کا قصہ سنایا کہ شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے، تو ان کو کیسے پتہ چلا اتنے دن پہلے کہ میں جہاں مرنے کے بعد دفن کیا جاؤں گا، تو وہاں میری قبر کا بھی کوئی نشان نہیں ہوگا، ایک پھول بھی نہیں ڈال سکیں گے، پھول تو کیا، مٹی بھی خاک بھی نہیں ڈال سکیں گے۔ وہیں سے لوحِ محفوظ پر جو واقعات لکھے ہوئے ہیں، تو اسی میں سے فرشتہ نے ان کو بتایا ہوگا، انہیں الہام ہوا ہوگا، انہوں نے کوئی خواب دیکھا ہوگا جس سے انہیں پتہ چلا، اس لئے وہ شعر پڑھتے تھے:

آنے ولی کس سے ٹالی جائے گی، جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالو گے تم تربت پر میری، خاک بھی نہ تم سے ڈالی جائے گی

حضرت مولانا ابرار صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پھر میں نے مولانا ابرار صاحب کا ان کو خواب سنایا کہ مولانا فضلِ حق صاحب جب ان کا حال بیان کر رہے تھے کہ وہ ہسپتال میں بیمار ہیں، تو میں نے کہا کہ گذشتہ رات مولانا ابرار صاحب کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے ساتھ جس طرح بچے دوڑ لگاتے ہیں، ہم دونوں دوڑنے میں ایک دوسرے سے مسابقت کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ بھی سنت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگاتے تھے، مسابقت فرماتے تھے، تو مولانا ابرار صاحب میرے ساتھ دوڑ لگا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ دوڑ لگاتے ہوئے، ہنستے ہوئے مجھ سے آگے نکل گئے۔ تو اس وقت میں نے یہ تعبیر دی۔ میں نے ان سے کہا کہ ہاں انشاءاللہ اس کے معنی کہ اب اچھے ہو جائیں گے، ابھی تو بستر پر ہیں چل نہیں سکتے، اٹھ نہیں سکتے تو وہ ٹھیک ہو جائیں گے، تندرست ہو جائیں گے، دوڑ لگا سکیں گے۔

مگر دوسرے دن فون آیا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا کہ اوہو! یہ تو جس طرح میں نے وہاں کہا تھا کہ دوواڑی والا کو انہوں نے دکھایا کہ فرشتہ سوچتا ہوگا کہ بدھو ہے، سمجھ نہیں پایا۔ یہاں بھی میں نے کہا کہ دوڑ لگانا سچ مچ سمجھا، مگر یہ تو قرآن کی آیت کا لفظ اس نے بتایا دوڑ سے مسابقہ، سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ کہ وہ تو دوڑ لگاتے ہوئے جنت اور مغفرت کی طرف مجھ سے پہلے چلے گئے اور اس میں وہ سابق تھے تو میں مسبوق۔ ان کے پیچھے ان شاء اللہ ہم بھی ادھر ہی جائیں گے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔

یہ سارے خواب، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ نے کتنی دعائیں کی ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو خواب میں بشارت دی گئی کہ اللہ نے تمہارے بیٹے کو بینائی واپس لوٹا دی، آنکھ کھلتے ہی دیکھتے ہیں بچے کو، کہ واقعی وہ خواب تو حقیقت بن گیا۔

یہ کتاب الفتن ہے، آج کل یہ جو فتنے واقع ہورہے ہیں، اس میں ہمارے لئے بہت بڑا اسبق ہے۔ ہر کوئی دیکھتا ہوگا، جس طرح میں دیکھتا ہوں اور سب لوگ آکر بتاتے ہیں اس طرح واقع ہوتا ہے یا اس کی تعبیر واقع ہوتی ہے۔ تو اس سے ہمیں یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہئے کہ ہمیں نہ گھبرانے کی ضرورت، نہ ڈرنے کی ضرورت، چاہے کتنی قیامتیں گزر جائیں لیکن یہ دین، یہ مذہب، یہ اسلام اسی طرح رہے گا۔ اور یہ کتاب الفتن آپ اٹھا کر دیکھیں، تو کوئی ذرہ برابر بھی ایسا نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح فرمایا اس سے ذرا سا بھی ادھر ادھر ہوا ہو، اللہ اکبر! ترتیب جس طرح بیان فرمائی کہ یہ فتنہ اس طرح واقع ہوگا، یہ فتنہ اس طرح واقع ہوگا، اسی ترتیب سے واقع ہورہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی ان فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے، ساری دنیا کے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے، ساری دنیا کے انسانوں کی حفاظت فرمائے، جن کے مقدر میں ہدایت ہے انہیں ہدایت دے، جن کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے جو شقی قسم کے ہیں، اللہ تبارک وتعالی ان سے اس جہان کو پاک فرمائے۔

كَفَانِي عِلْمُهُ بِحَالِي

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون مستجاب الدعوات؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بار بار ہر گھڑی کہا جاتا تھا کہ آپ جس طرح فرمائیں، فرشتے ہر وقت ساتھ ساتھ۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم، خدام کو، صحابۂ کرام کو اشارہ ہوتا تھا وہ کرنے کے لئے تیار اور اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے فرشتے تیار۔

اب طائف کے سفر میں جبرئیل امین خوشامد کررہے ہیں، پہاڑوں کا فرشتہ آکر درخواست کرتا ہے کہ آپ کی اجازت ہو تو ہم مکہ والوں کو اور طائف والوں کو دو پہاڑوں کے بیچ میں ان ظالموں کو چکی کی طرح سے پیس کر رکھ دیں۔ ہوا کا فرشتہ آتا ہے کہ ایک آن میں ابھی ایک سائکلون

(cyclone) چلے اور یہاں سے اٹھا کر پٹخ کر کے ان کو نیست و نابود کیا جائے، مگر حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ذریت میں سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، کہ جب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے بھی اسی طرح، فرشتوں نے یہی درخواست پیش کی جو سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف کے موقع پر اور مختلف مواقع پر فرشتوں نے کی کہ جیسا آپ کا حکم۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو فرشتے آ کر عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ کا حکم ہو، تو ہم اسی آگ کو ان تک پہنچا دیتے ہیں ان کے گھروں تک، ان کو اس آگ میں لے آتے ہیں۔ پانی کا فرشتہ، ہوا کا فرشتہ سب نے آ کر خوشامد کی۔ جب آپ نے انکار فرمایا ان سے خدمت لینے سے، تو جبرئیل امین خود حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں۔ جب ان کی درخواست بھی قبول نہیں کی جاتی، تو وہ کہتے ہیں کہ اچھا پھر ایک اور عرض ہے ہماری، پوچھا کہ وہ کیا؟ کہا میری عرض یہ ہے کہ آپ خود تو اللہ سے فریاد کریں، اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کیا جواب ہوتا ہے؟

وہ فرماتے ہیں کہ میں کیوں فریاد کروں؟ وہ جانتا نہیں ہے وہ دیکھتا نہیں؟ وہ سنتا نہیں، بہرا ہے؟ انہوں نے یہی ان سے فرمایا کہ کَفَا نی عِلۡمُہٗ بِحَالِی، کہ میرا حال، میں جس حال میں ہوں کہ مجھے وہ آگ میں ڈالنے کو جا رہے ہیں، تو وہ اس کو جانتا ہے۔ بس اتنا میرے لئے کافی کہ اس کو معلوم ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

فِتۡنَۃُ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ

اس وقت اسلام کے ساتھ، مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کو نہیں معلوم؟ سب جانتا ہے۔ اسی لئے تو تمام چیزوں کی اس کتاب الفتن کے ذریعہ اس جاننے والے نے خبر دی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو، کہ اپنی امت کو بتا دیں کہ ایسے ایسے حالات، ایسے ایسے فتنے پیش

آئیں گے۔ ابھی تو ہم تو بہت مزے سے ہیں، جتنے فتنوں کی اس میں خبر دی گئی ہے، ان فتنوں سے حفاظت ہی کے خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے۔ فتنوں سے تعوذ کیا کرتے تھے، اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے، **نَعُوذُ بِکَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنهَا وَ مَا بَطَنَ.**

ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ اپنے ایک ساتھی کو سنتے ہیں کہ وہ مشرق کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگ رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃ المشرق سے پناہ مانگتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف فتنے ادھر سے بتائے کہ دجال ادھر سے آئے گا، یاجوج ماجوج ادھر سے آئیں گے، کتنے فتنے ادھر مشرق کی طرف سے آئیں گے، تو وہ صحابی جب پوچھتے ہیں اپنے ساتھی سے کہ تم نے یہ سنا ہے؟ کہا ہاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرق کی طرف سے فتنے آئیں گے اور ان سے پناہ مانگتے تھے۔

وہ کہنے لگے کہ **وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَشْرِقِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَغْرِبِ وَ هِیَ اَشَدُّ وَ اَتَمُّ** کہ یہ جو مشرق کا فتنہ ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے ہمیں معلوم ہے، مجھے معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے فتنہ سے بھی پناہ مانگتے تھے اور وہ اس مشرق والے فتنہ سے بھی زیادہ سخت اور زیادہ بھیانک ہے۔

یہ تمام فتنوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب الفتن میں تفصیلاً ہمیں خبر دے دی ہے۔ اس کے بعد تو لوگوں کے لئے کوئی نئی خبر نہیں ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے کہ یہاں یہ ہوگیا اور وہ ہوگیا، یہاں یہ مصیبت آئی وہ مصیبت آئی۔ بس ہمارا کام اپنے کام میں لگے رہنا، دینی علوم کی خدمت کرتے رہنا، اللہ تبارک وتعالی کے اوامر کی پابندی، اس کے نواہی سے اجتناب اور بچنے کی کوشش کرتے رہنا اور جہاں کہیں کوئی بلا آفت مصیبت پہنچ آئے، اس کے لئے صبر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میں عرض کر رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا اختیار دیا گیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا بڑا انسانیت کو سبق دیا۔ اتنا بڑا پاور (power)، اتنی طاقت ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی، کس حال میں

ہجرت فرمائی، آپ کتابوں میں پڑھیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے تمام مدارسِ دینیہ، مراکزِ دینیہ کی سب کی حفاظت فرمائے، آپ نے اتنے سالوں تک بڑی محنت سے پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پڑھنے کو قبول فرمائے، ہاتھ اٹھا کر دعا کرلیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ .

اچھا کہتے ہیں کہ دو بچیاں بیعت ہوں گی،

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا .

کہئے **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ**، نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں، ایمان لائیں ہم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر بھلا ہو یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے، اور توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے اور ہر گناہ سے، چھوٹا ہو یا بڑا، اور عہد کیا ہم نے ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، کوئی گناہ نہیں کریں گی، اور اگر ہو گیا تو توبہ کریں گی، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، ہمیں اپنی سچی بندیوں میں شامل فرما، ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضا مندی کی، اپنے پاک رسول کی تابعداری کی اور بیعت کی ہم نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے یوسف کے ہاتھ پر۔

اللہ تعالی مجھے بھی، آپ کو بھی توفیق دے۔ یہاں دفتر میں سے معمولات کا پرچہ لے کر اس پر عمل شروع کریں، اللہ تعالی عمل کی توفیق دے۔ السلام علیکم۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

(ریکارڈنگ ناقص)

شریعت تو یہ کہتی ہے کہ وہ تو اس موضوع سے اتنی دور بھاگتی ہیں کہ خود شریعت نے اس کو محسوس کر کے اس کا لحاظ کیا، کہ جب نکاح کے وقت پوچھا جائے کہ ہم تمہارا فلاں سے نکاح کر رہے ہیں، آپ کی طرف سے اجازت ہے؟ شریعت نے اسے بھی ضروری نہیں سمجھا کہ ان سے یہ کہلوایا جائے کہ ہاں، میری طرف سے اجازت ہے، بلکہ اگر اپنی خوشی اور اجازت کا اظہار وہ صرف ایک تبسم مسکراہٹ کے ذریعہ کر دے، تو اس کو اجازت سمجھا گیا اور اسے کافی قرار دیا گیا۔ اب تم نے ان ننھی بچیوں کو صرف نکاح نہیں، بلکہ اس کے بعد کے سارے مراحل اور اس کی نزاکتیں اور اس کی تلقین ابھی سے شروع کر دی۔

وہ پھر پوچھنے لگے کہ کیا بیان کرنا چاہئے تھا؟ میں نے کہا کہ ان کو تو وہ جوان کا مقصد ہے تعلیم

کا، وہ آپ بتاتے کہ ابھی ان کا تعلیم کا وقت ہے، وقت اچھا گزارنا چاہئے، پڑھنا چاہیئے۔ آج کل کا جو عام مرض نہیں بلکہ کینسر ہے، وہ بچوں بچیوں میں، لڑکوں لڑکیوں میں، سب میں عام ہے، والدین کو ستانا، ان کو تکلیف دینا، ان کی مرضی کے خلاف فیصلے کرنا، والدین اور خاص طور پر ماں کی اطاعت، ان کی رضامندی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں ان کے لئے دنیا اور آخرت، بلکہ جنت اور جہنم کا فیصلہ اس پر موقوف ہے، یہ انہیں بتانا چاہیئے تھا۔

والدین کی اطاعت

اس لئے ہمارے یہاں دارالعلوم میں جب طلبہ چھٹیوں پر جاتے ہیں، میں ایک اعلان کیا کرتا ہوں چھوٹے بڑے سب طلبہ کے لئے، کہ دیکھئے ہم لوگوں میں ہندوؤں کے ساتھ رہ کر کچھ اسلامی چیزیں متروک ہوگئیں، کہ عرب میں جس طرح مصافحہ کرنا اسلام میں سنت ہے، عربوں میں اب تک مصافحہ کے ساتھ بڑوں کی، والدین کی تقبیل بھی ہے، کہ ان کے ماتھے کو چوما جائے، بوسہ دیا جائے۔

میں ان طلبہ سے کہتا ہوں کہ جب آپ لوگ یہاں سے جائیں، آپ کے والد صاحب سے صرف سرسری مصافحہ نہیں، بلکہ ان کے ماتھے کو چومیں، ان کے ہاتھ چومیں۔

پھر میں اپنی مثال دیا کرتا ہوں کہ میں جب بھی جاتا ہوں تو ماں کے ہاتھ پیر چومنے کی کوشش کرتا ہوں۔ وہ ہاتھ جب کھینچ لیتی ہیں تو میں پیر چومنے کی کوشش کرتا ہوں، ماتھا چومتا ہوں۔ تو یہ والدین کو، ماں کو بھی، باپ کو بھی، آپ ان کے ہاتھ بھی چومیں، پیر بھی چومیں۔

اور میں ان سے کہتا ہوں کہ دیکھئے، کہ اگر ہاتھ چومتے وقت تمہاری نظر پڑے کہ اوہو! میری تو اتنی لمبی داڑھی ہے، میرا اتنا بڑا عمامہ ہے، باپ کے چہرہ پر داڑھی بھی نہیں ہے، اس کے ہاتھ اور منہ سے سگریٹ کی بدبو آرہی ہے، تو میں نے کہا کہ اگر ایسا تم نے سوچا تو بڑا خسارہ اٹھاؤ گے۔ تمہارے لئے تو سب سے بڑا پیر اور مرشد اور ہزاروں پیر و مرشد سے بڑھ کر تمہارا ایک باپ

ہے۔

یہ جو عام لوگ کہتے ہیں کہ پیر والدین سے بھی بڑھ کر ہے، استاذ کا درجہ ماں باپ سے بھی بڑھ کر، فلاں سے بھی بڑھ کر، یہ سب غلط ہے، قرآن پاک کی آیت کے خلاف ہے۔

اسی لئے ایک نوجوان آیا وہاں مانچیسٹر سے، مجھے پوچھنے لگا کہ اسلام میں اللہ اور رسول کے بعد کس کا مرتبہ؟ تو میں نے کہا والدین کا۔ پھر میں نے وَ قَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا، اس طرح کئی آیتیں، حدیثیں ان کو سنائیں۔ میں نے کہا کہ سیگریٹ کی بو محسوس کر کے یہ ہرگز مت سوچنا، بلکہ وہ تو تمہارے لئے، خدا اور رسول کے بعد سب سے بڑا مرتبہ ماں اور باپ کا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رفیق

دیکھئے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مرتبہ اللہ جل جلالہ سے پوچھا کہ باری تعالیٰ! جنت میں میرا رفیق کون ہوگا؟ میرا ساتھی کون ہوگا؟ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

ہمارے مولانا احمد لولات مرحوم ہوگئے۔ مجھے ایک مرتبہ سہارنپور میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں رمضان میں کہنے لگے کہ مولوی یوسف! مٹھائی کھلاؤ، تو میں ایک خواب بتاؤں۔ میں نے کہا کیا؟ کہنے لگے کہ آج میں نے دیکھا ہے کہ میں جنت میں ہوں اور تم بھی وہیں تھے، تمہیں بھی وہیں دیکھا۔

ہمارے ایک اور طالب علم نے دیکھا تھا کہ مرحوم اسحاق بھائی پلمبر (plumber) وہ جنت میں آپ کو ملنے کے لئے سیڑھی چڑھ کر اوپر جہاں آپ کا قیام تھا، وہاں ملنے کے لئے آئے۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ جنت میں ہمارا کون رفیق ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فلاں بازار میں جاؤ، وہاں ایک قصاب کی، قصائی کی دکان ہے اور وہ گوشت بیچتا ہے، وہاں اس حلیہ کا، اس شکل کا ایک آدمی گوشت فروخت کر رہا ہے، وہ تمہارا

جنت میں رفیق ہوگا۔

عشرۂ مبشرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب بھی ہوا کہ، طبعی طور پر انسان یہ سوچتا ہے کہ ان کے صحابی جو رہے ہوں گے، ان کے جو نیک لوگ رہے ہوں گے ان میں سے کسی کا نام دیا جائے گا، جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے پچاسوں کو یہ تمغہ عطا فرمایا کہ تم جنتی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر ایک مجلس میں، ایک مرتبہ فرمایا **اَبُـو بَكر فِي الجَنَّةِ، عُـمَر فِي الُجَنَّةِ، عُثْمَان فِي الُجَنَّةِ، عَلِي فِي الُجَنَّةِ،** تو عشرہ مبشرہ، ان کی خصوصیت تو یہ ہے کہ ایک ہی مجلس میں ایک مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنتی فرمایا۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ السلام کو اس پر تعجب بھی ہوا اور تقاضا ہوا کہ جلدی سے سفر کر کے اس شخص کو دیکھیں۔ اس بازار میں تشریف لے گئے، جس طرح حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بتایا گیا تھا واقعی وہ دکان وہاں ہے، وہ شخص گوشت کاٹ کر بیچ رہا ہے، اس سے اجازت مانگی، کہ تمہاری اجازت ہو تو میں تھوڑی دیر آرام کے لئے تمہاری دکان میں بیٹھ سکتا ہوں؟

اس اللہ کے نیک بندے نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا پرتپاک استقبال کیا اور فرمایا کہ ویلکم (welcome)! خوشی سے آپ آسکتے ہیں، بیٹھ سکتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے، بیٹھے دیکھتے رہے، دیکھا کہ عام دنیا دار انسان دکان میں جس طرح اپنے دھندے میں مصروف ہوتے ہیں اس طرح وہ اپنے دھندے میں مصروف ہیں۔ کوئی نمایاں چیز جو اتنے بڑے جلیل القدر نبی کی جنت میں رفاقت کا سبب بننے کی ان کو سمجھ میں نہیں آئی کہ کیا چیز اس شخص میں ہوگی کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جنت میں میرا رفیق ان کو بتایا۔

صبح سے لے کر شام ہوگئی۔ اس نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا کہ اب تو ہم دکان بند کریں گے، اور ہم دکان بند کر رہے ہیں۔ حضرت موسی علیہ السلام ابھی دل میں سوچ رہے تھے، اتنے میں اس اللہ کے بندے نے پیش کش کی اور کہا کہ اب تو رات ہونے والی ہے، آپ کہاں جاؤ گے؟ چلو ہمارے گھر، کھانے کا ابھی وقت ہے، ہم ساتھ کھانا کھائیں گے اور وہیں پر آپ آرام کریں۔

حضرت موسی علیہ السلام تو یہ چاہتے ہی تھے کہ اور قریب سے اسے دیکھیں کہ جس سے وہ خصوصیت معلوم ہو، اس خصوصیت کا پتہ چلے کہ جس کی وجہ سے اسے میرا جنت میں رفیق قرار دیا گیا ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام تشریف لے گئے۔

جیسے ہی وہ شخص گھر میں پہنچا، حضرت موسی علیہ السلام کو ایک جگہ بٹھایا اور جلدی جلدی اس نے اپنے ساتھ جو گوشت لایا تھا، اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے، چھوٹی چھوٹی بوٹیاں اس نے کی اور اسے چولہے پر رکھا۔ جلدی جلدی پکا کر کے وہ اپنے گھر میں جس طرح ایک بچی کے لئے کوئی چھوٹی سی جگہ بنائی جاتی ہے، جس طرح پرام میں ہوتی ہے، اس طرح کی ان کے گھر میں چھوٹی سی جگہ بنی ہوئی ہے، تو قصاب نے اوپر ہاتھ بڑھایا اور پنجرہ نما کوئی چیز نیچے اتاری اور اس کو کھولا، اب موسی علیہ السلام کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک انسان ہے، ایک بوڑھی، انتہائی ضعیف عورت ہے۔

اس شخص نے پہلے بہت ان سے پیار کیا، ہاتھ چوما، ماتھا چوما اور ہنسی خوشی ان سے بات کرنے کی کوشش کی اور اس کے بعد ان کو کھلانا شروع کیا۔ قصاب کھلاتے ہوئے بھی ہر طرح کی دل جوئی کی کوشش کرتے رہے۔

جب قصاب کھلا کر فارغ ہوئے، اس کے بعد اس خاتون نے، بوڑھی عورت نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اس سے فارغ ہو کر قصاب حضرت موسی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضرت موسی علیہ السلام سے گفتگو شروع کی۔

حضرت موسی علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ قصہ میں نہیں سمجھ سکا کہ یہ گھر میں تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے اور یہ عورت کون ہے؟ وہ کہنے لگے کہ یہ میری ماں ہیں بہت ضعیف ہیں اور اس کا میرے سوا کوئی خدمت گزار نہیں ہے، اور یہ بالکل معذور ہیں، میں آکر سب سے پہلے ان کو کھانا کھلاتا ہوں اور اس سے فارغ ہوکر پھر اپنے دھندوں میں، اپنے کاموں میں لگتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ جو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہی تھیں وہ میں نہیں سمجھ سکا، وہ کیا دعا مانگ رہی تھیں، اس نے کیا کلمات کہے؟ پھر موسی علیہ السلام اب جس چیز کو تلاش کر رہے تھے اس کے قریب پہنچ رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہاں یہ ہوسکتا ہے، اس کا ایک عمل جس طرح کا میں نے والہانہ تعلق، ایک عاشقانہ انداز دیکھا ماں سے ملنے کا اور پیار محبت کا اور اس کو کھلانے کا اور اس کی خدمت کا، تو پوچھا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر کیا کہہ رہی تھی؟

وہ کہنے لگا کہ روز میں اس کو کھانا کھلاتا ہوں، اس وقت اس سے فارغ ہوکر وہ خوش ہوکر ہاتھ اٹھا کر میرے لئے دعا کرتی ہیں کہ یا اللہ! میرا بیٹا کتنا اطاعت شعار اور میرا کتنا خدمت گزار ہے، میں تو صرف اس کے بدلہ میں دعا ہی دے سکتی ہوں اور میں اس کے لئے یہ دعا کرتی ہوں کہ اللہ تو مجھے بھی جنت عطا کر، اسے بھی جنت دے اور جنت میں اسے ہمارے نبی حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی رفاقت عطا فرما، ایسی اونچی نبیوں والی جنت اسے عطا فرما۔

حضرت موسی علیہ السلام کھڑے ہوگئے، اسے گلے لگالیا اور پورا قصہ بتایا کہ میں نے اللہ عز و جل سے اس کی درخواست کی تھی کہ وہ مجھے بتائے کہ جنت میں میرا رفیق کون ہوگا؟ تو مجھے تمہارا نام پتہ بتایا گیا اور میں جب دکان پر پہنچا، تو مجھے کوئی تمہاری خصوصیت سمجھ میں نہیں آئی کہ جس کی وجہ سے اللہ کے نبی کی تمہیں جنت میں رفاقت مل سکتی ہو۔ اب مجھے پتہ چلا کہ ہاں یہ تمہاری ماں کی دعا مستجاب ہوگئی اور اللہ تعالی کے یہاں ان کی اس مقبول دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے تمہارے لئے جنت میں میری رفاقت مقدر فرمادی۔

میں ان سے یہ کہہ رہا تھا کہ تمہیں ایک ایسا کوئی بیان کرنا چاہئے تھا، ان کی اس عمر کے اعتبار

سے کہ یہ ماں اور باپ کی زیادہ خدمت نہ کرسکیں، تو ان کے لئے موذی تو نہ بنیں، ان کے ستانے اور رلانے کا سبب تو نہ بنیں۔

یہ میں ذرا سخت الفاظ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آئے دن روز نئے نئے قصے سنتے رہتے ہیں، لڑکوں کے سن کر اتنا تعجب نہیں ہوتا جتنا لڑکیوں کے متعلق سن کر تعجب ہوتا ہے کہ بیچاری وہ مائیں تو نیم پاگل نہیں، بلکہ پوری پاگل ہو جاتی ہیں جب ان کا آسرا ہی ختم ہو جاتا ہے کہ جب وہ سوچتی ہیں کہ دنیا میں ضرب المثل تھی ماں اور بیٹی کی محبت، بیٹی کی خدمت، فدائیت، وہ قصے تو اب ماضی کی داستانیں ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں والدین کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سب سے بڑی دولت

خیر وہ تو مولانا صاحب نے جو بیان کیا تھا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ پر پہنچ گیا اور ابھی یہ اتنا وقت بھی نہیں ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات شروع کئے جائیں یا کتاب کے متعلق کچھ بیان کیا جا سکے۔

بس یہی درخواست ہے کہ یہ جو ہمارا سلسلہ ہے حدیث پاک کا، تو یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ یہ چھ کتابیں صحاحِ ستہ کی اور اس کے علاوہ بھی جو اور کتابیں پڑھائی جاتی ہیں مؤطین وغیرہ، تو یہ سب ایک ہی محور کے ارد گرد گھومتی ہے، وہ ہے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی۔ کہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ اب آخری سال ہے تو ہم جب یہاں سے فارغ ہو کر نکلیں، تو ہمارے لئے سب کچھ دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی دولت ہمارے ذہن میں یہ رچی بسی ہو، ہر وقت، ہر آن، ہر گھڑی ہمارے دل میں ایک خیال رہے کہ اللہ عزوجل کی ذاتِ پاک ہمارے لئے سب کچھ ہے، اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب کچھ ہیں۔

اسی محبت کو پیدا کرنے کے لئے پورا پورا دن یہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں کیسے تشریف لائے، تشریف لانے سے پہلے کیسے حالات تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، بچپن، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی، نبوت، نبوت کے بعد جو احکام آپ کو دئے گئے، تو یہ تفصیلی ساری سیرت، یہی سیرت بھری پڑی ہے ان چھ کتابوں میں اور اس کے علاوہ کتابوں میں حالانکہ اس کے لئے تو صرف ایک کتاب کافی تھی۔

اب صحاحِ ستہ میں یہ کتنی مبارک کتاب صحیح بخاری یہ ایک کافی تھی۔ اگر اسی کو پڑھا دیا جاتا لیکن اس پر اکتفاء نہیں کیا گیا، تکرار کہ بار بار انسان ان واقعات کو دہرائے اور مختلف انداز اور مختلف الفاظ سے ایک ہی سٹوری (story)، ایک ہی قصہ نقل کیا جائے تاکہ ذہن نشین ہو ہمیشہ کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہم پہچانیں کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے ہم کتنے دور جا چکے ہیں۔

جیسا کہ میں نے بتایا کہ اب ہمارے لئے سب سے بڑے پیر و مرشد ہمارے ماں اور باپ، مگر ہم کتنے دور ہیں کہ یہ الفاظ اگر کسی بزرگ کے متعلق کہا جائے تو، یہاں سے سفر کر کے کوئی پہنچیں گے لندن بھی ان کی زیارت کے لئے اور ان کی دعا لینے کے لئے اور کوئی دوسرے ملک کا سفر کریں گے، لیکن جو گھر پر اتنی بڑی نعمت ہے کہ جو ان کے الفاظ آپ کے حق میں نکلیں گے چاہے دعا کے نکلیں، تو بھی قبول اور بددعا کے نکلیں تو بھی قبول۔

رمضان کے متعلق تم نے روایتیں بھی سنی ہوں گی کہ جس نے رمضان پایا اور وہ اپنے لئے مغفرت نہ کروالی، وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔ جس نے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی جس مجلس میں سنا اور اس نے درود شریف نہ پڑھا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔

اسی میں فرمایا کہ جس نے والدین یا دونوں میں سے ایک کو اس نے پایا اور اس نے ان کے ذریعہ اپنے لئے مغفرت کو واجب نہیں کرایا، وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔

کتنے سخت ترین الفاظ؟ تو اب جو چیزیں عرف میں، ذہن میں بیٹھی ہوئی ہیں اور ذہن نشین

ہوئی ہیں کہ فلاں بزرگ ہیں اور فلاں ان کا ایک مقام ہے، تو اس کے لئے تو ساری دنیا میں چکر لگائیں گے مگر جو اللہ تبارک وتعالی نے دولت گھر میں ہمیں دی ہے اس کی طرف سے اگر اسی کی فرمائش بھی کی جائے تو بات سمجھ میں نہیں آئے گی، حالانکہ یہ تو نصوصِ قطعیہ ہیں، قرآن پاک کی آیات بھی اور احادیث بھی۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں والدین کا مرتبہ پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام اور مرتبہ ہے، جیسے ایک لمحہ کے لئے بھی اگر ہمارے دل میں یہ خیال رہے کہ اللہ عزوجل اس دنیا کے خالق اور مالک اور رب اور چلانے والے نہیں ہے اور انسان دہریوں کا عقیدہ اپنا عقیدہ بنالے، تو فوراً وہ اسلام سے نکل کر کفر اور کفار کی صف میں داخل ہوگیا۔

یہی حال حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کا ہے۔ آپ سے تعلق، محبت، آپ کے لئے دل میں جگہ کا ہونا یہ سب فرض کیا گیا۔ تو یہاں رہتے ہوئے ان کتابوں کے پڑھنے سے یہ آپ جانچتے رہیں کہ یہ ہمارا پارہ بڑھ رہا ہے یا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہمارا کتنا بلند ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنا تعلق ہمارا بڑھا۔ جب رات کے وقت تھک کر آپ سوئیں، تو اس وقت بھی آپ کے تکیہ کے پاس شمائل ترمذی، خصائلِ نبوی، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کوئی کتاب، آپ کی ازواجِ مطہرات کے قصوں کی کوئی کتاب، کہ اس کو پڑھتے پڑھتے آپ سوئیں تاکہ سونے سے پہلے بھی ذہن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد بسی ہوئی ہو تاکہ اس سال جو آپ کے لئے یہ کتابیں مقرر کی گئی ہیں ان کا یہ مقصد پورا ہو۔

باقی میں نے شروع میں کہا کہ کس پر بیان کرے، تعزیت والوں پر اس کا تو موقع ہی نہیں رہا۔ دعا کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالی شبنم آپا کو، ان کے گھر والوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مرحوم

کی مغفرت فرمائے۔

خیر ابھی آپ کی اس کتاب کا افتتاح ہو رہا ہے، میں پہلے حدیث المسلسل بالأولیۃ پڑھ دیتا ہوں تاکہ پہلی مرتبہ مجھ سے حدیث سن رہی ہیں، تو ان کا تسلسل بالأولیۃ قائم رہے۔

صحابی فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں حدیثیں سنیں اور ان احادیث میں سب سے پہلے جو حدیث سنی وہ یہ حدیث جو میں آپ کے سامنے پڑھوں گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہ بن عَمرو بْنِ العَاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالَی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ تبَارَکَ وَ تَعَالَی، اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْأَرْضِ یَرْحَمکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ. وَفِی رِوَایَۃٍ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

بَابُ کَیفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

وَ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَ النَّبِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِہٖ حَدَّثَنَا الحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثنَا سُفْیَان قَال حَدَّثَنَا یَحْیٰ بْنُ سَعِیْدِ الْأَنْصَارِیُّ قَالَ اَخبَرَنِی مُحَمَّد بْنُ اِبراھیم التَّیْمِیُّ اَنَّہُ سَمِعَ عَلْقَمَۃَ بْنَ وَقَّاص اللَّیْثِی یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہُ اِلَی دُنْیَا یُصِیْبُھَا أَوْ اِلَی امْرَأَۃٍ یَنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہُ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ

مغرب کا وقت ہو چکا ہے، دعا کریں اللہ تعالیٰ عافیت کے ساتھ اس کتاب کا اختتام فرمائے، جو پڑھیں گے اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا

کَـمَا حَـمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبلِنَا، رَبَّنَا وَ لَا تُـحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ و اعْفُ عَنَّا و اغْـفِـرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَـعْـدَ اِذْ هَـدَيْتَـنَا وَ هَبْ لَنَا مِن لَدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهّاب، رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُـوْبَـنَـا وَ كَـفِّـرْ عَـنَّا سَيِّئٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ،وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْـتَ السَّـمِيْـعُ الْـعَـلِيْمُ وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهِ و صَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلَام عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. امَّا بَعد!

(ریکارڈنگ ناقص)

۔۔۔ورنہ ہم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی وصال سے پہلے سوچتے تھے کہ حضرت کا جب وصال ہوگا، جب دنیا میں نہیں ہوں گے، تو وہ دنیا کیسی ہوگی؟ اور میں ہر سال جایا کرتا تھا، رمضان سے کچھ پہلے شعبان کے آس پاس، تو اس وقت حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بھئی، تمہارے مدرسہ کا، اور تمہاری مسجد کا، مکتب کا حرج ہوگا، آنے میں جلدی نہ کرو۔

''یوسف کب آئے گا؟''

مگر جس سال حضرت کا وصال ہونے والا تھا، تو جمادی الاولی میں میں نے حضرت کے خادم ومعالج خاص ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو پوچھنے کے لئے فون کیا کہ حضرت کی صحت کیسی ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ حضرت آج ہی پوچھ رہے تھے کہ یوسف کب آئے گا؟

یہ سوال سن کر میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ یہ تو ساری زندگی کی حضرت کے معمول کے خلاف ہے اور ابھی تو رمضان میں تو کئی مہینے ہیں، ابھی سے حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ اس لئے میری طرف سے عرض کر دیں کہ بس ویزا اور بکنگ کی دیر ہے، میں جلدی آتا ہوں۔

چنانچہ فوراً میں نے ویزٹ ویزا منگوایا اور میں چند ہفتے میں، بلکہ چند دنوں میں پہنچ گیا۔ اس کے بعد جمادی الثانیہ، رجب اور شعبان کی یکم، پہلی تاریخ کو پیر کے دن عصر کی نماز کے وقت تین بج کر چالیس منٹ پر حضرت کا وصال ہوا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

حضرت کو ہم نے ساری عمر اس طرح دیکھا کہ اگر چہ ہم نے تو حضرت کو جوانی میں تو دیکھا نہیں، جب ایک طرف لاٹھی اور ایک طرف کسی خادم کے سہارے حضرت چلتے تھے، اُس وقت سے، سن تریسٹھ سے حضرت کو ہم نے دیکھا اور حضرت کا ایٹی ٹو (82) میں وصال ہوا، تو اتنے سال حضرت سے تعلق رہا، اس میں کبھی بھی کیسی ہی بیماری رہی ہو، کہیں ہسپتال میں بھی حضرت کے ساتھ رہے، آپریشن بھی دیکھے، آنکھ کا آپریشن بھی دیکھا، لیکن کسی حالت میں حضرت کو جس طرح کوئی بیمار کراہتا ہے (آہ! آہ!) اس طرح کراہتے کبھی نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ بھی حضرت کی زبان سے نہ آہ سنی اور نہ اوہ سنی، حالانکہ معمولی کسی کو بخار ہوتا ہے تو اس میں بھی بے چینی ہوتی ہے، حضرت پر اس طرح کی بے چینی بھی کبھی نہیں ہوئی۔ ساری زندگی حضرت انتہائی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ رہے، اور بیماری کی حالت ہو، کچھ بھی ہو، لیکن بس موت تو موت ہوتی ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ہم نے جب دیکھا کہ جن کو خواب میں بارہا ملک الموت کی زیارت، بیداری میں تین مرتبہ ملک الموت کی حضرت شیخ کو زیارت ہوئی، وہ تفصیلی قصہ میں نے حضرت کے حالات میں لکھا بھی ہے کہ بیداری کی حالت میں کس طرح حضرت کو ملک الموت کی زیارت ہوئی، تو ان تمام باتوں کے باوجود آخری وقت میں اواللہ! یا کریم! اوکریم! اوکریم!

آخری تین دن

اور کئی روز پہلے سے ایسے حالات شروع ہو گئے تھے، کم از کم آخری تین دن تو بڑے عجیب و

غریب تھے۔

ایک دفعہ میں اور مولانا نجیب اللہ حضرت کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت نے کوئی آواز دی تو ہم سمجھے کہ حضرت استنجے کے لئے پیشاب دانی یا تھوکنے کے لئے اگالدان کچھ مانگ رہے ہیں، تو ہم ایک دم کھڑے ہو کر حضرت کی خدمت میں جیسے ہی پہنچے اور وہاں کھڑے ہوئے تھے کہ باہر ایک عجیب قسم کی آواز ہوئی، اور زور سے کھڑکا ہوا، اور کوئی زور سے مولانا نجیب اللہ صاحب کا نام لے کر پکارتا ہے، وہ قصہ بھی میں نے اس میں لکھا ہے۔

''تمہارے شیخ تین دن تمہارے پاس ہیں''

ایک قصہ میں نے لکھا نہیں کہ وہ تحریر میں لانے کی چیز نہیں تھی، کہ حضرت کا وصال ہوا جس طرح میں نے بتایا پیر کے دن، عصر کے وقت، تین بج کر چالیس منٹ پر۔ اس سے پہلے اتوار کا دن، اس سے پہلے ہفتے کا دن، اس سے پہلے جمعہ کا دن۔ تو جمعہ کے دن روضۂ اقدس پر قبیل المغرب حاضری پر صلاۃ وسلام عرض کر کے درخواست کی گئی حضرت شیخ کی صحت کے لئے کہ یا رسول اللہ! حضرت شیخ بہت بیمار ہیں، دعا توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت عطا فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمایا کہ تمہارے شیخ تین دن تمہارے پاس ہیں، چنانچہ عصر کے وقت پیر کے دن وصال ہو گیا۔ اس طرح کے خرقِ عادت، پتہ نہیں، کتنے واقعات پیش آئے۔

''ابلیس آیا تھا''

ایک مرتبہ حضرت نے، جس طرح حضرت لیٹے ہوئے تھے، یا بیٹھے ہوئے تھے، معمول کی حالت میں تھے، نارمل (Normal) حالت میں تھے، لیکن ایک دم حضرت نے بہت پوری گردن پھیر کر، جس طرح کوئی جوان آدمی پوری طاقت کے ساتھ سے گردن پھیرتا ہے۔

ابھی پچھلے ہفتے قاری جوگواری صاحب کا انتقال ہوا۔ تو میں نے، صبح سات بجے ان کا انتقال

ہوا، تو اسی رات ان کے گھر فون کیا تھا۔

ان کے بیٹے نے بتایا کہ وہ بے ہوشی کے عالم میں ہیں، بات نہیں کرتے، مگر تین دن سے ان کا یہ حال ہے بے ہوشی کی عالم میں۔ لیکن کہتے ہیں عجیب بات یہ ہے کہ تین دفعہ ایسا قصہ ہوا کہ مسلسل بے ہوشی ہے، نہ کھانا، نہ پینا، کوئی حس نہ حرکت، کچھ بھی نہیں، نہ آنکھ کھولنا، آنکھ بھی نہیں کھول سکتے، نہ کوئی بات چیت، نہ سمجھنا، کچھ بھی نہیں۔ لیکن کہتے ہیں کہ ہم نے تین دفعہ یہ واقعہ دیکھا کہ اچانک انہوں نے آنکھ کھولی اور جس طرح آدمی کسی پریشانی کی حالت میں، یا غصہ کی حالت میں جس طرح پوری آنکھیں کھولتا ہے، اس طرح پوری آنکھیں کھولی اور اتنی کمزوری کہ ایک انگلی بھی نہیں اٹھا سکتے، ہاتھ اور پیر اٹھانا تو درکنار، مگر اس عالم میں کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ انہوں نے پوری قوت سے گردن کھڑکی کی طرف پھیری، اور جیسے کوئی چیز کھڑکی کے باہر دیکھ رہے ہو اور پوری آنکھیں کھول کر کے جس طرح غصہ میں کوئی دیکھتا ہے، اس طرح آنکھیں کھول کر پوری گردن اوپر اٹھائی اور اس کی طرف دیکھا اور پھر گردن رکھ دی۔ پھر اسی طرح وہی کمزوری۔ کہتے ہیں پھر چند گھنٹے کے بعد، یا ایک آدھ دن کے بعد دوسری مرتبہ ایسا ہوا، تیسری مرتبہ ایسا ہوا۔

بالکل یہی حال حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ہم نے دیکھا تھا کہ حضرت نے، جہاں حضرت کی چارپائی تھی، تو کونہ تھوڑا سا اور پیچھے ہو، تاکہ اس طرف دیکھنے کے لئے پوری گردن کیا بلکہ ایک طرف کوئی آدمی پوری کروٹ اس طرح گھومے تو دیکھ سکتا تھا، مگر حضرت نے اس کمزوری کے عالم میں کس طرح پوری گردن اس طرف پھیری پوری قوت سے اور زور سے فرمایا کہ مارو اس کو! ہم نے پوچھا حضرت! کون ہے؟ تو ہماری طرف دیکھ کر حضرت کا غصہ فِرو ہو گیا۔ اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ وہ ابلیس آیا تھا۔

حضرت نے دو دفعہ اس کو بیداری کی حالت میں اچھے بالکل ہوش وحواس کے ساتھ فرمایا کہ ابلیس اس کونہ میں کھڑا تھا۔

مشکل گھڑی

ہر ایک کے پاس پہنچتا ہے، انبیاء، اولیاء، یا اتقیاء۔ وہ تو اللہ تعالی کا ایک پورا نظام ہے، آخری وقت آزمائش ہوتی ہے، اسی لئے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **اَکْثَرُ مَا يُنْزَعُ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ** کہ جن لوگوں کا ایمان سلب ہوتا ہے، تو کسی کا کوئی واقعہ پیش آیا ہو، کسی نے کوئی گناہ کیا ہو، اس پر، اور کسی بات پر، مگر اکثر ایمان جو سلب ہوتا ہے اس کا وقت، وہ موت کا وقت ہے، اس لئے وہ بڑا اکڑا وقت ہوتا ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار پائی کے قریب ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دستِ مبارک اس میں ڈبوتے ہیں، چہرۂ انور پر پانی اس میں سے لے کر پھیرتے ہیں، پھر ڈبوتے ہیں، پھر پھیرتے ہیں، اور فرماتے جاتے ہیں **اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَات**، تو یہ بہت مشکل گھڑی ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہم سب کے لئے آسان فرمائے، آسانی والی موت نصیب فرمائے، سکرات الموت سے حفاظت فرمائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو رہا ہے، تو جس طرح عیادت کرنے والے جاتے ہیں، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کو پتہ چلا کہ ام المؤمنین سخت بیمار ہیں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے دروازہ بجایا۔ خادم نے پوچھا کون؟ بتایا کہ جا کر اجازت لو کہ عبداللہ بن عباس حاضر ہونا چاہتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے جیسے ہی سنا تو رونے لگیں اور فرمایا کہ میرا دل ان کو اجازت دینے کی تو نہیں چاہتا۔ تو لوگ تعجب کرنے لگے کہ ارے! حبر الامۃ، بحر الامۃ، مفسر الامۃ، اتنے بڑے انسان، صحابۂ کرام میں ان کی علمی قابلیت مشہور تھی، چھوٹے بڑے سب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی علمی قابلیت کو مانتے تھے، اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہا کے لئے تو بچہ کے مانند تھے، اور بچپن امہات المؤمنین کے حجرات میں گذرا ہے۔

اس لئے سب نے تعجب کا اظہار کیا کہ کیوں، کیا بات ہے؟ ابن عباس کو آپ ایسا فرمارہے ہیں؟ تو فرمایا کہ نہیں بات یہ ہے کہ مجھے اس کا خطرہ ہے کہ جب وہ آئیں گے، تو میرے سامنے میری تعریف کریں گے، اور میں مرتے وقت اپنے لئے تعریف کے کلمات سننا نہیں چاہتی۔ پھر فرمایا کہ کوئی نہ تو نہیں کہہ سکتی، اجازت دے دو۔

وہ تشریف لائے تو آتے ہی فرمانے لگے کہ آپ کو کیا فکر؟ آپ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی زوجۂ مطہرہ، اللہ تبارک وتعالی نے آپ کی براءت میں پوری کی پوری سورت، پورا کا پورا رکوع نازل فرمایا، پوری آپ کے بارے میں سورۃ النور، تو آپ کو کیا فکر؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے یہ کلمات سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا لوگوں کو کہنے لگیں کہ دیکھئے، مجھے اسی کا خطرہ تھا۔ یہ تو یہ کہہ رہے ہیں لیکن میں اپنے متعلق یہ کہتی ہوں **یَا لَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَ کُنْتُ نَسْیًا مَنْسِیًّا**، فرماتی ہیں کہ کاش کہ یہ کلمات سننے کے لئے میں زندہ نہ ہوتی کہ وہ اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی تھیں۔ وہ سمجھتی تھیں کہ پتہ نہیں میں کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کروں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا جو وقت گزرا، معلوم نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں گے، حق تعالی شانہ کی بارگاہ میں کیسے حاضری ہوگی؟

ھاذم اللذات الموت

یہ جو موت ہے ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ دنیا کے امراء اور سلاطین سے لے کر عام انسان تک اور حکماء اور عقلاء اور اطباء اور ڈاکٹروں سے لے کر جاہلوں تک کوئی بھی نہ اس سے انکار کر سکتا ہے، نہ اس کا ان کے پاس کوئی علاج ہے، نہ اس کی کوئی گیرنٹی دے سکتا ہے کہ فلاں وقت تک کوئی زندہ رہے گا۔ یہ ڈاکٹر بعض وقت جن کے لئے یہ کہتے ہیں کہ یہ مریض اتنے دن زندہ

رہے گا، مگر ایسے مریض کتنے سالوں تک زندہ رہتے ہیں۔

ابھی دوپہر کو مہمان آئے تھے، تو میرے پاس کوئی آٹھ نو سال پہلے آئے اور وہ کہنے لگے کہ مجھے کوئی تکلیف تھی، میں اس کے لئے ہسپتال گیا، تو انہوں نے میرا سکان کیا اور سکان کر کے انہوں نے بتایا کہ تمہیں ٹیومر ہے، جس کی وجہ سے تمہارے دماغ کا آپریشن کرنا پڑے گا، جلدی جتنا ہو سکے آپریشن کریں۔

مجھ سے مشورہ کے لئے آئے، تو میں نے کہا کہ آپ کی شکل وصورت آپ آئینہ میں دیکھیں کہ آپ بیمار لگتے ہیں کہ آپ کو ٹیومر ہو۔ جن کو کسی معمولی سا پھوڑا ہو، تو وہ بھی چہرہ بتا دیتا ہے کہ ان کو یہ پھوڑے کی تکلیف ہے، آپ ہرگز نہ جائیں۔

آج وہ آئے ہوئے تھے، ہنستے ہوئے اور کہنے لگے کہ انہوں نے لسٹ سے میرا نام خارج کر دیا۔ کہنے لگے کہ تم آپریشن کے لئے تیار نہیں ہوتے، تو ہم آپ کو اپائینٹمنٹ نہیں بھیجیں گے۔ تو آٹھ نو سال سے کہہ رہے تھے، کہ آپ اتنے دن کے مہمان ہیں، مگر کتنے سال گذر گئے اور موت در کنار، انہیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالی نے ہر ایک کے لئے جو وقت متعین کیا ہوا ہے حتمی طور پر، وہ وقت اس کے لئے طے ہے، نہ اس میں کوئی ایک گھڑی آگے کر سکتا ہے، نہ پیچھے کر سکتا ہے، نہ کسی علاج کے ذریعہ اس میں کوئی تقدیم کر سکتا ہے، نہ تاخیر کر سکتا ہے۔

کتنے لوگ مرنے کے لئے، خودکشی کے لئے سب کچھ کرتے ہیں مگر اللہ تعالی کے یہاں وہ وقت متعین نہیں ہوتا، وہ وقت تو موت نہیں آتی۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں اس تیاری کی توفیق عطا فرمائے، بری موت سے ہماری حفاظت فرمائے۔

والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا وصال

ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے کوئی بارہ بجے دوپہر آدمی بھیجا۔ ہم دونوں بھائی ہماری

والدہ کے گاؤں تھے، تو وہاں آدمی کو گھوڑے پر بھیجا دونوں بھائیوں کو بلا کر لائیں۔ والد صاحب بیمار ہیں، آپ کو یاد کر رہے ہیں۔

ہم لوگ پہنچے ظہر کے بعد تو وہ اچھی حالت میں تھے، بالکل ٹھیک ٹھاک باتیں کر رہے ہیں، ہمیں جاتے ہی کہنے لگے کہ یٰس پڑھو۔ ہم پڑھنے لگے، کہا زور سے پڑھو، اونچی آواز سے پڑھنی شروع کی۔ عصر کے بعد فرمایا کہ مجھے چارپائی پر سے نیچے لٹادو۔ ہم نے نیچے بستر بچھایا، اس پر ان کو لٹایا۔ فرمانے لگے کہ بستر کو ہٹادو اور مجھے زمین پر لٹادو، تو ہم نے ایک دری رہنے دی اور بستر ہٹایا، دری پر لٹادیا۔

والد صاحب ہاتھ سے دری کو چھوکر کے ناراض ہوئے اور غصہ میں فرمانے لگے یا اللہ! کیسے لوگ ہیں، سمجھتے نہیں۔ فرمایا کہ دری کو بھی ہٹادو، مجھے صرف خالی زمین پر لٹادو۔ تو ان کو خالی زمین پر لٹایا اور اس کے بعد انہوں نے ناخن سے کرید کر دیکھا کہ واقعی کوئی چیز نیچے تو نہیں ہے۔ دیکھا کہ کچھ بھی نہیں ہے، تو اس کے بعد اپنا سر اس طرح اوندھا، لیٹے ہوئے تھے پورے طور پر سجدہ نہیں، مگر تھوڑی سی پیشانی جھکا کر ایک طرف زمین کے اوپر رکھی اور لیٹ گئے۔ عصر کی نماز کے بعد مغرب سے پہلے ہم نے لٹایا اور چند منٹ کے بعد ان کا اسی حال میں وصال ہوگیا۔

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے، مدینہ پاک کی موت، آخری عشرہ، اٹھائیسویں شب، آخری عشرہ کی بھی رات اور تہجد کا وقت، مدینہ پاک اور سجدہ کی حالت، کتنی ساری چیزیں ان کے لئے اللہ تعالی نے جمع فرمادیں، اللہ تعالی ہمیں بھی، جب ہمارا آخری وقت آئے، تو اچھی سے اچھی موت نصیب فرمائے، بری موت سے حفاظت فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ...